دسمبر 2009ء
اردو۔ انگریزی
ماہنامہ
کنزالایمان
لاہور
ختمِ نبوت نمبر
مدیرِ اعلیٰ
محمد نعیم طاہر رضوی
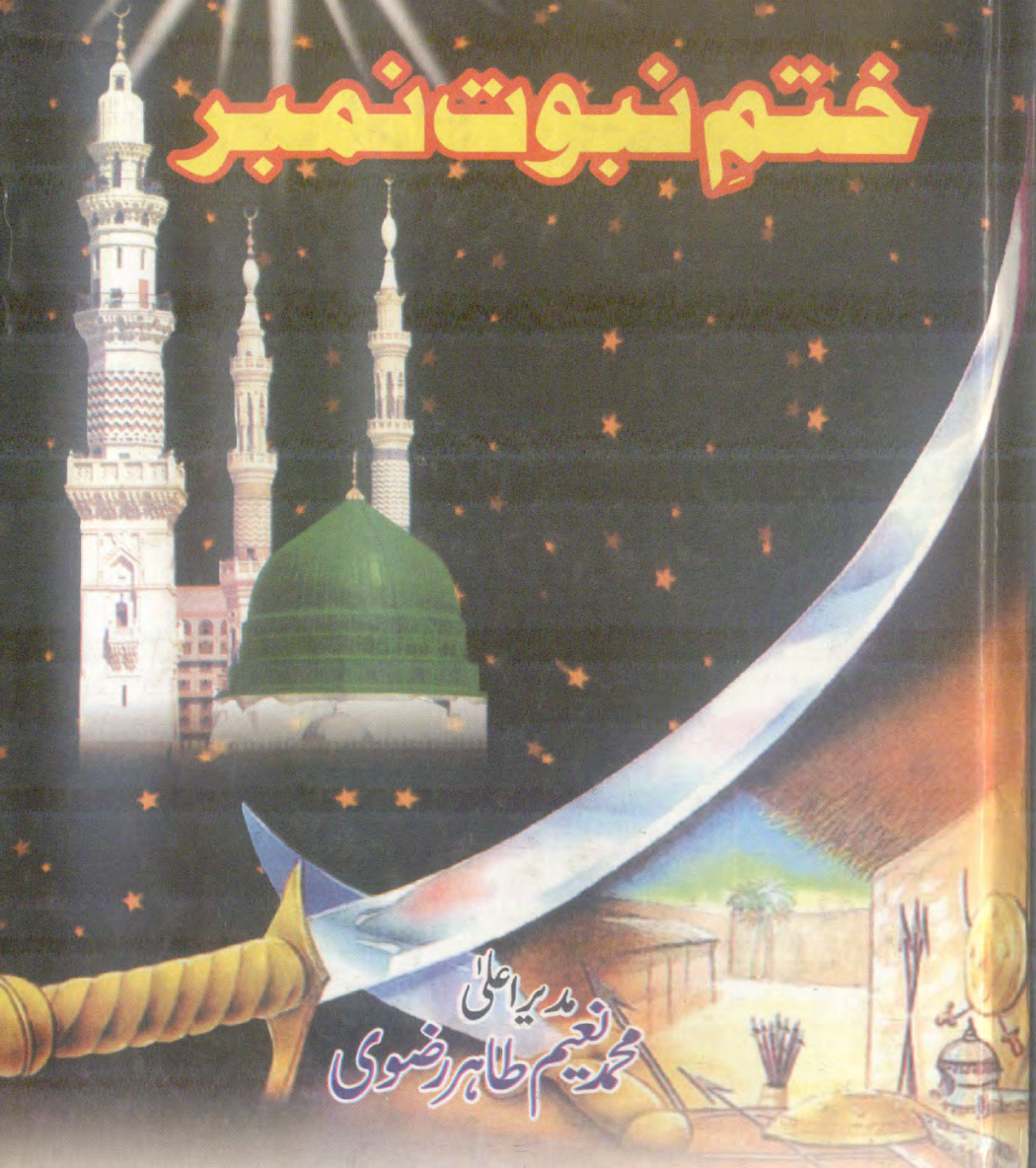
اہلِ سنت وجماعت کا ترجمان۔ فکرِ رضا کا امین

ذی الحجہ 1430ھ دسمبر 2009ء، شمارہ 12، جلد 19

قیمت
موجودہ شمارہ
400
روپے

Tel: 0092-42-36680752, 36681927
Mob: 0092-333-4284340
Fax: 0092-42-35710581
kanz_ul_iman@hotmail.com
Www.kanzuliman.org

پرنٹر:۔ محمد نسیم چاچا پرنٹنگ پریس صدر لاہور چھاؤنی

رکن کونسل آف جرائد اہلسنت پاکستان

بیادِ: حکیم اہلسنت حضرت
حکیم محمد موسیٰ امرتسری علیہ الرحمہ

زرِ تعاون

عام شمارہ	25 روپے
سالانہ (عام)	250 روپے
سالانہ (کتاب خانے و ادارے)	300 روپے
تاحیات (پاکستان)	6000 روپے

دیگر ممالک

سالانہ	35 امریکی ڈالر
تاحیات	250 امریکی ڈالر
امریکہ	35 ڈالر
یورپ اور عرب ممالک	30 ڈالر
عراق، ایران، ترکی، بھارت	20 ڈالر

ترسیلِ زر اور ادارتی و انتظامی امور میں رابطے کا پتہ:
کنزالایمان
دہلی روڈ صدر بازار لاہور کینٹ
پاکستان پوسٹ کوڈ نمبر 54810

ڈرافٹ: کنزالایمان اکاؤنٹ نمبر 71-5685 حبیب بینک، لاہور کینٹ پاکستان

حکومت پنجاب کے سرکلر نمبر S-O(A-IV) 4-5-96 کے تحت سکولوں، ٹیکنیکل اداروں اور پبلک لائبریریوں کے لئے منظور شدہ

ماہنامہ

کنزالایمان کے خصوصی شمارے

نمبر شمار	نام شمارہ	صفحات	تاریخ اشاعت
1	تحریک خلافت وترک موالات نمبر	112	نومبر 1994ء
2	تحریک پاکستان نمبر	264	اگست 1995ء
3	پروفیسر ڈاکٹر آفتاب نقوی شہید رحمۃ اللہ علیہ نمبر	40	جنوری 1996ء
4	ختم نبوت نمبر	112	ستمبر 1997ء
5	قائداعظم نمبر	160	ستمبر 1998ء
6	حضرت سیدہ آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نمبر	80	مئی 1999ء
7	چودھری حمایت علی شہید رحمۃ اللہ علیہ نمبر	112	دسمبر 1999ء
8	حکیم محمد موسیٰ امرتسری رحمۃ اللہ علیہ نمبر	304	جنوری 2001ء
9	قائد ملت علامہ شاہ احمد نورانی رحمۃ اللہ علیہ نمبر	288	فروری 2004ء
10	انٹرنیشنل سُنّی ڈائریکٹری نمبر	480	مارچ 2004ء
11	حضرت سید امیر شاہ گیلانی رحمۃ اللہ علیہ نمبر	64	جنوری 2005ء
12	غازی محمد اسحاق شہید رحمۃ اللہ علیہ نمبر	64	جون 2005ء
13	تحفظ ناموسِ رسالت نمبر	520	جون 2007ء
14	ڈاکٹر محمد سرفراز نعیمی شہید نمبر	256	جولائی 2009ء

حسنِ ترتیب

اسلام کیا ہے؟

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو خدا کا رسول برحق مان کر آپؐ کی تمام تعلیمات کو برحق تسلیم کرنا اور ان میں سے کسی کا انکار نہ کرنا اسلام ہے اور ان میں سے کسی ایک بات کا انکار بھی کفر ہے۔ اسلام کے لیے تو سب کا اقرار ضروری ہے۔ لیکن کفر کے لیے سب کا انکار ضروری نہیں ہے۔ اسلام کی کسی ایک یقینی بات کے انکار سے بھی انسان کافر ہو جاتا ہے۔

اسلام کا یہی معیار ہے جس پر کسی کے عقائد پرکھ کر اس کے مسلمان یا کافر ہونے کا فیصلہ کیا جا سکتا ہے۔ قادیانی اس اصول پر اسلام سے خارج ہیں کہ وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو رسول برحق مان کر آپ کی قطعی الثبوت تعلیم کا انکار کرتے ہیں کہ آپؐ کے بعد کسی قسم کا کوئی سچا نبی پیدا نہ ہوگا۔ اس بات کا انکار اسلام کا انکار ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ہربات میں سچا ہونے کا انکار ہے اور غور کیا جائے تو یہ دراصل حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کا ہی انکار ہے۔ اسلام کے قطعی عقیدہ ختم نبوت کے یہ لوگ (قادیانی) منکر ہیں۔

خدائے شہ زمن جل جلالہ

شاعر حمد و نعت راجا رشید محمود، مدیر اعلیٰ ماہنامہ "نعت" لاہور

لب پہ ہے تحمید و توصیف و تحیّاتِ خدا
یہ ہے اک محمودؔ تلخیصِ عنایاتِ خدا

مصطفیٰ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) جس کی حقیقت کو سمجھ پائے فَقَط
ہے ورائے عقل و فہم و علم وہ ذاتِ خدا

جو خدا کے دین کی خاطر شدائد کو سہیں
اُن ہی بختوں کو ملتی ہیں مراعاتِ خدا

انفرادی، اجتماعی، جو پریشانی بھی ہو
بس علاج اس کا تو واحد ہے مناجاتِ خدا

چاہ یہ اِن کی اگر تھی، تو تھی خواہش اُس کی بھی
ذاتِ سرور (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) سے ہوئی تھی یوں ملاقاتِ خدا

وہ قدیم اپنی حقیقت میں ہے اور حادِث ہے یہ
جو نفی مخلوق کی ہے، وہ ہے اثباتِ خدا

عمر بھر ان کو بیاں کرنے میں کوشاں بھی رہو
مکّہ میں جا کر جو پائی ہیں مراعاتِ خدا

زندگی معمول پر چلتی جو ہے محمودؔ کی
صدقۂ محبوبِ رب (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) ہے یا ہے خیراتِ خدا

دامنِ کرم

حضرت مفتی محمد اختر رضا الازہری

ترے دامنِ کرم میں جسے نیند آگئی ہے
جو فنا نہ ہوگی ایسی اسے زندگی ملی ہے

مجھے کیا پڑی کسی سے کروں عرض مدعا میں
مری لو تو بس انہیں کے درجود سے لگی ہے

وہ جہان بھر کے داتا مجھے پھیر دیں گے خالی
مری توبہ اے خدا یہ مرے نفس کی بدی ہے

جو پئے سوال آئے مجھے دیکھ کر یہ بولے
اسے چین سے سلاؤ کہ یہ بندۂ نبی ہے

میں مروں تو میرے مولیٰ یہ ملائکہ سے کہدیں
کوئی اس کو مت جگانا ابھی آنکھ لگ گئی ہے

میں گناہگار ہوں اور بڑے مرتبوں کی خواہش
تو مگر کریم ہے جو تری بندہ پروری ہے

تری یاد تھپکی دے کر مجھے اب شہا سلا دے
مجھے جاگتے ہوئے یوں بڑی دیر ہوگئی ہے

اے نسیم کوئے جاناں ذرا سوئے بدنصیباں
چلی آ کھلی ہے تجھ پہ جو ہماری بیکسی ہے

ترا دل شکستہ اخترؔ اسی انتظار میں ہے
کہ ابھی نوید وصلت ترے در سے آرہی ہے

حُسنِ سراپا

مقصود احمد تبسّم (متحدہ عرب امارات)

مُشک بھرے گیسوئے محمد ﷺ — حسن کا مظہر روئے محمد ﷺ

جن لوگوں کا عشق سلامت اُن کو آج بھی غارِ حرا میں — آتی ہے خوشبوئے محمد ﷺ

خالد اک بھی جنگ نہ ہارے اُن کی جیت میں راز یہی تھا — ٹوپی میں تھے موئے محمد ﷺ

حیرانی میں گم تھیں حلیمہ پیار سے جب حجرِ اسود نے — بڑھ کر چوما رُوئے محمد ﷺ

کب سے غزال مرے اندر کا چاہتا ہے، ہو دشتِ مدینہ — بن کے پھروں آہوئے محمد ﷺ

سَر جو جھکے تو یاد رہے سجدوں کا کعبہ مکے میں ہے — دل کا کعبہ کوئے محمد ﷺ

مظہرِ حق اور ہاتھ یدُ اللہ مَا زاغ آنکھیں چہرہ ضحیٰ کا — وَالیلی گیسوئے محمد ﷺ

دیکھو رفعت ساعدِ سیمیں دونوں جہاں کا بوجھ اٹھالیں — اتنے قوی بازوئے محمد ﷺ

میرے نبی کی پنڈلی مبارک شاخِ نخلِ رحمت و نعمت — لاثانی زانوئے محمد ﷺ

مُصحفِ رُخِ اصحاب سے پوچھو جس کی نمازِ عشق یہی تھی — دیکھتے رہتے روئے محمد ﷺ

ہر سجدہ معراج کا طالب جب سے جبینِ شوق نے دیکھے — محرابی ابروئے محمد ﷺ

ظاہر تو مل مل کے دھویا باطن کا باقی ہے تیمم — لاؤ خاکِ کُوئے محمد ﷺ

تیرا طواف کریں گے فرشتے دُنیا تیرے قدم چُومے گی — دل کو جھکا دے سُوئے محمد ﷺ

اُن اصحاب کی دیکھو عقیدت جو جیتے جی کرتے وصیّت — رکھنا کفن میں مُوئے محمد ﷺ

اُن کی ذات میں گُم ہو جاتا اپنی جاں قرباں کر دیتا — دیکھتا جو بھی خُوئے محمد ﷺ

میں ہوں مریضِ عشق طبیبو میرا علاج مجھی سے پوچھو — میری دوا ہے کُوئے محمد ﷺ

مجھ کو مرا مقصود ملے جب نزع کا عالم مجھ پہ ہو طاری — آ جائے خوشبوئے محمد ﷺ

قطعۂ تاریخِ اشاعت

"خلوصِ نجمِ اقبال محمد نعیم طاہر"

1430ھ

"اشاعتِ خاصِ جانِ علم ماہنامہ کنز الایمان"

2009ء

سید عارف محمود مجہور رضوی، گجرات

اس بات پر ہے مُرتکز ایمان کی بنا
سرکار ﷺ پر ہے ختم، نبوت کا سلسلہ

منکر ہے جو بھی ختمِ نبوت کا دہر میں
واجب ہے ارتداد کی اس شخص کو سزا

مرُدودِ دو جہان ہے مرزائے قادیان
کذاب ہے لعین ہے ذلت کا پیشوا

پوری ہوئی ہے اس کی خباثت کو ایک صدی
سو سال کی ہوئی ہے ذلالت کی اقتدا

پالا گیا تھا دین میں تخریب کے لئے
انگریز کا لگایا ہوا ایک نخل تھا

لعنت برس رہی ہے ہر اک آن، ہر گھڑی
پنجاب کے مسیلمہ کذاب پر بجا

پائے گا نہ سکون کبھی بھی وہ قبر میں
ہوگا کبھی نہ اس کا جہنم سے انخلا

مامور اس کی بیخ کنی پر ہیں اہلِ حق
اس روز سے کہ جب سے ہوئی اس کی ابتدا

اس باب میں رقم ہوئے تاریخی معرکے
اس ضمن میں ہیں اہلِ سنن، اہلِ حق نما

ہر دور میں مقامِ رسالت مآب ﷺ پر
ہر اک متاعِ زیست انہوں نے ہے کی فدا

ہر چیز اپنی وقف کی اسلام کے لئے
خدماتِ دین کے لئے ان کی ہیں بے بہا

رکھا ہے تاجِ ختمِ نبوت کو سر بلند
جھیلی ہے قید و بند کی ہر ایک ابتلا

اونچا کیا ہے نامِ شہ و ختمِ مرسلین ﷺ — جاں سے گزر کے پائی غلامی کی انتہا
تحریری و تقریری ہر اک محاذ پر — رکھا ہے بند ناطقہ مرزا کا جابجا
فتویٰ کی ہو زبان یا میدانِ شاعری — پیشِ نظر رہی ہے سرکار ﷺ کی رضا
دجالِ قادیان کے تردید و توڑ میں — ہے تابناک طرزِ عمل اہلِ دین کا
یہ سلسلہ ہے آج بھی جاری بزور و شور — جو کہ شروع ہوا تھا بدستِ شہ رضا رحمۃ اللہ علیہ
اس سلسلہ کی ایک کڑی میں ہوا ہمیں — نمبر بنامِ ختمِ نبوت بجا عطا
پیشِ نظر خصوصی اشاعت مرے ہے آج — کرتی ہے عام ختمِ نبوت کی جو ضیاء
دیتی ہے یہ پیام نبی ﷺ کے غلام کو — حرمت پہ شاہِ دین ﷺ کی تو جان و دل لٹا
ہوش و خرد سے کام نہ رکھ اس مقام پر — کر سر قلم حضور ﷺ کے ہر بدزبان کا
بانٹے جہاں میں خاص اشاعت عقیدتیں — دکھلا رہی ہے عزم و عمل کا یہ ارتقاء
کھلتے ہیں اس سے عشقِ محمد ﷺ کے گل کدے — ملتی ہے اس سے دامنِ محبوب ﷺ کی ہوا
تازہ ہوئی ہے اس سے عقیدت کی داستاں — روشن یہ کر رہی ہے چراغِ رہِ وفا
پرکھیں گے اس سے دودھ اور پانی کا ہم فرق — پائیں گے اس سے اہلِ نظر روح کی غذا
تاریخِ حفظِ ختمِ نبوت کے باب میں — ہے از سرِ اہم یہ "بلند پایہ تذکرہ"

+1=1430ھ

مجورؔ بارِ دیگر اشاعت کا سال کہہ تُو
"نفع سانِ ختمِ نبوت" کہہ برملا

2009ء

پٹائی ۔ نارووال میں ختم نبوت کا جلسہ ہو رہا تھا۔ امیر ملت پیر سید جماعت علی شاہ جلسہ سے خطاب فرما رہے تھے۔ حاضرین گوش بر آواز بیٹھے تھے کہ نارووال کا ایک منہ پھٹ قادیانی جلسہ کے ایک کونے سے کھڑا ہو کر بک بک کرنے لگا۔ لوگوں نے اسے وہیں دبوچ لیا اور پیٹنا شروع کر دیا۔ حضرت امیر ملت سٹیج سے نیچے اترے اور آپ نے اپنے ہاتھوں سے اس مردود کی پٹائی کی۔

انتساب

میں اپنی اس کاوش کو مجاہد ختم نبوت، مجددِ ملّت
ضیغم اسلام، قائد ملت اسلامیہ، امام انقلاب

حضرت علامہ
الشاہ احمد نورانی صدیقی رحمۃ اللہ علیہ
(سابق صدر جمعیت علماء پاکستان)

اور

شہداء ختم نبوت

کے نام کرنے کی سعادت حاصل کررہا ہوں۔

محمد نعیم طاہر رضوی
مدیر اعلیٰ۔ ماہنامہ ''کنز الایمان'' لاہور

محمد نعیم طاہر رضوی، مدیر اعلیٰ ماہنامہ ''کنز الایمان'' لاہور

اسلام اور وطن کے غدار

تاریخ عالم اٹھا کر دیکھئے۔ کفر نے اسلام کو صفحہ ہستی سے مٹانے کے لئے ہمیشہ ایڑی چوٹی کا زور لگایا ہے۔ وہ کون سا جال ہے، جو اسلام کو مقید کرنے کے لئے استعمال نہ کیا گیا۔ وہ کون سی خطرناک سازش ہے، جو اسلام کی گردن کاٹنے کے لئے تیار نہ کی گئی۔ وہ کون سا ننگ انسانیت حربہ ہے، جو اسلام کے تار و پود بکھیرنے کے لئے استعمال نہ کیا گیا۔ وہ کون سی درندگی ہے جس کی مشق سینہ اسلام پر نہ کی گئی۔ وہ کون سے ہولناک مظالم ہیں، جو اسلام کے نام لیواؤں پر روا نہ رکھے گئے۔ لیکن جب ہندوستان پر فرنگی استعمار قابض ہو چکا تھا۔ مسلمان غلامی کی آہنی زنجیروں میں جکڑے ہوئے تھے۔ کفر نے اسلام پر ایک نیا، نرالا اور اچھوتا حملہ کیا۔ ایک خوفناک سازش تیار ہوئی۔ ایک بھیانک منصوبہ بنا۔ جس کے تحت اسلام کو اسلام کے نام پر لوٹنے کا پروگرام بنا۔ نبی اکرم جناب محمد عربی ﷺ کو آپ ﷺ کے نام پر لوٹا جائے۔ قرآن کو قرآن کے نام پر لوٹا جائے۔ احادیث کو احادیث کے نام پر لوٹا جائے۔ حج کو حج کے نام پر لوٹا جائے۔ مکہ اور مدینہ کو مکہ اور مدینہ کے نام پر لوٹا جائے۔ اسی طرح دیگر اسلامی شعائر و اصطلاحات کو انہیں کے نام پر غارت کیا جائے۔ کفر نے اپنے اس خاص ایکشن کو ''قادیانی ایکشن'' کا نام دیا اور اس کی قیادت ایک ننگ دین، ننگ وطن، ننگ انسانیت اور تاریخ انسانیت کے بدترین شخص مرزا قادیانی کو سونپ دی گئی۔ کفر نے اپنا کفریہ لباس اتارا۔ کفریہ ہتھیار توڑے۔ چہرے سے کفریہ نشان مٹائے۔ کفریہ عادات و اطوار ترک کئے۔ کفریہ چال اور کفریہ رنگ ڈھنگ ختم کیا۔ کفر نے اجلا اسلامی لباس پہنا۔ چہرے پر داڑھی سجائی۔ ماتھے پر محراب ابھارا۔ سر پر عمامہ رکھا۔ ہاتھ میں تسبیح پکڑی۔ لبوں پر قرآن کی آیات سجائیں۔ زبان پر اسلامی وعظ جاری کی۔ اور بغل میں دو دھاری چھری رکھی۔ اور مسلمانوں میں گھس گیا اور ایسا گھل مل گیا کہ پہچان مشکل ہوگئی۔

پھر کفر نے اسلام کی تبلیغ شروع کردی۔ کفر مختلف جگہوں پر اسلامی جلسے اور دینی اجتماع کرنے لگا۔ عیسائیوں اور ہندوؤں سے مناظرے ہونے لگے۔ اسلامی کتابیں چھپنے لگیں۔ اسلامی لٹریچر پورے ہندوستان میں تقسیم ہونے لگا۔ اور اس کے ساتھ ہی سادہ لوح مسلمان مرزا قادیانی کو ایک اسلامی رہنما سمجھ کر اس کے گرد اکٹھے ہونے لگے۔ یعنی مرزا قادیانی کی دکان نبوت پر پیشاب کی بوتل آب زم زم کا لیبل لگ کر بکنے لگی۔ کتے کا گوشت بکرے کے گوشت کے نام پر فروخت ہونے لگا۔ زہر تریاق کے نام پر بکنے لگا۔ شیطنت رحمانیت کے نام پر فروخت ہونے لگی اور جہنم، جنت کے نام پر بکنے لگی۔

لٹیروں نے جنگل میں شمع جلا دی
مسافر یہ سمجھا کہ منزل یہی ہے
اللہ رے دیکھیئے اسیری بلبل کا اہتمام
صیاد عطر مل کے چلا ہے گلاب کا

جھوٹی نبوت کے موجد انگریز نے 1947ء میں سرزمین ہندوستان سے انتقال کیا لیکن با
پاکستان محمد علی جناح کی وفات کے بعد گورے انگریز کے جانشین کالے انگریزوں نے کاروبار حکومت
سنبھال لیا۔ انہوں نے پاکستان میں قادیانیت کو نئی بنیادوں پر استوار کیا اور قادیانیوں کے مشن ارتداد
چلانے کے لئے راستہ ہموار کیا، انہیں کلیدی عہدوں پر بٹھایا گیا اور ہر طرح کی مراعات دی گئیں۔

1974ء میں قادیانیوں نے ربوہ ریلوے سٹیشن پر نشتر میڈیکل کالج ملتان کے طلباء پر ختم نبوت
زندہ باد کے نعرے لگانے پر حملہ کر دیا۔ طلباء نے اپنی الگ بوگی بک کرا رکھی تھی اور یہ طلباء شمالی علاقہ جات
کی سیر سے واپس آ رہے تھے۔ قادیانی غنڈوں نے طلباء کی بوگی کے دروازے اور کھڑکیاں توڑ کر انہیں
جانوروں کی طرح گھسیٹتے ہوئے باہر نکالا اور ان پر وحشیانہ تشدد کیا۔ یہ خبر ملک میں جنگل کی آگ کی طر
پھیل گئی اور پورے ملک میں قادیانیوں کے خلاف زبردست تحریک اٹھ کھڑی ہوئی۔ اس تحریک میں
عاشقان رسول عربی نے عشق ومحبت کے ایسے باب رقم کئے جنہیں زمانے کی گردش لیل ونہار کبھی نہ م
سکے گی۔ مسئلہ قومی اسمبلی میں پہنچا۔ قائد اہلسنت علامہ شاہ احمد نورانی کی تحریک پر قومی اسمبلی نے متفقہ طو
پر قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دے دیا۔ 7 ستمبر کو مسلمانوں نے ایسی خوشی منائی کہ ایسی خوشی شای
انہوں نے گذشتہ پوری صدی میں نہ منائی ہو۔

قومی اسمبلی نے قادیانیوں کو کافر قرار دے دیا۔ گویا اب قادیانی آئینی کافر بھی بن گئے۔ لیکن
قادیانی نہ پارلیمنٹ کے فیصلے کو مانتے ہیں اور نہ آئین کو۔ وہ آج بھی بڑی ڈھٹائی سے خود کو مسلمان او
مسلمانوں کو کافر کہتے ہیں۔ ملک کے کلیدی عہدوں پر قابض ہیں۔ پورے وطن میں این جی اوز ک
صورت میں ان کا جال پھیلا ہوا ہے۔ تعلیم، صحت، معاشی مراعات اور فلاح عامہ کے نام پر مسلمانوں ک
مرتد بنایا جا رہا ہے۔ پاکستان کے راز پاکستان کے دشمنوں کو پہنچانا ان کا فرض اوّلین اور نعوذ باللہ پاکستا
کا ختم ہو جانا ان کا مذہبی عقیدہ ہے۔ اسی لئے مصور پاکستان حضرت علامہ محمد اقبال رحمۃ اللہ علیہ کے مزار سے
صدا آ رہی ہے۔ "قادیانی اسلام اور وطن کے غدار ہیں" غدار تو ایک ہی کافی ہوتا ہے۔ یہ کلیدی عہدو
پر بیٹھے ہزاروں غدار کیا گل کھلا رہے ہیں؟ یہ ایک ہولناک اور خوفناک باب ہے۔

اہلِ وطن! جب چمنستان وطن میں جگہ جگہ سانپوں کی بلیں بنی ہوں اور ہر بل کا کنکشن اسرائیل
بھارت اور امریکہ سے جا ملتا ہو۔ تو پھر اہل وطن تم کس طرح سلامت رہ سکتے ہو؟

مسلمانو! ہر قادیانی کا مذہبی عقیدہ ہے۔ کہ پاکستان ٹوٹ جائے گا۔ اکھنڈ بھارت بنے گا۔ اس لئے ہر قادیانی پاکستان کا غدار ہے۔ ہر قادیانی کا وجود پاکستان کے لئے خطرہ ہے۔ جب تک پاکستان میں قادیانی موجود ہیں۔

پاکستان کو استحکام نہیں مل سکتا۔ پاکستان میں امن و سکون قائم نہیں ہو سکتا۔

پاکستان میں فرقہ واریت کی جنگ ختم نہیں ہو سکتی۔

پاکستان میں اسلامی نظام قائم نہیں ہو سکتا۔ پاکستان میں دہشت گردی ختم نہیں ہو سکتی۔

پاکستان بیرونی طاقتوں کے ہاتھوں کھلونا بننے سے نہیں بچ سکتا۔

کسی گاؤں کے کنویں میں کتا مر گیا۔ لوگ گاؤں کے مولوی صاحب کے پاس آئے اور سارا ماجرا سنایا۔ مولوی صاحب نے لوگوں سے کہا کہ کنویں کا سارا پانی نکال دو۔ لوگوں نے سارا پانی نکال دیا۔ پانی نکالنے کے بعد لوگ دوبارہ مولوی صاحب کے پاس آئے۔ اور انہیں بتایا۔ کہ ہم نے سارا پانی نکال دیا ہے۔ اور کنویں میں جو نیا پانی آیا ہے۔ اس میں سے یہ پیالہ بھر کر آپ کے لئے لائے ہیں۔ کہ سب سے پہلے آپ پانی پئیں اور اس کے بعد ہمیں پینے کی اجازت دیں۔ مولوی صاحب نے پانی پینے کے لئے پیالہ منہ کے قریب کیا۔ تو انہوں نے دیکھا کہ پیالے میں کتے کے بال تیر رہے ہیں۔ مولوی صاحب نے پیالہ پرے رکھ دیا۔ اور لوگوں سے پوچھا ''کیا تم نے کنویں کا سارا پانی نہیں نکالا تھا؟''

''سارا پانی نکال کر باہر پھینک دیا تھا؟'' سب نے جواب دیا۔

''کتا کہاں پھینکا تھا'' مولوی صاحب نے پوچھا۔

''کتا تو کنویں میں ہی پڑا ہے۔ کتے کے بارے میں تو آپ نے کچھ کہا ہی نہیں تھا'' سادہ لوح لوگوں نے جواب دیا۔

مولوی صاحب ان کی اس سادہ لوحی پر پیچ و تاب کھا کر رہ گئے۔

عزیز مسلمانو! انگریز جاتے ہوئے پاکستان کے کنویں میں ''قادیانیت'' کا کتا پھینک گیا ہے۔ جس سے پورے ملک کی آب و ہوا میں بدبو و تعفن پھیلا ہوا ہے۔ ہم بار بار بدبو سے تنگ آ کر کنویں کا سارا پانی تو بار بار نکالتے ہیں۔ لیکن قادیانیت کا کتا نہیں نکالتے۔ ہم ہزار جتن کر لیں۔ جب تک یہ کتا پاکستان کے کنویں سے نہیں نکلے گا، پاکستان کی آب و ہوا کبھی صاف نہیں ہو گی۔

اپنے اسلاف کی یاد تازہ کرتے ہوئے قادیانی کتے کو وطن عزیز سے نکالنے کے لئے۔

الحمد للہ کنز الایمان سوسائٹی نے اس عظیم کام کا بیڑا اُٹھایا ہے۔ اس سلسلے میں اہلسنت کے مختلف مدارس کے اندر ''تحفظ ختم نبوت اور رد قادیانیت'' کے حوالے سے مختلف پروگرامز کا انعقاد کیا جا رہا ہے۔ اب تک لاہور کے مختلف مدارس، مساجد، سکول اور کالجز کے اندر تقریباً 27 پروگرامز کئے جا چکے ہیں۔ اور

آئندہ انشاء اللہ پورے ملکی پیمانے پر ان پروگرامز کو کیا جائے گا۔ تا کہ وہ طبقہ جسے کل کو منبر و محراب کا وارث بنتا ہے اُس کو عقیدہ ختم نبوت کی اہمیت اور فتنہ قادیانیت کے بارے میں مکمل آگاہی ہو۔ اسی طبقے کے ذریعے جب یہ شعور عوام و خواص تک منتقل ہوگا تو ان شاء اللہ ملک پاکستان میں قادیانیت دم توڑ دے گی۔ ماہنامہ ''کنز الایمان'' کا زیر نظر ''ختم نبوت'' نمبر بھی اسی سلسلے کی ایک کڑی ہے۔ یہ ایک مکمل دستاویز ہے۔ تحفظ ختم نبوت کا کام کرنے والے چاہے علماء کرام ہوں۔ چاہے عوام الناس ہوں یا زندگی کے کسی بھی شعبے سے تعلق رکھنے والے افراد ہوں۔ ''ختم نبوت نمبر'' سے اُنھیں اتنی معلومات کا خزانہ مل جائے گا کہ جو انہیں اس سلسلے کی سینکڑوں کتابوں سے بے نیاز کر دے گا۔ عقیدہ ختم نبوت اور فتنہ قادیانیت کے بارے میں جتنے بھی مضامین اس نمبر میں شامل کیے گئے ہیں۔ کوشش کی گئی ہے کہ وہ سب اپنے قاری کو عقیدے کا تحفظ، عشق رسول ﷺ کی چنگاری، معلومات اور انکشافات، کی لڑی اور فکر کی راہ فراہم کریں۔

اب جس کے جی میں آئے وہی پائے روشنی
ہم نے تو دل جلا کے سر عام رکھ دیا

مسلمانو! آؤ وعدہ کریں کہ ہم گستاخانِ رسول ﷺ، قادیانیوں کو اس دھرتی پر زندہ نہیں رہنے دیں گے۔ ہم ان پر صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا قہر بن کر گریں گے۔ ہم ان پر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کا جلال بن کر گریں گے اور انھیں جلا کر خاک سیاہ کر دیں گے۔ ہم خالد رضی اللہ عنہ کی شمشیر لے کر نکلیں گے، ہم وحشی رضی اللہ عنہ کا نیزہ لے کر آئیں گے۔ ہم معاذ اور معوذ کا جذبہ لے کر ان پر ٹوٹ پڑیں گے۔ شہداء یمامہ کی داستان عشق و وفا کو دہرائیں گے۔ ختم نبوت زندہ باد کے فلک شگاف نعرے لگائیں گے۔ عالم کی فضاؤں میں ''لا نبی بعدی'' کا پرچم لہرائیں گے۔ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کی جرأت کے گیت گائیں گے۔ حضرت پیر مہر علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ کی محبت کے چراغ جلائیں گے۔ حضرت ابوالحسنات شاہ رحمۃ اللہ علیہ کی محبت رسول ﷺ کے قصے ساری دُنیا کو سنائیں گے۔ باغیان ختم نبوت کو خشکی سے بھگائیں گے اور پھر انہیں پکڑ کر جہاز میں لاد کر بحر اوقیانوس کی گہرائیوں میں غرق کر کے ہمیشہ ہمیشہ کے لئے ان کا نام و نشان مٹائیں گے۔ اور آخرت میں اللہ تعالیٰ انہیں جہنم کے دردناک عذاب کا مزا چکھائے گا۔ ان شاء اللہ۔

یہ نمبر قادیانیوں کی سد سالہ جشن خلافت کے موقع پر 2008ء میں شائع کرنے کا ارادہ تھا۔ لیکن ان کی خباثتیں اتنی ہیں کہ ہر پہلو کو شامل کرتے کرتے لیٹ ہو گیا اور اب یہ آپ کے ہاتھوں میں ہے۔ عظیم الشان نمبر آپ کو کیسا لگا اپنی آراء سے ضرور نوازیں۔

اس کی تیاری میں محترم عرفان محمود (برقؔ)، محمد خرم خان، نے بھرپور تعاون کیا۔ ان کا بے حد ممنون ہوں۔ اس سے قبل کنز الایمان کے مختلف موضوعات پر 14 خصوصی نمبر شائع ہو چکے ہیں۔ اور اب یہ پندرھواں خصوصی نمبر آپ کے ہاتھوں میں ہے۔ کیسا لگا اپنی رائے سے ضرور آگاہ کریں۔

تقریظ

حضرت علامہ مفتی محمد اطہر نعیمی حفظہ اللہ تعالیٰ

شیخ الحدیث دارالعلوم نعیمیہ دستگیر کراچی۔ سابق چیئر مین رویت ہلال کمیٹی پاکستان

لاہور کی کنزالایمان سوسائٹی تقریباً 3 عشروں سے علم وادب کی بہترین خدمات انجام دے رہی ہے۔ ہزاروں لوگ اس کی خدمات سے مستفیض ہو چکے ہیں اور ہو رہے ہیں۔

ماہنامہ کنزالایمان کافی عرصے سے میرے مطالعہ میں ہے اور اس کے کئی خصوصی شماروں کی حسین یادیں بھی میرے حافظے میں محفوظ ہیں۔ زیر نظر خصوصی شمارہ ''ختم نبوت نمبر'' ایک بہت ہی حساس نوعیت اور اہمیت کا حامل شمارہ ہے، جس سے ہمیں بجا طور پر بہت سی امیدیں وابستہ ہیں۔

اللہ کرے یہ بنیادی عقائد کی درستگی اور استحکام کا باعث بنے اور ہمارے نوجوان قلمکار اس موضوع کی طرف خاص توجہ دیں اور ختم نبوت پر اپنے بزرگوں سے تصنیفی کارناموں کو مختلف فورموں پر متعارف کرائیں۔ اور تحریر وتقریر دونوں محاذوں کے سنی سپاہی اس ''ختم نبوت نمبر'' سے کماحقہ استفادہ کریں۔

دعا ہے مولائے کریم محمد نعیم طاہر رضوی کو مزید ہمت بخشے کہ وہ مسلک حق اہلسنت کی مزید خدمت انجام دیتے رہیں اور ان کی تمام مساعی مقبول بارگاہِ الٰہی ہوں۔ آمین ثم آمین۔

محمد اطہر نعیمی

تقریظ

مفتی اعظم پاکستان علامہ جمیل احمد نعیمی حفظہ اللہ تعالیٰ

شیخ الحدیث دار العلوم نعیمیہ دستگیر کراچی ۔ بانی انجمن طلباء اسلام

ختم نبوت پر علماء و محققین اور دانشوروں کا تحریری کام بے شمار ہے، لیکن اشاعتی کمزوریوں کے باعث یہ عظیم قلمی ذخیرہ منظر عام پر اس انداز میں نہیں آیا۔ جس طرح آنا چاہئے تھا۔

اب سنی اشاعتی ادارے اور جریدے اس طرف متوجہ ہو رہے ہیں۔ اب امید ہو چلی ہے کہ ماضی کی کوتاہیوں کا ازالہ ہو جائے گا۔ انہیں تازہ کاوشوں میں لاہور کی کنزالایمان سوسائٹی کے روح رواں عزیز القدر محمد نعیم طاہر رضوی کا عزم بھی خوب ہے، جو ماہنامہ کنزالایمان کے ''ختم نبوت نمبر'' کی صورت میں اظہار پذیر ہو رہا ہے۔

ماہنامہ کنزالایمان اس سے قبل بھی متنوع عنوانات کے تحت خصوصی شمارے پیش کر چکا ہے، جو مقبولیت کے خاص مقام پر ہیں۔ میں امید کرتا ہوں کہ اہلسنت کے تمام طبقات اس ضخیم اور مستند نمبر سے استفادہ کریں گے۔ خصوصاً ہمارے واعظین اور خطیب حضرات اپنے جلسوں کو تحقیق کا شاہکار بنائیں گے اور نئی نسل اس کے مطالعے سے تاریخ کے کئی پہلوؤں سے شناسا ہو جائے گی۔ اس کے علاوہ اخبارات و جرائد کے سنی ایڈیٹروں کے لئے یہ ایک بہترین ماخذ ثابت ہوگا کہ وہ اپنے ہر شمارے میں ختم نبوت پر کوئی نہ کوئی تحریر ضرور اپنے پرچے کی زینت بنائیں۔

جمیل احمد نعیمی

تقریظ

مفتی محمد صدیق ہزاروی سعیدی ازہری

استاذ الحدیث جامعہ ہجویریہ دربار حضرت داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ

وممبر اسلامی نظریاتی کونسل پاکستان

اللہ تعالیٰ نے انبیاء کرام اور رسل عظام علیہم السلام کو اعزازات وکرامات سے نواز کر باقی انسانوں سے ممتاز فرمایا بالخصوص امام الانبیاء سید المرسلین حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو کچھ ایسی خصوصیات عطا فرمائیں جو دیگر انبیاء ورسل علیہم السلام کو مرحمت نہیں ہوئیں۔

ان خصوصیات میں سے ایک اہم خصوصیت اور اعزاز ختم نبوت ہے۔ اللہ تعالیٰ نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتم النبیین (یعنی جن کے بعد کوئی نبی نہیں) بنا کر آپ کے دین کو عالمگیر اور دائمی بنایا اور یوں باقی تمام ادیان منسوخ ہو گئے۔

اگرچہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ مبارک میں ہی ختم نبوت کے منکر اور جھوٹے مدعیان نبوت پیدا ہو گئے تھے جیسے مسیلمہ کذاب وغیرہ۔ لیکن برصغیر پاک وہند میں مرزا قادیانی کذاب نے ختم نبوت کی خوبصورت عمارت میں نقب لگانے کی سعی مذموم کی اس نے اس آڑ میں جہاد کا انکار کر کے غیر مسلموں کے ہاتھ مضبوط کرنے کی کوشش کی، پاکیزہ شخصیات کے خلاف گندی زبان استعمال کی اور ملت اسلامیہ کے اتحاد کو پارہ پارہ کرنے کی کوشش کی۔

آپ پر اس کتاب خصوصی اشاعت کے مطالعہ سے یہ حقیقت منکشف ہو جائے گی کہ اہل سنت وجماعت کے علماء مشائخ نے اس قادیانی دجال کے دجل وفریب کا پردہ چاک کرنے میں سبقت لی اور نمایاں کردار ادا کیا۔ عقیدہ ختم نبوت، قادیانیت کا فتنہ، اس فتنہ کے خلاف اہل سنت کی خدمات اور اس طرح کے دیگر کئی موضوعات پر وسیع مضامین کا خوبصورت

گلدستہ آپ کے ہاتھ میں ہے۔

محترم محمد نعیم طاہر رضوی زید مجدہ نہائت متحرک شخصیت کے مالک ہیں۔ انہوں نے ماہنامہ ''کنز الایمان'' کے چیف ایڈیٹر ہونے کی حیثیت سے اس موقر جریدہ کے کئی اہم نمبر نکالے اور مختلف موضوعات کے اہل سنت و جماعت کے سکالرز کے مضامین کو یکجا کر کے ملت اسلامیہ کو نہایت قیمتی علمی ذخیرہ عطا کیا۔

جب مختلف حضرات کے رشحات قلم (مضامین) مختلف رسالوں میں بکھرے پڑے ہوں تو ہر شخص کی ان تمام رسائل و جرائد تک رسائی ممکن نہیں ہوتی لیکن جب ان کو یکجا کر دیا تو یوں سمجھیں کہ مختلف مارکیٹوں سے متعدد انواع کا ساز و سامان خرید کر ایک پیکٹ کی شکل میں آپ کے گھر پہنچا دیا گیا۔

ختم نبوت کے حوالے سے محترم محمد نعیم طاہر رضوی کی اس کاوش کو ہر ذی شعور خراج تحسین پیش کرتا ہے اللہ تعالیٰ ان کی تمام خدمات میں مزید برکتیں پیدا فرمائے اور اس کتاب کو قادیانی سازشوں کے خلاف ایک ضرب کاری کی صورت عطا فرمائے۔ آمین۔

عقیدہ:۔ اللہ ایک ہے کوئی اس کا شریک نہیں۔ نہ ذات میں، نہ صفات، میں نہ افعال میں نہ احکام میں، نہ اسماء میں، واجب الوجود ہے یعنی اس کا وجود ضروری ہے اور عدم محال قدیم ہے، یعنی ہمیشہ سے ہے۔ ازلی کے بھی یہی معنی ہیں باقی ہے یعنی ہمیشہ رہے گا اور اسی کو ابدی بھی کہتے ہیں۔ وہی اس کا مستحق ہے کہ اس کی عبادت و پرستش کی جائے۔

عقیدہ:۔ وہ بے پروا ہے کسی کا محتاج نہیں اور تمام جہان اس کا محتاج۔

(بہار شریعت)

پیش گفتار

علامہ پیر محمد شہزاد مجددی

سربراہ دارالاخلاص، لاہور

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ و نصلی علی رسول الکریم

مطلع نور رسالت رخ زیبا تیرا
مقطع ختم نبوت قد رعنا تیرا

عقیدۂ ختم نبوت کتاب الٰہی کا اہم ترین مضمون ہی نہیں بلکہ بحیثیت مسلمان ہمارے ایمان کا بنیادی تقاضا بھی ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ بے کس پناہ سے ہمارے ایمانی و روحانی تعلق کی جلاء و بقا اس میں ہے کہ ہم اپنے آقا و مولا علیہ التحیۃ الثناء کے کمالات وصفات اور مدارج و مراتب کی بھرپور معرفت حاصل کریں۔ بقول اعلحضرت بریلوی رحمۃ اللہ علیہ

انہیں جانا انہیں مانا نہ رکھا غیر سے کام
للہ الحمد میں دنیا سے مسلمان گیا

کنز الایمان کا ختم نبوت نمبر اور اشاعت خصوصی دراصل اسی مسلک علم و فرقان کی ایک اہم کڑی ہے۔ اس اہم علمی دستاویز اور مجموعہ مضامین و مقالات میں رنگا رنگ اور متنوع تحریریں یکجا ہو کر قارئین کیلئے نہ صرف معلومات میں اضافے کا باعث ہوں گی بلکہ ایمان کی تازگی اور تحفظ عقائد کا سامان بھی بہم پہنچائیں گی۔

مدیر ماہنامہ ''کنز الایمان'' محمد نعیم طاہر رضوی زید مجدہٗ اس عظیم کاوش پر مبارکباد اور ہدیہ تہنیت و تحسین کے مستحق ہیں کہ انہوں نے حضرت حکیم اہل سنت حکیم محمد موسیٰ امرتسری کے فیضان تربیت و صحبت کی برکت سے انقلاب از کتاب کا پرچم مستقل طور پر اٹھا رکھا ہے۔ یہ

بات بجا طور پر کہی جاسکتی ہے کہ کنز الایمان سوسائٹی اور اس کی اشاعتی و علمی خدمات دراصل بانی مرکزی مجلس رضا حضرت حکیم اہل سنت ہی کے علمی و فکری مشن کا تسلسل اور تجدیدی کارناموں کا جگمگاتا عکس ہے۔ اللہ تعالیٰ شانہ اس سلسلہ خیر کو تسلسل اور دوام بخشے اور برادرم محمد نعیم طاہر رضوی کی توفیقات میں برکت عطا فرمائے۔ آمین۔

بجاہ النبی الآمین وصلی اللہ تعالیٰ علی خیر خلقہ محمد وآلہ وصحبہ اجمعین

مسئلہ۔ عوام میں جو یہ مشہور ہے کہ شوہر عورت کے جنازہ کو نہ کندھا دے سکتا ہے نہ قبر میں اتار سکتا ہے اور نہ منہ دیکھ سکتا ہے یہ محض غلط ہے۔ صرف نہلانے اور اس کے بدن کو بلا حائل ہاتھ لگانے کی ممانعت ہے۔

مسئلہ۔ بعض لوگوں کا طریقہ ہے کہ لاش زمین کو سپرد (بطور امانت دفن) کرتے ہیں پھر وہاں سے نکال کر دوسری جگہ دفن کرتے ہیں۔ یہ ناجائز اور رافضیوں کا طریقہ ہے۔ اسی طرح دوسرے شہر کو لاش اٹھالے جانے کو بھی اکثر علماء نے منع فرمایا اور یہی صحیح ہے۔

مسئلہ۔ اکثر لوگوں میں مشہور ہے کہ دوپہر بعد روزہ دار کے لئے مسواک کرنا مکروہ ہے۔ یہ ہمارے مذہب کے خلاف ہے۔

مسئلہ۔ جس جگہ سے ایک نے تیمم کیا دوسرا بھی کرسکتا ہے۔ یہ جو مشہور ہے کہ مسجد کی دیوار یا زمین سے تیمم کرنا ناجائز یا مکروہ ہے، غلط ہے۔

(بہار شریعت)

مقدمہ

رئیس التحریر: حضرت علامہ شبیر احمد ہاشمی

سینئر نائب صدر: جمعیت علماء پاکستان

ماہنامہ کنز الایمان اہل سنت کا بے باک ترجمان ہے عزیز محترم فاضل شعلہ بیان جناب محمد نعیم طاہر رضوی اس کے مدیر اعلیٰ اور سرپرست ہیں ان کا ایک نکاتی ایجنڈا کہ ہر حال میں اہل سنت حنفی بریلوی کے عقائد و نظریات کو ہر دور کے غل و غش سے پاک کر کے عوام کے سامنے رکھا جائے۔ اس کے لئے فن قلمکاری اور نظریاتی پاکیزگی کو وہ ہر حال میں مقدم رکھتے ہیں۔ تقریباً 19/18 سال سے اس کی گاہے بگاہے زیارت ہوتی رہتی ہے۔ محمد نعیم طاہر رضوی پوری بے باقی سے اپنے مشن کو پیش کرتے ہیں۔ انہوں نے اپنے مشن کو کبھی مال بنانے کی مشین نہیں بننے دیا اس وقت میرے سامنے ماہنامہ کنز الایمان کا ختم نبوت نمبر موجود ہے نمبر کی کتابت شدہ کئی کاپیاں میں نے دیکھی ہیں خدا کے فضل سے بڑی محنت سے کام کیا گیا ہے کون نہیں جانتا قادیانی فتنہ برطانوی استعمار کا خود کاشتہ پودا ہے۔ انکار ختم نبوت اور اہانت رسول ﷺ قادیان کے بنیادی عقائد ہیں۔ آنجہانی مرزا غلام احمد قادیانی اس دور کا مسیلمہ کذاب اور برطانوی سامراجی استعماری سیاست کا آلہ کار ہے اس کے خلاف اہل ایمان ہمیشہ برسر میدان معرکہ آزما رہے ہیں۔ قادیانی کی مخالفت ایمان کا حصہ نہیں ہمارے ایمان کی روح ہے۔ جناب محمد نعیم طاہر رضوی اسی تاریخ کا تسلسل ہیں اور کنز الایمان کا ختم نبوت نمبر وہی صدائے حق اور غلغلہ ایمان ہے۔ محترم محمد نعیم طاہر رضوی نے اس نمبر کو مرتب کرنے کیلئے جانکاہ محنت کی ہے۔ بہت سے اہل قلم کے نوادرات اس نمبر میں جمع فرمانے کی سعادت حاصل کی ہے حقیقت یہ ہے کہ آنجہانی مرزا قادیانی 1840ء میں پیدا ہوا اور 27 مئی 1908ء کو مر گیا۔ اس نے اس عرصہ میں ضلع گورداسپور کے گاؤں قادیان سے فتنہ انکار ختم نبوت کو اٹھایا اس طرح وہ برصغیر کا یمامہ بن گیا گویا اب اس کا نام قادیان سے زیادہ یمامہ صحیح لگتا ہے اور مرزا ہندوستان کے مسیلمہ کذاب کے روپ میں صاف نظر آتا ہے۔

انکارختم نبوت اسی طرح کفر ہے جس طرح اللہ کی توحید کا انکار کفر ہے حضور کی ختم نبوت پر ایمان ضروریات دین میں سے ہے اس کا انکار صریحاً کفر ہے۔ قادیانی تحریک اصل میں دینی ہرگز نہیں بلکہ سامراجی سیاست کی آلہ کار کفریہ تحریک ہے۔

علمائے اہلسنت کثرھما اللہ نے اصدق لصادقین سید المتقین خلیفہ بلا فصل سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی سنت کو ہمیشہ زندہ رکھا۔ قادیانی تحریک اصل میں 1899ء سے شروع ہوئی کہ اس وقت قادیانی نے مسیح ہونے کا دعویٰ کیا جبکہ اہل اسلام کا اجتماعی عقیدہ ہے کہ سیدنا عیسیٰ علیہ السلام آج بھی اپنے ظاہری جسم کے ساتھ زندہ ہیں ان پر موت کا ورود نہیں ہوا مگر آنجہانی قادیانی نے عیسیٰ علیہ السلام کی موت کا عقیدہ اپنایا اور خود کو ان کی جگہ پر مسیح قرار دے کر سیدنا عیسیٰ علیہ السلام اور تمام دنیائے اسلام سے بغاوت کی یہ اس کا ارتکاب جرم 1899ء میں ہے اسی وقت عالم اسلام کے عظیم ترین عالم دین شمس العارفین سیدنا پیر سید مہر علی شاہ گولڑوی رحمۃ اللہ علیہ ظاہری حیات میں موجود تھے۔ انہوں نے ''شمس الھدیہ'' کے نام سے انتہائی مدلل منہ توڑ اور بہت ہی مستند کتاب تحریر فرمائی جس میں ثابت کیا کہ عیسیٰ علیہ السلام آج بھی اپنی ظاہری حیات سے زندہ ہیں اور قادیانی کا دعویٰ سراسر جھوٹ ہے۔ اسی وقت عالم اسلام کے علمی قائد اعظم مجدد اعظم سیدنا امام مجدد احمد رضا خان بریلوی رحمۃ اللہ علیہ نے قادیانی کا محاسبہ کیا۔

مرزا قادیانی نے 1900ء میں نبی ہونے کی بڑھانک دی اور وہ 1908ء میں مرگیا اس وقت اہلسنت کے قائدین اعلیٰحضرت مجدد اعظم بریلوی رحمۃ اللہ علیہ، شمس العارفین سیدنا پیر مہر علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ، امیر اہلسنت قبلہ عالم پیر سید جماعت علی شاہ علی پوری رحمۃ اللہ علیہ، حجۃ الاسلام مولانا حامد رضا خان بریلوی رحمۃ اللہ علیہ، حضرت مولانا غلام دستگیر قصوری رحمۃ اللہ علیہ، حضرت مولانا نواب الدین رمداسی رحمۃ اللہ علیہ اور دیگر علماء حق موجود تھے۔ انہوں نے قادیانی کا خوب محاسبہ کیا اور قادیانی تحقیق کا انجر پنجر ہلا دیا۔ اس وقت علماء دیوبند میں سے مولانا رشید احمد گنگوہی، مولانا اشرف علی تھانوی، مولانا محمود الحسن دیوبندی جیسے لوگ موجود تھے لیکن خدا گواہ کہ علماء دیوبند کو قادیانی کی زندگی میں اس کے رد میں ایک لفظ لکھنے تک کی بھی توفیق نہ ہوئی۔ مولانا گنگوہی 1904ء میں فوت ہوئے۔ ''رئیس قادیان'' نامی کتاب جو ان کے خلیفہ مولانا رفیق دلاوری کی تحریر ہے کے مطابق مولانا گنگوہی نے قادیانی کو مرد صالح قرار دیا اور اس کے خلاف کفر کے فتووں کو مسترد کر دیا۔ دیوبندی حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی 1943ء میں فوت ہوئے جبکہ مرزا قادیانی 1908ء میں مرگیا۔ اس کے مرنے کے 35 سال بعد بھی حکیم الامت نے ایک لفظ بھی

قادیانی کے خلاف نہ لکھا جبکہ دعویٰ کیا جاتا ہے کہ ان کی ڈیڑھ ہزار کتاب ہے۔اس طرح علمائے دیوبند کا دامن قادیانی کے رد سے اس کی حیات میں بالکل خالی ہے۔

دیوبندی خطابت کے شاہسوار سید عطاء اللہ شاہ بخاری کے مرید جانباز مرزا نے "حیات امیر شریعت" کے نام سے کتاب لکھی ہے اس میں تحریر ہے کہ بخاری صاحب 1891ء میں پیدا ہوئے اس طرح مرزا قادیانی کی موت کے وقت بخاری صاحب 16/15 سال کے نوجوان تھے یوں ان کی خطابت بھی مرزا قادیانی کی زندگی میں کوئی جوہر نہ دکھا سکی۔ یوں قادیانی کفر کے خلاف اگر کوئی آواز اٹھی ہے تو وہ صرف اور صرف علمائے اہلسنت کی ہے۔ جیسا کہ عرض کیا سیدنا پیر مہر علی شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب "شمس الہدایہ" 1899ء میں چھپ گئی جبکہ موجودہ اہلحدیث لیڈر پروفیسر ساجد میر کے دادا مولوی ابراہیم میر سیالکوٹی نے 1934ء میں شہادت القرآن کے نام سے حیات مسیح پر ایک کتاب شائع کی جس کے دیباچے میں لکھا کہ انہوں نے حیات مسیح علیہ السلام پر پیر سید مہر علی شاہ گولڑوی کی کتاب "شمس الہدایہ" سے فیض حاصل کیا ہے۔ اسی طرح دیوبند کے ایک شیخ الحدیث انور شاہ کاشمیری نے "عقیدۃ الاسلام فی حیات عیسیٰ علیہ السلام" کے نام سے ایک کتاب لکھی اس میں بھی انہوں نے اعتراف کیا ہے کہ میں نے بھی حضرت پیر مہر علی شاہ کی کتاب سے فیض حاصل کیا ہے۔

سیدنا اعلیٰحضرت امام اہلسنت مجدد اعظم امام احمد رضا بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کی چھ کتابیں کم از کم مرزا کی زندگی میں آگئی تھیں جس میں مرزا قادیانی کو کافر قرار دیا گیا ہے یوں اہلسنت کا دامن قادیانی کے رد سے بھرا ہوا ہے اور سنی قوم فخر سے کہہ سکتی ہے کہ انہوں نے مرزا قادیانی کی زندگی میں اس کے رد کی سعادت حاصل کی ہے۔

پاکستان بن جانے کے بعد حضرت قائداعظم محمد علی جناح مرحوم کی جہاں اہل سنت نے نظریہ پاکستان میں حمایت کی تھی اور متحدہ قومیت کے خلاف کانگریس اور کانگریسی مولویوں کا شدید محاسبہ کیا تھا وہاں قائداعظم مرحوم سے آغاز پاکستان میں تین غلطیاں سرزد ہوئیں:

قائداعظم کی پہلی غلطی:۔ پہلا وزیر خارجہ سر چودھری ظفر اللہ خان کو بنایا گیا۔ یہ شخص آنجہانی مرزا قادیانی کا خاص آدمی تھا اس نے وزیر خارجہ کی حیثیت سے پوری دنیا کے پاکستانی سفارت خانوں میں قادیانی بھرتی کیے جس کا نتیجہ اب تک ہم بھگت رہے ہیں۔

قائداعظم کی دوسری غلطی:۔ نواب مظفر علی قزلباش کو پاکستان کا پہلا وزیر داخلہ بنانا تھا یہ کٹر رافضی انتہا پسند شیعہ تھا۔ انہوں نے پاکستان میں پولیس کی بھرتی میں فرقہ وارانہ ذہن کا

بھرپور استعمال کیا۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ اب بھی کئی جگہوں پر تھانوں میں شیعوں کا قبضہ ہے۔

قائداعظم کی تیسری غلطی:۔ یہ تھی کہ انہوں نے موج کوثر اور رود کوثر کے مصنف شیخ محمد اکرم انتہا پسند کو پاکستان کی نصاب سازی پر لگا دیا انہوں نے پاکستان اور تحریک عشق رسول اور تحریک آزادی ہندوستان میں ان لوگوں کو نصاب کے اندر داخل کر دیا جو ان سب تحریکوں کے مخالف تھے۔

مرزا غلام احمد قادیانی کے انتہائی قریبی شخص سر ظفر اللہ خان کا پاکستان کا وزیر خارجہ بننا 1953ء کی تحریک ختم نبوت کا باعث بنا۔ اس تحریک میں بھی اہل سنت کا نمایاں ترین کردار ہے کہ حضرت علامہ سید ابوالحسنات قادری اس کے سربراہ تھے اور حضرت مولانا عبد الحامد بدایوانی، غزالئی زماں علامہ سید احمد سعید کاظمی، قائد اہلسنت علامہ شاہ احمد نورانی نے ان کے ساتھ مل کر تمام مکاتب فکر کی قیادت کی اور قادیانیوں کو غیر مسلم قرار دینے کا مطالبہ کیا۔ سندھ کے مشہور عالم دین حضرت علامہ مفتی محمد صاحب داد خان بھی اس سنی قافلے میں شریک تھے۔ خواجہ ناظم الدین اس وقت پاکستان کے دوسرے وزیر اعظم تھے ان سے یہ تو نہ ہو سکا ہے کہ وہ قادیانیوں کو کافر قرار دے دیں مگر قادیانی امت کی علمی شرعی اور اخلاقی حیثیت پوری دنیا کے سامنے ان علمائے حق نے تمام مکاتب فکر کو ساتھ لے کر ظاہر کر دی۔ مسلمان قادیانیوں کو کافر ہی سمجھتے ہیں اور ہندو، سکھ اور عیسائی کی طرح قادیانی بھی مسلمانوں کے سلام و کلام سے خارج ہو گئے۔ قادیانیوں نے قلیدی اداروں پر سازشوں سے مسلط ہو کر پاکستان کے اقتدار پر قبضہ کرنے کی سازشیں کیں چنانچہ مرزا قادیانی کا پوتا ایم ایم احمد یحییٰ خان کے دور میں پاکستان کے نائب صدر کے عہدے تک پہنچ گیا۔ 1974ء میں حالات نے پھر پلٹا کھایا قادیانیوں کے شر سے نجات کیلئے پھر تحریک اٹھی اس سے پہلے 1956ء اور 1962ء کے آئین بنانے کیلئے تین مرتبہ قومی اسمبلی وجود میں آئی۔ علمائے دیوبند مفتی محمود وغیرہ ان اسمبلیوں کے اندر رہے مگر کسی کو اسمبلی کے فورم پر قادیانیوں کو کافر قرار دینے کا مطالبہ کرنے کی توفیق نہ ہوئی ختم نبوت، ختم نبوت کے نام پر پوری قوم کے سامنے نعرہ زنی کرنیوالے حضرات قومی اسمبلی کے ریکارڈ پر قادیانیوں کے خلاف ایک لفظ بھی ثابت نہیں کر سکتے مگر 4 اپریل 1970ء کو جمعیت علماء پاکستان نے نئی کروٹ لی 13 جون 1970ء کو ٹوبہ ٹیک سنگھ میں جمعیت علماء پاکستان نے ''آل پاکستان سنی کانفرنس'' کا انعقاد کیا۔ 14 جون 1970ء کو جمعیت علماء پاکستان کا نیا انتخاب وجود میں آیا۔ شیخ الاسلام حضرت خواجہ محمد قمر الدین سیالوی رحمۃ اللہ علیہ جمعیت علماء پاکستان

نائب صدر منتخب ہوئے اس وقت ہی جمعیت نے کیمنسٹوں اور قادیانیوں کے خلاف تحریک چلانے کا کام شروع کر دیا۔ یحییٰ خان سے مغربی پاکستان کے منتخب قائدین نے جب ڈھاکہ میں ملاقات کی اس وقت قائد اہلسنت امام شاہ احمد نورانی جمعیت علماء پاکستان کے پارلیمانی لیڈر کی حیثیت سے مشرقی پاکستان گئے اور ڈھاکہ کے ایوان صدر میں یحییٰ خان کے ساتھ مرزا قادیانی کا پوتا ایم ایم احمد جو اس وقت پاکستان کا نائب صدر بنا ہوا تھا بیٹھا ہوا تھا مشرقی پاکستان کی علیحدگی کے سانحے کی تحقیق حمود الرحمٰن نے کی اس میں مرحوم ولی خان نے بیان دیتے ہوئے یہ واقعہ سنایا کہ مولانا شاہ احمد نورانی واحد سیاستدان تھے جنہوں نے یحییٰ خان کو ڈانٹ کے کہا کہ رسول پاک ﷺ کا دشمن آپ کے پاس بیٹھا ہوا ہے جب تک اس قادیانی کو نہ اٹھایا جائے گا ہم آپ سے بات نہیں کریں گے۔ چنانچہ ولی خان مرحوم کے بقول یحییٰ خان نے اس کو اٹھا دیا مولانا شاہ احمد نورانی، ولی خان، میاں ممتاز دولتانہ، پروفیسر غفور اور مفتی محمود نے بعد میں مذاکرات کیئے گویا واضح ہو گیا کہ قادیانیوں سے حقیقی نفرت صرف اور صرف اہل سنت و جماعت بریلوی کا ورثہ ہے **30** جون **1974**ء کو جب قومی اسمبلی کا اجلاس بنگلہ دیش بن جانے کے بعد منعقد ہوا تو پورے ہاؤس میں جمعیت علماء پاکستان کے پارلیمانی لیڈر علامہ شاہ احمد نورانی نے قرارداد پیش کی کہ قادیانی کافر ہیں ان کو آئین میں بھی کافر لکھا جائے۔ اس پر پیپلز پارٹی نے ہنگامہ کیا مگر اسمبلی کے ارکان نے اس قرارداد کی حمایت کی دو ارکان اسمبلی مولوی غلام غوث ہزاروی اور مولوی عبدالحق بلوچستانی نے اس قرارداد پر دستخط نہ کیئے۔

30 جون **1974**ء سے **7** ستمبر **1974**ء تک قومی اسمبلی میں امام نورانی کی قرارداد پہ بحث کی گئی اس وقت کا قادیانی سربراہ مرزا ناصر احمد خود اسمبلی میں پیش ہوا پاکستان کے اٹارنی جنرل کوئٹہ کے یحییٰ بختیار تھے قائدے کے مطابق قادیانی سربراہ سے ارکان اسمبلی سوال جناب یحییٰ بختیار کو جمع کرواتے تھے اور وہ پڑھ کر مرزا ناصر سے سوال کرتے تھے۔ اس واقعہ میں ڈیڑھ سو سوالات صرف جمعیت علماء پاکستان نے کیئے جن میں علامہ امام شاہ احمد نورانی، علامہ عبد المصطفیٰ الازہری، مولانا سید محمد علی رضوی، میاں محمد ابراہیم برق، صاحبزادہ نذیر سلطان اور مہر غلام حیدر بھروانہ نے اسمبلی سے باہر مجاہد ملت مولانا عبدالستار خان نیازی اور شیخ القرآن مولانا غلام علی اوکاڑوی کے مشورہ سے مرتب کیئے تھے۔ اس عرصہ میں پورے ملک میں ختم نبوت کی تحریک چلی جمعیت علماء پاکستان اور اہلسنت کے تمام علماء و مشائخ نے اس تحریک میں بھرپور حصہ لیا۔ شارح بخاری علامہ سید محمود احمد رضوی اس تحریک کے جنرل سیکرٹری تھے۔

اسمبلی کے اندر نورانی اور اسمبلی کے باہر علامہ محمود احمد رضوی شیخ القرآن علامہ غلام علی اوکاڑوی، مجاہد ملت مولانا عبدالستار خان نیازی اور دیگر تمام علماء و مشائخ اہلسنت نے اتفاق رائے سے قادیانیوں کو کافر قرار دینے کا مطالبہ پیپلز پارٹی کی حکومت سے منوالیا۔ اس تحریک کی قیادت کا سہرا تمام اہلسنت بالخصوص قائد اہلسنت علامہ امام شاہ احمد نورانی کے سر اقدس پر ہے یوں قادیانیوں کا آئینی مقام متعین ہو گیا کہ وہ پاکستان میں اقلیت ہیں، سکھوں، ہندوؤں، عیسائیوں کی طرح وہ بھی ایک غیر مسلم ٹولہ ہے۔ امام نورانی نے صدر پاکستان، ہائی کورٹ اور سپریم کورٹ کے تمام ججز، گورنر، وفاقی اور صوبائی وزراء کیلئے ایک حلف نامہ لکھا جس میں ہر ایک کو اقرار کرنا پڑتا ہے کہ وہ قادیانی نہیں مسلمان ہے یوں اہلسنت نے تحریک ختم نبوت کے ساتھ انصاف کیا اور دور حاضر کے مسیلمہ کذاب آنجہانی مرزا قادیان کی امت کو اس کے اصل آئینی مقام تک پہنچایا۔ جناب محمد نعیم طاہر رضوی مبارکباد کے مستحق ہیں کہ انہوں نے مسئلہ ختم نبوت کے کام کو ''کنز الایمان'' میں کافی حد تک جمع کر دیا اور ثابت کر دیا کہ سرکار غوث اعظم رضی اللہ عنہ اور مجدد اعظم سیدنا امام احمد رضا بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کے نام لیواؤں نے قادیانی مکر و فریب کے پردے چاک کر دیئے اور ثابت کر دیا کہ عشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا صحیح حق سنی ہی ادا کر سکتا ہے صرف ختم نبوت، ختم نبوت کے نام پر چندہ اندوزی اس کا انجام نہیں ہے میں ایک مرتبہ پھر ''کنز الایمان'' کی انتظامیہ اور جناب محمد نعیم طاہر رضوی کو اس ضخیم اعظم فکری، دستاویز کو شائع کرنے پر مبارکباد دیتا ہوں۔

آؤ مل کر نعرہ لگائیں محمد نعیم طاہر رضوی زندہ باد۔

''شیزان'' کا بائیکاٹ

پہلے شیزان کی تشہیر بڑے زور شور سے ہوا کرتی تھی، میرا پہلے ارادہ تھا کہ شیزان کو اپنے دواخانے کی زینت بناؤں، لیکن ''ختم نبوت'' کے مطالعے کے بعد شیزان کو بالکل ترک کر دیا، میری اہلیہ کو شیزان تحفے میں دی گئی تھی، میں نے اسے بہت بُرا بھلا کہا اور شیزان کو چکھا تک نہیں، اس کے عوض اللہ تعالیٰ نے خواب میں دو بار روضہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کرادی۔ (ڈاکٹر محمد شاہد صدیقی، کراچی)

تقدیم

جناب صلاح الدین سعیدی حفظ اللہ تعالیٰ

ممتاز ادیب وشاعر:۔ڈائریکٹر تاریخ اسلام فاؤنڈیشن، لاہور

رسول اللہ ﷺ کی مبارک زندگی میں ہی ختم نبوت کے انکاری پیدا ہو گئے تھے جن کے حوالے سے فکری رہنمائی تو خود جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمادی تھی اوراس سے چھٹکارا پہلے ہی خلیفہ نے دلادیا تھا

بعد کی صدیوں میں بھی نبوت کے جھوٹے دعویدار ابھرتے اور اپنے بھیانک انجام کو پہنچتے رہے۔ لیکن جس شدت اور گہرائی کے ساتھ 20ویں صدی کے کذاب نے سازش کی اس کی مثال ماضی قریب میں نہیں ملتی 20ویں صدی کی جھوٹی نبوت کے خدوخال واضح کرنے والے تمام اہل قلم اس بات پر متفق ہیں کہ اس جھوٹی نبوت کی تشکیل فرنگی کارخانے میں ہوئی۔ اوراس کی ضرورت نوآبادیاتی مقاصد کی تکمیل کے لئے تھی۔ بہر حال اللہ کی حکمت بالغہ نے ہر دور میں دین حق کی آبیاری کرنے والے باغبان اس امت میں پیدا فرمائے۔

بھارتی پنجاب کے ضلع گورداس پور کے ایک غیر معروف قصبے قادیان میں 1940ء میں پیدا ہونے والے مرزا قادیانی نے 1901ء میں نبوت کا دعویٰ کیا۔تو اس کی اس جرأت خبیثانہ پر اتر پردیش میں امام احمد رضا رحمۃ اللہ علیہ نے بھارتی پنجاب میں حضرت مولانا نواب الدین رمداسی نے موجودہ پاکستانی پنجاب میں تاریخی بیگم شاہی مسجد لاہور کے خطیب حضرت مولانا قادر بھیروی نے اسے کافر قرار دیا۔اور خانقاہی نظام کی نمائندگی کرتے ہوئے حضرت پیر سید مہر علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ نے میدان مناظرہ میں اس لعین کو شکست فاش دی۔

امام احمد رضا بریلوی رحمۃ اللہ علیہ نے مرزا ملعون کے خلاف دس کتابیں لکھیں۔ جو آج بھی مسلم قوم کی علمی وفکری ضرورتوں کو پورا کرنے کے لئے کافی ہے۔آپ کے خلیفہ علی گڑھ یونیورسٹی کے پروفیسر مولانا محمد الیاس برنی کی کتاب "قادیانی مذہب کا علمی محاسبہ" 3 جلدوں میں ایک عظیم علمی ذخیرہ ہے۔ جو بعد کے مصنفین اور محققین کے لئے ایک بہترین ماخذ ثابت

ہوئی۔

1952ء میں مسلم لیگ صوبہ پنجاب کی مجلس عاملہ کے رُکن حضرت امام احمد سعید کاظمی رحمۃ اللہ علیہ نے مسلم لیگ کے اجلاس میں قادیانیوں کے خلاف سب سے پہلی قرارداد منظور کرائی۔ اور قادیانیوں کو ملک کے اہم کلیدی عہدوں سے ہٹانے کا مطالبہ کیا۔

ساتھ ہی قادیانیوں کو کافر قرار دینے، اعلیٰ عہدوں سے ہٹانے اور ان کے مرکز "ربوہ" کو کھلا شہر قرار دینے کے تین نکاتی مطالبے کے حق میں علماء اور عوام سڑکوں پر نکل آئے تحریک ختم نبوت کی قیادت امام احمد رضا کے خلیفہ مفسر قرآن، غازی کشمیر حضرت مولانا سید محمد ابوالحسنات قادری (خطیب تاریخی جامع مسجد وزیر خان لاہور) کر رہے تھے۔ اُن کو اکثریت کے علاوہ اقلیتی فرقوں کا اعتماد بھی حاصل تھا۔ یہ تحریک ختم نبوت 1952ء سے شروع ہو کر 1953ء تک چلی۔ اور اس نے لوگوں کے قلوب واذہان پر گہرا اثر چھوڑا اس تحریک میں سید ابوالحسنات کے فرزند ارجمند حضرت مولانا سید خلیل احمد قادری اور مجاہد ملت مولانا عبدالستار نیازی کو پھانسی کی سزا ہوئی پھر اللہ تبارک وتعالیٰ کی خاص مدد سے اُن کی سزائیں حکومت کو خود ہی معاف کرنا پڑیں۔ ورنہ وہ تو سزائے موت کو خوشی سے قبول کرنے کے لئے تیار تھے۔ بلکہ اپنے لئے سعادت سمجھ رہے تھے۔

اولاً اس تحریک میں حکومت نے بے انتہا تشدد کیا لیکن جب علماء کرام کا جذبہ دیکھا تو خود ہی نرمی کر دی اور علماء نے بھی ایجی ٹیشن چھوڑ کر علمی وفکری محاذ سنبھال لیا۔

20 سال بعد پھر قادیانیوں نے سر اٹھایا تو مسلمان قائدین کو اُن کی سرکوبی کرنی پڑی 30 جون 1974ء کو قائد اہلسنت امام علامہ شاہ احمد نورانی رحمۃ اللہ علیہ نے قومی اسمبلی میں وہی مطالبہ دہرایا۔ جو 1952ء میں امام احمد سعید کاظمی کر چکے تھے۔ اور جسے ایجنڈا بنا کر تمام مکاتب فکر نے تحریک 1953ء چلائی تھی۔ اس بار یہ تحریک سڑکوں پر بھی چلی اور ساتھ ہی ساتھ اسمبلی کے فلور پر بھی چلی مولانا نورانی کی بے مثال قیادت میں دسمبر 1974ء کو قومی اسمبلی نے قادیانیوں کو کافر قرار دیا تو مسلمانوں کو قرار آیا۔

اب ضرورت اس بات کی تھی کہ تحریک تحفظ ختم نبوت کے علمی اور سیاسی دونوں محاذوں سے نئی نسل کو متعارف کرایا جائے۔ اہلسنت کے کئی جریدوں نے ختم نبوت نمبر شائع کئے لیکن جس وسیع پیمانے پر کنزالایمان سوسائٹی نے کام کیا وہ اسی کا حصہ ہے۔ اصل میں کنزالایمان سوسائٹی کے بانی وصدر اور کنزالایمان جریدے کے مدیر شہیر بھائی محمد نعیم طاہر رضوی کی

شخصیت نے سنجیدگی، ذکاوت، ایثار اور استقلال کے عناصر اربعہ سے تشکیل پائی ہے پچھلی صدی نے انہیں ایک بہترین منتظم کے طور پر متعارف کرایا ہے۔

بہترین تعارف وہی ہوتا ہے جو "وقت" کراتا ہے۔ ورنہ ستائش باہمی کے کئی کردار، خود اپنی خبریں اور تصویریں لئے اخباروں کے دفاتر کی خاک چھاننے والے کئی مصلح دیکھتی آنکھوں گرد راہ ہو چکے۔ نعیم طاہر رضوی ایسے کڑیل جوان نے ذمہ داری کا جو بوجھ اپنے شانوں پر سہارا تھا وہ ماہ و سال کی گردش کے باوجود آج بھی اٹھایا ہوا ہے۔ یہاں تک کہ بزرگی کے آثار بھی نظر آنے لگے ہیں۔ لیکن نہ کندھے بوجھل ہوئے نہ بازو شل ہوئے بلکہ پیش قدمی بڑھتی ہی جا رہی ہے۔ ایک ایسے معاشرے میں جہاں صرف گویوں کی قدر باقی رہ گئی ہے۔ قلمی جہاد بڑے دل گردے کا کام ہے۔

لیکن نعیم بے سروسامانی کے باوجود اپنے چند مخلص ساتھیوں سے مل کر بڑی خاموشی اور صبر و ضبط کے ساتھ تاریخ ساز جدوجہد کر رہے ہیں۔ میڈیا کی تیزی و تند طوفانی لہروں میں بہنے والی قوم کو "مطالعہ" کی دعوت دینا پہاڑوں سے سر ٹکرانے والی بات ہے۔ مگر شاید محمد نعیم طاہر رضوی کا عزم پہاڑوں سے بہت بلند ہے کہ 25 سال سے قوم کے نونہالوں کو خواندگی کا شعور بانٹ رہے ہیں۔

اگر اُن کے پرچے کے خصوصی شماروں کا شمار کیا جائے تو پورے وثوق سے کہا جا سکتا ہے کہ اتنے "نمبرز" کسی اور جریدے کی تاریخ میں نہیں مل سکتے۔ جبکہ ان نمبروں کے علاوہ مختلف کتابیں اور کتابچے اس پر مستزاد ہیں۔ پھر درس قرآن، محفل ذکر اور مذہبی تہواروں پر تقریبات تو شمار سے باہر ہیں۔ اور پھر دوسری تنظیموں کے ساتھ تعاون اور ہر جگہ "با جماعت حاضری" تو وہ اوصاف ہیں کہ قلم ان اوصاف کے آگے جبیں سائی کے علاوہ کچھ نہیں کر سکتا۔ "قومی امام احمد رضا کانفرنس" کا تو کہنا ہی کیا پنجاب بھر میں یہی ایک سالانہ کانفرنس ہے۔ جس نے فکر رضا کی لاج رکھی ہوئی ہے۔ اور اب تو ماشاء اللہ اس کا دائرہ بلوچستان تک وسیع کر دیا گیا ہے۔

بات کہیں سے کہیں نکل گئی بات ہو رہی تھی کنز الایمان کے "ختم نبوت نمبر" کی یہ ایک ایسی دستاویز تیار ہو گئی ہے کہ جس میں ختم نبوت کے علمی مباحث، اعتراضات کے جوابات، جوابی اعتراضات، مناظرانہ گرفت، پیچ در پیچ الجھنوں کے حل، تاریخی مغالطوں کی تصحیح، خوبصورت طرز استدلال، ذخیرۂ دلائل، منصف مزاج کو دعوت انصاف، سکالرز کو دعوت تحقیق اور یارانِ نکتہ داں کے لئے صلائے عام ہے۔ کوئی بھی مضمون بھرتی کا نہیں اور نہ ہی کوئی ایسی

تحریر شامل ہے جو کسی لالچ یا خوف کے پس منظر میں لکھی گئی ہو۔ ہر تحریر ضمیر کی آواز ہے۔ تحقیق کا نتیجہ ہے۔ رتجگوں کا ماحصل ہے۔ سحر خیزی کی دین ہے۔ آمد ہی آمد ہے۔ عطا ہی عطا ہے۔ لکھنے والے سطحی نہیں کوئی محراب و منبر کی رونق ہے، تو کوئی سجادۂ فقر کا وارث، کوئی چیف جسٹس ہے تو کوئی وکیل، کوئی شاعر رنگین نوا ہے تو کوئی بے باک صحافی، کوئی ادیب ہے تو کوئی دانشور الغرض یہ مرقع امت کے بہترین دماغوں کی فطری تخلیقات کا نمائندہ ہے۔

اتنے کثیر مشاہیر کی تحریریں جو ایک سے بڑھ کر ایک ہوں انہیں ترتیب دینا بجائے خود ایک بڑی حساس ذمہ داری اور ذوق سلیم کا کڑا امتحان ہے۔ لیکن محمد نعیم طاہر رضوی تبریک و تحسین کے بجا طور پر مستحق ہیں کہ انہوں نے یہ کام بڑی دیانت و فراست سے انجام دیا۔ مجھے یقین کامل ہے کہ اُن کی زبردست کامرانیوں کے پیچھے اُن کے مرشد گرامی حضرت مفتی محمد اختر رضا بریلوی حفظہ اللہ تعالیٰ اور ان کی امی جان کی مقبول دعائیں کارفرما ہیں۔ میں اس موقع پر تمام قارئین کو اس دعا میں شامل کرنا چاہتا ہوں کہ یہ دونوں ہستیاں قائم و دائم رہیں اور محمد نعیم طاہر رضوی کو دعاؤں کے حصار میں لئے رہیں اور وہ منزل بہ منزل گامزن رہیں۔ اے کردگار عظیم ختم نبوت نمبر کے تمام کارکنان کو جنگ یمامہ کے شہیدوں کے صدقے اپنی اور اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کی رضا عطا فرما دے اور ختم نبوت کا سچا پکا مجاہد بنا دے۔

آمین۔ ثم آمین۔

الٰہی اپنی رحمت سے شہیدوں کے وسیلے سے
سعیدی کو بنا دے نغمہ خواں ختم نبوت کا

نعیمِ طاہرِ رضوی غلامِ اعلیٰ حضرت ہے
یہ جس نے تھام رکھا ہے علم احمد رضا خاں کا

(راجا رشید محمود، مدیر ماہنامہ "نعت" لاہور)

حضرت علامہ سید احمد سعید کاظمی رحمۃ اللہ علیہ

مقامِ نبوت

نبی وہ مقدس انسان ہے جس کو اللہ تبارک وتعالیٰ منصبِ ھدیٰ اور اپنے احکام کی تبلیغ کے لئے اپنے بندوں کی طرف بھیجے اور اس منصبِ ھدیٰ اور منصبِ تبلیغِ احکام پر فائز اور مامور فرمائے۔

علمائے علمِ لغت نے لفظ ''نبی'' کے آٹھ معنی لکھے ہیں۔ پہلے میں لغوی معنیٰ عرض کروں گا اور اس کے بعد یہ عرض کروں گا کہ وہ تمام معنیٰ شرعی نبی میں پائے جاتے ہیں۔ علماءِ علمِ لغت نے فرمایا۔

1، النَّبِیُّ الْمُخْبِرُ۔ 2، اَلْمُخْبَرُ۔ 3، اَلطَّرِیْقُ الْوَاضِحُ۔ 4، اَلْخَارِجُ۔
5، اَلْمُخْرِجُ۔ 6، اَلظَّاهِرُ۔ 7، اَلسَّامِعُ الصَّوْتِ الْخَفِیْ۔ 8، اَلْمُرْتَفِعُ[1]

لفظ نبی کے یہ آٹھ معنی علمائے علم لغت نے لکھے ہیں۔ اور جس مقدس انسان کو اصطلاحِ شرع میں نبی کہا جاتا ہے اور جس کا مفہوم میں نہایت مختصر الفاظ میں عرض کر چکا ہوں۔ اُس میں یہ آٹھوں معنی لغت کے پائے جاتے ہیں۔

نبی کو ''مُخْبِر'' اس لئے کہا جاتا ہے کہ وہ ہدایات الٰہیہ اور پیغامات ربانیہ کی خبر اللہ کے بندوں کو دیتا ہے۔

نبی کو ''مُخْبَر'' اس لئے کہتے ہیں کہ وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے خبر دیا جاتا ہے۔ نبی کو ''الطریق الواضح'' اس لئے کہا جاتا ہے کہ چونکہ انسان کے مقصدِ تخلیق کی تکمیل کے لئے انبیاء علیہم السلام کی بعثت ہوتی ہے اور انسان کی تخلیق کا جو بنیادی مقصد ہے وہ خدا کی معرفت اور خدا تک پہنچنا ہے۔ دینی و دنیوی سعادتیں حاصل کرنا اور نجات اخروی پانا، یہ نبی کی بعثت کا مقصد ہوتا ہے۔ تو گویا ان مقاصد کے حصول کے لئے طریق واضح اور روشن راستہ ہے۔ نبی کی ذات دنیوی سعادتیں اور نجات اُخروی حاصل کرنے کا

1:۔ نبی کے معنی کی تفصیلات حسب ذیل کتب معتبرہ میں درج ہیں۔
مسامرہ جلد دوم بطبع مصر، صفحہ 83، نبراس شرح عقائد صفحہ 8۔ شرح مواقب جلد نمبر 8، صفحہ 717 طبع مصر۔ مفردات امام راغب اصفہانی صفحہ 500، طبع مصر۔ اقرب الموارد جلد دوم صفحہ 1659، طبع مصر۔ الشفا قاضی عیاض اندلسی صفحہ 73، مواہب لدنیہ جلد اوّل صفحہ 281۔

روشن راستہ ہے، نبی خدا تک پہنچنے کا روشن راستہ ہے، اس لئے "الطریق الواضح" کے معنی بھی نبی شرعی میں پائے جاتے ہیں۔

"الخارج" کے معنی ہیں ایک جگہ سے نکل کر دوسری جگہ جانے والا، چونکہ نبی صاحب ہجرت ہوتا ہے اور ہجرت کے معنی آپ جانتے ہیں کہ ایک جگہ سے نکل کر دوسری جگہ جانا، جیسے ہمارے آقا محمد رسول اللہ ﷺ مکہ مکرمہ سے چل کر مدینہ منورہ پہنچے۔ اس میں خارج ہونے کے معنیٰ پائے جاتے ہیں یعنی ہجرت کا مفہوم اس میں پایا جاتا ہے۔

نبی کو "المخرج" اس لئے کہا جاتا ہے کہ چونکہ نبی اعدائے دین کی ایذا رسانی کی وجہ سے ایک جگہ سے نکل کر دوسری جگہ جاتا ہے۔ اور وہ کفار سبب ہوتے ہیں نبی کے ایک جگہ سے نکل کر دوسری جگہ منتقل ہونے کا، تو اس اعتبار سے نبی کو مخرج بھی کہا جا سکتا ہے۔

نبی کو "الظاہر" اس لئے کہا جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نبی کو وہ علاماتِ نبوت عطا فرماتا ہے اور وہ آیاتِ نبوت اور معجزات عطا فرماتا ہے کہ نبی جن کا حامل ہو کر کمالِ ظہور کی صفت کے ساتھ متصف ہوتا ہے۔ اور یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں فرمایا۔

یعرفونہ کما یعرفون ابناھم

تو اس کمال ظہور کی صفت کے ساتھ متصف ہونے سے نبی شرعی میں "الظاہر" کے معنی بھی پائے جاتے ہیں۔ نبی شرعی میں "السامع الصوت الخفی" کے معنی بھی موجود ہیں۔ کیونکہ السامع الصوت الخفی کا مفہوم یہ ہے کہ ہلکی سے ہلکی اور پوشیدہ سے پوشیدہ آواز سننے والا۔ آپ کو معلوم ہے کہ نبی اللہ کا خطاب سُنتا ہے۔ اللہ کا کلام سُنتا ہے، اللہ کی وحی سنتا ہے، وہ ایسی ہلکی اور ایسی خفیہ ہوتی ہے کہ جس تک نبی کا ہی ادراک پہنچ سکتا ہے اور نبی کی ہی قوت سماعت اس کا ادراک کر سکتی ہے۔ دوسروں کی قوت اس کے ادراک سے عاجز ہوتی ہے۔ بلکہ اس دنیا میں بھی ہلکی سے ہلکی آواز سُنتا یہ نبی کی شان ہے۔ قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ نے حضرت سلیمان علیہ السلام کا واقعہ بیان فرمایا کہ جب سلیمان علیہ السلام اور اُن کا لشکر وادیٔ نملہ سے گزرے، تو چیونٹیوں کی ملکہ نے دیکھا کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کا لشکر آسمان کی بلندیوں پر آ رہا ہے، اگر یہ لشکر یہاں اُتر گیا تو یہ جو میری چھوٹی چھوٹی چیونٹیاں ہیں یہ اس لشکر کے اُترنے سے پامال ہو جائیں گی۔ تو چیونٹیوں کی ملکہ نے چیونٹیوں کو مخاطب کر کے کہا کہ اے میری چھوٹی چھوٹی چیونٹیو تم ان سوراخوں میں داخل ہو جاؤ، ایسا نہ ہو کہ سلیمان اور اُن کا لشکر اُتر کر تمہیں پامال کر دے۔ تو اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔

فتبسم ضاحکا من قولھا

یعنی حضرت سلیمان علیہ السلام، چیونٹیوں کی ملکہ کی بات سُن کر مسکرا پڑے۔ آپ کو معلوم ہے کہ حضرت

سلیمان علیہ السلام بہت فاصلے اور بلندیوں پر تھے اور چیونٹیوں کی ملکہ چیونٹیوں سے یہ بات زمین پر کہہ رہی تھی۔ اب دیکھئے کوئی انسان زمین پر موجود ہو تو کبھی چیونٹی کی آواز نہیں سنتا، لیکن حضرت سلیمان علیہ السلام نے اتنی بلندیوں سے اس کی آواز کو سن لیا۔ تو ثابت ہوا کہ ''السامع الصوت الخفی'' کے معنی بھی نبی شرعی میں پائے جاتے ہیں۔

اور النبی کے معنی ''المرتفع'' رفعت اور بلندیوں والا تو اس میں کوئی شک نہیں کہ نبی ساری کائنات سے بلند ہوتا ہے۔ وہ اپنے علم کے اعتبار سے اپنے عمل کے اعتبار سے اور اپنے اخلاق کے اعتبار سے بلکہ یوں کہیئے کہ نبی جسمانی اور روحانی اعتبار سے ساری کائنات سے بلند ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنے نبی کو وہ رفعت اور بلندی عطا فرماتا ہے۔ جو کائنات میں کسی اور کے لئے متصور نہیں ہوتی، یہاں تک کہ قرآنِ پاک میں اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں فرمایا۔ ''ورفعنا لك ذكرك''۔ اے محبوب! آپ کو اتنی رفعت عطا فرمائی گئی ہے کہ ہم نے آپ کے ذکر کو بھی آپ کے لئے بلند فرمایا بہر حال یہ آٹھ معنی نبی شرعی میں پائے جاتے ہیں۔ اور یہ حقیقت بالکل واضح ہے کہ نبی اپنے کمالات عالیہ اور عملیہ کے اعتبار سے تمام غیر انبیاء سے فائق ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نبی کو وہ علم عطا فرماتا ہے جو غیر نبی کے لئے متصور نہیں۔ نبی کو وہ حکمت دیتا ہے جو کسی غیر نبی کے لئے متصور نہیں۔ نبی کے جسمانی قویٰ، دوسرے انسانوں کے جسمانی قویٰ سے بہت بلند و بالا اور قوی ہوتے ہیں۔ نبی کے روحانی قویٰ، نبی کا علم، نبی کی عقل تمام انسانوں سے بلند و بالا اور اعلیٰ اور اتم ہوتی ہے۔

آپ کو معلوم ہے کہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی بعثت کی حکمت تو تخلیق انسانی کے مقصد کی تکمیل ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔

وما خلقت الجن والانس الا ليعبدون

ہم نے جن وانس کو اپنی عبادت و معرفت کے لئے پیدا کیا ہے۔

عبادت کا مفہوم یہی نہیں کہ ہم پانچ وقت نماز ہی پڑھ لیں یا روزہ رکھ لیں یا زکوٰۃ دے دیں یا حج کر لیں۔ بلکہ انسان کی عبادت تو ہر سانس میں ہے۔ وہ جو سانس لے، جو عمل کرے، جو حرکت کرے، اُس کے اندر اپنے رب کی رضا مقصود ہو۔ جو کام بھی رضائے رب کے لئے کیا جائے اور وہ کام ایسا ہو کہ جس کام کے کرنے کا طریقہ شرع شریف سے ثابت ہے۔ وہ سب کام عبادت ہیں۔ یہاں تک کہ انسان کا کھانا کھانا بھی عبادت ہے، پانی پینا بھی عبادت ہے، اپنے اہل و عیال کے حقوق متعلق کو پورا کرنا یہ سب عبادت ہے، چلنا پھرنا بھی عبادت ہے۔

اب غور فرمایئے! کہ انسان اپنی زندگی میں جتنے مرحلوں سے گزرے گا وہ سب عبادت کے مرحلے

ہیں۔اب اُس کو معلوم نہیں کہ کس طریقے سے میں اپنے رب کو راضی کروں اور کس طرح اپنی زندگی کو گزاروں اور کس طرح میں بات کروں اور کس طرح میں کوئی کام کروں اور میں اللہ تعالیٰ کی رضا کس طرح حاصل کروں۔تو ظاہر ہے کہ وہ اپنے رب سے اپنی کمزوریوں کی بنا پر وہ کوئی احکام نہیں لے سکتا۔ کوئی ہدایات نہیں لے سکتا اور کوئی حکم اپنے رب سے وہ حاصل نہیں کرسکتا،اس لئے کہ اُس کے اندر کچھ ایسی بشری کمزوریاں ہیں کہ جن کمزوریوں کی وجہ سے وہ براہِ راست اللہ تعالیٰ سے فیض حاصل نہیں کر سکتا۔تو اب اگر اُس کو کوئی فیض نہ پہنچے اور اُس کو کوئی ایسا طریقہ حاصل نہ ہو جس کی بنا پر وہ اپنے اس مقصدِ تخلیق میں کامیاب ہو،تو کس طرح وہ کامیابی حاصل کرے گا اور وہ کیا کرے گا۔

اللہ تعالیٰ نے انسانوں کی مقصدِ تخلیق کی تکمیل کے لئے انبیاء علیہم السلام کو بھیجا۔اب وہ انبیاء بھی اگر اُنہی بشری کمزوریوں میں مبتلا ہوں تو پھر اُن کی نبوت کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔اس لئے یہ بات طے شدہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام کے جسمانی قویٰ عام انسانی قویٰ سے بہت بلند و بالا اور قوی ہوتے ہیں۔ان کی روحانیت بہت عظیم ہوتی ہے۔اُن کا علم بہت کامل ہوتا ہے۔اُن کی حکمت کامل ہوتی ہے۔ اُن کے اخلاق اخلاقِ عظیمہ ہوتے ہیں،اُن کا ہر قول،اُن کا ہر فعل نبی اور رسول ہونے کی حیثیت سے شرع کی دلیل اور منجانب اللہ ہوتا ہے۔اسی لئے اللہ نے فرمایا۔

لقد کان لکم فی رسول اللہ اُسوۃ حسنہ

اور یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا۔

قل ان کنتم تحبون اللہ فاتبعونی یحببکم اللہ

اگر تم اللہ سے محبت رکھتے ہو تو میرے محبوب آپ فرما دیجئے کہ تم میری اتباع کرو۔

اور اسی قرآن میں فرمایا۔

اطیعوا اللہ واطیعوا الرسول واولی الامر منکم

اگرچہ یہاں اللہ ورسول اور اولی الامر تینوں کی اطاعت کا ذکر ہے۔لیکن اللہ کی اطاعت کے لئے اطیعوا کا لفظ فرمایا۔اور رسول کی اطاعت کے لئے بھی اطیعوا کا لفظ فرمایا۔اور اولی الامر کا عطف کر دیا ماقبل پر،وہاں اطیعوا کا لفظ ذکر نہیں فرمایا۔اس میں حکمت یہ ہے کہ اولی الامر کی اطاعت تو اُسی بات میں ہوگی جو خدا اور رسول کے حکم کے مطابق ہو اور جو بات کسی غیرِ رسول کی خدا اور رسول کے حکم کے خلاف ہو تو ہر گز اُس میں اُس کی اطاعت نہیں کی جائے گی۔اور جب بھی کوئی غیرِ رسول کوئی حکم ہمارے سامنے رکھے گا تو ہمیں حق ہے کہ ہم اُس کے حکم کے صحیح ہونے اور اس کی اطاعت کے واجب ہونے پر ہم اُس سے دلیل طلب کرلیں اگر اُس کا حکم صحیح ہے اور اس کے پاس اُس حکم کے واجب الاتباع ہونے کی دلیل

موجود ہے تو ہم اُس کی اطاعت کریں گے اور اگر وہ حکم صحیح نہیں ہے اور اس کے پاس کوئی دلیل نہیں ہے۔ تو پھر ہم اُس کی اتباع نہیں کریں گے اور اسی لئے رسولِ اکرم ﷺ نے فرمایا۔

لا طاعت مخلوق معصية فى الخالق

یعنی ایسی بات میں مخلوق کی اطاعت نہیں ہوسکتی جس میں خالق کی معصیت ہو۔

تو اس لئے اولی الامر کے لئے مستقلاً اطیعوا کا لفظ نہیں فرمایا بلکہ اُس کا عطف ماقبل پر غور فرمادیا اور دونوں کے لئے فرمایا ''اطیعوا اللہ واطیعوا الرسول'' حالانکہ ''الرسول'' میں بھی اطیعوا کی بجائے عطف کیا جاسکتا تھا۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے وہاں اطیعوا فرمایا۔ یہ کیوں؟ مقصد یہ ہے کہ جس طرح خدا تعالیٰ کے حکم پر تم کوئی دلیل طلب نہیں کرسکتے اسی طرح رسول کے حکم پر بھی تم کوئی دلیل طلب نہیں کرسکتے۔ بغیر طلبِ دلیل کے تم پر واجب ہے کہ خُدا کی اطاعت کرو اور بغیر طلب دلیل کے تم پر واجب ہے کہ تم رسول کے حکم کی اطاعت کرو اور یہ اُسی وقت ممکن ہے کہ جب رسول عام بشری کمزوریوں سے بالاتر ہو۔ اور اگر اُس کے اندر وہ بشری کمزوریاں ہیں اور اگر وہ غلطی کرتا ہے، اگر وہ گنہگار ہوسکتا ہے اور وہ اس قسم کی بشری کمزوریوں سے متصف ہوسکتا ہے تو پھر اُس کی اطاعت کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ اور اس کی اطاعت کا واجب الاتباع ہونا، یہ متصور ہی نہیں ہوتا۔

میں آپ کو بتاؤں کہ اللہ کی اطاعت بھی مستقلاً ہے اور رسول کی اطاعت بھی مستقلاً ہے۔ مگر یہ مستقلاً اس معنی میں نہیں ہے کہ خدا کی طرح معاذ اللہ، رسول بھی معبود ہوتا ہے۔ اللہ کا رسول معبود نہیں ہوتا وہ تو عبد ہوتا ہے۔ وہ مخلوق ہوتا ہے، خالق نہیں ہوتا، وہ تو خدا نہیں ہوتا خدا نما ہوتا ہے۔

بات یہ ہے کہ جس طرح اللہ کے حکم پر تم کوئی دلیل طلب کرنے کا حق نہیں رکھتے، اسی طرح رسول کے حکم پر بھی تم کوئی دلیل طلب کرنے کا حق نہیں رکھتے۔ اس اعتبار سے ہم رسول کی اطاعت کو مستقل کہتے ہیں اور اس کی وجہ یہ ہے وہ حکم تو رسول کا اپنا ذاتی ہوگا ہی نہیں، وہ تو اللہ ہی کا حکم ہوگا۔

اللہ تعالیٰ کا حکم ہمیں رسول کی زبان سے ملے گا۔ میں پہلے عرض کرچکا ہوں کہ رسول ہونے کی حیثیت سے رسول جو کچھ کہے گا اور وہ شرع کی دلیل قرار پائے گا۔ اسی لئے ہم رسول اللہ ﷺ کی احادیث کو حجت شرعیہ سمجھتے ہیں۔ اور ہمارا مسلک یہ ہے کہ قرآن میں سب کچھ ہے مگر اُس کی وضاحت حدیث میں ہے اور حدیث میں بھی سب کچھ ہے مگر اس کی وضاحت مجتہدین اور فقہاء کے اجتہادات میں ہے اور اُن کی فقہ میں ہے۔ جس طرح کہ قرآن کا فہم اور قرآن پر عمل حدیث کے بغیر ممکن نہیں ہے۔ اسی طرح احادیث کا فہم اور احادیث پر عمل کرنا یہ فقہاء اور مجتہدین کے اجتہادات اور اُن کی فقہ کے بغیر ممکن نہیں ہے۔ تو اس وقت اتنا موقع نہیں کہ میں ان تفصیلات میں جاؤں۔ میں نے اجمالی طور پر آپ کی خدمت

میں عرض کر دیا ہے۔ بہر حال مجھے بتانا یہ تھا کہ نبی عام بشری کمزوریوں سے بالکل پاک ہوتا ہے اور نبی بشر ضرور ہوتا ہے مگر وہ بے عیب بشر ہوتا ہے۔ نبی عبد ضرور ہوتا ہے مگر ایسا عبد ہوتا ہے کہ جو تمام عباد اللہ میں ممتاز، سب سے افضل اور اعلیٰ ہوتا ہے۔ بلکہ وہ ایک ایسا عبد ہوتا ہے کہ جو اللہ اور عباد اللہ کے درمیان واسطہ ہوتا ہے اور وہ آئینہ ہوتا ہے۔ حسنِ الوہیت کا۔ اور میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے انعام کی جو ابتدا ہوتی ہے وہ انبیاء سے ہوتی ہے اسی لئے اس آیتِ کریمہ میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

ومن یطع اللہ والرسول فاولئك مع الذین انعم اللہ علیھم من النبیین والصدیقین والشھدآء والصالحین۔ (سورۃ النساء 69، پارہ 5)

اور جو اللہ اور اس کے رسول کا حکم مانے تو اُسے ان کا ساتھ ملے گا جن پر اللہ نے فضل کیا یعنی انبیاء اور صدیقین اور شہدآء اور نیک لوگ۔

کیونکہ نبوت پہلا انعام ہے اور نبوت سے صدیقیت کا ظہور ہوگا اور صدیقیت سے پھر شہادت اور صالحیت کا ظہور ہوگا۔ مجھے کہنے دیجئے کہ یہ صالحیت ہو یا شہادت یا صدیقیت ہو یہ سب نبوت کا حُسن ہیں اور نبوت بتمامہا یہ الوہیت کا حسن ہے۔ اللہ تعالیٰ نے انبیاء علیہم السلام کو اپنے الوہیت کا آئینہ بنایا۔ اللہ کے کلام کا جلوہ اللہ کے نبی کی ذات میں نظر آتا ہے۔ جب تک اللہ کا کلام، اللہ کا نبی ہمیں نہ سُنائے ہمیں اللہ کے کلام کا علم ہی نہیں ہوسکتا۔ اللہ اپنے علم کا جلوہ اپنے نبی کو دیتا ہے۔ اپنی قدرت کا مظہر اپنے نبی کو بناتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنی حکمت کے جلوے اپنے نبی کو عطا کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ تمام نیکیاں اور خوبیاں اور تمام اوصاف حسنہ اور تمام کمالات کا آئینہ اپنے نبی کو بناتا ہے۔ پھر اُس نبی سے ظہور ہوتا ہے تو صدیقین کا جلوہ سامنے آتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے حُسنِ الوہیت کے جلوے ہمیں انبیاء میں نظر آتے ہیں اور نبوت کے حُسن کے جلوے ہمیں صدیقین میں نظر آتے ہیں۔

صدیقیت کا کمال، شہادت کا کمال اور صالحیت کا کمال، ان سب آئینوں میں جو ہم دیکھ رہے ہیں خدا کی قسم اُن سب کا منتہا نبوت کا مقام ہے اور نبوت اور کمالاتِ نبوت کو جو منتہا ہے وہ بارگاہِ الوہیت ہے۔

بہر نوع مجھے کہنے دیجئے کہ اللہ تعالیٰ نے نبی کو ایسی صفت عطا فرمائی کہ جس صفت کی بنا پر وہ تمام کائنات میں ممتاز ہے۔ نبی کو خُدا سمجھنا یا خدا کا شریک سمجھنا یا خُدا کا بیٹا سمجھنا شرک ہے کوئی مسلمان اس کا قائل نہیں ہے۔ نبی خُدا نہیں ہوتا۔ خدا نما ہوتا ہے یعنی خُدا کے احکام کی طرف راہنمائی فرماتا ہے۔ خُدا کی معرفت عطا فرماتا ہے۔ نبی واجب الوجود نہیں ہوتا بلکہ وہ ممکن ہوتا ہے، نبی قدیم نہیں ہوتا وہ حادث ہوتا ہے۔ نبی خالق نہیں ہوتا، بلکہ وہ مخلوق ہوتا ہے۔ اور نبی معبود نہیں ہوتا بلکہ وہ عبد ہوتا ہے۔ مگر ایسا عبد

کہ تمام عباد میں ممتاز اور ایسا بشر کہ تمام بنی نوع بشر سے ممتاز، بے عیب اور بے نقص۔ تو اللہ تعالیٰ نبوت کے لئے ایک ایسے مقدس انسان کو منتخب فرماتا ہے جو کمالات انسانیت سے متصف ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اُس میں تمام علمی اور عملی استعداد کو پیدا فرما دیتا ہے۔ اور اسی لئے قرآن کریم میں ایک اور مقام پر فرمایا۔

اللہ اعلم حیث یجعل رسٰلتہ (سورۃ الانعام آیت 125)

''اللہ ہی خوب جانتا ہے کہ وہ اپنی رسالت کو کہاں رکھے۔''

معلوم ہوا ''جعل رسالت'' کے لئے ایک خاص محل ہوتا ہے اور وہ محل وہ ہے کہ جو جسمانی روحانی، ظاہری، باطنی طور پر اعلیٰ، اکمل اور اعظم ہوتا ہے۔ میں مختصر طور پر عرض کروں گا کہ انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ و السلام کے کمالات کا ظہور صدیقین میں ہوا شہداء اور صلحاء میں ہوا۔ یہ نبوت کا آئینہ صدیقیت کا حُسن اپنے اندر رکھتا ہے اور صدیقین کمالِ نبوۃ کا مظہر ہیں۔

اور مجھے کہنے دیجئے کہ جتنے صدیقین ہوئے اور اُمتِ مسلمہ میں صدیق اکبر جناب ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ، اُن کا کمالِ صدیقیت یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے کمالِ نبوت کے حُسن کا ظہور ہے۔ اسی طرح حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ جن کو اللہ تعالیٰ نے صدیقیت کے علاوہ شہادت بھی عطا فرمائی۔ یہ بھی حُسنِ نبوت کا ظہور ہے اور اسی طرح حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو اللہ تعالیٰ نے حُسنِ صدیقیت کے ساتھ حسن شہادت سے بھی نوازا۔ وہ بھی جمالِ نبوت ہے اور مولائے کائنات حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو اللہ تعالیٰ نے حسنِ صدیقیت کے ساتھ حسنِ شہادت بھی اُن کو عطا فرمایا۔ اور اللہ تعالیٰ نے اہلِ بیت اطہار، صحابہ کرام اور ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہم کو ان تمام خوبیوں سے نوازا۔ اور مجھے کہنے دیجئے کہ حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ اور امام حسین رضی اللہ عنہ کی جو شہادت ہے وہ شہادت محمدی کا ظہور ہے۔ اس موضوع پر اور کچھ زیادہ تفصیل سے عرض نہیں کر سکتا۔ اتنا عرض کروں گا کہ دیکھئے اللہ تعالیٰ نے آپ کو بھی شہید فرمایا۔

وھو بکل شئی شھید اور رسول کے حق میں شہید کا لفظ ارشاد فرمایا اور ارشاد فرمایا۔ ویکون الرسول علیکم شھیدا۔ اور اسی طرح مومنین کے حق میں فرمایا۔ لتکونوا شھداء علی الناس۔

اللہ بھی شہید ہے، رسول بھی شہید ہے اور مؤمنین بھی شہید ہیں۔ تو اب شہید کا مفہوم کیا ہے؟ اگر یہ کہیں کہ فقط مقتول فی سبیل اللہ کو شہید کہا جائے یعنی جو اللہ کی راہ میں مقتول ہو جائے، تو پھر نہ اللہ شہید ہو سکتا ہے نہ رسول شہید ہو سکتا ہے اور نہ تمام مؤمنین شہید ہو سکتے ہیں۔ اصل میں شہید کے معنیٰ ہیں۔

الشھادۃ و الشھود، الحضور مع المشاھدۃ اما بالبصر او بالبصیرۃ

(مفردات القرآن، امام راغب اصفہانی رحمۃ اللہ علیہ مطبوعہ اہل حدیث اکادمی لاہور صفحہ 553)

یعنی شہادت اور شہود کے یہ معنیٰ ہیں کہ حاضر ہونا اور فقط حاضر ہونا نہیں بلکہ مشاہدے کے ساتھ

حاضر ہونا، دیکھتے ہوئے، سُنتے ہوئے اور جانتے ہوئے حاضر ہونا، یہ ہے شہادت اور شہود، تو میں مختصر طور پر عرض کرتا ہوں کہ اللہ کے شہید ہونے کے معنی یہ ہیں کہ اللہ تعالیٰ اپنے علم وقدرت، اپنی حکمت اور سمع و بصر کے ساتھ تمام کائنات پر حاضر ہے کائنات کا کوئی ذرہ ایسا نہیں ہے کہ جس پر اللہ تعالیٰ اپنے علم و قدرت اور اپنی سمع وبصر کے ساتھ حاضر نہ ہو۔ اسی لئے ہم اللہ کے لئے حاضر و ناظر کا لفظ استعمال کر جاتے ہیں۔ تو اللہ تعالیٰ شہید ہے کہ وہ اپنی کائنات اور اپنے بندوں پر حاضر ہے اور مؤمنین شہید ہیں اس اعتبار سے کہ وہ سب اللہ تعالیٰ کی بارگاہ عظمت پناہ میں محل عزت پر حاضر ہیں۔ اس لئے مؤمنین کو شہید کہا گیا اور مقتولین فی سبیل اللہ ان کے لئے تو خاص قسم کا محلِ عزت اور محلِ کرامت مقرر فرمایا ہے جو خُدا کی بارگاہ میں ہے اور جب یہ لوگ خُدا کی بارگاہ میں اُس محلِ عزت اور محلِ کرامت پر پہنچیں گے جو ان مقتولین فی سبیل اللہ کے لئے خاص طور پر اللہ تعالیٰ نے تیار کیا ہے تو یوں کہیئے کہ اپنے رب کی بارگاہ میں حاضر ہوں گے اور اس محلِ کرامت میں خدا کے سامنے موجود ہوں گے۔ تو جس قدر بھی مؤمنین مقتول فی سبیل اللہ ہیں اُن کے شہید ہونے کے معنی یہ ہیں کہ اپنے اپنے مرتبے اور اپنے اپنے منصب کے مطابق یہ محل کرامت اور محلِ عزت پر خدا کی بارگاہ میں حاضر ہوں گے۔ تو یوں کہیئے کہ بندے کا حاضر ہونا بندے کا شہید ہونا بایں معنی ہے کہ وہ اپنے رب کی بارگاہ میں حاضر ہے اور خُدا کا شہید ہونا اس معنی میں ہے کہ وہ اپنے بندوں پر حاضر ہے۔ خدا بندوں پر حاضر ہے اس لئے شہید ہے اور بندے مؤمنین، مقتولین فی سبیل اللہ اپنے اپنے مناسب اور اپنے اپنے مراتب اور درجات کے اعتبار سے محل کرامت پانے کے لئے اپنے رب کی بارگاہ میں حاضر ہیں۔ لہٰذا یہ شہید ہے تو مومن اس لئے شہید ہے کہ وہ رب کی بارگاہ میں حاضر ہے اور رب اس لئے شہید ہے کہ وہ اپنے بندوں پر حاضر ہے اور رسول بھی شہید ہیں۔ قرآن نے کہا۔

ویکون الرسول علیکم شهیدا (پارہ2)

رسول کے شہید ہونے کا مقصد کیا ہے تو میں آپ کو بتادوں کہ اُس کے شہید ہونے کا مقصد یہ ہے کہ ہم تو خُدا پر حاضر اور خُدا ہم پر حاضر اور رسول ہم پر بھی حاضر اور خدا پر بھی حاضر، رسول بندوں پر بھی حاضر ہے کیونکہ اگر بندوں پر حاضر نہ ہوتا تو خدا کے ہاں وہ گواہی کیسے دے گا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

فکیف اذا جئنا من کل امة بشهید و جئنا بك علی هولاء شهیدا (پارہ5)

ہر نبی اپنی امت پر شہید ہوتا ہے اور گواہ ہوتا ہے۔ اگر نبی اپنی امت اور اپنے غلاموں پر حاضر نہ ہو تو ان کی شہادت رب کی بارگاہ میں دے نہیں سکتا اور اگر وہ خدا پر حاضر نہ ہو تو اُس کی شہادت بندوں کے سامنے دے نہیں سکتا۔ اس لئے نبی خدا پر بھی حاضر ہے اور بندوں پر بھی حاضر ہے۔ خدا کی بات بندوں کو پہنچاتا ہے اور بندوں کی بات خدا کی بارگاہ میں عرض کرتا ہے۔ اور اسی بنا پر اُس کو شہید ہونے کا

منصب حاصل ہوتا ہے۔ قرآنِ کریم کی آیت اس مضمون کی طرف اشارہ کررہی ہے کہ "ویکون الرسول علیکم شہیدا" اور "فکیف اذا جئنا الخ"

بہر حال میں عرض کر رہا تھا کہ انبیائے کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام منصب نبوۃ پر جب فائز ہوتے ہیں تو انسانی تخلیق کے مقصد کی تکمیل کے لئے فائز ہوتے ہیں تو اس لئے اللہ تعالیٰ اس کام کو انجام دینے کے لئے اُنہیں کامل علم عطا فرماتا ہے اور اُن کا کامل علم ایسا ہوتا ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام کے متعلق فرمایا۔

وعلم ادم الاسماء کلها (پارہ1)

حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بارے میں فرمایا۔

وکذلك نری ابراهیم ملکوت السموت والارض (پارہ7)

اور اپنے حبیب حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں فرمایا۔

وعلمك ما لم تکن تعلم وکان فضل الله علیك عظیما (پارہ5)

میں عرض کر رہا تھا کہ کامل علم جب تک نہ ہو نبی منصب رسالت کے مطابق کام انجام نہیں دے سکتا اور نبی کے قویٰ اور نبی کا علم اگر کامل نہ ہو تو وہ ان تمام منصب کی تکمیل نہیں کر سکتا نبی کو اللہ تعالیٰ اتنی روحانی قوت عطا فرماتا ہے کہ وہ اپنی اُمت اور اپنے غلاموں کے قلوب کا تزکیہ کرتا ہے اگر نبی کی روحانیت اکمل نہ ہو، نبی کی روحانیت اقویٰ نہ ہو تو کیسے وہ ہمارا تزکیہ فرما سکتا ہے۔ قرآن نے کہا۔

لقد من الله علی المؤمنین اذ بعث فیهم رسولا من انفسهم یتلوا علیهم ایته ویزکیهم (پارہ4)

تو اس آیت میں صاف واضح ہے کہ اللہ تعالیٰ نبیوں کو اس لئے بھیجتا ہے اور اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کو اس لئے بھیجا کہ ہمارے نفس کا تزکیہ کریں۔ ہمارے باطن کو پاک کریں جب تک اُن کی روحانیت اتنی قوی نہ ہو کہ اُس کا اثر ہمارے باطن تک پہنچے تو کس طرح ہم پاک ہو سکتے ہیں۔

"وما علینا الا البلاغ المبین"

حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ علیہ

شانِ حبیب الرحمٰن

مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَا اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ

(پارہ 22، سورۂ احزاب رکوع 5)

محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) تم مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں ہاں اللہ کے رسول ہیں اور سب نبیوں کے پچھلے۔

یہ آیت کریمہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی صریح نعت ہے، اس کے متعلق چند امور قابلِ غور ہیں۔ اولاً تو شان نزول، دوم اس کے فائدے، تیسرے خاتم النبیین کے معنی اس آیت کا گزری ہوئی آیات سے تعلق وہ اس طرح کہ جب حضرت زینب کا نکاح حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے ہوا جس کا ذکر اس آیت سے پہلے کی آیت میں ہے۔

فلما قضی زید منها وطراز وجنا کها

پھر جب زید کی غرض ان سے نکل گئی تو ہم نے وہ تمہارے نکاح میں دے دی، حضرت زینب فخر فرمایا کرتی تھیں کہ سب بیویوں کا نکاح تو ان کے اہل قرابت کرتے ہیں اور میرا نکاح میرے رب نے عرش پر کیا، چونکہ حضرت زید ابن حارثہ رضی اللہ عنہ کو حضور علیہ السلام نے اپنا فرزند فرمایا تھا اور منہ بولا بیٹا بنایا تھا، اس لئے بعض کفار نے اعتراض کیا کہ حضور علیہ السلام نے اپنے فرزند کی بیوی سے نکاح کرلیا، اس اعتراض کا رب نے جواب دیا کہ یہ حرمت کے احکام تو نسبی فرزند کے لئے ہوتے ہیں، ہمارے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم تم میں سے کسی مرد کے باپ نہیں ہیں پھر ان کا کوئی فرزند کیوں کر ہوگا اور جب فرزند ہی نہیں تو اس کی بیوی حضور علیہ السلام کو کیونکر حرام ہوگی۔

اس آیت میں چند طرح سے نعت ثابت ہو رہی ہے۔ اولاً تو یہ کہ اعتراض ہو محبوب علیہ السلام پر اور جواب دے پروردگار، پھر یہ بھی نہیں کہ ان سے فرمایا جاتا کہ محبوب آپ کہہ دو۔ نہیں بلکہ خود جواب د جس کے معنی ہوئے کہ حبیب پر اعتراض کرنا یقیناً پروردگار پر اعتراض کرنا ہے۔ اسی لئے پہلے فرمایا گیا تھا زَوَّجْنٰكَهَا ہم نے آپ کا نکاح کر دیا، کہو آپ پر کون اعتراض کرتا ہے؟

دوسرے یہ کہ سارے قرآن کریم میں حضور علیہ السلام کو نام پاک سے کہیں یاد نہ فرمایا گیا۔ بلکہ صرف چار جگہ ایک تو یہاں دوسرے سورہ فتح میں "مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ" تیسرے سورہ محمد میں "بِمَا نُزِّلَ عَلٰی مُحَمَّدٍ" چوتھے "وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ" اس نام پاک کے آنے میں بہت سی مصلحتیں ہیں چار جگہ نام پاک آیا کہ لفظ محمد میں حرف بھی چار ہی ہیں۔ اللہ جانے چار میں کیا خصوصیات ہیں، میں نے ایک نعت میں دو شعر اسی مطلب کے عرض کئے ہیں اپنے دیوان سالک میں۔

چار رسل، فرشتے چار، چار کتب، دین چار
سلسلے دونوں چار چار، لطف ہے عجب چار میں
آتش و آب و خاک و باد سب کا انہیں سے ہے ثبات
چار کا سارا ماجرا، ختم ہے چار یار میں

کلمہ محمد حضور علیہ السلام کا اسم ذاتی ہے۔ اور باقی اسمائے طیبہ اسمائے صفائیہ جیسے کہ کلمہ اللہ خدا کا اسم ذاتی، باقی اسماء صفاتیہ ہیں مگر اس کلمہ محمد کو اللہ کے ساتھ بہت ہی مناسبت ہے۔ محمد میں حرف چار ہیں۔ اللہ میں بھی چار، محمد میں تشدید ایک، اللہ میں بھی ایک، مگر لفظ اللہ کی تشدید پر الف ہے اور یہاں نہیں جس سے معلوم ہوا کہ رب سلطان اور محمد رسول اللہ وزیر اعظم، پھر اللہ بولو تو دونوں لب علیحدہ علیحدہ ہو جاویں اور محمد بولو تو نیچے کا ہونٹ اوپر سے مل جاوے، جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ کی ذات بلند و بالا کہ ہم بندوں کی وہاں تک رسائی ناممکن مگر محمد رسول اللہ ان نیچوں کو اس بلند و بالا تک پہنچانے والے ہیں۔

ایک نکتہ ہے محمد کے نام میں۔ جس کو ہم نے اپنے دیوان میں اس شعر میں ادا کیا۔

تری ذات میں جو فنا ہوا وہ فنا سے نو کا عدد بنا
جو اسے مٹائے وہ خود مٹے وہ ہے باقی اس کو فنا نہیں

لفظ محمد کے عدد بانوے اور بانوے میں دہائی نو کی ہے اور نو کے عدد میں عجب تماشہ ہے کہ نو کو سارے پہاڑے میں گن جاؤ مگر نو ہی رہتا ہے۔ 9، 18، 27، 36، 45، 54، 63، 72، 81، 90۔ ان کے مکتوبی عددوں کو ملاؤ تو نو ہی بن رہے ہیں، اسی طرح ایک سے لے کر نو تک کی اکائیاں لو، جن کناروں کی اکائیاں ملاؤ گے تو نو ہی بنے گا، جیسے کہ 1 اور 8، 2 اور 7، 3 اور 6، 4 اور 5۔

لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ میں بارہ حروف ہیں۔ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ میں بھی بارہ حروف ہیں، اسی طرح ابوبکر صدیق اور عمر ابن الخطاب ابن عفان اور علی بن ابو طالب کے ان سب میں بارہ بارہ حروف ہیں۔ اس لفظ محمد میں بہت سی تاثیرات ہیں، اگر کسی کے فقط لڑکیاں ہوتی ہوں تو اپنی حاملہ بیوی کے شکم پر انگلی سے لکھ دیا کرے "مَنْ كَانَ فِي هٰذَا الْبَطْنِ فَاسْمُهٗ

مُحَمَّد" چالیس روز تک یہ عمل کیا جاوے، مگر شروع حمل ہو، تو انشاء اللہ لڑکا ہی پیدا ہوگا،
اور جس بچہ کا نام محمد ہو اس کا ادب واحترام کیا جاوے، اس نام کو بگاڑ کر نہ لیا جاوے،
غرضیکہ اس کے بہت سے آداب ہیں۔ (روح البیان)

محمد کے معنی ہیں ہر طرح تعریف کے لائق کہ اس میں نقص اور عیب کی گنجائش نہ ہو، جو ان کو محمد کہہ کر ان میں عیب نکالے وہ اپنے منہ سے خود جھوٹا ہے۔ اسی لئے کفار آپ کو مذمم کہہ کر بکواس کیا کرتے تھے، سرکار نے فرمایا کہ رب نے مجھے ان کی گالیوں سے بچالیا۔ کہ وہ مذمم برا کہتے ہیں اور ہم محمد ہیں۔ ﷺ۔ یا اس کے معنی ہیں سب کا سراہا ہوا، یعنی خالق بھی آپ کی تعریف فرماتا ہے اور ساری مخلوق بھی اور ہمیشہ آپ تعریف کیے ہوئے کہ دنیا کی آفرینش سے پہلے آپ کی تعریف شروع ہوئی اور قیامت تک بلکہ ہمیشہ آپ کی تعریف ہوتی رہے گی۔ اور ہر جگہ تعریف کیا ہوا عرش فرش، بحر و بر دشت و جبل ہر جگہ حضور کی تعریف ہے۔ محمد میں دو میم، ایک ح اور ایک دال ہے۔ دو میم سے مراد ملک دنیا و آخرت ہے، ح سے مراد رحمت اور دال سے مراد دائمی یعنی نبی ﷺ دونوں جہان کی دائمی رحمت۔ (دیکھو دلائل الخیرات شریف)

"اَبَا اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ" میں فرمایا گیا کہ تم میں سے کسی مرد کے باپ نہیں یعنی حضرت فاطمہ زہرا، رقیہ، کلثوم و زینب رضی اللہ عنہن کے والد ہیں۔ مرد کے باپ نہیں، رہے حضرت ابراہیم اور طیب و طاہر و قاسم رضی اللہ عنہم وہ بچپن شریف ہی میں وفات پا گئے ان کو مرد نہ کہا جائے گا۔ ایک فائدہ یہ بھی حاصل ہوا کہ کسی کو یہ حق نہیں ہے کہ حضور علیہ السلام کو باپ کہہ کر پکارے تو بھائی کہہ کر پکارنا بدرجہ اولیٰ حرام ہے۔

"خَاتَمَ النَّبِيِّين" میں فرمایا گیا کہ وہ اللہ کے رسول ہیں اور نبیوں میں سب سے پچھلے نبی خاتم ختم سے مشتق اور ختم کے معنی مہر کے بھی ہیں اور آخری کے بھی، بلکہ مہر کو بھی خاتم اسی واسطے کہتے ہیں کہ وہ مضمون کے آخر میں لگائی جاتی ہے یا یہ کہ جب کسی تھیلے پر مہر لگ گئی تو اب کوئی چیز باہر کی اندر اور اندر کی باہر نہیں جا سکتی اسی طرح یہ آخری مہر لگ چکی، باغ نبوت کا آخری پھول کھل چکا۔ خود حضور علیہ السلام نے "خَاتَمَ النَّبِيِّين" کے معنی فرمائے ہیں کہ "لا نبی بعدی" میرے بعد کوئی نبی نہیں اب جو شخص کسی طرح کا ظلی، بروزی، اصلی عارضی، مراقی، مذاقی، شرابی، افیونی، نبی حضور علیہ السلام کے بعد مانے وہ بے دین اور مرتد ہے۔

اسی طرح جو "خَاتَمَ النَّبِيِّين" کے معنی کرے بالذات نبی اور کسی نبی کا آنا ممکن جانے وہ مرتد ہے حضرت عیسی علیہ السلام بیشک تشریف لائیں گے، مگر وہ پہلے کے نبی ہوں گے نہ کہ بعد کے اور اب امتی کی حیثیت سے تشریف فرما ہوں گے۔ آخری فرزند کے معنی ہوتے ہیں کہ اس کے بعد کوئی فرزند پیدا نہ ہوا نہ کہ پہلے والے بھی وفات پا گئے۔ تو اگر چہ عیسیٰ علیہ السلام، حضرت خضر، حضرت ادریس حضرت الیاس علیہم

السلام کے زمانہ میں زندہ رہے اور اب بھی زندہ ہیں اور حضور علیہ السلام کی آمد پر سب کے احکام منسوخ ہو گئے۔ اب بعد میں نبوت نہ ملی، جیسے کہ آفتاب کے نکلنے پر جو تارا جس جگہ بھی ہوتا ہے۔ وہاں ہی چھپ جاتا ہے، خضر والیاس تو زمین پر زندہ ہیں۔ اور حضرت عیسیٰ وادریس علیہم السلام آسمانوں پر، مگر جہاں بھی جو تھے ان کے احکام وہاں ہی ختم ہو گئے۔

سب جگمگائے رات بھر چمکے جو تم کوئی نہیں

اگر ایک مجسٹریٹ دوسرے مجسٹریٹ کی کچہری میں گواہی دینے جاوے تو اگر چہ وہ اپنے حلقہ کا جج ہے مگر یہاں گواہ کی حیثیت سے حاضر ہوا ہے۔ اسی طرح حضرت عیسیٰ علیہ السلام اپنے زمانہ کے نبی ہیں۔ مگر اب جو آئیں گے سلطنت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم میں آئیں گے، نبوت کا ظہور نہ ہوگا۔

دوسرے یہ کہ نبوت کا تعلق ایک رب سے ہے، رفع درجات تقرب وغیرہ کا اور ایک مخلوق سے تبلیغ احکام کا تو جو قرب الٰہی ان کو حاصل ہو چکا ہے۔ وہ تو کبھی بھی زائل نہیں ہو سکتا ہے۔ مخلوق کو تبلیغ فرمانا وہ ختم ہو گیا اپنے احکام کی تبلیغ نہیں فرما سکتے۔ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام، حضرت خضر علیہ السلام سے ملاقات کرنے گئے تو فرمایا کہ اے موسیٰ آپ بنی اسرائیل کے نبی ہیں میرے کسی فعل پر اعتراض نہ کرنا۔ یعنی میں آپ کے حلقے میں نہیں، فرمایا بہت اچھا۔ اب جو کچھ کام خضر سے واقع ہوئے وہ دین موسیٰ کے سراسر خلاف تھے کہ بچہ کو گناہ سے پہلے ہی ختم کر دیا وغیرہ وغیرہ۔ مگر موسیٰ علیہ السلام ان پر اپنے احکام جاری نہ فرما سکے، آخر یہ کیوں؟ کیا نبی نہ رہے تھے، نبی تو تھے مگر یہاں تبلیغ نہ فرما سکتے تھے۔

اسی طرح حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور زمانہ محمدی کا حال ہے۔

سویڈن میں ایک قادیانی کو گولی مار کر مرزا قادیانی بنادیا:

سویڈن کے شہر مالو میں ایک قادیانی کو جو مقامی پوسٹ آفس میں ملازمت کرتا ہے، وہاں کے لوگوں نے (مسلمانوں نے نہیں) گولی مار کر مرزا قادیانی بنادیا۔ تفصیلات کے مطابق گولی اس کی آنکھ میں لگی جس سے وہ شدید زخمی ہو گیا، اس کی ایک آنکھ بالکل ضائع ہو چکی ہے، اگرچہ وہ شدید زخمی حالت میں زیرِ علاج ہے۔ دیکھنا یہ ہے کہ مرزا قادیانی کے پاس سوئے جہنم روانہ ہوتا ہے یا بچ جانے کی صورت میں مرزا قادیانی کی طرح نبی، مسیح یا مہدی ہونے کا دعویٰ کرتا ہے؟ کیونکہ وہ قادیانی کا آنکھ شریک بھائی ہو چکا ہے، اور یہی قادیانی کی جھوٹی نبوت کی بڑی پہچان ہے۔

علامہ قاری محمد ریاض احمد فاروقی

قرآن مجید اور ختم نبوت

رب کائنات نے جب گلشن ہستی کو آباد کیا تو اس میں ہنگامہ زندگی برپا کرنے کے لئے اپنی سب سے احسن تخلیق انسان کو اس میں بسایا اور اس کے ساتھ ساتھ انسانوں کی تعلیم و تربیت اور رشد و ہدایت کے لئے انبیائے کرام کو مبعوث فرمایا۔ یہ گراں قدر ہستیاں مختلف اوقات میں مختلف ادوار میں، مختلف مقامات پر تشریف لاتی رہیں اور انسانیت کی رہبری کا فریضہ عظیم سرانجام دیتی رہیں۔ نبوت کا یہ روشن سلسلہ ابوالبشر حضرت آدم علیہ السلام سے شروع ہوا۔ اور سید البشر جناب حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر ختم ہو گیا۔ اس بزم گیتی میں سب سے پہلے نبی آدم علیہ السلام اور سب سے آخری نبی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ آدم سے پہلے نبی کوئی نہیں اور خاتم کے بعد نبی کوئی نہیں۔ دین اسلام میں اس عقیدہ کو ''عقیدہ ختم نبوت'' کہا جاتا ہے۔ دین اسلام کی رفیع الشان عمارت اسی عقیدہ کی بنیاد پر کھڑی ہے۔ دین اسلام کا مرکز محور یہی عقیدہ ہے اور دین اسلام کی روح و جان یہی عقیدہ ہے۔ اس عقیدہ میں معمولی سی لچک یا جھول انسان کو ایمان کی رفعتوں سے گرا کر کفر کی پستیوں میں پٹخ دیتی ہے۔ عقیدہ ختم نبوت اس اہمیت و حیثیت کا حامل ہے کہ قرآن مجید ایک سو مرتبہ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کی ختم نبوت کا اعلان کر رہا ہے اور صاحب قرآن صلی اللہ علیہ وسلم دو سو دس مرتبہ سے زائد اپنی زبان نبوت سے اس عقیدہ کی حقانیت پر گواہی دے رہے ہیں۔

اب ہم قرآن پاک کی چند آیات بینات سے مسئلہ ختم نبوت ثابت کرتے ہیں۔

اعلان ختم نبوت:

رب العزت نے اپنے آخری نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو تخت ختم نبوت پر بٹھا کر آپ کے سر اقدس پر تاج ختم نبوت سجا کر اور کائنات کی فضاؤں میں ''خاتم النبیین'' کا پرچم لہرا کر آپ کی ختم نبوت کا اعلان یوں کر رہے ہیں۔

ما کان محمد ابا احد من رجالکم ولکن رسول اللہ وخاتم النبیین و کان اللہ بکل شیء علیماO

”وہ نہیں ہیں محمد ﷺ تمہارے مردوں میں سے کسی کے باپ لیکن آپ اللہ کے رسول اور تمام انبیاء کے ختم کرنے والے ہیں۔ اور ہے اللہ تعالیٰ ہر چیز کا جاننے والا۔“

جب ہم مندرجہ بالا آیت کی گہرائی میں جاتے ہیں تو پتہ چلتا ہے کہ زبان عرب میں خاتَم یا خاتِم کا لفظ جب کسی قوم یا جماعت کی طرف مضاف ہو تو اس کے معنی آخری اور ختم کرنے والا ہی ہوتے ہیں، اس کے علاوہ اور کوئی معنی نہیں ملتے۔ جیسا کہ عربی زبان کی سب سے ضخیم اور سب سے مستند لغت کی کتاب ”لسان العرب“ میں لکھا ہے۔

ختام القوم و خاتمهم و خاتمهم ختام القوم خاتم القوم (ت کے زیر سے)

اور خاتم القوم   اخرهم

لغت کی مشہور کتاب ”تاج العروس“ میں ہے کہ

ومن اسمائه عليه السلام الخاتم والخاتم وهو الذى ختم النبوة بمجمئه

اور حضور نبی کریم ﷺ کے ناموں میں سے خاتم اور خاتم ہے۔ اور وہ ذات اقدس ہے، جس نے آکر نبوت ختم کردی۔

خاتم کا مادہ ختم ہے۔ ختم کے لغوی معنی کسی چیز کو اس طرح بند کرنے کے ہیں کہ نہ اس کے اندر کی چیز باہر نکل سکے اور نہ باہر کی چیز اس کے اندر جاسکے۔ اس کے دوسرے معنی کسی چیز کو بند کر کے اس پر مہر لگانے کے ہیں جو اس بات کی علامت ہے کہ اس کے اندر سے نہ کوئی چیز باہر نکل سکتی ہے اور نہ کوئی باہر کی چیز اندر جاسکتی ہے۔

حضور خاتم الانبیاء ﷺ، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم، محدثین، مفسرین اور اکابرین امت رحمۃ اللہ علیہ نے خاتم النبیین کے معنی آخری نبی کے کئے ہیں کہ جن کے بعد اور کوئی نبی پیدا نہ ہو۔

تکمیل دین:

عرفات کا وسیع وعریض میدان تھا، حجۃ الوداع کا مبارک موقعہ تھا، جمعہ کا دن تھا، ختم نبوت کے تقریباً ایک لاکھ چوبیس ہزار پروانے جمع تھے۔ نبیوں کے سردار ختم نبوت کے تاجدار جناب محمد رسول اللہ ﷺ بھی ان پروانوں کے جھرمٹ میں جلوہ افروز تھے اور تاریخ میں انقلاب برپا کردینے والا خطاب فرمارہے تھے۔ انسانیت کو دستور حیات عطا کر رہے تھے کہ ملائکہ کے سردار اور وحی کے پیامبر جناب جبرائیل علیہ السلام یہ آیت لے کر حاضر ہوجاتے ہیں۔

اليوم اكملت لكم دينكم واتممت عليكم نعمتى ورضيت لكم الاسلام دينا

یہ آیت کریمہ اس بات کا اعلان تھا کہ دین اسلام ظاہری، باطنی، صوری، معنوی ہر لحاظ سے مکمل ہو چکا۔ نبوت کی نعمت پوری ہو چکی، قانون وشریعت کے معاملات طے ہو چکے۔ عقائد، اعمال، اخلاق، حکومت، سیاست، مکروہات ومستحبات اور حرام وحلال کے اصول بن چکے۔ تاریخ انبیاء شاہد ہے کہ جب بھی کوئی نیا دین آیا، اسے کوئی نیا نبی لے کر آیا۔ اب تکمیل دین کی وجہ سے کوئی نیا دین نہیں آتا تو کوئی نیا نبی بھی نہیں آئے گا۔ اس لئے تکمیل نبوت کے ساتھ تکمیل دین بھی ہوگئی۔ لہٰذا نبوت ورسالت آپ ﷺ پر ختم، دین آپ ﷺ پہ ختم، شریعت آپ ﷺ پہ ختم، سلسلہ وحی آپ ﷺ پہ ختم، آسمانی کتب آپ ﷺ پہ ختم، آپ ﷺ کا دین خاتم الادیان، آپ ﷺ کی شریعت خاتم الشرائع، آپ ﷺ کی کتاب خاتم الکتب، آپ ﷺ کی مسجد خاتم المساجد، آپ ﷺ کی نبوت ختم نبوت اور آپ ﷺ کی ذات اقدس خاتم النبیین ﷺ ہے۔

عالمگیر نبوت:

نبی کریم ﷺ سے قبل تشریف لانے والے سارے نبیوں کی نبوتیں محدود علاقے، محدود وقت اور محدود انسانوں کے لئے تھیں۔ کوئی نبی ایک گاؤں کے لئے نبی بن کر آیا، کوئی ایک قصبہ کے لئے نبی بن کر آیا، کوئی ایک شہر کے لئے نبی بن کر آیا اور کوئی ایک ملک کے لئے نبی بن کر آیا۔ لیکن جب آمنہ کے لال اور عبداللہ کے دریتیم جناب محمد کریم ﷺ کی باری آئی تو رب کائنات نے نبی کریم ﷺ کا تعارف یوں کرایا۔

قل یآ ایھا الناس انی رسول للہ علیکم جمیعا

”آپ کہہ دیجئے کہ اے لوگو میں تم سب کی طرف اللہ کا رسول ہوں۔“

نبوت محمدی کا دامن ساری کائنات کی وسعتوں کو اپنے اندر سمیٹے ہوئے ہے۔ نبوت محمدی کا بحر بیکراں زماں ومکاں کی قیود سے بالاتر ہے۔ آپ ﷺ کی نبوت ہر زماں کے لئے، ہر مکاں کے لئے، ہر جہاں کے لئے، اور ہر انسان کے لئے! کوئی رنگت، کوئی زبان، کوئی قومیت اور کوئی وطن آپ کی عالمگیر نبوت سے مستثنیٰ نہیں۔ خاتم النبیین ﷺ نبی ہیں ہر گورے کے لئے، ہر کالے کے لئے، ہر عجمی کے لئے، ہر عربی کے لئے، مشرق سے مغرب تک، شمال سے جنوب تک، تحت الثریٰ سے ثریا تک اور فرش سے عرش تک۔ غرضیکہ جہاں تک خدا کی خدائی ہے، وہاں تک مصطفیٰ ﷺ کی مصطفائی ہے۔

خدا یکتا الوہیت میں تو یکتا رسالت میں
کسی کو اب نبی ہونے کا دعویٰ ہو نہیں سکتا

نبوت محمدی کا آفتاب عالمتاب:

یایها النبی انا ارسلنك شاهدا و مبشرا و نذیرا و داعیا الی الله باذنه وسراجا منیرا

اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کو سراجا منیرا کے دلنواز نام سے پکارا ہے، یعنی روشنی دینے والا سورج، اس دلکش اور روح پرور نام سے مندرجہ ذیل دلنشیں حقائق ثابت ہوتے ہیں۔

1: جس طرح مادی سورج اپنے خالق کے بتائے ہوئے مقررہ راستہ پر حرکت کرتا ہے اور اپنی راہ سے نہیں بھٹکتا ورنہ کائنات کا نظام درہم برہم ہو جائے۔ اسی طرح ہادی برحق ﷺ اپنے مالک کے بتائے ہوئے صراط مستقیم پر گامزن رہے اور حق کا نور بکھیرتے رہے۔ نعوذ باللہ اگر آپ ﷺ ذرا بھی اپنے راستہ سے ہٹ جاتے تو کائنات میں مایوسی، ہولناکی اور کفر و ضلالت کے سائے پھیل جاتے۔

2: جس طرح سورج یوم آخر تک اس کائنات کو اپنی نورانی شعاعوں سے منور کرتا رہے گا اسی طرح نبوت کا آفتاب بھی قیامت تک اپنی ضیا پاشیاں کرتا رہے گا اور منزل کی تلاش میں سرگرداں مسافروں کو منزل تک پہنچاتا رہے گا اور ان کے قلب و نظر کو نور ایمان بخشتا رہے گا۔

3: اگر سورج نہ ہوتا تو نہ قوس قزح کے رنگ ہوتے، نہ چمکتے ہوئے ستارے اور دمکتا ہوا مہتاب ہوتا، نہ آسمان سے بارش کا مصفا پانی برستا، نہ گلستان میں بہار آتی۔ نہ پھل ہوتے، نہ سبزیاں، نہ درخت ہوتے نہ مہکتے پھول، نہ ہی حیوانات ہوتے اور نہ ہی انسانات، المختصر ثابت یہ ہوا کہ سورج پر انسانی حیات کا دارومدار ہے۔ اگر سورج کا وجود نہ ہو تو انسانی زندگی کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا۔

آؤ اہل دنیا! اپنے خالق و مالک کی بات بھی سن لو کہ مادی سورج کا مالک اپنے "سراجا منیرا" کے بارے میں کس اہم بات سے تمہارے کانوں کو نواز رہا ہے۔ حدیث قدسی ہے۔

لولاك لما خلقت الافلاك، لولاك ما خلقت الجنة، لولاك لما خلقت النار

"(اے میرے چہیتے اور لاڈلے رسول) اگر میں آپ کو پیدا نہ کرتا تو نہ زمین و آسمان ہوتے اور نہ کوئی مخلوق نہ جنت و جہنم پیدا ہوتے۔"

ذرا ایک فرق ذہن نشین کر لیجئے کہ رب العزت نے فرمادیا کہ اگر یہ "سراجا منیرا" نہ ہوتا تو یہ مادی سورج بھی نہ ہوتا۔ یہ مادی سورج جس کی روشنی میں ہم اپنی زندگی کا سفر طے کر رہے ہیں، اس سورج کو

بھی روشنی رسول اللہ ﷺ کی ذات بابرکات کے طفیل ملی ہے۔ جس طرح ہندوستان، پاکستان، افغانستان، ایران، یونان، جاپان، مصر، روس، امریکہ، افریقہ، مشرق، مغرب، شمال، جنوب کو روشن کرنے کے لئے صرف ایک ہی مادی سورج ہے۔ اسی طرح روحانیت کا نور بکھیرنے کے لئے صرف ایک ہی سراجاً منیرا ہے۔ جس کی روشنی سے دلوں سے کفر و ضلالت کے اندھیرے کافور ہو جاتے ہیں۔

مادی سورج اور حضور نبی کریم ﷺ کی نبوت کے سورج میں ایک نمایاں فرق ہے۔ مادی سورج طلوع ہوتا ہے اور چند گھنٹے روشن رہنے کے بعد شام کو غروب ہو جاتا ہے۔ لیکن آنحضرت ﷺ کی نبوت کا سورج قیامت تک غروب نہیں ہوگا۔ مادی سورج کو گرہن لگ جاتا ہے اور اس کی روشنی میں کمی واقع ہو جاتی ہے۔ لیکن آنحضرت ﷺ کے سورج کو نہ کبھی گرہن لگا ہے اور نہ قیامت تک لگے گا اور نہ ہی اس کی رخشندگی میں فرق پڑے گا۔

خورشید کے کاسے میں ترا صدقہ انوار
خیرات ترے نور کی کشکول قمر میں

معیار حق:

قد جاء کم من اللہ نور و کتب مبین O

تمہارے پاس آئی اللہ کی طرف سے روشنی (یعنی محمد ﷺ) اور کتاب مبین (یعنی قرآن مجید)

یہاں روشنی سے مراد نبی کریم ﷺ کی روشن شخصیت اور کتاب سے مراد قرآن مجید ہے۔

نبی خاتم محمد رسول اللہ ﷺ سے قبل جن انبیائے کرام پر آسمانی کتابیں اور صحیفے نازل ہوئے ان میں سے آج بھی کوئی آسمانی کتاب اور صحیفہ اپنی اصلی حالت میں موجود نہیں۔ ساری کتب اور صحائف دشمنان اسلام کے سفاک ہاتھوں سے تحریف و تبدل کا شکار ہو گئے۔ لیکن آخری نبی ﷺ پر نازل ہونے والی آخری کتاب کی حفاظت کا ذمہ رب ذوالجلال نے خود اٹھا لیا اور انسانیت کی راہنمائی کے لئے یہ کتاب قیامت تک اپنی حقیقی حالت میں موجود رہے گی۔ نبی آخر الزمان ﷺ سے پہلے مبعوث ہونے والے سارے نبیوں میں سے کسی بھی نبی کی تعلیمات اور سیرت مکمل طور پر موجود اور دستیاب نہیں۔ اکثریت کے تو نام ہی معلوم نہیں، صرف چند مشہور انبیائے کرام کی زندگی کے بارے میں چند اوراق مطالعہ کے لئے مل جاتے ہیں۔ لیکن خاتم النبیین ﷺ کی حیات طیبہ اور تعلیمات کا ہر ہر جز اور ہر ہر پہلو اپنی پوری درخشانی اور دلکشی کے ساتھ زندہ تابندہ ہے اور روز آخر تک انسانیت کے مطلع حیات پر سیرت مصطفیٰ ﷺ کا آفتاب اپنی ضوفشانیاں کرتا رہے گا اور انسانیت کے چہرے کو ضیا بخشتا رہے گا۔ کیونکہ

قرآن آخری کتاب اور صاحب قرآن آخری نبی ﷺ۔ اس لئے خدائے رحیم وکریم نے قرآن مجید اور صاحب قرآن کی سیرت کو محفوظ و مامون کر لیا اور رہتی دنیا تک آنے والے جن وانس کو مخاطب کر کے یہ اعلان کر دیا۔

قد جاء کم من الله نورو کتب مبین O

اور خود خاتم النبیین ﷺ نے حجۃ الوداع کے موقع پر عرفات کے میدان میں موجود اور آئندہ آنے والے انسانوں کو مخاطب کر کے رشد وہدایت کا یہ سرٹیفکیٹ عطا کر دیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا۔

"میں تم میں دو چیزیں چھوڑے جا رہا ہوں۔ جب تک ان کو تھام رکھو گے کبھی گمراہ نہیں ہو گے وہ دو چیزیں اللہ کا قرآن اور میری سنت ہے۔"

الحمد للہ! آج انسانیت کے پاس اللہ کے آخری نبی ﷺ پر نازل ہونے والی کتاب، اللہ کے آخری نبی ﷺ کی سنت مطہرہ اور اللہ کے آخری نبی ﷺ کی سیرت طیبہ رہبری اور راہنمائی کے لئے موجود ہے۔ اس لئے انسانیت کو قطعاً کسی نئے نبی کی ضرورت نہیں۔

کائنات کے باسیو! رب رحیم وکریم نے تمہیں ایسا رسول اعظم ﷺ عطا کر دیا جس کے بعد کسی رسول ﷺ کی ضرورت نہیں۔ وہ ایسی کتاب لے کر آیا جس کے بعد انسانیت کو کسی کتاب کی احتیاج نہیں۔ وہ ایسی شریعت لے کے آیا جس کے بعد انسانیت کسی شریعت کی محتاج نہیں۔ وہ ایسا نظام لے کے آیا جس کے سوا کسی نظام کو دوام نہیں۔ اس کا وجود چراغ فروزاں جو تیرہ و تار شبوں میں روشنیاں پھیلائے۔ اس کی ہستی وہ ابر رحمت جو بحر و بر، کوہ و دمن، نشیب و فراز، سب پر حیات بخش پانی کی بارش برسائے۔ اس کا جسم اطہر وہ خوشبو جو سارے عالم کے دماغوں کو مہکائے۔ اس کا سراپا وہ چشمہ شیریں جس سے ہر پیاسا اپنی تشنگی بجھائے، اسکی ذات وہ بہار جو دلوں کی وادیوں میں ایمان کے پھول کھلائے اور اس کی شخصیت "معلم اعظم" جو تمام زمانوں کے انسانوں کو تمام علوم پڑھائے اور انسانیت کو علم کے نور سے جگمگائے۔

تو آؤ اس گلشن ہستی کے رہائشیو! اس محسن انسانیت، قائد انسانیت، فخر انسانیت، اور باعث تخلیق انسانیت کے حضور نہایت ادب واحترام کے ساتھ زبان، ذہن و دل سے ہدیہ تبریک پیش کریں۔

ریاض خدا کا گل سر سبد	محمد ﷺ ازل ہے محمد ﷺ ابد
محمد ﷺ کہ حامد بھی محمود بھی	محمد ﷺ کہ شاہد بھی مشہود بھی
محمد ﷺ سراج، و محمد ﷺ منیر	محمد ﷺ بشیر و محمد ﷺ نذیر
محمد ﷺ کلیم و محمد ﷺ کلام	محمد ﷺ پہ لاکھوں درود و سلام

ڈاکٹر محمد سلطان شاہ
صدر شعبہ عربی وعلوم اسلامیہ جی سی یونیورسٹی، لاہور

ختمِ نبوت کے موضوع پر چہل حدیث

نوٹ: اس مضمون میں صحاحِ ستہ کی تمام احادیث "موسوعۃ الحدیث الشریف الکتب الستۃ" مطبوعہ دارالسلام للنشر والتوزیع الریاض، 2000، سے نقل کی گئی ہیں اور احادیث کے نمبرز اس کے مطابق ہیں۔

اللہ تعالیٰ جل مجدہ نے انسانیت کی راہنمائی کے لئے انبیاء ورسل کو مبعوث فرمایا اور اُن پر وحی نازل فرمائی تاکہ وہ اُلوہی پیغام پر عمل پیرا ہو کر اپنے امتیوں کے سامنے لائقِ تقلید نمونہ پیش کر سکیں۔ نبوت ورسالت کا یہ سلسلہ حضرت آدم علیہ السلام سے شروع ہوا اور حضرت محمد مصطفیٰ، احمد مجتبیٰ علیہ التحیۃ والثناء پر اختتام پذیر ہوا۔ خلاقِ عالمین نے اپنے محبوبِ مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو رحمۃ للعالمین کے لقب سے سرفراز فرمایا، جس کا مطلب یہ ہے کہ آپ ہر عالم کے لئے رحمتِ کبریا ہیں۔ اس کے علاوہ رب کریم نے حضور سید انام علیہ الصلوٰۃ والسلام پر دین مبین کی تکمیل فرما دی اور وحی جیسی نعمت کو تمام کر دیا اور اسلام جیسے عالمگیر (Universal)، ابدی (Eternal) اور متحرک (Dynamic) دین کو رہتی دُنیا تک کے لئے اپنا پسندیدہ دین قرار دے دیا۔ قرآن مجید میں حضور اکرم، نبی معظم، رسول مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے آخری نبی ہونے کا اعلان اس آیت مبارکہ میں کیا گیا:

مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَآ اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَ خَاتَمَ النَّبِيّٖنَ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ بِكُلِّ شَىْءٍ عَلِيْمًا۔ (سورۃ الاحزاب 33:40)

محمد صلی اللہ علیہ وسلم تمہارے مردوں میں کسی کے باپ نہیں، ہاں اللہ کے رسول ہیں اور سب نبیوں میں پچھلے، اور اللہ سب کچھ جانتا ہے۔

(بریلوی، احمد رضا خان، کنزالایمان فی ترجمۃ القرآن (لاہور: ضیاء القرآن پبلی کیشنز، صفحہ 509)

یہ نص قطعی ہے ختم نبوت کے اس اعلان خداوندی کے بعد کسی شخص کو قصرِ نبوت میں نقب زنی کی سعی لاحاصل نہیں کرنی چاہئے۔ اس آیت مبارکہ کی تفسیر میں مہبطِ وحی صلی اللہ علیہ وسلم کے بہت سے ارشادات

کتب احادیث میں ملاحظہ کئے جاسکتے ہیں۔ یہاں ایسی احادیث پر مبنی اربعین پیش کی جارہی ہے تاکہ منکرینِ ختم نبوت پر حق واضح ہوسکے اور یہ عمل اس حقیر پر تقصیر کے لئے نجاتِ اُخروی کا باعث ہو، کیونکہ محدثین کرام نے اربعین کی فضیلت میں روایات نقل فرمائی ہیں۔ حافظ ابی نعیم احمد بن عبداللہ الاصفہانی المتوفی 430ھ نے حلیۃ الاولیاء وطبقات الاصفیاء میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی یہ روایت درج کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

من حفظ علی اُمتی أربعین حدیثا ینفعهم الله عز وجل بها ، قیل له: أدخل من أی أبواب الجنة شئت۔

جس شخص نے میری اُمت کو ایسی چالیس احادیث پہنچائیں جس سے اللہ تعالیٰ عزوجل نے ان کو نفع دیا تو اُس سے کہا جائے گا جس دروازے سے چاہو جنت میں داخل ہو جاؤ۔

(الأصفهانی، أبی نعیم احمد بن عبداللہ، حلیۃ الأولیاء وطبقات الأصفیاء۔ مصر: مکتبۃ الخانجی بشارع عبدالعزیز ومطبعۃ السعادہ بجوار محافظہ، 1351ھ/1932ء)۔ 4:189

1:۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا:

مَثَلِیْ وَ مَثَلُ الْاَنْبِیَآءِ مِنْ قَبْلِیْ کَمَثَلِ رَجُلٍ بَنٰی بَیْتًا فَاَحْسَنَهٗ وَاَجْمَلَهٗ اِلَّا مَوْضِعَ لَبِنَةٍ مِنْ زَاوِیَةٍ فَجَعَلَ النَّاسَ یَطُوْفُوْنَ وَیَعْجَبُوْنَ لَهٗ وَیَقُوْلُوْنَ، هَلَّا وُضِعَتْ هٰذِهِ اللَّبِنَةُ ؟ قَالَ فَاَنَا اللَّبِنَةُ، وَاَنَا خَاتَمُ النَّبِیّٖنَ

میری اور مجھ سے پہلے انبیاء کی مثال ایسی ہے جیسے کسی شخص نے ایک گھر بنایا، اس کو بہت عمدہ اور آراستہ پیراستہ بنایا مگر ایک کونے میں ایک اینٹ کی جگہ چھوڑ دی، پس لوگ جوق در جوق آتے ہیں اور تعجب کرتے ہیں اور یہ کہتے ہیں یہ اینٹ کیوں نہیں لگا دی گئی۔ آپ نے فرمایا: وہ اینٹ میں ہوں اور میں انبیاء کرام کا خاتم ہوں۔

اسی مفہوم کی ایک اور حدیث مبارکہ حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ نے بھی روایت کی ہے۔

(صحیح البخاری، کتاب المناقب، باب خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم، حدیث 3534، 3535)

2:۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

نَحْنُ الْاٰخِرُوْنَ وَ نَحْنُ الْاَوَّلُوْنَ یَوْمَ الْقِیَامَةِ، وَنَحْنُ اَوَّلُ مَنْ یَدْخُلُ الْجَنَّةَ، بیداً اَنَّهُمْ اُوْتُوا الْکِتٰبَ مِنْ قَبْلِنَا وَ اُوْتِیْنَاهُ مِنْ بَعْدِهِمْ

ہم سب آخر والے روزِ قیامت سب سے مقدم ہوں گے اور ہم سب سے پہلے جنت میں داخل ہوں گے۔ حالانکہ ان (پہلے والوں) کو کتاب ہم سے پہلے دی گئی اور ہمیں ان سب کے بعد۔

(صحیح مسلم، کتاب الجمعۃ، باب ھدایۃ ھذہ الأمۃ لیوم الجمعۃ، حدیث، 1978، 1979، 1980، 1981، 1982)

3:۔ حضرت ابو حازم فرماتے ہیں کہ میں پانچ سال تک حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ رہا۔ میں نے خود سنا کہ وہ یہ حدیث بیان فرماتے تھے کہ نبی مکرم رسول معظم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے۔

كَانَتْ بَنُوْ اِسْرَائِيْلَ تَسُوْسُهُمُ الْاَنْبِيَاءُ، كُلَّمَا هَلَكَ نَبِيٌّ خَلَفَهُ نَبِيٌّ وَ اِنَّهُ لَا نَبِيَّ بَعْدِيْ، وَسَيَكُوْنُ خُلَفَاءُ فَيَكْثُرُوْنَ، قَالُوْا: فَمَا تَأْمُرُنَا؟ قَالَ: فُوْا بِبَيْعَةِ الْاَوَّلِ فَالْاَوَّلِ، اَعْطُوْهُمْ حَقَّهُمْ، فَاِنَّ اللّٰهَ سَائِلُهُمْ عَمَّا اسْتَرْعَاهُمْ

بنی اسرائیل کی سیاست خود ان کے انبیاء کرام کیا کرتے تھے۔ جب کسی نبی کی وفات ہو جاتی تھی تو اللہ تعالیٰ کسی دوسرے نبی کو ان کا خلیفہ بنا دیتا تھا لیکن میرے بعد کوئی نبی نہیں، البتہ خلفاء ہوں گے اور بہت ہوں گے۔ صحابہ کرام نے عرض کیا، اُن کے متعلق آپ کیا حکم دیتے ہیں۔ آپ نے فرمایا ہر ایک کے بعد دوسرے کی بیعت پوری کرو اور ان کے حق اطاعت کو پورا کرو، اس لئے کہ اللہ تعالیٰ اُن کی رعیت کے متعلق اُن سے سوال کرے گا۔

(صحیح البخاری، کتاب أحادیث الأنبیاء، باب ذکر عن بنی اسرائیل، حدیث 3455)

4:۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے انگشتِ شہادت اور بیچ کی انگلی کو ملا کر اشارہ کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

بُعِثْتُ اَنَا وَالسَّاعَةُ كَهَاتَيْنِ

میں اور قیامت اس طرح ملے ہوئے بھیجے گئے ہیں جس طرح یہ دونوں انگلیاں ملی ہوئی ہیں۔

(صحیح البخاری، کتاب التفسیر، سورۃ والنازعات، حدیث 4936، کتاب الطلاق، باب اللعان، حدیث 5301، کتاب الرقاق، باب قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم بعثت أنا والساعۃ کھاتین، حدیث 6503، 6504، 6505)

5:۔ امام مسلم نے تین اسناد سے یہ حدیث بیان کی ہے:

سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم، وَفِيْ حَدِيْثِ عُقَيْلٍ: قَالَ: قُلْتُ لِلزُّهْرِيِّ: وَمَا الْعَاقِبُ؟ قَالَ: الَّذِيْ لَيْسَ بَعْدَهُ نَبِيٌّ

میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا، عقیل کی روایت میں ہے زھری نے بیان کیا عاقب وہ ہے جس کے بعد کوئی نبی نہ ہو۔

(صحیح مسلم، کتاب الفضائل، باب فی أسمائه ﷺ، حدیث 6107)

6:۔ حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسولِ معظم، نبی مکرم ﷺ کا ارشادِ گرامی ہے:

إِنَّ لِي أَسْمَاءً، أَنَا مُحَمَّدٌ، وَأَنَا أَحْمَدُ، وَأَنَا الْمَاحِي يَمْحُو اللّٰهُ بِيَ الْكُفْرَ، وَأَنَا الْعَاشِرُ الَّذِي يُحْشَرُ النَّاسُ عَلٰى قَدَمَيَّ، وَأَنَا الْعَاقِبُ الَّذِي لَيْسَ بَعْدَهُ أَحَدٌ

بے شک میرے کئی اسماء ہیں، میں محمد ہوں، میں احمد ہوں، میں ماحی ہوں میری وجہ سے اللہ کفر کو مٹائے گا اور میں حاشر ہوں لوگوں کا حشر میرے قدموں میں ہوگا، اور میں عاقب ہوں اور عاقب وہ شخص ہے جس کے بعد کوئی نبی نہ ہو۔

(صحیح مسلم، کتاب الفضائل، باب فی أسمائه ﷺ، حدیث 6106)

7:۔ حضرت محمد بن جبیر اپنے والدِ گرامی حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

لِي خَمْسَةُ أَسْمَاءٍ أَنَا مُحَمَّدٌ، وَأَحْمَدُ، وَأَنَا الْمَاحِي الَّذِي يَمْحُو اللّٰهُ بِيَ الْكُفْرَ، وَأَنَا الْحَاشِرُ الَّذِي يُحْشَرُ النَّاسُ عَلٰى قَدَمِي، وَأَنَا الْعَاقِبُ

میرے پانچ نام ہیں۔ میں محمد ہوں، اور میں احمد ہوں اور ماحی ہوں یعنی اللہ تعالیٰ میرے ذریعے کفر کو مٹائے گا۔ میں حاشر ہوں یعنی لوگ میرے بعد حشر کئے جائیں گے اور میں عاقب ہوں۔ یعنی میرے بعد دُنیا میں کوئی نیا پیغمبر نہیں آئے گا۔

(صحیح البخاری، کتاب المناقب، باب ماجاء فی اسماء رسول اللہ ﷺ حدیث 3532۔ صحیح البخاری، کتاب التفسیر، باب من بعدی اسمہٗ احمد حدیث 4896)

8:۔ امام مسلم نے ثقہ راویوں کے توسط سے حضرت ابوموسیٰ الاشعری رضی اللہ عنہ سے یہ روایت نقل کی ہے:

كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ يُسَمِّي لَنَا نَفْسَهُ أَسْمَاءً، فَقَالَ أَنَا مُحَمَّدٌ، وَأَحْمَدُ، وَالْمُقَفِّي، وَالْحَاشِرُ، وَنَبِيُّ التَّوْبَةِ، وَنَبِيُّ الرَّحْمَةِ

رسول اللہ ﷺ نے ہمارے لئے اپنے کئی نام بیان کئے، آپ نے فرمایا، میں محمد ہوں اور احمد ہوں اور مقفی اور حاشر ہوں اور نبی التوبۃ اور نبی الرحمۃ ہوں۔

(صحیح مسلم، کتاب الفضائل، باب فی أسمائه ﷺ، حدیث 6108)

9:۔ حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے فرمایا:

أَنَا مُحَمَّدٌ، وَأَحْمَدُ، وَأَنَا الْمَاحِي الَّذِي يُمْحٰى بِيَ الْكُفْرُ، وَأَنَا الْحَاشِرُ الَّذِي يُحْشَرُ النَّاسُ عَلٰى عَقِبِي، وَأَنَا الْعَاقِبُ، وَالْعَاقِبُ الَّذِي لَيْسَ بَعْدَهُ نَبِيٌّ

میں محمد ہوں اور میں احمد ہوں، میں ماحی ہوں میری وجہ سے اللہ تعالیٰ کفر کو مٹادے گا، میں حاشر ہوں لوگوں کا میرے قدموں میں حشر کیا جائے گا، اور میں عاقب ہوں، اور عاقب وہ ہوتا ہے جس کے بعد کوئی نبی نہ ہو۔

(صحیح مسلم، کتاب الفضائل، باب فی اسمائہ ﷺ، حدیث 6105)

10:۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

كَيْفَ أَنْتُمْ إِذَا نَزَلَ ابْنُ مَرْيَمَ فِيكُمْ وَإِمَامُكُمْ مِنْكُمْ

اس وقت تمہاری کیا شان ہوگی جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا نزول ہوگا اور امام تم میں سے کوئی شخص ہوگا۔

(صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب بیان نزول عیسیٰ بن مریم حاکما بشریعۃ نبینا محمد ﷺ، حدیث 392)

11:۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا:

لَا تَقُومُ السَّاعَةُ حَتَّى يَقْتَتِلَ فِئَتَانِ فَيَكُونَ بَيْنَهُمَا مَقْتَلَةٌ عَظِيمَةٌ، دَعْوَاهُمَا وَاحِدَةٌ، وَلَا تَقُومُ السَّاعَةُ حَتَّى يُبْعَثَ دَجَّالُونَ كَذَّابُونَ قَرِيبًا مِنْ ثَلَاثِينَ، كُلُّهُمْ يَزْعُمُ أَنَّهُ رَسُولُ اللّٰهِ

قیامت اُس وقت تک قائم نہ ہوگی جب تک دو گروہ آپس میں نہ لڑیں، دونوں میں بڑی جنگ ہوگی اور دونوں کا دعویٰ ایک ہوگا اور قیامت اس وقت قائم نہ ہوگی جب تک تیس کے قریب جھوٹے دجال ظاہر نہ ہولیں۔ ہر ایک یہ کہے گا میں اللہ کا رسول ہوں۔

(صحیح بخاری، کتاب المناقب، باب علامات النبوۃ فی الاسلام، حدیث 3571)

12:۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور خیر الانام علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ارشادِ گرامی ہے:

لَمْ يَبْقَ مِنَ النُّبُوَّةِ إِلَّا الْمُبَشِّرَاتُ قَالُوا، وَمَا الْمُبَشِّرَاتُ قَالَ: الرُّؤْيَا الصَّالِحَةُ

نبوت میں سے (میری وفات کے بعد) کچھ باقی نہ رہے گا مگر خوش خبریاں رہ جائیں گی۔ لوگوں نے عرض کیا خوشخبریاں کیا ہیں؟ آپ نے فرمایا اچھے خواب۔

(صحیح بخاری، کتاب التعبیر، باب المبشرات، حدیث 6990)

13:۔ حضرت ابو اُمامہ الباہلی رضی اللہ عنہ سے مروی ایک روایت میں ہے کہ حضور ختمی المرتبت علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ایک خطبہ میں یہ الفاظ ارشاد فرمائے:

أَنَا آخِرُ الْأَنْبِيَاءِ، وَأَنْتُمْ آخِرُ الْأُمَمِ

میں آخری نبی ہوں اور تم آخری اُمت ہو۔

(سنن ابن ماجہ، أبواب الفتن، باب فتنۃ الدجال وخروج عیسیٰ ابن مریم وخروج یأجوج ومأجوج، حدیث 4077۔ المستدرک للحاکم حدیث 8621)

14:۔ حضرت عرباض بن ساریہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور خیر الانام علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا:

اِنِّی عَبْدُ اللّٰهِ وَ خَاتَمُ النَّبِيِّيْنَ

بے شک میں اللہ کا بندہ ہوں اور انبیاءِ کرام کا خاتم ہوں۔

(المستدرک للحاکم، تفسیر سورۃ الأحزاب، حدیث 3566۔ جلد 7، صفحہ 453۔ مسند احمد، حدیث عرباض بن ساریہ، جلد 4، صفحہ 127)

15:۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور خاتم الانبیاء علیہ التحیۃ والثناء نے ارشاد فرمایا:

نَحْنُ الْآخِرُوْنَ مِنْ اَهْلِ الدُّنْيَا، وَالْاَوَّلُوْنَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ، الْمُقْضِيُّ لَهُمْ قَبْلَ الْخَلَائِقِ

ہم (امتِ محمدیہ علیہ الصلوٰۃ والسلام) اہل دنیا میں سے سب سے آخر میں آئے ہیں اور روزِ قیامت کے وہ اولین ہیں جن کا تمام مخلوقات سے پہلے حساب کتاب ہوگا۔

(صحیح مسلم، کتاب الجمعۃ، باب ھدایۃ ھذہ الأمۃ لیوم الجمعۃ حدیث 1982)

16:۔ حضرت ضحاک بن نوفل رضی اللہ عنہ روای ہیں کہ حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا:

لَا نَبِيَّ بَعْدِيْ وَلَا اُمَّةَ بَعْدَ اُمَّتِيْ

میرے بعد کوئی نبی نہیں اور میری اُمت کے بعد کوئی اُمت نہیں ہوگی۔

(المعجم الکبیر للطبرانی، عن ضحاک بن رمل الجھنی، حدیث 8146، جلد 8، صفحہ 303)

17:۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روای ہیں کہ حضور ختمی المرتبت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

كُنْتُ اَوَّلَ النَّبِيِّيْنَ فِي الْخَلْقِ وَاٰخِرَهُمْ فِي الْبَعْثِ

میں خلقت کے اعتبار سے انبیاء کرام میں پہلا ہوں اور بعثت کے اعتبار سے آخری ہوں۔

(الفردوس بمأثور الخطاب للدیلمی، حدیث 4850، 3:282۔ حدیث 7190، 4:411)

18:۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے انہیں درود شریف کے یہ الفاظ سکھائے:

اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ صَلَاتَكَ وَرَحْمَتَكَ وَبَرَكَاتِكَ عَلٰى سَيِّدِ الْمُرْسَلِيْنَ، وَاِمَامِ الْمُتَّقِيْنَ وَ خَاتَمِ النَّبِيِّيْنَ، مُحَمَّدٍ عَبْدِكَ وَرَسُوْلِكَ اِمَامِ الْخَيْرِ، (وَقَائِدِ الْخَيْرِ، وَرَسُوْلِ الرَّحْمَةِ، اَللّٰهُمَّ ابْعَثْهُ مَقَامًا مَحْمُوْدًا يَغْبِطُهُ بِهِ الْاَوَّلُوْنَ

وَالْاٰخِرُوْنَ (اس کے بعد پورا درود ابراہیمی ہے)

الٰہی اپنا درود و رحمت اور برکات رسولوں کے سردار، متقیوں کے امام اور نبیوں کے خاتم محمد پر نازل فرما جو تیرے بندے اور رسول اور امام الخیر اور (قائد) الخیر اور رسول رحمت ہیں۔

الٰہی آپ ﷺ کو اس مقام محمود پر فائز فرما جس پر اولین و آخرین رشک کرتے ہیں۔

(سنن ابن ماجہ، ابواب اقامۃ الصلوٰۃ والسنۃ فیھا، باب ماجاء فی التشھد، حدیث 906)

19:۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے:

لَمَّا مَاتَ اِبْرَاهِيْمُ ابْنُ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ صَلَّى رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ وَقَالَ: اِنَّ لَهٗ مُرْضِعًا فِي الْجَنَّةِ ۔ وَلَوْ عَاشَ لَكَانَ صِدِّيْقًا نَبِيًّا۔

جب اللہ کے پیغمبر ﷺ کے صاحبزادے ابراہیم کا انتقال ہوا تو آپ ﷺ نے فرمایا: اس کے لئے جنت میں ایک دودھ پلانے والی (کا انتظام) ہے۔ اگر وہ زندہ رہتا تو سچا نبی ہوتا۔

(سنن ابن ماجہ، ابواب ماجاء فی الجنائز، باب ماجاء فی الصلاۃ علی ابن رسول اللہ ﷺ وذکروفاتہ، حدیث 1511)

20:۔ امام ابن ماجہ سے مروی روایت میں حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ کے بارے میں ہے:

مَاتَ وَهُوَ صَغِيْرٌ۔ وَلَوْ قُضِيَ اَنْ يَّكُوْنَ بَعْدَ مُحَمَّدٍ ﷺ نَبِيٌّ لَعَاشَ ابْنُهٗ، وَلٰكِنْ لَا نَبِيَّ بَعْدَهٗ

ابراہیم رضی اللہ عنہ کا انتقال ہوا جب وہ چھوٹے تھے۔ اگر فیصلہ (تقدیر) یہ ہوتا کہ حضرت محمد ﷺ کے بعد کوئی نبی ہو تو ان کا صاحبزادہ زندہ رہتا۔ لیکن آپ ﷺ کے بعد کوئی نبی نہیں ہے۔

(سنن ابن ماجہ، ابواب ماجاء فی الجنائز، باب ماجاء فی الصلاۃ علی ابن رسول اللہ ﷺ وذکروفاتہ، حدیث 1510)

21:۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے:

اَيُّهَا النَّاسُ اِنَّهٗ لَمْ يَبْقَ مِنْ مُبَشِّرَاتِ النُّبُوَّةِ اِلَّا الرُّؤْيَا الصَّالِحَةُ۔ يَرَاهَا الْمُسْلِمُ اَوْ تُرٰى لَهٗ

اے لوگو علاماتِ نبوت میں سے صرف رویائے صالحہ (سچا خواب) ہی باقی ہے جو مسلمان خود دیکھتا ہے یا اس کے لئے کوئی دیکھتا ہے۔

(سنن ابن ماجہ، ابواب تعبیر الرؤیا، حدیث 3899۔ صحیح مسلم، کتاب الصلوٰۃ، باب النھی عن قرآۃ القرآن فی الرکوع والسجود، حدیث 1074)

22:۔ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

خَلَّفَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ عَلِیَّ بْنَ اَبِیْ طَالِبٍ ، فِیْ غَزْوَۃِ تَبُوْكَ، فَقَالَ: یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! تَخَلِّفُنِیْ فِی النِّسَآءِ وَ الصِّبْیَانِ؟ فَقَالَ: اَمَا تَرْضٰی اَنْ تَكُوْنَ مِنِّیْ بِمَنْزِلَةِ هٰرُوْنَ مِنْ مُوْسٰی؟ غَیْرَ اَنَّهٗ لَا نَبِیَّ بَعْدِیْ

نبی کریم ﷺ نے غزوہ تبوک میں حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کو ساتھ نہیں لیا بلکہ گھر پر چھوڑ دیا تو انہوں نے عرض کیا، اے اللہ کے رسول ﷺ آپ نے مجھے عورتوں اور بچوں کے ساتھ چھوڑ دیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا۔ کیا تم اس پر راضی نہیں کہ تم میرے ساتھ ایسے ہو جاؤ جیسے ہارون، موسیٰ کے ساتھ لیکن میرے بعد نبوت نہیں۔

(صحیح مسلم، کتاب فضائل الصحابۃ، باب من فضائل علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ حدیث، 6218۔6221)

23:۔ ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ حضور خاتم الانبیاء علیہ التحیۃ والثناء نے ارشاد فرمایا:

قَدْ كَانَ یَكُوْنُ فِی الْاُمَمِ قَبْلَكُمْ، مُحَدَّثُوْنَ، فَاِنْ یَكُنْ فِیْ اُمَّتِیْ مِنْهُمْ اَحَدٌ فَاِنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ مِنْهُمْ، قَالَ: ابْنُ وَهْبٍ: تَفْسِیْرُ مُحَدَّثُوْنَ، مُلْهَمُوْنَ۔

تم سے پہلے پچھلی اُمتوں میں محدث تھے۔ اگر اس امت میں کوئی محدث ہوگا تو وہ عمر بن الخطاب ہیں۔ ابن وہب نے کہا محدث اس شخص کو کہتے ہیں جس پر الہام کیا جاتا ہو۔

(صحیح مسلم، کتاب فضائل الصحابۃ۔ باب من فضائل عمر رضی اللہ عنہ، حدیث 6204)

24:۔ حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا:

لَوْ كَانَ نَبِیٌّ بَعْدِیْ لَكَانَ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ

اگر میرے بعد کوئی نبی ہوتا تو وہ عمر بن خطاب ہوتے۔

(جامع ترمذی، ابواب المناقب، باب قولہ ﷺ "لو کان نبی بعدی لکان عمر" حدیث 3686)

25:۔ حضرت ام کرز الکعبیۃ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ انہوں نے حضور ختمی المرتبت ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا:

ذَهَبَتِ النُّبُوَّةُ وَ بَقِیَتِ الْمُبَشِّرَاتُ

نبوت ختم ہوگئی، صرف مبشرات باقی رہ گئے۔

(سنن ابن ماجہ، ابواب تعبیر الرؤیا، حدیث 3896)

26:۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فرمان ہے:

فَاِنِّیْ آخِرُ الْاَنْبِیَاءِ، وَاِنَّ مَسْجِدِیْ آخِرُ الْمَسَاجِدِ

بے شک میں آخر الانبیاء ہوں، اور میری مسجد آخر المساجد ہے۔
(صحیح مسلم، کتاب الحج، باب فضل الصلوٰۃ بمسجدی مکۃ والمدینۃ حدیث 3376)

27:۔ حضرت نعیم بن مسعود علیہ السلام راوی ہیں کہ حضور خاتم النبیین ﷺ نے اپنے بعد نبوت کا جھوٹا دعویٰ کرنے والوں کی اطلاع ان الفاظ میں دی:

لَا تَقُوْمُ السَّاعَةُ حَتّٰى يَخْرُجَ ثَلَاثُوْنَ كَذَّابًا كُلُّهُمْ يَزْعَمُ اَنَّهٗ نَبِيٌّ

قیامت اس وقت تک قائم نہ ہوگی جب تک تیس کذاب ظاہر نہ ہو جائیں جن میں سے ہر ایک کا دعویٰ یہ ہو کہ وہ نبی ہے۔ (ابن ابی شیبۃ فی مصنفہ، حدیث 37565، 503/7)

28:۔ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ حضور سید انام علیہ السلام نے اُن سے مخاطب ہو کر کہا:

يَا اَبَاذَرٍ اَوَّلُ الْاَنْبِيَاءِ اٰدَمُ وَاٰخِرُهٗ مُحَمَّدٌ

اے ابوذر! انبیاءِ کرام میں سے پہلے حضرت آدم علیہ السلام ہیں اور سب سے آخری حضرت محمد ﷺ ہیں۔ (الفردوس بماثور الخطاب للدیلمی، عن ابوذر، حدیث 85: 39/1)

29:۔ حضرت مصعب بن سعد اپنے والد حضرت سعد رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں:

اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ خَرَجَ اِلٰى تَبُوْكَ وَاسْتَخْلَفَ عَلِيًّا فَقَالَ: اَتُخَلِّفُنِیْ فِی الصِّبْيَانِ وَالنِّسَاءِ؟ قَالَ: اَلَا تَرْضٰى اَنْ تَكُوْنَ مِنِّیْ بِمَنْزِلَةِ هَارُوْنَ مِنْ مُوْسٰى اِلَّا اَنَّهٗ لَيْسَ نَبِیٌّ بَعْدِیْ

رسول اللہ ﷺ تبوک کی جانب روانہ ہوئے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کو اپنی جگہ چھوڑا تو انہوں نے عرض کیا: کیا آپ ﷺ مجھے بچوں اور عورتوں میں چھوڑے جا رہے ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا کیا تو اس پر راضی نہیں کہ تجھے مجھ سے وہی مناسبت ہو جو ہارون کو موسیٰ سے تھی۔ مگر یہ کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں۔ (صحیح البخاری، کتاب المغازی، باب غزوۃ تبوک، حدیث 4416)

30:۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور سید انام علیہ السلام نے ارشاد فرمایا:

فُضِّلْتُ عَلَى الْاَنْبِيَاءِ بِسِتٍّ اُعْطِيْتُ جَوَامِعَ الْكَلِمِ وَنُصِرْتُ بِالرُّعْبِ، وَاُحِلَّتْ لِیَ الْمَغَانِمُ، وَجُعِلَتْ لِیَ الْاَرْضُ طَهُوْرًا وَمَسْجِدًا، وَاُرْسِلْتُ اِلَى الْخَلْقِ كَافَّةً، وَخُتِمَ بِیَ النَّبِيُّوْنَ۔

مجھے تمام انبیاء کرام پر چھ باتوں میں فضیلت دی گئی اول یہ کہ مجھے جوامع الکلم دیئے گئے اور دوسرے یہ کہ رُعب سے میری مدد کی گئی۔ تیسرے میرے لئے غنیمت کا مال حلال کر دیا گیا۔ چوتھے میرے لئے تمام زمین پاک اور نماز پڑھنے کی جگہ بنا دی گئی۔ پانچویں میں

تمام مخلوق کی طرف نبی بنا کر بھیجا گیا ہوں۔ چھٹے یہ کہ مجھ پر انبیاء کا سلسلہ ختم کر دیا گیا۔
(صحیح مسلم، کتاب المساجد، باب المساجد و مواضع الصلاۃ، حدیث 1167)

31:۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا:
اِنَّ بَنِیْ اِسرَائِیْلَ کَانَتْ تَسُوْسُهُمْ اَنْبِیَاءُ هُمْ کُلَّمَا ذَهَبَ نَبِیٌّ خَلَفَهٗ نَبِیٌّ وَّاِنَّهٗ لَیْسَ کَائِنًا فِیْکُمْ نَبِیٌّ بَعْدِیْ
بنی اسرائیل کا نظام حکومت ان کے انبیاء کرام چلاتے تھے جب بھی ایک نبی رخصت ہوتا تو اس کی جگہ دوسرا نبی آجاتا اور بے شک میرے بعد تم میں کوئی نبی نہیں آئے گا۔
(ابوبکر عبداللہ بن محمد ابی شیبہ، امام، المصنف، جلد 15، صفحہ 58۔ کراچی: ادارۃ القرآن 1406ھ)

32:۔ حضرت سعد رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے ارشاد فرمایا:
اَمَا تَرْضٰی اَنْ تَکُوْنَ مِنِّیْ بِمَنْزِلَةِ هَارُوْنَ مِنْ مُوْسٰی غَیْرَ اَنَّهٗ لَا نَبِیَّ بَعْدِیْ
کیا تم اس پر راضی نہیں کہ تم میرے لیے ایسے ہو جیسے موسیٰ کے لئے ہارون تھے۔ مگر یہ کہ میرے بعد نبی کوئی نہیں ہے۔
(صحیح مسلم، کتاب فضائل الصحابۃ، باب من فضائل علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ، حدیث، 6218)

33:۔ حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ کی روایت کردہ حدیث میں ہے:
وَرَاَیْتُ الْخَاتَمَ عِنْدَ کَتِفِهٖ مِثْلَ بَیْضَةِ الْحَمَامَةِ یُشْبِهُ جَسَدَهٗ
اور میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے کندھے کے پاس کبوتر کے انڈے کے برابر مہر نبوت دیکھی جس کا رنگ جسم کے رنگ کے مشابہ تھا۔
(صحیح مسلم، کتاب الفضائل، باب فی اثبات خاتم النبوۃ، حدیث 6084)

34:۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں:
قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم بَیْنَا اَنَا نَائِمٌ اُتِیْتُ خَزَائِنَ الْاَرْضِ فَوُضِعَ فِیْ یَدَیَّ اُسْوَارَانِ مِنْ ذَهَبٍ فَکَبُرَا عَلَیَّ وَاَهَمَّانِیْ فَاُوْحِیَ اِلَیَّ اَنِ انْفُخْهُمَا فَنَفَخْتُهُمَا فَذَهَبَا فَاَوَّلْتُهُمَا الْکَذَّابَیْنِ الَّذَیْنِ اَنَا بَیْنَهُمَا صَاحِبَ صَنْعَاءِ وَصَاحِبُ الْیَمَامَةِ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں سویا ہوا تھا، میرے پاس زمین کے خزانے لائے گئے اور میرے ہاتھوں میں سونے کے دو کنگن رکھے گئے جو مجھے بہت بھاری لگے اور میں ان سے متفکر ہوا، پھر مجھے وحی کی گئی کہ میں ان کو پھونک مار کر اڑا دوں۔ میں نے پھونک ماری تو وہ

اڑ گئے۔ میں نے اس خواب یہ کہ تعبیر لی کہ میں دو کذابوں کے درمیان ہوں۔ ایک صاحب صنعاء ہے اور دوسرا صاحب یمامہ۔ (صحیح مسلم، کتاب الرؤیا، حدیث 5936)

35:۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ایک حدیث مبارکہ کے آخر میں ہے:

فَأَوَّلْتُهُمَا كَذَّابَيْنِ يَخْرُجَانِ مِنْ بَعْدِي فَكَانَ أَحَدُهُمَا الْعَنْسِيَّ صَاحِبَ صَنْعَاءَ وَالْآخَرُ مُسَيْلِمَةَ صَاحِبُ الْيَمَامَةِ

میں نے اس کی یہ تعبیر لی کہ میرے بعد دو جھوٹے شخصوں کا ظہور ہوگا۔ ایک ان میں سے صنعاء کا رہنے والا عنسی ہے دوسرا یمامہ کا رہنے والا مسیلمہ ہے۔

(صحیح مسلم، کتاب الرؤیا، حدیث 5818۔2274)

36:۔ حضرت وہب بن منبہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے ایک طویل حدیث کے ذیل میں روایت کرتے ہیں کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ قیامت کے دن حضرت نوح علیہ السلام کی امت کہے گی:

وَأَنَّى عَلِمْتَ هٰذَا يَا أَحْمَدُ وَأَنْتَ وَأُمَّتُكَ اٰخِرُ الْأُمَمِ

اے احمد! آپ کو یہ کیسے معلوم ہوا؟ حالانکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کی اُمت اُمتوں میں آخری ہیں۔

(المستدرک للحاکم، باب ذکر نوح النبی، حدیث 4017۔2،597)

37:۔ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے متعلق فرمایا:

أَنْتَ مِنِّي بِمَنْزِلَةِ هَارُوْنَ مِنْ مُوْسٰى إِلَّا أَنَّهُ لَا نَبِيَّ بَعْدِي

تم میرے لیے ایسے ہو جیسے موسیٰ علیہ السلام کے لئے ہارون علیہ السلام تھے۔ سنو بلا شبہ میرے بعد کوئی نبی نہیں ہے۔

اس روایت کی بابت راوی کے استفسار پر حضرت سعد نے فرمایا۔ "میں نے اس حدیث کو خود سُنا ہے۔" انہوں نے اپنی دونوں انگلیاں کانوں پر رکھیں اور کہا اگر میں نے خود نہ سُنا ہو تو میرے دونوں کان بہرے ہو جائیں۔

(صحیح مسلم، کتاب فضائل الصحابۃ، باب من فضائل علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ، حدیث 6095)

38:۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی روایت کردہ ایک طویل حدیثِ مبارکہ میں ہے:

بَيْنَ كَتِفَيْهِ خَاتَمُ النُّبُوَّةِ وَهُوَ خَاتَمُ النَّبِيِّيْنَ

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے دونوں شانوں کے درمیان مہرِ نبوت ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم آخری نبی ہیں۔

(جامع الترمذی، ابواب المناقب، باب وصف آخر من علی رضی اللہ عنہ، حدیث 3638)

39:۔ حضرت عامر اپنے والد حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا:

أَنْتَ مِنِّیْ بِمَنْزِلَةِ هَارُوْنَ مِنْ مُوْسىٰ، إِلَّا أَنَّهٗ لَا نَبِیَّ بَعْدِیْ

تم میرے ساتھ ایسے ہو جیسے ہارون موسیٰ کے ساتھ تھے مگر میرے بعد کوئی نبی نہیں ہو سکتا۔

(صحیح مسلم، کتاب فضائل الصحابۃ، باب من فضائل علی بن أبی طالب رضی اللہ عنہ حدیث 6217۔ سنن ابن ماجہ، کتاب السنۃ، باب فی فضائل أصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فضل علی بن أبی طالب رضی اللہ عنہ حدیث 121)

40:۔ علامہ علاء الدین علی المتقی نے ''کنز العمال فی سنن الاقوال والأفعال'' میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ قول رقم کیا ہے:

لا نبی بعدی ولا أمة بعد کم، فاعبد وا ربکم، وأقیموا خمسکم وصوموا شهر کم، واطیعوا ولاة أمر کم، أدخلوا جنة ربکم۔

میرے بعد کوئی نبی نہیں اور نہ ہی تمہارے بعد کوئی اُمت، پس تم اپنے رب کی عبادت کرو اور پنجگانہ نماز قائم کرو اور اپنے پورے مہینے کے روزے رکھو اور اپنے اولوالامر کی اطاعت کرو، (پس) اپنے رب کی جنت میں داخل ہو جاؤ۔

(علی المتقی الہندی کنز العمال فی سنن الأقوال والأفعال، حدیث: 43638، بیروت: موسوعۃ الرسالۃ، 1405ھ/1985ء جلد 15، صفحہ 947)

41:۔ علاء الدین علی المتقی نے ''کنز العمال فی سنن الاقوال والأفعال'' میں یہ حدیث نقل کی ہے:

لا نبوة بعدی الا المبشرات، الرویا الصالحة

(ایضاً، حدیث 41422، جلد 15، صفحہ 370)

42:۔ علامہ علاء الدین علی المتقی بن حسام الدین الہندی رحمۃ اللہ علیہ نے ''کنز العمال فی سنن الاقوال والأفعال'' میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل کیا ہے:

یایها الناس! انه لا نبی بعدی ولا امة بعد کم، الا! فاعبدوا ربکم وصلوا خمسکم، وصوموا شهر کم، وصلوا ار حامکم، وادوا زکاة اموالکم طیبة بها انفسکم، واطیعوا ولاة امر کم، تدخلوا جنة ربکم

اے لوگو میرے بعد کوئی نبی نہیں اور نہ ہی تمہارے بعد کوئی اُمت ہے۔ سنو! اپنے رب کی عبادت کرو اور پنجگانہ نماز پڑھو اور اپنے مہینے (رمضان) کے روزے رکھو اور اپنی رشتہ

داریاں جوڑو اور اپنے اموال کی زکوٰۃ خوشدلی سے ادا کرو اور اپنے الوالامر کی اطاعت کرو، تم جنت میں داخل ہو جاؤ گے۔

(علی المتقی الہندی کنز العمال فی سنن الأقوال والأفعال، حدیث: 43637، بیروت: موسوعۃ الرسالۃ، 1405ھ/1985ء جلد 15، صفحہ 947)

43:۔ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے امام احمد بن حنبل نے یہ حدیث مبارکہ نقل کی ہے کہ جب غزوہ تبوک کے موقع پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو اپنا جانشین مقرر فرمایا تو انہوں نے عرض کیا:

یا رسول الله، اتخلفنی فی الخالفة، فی النساء والصبیان؟ فقال: اما ترضی ان تکون منی بمنزلة هرون من موسی؟ قال: بلی یا رسول الله، قال: فادبر علی مسرعا کانی انظر الی غبار قدمیه یسطع، وقد قال حماد: فرجع علی مسرعا۔

یا رسول اللہ! کیا آپ مجھے پیچھے رہ جانے والوں میں (یعنی) عورتوں اور بچوں میں جانشین بنا رہے ہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: کیا تو اس بات سے خوش نہیں کہ تجھے مجھ س وہی نسبت ہو جو ہارون علیہ السلام کی موسیٰ علیہ السلام سے تھی؟ عرض کیا: یا رسول اللہ! کیوں نہیں؟ اُس (راوی) نے کہا: پس علی رضی اللہ عنہ تیزی سے مُڑے تو میں نے گویا ان کے قدموں کا غُبار اُڑتے دیکھا اور حماد نے کہا: پس علی تیزی سے مُڑے۔

(المسند للامام احمد بن حنبل، حدیث: 1490، احمد محمد شاکر (شرحہ وضع فہارسہ) مصر: دار المعارف 1374ھ/1955ء جلد 3، صفحہ 50)

44:۔ امام بیہقی نے السنن الکبریٰ میں، امام طحاوی نے مشکل الآثار میں، علامہ جلال الدین سیوطی نے الدر المنثور میں، علامہ علی المتقی الہندی نے کنز العمال میں امام ہیثمی نے مجمع الزوائد میں حضور ختمی المرتبت علیہ الصلوٰۃ والسلام کا یہ ارشاد گرامی نقل کیا ہے:

لا نبی بعدی ولا أمة بعد کم

میرے بعد کوئی نبی نہیں اور تمہارے بعد کوئی اُمت نہیں۔

(زغلول، ابو طاہر محمد السعید بن بسیونی، موسوعۃ اطراف الحدیث النبوی الشریف (بیروت: دار الفکر 1414ھ/1994ء) جلد 7، صفحہ 285)

حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ علیہ

خاتم النبیین

لفظ خاتم ختم سے بنا ہے جس کے لغوی معنی ہیں مہر لگانا۔ اصطلاح میں اس کے معنی ہیں تمام کرنا، ختم کرنا، کیونکہ مہر یا تو مضمون کے آخر پر لگتی ہے جس سے مضمون بند ہو جاتا ہے یا پارسل بند ہونے پر لگتی ہے۔ جب نہ کوئی شے اس میں داخل ہو سکے نہ اس سے خارج۔ اسی لئے تمام ہونے کو ختم کہا جاتا ہے۔
قرآن شریف میں یہ لفظ دونوں معنوں میں استعمال ہوا ہے چنانچہ رب تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔

خَتَمَ اللّٰهُ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ وَعَلٰى سَمْعِهِمْ (سورہ بقرہ 7)

اللہ تعالیٰ نے ان کفار کے دلوں اور کانوں پر مہر لگا دی۔

اَلْيَوْمَ نَخْتِمُ عَلٰى اَفْوَاهِهِمْ وَتُكَلِّمُنَا اَيْدِيْهِمْ وَتَشْهَدُ اَرْجُلُهُمْ بِمَا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ (سورہ یٰس 65)

آج ہم ان کے منہ پر مہر لگا دیں گے اور ہم سے ان کے ہاتھ بولیں گے اور ان کے پاؤں گواہی دیں گے جو وہ کرتے تھے۔

فَاِنْ يَّشَاِ اللّٰهُ يَخْتِمْ عَلٰى قَلْبِكَ (سورہ شوریٰ 24)

تو اگر اللہ چاہے تو آپ کے دل پر رحمت و حفاظت کی مہر لگا دے۔

يُسْقَوْنَ مِنْ رَّحِيْقٍ مَّخْتُوْمٍ خِتٰمُهٗ مِسْكٌ (سورہ مطففین 25-26)

نتھاری شراب پلائے جائیں گے جو مہر کی ہوئی ہے اس کی مہر مشک پر ہے۔

ان جیسی تمام آیتوں میں ختم بمعنی مہر استعمال فرمایا گیا ہے کہ جب کفار کے دل و کان پر مہر لگ گئی تو نہ باہر سے ایمان داخل ہو۔ نہ وہاں سے کفر باہر نکلے۔ یوں ہی جنت میں شرابا طہورا ایسے برتنوں سے پلائی جائے گی جن پر حفاظت کے لئے مہر ہے تاکہ کوئی توڑ کر نہ باہر سے کوئی آمیزش کر سکے نہ اندر سے کچھ نکال سکے۔ رب تعالیٰ فرماتا ہے۔

مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَآ اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ

(سورہ احزاب 40)

محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) تمہارے مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں لیکن اللہ کے رسول ہیں اور سب نبیوں میں پچھلے۔

اس جگہ خاتم عرفی معنی میں استعمال ہوا۔ یعنی آخری اور پچھلا۔ لہٰذا اب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی کو نبوت ملنا ناممکن ہے اس معنی کی تائید حسب ذیل آیات سے ہوتی ہے اوران آیتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم آخری نبی ہیں۔

اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ (سورۂ مائدہ 3)

آج میں نے تمہارے لئے دین مکمل کردیا اور اپنی نعمت (یعنی نبوت) تم پر پوری کردی۔

ثُمَّ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مُّصَدِّقٌ لِّمَا مَعَكُمْ لَتُؤْمِنُنَّ بِهٖ وَلَتَنْصُرُنَّهٗ

(سورۂ آل عمران 81)

پھر تشریف لائیں تمہارے پاس وہ رسول جو تمہاری کتابوں کی تصدیق کریں تو تم سب نبی ان پر ایمان لانا اوران کی مدد کرنا۔

وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ (سورہ آل عمران 144)

محمد صلی اللہ علیہ وسلم رسول ہی ہیں ان سے پہلے سارے رسول گذر چکے ہیں۔

فَكَيْفَ اِذَا جِئْنَا مِنْ كُلِّ اُمَّةٍۭ بِشَهِيْدٍ وَّجِئْنَا بِكَ عَلٰى هٰۤؤُلَآءِ شَهِيْدًا

(سورۂ نساء 41)

تو کیسا ہوگا جب ہم ہر امت سے ایک گواہ لائیں گے اور اے محبوب آپ کو ان سب پر گواہ ونگہبان لائیں گے۔

ان آیتوں سے تین باتیں معلوم ہوئیں۔ ایک یہ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا دین مکمل ہے۔ اور دین کے مکمل ہوچکنے کے بعد کسی نبی کی ضرورت نہیں۔ دوسرے یہ کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم تمام نبیوں کی تصدیق کرتے ہیں کسی نبی کی بشارت یا خوشخبری نہیں دیتے۔ اور پچھلے نبی کی تصدیق ہوتی آئندہ کی بشارت۔ اگر آپ کے بعد کوئی اور نبی ہوتا۔ تو اس کے بشیر بھی ہوتے تیسرے یہ آپ سارے پیغمبروں اوران کی امتوں پر گواہ ہیں۔ لیکن کوئی نبی حضور کا گواہ یا حضور کی امت کا گواہ نہیں۔ جس سے معلوم ہوا کہ آپ کے بعد کوئی نبی نہیں چوتھے یہ کہ سارے نبی آپ سے پہلے گذر چکے کوئی باقی نہ رہا۔

مرزائی اعتراض:

خاتم النبیین کے معنی ہیں نبیوں سے افضل جیسے کہا کرتے ہیں فلاں شخص خاتم الشعراء یا خاتم

المحدثین ہے اس کے معنی یہ نہیں ہیں کہ شاعروں یا محدثوں میں آخری شاعر یا آخری محدث ہے بلکہ محدثوں میں افضل ہے نبی ﷺ نے حضرت عباس رضی اللہ عنہ کو فرمایا۔ ''اَنْتَ خَاتِمُ الْمُهَاجِرِیْنَ'' تم مہاجرین میں خاتم یعنی افضل ہو نہ یہ معنی کہ آخری مہاجر ہو کیونکہ ہجرت تو قیامت تک جاری رہے گی۔ لہذا آپ کے بعد نبی آسکتے ہیں۔ ہاں آپ سب سے افضل ہیں۔ اور خاتم النبیین کے معنی یہی ہیں۔

جواب:

خاتم ختم سے بنا ہے۔ جس کے معنی افضل نہیں۔ ورنہ ''خَتَمَ اللّٰهُ عَلٰی قُلُوْبِهِمْ'' کے معنی یہ ہوتے کہ اللہ نے کافروں کے دل افضل کر دیئے۔ جب ختم میں افضلیت کے معنی نہیں۔ تو خاتم میں جو اس سے مشتق ہے یہ معنی کہاں سے آگئے۔ لوگوں کا کسی کو خاتم الشعراء کہنا مبالغہ ہوتا ہے۔ گویا اب اس شان کا شاعر نہ آئے گا۔ کہا کرتے ہیں فلاں پر شعر گوئی ختم ہوگئی۔ رب تعالیٰ کا کلام مبالغہ اور جھوٹ سے پاک ہے۔ حضرت عباس رضی اللہ عنہ ان مہاجرین میں ہیں جنہوں نے مکہ مکرمہ سے مدینہ منورہ کی طرف ہجرت کی۔ آپ آخری مہاجر ہیں۔ کیونکہ ان کی ہجرت فتح مکہ کے دن ہوئی جس کے بعد یہ ہجرت بند ہوگئی۔ لہذا وہاں بھی خاتم آخر کے معنی میں ہیں سرکار نے فرمایا۔ ''لَا هِجْرَةَ بَعْدَ الْيَوْمِ'' آج کے بعد اب مکہ سے ہجرت نہ ہوگی اگر وہاں خاتم کے معنی افضل ہوں۔ تو لازم آئے گا۔

حضرت عباس رضی اللہ عنہ نبی ﷺ سے بھی افضل ہو جائیں۔ کیونکہ حضور بھی مہاجر ہیں۔

مرزائی اعتراض:

اگر حضور ﷺ آخری نبی ہیں تو پھر عیسیٰ علیہ السلام کیوں آپ کے بعد آئیں گے۔ آخری نبی کے بعد کوئی نبی نہ چاہئے؟

جواب:

آخری نبی کے معنی یہ ہیں کہ آپ کے زمانہ یا آپ کے بعد کوئی نبی باقی نہ رہے۔ آخری اولاد کے معنی یہ ہیں کہ پھر کوئی بچہ پیدا نہ ہو۔ نہ یہ کہ پچھلے سب مر جائیں۔ نیز حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا تشریف لانا اب نبی کی حیثیت سے نہ ہوگا۔ بلکہ حضور کے امتی کی حیثیت سے یعنی وہ اپنے وقت کے نبی ہیں اور اس وقت کے امتی۔ جیسے کوئی جج دوسرے جج کی کچہری میں گواہی دینے کے لئے جائے تو وہ اگرچہ اپنے علاقہ میں جج ہے مگر اس علاقہ میں گواہ۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام، حضرت محمد ﷺ کے علاقہ میں ان کے دین کی نصرت و مدد کرنے تشریف لائیں گے۔

علامہ ڈاکٹر محمد اشرف آصف جلالی

ختم نبوت

رسول اکرم ﷺ کی رسالت و نبوت کو تسلیم کرنا' ایمان کیلئے اساس کی حیثیت رکھتا ہے۔ ایمان تب مکمل ہوتا ہے جب رسول اکرم ﷺ کو محض نبی یا رسول ہی نہ مانا جائے بلکہ آپ کو خاتم النبیین بھی تسلیم کیا جائے۔

خالق کائنات جل جلالہٗ نے انسانیت کی ہدایت کیلئے نبوت و رسالت کا جو سلسلہ شروع کیا تھا اُس کے آخر میں ہمارے آقا اور تمام رسولوں کے قائد حضرت محمد مصطفےٰ ﷺ کو ختم نبوت کا تاج پہنا کر بھیجا۔ آپ پر نبوت کا سلسلہ بند ہو گیا۔

آپ کے بعد کسی لحاظ سے کوئی شخص بھی نبی نہیں ہو سکتا ہے جو بھی ایسا دعویٰ کرے گا وہ جھوٹا' کذاب اور دجال ہوگا۔ اُمت مسلمہ پر اُس کا انکار لازم اور اُس کے خلاف جہاد کرنا ضروری ہے۔

ختم نبوت اُمت کا اجماعی عقیدہ ہے اور اس معنی کے لحاظ سے اجماعی عقیدہ ہے کہ رسول اکرم ﷺ کی آمد کے بعد زمانہ کے لحاظ سے کسی معنی میں بھی کوئی نبی نہیں ہو سکتا۔ ظلی' بروزی اور نہ کسی اور حیثیت میں وہ نبی بن سکتا ہے۔ رسول اکرم ﷺ آخری نبی ہیں۔

خاتم النبیین کے معنی میں وقت کے لحاظ سے آخری ہونا ایک اہم جزو ہے۔ اس لحاظ سے آپ آخری نبی ہیں، آپ کے بعد کسی نبی کی کوئی گنجائش باقی نہیں ہے۔ اُمت نے ہمیشہ ان لوگوں کے خلاف جہاد کیا اور اُن سے صفحۂ ہستی کو پاک کیا' جنہوں نے ختم نبوت کے اس معنی کو تسلیم کرنے سے انکار کیا۔

خالق کائنات جل جلالہٗ نے قرآن مجید کے متعدد مقامات پر اس حقیقت کو بیان کیا لہذا ختم نبوت کا منکر پکا کافر ہے اور دائرہ اسلام سے خارج ہے ہمارے ہاں اس فتنے کا نام قادیانیت ہے۔ اُن کو احمدی بھی کہتے ہیں' مرزائی بھی کہتے ہیں اور بعض اُن کو غلامیہ بھی کہتے ہیں۔

جو جھوٹا مدعی نبوت ہے اُس پر اُس کے سب ماننے والوں پر حکم کفر کا ہے' ہر لحاظ سے ان سے اجتناب ضروری ہے، ان کی تکفیر کا عقیدہ رکھنا ایمان کیلئے لازمی ہے۔

قرآن مجید میں خالق کائنات جل جلالہٗ نے ارشاد فرمایا ہے:

مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَآ اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَ خَاتَمَ النَّبِيّٖنَ وَ كَانَ

اللّٰہ بِکُلِّ شَیْءٍ عَلِیْماً۔ (پ۲۲ سورہ احزاب آیت نمبر۴۰)

Muhammad is not the father of any of your men, yes He is the Messenger of Allah and the last one among all the Prophets And Allah knows all things.

(ترجمہ: محمد تمہارے مردوں میں کسی کے باپ نہیں، ہاں اللہ کے رسول ہیں اور سب نبیوں میں پچھلے، اور اللہ سب کچھ جانتا ہے)

خالق کائنات جل جلالہٗ نے اس مقام پر بڑے خوبصورت انداز میں ختم نبوت کا مسئلہ بیان کیا ہے۔ ہم اس کے نکات پر گھنٹوں بحث کرتے رہتے ہیں لیکن آج کی گفتگو کا انداز کچھ اور ہے۔

آج محاسبہ قادیانیت کے لحاظ سے قرآن مجید کی آیات پیش کروں گا اور اُن پر مختصر تبصرہ کرتے ہوئے اپنی گفتگو کو آگے بڑھاؤں گا۔

اس بات کو واضح کیا جائے گا کہ ختم نبوت محض ایک آیت کا ہی سبق نہیں بلکہ قرآن مجید کی درجنوں آیات قادیانیت کے ردّ میں موجود ہیں۔ بندہ ناچیز تو یہ کہتا ہے کہ قرآن مجید کے ہر لفظ سے قادیانیت کا ردّ اور ختم نبوت کا اثبات کیا جاسکتا ہے۔

رسول اکرم ﷺ کی ختم نبوت کا معنی بیان کرتے ہوئے حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے بڑی حسین بات لکھی۔

گفتہ اند معنی خاتم النبیین آں است کہ رب العزت نبوت ہمہ انبیاء جمع کرد و دل مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم را معدن آن کرد و مہر بر آں نہاد تا ہیچ دشمن بموضع نبوت راہ نیافت نہ ہوائے نفس نہ وسوسہ شیطان

حضرت شیخ فرماتے ہیں کہ خاتم النبیین کا معنی محققین نے یہ بیان کیا ہے کہ خالق کائنات جل جلالہٗ نے تمام انبیاء علیہم السلام کی نبوت جمع کر کے رسول اکرم ﷺ کے مبارک دل میں رکھ دی اور آپ کے دل کو اُس نبوت کیلئے معدن قرار دے دیا۔ نبوت کو دل میں رکھنے کے بعد مہر لگا دی تا کہ کسی دشمن کو نبوت کی چوری کی توفیق نہ ہو سکے، نبوت کی چوری کی طرف اُس کو راستہ نہ مل سکے۔ شیطان کے وسوسے اور نہ ہی نفس کی خواہش کو راستہ ملے۔

رسول اکرم ﷺ کی ختم نبوت کو عمومی طور پر بیان کیا جاتا ہے یعنی ختم رسالت اور ختم نبوت کیلئے ختم نبوت کے الفاظ کو ہی بولا جاتا ہے۔

اس کی وجہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں اس خصوصی مقام پر خاتم النبیین کا لفظ بولا اور خاتم

المرسلین کا لفظ نہیں بولا۔

مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَا اَحَدٍ مِنْ رِّجَالِكُمْ وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَ خَاتَمَ النَّبِيّٖنَ

اللہ تعالیٰ نے ذکر تو دونوں منصبوں یعنی نبوت اور رسالت کا کیا لیکن ختم کے لحاظ سے یہ فرمایا کہ وہ خاتم النبیین ہیں۔ اس واسطے عرف عام میں لفظ ختم نبوت بولا جاتا ہے۔ اگرچہ حضور اکرم ﷺ کے بعد نبی بھی کوئی نہیں ہوسکتا اور رسول بھی کوئی نہیں ہوسکتا لیکن عمومی طور پر ختم نبوت اس آیت کی وجہ سے بولا جاتا ہے۔ آیت کریمہ میں اس کے بولنے کی حکمت یہ ہے کہ خالق کائنات جل جلالہٗ کمال طریقے سے رسول اکرم ﷺ کے بعد کسی نبی کے آنے کی گنجائش کی نفی کرنا چاہتا تھا' اُس نے مبالغہ اور تاکید کے ساتھ اس مطلب کو بیان فرمادیا ہے۔ اس لئے ہمارے ہاں منطق میں ایک قانون ہے کہ عام کی نفی سے خاص کی نفی ہوجاتی ہے لیکن خاص کی نفی سے عام کی نفی نہیں ہوتی

ایک ہے نبی ہونا اور ایک ہے رسول ہونا۔ نبوت عام ہے اور رسالت خاص ہے۔ نبی بڑھتا ہے تو رسول بن جاتا ہے۔ اس طرح کہ جو بھی رسول ہوتا ہے وہ نبی ضرور ہوتا ہے لیکن یہ ضروری نہیں کہ جو بھی نبی ہو وہ رسول بھی ہو' کبھی ہوتا ہے اور کبھی نہیں ہوتا۔

اس کی مثال اس طرح سمجھی جاسکتی ہے۔ ایک ہے سندھی ہونا اور ایک ہے پاکستانی ہونا۔ پاکستانی ہونا عام ہے اور سندھی ہونا خاص ہے۔ اگر یہ کہا جائے کہ فلاں شخص سندھی نہیں تو اُس کے پاکستانی ہونے کی نفی نہیں ہوتی۔ ہم کہتے ہیں کہ وہ سندھی نہیں تو ہوسکتا ہے وہ پنجابی ہو' بلوچی ہو۔ لیکن جس وقت ہم یہ کہیں گے کہ وہ پاکستانی نہیں تو اس سے سب کی نفی ہوجائے گی کہ وہ بلوچی بھی نہیں' پنجابی بھی نہیں' عام کی نفی سے خاص کی نفی ہوجاتی ہے لیکن خاص کی نفی سے عام کی نفی نہیں ہوتی۔

اگر رسول اکرم ﷺ کی شان کو بیان کرتے ہوئے یہ کہا جائے کہ رسول اکرم ﷺ تم میں سے کسی کے باپ نہیں، وہ اللہ کے رسول ہیں اور وہ خاتم المرسلین ہیں تو یہ وہم پڑسکتا تھا کہ آپ کے بعد کوئی رسول تو نہیں ہوسکتا، شاید کوئی نبی ہوسکتا ہے لیکن اللہ تعالیٰ نے اس انداز میں بیان کیا کہ آپ خاتم النبیین ہیں' آپ کے بعد کوئی نبی نہیں ہوسکتا۔ جب نبوت کی نفی ہوگی تو رسالت کی تو بطریق اولیٰ نفی ہوجائے گی، جب آپ کے بعد کوئی نبی نہیں ہوسکتا تو وہ رسول کس طرح ہوسکتا ہے۔ اس انداز میں مبالغے کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے نفی کرنے کیلئے یہ عام کی نفی فرمادی تاکہ اس کے ذریعے سے خاص کی نفی خود بخود ہوجائے۔

خاص کی نفی کی جاتی تو پھر عام کی گنجائش باقی رہتی لیکن اللہ تعالیٰ نے ابتداءً ہی عام کی نفی فرمادی۔ اللہ تعالیٰ نے فرمادیا کہ آپ کے بعد کوئی نبی ہی نہیں ہوسکتا تو اب طریق اول واضح ہوگیا کہ جب نبی کی گنجائش نہیں تو رسول کی گنجائش کس طرح پیدا ہوسکتی ہے۔

یعنی خالق کائنات جل جلالہٗ نے کمال طریقے سے اس ختم نبوت کے مضمون کو واضح کیا ہے۔

قرآن مجید میں آیات کے لحاظ سے جس وقت ہم دیکھتے ہیں تو ہمیں درجنوں آیات ایسی نظر آتی ہیں جو رسول اکرم ﷺ کی ختم نبوت کو واضح کرتی ہیں۔ آج میں آپ کے سامنے تیس ۳۰ آیات پیش کرنے کی سعادت حاصل کر رہا ہوں، جن میں اللہ تعالیٰ نے رسول اکرم ﷺ کی ختم نبوت کو بیان فرمایا۔

پہلی آیت:

مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَا اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَ خَاتَمَ النَّبِيّٖنَ وَ كَانَ اللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْماً۔ (پ۲۲ سورۃ الاحزاب، آیت ۴۰)

اس کی وضاحت پیچھے ہو چکی۔

دوسری آیت:

قُلْ يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ اِنِّيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَيْكُمْ جَمِيْعاً

(پ۹ سورۃ الاعراف آیت ۱۵۸)

اے میرے نبی ﷺ آپ یہ ارشاد فرما دیں۔ اے لوگو! میں تم سب کی طرف اللہ تعالیٰ کا رسول بن کے آیا ہوں۔

الناس کے ساتھ جو خطاب ہے یہ اُن لوگوں کیلئے بھی تھا جو دو صدیاں بعد میں پیدا ہونے والے تھے ۔اُن کیلئے بھی تھا جو دس صدیاں بعد میں پیدا ہونے والے تھے' اُن کیلئے بھی تھا جو قیامت تک آنے والے ہیں، سب کو الناس سے بیان کر دیا گیا اور رسول اکرم ﷺ کو حکم دے دیا گیا کہ آپ قیامت تک کے آنے والے لوگوں کیلئے اور جمیع انسانیت کیلئے اعلان کر دیں کہ مجھے میرے خدا نے ایک دو صدیوں کا ہی رسول نہیں بنایا' قیامت تک کی ساری انسانیت کا رسول بنایا ہے۔

اس آیت نے بعد میں کسی نبی کے آنے کی گنجائش بالکل ختم کر دی۔ رسول اکرم ﷺ کو جمیع انسانیت کیلئے رسول بنا کر بھیج دیا گیا ہے۔

تیسری آیت:

تَبَارَكَ الَّذِيْ نَزَّلَ الْفُرْقَانَ عَلٰى عَبْدِهٖ لِيَكُوْنَ لِلْعَالَمِيْنَ نَذِيْراً

(پ۱۸ سورۃ الفرقان، آیت ۱)

: بڑی برکت والا ہے وہ کہ جس نے اُتارا قرآن اپنے بندے پر جو سارے جہان کو ڈر سنانے والا ہو۔

وہ رب بڑی برکت والا ہے جس نے قرآن کو اپنے عبد خاص پہ نازل کیا۔

کس لئے؟ لِيَكُونَ لِلْعَالَمِينَ نَذِيرًا

تا کہ آپ سارے جہانوں کے نذیر بن جائیں، سارے جہانوں کو ڈرائیں' سارے جہانوں کیلئے منذر بن جائیں، سارے جہانوں کیلئے توحید و رسالت کے پیغام کو عام کریں یعنی رسول اکرم ﷺ کی حیثیت کو واضح کر دیا گیا کہ آپ ایک جہاں کیلئے نہیں بلکہ بعد میں جتنے زمانے آئیں گے سب کیلئے آپ کو نبی بنا دیا ہے۔

چوتھی آیت:

وَمَا أَرْسَلْنٰكَ إِلَّا كَافَّةً لِّلنَّاسِ بَشِيرًا وَّنَذِيرًا

(پ ۲۲ سورۃ السباء، آیت ۲۸)

اور اے محبوب ہم نے تم کو نہ بھیجا مگر ایسی رسالت سے جو تمام آدمیوں کو گھیرنے والی ہے، خوشخبری دیتا اور ڈر سناتا۔

ہم نے آپ کو جمیع انسانیت کیلئے بشیر و نذیر بنا کے بھیجا ہے۔ تمام انسان جو قیامت تک آنے والے ہیں آپ ان کو بشارت دیں کہ اگر تم مجھے اور میرے رب کو مان لو گے تو تمہیں جنت ملے گی اگر نہیں مانو گے تو تمہیں جہنم میں پھینکا جائیگا۔ آپ کو تمام انسانیت کیلئے بشیر و نذیر بنا کر بھیجا گیا، یہ آپ کی ختم نبوت کی بین دلیل ہے۔

پانچویں آیت:

وَمَا أَرْسَلْنٰكَ إِلَّا رَحْمَةً لِّلْعَالَمِينَ (پ ۱۷ سورۃ الانبیاء، آیت ۱۰۷)

اور ہم نے تمہیں نہ بھیجا مگر رحمت سارے جہانوں کیلئے

ہم نے آپ کو تمام جہانوں کی رحمت بنا کے بھیجا ہے۔ ایسا نہیں کہ ایک دو صدی تو آپ کے سپرد ہو اور اُن کی حل مشکلات اور اُن کی ہدایت کا ذمہ آپ کیلئے ہو اور بعد میں کسی اور کی ڈیوٹی لگنی ہو۔

خالق کائنات جل جلالہٗ فرماتا ہے، نہیں' نہیں، ہم نے آپ کو ہمیشہ کیلئے اور تمام جہانوں کیلئے رحمت بنایا ہے۔ پہلے عالمین جو گزر چکے تھے اُن میں بھی رحمت آپ ہی کی تھی لیکن اُس وقت آپ کا ظہور نہیں ہوا تھا لہٰذا نبوت پہلے انبیاء علیہم السلام کو ملتی رہی۔ جب آپ کا ظہور ہو گیا، آپ کائنات میں جلوہ گر ہو گئے، اب جتنے جہاں بعد میں آنے والے ہیں اُن سب کو آپ کی رحمت نے لپیٹ میں لے رکھا ہے، لہٰذا اب آگے کسی اور کی گنجائش باقی نہیں رہی۔

چھٹی آیت:

فَكَيۡفَ اِذَا جِئۡنَا مِنۡ كُلِّ اُمَّةٍۭ بِشَهِيۡدٍ وَّ جِئۡنَا بِكَ عَلٰى هٰٓؤُلَاۤءِ شَهِيۡدًا۔

(پ۵ سورہ النساء، آیت ۴۱)

تو کیسی ہوگی جب ہم ہر اُمّت میں سے ایک گواہ لائیں گے اور اے محبوب تمہیں اُن سب پر گواہ اور نگہبان بنا کر لائیں گے

قیامت کا دن ہوگا ہم ہر اُمت میں سے ایک گواہ لیں گے جو اُن کے نبی ہونگے' وہ اُن کے گواہ ہونگے۔

وَّ جِئۡنَا بِكَ عَلٰى هٰٓؤُلَاۤءِ شَهِيۡدًا

اور ہم آپ کو ساری امتوں پر گواہ بنا دیں گے۔

آپ کو اوّل سے لے کر آخر تک جتنے پیغمبر گزر گئے اُن کی امتوں کیلئے بھی اور آپ کی اپنی اُمت کیلئے بھی گواہ بنا دیں گے۔

جب رسول اکرم ﷺ اتنے بڑے مشاہدے کے ساتھ جلوہ گر ہو گئے اور آپ کو ایسی بڑی گواہی کا منصب دے دیا گیا۔ اب آپ کے بعد کسی کی گنجائش باقی نہیں رہی۔ رسول اکرم ﷺ کو ھو لآء شھیدا کہہ کر جمیع انسانیت کیلئے اپنے دربار کا گواہ بنا کر آپ کی عظمت اور منصب کو واضح فرما دیا ہے۔

ساتویں آیت:

وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوۡلٌ ۚ قَدۡ خَلَتۡ مِنۡ قَبۡلِهِ الرُّسُلُ ؕ اَفَا۟ئِنْ مَّاتَ اَوۡ قُتِلَ انۡقَلَبۡتُمۡ عَلٰٓى اَعۡقَابِكُمۡ۔

(پ۴ سورۃ آل عمران، آیت ۱۴۴)

اور محمد تو ایک رسول ہیں، ان سے پہلے اور رسول ہو چکے، تو کیا اگر وہ انتقال فرمائیں یا شہید ہوں تو تم الٹے پاؤں پھر جاؤ گے!۔

حضرت محمد مصطفےٰ ﷺ محض رسول ہیں یعنی خالق نہیں' اللہ نہیں معبود نہیں، یہ اللہ تعالیٰ کے بھیجے ہوئے بندے ہیں۔

قَدۡ خَلَتۡ مِنۡ قَبۡلِهِ الرُّسُلُ

آپ سے پہلے بھی رسول آتے رہے اور ان کے ماننے والے پھر جاتے رہے۔ آپ کی آمد ایک منفرد انداز میں ہے چونکہ اُن کے بعد نئے رسول پھر آتے رہے اور آپ کے بعد کوئی نیا رسول یا نبی نہیں آئے گا لہٰذا خالق کائنات نے اس انداز میں انسانیت کو جھنجھوڑا۔

اَفَائِنْ مَّاتَ اَوْ قُتِلَ انْقَلَبْتُمْ عَلٰى اَعْقَابِكُمْ

کیا اُن کا وصال ہو جائے یا شہادت ہو جائے تو کیا تم اپنی ایڑیوں کے بل پیچھے ہٹ جاؤ گے۔ نہیں، نہیں، یہ ہمیشہ کی نبوت لے کر آئے ہیں۔ اگر وصال ہو بھی جائے گا پھر بھی کسی کیلئے جائز نہیں ہے کہ وہ ان کے لائے ہوئے پیغام کو چھوڑ دے اور اُس سے پیچھے ہٹ کر مرتد ہو جائے، دین کا باغی ہو جائے۔ ان کو ہم نے ہمیشہ کی نبوت کا تاج پہنا کر بھیجا ہے لہٰذا اگر وصال ہو جائے گا تو پھر بھی ان کی نبوت کا جھنڈا لہراتا رہے گا۔

آٹھویں آیت:

وَاَرْسَلْنَاكَ لِلنَّاسِ رَسُوْلاً وَ كَفٰى بِاللّٰهِ شَهِيْدًا

(پ ۵ سورۃ النساء، آیت ۷۹)

اور اے محبوب ہم نے تمہیں سب لوگوں کیلئے رسول بھیجا اور اللہ کافی ہے گواہ۔

ہم نے آپ کو سارے لوگوں کیلئے رسول بنا کر بھیجا ہے اور تمہارے رسول ہونے پر میری گواہی کافی ہے، اللہ تعالیٰ کی گواہی کافی ہے۔ یہاں بھی رسول اکرم ﷺ کو جمیع انسانیت کیلئے رسول بنانے کا اعلان کر دیا گیا ہے۔

نویں آیت:

يٰاَيُّهَا النَّاسُ قَدْ جَآءَ كُمُ الرَّسُوْلُ بِالْحَقِّ مِنْ رَّبِّكُمْ

(پ ۶ سورۃ النسآء، آیت ۱۷۰)

اے لوگو تمہارے پاس یہ رسول حق کے ساتھ تمہارے رب کی طرف سے تشریف لائے۔

اے سارے لوگو! قیامت تک آنے والی انسانیت! تمہارے پاس اللہ تعالیٰ کی طرف سے رسول آ گئے ہیں جو کہ حق لے کر آئے ہیں۔ وہ حق ایسا ہے جو قیامت تک کی ضرورتوں کو پورا کرے گا اور مزید کسی رہنمائی کی ضرورت نہیں آئے گی۔ اس مقام پر بھی اللہ تعالیٰ نے جمیع انسانیت سے خطاب کرتے ہوئے رسول اکرم ﷺ کی نبوت کی جامعیت اور عالمگیریت کو بیان فرما دیا ہے۔

دسویں آیت:

الٓر۔ كِتَابٌ اَنْزَلْنَاهُ اِلَيْكَ لِتُخْرِجَ النَّاسَ مِنَ الظُّلُمَاتِ اِلَى النُّوْرِ۔

(پ ۱۳ سورۃ ابراہیم، آیت ۱)

ایک کتاب ہے کہ ہم نے تمہاری طرف اُتاری کہ تم لوگوں کو اندھیروں سے اُجالے میں لاؤ۔

اے میرے نبی ﷺ! ہم نے آپ پر کتاب نازل فرمائی۔ کیوں؟ تا کہ آپ ''الناس'' کو یعنی ساری انسانیت کو، قیامت تک آنے والے لوگوں کو اندھیرے سے نکال کے نور کی طرف لے آئیں۔

دیکھئے اسی سورہ ابراہیم میں اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کا تذکرہ کیا تو وہاں ''الناس'' کا لفظ نہیں بلکہ لفظ قوم ہے۔

وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا مُوْسٰی بِاٰیٰتِنَا اَنْ اَخْرِجْ قَوْمَكَ مِنَ الظُّلُمٰتِ اِلَی النُّوْرِ۔

(پ ۱۳ سورۃ ابراہیم آیت نمبر ۵)

ہم نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اپنی آیات دے کر بھیجا تا کہ تم اپنی قوم کو ظلمت سے نور کی طرف نکالو۔

وہاں قوم تک دائرہ محدود تھا لیکن یہاں چونکہ ختم نبوت کا جھنڈا لہرا رہا ہے۔ اسلئے خالق کائنات جل جلالہ نے فرمایا:

لِتُخْرِجَ النَّاسَ مِنَ الظُّلُمَاتِ اِلَی النُّوْرِ

تا کہ آپ جمیع لوگوں کو ظلمت سے نور کی طرف نکالیں، اُن کو پیغام دیں۔

اس میں بھی رسول اکرم ﷺ کی نبوت کا واضح ذکر ہو گیا کہ آپ لوگوں کے ہادی ہیں، آپ ہی لوگوں کو ظلمت سے نور کی طرف نکالیں گے۔ کیونکہ قیامت تک آپ کی تعلیمات موجود رہیں گی، اللہ تعالیٰ کے اذن سے تصرّف موجود رہے گا تو پھر کسی اور کی کوئی ضرورت نہیں کہ وہ آئے اور آ کر یہ کام کرے جبکہ آپ اور آپ کی تعلیمات بطریق احسن وہ کام سرانجام دے رہے ہیں۔ راستے روشن ہیں اُجالے بٹ رہے ہیں اور محفلیں آباد ہو رہی ہیں۔ خالق کائنات جل جلالہ نے فرما دیا کہ قیامت تک ظلمت سے نور کی طرف نکالنے کا منصب ہم نے آپ کو دے دیا ہے۔ آپ کے بعد اس منصب کے لحاظ سے کسی کے آنے کی گنجائش باقی نہیں رہی۔ کسی معنی میں بھی نبوت و رسالت کے لحاظ سے کوئی بھی نہیں آسکے گا۔

گیارھویں آیت:

وَلَقَدِ اسْتُهْزِئَ بِرُسُلٍ مِنْ قَبْلِكَ (پ ۱۷ سورۃ الانبیاء، آیت ۴۱)

اور بے شک تم سے اگلے رسُولوں کے ساتھ ٹھٹھا کیا گیا۔

یہاں استدلال کا انداز یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے رسول اکرم ﷺ کی حوصلہ افزائی کیلئے بہت سی آیات نازل فرمائیں۔ آپ کو جو تکلیفیں آ رہی تھیں وہ آپ سے پہلے بھی نبیوں کو آتی رہی ہیں۔ اگرچہ نبی اکرم ﷺ کی جرأت و استقامت میں کوئی فرق نہیں ہے، ہر لحہ مسلسل آگے بڑھ رہے ہیں لیکن یہ اللہ تعالیٰ

کی چاہت ہے کہ اپنے محبوب علیہ السلام کی حوصلہ افزائی بھی فرمانا چاہتا ہے تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وَلَقَدِ اسْتُهْزِئَ بِرُسُلٍ مِنْ قَبْلِكَ

کچھ احمق لوگ مذاق کرتے ہیں لیکن آپ نہ گھبرائیں، آپ سے پہلے بھی رسولوں کے ساتھ ایسا ہوتا رہا۔ اگر آپ کے بعد کسی نبی یا رسول کے آنے کی گنجائش ہوتی تو خالق کائنات ضرور اس انداز میں بیان کرتا کہ آپ سے پہلے بھی یہ معاملہ چلتا رہا ہے اور آپ کے بعد بھی ایسا ہوتا رہے گا۔ جو پہلے نبی آئے تھے اُنکو بھی مشکلات کا سامنا تھا اور جو آپ کے بعد آئیں گے اُن کو بھی سامنا ہوگا۔ جبکہ خالق کائنات جل جلالہٗ نے کہیں بھی بعد والا احتمال نہیں چھوڑا اور اس انداز میں بیان کیا کہ آپ سے پہلے رسولوں کے ساتھ ایسا ہوتا رہا ہے لیکن آپ تو جامع نبوت لے کر آگئے ہیں، سب سے بڑا پیغام آپ کا ہے تو اس لحاظ سے مصیبتیں بھی بڑی برداشت کرنی پڑیں گی۔ خالق کائنات نے اس اسلوب میں ختم نبوت کو بیان فرمادیا ہے۔

بارھویں آیت:

وَلَقَدْ كُذِّبَتْ رُسُلٌ مِنْ قَبْلِكَ فَصَبَرُوْا عَلٰى مَا كُذِّبُوْا

(پ ۷ سورۃ الانعام، آیت ۳۴)

اور تم سے پہلے رسول جھٹلائے گئے تو اُنہوں نے صبر کیا اِس جھٹلانے پر

آپ سے پہلے لوگوں کو جھٹلایا گیا اور انہوں نے اس پر صبر کیا' اُن کے منہ پر لوگ کہتے تھے کہ تم اللہ کے رسول نہیں ہو تو وہ صبر کرتے رہے۔ یہ جو آپ کے زمانے کے بھگوڑے مشرک اگر ایسی باتیں کرتے ہیں تو اس سے سینہ تنگ نہیں ہونا چاہیئے، میرے محبوب طبیعت ہشاش بشاش رہے۔ یہ ساتھ ساتھ اللہ تعالیٰ کی طرف سے حوصلہ افزائی ہو رہی ہے۔ تو یہاں پر بھی یہ بات کی گئی کہ آپ سے پہلے بھی رسولوں کی تکذیب ہوتی رہی لہٰذا اگر بعد میں کسی نے آنا ہوتا تو اُس کی بھی بات کی جاتی۔ ''ومن بعدك''۔ اللہ تعالیٰ نے ہرگز ایسا اسلوب اختیار نہیں کیا تو اس میں ختم نبوت کا واضح سبق موجود ہے۔

تیرھویں آیت:

فَاصْبِرْ كَمَا صَبَرَ اُولُوا الْعَزْمِ مِنَ الرُّسُلِ (پ ۲۶ سورۃ الاحقاف، آیت ۳۵)

تو تم صبر کرو جیسا ہمت والے رسولوں نے صبر کیا

اے میرے محبوب ﷺ! آپ ایسے ہی صبر کریں جیسے آپ سے پہلے اولوالعزم رسول صبر کرتے رہے ہیں۔ انہوں نے ماضی میں صبر کیا ہے اور آپ بھی صبر برقرار رکھیں۔ یہ نہیں کہ کہیں کوئی بے صبری ہو گئی تھی اور اللہ تعالیٰ نے چاہا ہو کہ اب صبر کی تلقین کی جائے۔ ہرگز ایسا مسئلہ نہیں تھا بلکہ مسئلہ یہ تھا کہ ج

آپ صبر کر رہے ہیں اس صبر کو آپ آئندہ بھی قائم رکھیں۔

اللہ تعالیٰ رسول اکرم ﷺ کی حوصلہ افزائی فرما رہا ہے اور یہاں جو لفظ بولے ہیں وہ بھی یہ ہیں کہ آپ سے پہلے بھی رُسُل اور انبیاء کرام علیہم السلام صبر کرتے رہے۔ اگر آپ کے بعد کسی نبی کی گنجائش ہوتی تو یقیناً وہ بھی اللہ کا سچا نبی ہوتا اور وہ بھی صابر ہوتا اور اُس کا بھی حوالہ دیا جاتا لیکن اللہ تعالیٰ نے چونکہ گنجائش ہی نہیں چھوڑی اس واسطے بعد والا تذکرہ کسی مقام پر بھی نہیں فرمایا۔

چودھویں آیت:

وَاِذْ اَخَذَ اللّٰهُ مِيْثَاقَ النَّبِيّٖنَ لَمَآ اٰتَيْتُكُمْ مِّنْ كِتٰبٍ وَّ حِكْمَةٍ

(پ ۳ سورہ آل عمران آیت ۸۱)

اور یاد کرو جب اللہ نے پیغمبروں سے اُن کا عہد لیا جو میں تم کو کتاب اور حکمت دُوں

اللہ تعالیٰ نے سارے انبیاء علیہم السلام کو اکٹھا کیا اور عالم ارواح میں اُن سے یہ عہد لیا کہ جب باری باری میں تمہیں بھیجوں گا تو تم اپنی اپنی نبوت کا اعلان کرو گے اور تم نبی قرار پاؤ گے، میں تمہیں کتاب بھی دوں گا، حکمت بھی دوں گا۔

ثُمَّ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ

جب تم سب اپنی باری مکمل کر لو گے، تم سب کی نبوت کا زمانہ گزر جائے گا، پھر تمہارے پاس ایک رسول آئیں گے، اُن کی شان کیا ہو گی؟

مُصَدِّقٌ لِّمَا مَعَكُمْ

وہ اُس سب کی تصدیق کریں گے، جو کچھ تم لے کے گئے ہو گے۔ اُن کا قرآن جو کچھ پہلے آ چکا ہے سب کی تصدیق کرنے والا ہو گا۔

اے انبیاء علیہم السلام:

لَتُؤْمِنُنَّ بِهٖ وَلَتَنْصُرُنَّهٗ

تم نے اُن پر ضرور ایمان بھی لانا ہے اور ضرور اُن کے ساتھ تعاون بھی کرنا ہے۔ اس مقام پر لفظ ثم نے واضح کر دیا کہ اس میٹنگ میں کوئی بعد والے پیغمبر کی گنجائش ہوتی تو اُس کو بھی ضرور شامل کیا جاتا۔ چونکہ تمام انبیاء سے عہد لیا جا رہا تھا اور یہ کہا جا رہا تھا کہ تم سب پہلے جاؤ گے اور تمہارے بعد میرے محبوب علیہ السلام جائیں گے۔

ثُمَّ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ

تم اپنی نبوت کا زمانہ مکمل کر چکو گے، اس کے بعد میرے محبوب علیہ السلام تشریف لائیں گے اور وہ اپنی نبوت کا اعلان کریں گے۔ یہاں پر واضح طور پر اللہ تعالیٰ نے اس بات کو بیان کر دیا کہ جس کو بھی میں نے نبی بنانا ہے اُس کو اپنے محبوب سے پہلے بھیجوں گا اور پھر محبوب علیہ السلام کو مُصَدِّق بنا کے بھیجوں گا، یہ بعد میں تصدیق کرنے جائیں گے۔ کیونکہ آپ کے بعد کوئی نبی آ ہی نہیں سکتا اس لیئے اُس کی تصدیق ہو ہی نہیں سکتی۔ آپ سے پہلے پہلے جس نے پہنچنا ہے وہ پہنچے گا اور آپ آئیں گے۔ ''ثم'' کے لفظ کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے احتمال ہی ختم کر دیا۔ جب آپ جلوہ گر ہو جائیں گے' اُس وقت تو پہلوں کی تصدیق کا معاملہ ہوگا، پھر کسی کے آنے کی گنجائش ہی باقی نہیں رہے گی۔ رسول اکرم ﷺ کی ختم نبوت کو دوٹوک الفاظ میں بیان کرتے ہوئے اللہ نے یہ بھی بیان کر دیا:

رَسُوْلٌ مُّصَدِّقٌ لِّمَا مَعَكُمْ

وہ ایسے رسول ہونگے جو تم سب رسولوں کی کتابوں کی تصدیق کریں گے، تم سب کے صحیفوں کی تصدیق کریں گے، تم سب کی نبوت کی تصدیق کریں گے۔ جو کچھ تمہیں اللہ تعالیٰ سے ملا ہے وہ نبی اُس کی تصدیق کریں گے تو اب یہ وقت سرکار کی طرف سے تصدیق کا وقت ہے۔ اللہ نے اُن کو تو نور دیا ہوا ہی ہے لیکن ادھر رجسٹریشن ہو رہی ہے، نبی اکرم ﷺ کی طرف سے تصدیق ہو رہی ہے۔ اگر کوئی نبوت بعد والی بھی ہوتی تو پھر آپ کا وصف یہ ہونا چاہیئے تھا۔ اللہ تعالیٰ پھر یہ فرماتا:

رَسُوْلٌ مُّصَدِّقٌ لِّمَا مَعَكُمْ وَلِمَا بَعْدَكُمْ

کہ ایسے رسول آئیں گے جو کچھ تمہارے پاس ہے اُس کی بھی تصدیق کریں گے اور جو بعد میں آئے گا اُس کی بھی تصدیق کریں گے لیکن اللہ تعالیٰ نے ڈبل تاکید کے ساتھ ختم نبوت کو واضح فرمادیا کہ وہ آئیں گے تو اُس سے پہلے جس نے آنا ہوگا وہ آ چکا ہوگا۔ اللہ نے ازل سے انتخاب کر رکھا ہے اُن خوش بخت ذاتوں کا جن کو رسول اکرم ﷺ کے سمیت نبوت دینی تھی، ازل سے اُن کو نبوت دینے کا اعلان فرما رکھا تھا۔ رسول اکرم ﷺ کی نبوت کو اللہ تعالیٰ نے حتمی طور پر واضح لفظوں میں بیان فرمادیا۔

پندرہویں آیت:

اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ وَرَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًا (پ٦ سورۃ المائدہ، آیت ٣)

آج میں نے تمہارے لئے دین کو مکمل کر دیا اور آج میں نے تم پر اپنی نعمت کی انتہاء کر دی اور میں نے تمہارے لئے اسلام کو دین پسند کر لیا۔

اب دیکھو!

کئی صدیوں سے یہ ہدایت کا سلسلہ جاری تھا' اللہ تعالیٰ اُمتوں کو نصاب دیتا تھا، اُن کے چھوٹے چھوٹے نصاب تھے' تقویٰ وطہارت اور تزکیہ نفس کے یہ سبق تو بعد کے ہیں' شروع میں تو یہ سبق بھی پڑھانے لازم تھے کہ یہ انسانیت ہے، تم میں اور حیوانوں میں فرق یہ ہے کہ تم نے اپنی شرمگاہ کو ڈھانپنا ہوتا ہے' تمہارے لئے یہ لباس ہیں۔

اس طرح انبیاء علیہم السلام اپنی اُمت کو یہ سبق پڑھارہے تھے اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے آہستہ آہستہ تدریجاً لوگوں کے شعور کو بیدار کیا جارہا تھا۔ جب رسول اکرم ﷺ کا عہد زریں آیا اور اس اُمت کی ذہانت سامنے آگئی تو خالق کائنات جل جلالہٗ نے یہ اعلان فرمادیا:

اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ

وہ جو کئی صدیوں سے میری ہدایت کا سلسلہ جاری تھا اور چھوٹے چھوٹے نصاب میں دے رہا تھا آج میں نے اس جامع نصاب کو مکمل کردیا ہے۔ میں نے تمہارے لئے دین کو مکمل کردیا اور نعمت کی انتہاء کردی ہے۔ پہلی اُمتوں کو میں نے اتنا نہیں دیا جتنا تمہیں دیا ہے۔ اُن سب کو جو دیا تھا اُس سے ایک جامع نصاب میں نے اس اُمت کو دے دیا ہے۔

یہاں تک کہ بچے کی ولادت سے کئی ماہ پہلے سے لے کر اُس کی وفات کے بعد تک جتنے درمیان میں معاملات ہیں، وہ سب کے سب بیان کردیئے ہیں۔ یہاں تک رسول اکرم ﷺ ارشاد فرمانے لگے:

اِنَّمَا اَنَا لَکُمْ مِثْلُ الْوَالِدِ

میں تو تمہارے لئے باپ کی مانند ہوں' عین باپ نہیں فرمایا بلکہ آپ نے فرمایا کہ میں باپ کی طرح ہوں۔ کس انداز میں فرمایا ''شفقت اتنی کرتا ہوں کہ باپ بھی بالآخر ایسی شفقت نہیں کرسکے گا' میں ایک طرف تو تمہیں بتوں کی غلامی سے نجات دلا کر اللہ کے دربار تک پہنچارہا ہوں اور دوسری طرف چھوٹی چھوٹی باتیں بھی بیان کرتا ہوں کہ جب قضاء حاجت کیلئے بیٹھنا ہو تو طریقہ کیا ہونا چاہیئے' منہ کس طرف ہونا چاہیئے' کتنے ڈھیلے استعمال کرنے چاہئیں۔ میری نبوت کا بلند منصب دیکھو' میری باتوں کا بیان دیکھو' یہ میری تمہارے ساتھ شفقت ہے کہ میں نے کوئی چیز ایسی نہیں چھوڑی کہ کل تمہیں ضرورت پڑے اور میں نے وہ بیان نہ کی ہو' میں سب کچھ بیان کرنے کیلئے آگیا ہوں۔

تکمیل ایمان سے ختم نبوت کا بیان

سولھویں آیت:

وَالَّذِیْنَ یُؤْمِنُوْنَ بِمَآ اُنْزِلَ اِلَیْکَ وَمَآ اُنْزِلَ مِنْ قَبْلِکَ۔

(پ ۱ سورۃ البقرہ، آیت ۴)

متقی وہ ہیں جو ایمان لاتے ہیں اُس چیز پر جو اے محبوب علیہ السلام آپ کی طرف نازل کی گئی اور اُس پر ایمان لاتے ہیں جو آپ سے پہلے نازل کی گئی۔

بندہ مومن تب بنے گا جب پہلی کتب پر بھی ایمان لے آئے گا۔ اور اللہ تعالیٰ فرمار ہا ہے کہ وہ لوگ کامیابی والے ہیں، ہدایت والے ہیں، تقویٰ والے ہیں کہ اے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جو تجھ پہ قرآن اترا ہے اس پر بھی ایمان رکھتے ہیں اور جو آپ سے پہلے ہدایت کی کتابیں اتاری گئی ہیں اُن پر بھی ایمان لانے والے ہیں۔

اب اگر بعد میں بھی کسی کی گنجائش باقی ہوتی تو لازم کر دیا جاتا اور اللہ تعالیٰ فرماتا:

وَالَّذِیْنَ یُؤْمِنُوْنَ بِمَآ اُنْزِلَ اِلَیْکَ وَمَآ اُنْزِلَ مِنْ قَبْلِکَ وَمَآ اُنْزِلَ مِنْ بَعْدِکَ

جو آپ پر اتری ہوئی کتاب پر بھی ایمان لائے اور جو پہلے اتر چکی ہیں اُن پر بھی ایمان لائیں اور جو بعد میں اتریں گی اُس پر بھی ایمان لائیں۔

اللہ تعالیٰ نے ہرگز اس انداز میں بیان نہیں کیا، اور واضح کر دیا کہ بعد میں کوئی نبی ہی نہیں ہوگا تو اُس کی کتاب کہاں سے آئے گی۔ سب کچھ پہلے آچکا ہے اور یہ نبوت بعد والی پہلی نبوتوں اور کتابوں کی تصدیق کر رہی ہے اور اپنے امتیوں پر اُس کو لازم قرار دے رہی ہے۔

سترھویں آیت:

لٰکِنِ الرّٰسِخُوْنَ فِی الْعِلْمِ مِنْھُمْ وَالْمُؤْمِنُوْنَ یُؤْمِنُوْنَ بِمَآ اُنْزِلَ اِلَیْکَ وَمَآ اُنْزِلَ مِنْ قَبْلِکَ۔

(پ ۶ سورۃ النسآء، آیت ۱۶۲)

ہاں جو اُن میں علم میں پکے اور ایمان والے ہیں وہ ایمان لاتے ہیں اس پر جو اے محبوب تمہاری طرف اُترا اور جو تم سے پہلے اُترا۔

اس میں بھی اللہ تعالیٰ وہی بیان کر رہا ہے جو اس سے پہلی آیت میں بیان فرمائی۔

والمومنون یومنون بما انزل الیک وما انزل من قبلک

ایمان کیلئے لازم قرار دیا گیا ہے کہ جو آپ پر کتاب اتری ہے اس پر ایمان لے آئیں اور جو آپ سے پہلے کتابیں اتاری گئی ہیں اُن پر بھی ایمان لائیں۔

اٹھارھویں آیت:

یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَالْكِتٰبِ الَّذِیْ نَزَّلَ عَلٰی رَسُوْلِهٖ وَالْكِتٰبِ الَّذِیْٓ اَنْزَلَ مِنْ قَبْلُ (پ۵ سورۃ النسآء، آیت ۱۳۶)

اے ایمان والو! ایمان لے آؤ اللہ پر اور اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ پر اور اُس کتاب پر جو اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب علیہ السلام پر نازل کی اور اُن کتابوں پر جو اللہ تعالیٰ نے ان سے پہلے نازل کیں۔ یہاں بھی پہلے کا ذکر موجود ہے۔

اُنیسویں آیت:

وَلَقَدْ اُوْحِیَ اِلَیْكَ وَاِلَی الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِكَ (پ۲۴ سورۃ الزمر، آیت ۶۵)

اور بے شک وحی کی گئی تمہاری طرف اور تم سے اگلوں کی طرف۔

آپ کی طرف اس پیغام کی وحی کی گئی، اس توحید کی وحی کی گئی جو آپ سے پہلے پیغمبروں کی طرف کی گئی۔ پہلے پیغمبر بھی توحید والا پیغام عام کرتے رہے، فکر آخرت والا پیغام لوگوں تک پہنچاتے رہے، یہ سب کا مشترکہ پیغام ہے۔ نبوت کا پیغام اللہ تعالیٰ کی توحید کا پیغام ہے، فکر آخرت کا پیغام دیتے ہیں۔ رب ذوالجلال نے فرمایا "یہ آپ کی طرف بھی آیا ہے اور آپ سے پہلوں کی طرف بھی آیا ہے"۔ گنجائش ہوتی تو بعد کا تذکرہ ضرور ہوتا کیونکہ یہ اہم مقام ہے جہاں نبوت کی حیثیت کو واضح کیا جارہا ہے۔ خالق کائنات جل جلالہ نے بعد والے تمام احتمالات ختم فرمادیئے ہیں۔

بیسویں آیت:

اَلَمْ تَرَ اِلَی الَّذِیْنَ یَزْعُمُوْنَ اَنَّهُمْ اٰمَنُوْا بِمَآ اُنْزِلَ اِلَیْكَ وَمَآ اُنْزِلَ مِنْ قَبْلِكَ۔

(پ۵ سورۃ النساء، آیت ۶۰)

یہاں پر اُس کو بیان کیا گیا جو آپ پر نازل کیا گیا اور آپ سے پہلے جو نازل کیا گیا، بعد والا احتمال ختم کردیا گیا۔

اکیسویں آیت:

كَذٰلِكَ یُوْحِیْٓ اِلَیْكَ وَاِلَی الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِكَ

(پ۲۵ سورۃ الشوریٰ، آیت ۳)

ایسے ہی اللہ نے آپ کی طرف وحی کی اور اُن لوگوں کی طرف جو آپ سے پہلے آ چکے ہیں
۔ بعد والا احتمال ختم کر دیا گیا۔

بہت سی آیات میں اُمت کو اس انداز میں بیان کیا گیا جس سے پتہ چلتا ہے کہ کسی اور اُمت کی اب گنجائش باقی نہیں رہی جب اور اُمت ہی نہیں ہوگی تو اور نبی کہاں سے آئے گا۔

بائیسویں آیت:

كُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ (پ۴ سورۃ آل عمران، آیت ۱۱۰)

تم بہتر ہو اُن سب امتوں میں جو لوگوں میں ظاہر ہوئیں۔

تم کو ساری امتوں کا سردار بنایا گیا۔ جب سردار اُمت آ جائے تو پھر ادنیٰ اُمت کی ضرورت کیا ہے۔ یہ جب آ گئی تو سارے منصوبے اس کے پاس، سارے کام ان کے پاس، ساری عظمتیں ان کے پاس، ہر بندگی کی توفیق اس کے پاس، ہر علم کا کمال ان کے پاس۔ پہلی ساری امتیں یکجا ہو کر وہ کام نہ کر سکیں جو اس تنہا اُمت نے کیا۔ وہ امتیں اپنے نبی پر نازل ہونے والی کتاب کو محفوظ نہ رکھ سکیں۔ انہوں نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہونے والی کتاب کو تو محفوظ رکھا ہی ہے اس کے ساتھ انہوں نے اُن کی ہر ہر حدیث کو بھی محفوظ رکھا اور اس انداز میں محفوظ رکھا کہ صرف حدیث کی حفاظت کیلئے پینسٹھ علوم ایجاد کر ڈالے اور پھر حدیث کو سمجھنے کیلئے اصول حدیث کو بنایا۔ قرآن کو سمجھنے کیلئے اصول تفسیر کو بنائے۔ احکام کو سمجھنے کیلئے اصول فقہ کو بنایا۔ پہلی اُمتوں میں اس طرح کا کوئی تصور ہی موجود نہیں تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ”یہ خیر امت آ گئی ہے، سردار امت آ گئی ہے، یہ تمام امتوں میں سے آخری امت ہے۔ اس کے بعد جب اُمت کا تصور نہیں تو نبی کا تصور کیسے ہو سکتا ہے۔

تیسویں آیت:

وَكَذٰلِكَ جَعَلْنٰكُمْ اُمَّةً وَّسَطًا لِّتَكُوْنُوْا شُهَدَآءَ عَلَى النَّاسِ۔

(پ۲ سورۃ البقرہ، آیت ۱۴۳)

اور بات یوں ہی ہے کہ ہم نے تمہیں کیا سب امتوں میں افضل کہ تم لوگوں پر گواہ ہو۔

ہم نے تجھے افضل اُمت بنایا ہے تاکہ تم باقی سارے لوگوں پر گواہ بن جاؤ۔ اللہ تعالیٰ کے دربار میں گواہ بننا یہ منصب صرف پیغمبروں کا تھا لیکن رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت سے اس اُمت کو بھی یہ گواہی کا منصب مل گیا ہے۔ اب وہ امت ظاہر ہو گئی جس کو من وجہ وہ سیٹ دے دی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے دربار میں یہ گواہی دے سکیں گے۔

اب فضیلت والی اُمت کے بعد کسی ادنیٰ اُمت کا تصور باقی نہیں رہتا۔ جب اللہ تعالیٰ اس کو افضل ترین اُمت کہہ رہا ہے تو یہ آخری اُمت ہے جن کی کتاب سب سے افضل ہے، جن کے پیغمبر سب سے افضل ہیں، جن کا نظام سب سے افضل ہے اور جن کا پیغام سب سے افضل ہے۔ لہذا ان کے بعد کوئی پیغام ہے نہ دعوت ہے، کوئی کتاب ہے نہ کوئی نبی ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اس اُمت کی عظمت کے ساتھ ختم نبوت کی عظمت کو ثابت فرمادیا ہے۔

چوبیسویں آیت:

وَاِذْ قَالَ عِيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ يَا بَنِىْ اِسْرَائِيْلَ اِنِّيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَيْكُمْ مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيَّ مِنَ التَّوْرَاةِ وَ مُبَشِّرًا بِرَسُوْلٍ يَّاْتِيْ مِنْ بَعْدِ اسْمُهٗ اَحْمَدُ۔

(پ ۲۸ سورۃ الصف آیت نمبر ۶)

جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام کہہ رہے تھے "اے بنی اسرائیل میں تمہاری طرف اللہ کا رسول بن کے آیا ہوں اور میں اُس کی تصدیق کر رہا ہوں، جو مجھ سے پہلے تورات کی شکل میں آ چکی ہے اور میں اس رسول کی بشارت دے رہا ہوں جو میرے بعد آئیں گے اُن کا نام "احمد" ہوگا۔

اب یہاں پر اس اسلوب کو واضح کر دیا کہ اگر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی اور کے آنے کی گنجائش باقی رہتی تو آپ کا یہ انداز ہوتا کہ لوگو! میں رسول بن کے آ گیا ہوں اور جتنی پہلی کتابیں ہیں اُن کی میں تصدیق کر رہا ہوں اور جو بعد میں آئے گا اُس کا میں اعلان کر رہا ہوں اور اُن کے بعد جو آئے گا اُس کا اعلان کر رہا ہوں جبکہ ایسا ہرگز نہیں ہے۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے نفی تو بار بار کی ہے۔ ڈیڑھ سو احادیث میں نفی موجود ہے ختم نبوت کا بیان موجود ہے لیکن ایک جگہ بھی یہ نہیں فرمایا کہ میرے آنے کے بعد کسی کے آنے کی گنجائش باقی ہے۔

محبوب علیہ السلام سے پہلے جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام یہ اسلوب دے رہے تھے اور پہلوں کی تصدیق کر رہے تھے اور بعد میں آنے والے کی بشارت دے رہے تھے۔ آگے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی ایسا کرنا چاہیئے تھا، اگر بعد میں کوئی نبی ہوتا، ایسی آیت بھی آپ پر نازل ہونی چاہیئے تھی اور ایسا خطاب آپ کا اُمت کے سامنے ہونا چاہیئے تھا لیکن کسی مقام پر ایسا لفظ موجود نہیں ہے لہذا اس آیت کا اسلوب ختم نبوت کی گواہی کو ثابت کر رہا ہے۔

پچیسویں آیت:

قَالُوْا يٰقَوْمَنَا اِنَّا سَمِعْنَا كِتٰبًا اُنْزِلَ مِنْ بَعْدِ مُوْسٰى مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ يَهْدِىْ اِلَى الْحَقِّ وَاِلٰى طَرِيْقٍ مُّسْتَقِيْمٍ ۝ (پ۲۶ سورۃ الاحقاف، آیت ۳۰)

بولے اے ہماری قوم ہم نے ایک کتاب سنی کہ موسیٰ کے بعد اُتاری گئی اگلی کتابوں کی تصدیق فرماتی حق اور سیدھی راہ دکھاتی۔

یہ ایک آیت نہیں، اس آیت کے مضمون کی بہت سی آیات ہیں

مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ

یہ پیغمبر پہلی کتابوں کی تصدیق کر رہے ہیں۔ اگر بعد میں کوئی اللہ تعالیٰ کا پیغام آنا ہوتا تو تصدیق کیلئے اُس کو بھی شامل کیا جاتا۔ خالق کائنات جل جلالہٗ نے اس احتمال کو ختم کر کے ختم نبوت کے مضمون کو واضح کیا ہے۔

چھبیسویں آیت:

(پ ۷ سورۃ الانعام، آیت ۱۹)

اس میں انداز یہ ہے کہ خالق کائنات جل جلالہٗ قرآن مجید کا تعارف ایسا کروا رہا ہے جس سے پتہ چلتا ہے کہ جس کے بعد کوئی کتاب نہیں آسکتی۔ صاحب قرآن کے بعد پھر کسی کی بحیثیت نبی آنے کی مجال کیسے ہوسکتی ہے؟

رب ذوالجلال فرماتا ہے:

اُوْحِيَ اِلَيَّ هٰذَا الْقُرْاٰنُ لِاُنْذِرَكُمْ بِهٖ وَمَنْۢ بَلَغَ

(پ ۷ سورۃ الانعام آیت نمبر ۱۹)

میری طرف اس قرآن کی وحی کی گئی۔

لانذر کم بہ تا کہ میں تمہیں اس کے ساتھ ڈراؤں۔

جو صحابہ سامنے موجود تھے اُن کو فرمایا

''ومن بلغ'' یہاں تک یہ قرآن قیامت تک پہنچے گا جو پڑھ کے ڈریں گے وہ میرے ڈرانے سے ڈر رہے ہونگے۔ یہ ایک دو صدیوں کیلئے نہیں بلکہ ہمیشہ ڈراتا رہے گا' قرآن ہمیشہ کے ڈرانے کیلئے آیا ہے۔ قرآن مجید کا تعارف بحیثیت کتاب ختم نبوت کو واضح کر رہا ہے کہ رسول اکرم ﷺ کو جب کتاب ختم نبوت والی دے دی ہے۔ اس کتاب کے بعد اور کتاب کی گنجائش باقی نہیں رہی تو اس سینے کے بعد

کوئی اور حامل وحی سینہ ہو یہ کیسے ہوسکتا ہے؟ اللہ تعالیٰ نے تمام گنجائشیں ختم کر ڈالی ہیں۔

ستائیسویں آیت:

وَاِنْ كُنْتُمْ فِیْ رَیْبٍ مِّمَّا نَزَّلْنَا عَلٰی عَبْدِنَا فَاْتُوْا بِسُوْرَةٍ مِّنْ مِّثْلِهٖ وَادْعُوْا شُهَدَآءَكُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِیْنَ۔ (پ ۱ سورۃ البقرہ، آیت ۲۳)

اگر تم کو اُس پر شک ہے جو علم اپنے عبد خاص پہ نازل کیا کہ یہ اللہ کا کلام ہے یا اپنی طرف سے پڑھ رہے ہیں۔ اگر اے کافرو تمہیں اس کتاب میں شک ہے تو پھر اس قرآن جیسی ایک سورت ہی بنا کے لے آؤ اور صرف تم ہی نہیں بلکہ اپنے حمایتی بھی ساتھ ملا لو۔ اگر تم اُس دعوے میں سچے ہو کہ یہ اللہ کا کلام نہیں انہوں نے خود گھڑا ہوا ہے تو پھر ایسی ایک سورت ہی بنا کے لے آؤ، یہ سورت تم نہیں بنا سکتے۔

یہ چیلنج جس طرح اُس وقت تھا' جب یہ آیت نازل ہوئی تھی' ایسے ہی آج بھی یہ چیلنج موجود ہے اور قرآن مجید

اِنْ كُنْتُمْ فِیْ رَیْبٍ مِّمَّا نَزَّلْنَا عَلٰی عَبْدِنَا

اس سے اس بات کو آج بھی بحیثیت چیلنج بیان کر رہا ہے۔ یہ قرآن رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا معجزہ ہے۔ معجزہ نبوت کا ہوتا ہے۔ معجزے کی دو قسمیں ہوتی ہیں ایک معجزہ حسّی ہوتا ہے اور دوسرا معجزہ عقلی ہوتا ہے۔ حسّی معجزہ وہ ہے جس کو آنکھوں سے دیکھا جائے جس طرح حضرت صالح علیہ السلام کی اونٹنی پہاڑ سے نکلی تھی وہ معجزہ حسّی تھا لیکن قرآن معجزہ عقلی ہے۔ حسّی معجزہ جب تک حس کے سامنے ہے تو معجزہ ہے غیب ہوا تو ختم ہو گیا پھر خبر باقی رہ گئی۔

لیکن معجزہ عقلی وہ ہوتا ہے جب تک عقل سلامت ہے' معجزہ بھی سلامت ہے۔ حضرت صالح علیہ السلام کا اونٹنی والا معجزہ اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کا عصا والا معجزہ محدود وقت کیلئے تھا' اس واسطے اُن کی نبوتیں محدود وقت کیلئے تھیں۔

لیکن نبی علیہ السلام کو معجزہ دائمی دے کر اعلان کر دیا ہے کہ جن کا معجزہ ہمیشہ کا ہے اُن کی نبوت بھی ہمیشہ کی ہے۔ اس انداز سے اللہ تعالیٰ نے ختم نبوت کی حقیقت کو واضح فرمایا۔

اٹھائیسویں آیت:

اِنْ هُوَ اِلَّا ذِكْرٌ لِّلْعٰلَمِیْنَ (پ ۳۰ سورۃ التکویر آیت ۲۷)

قرآن مجید کا تعارف کروایا جا رہا ہے کہ یہ قرآن سارے جہانوں کیلئے نصیحت ہے۔ سارے جہانوں کیلئے نصیحت سے اس کی جامعیت بیان کر دی گئی۔ قیامت تک ہمیشہ کیلئے یہی نصیحت ہے، اس

کے بعد اور کسی کتاب کی ضرورت نہیں۔ قرآن کی اس جامعیت نے قیامت تک کیلئے یہ بات واضح کر دی ہے کہ یہی نصیحت ہے اور یہی ہدایت ہے تو اس کے ساتھ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ختم نبوت کے مضمون کو بھی واضح فرما دیا ہے۔

اُنتیسویں آیت:

هُدًى لِّلنَّاسِ (پ۲ سورۃ البقرہ، آیت ۱۸۵)

ہم نے اس کو جمیع انسانیت کیلئے ہدایت بنایا۔ خواہ وہ پہلی صدی کے ہوں، چودھویں صدی کے ہوں، بیسویں کے ہوں، خواہ قیامت تک کے لوگ ہوں۔ اللہ تعالیٰ یہ فرماتا ہے "یہ ہدایت ہے اب اس کے بعد کسی کی کوئی گنجائش نہیں ہے یہ بھی ختم نبوت کا بیان ہے۔

تیسویں آیت:

هٰذَا بَلٰغٌ لِّلنَّاسِ (پ۱۳ سورۃ ابراہیم، آیت ۵۲)

یہ لوگوں کو حکم پہنچاتا ہے۔

یہ قرآن جمیع انسانیت کیلئے تبلیغ ہے، یہ "بلاغ للناس" ہے، یہ سب تک رب تعالیٰ کا پیغام پہنچا رہی ہے۔ اس لحاظ سے بھی قرآن مجید کی جو عالمگیریت اور آفاقیت ہے اُس نے بھی واضح کر دیا کہ اس قرآن نے گنجائش نہیں چھوڑی کہ اب کوئی اور صحیفہ اترے یا کوئی نبی ہو، اُس پر وحی اترے اور لوگوں کو اس کی ضرورت پڑے، نہیں، نہیں۔

یہ کافی ہے اور قیامت تک کیلئے بلاغ للناس ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ان آیات میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ختم نبوت کی تمام جہات کو بیان فرما دیا ہے۔

قرآن مجید کا ہر لفظ ختم نبوت کو ثابت کرتا ہے اس واسطے کہ ہر لفظ میرے نبی علیہ السلام کا معجزہ ہے، اور یہ معجزہ عقلی ہے۔ ہر لفظ یہ دلالت کر رہا ہے کہ یہ محبوب علیہ السلام پر قرآن نازل ہوا اور اس کی مثل نہیں بن سکتی، اس کے لفظ جیسا لفظ نہیں بن سکتا، اس کی آیت جیسی آیت نہیں بن سکتی۔ جس کی نبوت ہوتی ہے معجزہ اُسی کا ہوتا ہے اور جس کا معجزہ بول رہا ہو اُس کی نبوت بھی بول رہی ہوتی ہے، جس کا معجزہ چمک رہا ہو اُس کی نبوت بھی چمک رہی ہوتی ہے، جس کا معجزہ موجود ہو اُس کی نبوت کا زمانہ بھی موجود ہوتا ہے اور جس کا معجزہ بالکل شاداب، ہرا ابھرا اور تازہ ہو اُس کی نبوت کا اسلوب بھی تازہ ہوتا ہے۔

قرآن مجید کا ہر لفظ آج بھی اعجاز کے ساتھ موجود ہے اور اس کا اعجاز باسی نہیں ہوا۔ اس کا اعجاز ماند نہیں پڑا تو اس کا ہر لفظ ہی اپنے قرآن ہونے کے لحاظ سے نبی علیہ السلام کی ختم نبوت کا بیان کر رہا ہے۔

اس کے علاوہ بہت سی آیات ہیں۔ ایسے ہی ڈیڑھ سو احادیث براہ راست ختم نبوت کو ثابت کرتی ہیں۔ میں اپنی گفتگو کو سمیٹتے ہوئے یہ بات بھی واضح کرنا چاہتا ہوں کہ مرزا غلام احمد قادیانی کو کوئی محدث کہے یا مجدد کہے، کوئی مہدی کہے یا مسیح کہے، کوئی اس کو (جھوٹا) نبی کہے، یہ سارے معاملات تو بعد میں ہیں' کوئی نبی تب بنتا ہے جب اُس کا ایمان صحیح ہوتا ہے۔ یہ تو ایسا انسان ہے کہ اس کا اپنا ایمان ہی صحیح نہیں' جو اپنے ایمان کے لحاظ سے پہلے ہی کافر تھا۔ کیا کافروں میں سے کوئی مہدی ہوتا ہے یا کافر بھی کوئی مجدد ہوتا ہے؟ کیا کافر بھی کوئی مسیح ہوتا ہے؟ کیا کافر بھی کوئی نبی ہوتا ہے؟ یہ شخص قطع نظر اس کے کہ دیگر دلائل کو دیکھا جائے بذاتِ خود اپنے عقیدے میں نبوت کے اعلان سے پہلے بھی اپنی حیثیت کے لحاظ سے جو بیان کر رہا تھا اس کا خود ایمان ہی نہیں تھا' یہاں تو نبی ہونے کی گنجائش ہی نہیں ہے۔ ایمان کے لحاظ سے اُس کی صورتحال کیا تھی؟

اُس کی کتاب البریۃ کا صفحہ نمبر ۷۹ ہے۔

اس میں اُس نے اپنے آپ کو خدا بنا کے پیش کیا ہے۔ یعنی عمومی طور پر تو ہم اُس کو جھوٹا مدعی نبوت کہتے ہیں' وہ تو خدا بننے کے درپے تھا۔ اس نے واضح طور پر لکھ دیا ہے کشف میں میں نے دیکھا کہ خود خدا ہوں اور یقین کیا کہ وہی ہوں۔ اس حالت میں یہ کہہ رہا تھا ہم ایک نیا نظام' ایک نیا آسمان' ایک نئی زمین چاہتے ہیں' سو میں نے زمین و آسمان کو اجمالی صورت میں پیدا کر دیا۔

تو یہ غلام احمد قادیانی ہے جو اپنے آپ کو زمین و آسمان کا خالق بھی کہتا ہے اور اپنے آپ کو خدا بھی کہہ رہا ہے' ایسا شخص تو انسان کہلوانے کا حق دار نہیں چہ جائیکہ اُس کو مسلمان کہا جائے اور پھر مسلمان سے آگے جو عہدے ہیں۔ محدث' مجدد' یا اس طرح کے اور عہدے اُس کو دیئے جائیں' یہ تو انسانیت کی تعریف میں داخل ہی نہیں ہے کیونکہ کافروں کو حیوان کہا گیا ہے بلکہ حیوانوں سے بھی بدتر کہا گیا ہے۔ یہ تو انسان کہلوانے کے قابل نہیں چہ جائیکہ اس کو آگے کوئی منصب دیا جائے یہ ختم نبوت کے موضوع پر ایک مختصر سی گفتگو تھی۔ قادیانیت ایک ناسور ہے۔

قادیانیت سے پوچھا کفر نے تو کون ہے؟
کہنے لگی آپ ہی کی دلربا سالی ہوں میں

یہ قادیانیت کفر کی سالی ہے اور اس کے ہاتھ میں آری ہے جس کا مقصد اسلام کے درخت کو کاٹنا ہے۔ اللہ ان کو ان کے مذموم مقاصد میں ناکام فرمائے اور مسلم اُمہ کو اپنی غیرت وحمیت بیدار رکھتے ہوئے ان کا پوری طرح تعاقب کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

وآخر دعونا ان الحمد للہ رب العالمین

علامہ قاری محمد طیب نقشبندی، مانچسٹر (انگلینڈ)

دلائل ختم نبوت

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علی خاتم النبیین واخر المرسلین وعلی اله وصحبه اجمعین۔

اما بعد

تفسیر آیت ختم نبوت:

ماکان محمد ابا احد من رجالکم ولکن رسول اللہ وخاتم النبیین۔

محمد ﷺ تم میں سے کسی مرد کے باپ نہیں لیکن وہ اللہ کے رسول اور انبیاء میں سے سب سے آخری نبی ہیں۔

سورۃ الاحزاب کی مذکورہ آیت کریمہ نبی اکرم ﷺ کے آخری نبی ہونے پر نص صریح ہے۔ لیکن اس کے معنی میں گمراہ لوگوں نے تحریف کی اور آپ کے بعد دروازہ نبوت کھولنے کی کوشش کی مگر انہیں اپنی کوششوں میں سخت ناکامی ہوئی۔ اُمت مسلمہ عقیدہ ختم نبوت پر غیر متزلزل ایمان رکھتی ہے۔

خاتم النبیین کا معنی آخری نبی ہونا حدیث کی روشنی میں:

مرزائی مذہب مسلمانوں میں گمراہی پھیلانے کے لئے خاتم النبیین کا یہ معنی کرتا ہے کہ آپ کا مرتبہ انبیاء میں اتنا عظیم ہے کہ تمام انبیاء کے مراتب وہاں ختم ہو جاتے ہیں۔ گویا آپ مرتبے میں سب سے آخری نبی ہیں۔ اس کا یہ مطلب نہیں کہ آپ زمانے کے اعتبار سے آخری نبی ہیں۔ جیسے کہا جاتا ہے کہ فلاں محدث خاتم المحدثین ہے یعنی تمام محدثین کا علم وفضل اس پہ ختم ہو جاتا ہے اس کا یہ معنی نہیں کہ اس کے بعد کوئی محدث دنیا میں نہیں آئے گا۔ یہی معنی خاتم النبیین کا ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ مرزائی لوگ کہتے ہیں ہم بھی نبی ﷺ کو خاتم النبیین مانتے ہیں مگر مرتبے کے اعتبار سے نہ کہ زمانے کے اعتبار سے۔

مگر مرزائیوں نے یہ معنی کر کے قرآن میں تحریف کی ہے۔ جب خود رسول اللہ ﷺ نے کثیر احادیث میں لفظ خاتم النبیین کی تفسیر فرمادی ہے کہ اس کا معنی آخری نبی ہے اور یہ کہ آپ کے بعد کوئی نہیں آئے گا۔ تو پھر صاحب قرآن ﷺ کی تفسیر سے منہ موڑ کر اپنی طرف سے قرآن کی من مانی تفسیر کرنا چہ معنی دارد؟ چند احادیث ملاحظہ ہوں۔

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

میری اور گزشتہ انبیاء کی مثال ایسے ہے جیسے کسی نے گھر بنایا اور اسے خوب آراستہ ومزین کیا مگر ایک کونے میں ایک پتھر نہ لگایا۔ لوگ آکر اس مکان کی تعریف کرنے لگے کہ کتنا خوبصورت ہے۔ مگر تعجب سے کہتے کہ یہ ایک پتھر کی جگہ کیوں خالی ہے؟ آگے آپ ﷺ نے فرمایا:

فَاَنَا اللَّبِنَةُ وَاَنَا خَاتَمُ النَّبِیّٖنَ

کہ میں ہی وہ پتھر ہوں اور خاتم النبیین ہوں۔

(بخاری شریف کتاب المناقب' باب 18 حدیث 3534' مسلم کتاب الفضائل حدیث 22)

گویا رسول اللہ ﷺ نے وضاحت فرمادی کہ آپ جب تک مبعوث نہ ہوئے تھے قصر نبوت میں صرف ایک پتھر کی کمی تھی آپ کے آنے سے وہ آخری پتھر لگ گیا اور قصر نبوت مکمل ہو گیا۔ اس لئے آپ ﷺ نے فرمایا۔

وانا اللبنة وانا خاتم النبيين

کہ میں خاتم النبیین ہوں۔ کیونکہ میں وہ آخری پتھر ہوں۔

اس حدیث نے کس قدر وضاحت فرمادی کہ خاتم النبیین کا معنی آخری نبی ہے بس۔

2) حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے (ایک طویل حدیث کے ضمن میں) فرمایا:

سَیَکُوْنُ فِیْ اُمَّتِیْ کَذَّابُوْنَ ثَلَاثُوْنَ کُلُّھُمْ یَزْعَمُ اَنَّہٗ نَبِیٌّ وَاَنَا خَاتَمُ النَّبِیّٖنَ لَانَبِیَّ بَعْدِیْ

میری امت میں تیس کذاب (نہایت جھوٹے لوگ) پیدا ہوں گے ان میں سے ہر کوئی سمجھے گا کہ وہ نبی ہے جب کہ میں خاتم النبیین ہوں۔ میرے بعد کوئی نبی نہیں ہے۔

(ابوداود، کتاب الفتن والملاحم باب اول 4252۔ ترمذی کتاب الفتن باب 43' حدیث 2219)

اس حدیث میں کس قدر واضح وواشگاف الفاظ میں اللہ کے رسول فرمارہے ہیں کہ میں خاتم النبیین

اس معنی میں ہوں کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں ہے۔ مگر افسوس مرزائی گروہ نے اپنی آنکھوں پر تعصب کی پٹی باندھ لی ہے۔ مرزائی لوگ لا نبی بعدی کے معنی میں یہ ڈنڈی مارنے کی کوشش کرتے ہیں کہ اس کا معنی ہے کہ میرے بعد کوئی کامل نبی نہیں ہے۔ جیسے لا صلوٰۃ الا بفاتحۃ الکتاب۔ یعنی سورۃ فاتحہ کے بغیر نماز کامل نہیں ہے۔ یہ معنی نہیں کہ سورۃ فاتحہ کے بغیر نماز ہوتی ہی نہیں۔ اسی طرح حدیث میں لانکاح الا بولی۔ ولی کے بغیر نکاح نہیں ہے احناف نے اس کا یہ معنی کیا ہے کہ ولی کے بغیر نکاح کامل نہیں۔ یہ معنی نہیں کہ اس کے بغیر بالغہ لڑکی نکاح کر ہی نہیں سکتی۔ اسی طرح لانبی بعدی کا یہ معنی ہے کہ آپ کے بعد کوئی کامل یعنی صاحب شریعت نبی نہیں ہے۔ ہم عرض کرتے ہیں کہ مرزائیوں کا یہ ترجمہ کرنا بھی عظیم گمراہی ہے۔ اگر کوئی مشرک کہے کہ لا الـہ الا اللّٰہ کا یہ معنی ہے کہ اللہ کے سوا کوئی کامل خدا نہیں۔ ویسے اللہ کے سوا چھوٹے خدا بھی ہیں تو مرزائی اسے کیا جواب دیں گے۔ خدا کے بندو جب رسول اکرم ﷺ فرما رہے ہیں کہ آپ کے بعد کوئی کسی قسم کا نبی نہیں ہے تو پھر اس میں کامل یا غیر کامل کا فرق کرنا کھلی گمراہی کے سوا کیا ہے۔

3) ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔

مجھے چھ چیزوں کے ذریعے تمام انبیاء پر فضیلت دی گئی ہے۔

1) مجھے جوامع الکلم عطا فرمائے گئے۔

2) میری رُعب سے مدد کی گئی۔

3) میرے لئے مال غنیمت حلال کیا گیا۔

4) میرے لئے تمام زمین کو پاک اور مسجد بنا دیا گیا۔

5) مجھے تمام مخلوق کی طرف نبی بنا کر بھیجا گیا اور

6) مجھ پر انبیاء کی آمد کا سلسلہ ختم کر دیا گیا۔

(مسلم کتاب المساجد حدیث 5' ترمذی کتاب السیر' باب 5' مسند احمد 2' ص 412)

ایک حدیث میں یوں فرمایا گیا: میں قصر نبوت کا آخری پتھر ہوں۔ فَخَتَمْتُ الْاَنْبِيَاءَ تو میں نے انبیاء کی آمد کا سلسلہ ختم کر دیا۔ (مسلم کتاب الفضائل حدیث 23)

خُتِمَ بِيَ النَّبِيُّونَ اور خَتَمْتُ الْأَنبِيَاءَ کے الفاظ کس قدر صراحت سے بتا رہے ہیں کہ خاتم النبیین کا معنی بدل کر کچھ اور کرنا پرلے درجے کی تحریف قرآن اور الحاد و زندیقیت ہے۔ خود مرزا قادیانی نے لکھا! "پس آنحضرت ﷺ سے کوئی تفسیر ہو جائے تو مسلمان پر فرض ہے کہ بلا توقف و بلا عذر اسے قبول کرے نہیں تو اس میں الحاد و زندیقیت کی رگ ہوگی۔"

(برکات الدعاء ص 18 ' مندرجہ روحانی خزائن' جلد 6)

ہم مرزائیوں سے پوچھتے ہیں جب خود رسول اللہ ﷺ سے خاتم النبیین کی تفسیر ثابت ہو چکی ہے کہ آپ آخری نبی ہیں تو پھر اسے بلا توقف و بلا عذر مان لینا ہر مسلمان پر فرض ہے یا نہیں اور خود مرزا اور اس کی جماعت اس تفسیر سے منہ موڑتی ہے تو کیا ان میں الحاد و زندیقیت کی رگ ہے یا نہیں۔ یہ فیصلہ وہ خود کریں۔

خاتم النبیین کا معنی آخری نبی ہونا مرزا قادیانی کی تحریرات سے:

مرزا غلام احمد قادیانی کی وہ کتابیں جو 1900ء سے قبل چھپیں ایسی ایسی عبارات سے بھری پڑی ہیں جو خاتم النبیین کا معنی آخری نبی بتاتی ہیں اور ختم نبوت کے منکر کو دائرہ اسلام سے خارج قرار دیتی ہیں۔ اس کے بعد 1901ء میں مرزا قادیانی نے قلابازی کھائی اور کھلے عام دعوی نبوت کیا۔ پھر وہ خاتم النبیین کے معنی میں تبدیلی و تحریف کرنے لگا۔ بہر حال یہاں اس کی چند پہلی تحریرات پیش کی جاتی ہیں۔ وہ لکھتا ہے کہ:

1: "اور کیونکہ ممکن تھا کہ خاتم النبیین کے بعد کوئی اور نبی اسی مفہوم تام اور کامل کے ساتھ جو نبوت نامہ کی شرائط میں سے ہے آسکتا۔۔۔ لیکن وحی نبوت پر تو تیرہ سو برس سے مہر لگ گئی ہے۔ کیا یہ مہر اس وقت ٹوٹ جائیگی۔"

(ازالہ اوہام حصہ دوم' ص 387' مندرجہ روحانی خزائن جلد 3' سن طباعت 1891ء)

اسی کتاب میں آگے صفحہ 412 پر مرزا قادیانی لکھتا ہے کہ

2: "ہر ایک دانا سمجھ سکتا ہے کہ اگر خدا تعالیٰ صادق الوعد ہے اور جو آیت خاتم النبیین میں وعدہ کیا گیا ہے اور جو حدیثوں میں بتصریح بیان کیا گیا ہے کہ اب جبرئیل بعد وفات رسول اللہ ﷺ ہمیشہ کے لئے وحی نبوت کے لانے سے منع کیا گیا ہے۔ یہ تمام باتیں صحیح ہیں تو پھر کوئی شخص بحیثیت رسالت ہمارے نبی ﷺ کے بعد ہرگز نہیں آسکتا"۔ (حوالہ مذکورہ)

اسی کتاب میں آگے چل کر صفحہ 414 پر مرزا قادیانی لکھتا ہے کہ

3: "اور ظاہر ہے کہ یہ بات مستلزم محال ہے کہ خاتم النبیین کے بعد پھر جبرئیل علیہ السلام کی وحی رسالت کے ساتھ زمین پر آمدورفت شروع ہو جائے۔" (حوالہ مذکورہ)

اسی کتاب میں آگے صفحہ 431 پر مرزا قادیانی مزید واشگاف الفاظ میں لکھتا ہے کہ

4: ”اکیسویں آیت یہ ہے کہ ما کان محمد ابا احد من رجالکم ولکن رسول اللہ وخاتم النبیین یہ آیت بھی صاف دلالت کر رہی ہے کہ بعد ہمارے نبی ﷺ کے کوئی رسول دنیا میں نہیں آئے گا۔“ (حوالہ مذکورہ)

مرزا قادیانی کی یہ عبارت بھی پڑھئے اور نیرنگی زمانہ پر تعجب کیجئے وہ لکھتا ہے کہ

5: ”اے لوگو! اے مسلمانوں کی ذریت کہلانے والو! دشمن قرآن نہ بنو اور خاتم النبیین کے بعد وحی نبوت کا نیا سلسلہ جاری نہ کرو اور اس خدا سے شرم کرو جس کے سامنے حاضر کئے جاؤ گے۔“

(آسمانی فیصلہ' صفحہ 25 مندرجہ روحانی خزائن جلد 4' سن طباعت 1892ء)

مرزا قادیانی کی ان تحریرات کے بعد کیا کوئی شک رہ جاتا ہے کہ خاتم النبیین کا معنی آخری نبی ہی ہے جس کی آمد پر وحی نبوت کا دروازہ بند کر دیا گیا اور سلسلہ نبوت پر مہر لگا دی گئی۔ اب جبریئل وحی نبوت لے کر نہیں آسکتا اور شخص اس آیت کے بعد بھی کوئی نیا نبی مانتا ہے وہ خدا سے شرم نہیں رکھتا۔ بلکہ مرزا قادیانی نے اس سے بھی واشگاف الفاظ میں خاتم النبیین کی تفسیر کرتے ہوئے اپنی عربی کتاب حمامۃ البشریٰ میں آ کھا:

”الاتعلم ان الرب المتفضل سمی نبینا صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النبیین بخیر استثناء وفسرہ فی قولہ لانبی بعدی بیان واضح للطالبین ولو جوزنا ظهور نبی بعد نبینا صلی اللہ علیہ وسلم لجوزنا انفتاح باب وحی النبوۃ بعد تعلیقها

کیا تم نہیں جانتے کہ فضل وکرم والے رب نے ہمارے نبی ﷺ کا نام خاتم النبیین رکھا ہے۔ جس میں کسی نبی کا استثناء نہیں اور اس کی تفسیر ہمارے نبی نے اس قول ”لا نبی بعدی“ سے کر دی ہے۔ جو طالبین کے لئے واضح بیان ہے اور اگر ہم اپنے نبی ﷺ کے بعد کسی اور نبی کا ظہور جائز مانیں تو ہمیں وحی نبوت کا دروازہ کھولنا پڑے گا جبکہ اسے اللہ نے بند کر دیا ہے۔“ (حمامۃ البشریٰ ص' 200 مندرجہ روحانی خزائن جلد 7)

مرزا قادیانی کا خود کو محمد ﴿ﷺ﴾ قرار دینا:

مگر اسی مرزا قادیانی نے چند برس بعد دعویٰ کیا کہ میں عین محمد ﷺ ہوں اور میری شکل میں محمد ﷺ ہی دوبارہ دنیا میں آگئے ہیں اور جب میں محمد ﷺ ہی ہوں تو خاتم النبیین کی مہر نہیں ٹوٹی بلکہ محمد کی نبوت محمد تک ہی محدود رہی۔ (معاذ اللہ ثم معاذ اللہ) چنانچہ وہ لکھتا ہے:

''مگر میں کہتا ہوں کہ آنحضرت ﷺ کے بعد جو درحقیقت خاتم النبیین تھے۔ مجھے رسول اور نبی کے لفظ سے پکارا جانا کوئی اعتراض کی بات نہیں اور نہ اس سے مہر ختمیت ٹوٹتی ہے۔ کیونکہ میں بموجب آیت واخرین منھم لما یلحقوا بھم وہی نبی خاتم النبیین ہوں اور خدا نے مجھے آنحضرت ﷺ کا وجود قرار دیا ہے۔ پس اس طور سے آنحضرت ﷺ کے خاتم الانبیاء ہونے میں میری نبوت سے کوئی تزلزل نہیں آیا۔۔۔ چونکہ میں ظلی طور پر محمد ﷺ ہوں پس اس طرح خاتم النبیین کی مہر نہیں ٹوٹی۔ کیونکہ محمد ﷺ کی نبوت محمد تک ہی محدود رہی۔''

(ایک غلطی کا ازالہ ص 8' مندرجہ روحانی خزائن' جلد 18 ص 212 تاریخ طباعت 1901ء 5 نومبر)

اب جو شخص خود کو رسول اکرم ﷺ قرار دیتا ہے اور کہتا ہے کہ میں دعوی نبوت نہیں کر رہا بلکہ میری شکل میں خود حضور ﷺ ہی دوبارہ دنیا میں آ کر دعوی نبوت کر رہے ہیں اس سے بڑا ملعون' شیطان اور دجال کون ہو سکتا ہے۔ حضور ﷺ تو فرماتے ہیں کہ جس نے خواب میں مجھے دیکھا اس نے مجھے ہی دیکھا کیونکہ شیطان میری مثل نہیں بن سکتا۔ (بخاری شریف کتاب العلم' باب 38' مسلم کتاب الرویا حدیث 10) گویا شیطان کو تو جرأت نہیں کہ کسی کے خواب میں آ کر کہے میں محمد ﷺ ہوں۔ میں نبی خاتم الانبیاء ہوں اور میں دعویٰ نبوت نہیں کر رہا میری شکل میں خود حضور ﷺ ہی دعویٰ نبوت کر رہے ہیں۔ وہ شیطان کا بھی باپ نکلا۔ اس کے مکروفریب اور شیطانیت نے تو شیطان کو بھی پیچھے چھوڑ دیا۔ یقیناً شیطان بھی اس سے پناہ مانگتا ہے۔ تاریخ اسلام میں کئی جھوٹے مدعیان نبوت آئے۔ انہوں نے خود کو نبی کہا مگر خود کو معاذ اللہ محمد ﷺ قرار دینے کی جرأت کسی نے نہ کی یہ جرأت صرف مرزا غلام احمد قادیانی کو ہوئی یا ایں کار از تو آید و مرداں چنیں کنند۔

ہندوؤں کا عقیدہ یہ ہے کہ انسان مرنے کے بعد دوسرے جنم میں کسی دوسری مخلوق کے روپ میں پھر آ جاتا ہے۔ اسے وہ تناسخ کہتے ہیں لیکن ہندو بھی یہ نہیں مانتے کہ کوئی شخص پہلے ہی نام اور اوصاف کے ساتھ دوبارہ دنیا میں آ سکتا ہے۔ مگر مرزا قادیانی نے یہ کہہ کر کہ تیرہ سو برس کے بعد اس کی شکل میں حضور ﷺ ہی دوبارہ دنیا میں پہلے اوصاف کے ساتھ آ گئے ہیں۔ ہندوؤں کو بھی پیچھے چھوڑ دیا۔ شاباش! یہ ہوتا ہے کمال۔

لفظ خاتم النبیین سے کوئی نبی مستثنیٰ نہیں:

یاد رہے اس آیت میں اللہ نے حضور ﷺ کو خاتم النبیین فرمایا۔ خاتم المرسلین یا خاتم الرسل نہ

فرمایا۔اس لئے کہ رسول اور نبی میں فرق ہے۔رسول کا درجہ خاص ہے اور نبی کا عام۔نبی تو ہر اس انسان کو کہتے ہیں جس پر اللہ نے وحی نازل فرمائی اور اسے خلق خدا کی ہدایت کے لئے مبعوث فرمایا۔جبکہ رسول یا مرسل کا لفظ انبیاء میں سے صرف انہی پر بولا جاتا ہے۔جنہیں اللہ نے کوئی نئی کتاب، نئی شریعت یا نیا صحیفہ عطا فرمایا۔اگر خاتم المرسلین کہا جاتا تو کوئی کہنے والا کہتا کہ آپ نے فرمایا صرف ایسے انبیاء کی آمد کا سلسلہ ختم کیا ہے جو نئی کتاب یا نئی شریعت لانے والے ہوں مطلقاً ہر نبی کی آمد کا سلسلہ منقطع نہیں ہوا۔ مگر اللہ نے خاتم النبیین کہہ کر اس گمراہی کا دروازہ بھی بند کر دیا۔امام ابن کثیر نے اس آیت کے تحت یہی تقریر اختصاراً فرمائی ہے۔

پھر لفظ النبیین جمع مذکر سالم کا صیغہ ہے قواعد نحو کے مطابق جب یہ معرف بالام (الف لام کے ساتھ مل کر) ہو تو یہ اپنے تمام افراد کو گھیر لیتا ہے کسی فرد کو باہر نہیں رہنے دیتا۔قرآن میں اس کی کثیر مثالیں موجود ہیں جیسے

الحمد للہ رب العلمین

سب تعریفیں اللہ ہی کے لئے ہیں (فاتحہ)

ولا الضالین

ہمیں گمراہوں میں سے گمراہ کا راستہ نہ دکھا (فاتحہ)

ھدًی للمتقین

قرآن تمام متقین کے لئے ہدایت ہے (بقرہ:2)

اعدت للکفرین

جہنم تمام کافروں کے لئے تیار کی گئی ہے۔ (بقرہ24)

اولئك ھم الخسرون

وہ سب خسارے میں ہیں (بقرہ:27)

الا علی الخشعین

نماز خشوع والوں میں سے کسی پر بھاری نہیں (بقرہ:45)

وانی فضلتکم علی العلمین

میں نے آپ کو تمام جہانوں پر فضیلت دی (بقرہ:47)

وموعظة للمتقین

ہم نے اسے تمام متقین کے لئے نصیحت بنایا (بقرہ:66)

واذاخذالله میثاق النبیین

اور جب اللہ نے تمام انبیاء سے عہد لیا (عمران:15)

وما ارسلنک الا رحمة للعلمین

اور ہم نے تو آپ کو تمام جہانوں کے لئے رحمت بنا کر بھیجا ہے۔ (الانبیاء:107)

یہ دس مثالیں ہم نے ایک دومنٹ میں قرآن کریم سے نکال لی ہیں اور ایسی مثالیں قرآن کریم میں قریباً ہر صفحہ پر نظر آتی ہیں۔ خلاصہ یہ ہے کہ جمع مذکر سالم معرف بلام ہونے کی صورت میں اپنے تمام افراد کا احاطہ واستغراق کرتی ہے۔ لہذا خاتم النبیین میں تمام انبیاء شامل ہیں۔ خواہ وہ تشریعی ہوں یا غیر تشریعی۔ صاحب کتاب ہوں یا غیر صاحب کتاب۔ حضور ﷺ سب کی آمد کا سلسلہ ختم کرنے والے ہیں۔ جمع مذکر سالم معرف بالام اگر کہیں سارے افراد کو محیط نہ ہوتو وہاں ضرور کوئی قرینہ خارجی اس سے مانع موجود ہوتا ہے۔ جیسے ویقتلون النبیین یعنی یہود انبیاء کو قتل کرتے تھے۔ ظاہر ہے کہ یہاں سارے انبیاء مراد نہیں ہیں۔ کیونکہ یہود سب انبیاء کو قتل نہیں کر سکے۔ یہ قرینہ حالیہ استغراق سے مانع ہے۔ جبکہ خاتم النبیین میں استغراق سے مانع کوئی قرینہ موجود نہیں۔ بلکہ استغراق پر دلالت کرنے والے سینکڑوں قرائن موجود ہیں۔ اور ویقتلون النبیین میں سب انبیاء بھی مراد ہو سکتے ہیں۔ کیونکہ ایک نبی کا قتل سب انبیاء کے قتل کے مترادف ہے۔ جیسے کہ ایک نبی کی تکذیب سب انبیاء کی تکذیب ہے۔ اسی لئے فرمایا گیا کذبت ثمود المرسلین کہ قوم ثمود نے سب رسولوں کو جھٹلایا۔ (شعراء:141)

ختم نبوت پر قرآن کریم سے چند آیات:

1: والذین یومنون بما انزل الیك وما انزل من قبلك

اور وہ جو اس وحی پر ایمان لاتے ہیں جو اے رسول ﷺ! آپ پر نازل کی گئی اور جو آپ سے پہلے نازل کی گئی۔ (بقرہ4)

قرآن تا قیامت ہدایات بن کر اترا ہے اگر حضور ﷺ کے بعد وحی اترنے کا سلسلہ جاری ہوتا تو یہاں ساتھ یہ بھی کہا جاتا: وما ینزل من بعدك۔ کہ مومنین اس وحی پر بھی ایمان رکھتے ہیں جو آپ کے بعد نازل کی جائے گی۔ مگر بعد والی کسی وحی کا ذکر نہ کیا گیا۔ صرف آپ پر اور آپ سے پہلے اُترنے والی وحی پر ایمان لانے کا حکم دیا گیا۔ جو اس امر کی دلیل بین ہے کہ آپ کے بعد کوئی وحی نہیں اُترنے والی۔

2: یاایھاالذین امنو اطیعواالله واطیعو الرسول واولی الامر منکم

اے ایمان والو! اللہ کی اطاعت کرو اور رسول ﷺ کی اطاعت کرو اور اپنے میں سے حکم

والوں کی اطاعت کرو۔ (نساء:59)

اس آیت میں اللہ کی اطاعت اور رسول اکرم ﷺ کی اطاعت کے بعد حکم والوں کی اطاعت کا ذکر کیا گیا۔ یعنی علماء اور مسلم حکام جو اللہ اور اس کے رسول کے بیان کردہ احکام کا اجراء کرتے ہیں۔ صاف نظر آ رہا ہے کہ رسول اکرم ﷺ کے بعد حکام اور علماء تو آتے رہیں گے تاکہ اللہ و رسول کے فرامین کا نفاذ کریں۔ مگر کوئی اور رسول نہیں آسکتا۔ اسی لئے یہاں اُولی الامر کے لئے علیحدہ لفظ "اطیعوا" نہ لایا گیا۔ ان کی اطاعت کوئی مستقل چیز نہیں بلکہ ان کی اطاعت اصل میں حکم خدا و رسول ہی کی اطاعت ہے۔ وہ اپنی طرف سے کوئی نیا حکم نافذ نہیں کر سکتے۔

3: قل ان کنتم تحبون اللہ فاتبعونی یحببکم اللہ ویغفرلکم ذنوبکم

اے پیارے رسول ﷺ! آپ فرما دیں۔ اے لوگو! اگر تم اللہ سے محبت رکھتے ہو تو میری اطاعت کرو تب اللہ تم سے محبت فرمائے گا اور تمہارے گناہ بخش دے گا۔

(آل عمران:31)

اس آیت میں تا قیامت آنے والے ہر مسلمان کو محبت الٰہی اور نجات اخروی کے حصول کے لئے ایک ہی طریقہ بتایا گیا ہے اور وہ ہے اتباع رسول ﷺ یعنی آپ کے بعد کوئی ایسی شخصیت نہیں آسکتی جس کی اطاعت پر نجات اخروی موقوف ہو اور اگر آپ کے بعد کوئی نبی آنا ممکن ہو تو اس کی اطاعت پر نجات موقوف ہوگی صرف رسول اکرم کی اطاعت نجات کے لئے کافی نہ ہوگی اور یہ مفہوم آیت کے خلاف ہے۔

4: ومن یطع اللہ ورسولہ یدخلہ جنت تجری من تحتها الانھر۔ ومن یتول یعذبہ عذابا الیما۔

اور جو اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرے اللہ اسے ان باغات میں داخل کرے گا جن کے نیچے نہریں بہتی ہیں اور جو منہ پھیرے اسے اللہ دردناک عذاب دے گا۔

(فتح:17)

اس آیت میں بھی رسول اکرم ﷺ کی اطاعت پر جنت کا حصول موقوف ہونا بتایا گیا ہے گویا جس نے آپ کی اطاعت کر لی اسے کسی دوسری شخصیت کی اطاعت کی ضرورت نہیں۔ اب اگر آپ کے بعد کوئی شخص دعوئ نبوت کرے اور کہے کہ میری اطاعت لازم نہیں نہ مجھ پر ایمان لانا ضروری ہے تو وہ شخص اعلیٰ درجے کا پاگل بھی ہو سکتا ہے۔ اور اگر کہے کہ مجھ پر ایمان لائے بغیر کسی کی نجات نہیں ہو سکتی۔ جیسا کہ مرزا قادیانی نے کہا تو وہ شخص اس آیت کا مذاق اڑا رہا ہے کیونکہ اس آیت میں صرف آپ کی

اطاعت ہی نجات کے لئے کافی قرار دی گئی ہے اور اس مفہوم کی آیات قرآن کریم میں سینکڑوں ہیں۔ یوں کہیں کہ سارا قرآن ختم نبوت کے بیان سے بھرا پڑا ہے۔

5: النبی اولی بالمومنین من انفسھم وازواجہ امھتھم

نبی صلی اللہ علیہ وسلم مومنوں کی جانوں سے بڑھ کر ان پر حق رکھتے ہیں اور آپ کی بیویاں ان کی مائیں ہیں۔ (احزاب:6)

اس آیت میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے تا قیامت آنے والے ہر مومن کی جان پر اختیار دیا گیا ہے اور یہ شان ایک نبی ہی کے لئے ہوسکتی ہے اور آپ کے بعد یہ اختیار کسی کو نہیں دیا گیا پھر آپ کی ازواج مطہرات کو تمام مومنوں کی مائیں قرار دیا گیا ہے اور یہ عظمت بھی آپ کے سوا کسی دوسرے شخص کی ازواج کے لئے ماننا قرآن کا مقابلہ ہے اور آپ کی بیویاں اسی لئے تمام مومنوں کی مائیں ہیں کہ آپ بحیثیت نبی ساری اُمت کے باپ ہیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی دوسرے شخص کا یہ منصب نہیں کہ وہ ساری اُمت کا باپ ہو۔لہٰذا اس کے لئے نبوت بھی نہیں مانی جاسکتی۔ بات بہت صاف ہے۔

6: لقد کان لکم فی رسول اللہ اسوۃ حسنۃ

بالتحقیق تمہارے لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات میں نمونہ کامل ہے۔ (احزاب:21)

اس آیت میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات کو ہر مومن کے لئے تا قیامت نمونہ کامل قرار دیا گیا ہے۔ گویا ہر شخص پر لازم ہے کہ آپ کی سیرت مبارکہ کو اپنے لئے مشعل راہ بنائے اور آپ کی اطاعت میں زندگی گزارے۔ ثابت ہوا کہ آپ کے بعد کوئی ایسا شخص پیدا نہ ہوگا جس کی سیرت کو نمونہ کامل کہا جاسکے اور ہر نبی امت کے لئے نمونہ کامل ہی ہوتا ہے۔ اب یہ منصب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر ختم ہوگیا۔ کسی اور کے لئے ماننا قرآن کی مخالفت اور کفر ہے۔

7: ومن یعص اللہ رسولہ فقد ضل ضللا مبینا

اور جو شخص اللہ اور اس کے رسول کی مخالفت کرے وہ کھلی گمراہی میں جا پڑا۔

(احزاب:36)

یہ آیت بھی واضح دلیل ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہی مومنوں کے لئے تا قیامت مطاع مطلق ہیں۔ آپ کے سوا یہ منصب کسی کا نہیں اور یہی نبی کی شان ہوتی ہے جیسے اللہ فرماتا ہے۔

8: وما ارسلنا من رسول الا لیطاع باذن اللہ۔

اور ہم نے جو بھی رسول بھیجا وہ اسی لئے تھا تاکہ بحکم الٰہی اس کی اطاعت کی جائے۔

(نسآء:64)

جب مطاع مطلق حضور ﷺ ہی ہیں تو پھر نبوت بھی صرف آپ کے لئے ہی مختص ہے۔

9: واقیمو الصلوٰۃ واتو الزکوٰۃ واطیعو االرسول لعلکم ترحمون

اور نماز قائم کرو اور زکوٰۃ دو اور رسول ﷺ کی اطاعت کرو تا کہ تم پر رحم کیا جائے۔

(نور:56)

اس آیت میں حضور ﷺ کو لقب رسول سے یاد کیا گیا۔ جس کا صاف معنی یہ ہے کہ آپ کے بعد کوئی اور رسول نہیں ہے۔ اللہ چاہتا ہے کہ قیامت تک سارے مسلمان جان لیں کہ لفظ رسول کا مصداق صرف رسول اکرم ﷺ ہی ہیں۔ اگر کوئی اور رسول بھی آنے والا ہوتا تو پھر اطیعوا صھوا گہا جانا چاہئے تھا۔ تا کہ لقب رسول آپ سے مختص نہ ہوتا اور ایسی آیات تو قرآن میں سینکڑوں ہیں جن میں مطلقا رسول ﷺ کو لقب رسول یا لقب نبی سے یاد کیا گیا۔ ایسی تمام آیات ختم نبوت کی دلیل ہیں۔ جیسے

10: قل اطیعو االلہ واطیعو االرسول (نور:54)

11: ویقولون امنا باللہ وبالرسول (نور:47)

12: اذادعو االی اللہ ورسولہ (نور:51)

13: ومن یطع اللہ ورسولہ (نور:52)

الغرض جس بھی سورۃ کو لے لیں ہر سورت ایسی آیات سے بھری پڑی ہے۔ ایسے ہی قرآن کریم میں ایسی آیات کی بھی کثرت ہے جن میں حضور سیّد عالم ﷺ کو لقب نبی سے یاد کیا گیا ہے۔ جیسے یاایھا النبی قرآن کریم میں بکثرت ہے۔ کئی سورتوں کا آغاز ہی ان کلمات سے ہوا ہے۔ جیسے سورۃ احزاب، سورۃ طلاق، سورۃ تحریم اور فرمایا گیا:

13: ان اولی الناس بابرٰھیم للذین اتبعو ہ وھذا النبی

بے شک ابراہیم علیہ السلام سے قریب تر وہ لوگ ہیں جو ان کی اتباع کریں اور یہ نبی ﷺ ان سے قریب تر ہیں۔ (آل عمران:68)

معلوم ہوا قرآن کے ماننے والوں کے لئے ایک ہی نبی ہے۔ یعنی محمد مصطفیٰ ﷺ اگر آپ کے علاوہ بھی کسی نبی کا آنا ممکن ہوتا تو آپ کا نام لے کر کہا جاتا کہ محمد ﷺ ابراہیم علیہ السلام سے قریب تر ہیں۔

14: ولو کانوا یومنون باللہ والنبی وما انزل الیہ مااتخذوھم اولیاء

اگر وہ اللہ اور نبی ﷺ پر اور جو کچھ آپ پر اتارا گیا اس پر ایمان رکھتے ہوتے تو مشرکین کو اپنا دوست نہ بناتے۔ (مائدہ:81)

یہ آیت بھی بتا رہی ہے کہ اللہ کو رب ماننے کے بعد جس انسان کو نبی ماننا ضروری ہے وہ حضور ﷺ ہی ہیں۔

15: ما کان للنبی و الذین امنوا ان یستغفروا للمشرکین ولو کانو اولی قربی

نبی ﷺ اور ایمان والوں کے لئے جائز نہیں کہ مشرکوں کے لئے بخشش مانگیں خواہ وہ ان کے قریبی ہی کیوں نہ ہوں۔ (توبہ:113)

اس آیت سے صاف معلوم ہو رہا ہے کہ ایمان والوں کے لئے اب اگر کوئی نبی ہے وہ تو صرف محمد مصطفی ﷺ ہی ہیں۔ اس انداز سے مطالعہ کیا جائے تو قرآن کا اکثر و بیشتر حصہ ختم نبوت کی خوشبو لئے ہوئے ہے۔ تفصیل کے لئے میری کتاب "ختم نبوت اور قادیانیت" دیکھیں۔

مرزائیوں کا ایک آیت سے بقاء نبوت پر غلط استدلال:

مرزائی گروہ ایک آیت سے اجراء نبوت پر استدلال کرتا ہے اللہ فرماتا ہے کہ

اللہ یصطفی من الملئکۃ رسلا و من الناس۔

اللہ تعالیٰ فرشتوں میں سے رسول چنتا ہے اور انسانوں میں سے بھی۔ (حج:75)

مرزائی کہتے ہیں کہ اس آیت میں صیغہ مضارع یصطفی فرمایا گیا۔ جو حال و استقبال کے لئے ہے۔ گویا اللہ اب بھی فرشتوں اور انسانوں میں سے رسول چنتا ہے۔ ماننا پڑے گا کہ نبوت و رسالت کا سلسلہ اب بھی جاری ہے۔

مگر مرزائیوں کا یہ استدلال قطعی غلط ہے۔ اس آیت میں اللہ نے صرف اپنی شان بیان فرمائی ہے کہ وہی فرشتوں اور انسانوں میں سے اپنے رسول چنتا ہے۔ کسی فرشتے یا انسان کو یہ اختیار نہیں کہ وہ از خود رسول بن جائے یا یہ کہ فرشتے اور انسان باہمی مشاورت سے اپنے میں سے کسی کو رسول منتخب کر لیں ایسا نہیں ہو سکتا۔ بلکہ اللہ ہی جسے چاہے بطور رسول چن سکتا ہے اور اس آیت میں مشرکین مکہ کے اعتراض کے جواب میں وہ کہتے تھے اللہ نے اس شخص محمد ﷺ کو رسول کیوں چنا ہے۔ ہم میں سے کسی کو کیوں نہیں چنا۔ اللہ نے اس کا جواب دیا کہ رسول چننا اس کا کام ہے تمہارا نہیں۔ اس کا یہ معنی نہیں ہے کہ اللہ اب بھی رسول چن رہا اور بھیج رہا ہے۔ پھر یہاں لفظ رُسُلاً فرمایا گیا ہے۔ اور رسول اس نبی کو کہتے ہیں جو نئی کتاب یا نئی شریعت لے کر آئے اور خود مرزائی بھی مانتے ہیں کہ اب ایسا نبی نہیں آ سکتا۔ پھر وہ کس منہ سے اس آیت کو اپنی دلیل بناتے ہیں۔

ختم نبوت پر چند احادیث نبویہ:

کچھ احادیث تو ابھی ہم نے لفظ خاتم النبیین کا معنی بتاتے ہوئے لکھی ہیں۔ چند احادیث مزید لکھی جاتی ہیں۔

1: ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

بنی اسرائیل کی سیاست ان کے انبیاء ہی کرتے تھے۔ جب ایک نبی فوت ہو جاتا تو دوسرا نبی اس کی جگہ لے لیتا اور ان کا حاکم ہوتا (جیسے موسیٰ علیہ السلام کے بعد یوشع بن نون علیہ السلام ان کے حاکم بنے) مگر میرے بعد کوئی نبی نہیں۔ البتہ میرے بعد خلفاء ہوں گے اور بکثرت ہوں گے۔ صحابہ نے عرض کیا پھر آپ کا کیا حکم ہے کہ ہم ان خلفاء سے کیا معاملہ کریں۔ فرمایا جو پہلے خلیفہ بنے پہلے اس کی اطاعت کرو پھر دوسرے کی۔ انہیں ان کا حق دو۔ اللہ ان سے ان کی رعیت کے بارے میں پوچھے گا۔

(بخاری کتاب احادیث الانبیاء جلد اول، صفحہ 491 مطبوعہ کراچی۔ مسلم کتاب الامارۃ، مسند احمد بن حنبل جلد 2، صفحہ 297)

اس حدیث نے خوب واضح کر دیا کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی غیر تشریعی اور ظلی بروزی قسم کا نبی بھی نہیں ہو سکتا۔ اب امت کی قیادت خلفاء کریں گے جن کا کام رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم حاکم کے بیان کردہ احکام کا اجراء ہے۔ یہ حدیث صرف شریعت والے انبیاء کا ختم ہونا ہی بیان نہیں کر رہی بلکہ بالخصوص غیر صاحب شریعت انبیاء کا راستہ محدود کر رہی ہے۔ پہلی امتوں میں ایک نبی کتاب یا شریعت لاتا پھر اس کی تبلیغ کے لئے اس کے بعد انبیاء بھیجے جاتے جو غیر تشریعی یا غیر صاحب شریعت انبیاء ہوتے۔ مگر امت محمدیہ میں ان کی جگہ خلفاء نے لے لی۔ لہٰذا مرزائیوں کا یہ نظریہ باطل ہو گیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم صرف صاحبان شریعت انبیاء کے خاتم ہیں۔

2) حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

"میں محمد ہوں میں احمد ہوں، میں ماحی ہوں جس کے ذریعے اللہ کفر محو کر دے گا۔ میں حاشر ہوں جس کے بعد حشر بپا ہوگا۔ (میرے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا بلکہ قیامت آئے گی) اور میں عاقب ہوں اور عاقب وہ ہے جس کے بعد کوئی نبی نہیں۔"

(بخاری کتاب المناقب باب 7، مسلم کتاب الفضائل حدیث 124)

یہ حدیث خوب واضح کر رہی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا آخری نبی ہونا فضیلت کے اعتبار سے نہیں زمانے

کے اعتبار سے ہے۔

3: ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''تم سے پہلی امتوں میں محدث ہوتے تھے وہ انبیاء نہ تھے اگر میری امت میں ایسا کوئی محدث ہے تو وہ عمر ہے۔''

(بخاری کتاب الفضائل باب المناقب عمر بن خطاب' حدیث 3689' مسلم کتاب فضائل الصحابہ' حدیث 23)

یہاں محدثین سے وہ لوگ مراد ہیں جن کے دلوں پر اللہ الہام کا نور ڈالتا ہے اور اپنی حکمت ان کی زبان پر جاری کر دیتا ہے جیسا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ ہی کے لئے فرمایا گیا کہ اللہ ان کی زبان پر بولتا ہے۔ ایسے لوگوں پر وحی نہیں آتی۔ بلکہ وہ تائید الٰہی سے بات کرتے ہیں۔ اسی لئے محدث کہلاتے ہیں۔ پتہ چلا اُمت محمدیہ میں وحی اور نبوت کا دروازہ بند ہے۔ البتہ محدثین کا دروازہ کھلا ہے۔ جب عمر فاروق رضی اللہ عنہ جیسا شخص محدث ہی ہو سکتا ہے۔ نبی نہیں ہو سکتا۔ تو چودھویں صدی میں انگریزوں کی روٹیوں پر پلنے والا غدار ملت شخص کس طرح دعویٰ نبوت کر سکتا ہے۔

4: حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا:

''تم میرے لئے ایسے ہو جیسے موسیٰ علیہ السلام کے لئے ہارون علیہ السلام البتہ میرے بعد کوئی نبی نہیں۔'' (بخاری کتاب المغازی' باب 79)

ابھی پیچھے اسی سورۃ احزاب کی آیت 33 کی تفسیر میں ہم بتا آئے ہیں کہ غزوہ تبوک کے موقع پر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو مدینہ طیبہ میں اپنا نائب بنایا تو وہ آبدیدہ ہو گئے۔ عرض کرنے لگے کیا آپ مجھے بچوں اور عورتوں میں چھوڑ کر جا رہے ہیں۔ میرے جیسے بہادر کی تو میدان جنگ میں ضرورت ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''کیا تم اس بات پر راضی نہیں کہ تم مجھ سے وہ تعلق رکھتے ہو جو ہارون علیہ السلام کا موسیٰ علیہ السلام سے تھا۔ مگر میرے بعد کوئی نبوت نہیں ہے۔''

یعنی ہارون علیہ السلام بھی اپنے بھائی موسیٰ علیہ السلام کے نائب بنتے تھے۔ مگر وہ نبی تھے جبکہ اے علی تم میرے نائب ہو اور میرے بھائی ہو مگر تم نبی نہیں ہو سکتے۔ کیونکہ میرے بعد کوئی نبی ہے ہی نہیں بلکہ میرے بعد کوئی نبوت ہی نہیں۔ جب مولا علی شیر خدا نبی نہیں بن سکتے حالانکہ وہ دار الحکومت کا دروازہ ہیں اور سلاسل روحانیہ کے پیشوا ہیں۔ گویا علم ظاہری و باطنی اور شریعت و طریقت دونوں کا منبع و مخزن ہیں تو کسی

دوسرے یک چشم گل کو دعویٰ نبوت کرتے ہوئے شرم آنا چاہیے۔ مگر کیا کیا جائے۔

خوف خدا شرم نبی یہ بھی نہیں وہ بھی نہیں

5: ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''قیامت قائم نہ ہو گی جب تک دو گروہوں میں لڑائی نہ ہو ان کے درمیان عظیم جنگ ہو گی (شاید یہ 1914ء کی عالمی جنگ کی طرف اشارہ ہے) اور قیامت نہ آئے گی جب تک تیس کے قریب دجال و کذاب نمودار نہ ہوں۔ ان میں سے ہر کوئی سمجھے گا وہ اللہ کا رسول ہے۔'' (بخاری کتاب الفتن' باب 35' مسلم کتاب الفتن حدیث 84)

6: ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اے لوگو نبوت میں سے صرف مبشرات (اچھی خوابیں) ہی رہ گئی ہیں۔

(بخاری کتاب التعبیر باب 5' مسلم کتاب الصلوٰۃ حدیث 207)

7: ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی مرض وصال میں اپنے گھر کا پردہ اٹھایا۔ اس وقت آپ کا سر بندھا ہوا تھا۔ (دردسر کی وجہ سے آپ نے سر پر پٹی باندھی ہوئی تھی) اور لوگ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے پیچھے صف بستہ کھڑے تھے۔ آپ نے فرمایا: اے لوگو! نبوت کی مبشرات میں سے صرف اچھی خوابیں رہ گئی ہیں۔ جنہیں ایک مسلم دیکھتا ہے یا اسے دکھائی جاتی ہیں۔

(مسلم کتاب الصلوٰۃ حدیث 208)

اس حدیث نے مرزائی فتنے کا قلع قمع کر کے رکھ دیا ہے اللہ تعالیٰ ایک نبی کو جن ذرائع سے معارف نبوت عطا فرماتا ہے ان میں سے ایک خواب بھی ہے اسی لئے حدیث میں ہے کہ اچھی خواب نبوت کے چالیس اجزاء میں سے ایک جزء ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اب صرف اچھے خواب ہی باقی رہ گئے۔ معارف نبوت کے باقی تمام ذرائع محدود ہو گئے ہیں۔ یعنی فرشتے کے ذریعے پیغام ملنا براہ راست کسی کے دل پر اللہ کا اپنا کلام ڈالنا اور ایسے ہی وحی کی دیگر تمام اقسام مکمل طور پر بند ہو گئیں۔ اب صرف ایک جزء رہ گئی ہے اچھی خوابیں۔ اگر کوئی سر پھرا کہے کہ چلو نبوت کا کچھ تو باقی ہے۔ لہٰذا نبوت مکمل بند تو نہیں ہوئی تو ہم اس کے جواب میں کہیں گے ایک جزء کے پائے جانے سے کل کے پائے جانے کا دعویٰ محض حماقت ہے۔ جس شخص کے پاس ایک پھول ہو کیا وہ کہہ سکتا ہے کہ میرے پاس ایک باغ ہے۔ جس نے کسی علم کا صرف ایک سبق پڑھا ہو کیا وہ اس علم کی امامت کا دعویٰ کر سکتا ہے۔ جس کے پاس ایک اینٹ ہو کیا وہ محل کا مالک کہلا سکتا ہے؟ اگر نہیں تو صرف اچھی خوابوں کی بنیاد پر دعویٰ نبوت کیسے کیا جا سکتا ہے؟

8) ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

انی اخر الانبیاء و مسجدی اخر المساجد۔

''میں انبیاء میں سے آخری نبی ہوں اور میری مسجد سب سے آخری مسجد ہے۔''

(مسلم جلد ا' صفحہ 446 مطبوعہ کراچی)

اس حدیث کی تشریح ایک اور حدیث کرتی ہے۔ سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا روایت کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں خاتم الانبیاء ہوں اور میری مسجد مساجد انبیاء کی خاتم ہے۔

(کنز العمال بروایت دیلمی ابن نجار و بزار)

9) حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

بعثت انا والساعة کھاتین۔ میں اور قیامت ہم دونوں ان دو انگلیوں کی طرح بھیجے گئے ہیں۔ (بخاری کتاب الدقاق باب 39' مسلم کتاب الجمعہ حدیث 39)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی دو انگلیوں کے اشارے سے بتایا کہ جس طرح ان دو انگلیوں کے درمیان کوئی اور انگلی نہیں۔ یونہی میرے اور قیامت کے درمیان کوئی اور نبی نہیں۔

10: ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

ہم آخری امت ہیں اور روز قیامت ہم سب سے پہلے ہوں گے۔ یہ الگ بات ہے کہ پہلے لوگوں کو ہم سے پہلے کتاب دی گئی اور ہمیں ان کے بعد۔

(بخاری کتاب الوضو باب 68' مسلم کتاب الجمعہ حدیث 19)

یہ دس احادیث میں نے بخاری و مسلم سے بطور برکت کے پیش کردی ہیں۔ ورنہ ختم نبوت پر احادیث کے انبار لگے ہوئے ہیں۔ میں نے اپنی کتاب ختم نبوت اور قادیانیت میں اڑھائی سو 250 احادیث جمع کی ہیں۔ **من شاء فلینظرھا**

ختم نبوت پر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا اجماع:

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال پر ملال کے بعد ابوبکر صدیق خلیفہ بنے اور انہیں سب سے پہلے جس مسئلہ سے نمٹنا پڑا وہ منکرین ختم نبوت کی جماعت تھی۔ یمامہ میں مسیلمہ کذاب نے دعویٰ نبوت کر دیا اور دیگر علاقوں میں مختلف مدعیان نبوت اٹھ کھڑے ہوئے ان میں سب سے مضبوط تر مسیلمہ کذاب تھا۔ جس کے گرد تقریباً ایک لاکھ افراد جمع ہو گئے تھے۔ مسیلمہ کذاب اللہ کی توحید رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت اور یوم قیامت پر ایمان رکھتا تھا۔ پانچ وقت نماز باجماعت کا اہتمام کرواتا تھا۔ اس نے اذان کے لئے

ایک شخص مقرر کیا تھا اور اسے کہہ رکھا تھا کہ اشھد ان محمد رسول اللہ پر آواز زیادہ بلند کرے۔

(تاریخ طبری جلد 3، صفحہ 244)

مگر اس کے باوجود تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اسے واجب القتل قرار دیا۔ کیونکہ وہ خود کو رسول کہتا تھا۔ اس نے کئی اقوال گھڑ رکھے تھے جو اس کے بقول اس پر اللہ کی طرف سے نازل ہوئے تھے۔ چنانچہ صحابہ کرام کا ایک عظیم لشکر خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کی کمان میں مدینہ طیبہ سے یمامہ پہنچا۔ گھمسان کی جنگ ہوئی۔ جس میں اللہ نے اسلام کو فتح دی اور مسیلمہ کذاب قتل ہو گیا۔ اس کے دس ہزار ساتھی مسلمانوں کے ہاتھوں قتل ہوئے جبکہ مسلمانوں میں سے شہید ہونے والوں کی تعداد البدایہ میں چھ سو اور طبری میں بارہ سو مذکور ہے۔ ان شہداء میں جلیل القدر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بھی تھے۔ الغرض صحابہ کرام نے اس بات پر اجماع کیا کہ ختم نبوت کا منکر کافر و مرتد اور واجب القتل ہے۔ اگر مرزا غلام احمد قادیانی دور خلافت راشدہ میں دعویٰ نبوت کرتا تو اس کا انجام بھی مسیلمہ کذاب والا ہی کیا جاتا۔

ختم نبوت پر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے بعض اقوال:

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے فرمایا:

"چلو ام ایمن کے پاس چلتے ہیں۔ اسے دیکھ آئیں۔ جیسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس کا حال پوچھنے جایا کرتے تھے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں جب ہم وہاں گئے تو ام ایمن رضی اللہ عنہا رونے لگیں۔ ابو بکر صدیق اور عمر فاروق رضی اللہ عنہما نے پوچھا: آپ کیوں رو رہی ہیں؟ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے ہاں دنیا والی زندگی سے بہتر ہیں۔ وہ فرمانے لگیں مجھے معلوم ہے کہ وہ اللہ کے ہاں دنیا سے بہتر مقام میں ہیں۔ مگر میں اس لئے روتی ہوں کہ اب آسمان سے وحی کا نزول ہمیشہ کے لئے بند ہو گیا۔ یہ سن کر ابو بکر صدیق و عمر فاروق رضی اللہ عنہما کا دل بھر آیا اور وہ بھی اس کے ساتھ رونے لگے۔"

(مسلم کتاب الفضائل باب فضائل ام ایمن، حدیث 102)

پتہ چلا ابو بکر صدیق و عمر فاروق رضی اللہ عنہم بھی یہی جانتے تھے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد وحی نہیں آسکتی۔ جب وحی نہیں آسکتی تو نبوت کہاں سے آئے گی اور جب صدیق اکبر و فاروق اعظم رضی اللہ عنہم پر وحی نہیں آسکتی تو چودھویں صدی میں انگریزوں کے ایک غلام پر کیسے آسکتی ہے۔

مولا علی المرتضی شیر خدا رضی اللہ عنہ ان الفاظ سے درود شریف پڑھتے تھے۔

اللهم داحی الموحوات وبادی المسبوکات اجعل شرائف صلوتك ونوامی برکاتك علی محمد عبدك ورسولك الفتاح لما اعلق والخاتم لما سبق۔

''اے اللہ زمینوں کے بچھانے اور آسمانوں کے بنانے والے اپنی سب سے اعلیٰ رحمتیں اور سب سے لمبی برکتیں اپنے بندے اور رسول محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل فرما جو بند دروازوں کے کھولنے والے ہیں اور نبوت کے چلے آنے والے سلسلہ کو بند کرنے والے ہیں۔''

(الشفاء للقاضی عیاض جلد 2' صفحہ 56 مطبوعہ ملتان)

حضرت عبداللہ بن ربی روفی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا بیٹا ابراہیم بچپن میں فوت ہو گیا اور اگر اللہ کو آپ کے بعد کسی نبی کا آنا منظور ہوتا تو آپ کا بیٹا زندہ رہتا اور نبی بنتا مگر آپ کے بعد کوئی نبی نہیں آسکتا۔''

(بخاری شریف' جلد دوم کتاب الادب' صفحہ 914 مطبوعہ کراچی)

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ختم نبوت پر مزید اقوال میری کتاب ''ختم نبوت'' اور قادیانیت میں دیکھے جائیں۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے بعض اقوال سے مرزائیوں کا غلط استدلال:

درمنشور میں سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کا یہ قول منقول ہے فرمایا:

قولوا خاتم النبیین ولاتقولو لا نبی بعدہ

''لوگو! یہ تو کہو کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النبیین ہیں مگر یہ نہ کہو کہ آپ کے بعد کوئی نبی نہیں۔''

(درمنشور جلد 5' صفحہ 204

جواب اول:

مرزائی لوگوں کو چاہیے کہ وہ انصاف سے کام لیتے ہوئے اسی درمنشور کے اسی صفحہ پر مذکور دوسرے صحابی حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کا قول بھی بیان کردیں تاکہ مسلمان دھوکے میں نہ پڑیں۔

چنانچہ شعبی روایت کرتے ہیں کہ ایک شخص نے مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کے سامنے کہا:

صلی اللہ علی محمد خاتم النبیاء لا نبی بعدہ

''اللہ تعالیٰ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجے آپ خاتم الانبیاء ہیں۔ آپ کے بعد کوئی نبی نہیں۔''

حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ:

''جب تم نے خاتم الانبیاء کہہ دیا تو یہی کافی ہے۔ کیونکہ ہم یہ حدیث بیان کرتے ہیں کہ عیسیٰ علیہ السلام دنیا میں آنے والے ہیں۔ جب وہ آئیں گے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے بھی ہوئے اور آپ کے بعد بھی۔'' (در منشور جلد 5' ص 204)

اس عبارت سے واضح ہو گیا کہ سیدہ عائشہ صدیقہ اور مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہما کا لانبی بعدہ کہنے سے روکنا اس لئے ہے تا کہ اس سے عیسیٰ علیہ السلام کے دوبارہ آنے کی نفی نہ ہو اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے دوبارہ ضرور آنا ہے اور وہ نبی ہوں گے۔ لہٰذا کوئی شخص لانبی بعدی کی آڑ میں ان کے آنے کی نفی نہ کرے۔ (جیسا کہ مرزائی کرتے ہیں) یہ قول مرزائیوں کے لئے مفید نہیں بلکہ مہلک ہے حضرت مغیرہ بن شعبہ نے تو مرزائی شجر کی جڑ کاٹ دی ہے۔ مرزائی یہی سمجھتے ہیں کہ عیسیٰ علیہ السلام فوت ہو گئے ہیں اور وہ دوبارہ نہیں آئیں گے۔ اور جس عیسیٰ علیہ السلام کا دنیا میں آنا حدیث میں ہے وہ مرزا غلام احمد قادیانی ہے۔ مگر صحابی رسول حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ نے خوب وضاحت فرما دی کہ عیسیٰ علیہ السلام رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے بھی تھے اور بعد میں بھی ہوں گے۔

جواب دوم:

سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا فرمانا کہ لانبی بعدہ نہ کہو ان کا ذاتی اجتہاد تھا اور انہوں نے ایک مخصوص معنی میں صرف لانبی بعدہ کہنے سے منع کیا مگر ان کا عقیدہ یہی تھا کہ آپ کے بعد کوئی نبی نہیں آسکتا۔ خود ان سے مروی احادیث اس کی صراحت کر رہی ہیں کہ ان کا کیا عقیدہ تھا۔ چنانچہ ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

لم یبق بعدی من النبوۃ شیء الا المبشرات

''میرے بعد نبوت میں سے کوئی چیز باقی نہیں رہ گئی سوا مبشرات کے۔ پھر آپ نے فرمایا ہمیشہ مبشرات وہ اچھی خوابیں ہیں جو ایک مسلمان دیکھتا ہے یا اسے دکھائی جاتی ہیں۔''

(کنز العمال جلد 15' صفحہ 371 حدیث 41423 بروایت مسند احمد وخطیب)

کیا اس حدیث کے پڑھنے کے بعد کوئی ذی ہوش کہہ سکتا ہے کہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا ختم نبوت پر ایمان نہ رکھتی تھیں؟ مرزائی ابن عباس رضی اللہ عنہما کے اس قول سے بھی بقاء نبوت پر دلیل لاتا ہے کہ فرمایا: جب ابراہیم بن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال ہوا اور رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے ان پر نماز جنازہ پڑھی اور اس کے بعد فرمایا: جنت میں اس کے لئے ایک دائی مقرر کی گئی ہے۔ حضرت ابن عباس فرماتے ہیں کہ: **ولو عاش لکان صدیقاً نبیاً**۔ ''اگر ابراہیم زندہ رہتا تو سچا نبی بنتا اور اگر وہ زندہ رہتا تو اس کے ننھیال قبط آزاد ہو جاتے

اور کسی قبطی کو آئندہ غلام نہ بنایا جاتا۔" (ابن ماجہ کتاب الجنائز باب 27' حدیث 1511)

مرزائی ان الفاظ کو کہ اگر وہ زندہ رہتا تو سچا نبی ہوتا رسول اکرم ﷺ کے الفاظ قرار دیتے ہیں مگر صحیح یہ ہے کہ یہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کے الفاظ ہیں۔ بہرحال ان کے الفاظ **ولو عاش لکان صدیقاً نبیاً** کا معنی یہ ہے کہ **لو عاش لکان اھلاً لکونہ صدیقاً نبیاً**۔ اگر ابراہیم زندہ رہتے تو اس بات کے اہل تھے کہ سچے نبی ہوتے۔ چنانچہ حضرت انس سے بھی یہ قول یوں مروی ہے کہ "سدی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ انہوں نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے پوچھا بوقت وصال حضرت ابراہیم بن محمد کی عمر کیا تھی انہوں نے جواب دیا۔"

ماملا مھدہ ولو بقی لکان نبیاً لکن لم یبق لان نبیکم اخرو الانبیاء

انہوں نے گہوارہ بھی نہ بھرا اور اگر وہ زندہ رہتے تو نبی بن سکتے تھے مگر وہ باقی نہ رہے کیونکہ تمہارے نبی ﷺ سب سے آخری نبی ہیں۔ (تاریخ کبیر لابن عساکر جلد ا' صفحہ 294)

اس عبارت سے **لو عاش لکان صدیقاً نبیاً** کے الفاظ کے بارے میں معلوم ہوا کہ ان کا یہی معنی ہے کہ حضرت ابراہیم فی ذاتہٖ نبی ہونے کے اہل تھے۔ اور اگر حضور ﷺ کے بعد سلسلہ نبوت جاری ہوتا تو وہ نبی بنتے مگر چونکہ حضور ﷺ آخری نبی ہیں اس لئے اللہ نے انہیں اس عمر سے پہلے ہی اٹھالیا جس میں انبیاء کو نبوت دی گئی تاکہ کوئی گمراہ انسان ان کی نبوت کا قائل نہ ہو جائے۔

پھر حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے کثیر احادیث ختم نبوت کے متعلق مروی ہیں۔ جیسے آپ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنے وصال سے کچھ دن قبل اپنے گھر کا پردہ اٹھا کر فرمایا: اے لوگو! نبوت کے مبشرات میں سے صرف اچھی خوابیں رہ گئی ہیں۔ پھر آپ ہی سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: **لی النبوۃ ولکم الخلافۃ**۔ "میرے لئے نبوت ہے اور تمہارے لئے خلافت۔"

(کنز العمال جلد 13' صفحہ 511 حدیث 37312 بروایت ابن عساکر)

ابن عباس سے مروی ہے یہ حدیث صاف بتا رہی ہے کہ نبوت صرف حضور ﷺ کے لئے ہے اور امت کے لئے صرف خلافت ہے گویا امت کے کسی فرد کے لئے نبوت نہیں ہے۔ اس کے باوجود مرزائیوں کا یہ تاثر دینا کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما حضور ﷺ کے بعد بقاء نبوت کے قائل ہیں کس قدر ظلم عظیم اور کذب اکبر ہے۔ **لاحول ولاقوۃ الا باللہ**۔

ختم نبوت پر چند عقلی دلائل:

نبی اکرم ﷺ آفتاب نبوت ہیں اور دوسرے انبیاء نبوت کے ستارے ہیں۔ امام بوصیری رحمۃ اللہ علیہ

نے اسی لئے فرمایا:

کانہ شمس فضل ھم کواکبھا

لیظھرن انوارھا للناس فی الظلم

یعنی رسول اکرم ﷺ آفتاب فضیلت ہیں اور دوسرے انبیاء اس کے ستارے جو لوگوں کے لئے اپنے انوار اندھیروں میں ظاہر کرتے تھے۔ انبیاء کرام آسمان فضل پر ستارے بن کر چمکے مگر اندھیرا چھٹ نہ سکا۔ آخر اللہ تعالیٰ نے فاران کی چوٹیوں سے آفتاب محمدی جلوہ گر کیا اور دیکھتے ہی دیکھتے دنیا پر توحید و رسالت کی روشنی پھیل گئی۔ کروڑوں سینے نور قرآن سے جگمگا اٹھے۔ اسی لئے قرآن نے آپ کو سراج منیر (چمکا دینے والا آفتاب) کہہ کر یاد فرمایا۔ (احزاب:46)

اور محمدی آفتاب کی روشنی بڑھتی ہی جا رہی ہے ایک وقت آنے والا ہے کہ ہر سینہ اس کے نور سے منور فرمایا جائے گا۔ اور اس میں شک نہیں کہ جب آفتاب طلوع ہوتا ہے تو سب ستارے چھپ جاتے ہیں۔ ستارے ختم نہیں، ہوتے وہ اپنی جگہ چمکتے ہی رہتے ہیں مگر آفتاب کے نور کے سامنے ماند پڑ جاتے ہیں۔ اسی طرح انبیاء آج بھی زندہ اور محو عبادت ہیں۔ مگر محمدی آفتاب کے نور نے انہیں چھپا دیا ہے۔ دوستو جب پہلے انبیاء کا نور بھی مدنی آفتاب کے آگے ماند پڑ گیا ہے تو کسی کی نبوت کا ستارہ کیوں کر چمکے گا اور اس کے چمکانے کی کیا ضرورت ہے؟

دوم:

جب کاغذ پر پلکار سے دائرہ کھینچا جائے تو اس کی ایک ٹانگ کاغذ میں پیوست کر کے دوسری ٹانگ کو گول گھمایا جاتا ہے جس سے گول دائرہ کھچ جاتا ہے اور دائرہ یوں کھچتا ہے کہ پلکار جس نقطہ سے دائرہ شروع کرتی ہے اسی نقطہ پر واپس آجاتی ہے تو دائرہ مکمل ہو جاتا ہے۔ اللہ نے بھی صفحہ دہر پر دائرہ نبوت کھینچا تو قدرت کی پلکار نے ذات محمد مصطفیٰ ﷺ کے نقطہ سے دائرہ شروع کیا اور اسی نقطہ پر لا کر ختم کر دیا۔ اسی لئے حدیث مبارکہ ہے۔

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے واذاخذنا من النبیین میثاقھم و منک من نوح (احزاب:۷) کے تحت فرمایا: ”میں تخلیق میں سب انبیاء سے پہلے ہوں اور بعثت میں سب انبیاء کے بعد۔“ (ابن ابی حاتم جلد 9، صفحہ 3116 حدیث 17594)

”حضرت میسرۃ الفخر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! آپ کے لئے نبوت کب واجب ہوئی آپ نے فرمایا: اس وقت آدم علیہ السلام روح اور جسم کے درمیان تھے۔“

(درمنشور جلد 6 ' صفحہ 569 بروایت احمد' طبرانی' حاکم)

تو نبوت سب سے پہلے حضور ﷺ کو عطا کی گئی اور سب سے آخر میں آپ کو مبعوث کیا گیا گویا دائرہ نبوت آپ سے شروع کیا گیا۔ تو ضروری تھا کہ وہ آپ ہی پر ختم ہو مولانا احمد رضا بریلوی علیہ رحمۃ اللہ فرماتے ہیں۔

فتح باب نبوت پہ بے حد درود
ختم دور رسالت پہ لاکھوں سلام

دوستو! جب دائرہ نبوت مکمل ہو چکا ہے تو کوئی نیا نبی کیسے آسکتا ہے۔ خواہ وہ مسیلمہ کذاب ہو یا مسیلمہ پنجاب۔

سوم:

جب بہت سی رقمیں جمع کرنا ہوں تو انہیں ایک دوسری کے نیچے لکھتے جاتے ہیں پھر آخر میں لائن کھینچ کر اس کے نیچے ان تمام رقموں کا مجموعی عدد لکھا جاتا ہے۔ اس میں اوپر والی تمام رقمیں آجاتی ہیں۔ اسی طرح اللہ نے سب انبیاء کو گوناگوں صفات و کمالات عطا فرمائے اور معجزات بخشے' آخر میں اللہ نے چاہا کہ ان تمام صفات و کمالات اور معجزات کو جمع کیا جائے تو اللہ نے اپنے محبوب کریم ﷺ کو سب کمالات نبوت کا جامع بنا کر آخری نبی کی صورت میں مبعوث فرمادیا۔ جب مجموعی عدد آگیا تو مزید کوئی عدد نہیں آسکتا۔ یہاں تین عقلی دلائل پر اکتفا کیا جاتا ہے۔ میں نے اپنی کتاب ''ختم نبوت اور قادیانیت'' میں مزید عقلی دلائل سے عقیدہ ختم نبوت ثابت کیا ہے وہاں ضرور دیکھ لیں۔

جنت

جنت ایک مکان ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ایمان والوں کے لئے بنایا ہے۔ اس میں وہ نعمتیں مہیا کی ہیں جن کو نہ آنکھوں نے دیکھا نہ کانوں نے سنا نہ کسی آدمی کے دل پر ان کا خطرہ گزرا۔ جو کوئی مثال اس کی تعریف میں دی جائے سمجھانے کے لئے ہے ورنہ دنیا کی اعلیٰ سے اعلیٰ شے کو جنت کی کسی چیز کے ساتھ کچھ مناسبت نہیں۔ وہاں کی کوئی عورت اگر زمین کی طرف جھانکے تو زمین سے آسمان تک روشن ہو جائے اور خوشبو سے بھر جائے اور چاند سورج کی روشنی جاتی رہے۔ (بہار شریعت)

راجا رشید محمود، مدیر اعلیٰ ماہنامہ ''نعت'' لاہور

ختم نبوت اور کاذب مدّعی نبوت

ہر نبی مخلوقِ خدا کے لئے خدا تعالیٰ کی طرف سے ہدایت، شریعت یا کتاب لاتا ہے۔ بنی نوع انسان کی نجات کے لئے اللہ کریم جل وعلا کے پروگرام سے نبی براہ راست واقف اور مطلع ہوتا ہے اور اس پروگرام کو وحی الٰہی رہنمائی میں وہ لوگوں تک پہنچاتا ہے اور خود اس پروگرام پر عمل کر کے عامۃ الناس کو دکھاتا بھی ہے تاکہ انہیں بھی نیکی کے اس راستے پر چلنے کی ترغیب ہو۔

اصل چیز انسانیت کی ہدایت ہے جسے نازل کرنے کے لئے اللہ تعالیٰ نے انبیاء و رسل کو بھیجنے کا سلسلہ جاری رکھا۔ ایک نبی بھیجا جاتا۔ وہ بعض اُمور کے لئے ہدایت جاری کرتا اور کچھ پہلو رہ جاتے۔ پھر دوسرا نبی آتا اور بعض احکام جاری کرتا، لیکن پھر کچھ امور رہ جاتے سارے عالم انسانیت کے لئے ہر لحاظ سے مکمل ہدایت پہلے کبھی نازل نہ کی گئی تھی۔ نہ پہلے انبیاء کی عملی رہنمائی زندگی کے تمام شعبوں کو محیط تھی مثلاً حضرت سلیمان علیہ السلام نے شاہی میں زندگی گزاری تھی اور فقر و استغنا کے لئے ان کی حیات مُبارک میں کوئی نمونہ نہیں ہے۔ اسی طرح حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے تجرد کی زندگی گزاری۔ ان کی پاک زندگی میں ازدواجی رہنمائی نہیں ملتی۔ چنانچہ پہلی ساری شریعتیں جزوی تھیں۔ پہلے تمام انبیاء کی زندگیاں ہر لحاظ سے پوری انسانیت کے لئے مکمل نمونہ بھی نہ تھیں۔ پہلے کسی نبی کے ہاں پورے کا پورا ضابطہ اخلاق بھی نہیں ملتا۔

جب تک کوئی چیز اپنے کمال کو نہیں پہنچتی، اس میں ارتقائی تغیرات آتے رہتے ہیں اور جب وہ مرتبہ کمال کو پہنچ جاتی ہے، اس میں ارتقاء کا کوئی سوال نہیں ہوتا، اس میں تغیر نہیں آتا وہ آخر تک اسی مرتبہ کمال پر رہتی ہے۔ اس میں کوئی اضافہ نہیں ہوتا، اسے آگے بڑھانے کی حاجت نہیں ہوتی۔ شریعت اور احکامِ ربانی کا سلسلہ حضرت آدم علیہ السلام سے شروع ہوا اور ارتقائی منازل طے کرتا ہوا حضور فخرِ موجودات باعثِ ظہور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچا تو اپنے منتہائے کمال تک پہنچ گیا۔ اسی لئے خدا تعالیٰ نے فرمایا۔

الیوم اکملت لکم دینکم واتممت علیکم نعمتی (سورۃ المائدہ)

یعنی آج میں نے تمہارے دین کو مکمل کر دیا اور تم پر اپنی نعمت کو مکمل کر دیا۔

سورۃ الاحزاب میں ہے۔

لقد کان لکم فی رسول اللہ اسوۃ حسنہ

کہ حضور ﷺ کی حیاتِ طیبہ تمہارے لئے بہترین نمونہ ہے اور حضور نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا۔

بعثت لا تمم مکارم الاخلاق

میں اس لئے آیا ہوں کہ نظامِ اخلاق کو مکمل کر دُوں۔

اللہ نے حضور ﷺ پر دین مکمل کر دیا۔ حضور ﷺ کی زندگی کو نمونہ کامل قرار دیا۔ حضور ﷺ نے ادھورے اخلاق کو پورا فرمانے کے لئے اپنی تشریف آوری کا اعلان فرمایا تو پھر سرکار ﷺ کے بعد کسی نبی کے آنے کی کیا حاجت رہ جاتی ہے۔ جب دین نے اپنے مرتبہ کمال کو جالیا، جب نبی الانبیاء ﷺ کی حیاتِ مطہرہ ہر بندے کے لئے کامل نمونہ قرار دے دی گئی۔ یعنی اُس میں زندگی کے ہر پہلو کے لئے رہنمائی موجود ہونے کا اعلان فرما دیا گیا اور حضور ﷺ نے نظامِ اخلاق کی تکمیل بھی فرما دی اور حضور ﷺ کو سب جہانوں کے لئے رحمت بنا کر بھیجنے کی بات بھی واضح ہو گئی۔ "وما ارسلنك الا رحمة للعٰلمين" تو پھر ان کے بعد کسی نبی کی کیا ضرورت باقی رہی۔

اللہ تعالیٰ کا نظامِ رحمت ہے جو ہمیں بچائے ہوئے ہے۔ سورج کی حدّت کے اور ہمارے درمیان نظامِ رحمت حائل ہے کہ ہم جل بھن نہیں جاتے۔ طوفانوں کے راستے میں یہی نظامِ رحمت رکاوٹ ہے کہ ہم محفوظ ہیں۔ یہی نظامِ رحمت کائنات کو ایک خاص پروگرام کے تحت چلا رہا ہے۔ اسی نظامِ رحمت کی برکت ہے کہ پورا نظامِ شمسی دھڑام سے گر نہیں پڑتا۔ ایک سیارہ دوسرے سیاروں سے نہیں ٹکرا جاتا۔ چاند خود سے روشن نہیں ہے لیکن اسی نظامِ رحمت کی بدولت سورج سے روشنی لے کر اس کے انعکاس کو چاندنی کے روپ میں ہم پر نچھاور کرتا ہے اور ہم اس سے مستفید ہوتے ہیں۔ یہی نظامِ رحمت ہمارے اندر موجود خلیوں کو پیدا کرتا ہے ختم کرتا ہے، انہیں ترتیب اور تنظیم بخشتا ہے۔ یہ نظامِ رحمت نہ ہوتا تو ایک خلیہ کروڑوں خلیوں کو جنم نہ دے سکتا اور ایک خلیے سے جسمِ انسانی کے ہر حصے کے خلیے الگ الگ ایک نظام کے تحت جنم لیتے، ختم ہوتے اور انسانی جسم کو چلاتے نہ رہتے۔ یہی نظامِ رحمت قرآن کی زبان میں "رحمۃ اللعالمین" کہلاتا ہے۔ پہلے انبیاء تو اپنے اپنے علاقے، اپنے اپنے قبیلے کے لئے رہنمائی کی ذمہ داری سنبھالتے رہے۔ اب حضور ﷺ تمام دنیاؤں کے لئے رحمت بن کر آئے، کوئی سیارہ، کوئی مقام، کوئی مخلوق ان کے دائرہ رحمت سے باہر نہیں۔ انہوں نے نظامِ اخلاق کی بھی تکمیل فرما دی، ان پر دین بھی مکمل ہو گیا، ان کی سیرتِ مطہرہ نمونہ کامل بھی قرار دی گئی۔ پھر اُن کے بعد کیا اضافہ ممکن ہے۔ کیا ترقی

رہ گئی، کس تکمیل کی حاجت ہے۔ چنانچہ نبوت کا سلسلہ بھی ہمیشہ کے لئے بند کردیا گیا۔

سورۃ الاحزاب میں ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

ما کان محمد ابا احد من رجالکم ولکن رسول اللہ و خاتم النبیین و کان اللہ بکل شیء علیما۔

محمد ﷺ تم میں سے کسی مرد کے باپ نہیں ہیں۔ لیکن آپ اللہ کے رسول اور تمام نبیوں میں آخری ہیں اور اللہ ہر چیز کا جاننے والا ہے۔

سنن ابی داؤد اور ترمذی شریف میں ایک حدیث پاک ہے۔ سرکار دو عالم ﷺ نے فرمایا۔

قیامت اس وقت تک قائم نہیں ہو سکتی۔ جب تک بہت سے دجال اور کذاب نہ اٹھائے جائیں جن میں سے ہر ایک یہ کہتا ہو کہ وہ نبی ہے۔ حالانکہ میں خاتم النبیین ہوں اور میرے بعد کوئی نبی نہیں۔

بخاری شریف اور ترمذی شریف کی ایک حدیث پاک حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے

''جب لوگ قیامت کے دن تمام انبیاء کے پاس سے ٹھوکریں کھاتے پریشان حال حضور ﷺ کے پاس آئیں گے تو یہ کہیں گے کہ انت رسول اللہ و خاتم الانبیاء (آپ ﷺ اللہ کے رسول ہیں اور خاتم الانبیاء ہیں)۔''

صحیح مسلم میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ایک حدیث مبارکہ میں ہے کہ

''حضور ﷺ نے دیگر انبیاء کرام پر اپنی چھ فضیلتوں کا ذکر فرمایا جن میں سے ایک یہ ہے کہ ''مجھ سے انبیاء کو ختم کیا گیا۔''

دارمی میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ایک حدیث میں ہے۔ حضور سیدنا ﷺ نے فرمایا

''میں قائد مرسلین ہوں، اور فخر نہیں، میں خاتم النبیین ہوں اور فخر نہیں۔''

صحیحین میں ہے۔

''میری مثال اور مجھ سے پہلے انبیاء کی مثال ایسی ہے جیسے کسی شخص نے گھر بنایا ہو، آراستہ پیراستہ کیا ہو مگر ایک اینٹ کی جگہ چھوڑ دی ہو۔ لوگ آ کر اس گھر کا پھیرا لگاتے ہوں۔ ان کو یہ عمارت بہت پسند آتی ہو مگر کہتے ہوں کہ یہ ایک اینٹ بھی کیوں نہ رکھ دی گئی (کہ عمارت مکمل ہو جاتی) حضور ﷺ نے فرمایا میں وہی اینٹ ہوں اور میں خاتم النبیین ہوں''

بخاری شریف اور مسلم شریف میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے اور ترمذی شریف میں حضرت سعد ابن ابی وقاص رضی اللہ عنہ اور حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے کئی حدیثیں مروی ہیں جن میں سرکار ﷺ نے فرمایا ک

میرے بعد کوئی نبی نہیں۔ ابن ماجہ میں ہے۔ حضور ﷺ نے فرمایا۔ میں سب نبیوں سے آخر میں آنے والا ہوں اور تم سب اُمتوں کے آخر میں آنے والے ہو۔

غرض قرآن وحدیث میں حضور سید عالم ﷺ کے آخری نبی ہونے کے واضح اعلانات ملتے ہیں۔ لیکن جیسا کہ پہلے عرض کیا جاچکا ہے، دجال اور کذاب لوگوں کی خبر بھی حضور ﷺ نے سُنا دی کہ وہ بعد میں بھی نبوت کا دعویٰ کریں گے جو جھوٹا ہوگا۔

آقا حضور ﷺ کے بعد بہت سے جھوٹوں نے ''نبی'' ہونے کا ادعا کیا جن میں مسیلمہ کذاب بہت مشہور ہے۔ کہ حضور ﷺ کی حیات مبارکہ ہی میں اس نے یہ حرکت کرنے کی جسارت کر لی تھی۔

آقا حضور ﷺ کے خلیفہ اوّل حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو اس فتنے کے سدِ باب کا اعزاز حاصل ہوا۔ اسودِ عنسی قبیلہ بنواسلم سے تھا۔ اس نے 15 صفر 11 ہجری کو نبوت کا دعویٰ کیا۔ سجاح قبیلہ بنوتغلب کے سردار کی لڑکی تھی اور شہر موصل کی رہنے والی تھی اس نے 28 ربیع الثانی 11 ہجری کو نبوت کا دعویٰ کیا۔ حکم بن ہشام (المقنع) نے 11 اپریل 759ء کو یہ جھوٹ بولا۔ قرمط 859ء کو کوفے میں پیدا ہوا۔ اسے 3 اپریل 891ء کو اس جھوٹ کی جسارت ہوئی۔ مرزا علی محمد باب 1819ء میں شیراز میں پیدا ہوا۔ اس نے بھی نبوت کا دعویٰ کیا۔ بہا اللہ ایرانی اور غلام احمد قادیانی نے بھی یہی حرکت کی۔ علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ نے ان دونوں کے متعلق کہا۔

آں زِ ایراں بود و ایں ہندی نژاد
آں زِ حج بیگانہ و ایں از جہاد
سینہ ہا از گرمئ قرآں تہی!
از چنیں مرداں چہ اُمید بہی

وہ ایران سے تھا اور یہ ہندی نسل سے ہے۔ وہ حج سے بیگانہ تھا، یہ جہاد سے بیگانہ ہے۔ ان کے سینے قرآن کی گرمی سے خالی تھے، ایسوں سے بھلائی کی کیا اُمید ہو سکتی ہے۔

مرزا غلام احمد قادیانی چونکہ ہندی النسل ہے۔ اس لئے برصغیر میں اس کے ماننے والے موجود ہیں۔ مرزا غلام احمد برلاس قوم سے ہونے کا مدعی تھا۔ اس کا سوانح نگار عبدالقادر (سابق سوداگرمل) کے بقول، ''کوئی مستند دستاویز ایسی نہیں جن کی بنا پر صحیح تاریخِ ولادت بتائی جا سکے''، البتہ مرزا بشیر احمد نے بعض تحریروں سے اندازہ لگایا کہ غلام احمد 13 فروری 1835ء مطابق 14 شوال 1250ھ کو پیدا ہوا۔''

(حیات طیبہ از عبدالقادر صفحہ 12)

مسلمان پہلے ہی دن سے قادیانیوں کو کافر سمجھتے تھے۔ مگر برطانوی حکومت اور اس کے زیرِ اثر لوگ

ان کی حمایت پر کمر بستہ رہے۔ آخر مسلمانوں کی بھرپور جدوجہد سے مجبور ہو کر پاکستان قومی اسمبلی نے 1974ء میں قادیانی اور لاہوری جماعت کے افراد کو غیر مسلم اور کافر اقلیت قرار دیا، اور 1984ء میں اس اعلان پر عمل درآمد کے لئے حکومت کے سربراہ نے متعلقہ آرڈی نینس جاری کر دیا۔

قرآن و احادیث میں واضح طور پر حضور ختمی مرتبت ﷺ کو خاتم النبیین کہا گیا ہے جس کا واضح مطلب یہ ہے کہ بعثتِ انبیاء کا سلسلہ سرکار ﷺ پر ختم ہو چکا۔ لیکن مرزا غلام احمد قادیانی نے اپنی جعلی نبوت کے اثبات میں قرآنی نص میں تحریفِ معنوی کی اور "خاتم النبیین" کی نئی تعبیر کی۔ لکھا۔

"وہ خاتم الانبیاء ہے، مگر ان معنوں سے نہیں کہ آئندہ اس سے کوئی روحانی فیض نہیں ملے گا۔ بلکہ ان معنوں سے کہ وہ صاحبِ خاتم ہے۔ بجز اُس کی مہر کے کوئی فیض کسی کو نہیں پہنچ سکتا اور اس کی اُمت کے لئے قیامت تک مکالمہ اور مخاطبہ، الٰہیہ کا دروازہ کبھی بند نہ ہوگا۔" (حقیقۃ الوحی از مرزا غلام احمد قادیانی صفحہ 27)

مرزا قادیانی کے ملفوظات میں بھی ہے۔

"خاتم النبیین کے معنی یہ ہیں کہ آپ کی مہر کے بغیر کسی نبوت کی تصدیق نہیں ہو سکتی۔ جب مہر لگ جاتی ہے تو وہ کاغذ سند ہو جاتا ہے اور مصدقہ سمجھا جاتا ہے۔ اسی طرح آنحضرت ﷺ کی مہر اور تصدیق جس نبوت پر نہ ہو وہ صحیح نہیں ہے۔"

(ملفوظات۔ مرزا غلام احمد قادیانی۔ جلد پنجم صفحہ 290)

قادیانیوں پر اہل اسلام کی طرف سے جو اعتراض کیے جاتے ہیں۔ انہوں نے خاتم النبیین کے معنی کے متعلق ان میں سے ایک اعتراض کا جواب یوں دیا۔

"خاتم النبیین کے معنی ہیں "نبیوں کی مہر" جس طرح مہر کاغذ پر اپنے نقوش ثبت کرتی ہے۔ اسی طرح آنحضرت ﷺ کے نقوشِ قدم ثبت ہو جاتے ہیں گویا دوسرے انبیاء کی نسبت اللہ تعالیٰ نے آپ کو خاتم النبیین کا منصب دے کر یہ خاصیت بخشی ہے کہ آپ کی روحانی توجہ نبی تراش ہے اور آپ کا کامل متبع ثبوت کے مقام پر بھی فائز ہو سکتا ہے۔"

(جماعت احمدیہ سے متعلق بعض سوالات کے جوابات، مرتبہ محمد اسدُ اللہ قادیانی صفحہ 9)

سیدھی سی بات ہے کہ جس چیز کو بند کرنے کے بعد اس پر مہر یا سیل لگا دیتے ہیں۔ اس کو عربی میں "ختم" کہا جاتا ہے۔ جیسے سورہ بقرہ میں ہے۔ "ختم اللہ علی قلوبھم"۔ کفار کے دلوں پر اللہ تعالیٰ نے مہر لگا دی ہے۔ یعنی اب ان کے دلوں میں ہدایت نہیں آسکتی۔ اسی طرح حضور ﷺ کے خاتم النبیین ہونے کا واضح مطلب اس کے علاوہ ہو ہی نہیں سکتا کہ اب کوئی اور نبی نہیں آئے گا اور جب احادیث نبوی

ﷺ میں واضح طور پر یہی معنی موجود ہیں تو یہ بات قابلِ بحث ہی نہیں رہتی۔ لیکن معلوم ہوتا ہے کہ نبی بننے کے شوق میں مرزا غلام احمد قادیانی اتنی سی بات کو بھی لوگوں کی نظروں سے چھپانے کی کوشش کر رہا ہے کہ نبی بنانا اللہ کا کام ہے۔ حضور ﷺ کا نہیں۔ سورہ الانعام میں ارشادِ خداوندی ہے۔

الله اعلم حيث يجعل رسالته

کہ اللہ خوب جانتا ہے وہ کسے رسول بنائے گا۔

گروہِ انبیاء میں کوئی نبی قسط وار نبی نہیں بنا۔ نبی تو وہ ازل ہی سے ہوتا ہے جب خدا تعالیٰ کی طرف سے اذن ہوتا ہے وہ اپنی نبوت کا اعلان فرما دیتا ہے۔ جیسا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے پنگھوڑے سے اپنی والدہ کی بریت اور اپنی نبوت کا اعلان فرمایا۔ یا حضور حبیب کبریا علیہ الصلوٰۃ والثناء نے اذن پاتے ہی لوگوں پر یہ حقیقت واشگاف کر دی۔ حالانکہ آپ اُس وقت بھی نبی تھے۔ جب حضرت آدم علیہ السلام مٹی اور پانی کے درمیان تھے۔ لیکن مرزا غلام احمد قادیانی نے پہلے اپنے آپ پر الہام ہونے کا دعویٰ کیا۔ پھر مجدد بنا۔ پھر بیعت لینا شروع کی۔ پھر مسیح موعود اور مہدی ہونے کا دعویٰ کیا اور آخر میں اس پر انکشاف ہوا کہ وہ "نبی" ہے۔ تاریخِ احمدیت میں ہے۔

1900ء کے آخر اور 1901ء کے اوائل میں سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام (؟) پر یہ انکشاف ہوا کہ مقامِ نبوت صرف کثرتِ مکالمہ ومخاطبہ سے مشرف ہونے کا نام ہے۔ اور نئی شریعت کا لانا، پہلی شریعت کا ترمیم کرنا یا براہِ راست منصب نبوت ورسالت کا حصول، نبی کی تعریف میں داخل نہیں ہے۔

(تاریخ احمدیت جلد سوم۔ مرتبہ دوست محمد شاہد، صفحہ 198)

تعریفِ نبوت کی تبدیلی کا سب سے پہلا تحریری اعلان 5 نومبر 1901ء کو اشتہار "ایک غلطی کا ازالہ" (مشمولہ الحکم قادیان۔ 10 نومبر 1901ء صفحہ 5،7) کے ذریعے کیا گیا۔ دوست محمد شاہد نے اس کا ذکر کر کے حاشیے میں یہ وضاحت بھی کی ہے کہ پہلے 1900ء میں مولوی عبدالکریم اپنے خطباتِ جمعہ میں اس خیال کا اظہار کرتے رہے۔ 17 اگست 1900ء کے خطبے میں مولوی صاحب نے مرزا کو مرسل ثابت کیا اور **لا نفرق بين احد منهم** والی آیت ان پر چسپاں کی جسے مرزا نے پسند کیا" (تاریخِ احمدیت جلد سوم صفحہ 192)۔ یعنی اس کے نبی ہونے کا اسے خود ابھی احساس نہیں ہوا تھا کہ مولوی عبدالکریم نے اس کی نبوت کو ثابت کرنا شروع کیا اور اس نے اس کو پسند کر کے اپنی نبوت کا اعلان کر دیا۔

چنانچہ مرزا بشیر الدین محمود احمد (مرزا کا بیٹا اور دوسرا خلیفہ) لکھتا ہے۔

"پس یہ ثابت ہے کہ 1901ء سے پہلے کے وہ حوالے جن میں آپ نے نبی ہونے سے

انکار کیا ہے۔ اب منسوخ ہیں اور اُن سے حجت پکڑنی غلط ہے۔"

(حقیقۃ النبوۃ از میاں بشیر الدین محمود احمد صفحہ 121)

یعنی مرزا مردود ایسا "نبی" ہے جسے پہلے خود بھی پتا نہیں تھا کہ وہ کیا ہے۔ وہ قسط وار ترقی کرتا رہا اور آخرِ کار مولوی عبدالکریم نے اپنے "خطبات جمعہ" کے ذریعے اسے یقین دلایا کہ وہ نبی ہے چنانچہ وہ نبی بن بیٹھا۔

نبی کے لغوی معنی ہی غیب کی خبریں دینے والا کے ہیں۔ تمام انبیاء کرام غیب کی خبریں دیتے رہے۔ حضور فخرِ موجودات علیہ التحیۃ والصلوٰۃ بھی خدا تعالیٰ کی عطائے خاص سے معاملات غیب پر مطلع کئے گئے تھے اور عالمِ ما کان وما یکون تھے۔ سب کچھ ان کے سامنے آئینہ تھا اور کتبِ احادیث میں ایسے واقعات بکھرے ہوئے ہیں کہ سرکار ﷺ نے لوگوں کو غیب کی خبریں دیں۔ مثلاً قرآن کریم نے حضور ﷺ سے 615ء میں جبکہ ایران کی عظمت کا ڈنکا بج رہا تھا اور سلطنتِ روم کمزور نہ تھی، یہ خبر دلوائی کہ اگر چہ رومی مغلوب ہو گئے۔ لیکن اس شکست کے بعد عنقریب چند سال میں وہ غالب آجائیں گے۔ (سورۂ روم) اور دُنیا جانتی ہے کہ 623ء میں اہلِ روم پارسیوں پر غالب آ گئے، 2 ہجری میں مسلمان پریشان حال تھے۔ حضور ﷺ نے فرمایا۔

"بے شک اگر اللہ نے چاہا تو ضرور تم لوگ بے خوف وخطر مسجدِ حرام میں داخل ہو گے"

(سورۂ فتح)

اور 8 ہجری میں مسلمان مکہ معظمہ میں فاتحانہ حیثیت سے داخل ہو گئے۔ 12 رمضان المبارک 2 ہجری کو حضور نور مجسم ﷺ نے جنگِ بدر کے موقع پر فرمایا۔ میرا رب ارشاد فرماتا ہے کہ

ان یقاتلو کم یولّو اکم الادبار

اگر اہلِ مکہ تم سے لڑیں گے تو پیٹھ پھیریں گے۔ (سورۂ آل عمران)

تاریخ شاہد ہے کہ جنگِ بدر میں مسلمانوں کو عظیم الشان کامیابی نصیب ہوئی۔

مختلف احادیثِ مبارکہ میں بے شمار ایسے واقعات ہیں جن کے وقوع سے پہلے سرکارِ دو عالم ﷺ نے خبر دے دی تھی اور وہ حضور ﷺ کی دی ہوئی خبر کے عین مطابق وقوع پذیر ہوئے۔ مثلاً حزیم بن اوس سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے حیرہ کے فتح ہونے کی خبر دی اور حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے زمانے میں حیرہ فتح ہوا۔ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ، حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ، حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا، حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایتیں کتب احادیث میں موجود ہیں کہ حضور ﷺ نے کسریٰ اور قیصر کے ہلاک ہونے کی خبر دی۔ یہ بھی فرمایا کہ اُن کے خزانے مالِ غنیمت بن جائیں گے اور ان کے بعد

کسریٰ اور قیصر نہیں ہوں گے۔ بہت سی احادیث میں ہے کہ حضور ﷺ نے حضرت عمر، حضرت عثمان، حضرت علی، حضرت طلحہ، حضرت زبیر، حضرت ثابت بن قیس بن شماس، حضرت رافع بن خدیج، ام ورقہ، عمار بن یاسر، نعمان بن بشیر، اور حضرت امام حسین رضی اللہ عنہم کی شہادت کی خبر دے دی تھی اور اس سلسلے میں واقع ہونے والے بہت سے واقعات بتا دیئے تھے۔

حضرت عمر، اور حضرت عبدالرحمٰن بن ابی یعلیٰ رضی اللہ عنہم سے کئی حدیثیں مروی ہیں کہ حضور ﷺ نے حضرت اویس قرنی رضی اللہ عنہ کے بارے میں معلومات مہیا فرما دی تھیں جو بعد میں اسی طرح سامنے آئیں۔

بخاری شریف میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے حضرت حسن رضی اللہ عنہ کے بارے میں فرمایا کہ میرا یہ بیٹا سید ہے اور یقیناً اللہ تعالیٰ اس کے ذریعے مسلمانوں کے دو گروہوں میں صلح کرا دے گا۔

حضور حبیبِ کبریا علیہ التحیۃ والثناء نے ہزار ہا معاملات میں پہلے سے خبر دی جو من وعن دُرست ثابت ہوئی۔ اس سلسلے میں بہت سی کتابیں لکھی گئی ہیں جن میں سے ایک خصائص الکبریٰ فی معجزات خیر الوریٰ، علامہ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ کی ہے۔ جس میں ہزار ہا ایسے واقعات جمع کر دیئے ہیں۔ نمونے کے طور پر چند واقعات کی طرف اشارہ کیا جاتا ہے۔ حضور ﷺ نے شام میں پھیلنے والے طاعون کی خبر دی۔ حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ کے طویل عمر پانے اور نابینا ہونے کی خبر دی۔ آپ ﷺ نے خبر دی کہ چوتھی صدی میں لوگ بدل جائیں گے۔ آپ نے خوارج کی خبر دی، بغداد کی تعمیر کی خبر دی، غرض مُخبر صادق ﷺ نے مختلف معاملات میں جو جو کچھ اپنے نام لیوا رفقا کے سامنے فرما دیا۔ وہ درست ثابت ہوا۔

لیکن حضور ﷺ کے بعد جن کذابوں نے نبوت کا دعویٰ کیا۔ انہوں نے بھی اپنے آپ کو نبی ثابت کرنے کی کوشش میں بہت سی پیشگوئیاں کیں۔ دیکھنا چاہئے کہ ان پیشگوئیوں کا کیا حال ہوا۔

مسیلمہ کذاب نے 7 ربیع الاول 10ھ کو پیشگوئی کی کہ

"محمد ایک مہینے کے بعد فوت ہو جائیں گے اور اسلام کا آفتاب غروب ہو جائے گا اور بے شک یہ کلام آسمانِ فضل سے نازل ہوا۔" (میزان الادیان جلد اول، صفحہ 198)

دنیا جانتی ہے کہ حضور محبوب کبریا ﷺ 12 ربیع الاوّل 11 ہجری تک اس دُنیا میں رونق افروز رہے اور مسیلمہ کذاب ٹھہرا۔

اسودِ عنسی نے 27 جمادی الثانی 11 ہجری کو یہ کہا کہ

"اسلام تین سال کے بعد مٹ جائے گا اور میں یہ پیشگوئی خالقِ ارض وسماء کے حکم سے کر رہا ہوں۔" (میزان الادیان جلد اول، صفحہ 196)

کسے معلوم نہیں کہ اسلام آج تک موجود ہے۔ سجاح نے 5 ذی قعد 11 ہجری کو یہ پیشگوئی کی کہ حکومتِ روم دو سال کے بعد عرب پر غالب آجائے گی اور یہ خبر نسیم آسمانی نے پہنچائی ہے۔

(تاریخ ابو الفدا ا۔ جلد چہارم صفحہ 211)

اس خبر کا حشر بھی دنیا جانتی ہے۔

المقنع نے 16 اکتوبر 759ء کو پیشگوئی کی کہ ابو مسلم خراسانی دو سال کے بعد یقیناً ہلاک ہو جائے گا۔ (تاریخ العرب صفحہ 344) تاریخی شواہد سامنے ہیں کہ ابو مسلم خراسانی 2 نومبر 784ء تک زندہ رہا۔

قرمط نے 23 مارچ 968ء کو خبر دی کہ

"دو مہینے کے بعد آفتاب مشرق کے بجائے مغرب سے طلوع ہوگا اور بے شک یہ ایک عجیب بات ہے۔" (میزان الادیان جلد اول، صفحہ 218)

ظاہر ہے کہ یہ خبر جھوٹ نکلی۔

مرزا علی محمد باب نے 5 اپریل 1848ء کو شاہِ ایران کے دو سال بعد ہلاک ہونے کی پیشگوئی کی لیکن وہ 1856ء تک زندہ رہا۔

مرزا نے 1891ء میں کہا کہ

"عرشِ اعظم پر محمدی بیگم کے ساتھ میرا نکاح ہو چکا ہے اور میں یقین کے ساتھ کہتا ہوں کہ وہ اس دُنیا میں ضرور میرے نکاح میں آئے گی۔"

لیکن ہوا یہ کہ وہ آخر دم تک محمدی بیگم کی زیارت سے محروم ہی رہا۔ اسی طرح اس نے عیسائی پادری آتھم کی موت کے بارے میں کہا کہ

"وہ 5 دسمبر 1894ء تک مر جائے گا۔"

لیکن وہ زندہ رہا اور عیسائیوں نے اس کا بڑی شان وشوکت سے جلوس نکالا۔ مرزا نے زندگی میں بہت پیشگوئیاں کیں اور ان کا انجام یہی ہوا۔ لیکن اس نے اپنے بارے میں جو پیشگوئی کی تھی۔ اس کا حال دیکھئے کہا۔

"بشارت ہوئی کہ عمر اسی سال ہو گی یا اس سے زیادہ۔"

(مواہب الرحمٰن۔ از مرزا غلام احمد قادیانی صفحہ 21)

لیکن ہوا یہ کہ اڑسٹھ سال کی عمر میں مر گیا۔ 1907ء میں اُس نے اس الہام کا دعویٰ کیا کہ "میں تیری عمر کو بڑھا دوں گا۔ یعنی دشمن جو کہتا ہے کہ صرف جولائی 1907ء میں چودہ مہینے تک تیری عمر کے دن رہ گئے ہیں یا ایسا ہی دوسرے دشمن پیشگوئی کرتے ہیں۔ ان

سب کو جھوٹا کر دوں گا اور تیری عمر کو بڑھا دوں گا۔ تا معلوم ہو کہ میں خدا ہوں اور ہر ایک میرے اختیار میں ہے۔"
(تبلیغ رسالت جلد دہم، صفحہ 132)

لیکن عمر نہ بڑھی اور اللہ نے "مخالفین" ہی کی بات سچ کر دکھائی۔ مرزا مئی 1908ء سے آگے نہ بڑھا۔ اس کے باوجود مرزا کا دعویٰ ملاحظہ ہو۔

"میں سچ سچ کہتا ہوں کہ جس کثرتِ تعداد اور صفائی سے غیب کا علم حضرت جل شانہٗ نے اپنے ارادہ خاص سے مجھے عنایت فرمایا۔ اگر دُنیا میں اس کثرتِ تعداد اور انکشافات تام کے لحاظ سے کوئی اور بھی میرے ساتھ شریک ہے تو میں جھوٹا ہوں۔"

(تریاق القلوب مرزا غلام احمد قادیانی صفحہ 147)

مرزا غلام احمد قادیانی نے اپنے لئے "غیر مستقل نبوت" گھڑ لی ہے۔ حالانکہ قرآن و احادیث کی رو سے جو شخص وحی کا دعویٰ کرتا ہے۔ وہ نبوتِ مستقلہ کا دعویٰ کرتا ہے۔ کیونکہ غیر مستقل نبوت کا کوئی تصور نہیں ہے۔ لیکن مرزا نے اپنے لئے کبھی ظلی، کبھی بروزی نبی کی اصطلاح گھڑی ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ وہ کوئی نئی شریعت نہیں لائے۔ حضور سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی امتی ہیں۔ اس لئے ظلی نبی ہیں۔

"(حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد) صرف اس نبوت کا دروازہ بند ہے جو احکامِ شریعت جدیدہ ساتھ رکھتی ہو یا ایسا دعویٰ ہو جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع سے الگ ہو کر کیا جائے۔ لیکن ایسا شخص جو ایک طرف خدا تعالیٰ کی وحی میں امتی قرار پاتا ہے۔ پھر دوسری طرف اس کا نام نبی بھی رکھا ہے۔ یہ دعویٰ قرآن شریف کے احکام کے مخالف نہیں ہے۔ کیونکہ یہ نبوت بھی باعث امتی ہونے کے دراصل آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کا ایک ظل ہے۔ کوئی مستقل نبوت نہیں۔"

(ضمیمہ براہینِ احمدیہ حصہ پنجم، مرزا غلام احمد قادیانی طبع اوّل صفحہ 181)

اسی طرح "ازالہ اوہام" میں لکھتا ہے۔

"ہمیں جو کچھ ملتا ہے، ظلی اور طفیلی طور پر ملتا ہے۔"
(جلد اوّل، صفحہ 138)

"چشمہ معرفت" میں ہے۔

"وہ نبوت جو اُس کی کامل پیروی سے ملتی ہے اور جو اُس کے چراغ سے نور لیتی ہے، وہ ختم نہیں۔"
(صفحہ 324)

قادیانیوں نے بھی مرزا کی نبوت کو ظلی کہا ہے۔ لیکن اس کا مرتبہ سب انبیاء سے بڑا بتایا ہے۔

"حضرت مسیح موعود (لعنۃ اللہ علیہ) نبی تھے۔ آپ کا درجہ مقام کے لحاظ سے رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا شاگرد اور آپ کا ظل ہونے کا ہے۔ دیگر انبیاء علیہم السلام میں سے بہتوں سے

آپ بڑے تھے۔ ممکن ہے سب سے بڑے ہوں۔"

(الفضل قادیان 29 اپریل 1967ء)

کبھی مرزا اپنی نبوت کو بروزی قرار دیتا ہے۔

"اب بعد اس (خاتم الانبیاء) کے کوئی نبی نہیں مگر، وہی جس پر بروزی طور سے محمدیت کی چادر پہنائی گئی ہو۔۔ پس جو کامل طور پر مخدوم میں فنا ہو کر خدا سے نبی کا لقب پاتا ہے، وہ ختم نبوت کا خلل انداز نہیں۔" (کشتی نوح، مرزا غلام احمد قادیانی۔ صفحہ 24)

البدر کی 4 ستمبر 1903ء کی اشاعت میں کسی نے مرزا سے پوچھا کہ بروز کسے کہتے ہیں۔ اُس نے کہا۔ "جیسے شیشہ میں انسان کی شکل میں آتی ہے۔" حالانکہ وہ شکل بذاتِ خود الگ قائم ہوتی ہے۔ اس کا نام بروز ہے۔

(ملفوظات۔ جلد ششم۔ مرزا غلام احمد قادیانی صفحہ 122)

مرزا نے اپنی بیویوں کو "امہات المؤمنین" قرار دیا، اپنے گھر والوں کو "اہلِ بیت" کہا۔ جن لوگوں نے مرزا کی زیارت کی انہیں "صحابہ" بنایا، اسی قسم کا ایک "صحابی" سید سرور شاہ قادیانی کہتا ہے۔

"بروز کے معنی حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے خود لکھے ہیں کہ اصل اور بروز میں فرق نہیں ہوتا۔ یہی وجہ ہے کہ آپ جب آنحضرت (صلی اللہ علیہ وسلم) کے ساتھ غلامی کی نسبت بیان کرتے ہیں تو فرماتے ہیں "من یک قطرہ ز آبِ لالِ محمدم (صلی اللہ علیہ وسلم)۔ لیکن جب آپ بروز کی رنگت میں جلوہ نما ہوتے تو فرماتے۔ "من فرق بینی المصطفی فما عرفنی وما رأی" کہ جو مجھ میں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم میں ذرا بھی فرق کرتا ہے۔ اس نے نہ مجھے دیکھا، اور نہ مجھے پہچانا۔" (اخبار الفضل قادیان، 26 جنوری 1916ء)

مرزا غلام احمد قادیانی نے جس طرح بتدریج ترقی کی، اس کی طرف توجہ دلائی جا چکی ہے لیکن یہ سمجھنا کہ مرزا کے مرنے کے بعد "ارتقاء" کا یہ عمل جاری نہیں رہا۔ دُرست نہیں۔ مرزا تو ایک مولوی سے ترقی کی منازل طے کرتے کرتے ظلی، بروزی اور نئی شریعت کے بغیر نبی ہے۔ لیکن اس کے صاحبزادے نے ظلی، بروزی والی بیخ بھی اڑا دی۔ اس نے اپنے باپ کو "حقیقی نبی" قرار دیا۔

"درحقیقت خدا کی طرف سے خدا تعالیٰ کی مقرر کردہ اصطلاح کے مطابق قرآنِ کریم کے بتائے ہوئے معنی کی رُو سے جو نبی ہو، اور نبی کہلانے کا مستحق ہو، تمام کمالاتِ نبوت اُس میں اس حد تک پائے جاتے ہوں۔ جس حد تک نبیوں میں پائے جانے ضروری ہیں تو میں کہوں گا کہ ان معنوں میں حضرت مسیح موعود حقیقی نبی تھے۔"

(القول الفیصل، میاں بشیرالدین محمود احمد صفحہ 160)

خود مرزا نے لکھا۔

”یہ بھی تو سمجھو کہ شریعت کیا چیز ہے۔ جس نے اپنی وحی کے ذریعہ سے چند امرونہی بیان کیے اور اپنی اُمت کے لئے ایک قانون مقرر کیا، وہی صاحب شریعت ہو گیا۔ میری وحی میں امر بھی ہے اور نہی بھی اور اگر کہو کہ شریعت سے وہ شریعت مراد ہے۔ جس میں نئے احکام ہوں تو یہ باطل ہے۔“ (اربعین نمبر 4، صفحہ 45۔83)

اب مرزا کی وحی یا کسی کے اس پر کئے گئے ”الہامات“ کا ذکر بھی ہو جائے۔ خداوند قدوس نے تو فرمایا تھا۔

وما ارسلنا من رسول الابلسان قومه

ہم نے ہر رسول پر صرف اس کی قوم کی زبان میں وحی نازل کی۔

لیکن مرزا پر کئی زبانوں میں ”وحی“ نازل ہوئی۔ اگرچہ اس نے خود کہا تھا۔

”یہ بالکل لغو اور بیہودہ امر ہے کہ انسان کی اصل زبان تو کوئی اور ہو اور الہام اس کو کسی اور زبان میں ہو۔“ (چشمہ، معرفت۔ مرزا غلام احمد قادیانی صفحہ 209)

بیشتر ”الہامات“ اس قسم کے ہیں کہ قرآنی آیات میں کچھ تحریف کر کے مرزا والا الہام بن گیا۔ کچھ الہامات معنوی لحاظ سے عجیب و غریب ہیں۔ مثلاً۔

”انت بمنزلة ولدی“ (تو مجھ سے بیٹے کی بجا ہے) اس سوال کے جواب میں کہ اس الہام کے معنی کیا ہیں، قادیانیوں کا مؤقف ہے کہ کسی کو ”بیٹے کی بجا“ کہنا پیار کے اظہار کے لئے ہوتا ہے۔ ورنہ خود مرزا کہتا ہے کہ خدا بیٹوں سے پاک ہے۔ نہ اُس کا کوئی شریک ہے اور نہ بیٹا ہے۔ لیکن یہ فقراء اس جگہ قبیل مجاز اور استعارہ میں ہے۔

(جماعتِ احمدیہ سے متعلق بعض سوالات کے جوابات۔ صفحہ 39)

بہر حال مرزا کے خدا نے تو اس کو بیٹے کی بجا کہہ ہی دیا۔

قرآنِ پاک میں تحریف کرتے ہوئے مرزا کے ”خدا“ نے بعض جگہوں پر زبان غلط کر دی ہے۔ قرآن نے کہا تھا۔ ”یا آدم اسکن“۔ مرزا کے ”الہام“ میں مخاطب عورت ہو گئی لیکن فعل مذکر ہی رہا۔

”یا مریم اسکن“ (حرفِ محرمانہ۔ از ڈاکٹر غلام جیلانی برق صفحہ 324۔325)

اور مرزا کا خدا تو کوئی سی زبان بھی صحیح استعمال نہیں کرتا۔ اردو ”الہام“ دیکھئے۔

”بہت سے سلام میرے تیرے پر ہوں“ (حقیقۃ الوحی۔ مرزا غلام احمد قادیانی صفحہ 102)

اس پر جو الہامات انگریزی میں نازل ہوئے۔ انکی زبان بھی اتنی ہی غلط ہے جتنی مرزا جیسے "پڑھے لکھے" آدمی کی ہونی چاہیے تھی۔ مثلاً دیکھئے حقیقۃ الوحی۔ مرزا غلام احمد قادیانی صفحہ 303، انگریزی الہامات کے بارے میں حاشیے میں لکھتا ہے۔

"چونکہ یہ غیر زبان میں الہام ہے اور الہامِ الٰہی میں ایک سرعت ہوتی ہے۔ اس لئے ممکن ہے کہ بعض الفاظ کے ادا کرنے میں کچھ فرق ہو اور یہ بھی دیکھا گیا ہے کہ بعض جگہ خدا تعالیٰ انسانی محاورات کا پابند نہیں ہوتا" (حقیقۃ الوحی صفحہ 304)

ایک خط میں اس سلسلے میں شکوہ کرتا ہے کہ

"چونکہ اس ہفتے میں بعض کلمات انگریزی وغیرہ الہام ہوئے ہیں اور اگرچہ بعض ان میں سے ہندو لڑکے سے دریافت کئے مگر قابلِ اطمینان نہیں۔" (مکتوباتِ احمدیہ، جلد اوّل صفحہ 68)

اور پھر انگریزی الہامات ہی پر کیا منحصر ہے۔ سنسکرت اور عبرانی وغیرہ میں بھی اس پر یہ عنایات ہوتی رہیں۔ لکھتا ہے۔

"زیادہ تر تعجب کی بات یہ ہے کہ بعض الہامات مجھے ان زبانوں میں بھی ہوئے ہیں جن سے مجھے کچھ واقفیت نہیں ہے۔ جیسے انگریزی، سنسکرت، یا عبرانی وغیرہ" (نزول المسیح صفحہ 57)

مرزا کا نام "غلام احمد" تھا۔ لیکن اس کے کئی "الہامات" میں اسے "احمد" کے نام سے پکارا گیا ہے۔ خود اس نے اپنے بارے میں کہا۔

لیکن آخر زماں نامِ من است

آخریں جامِ ہمیں جامِ من است

لیکن وہ خود اس حوالے سے ارتقائی منازل ہی طے کرتا رہا۔ اس نے خود یہ اعلان نہیں کیا کہ "۔۔۔من بعدی اسمہ احمد" کی آیت کے مصداق حضور نور مجسم صلی اللہ علیہ وسلم نہیں بلکہ وہ خود ہیں۔ یہ بات تو اس کے بیٹے اور "خلیفہ دوم" نے کہی۔

"اب یہاں سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ وہ کون رسول ہے جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بعد آیا اور اس کا نام احمد ہے۔ میرا اپنا دعویٰ ہے اور میں نے یہ دعویٰ یوں ہی نہیں کر دیا بلکہ حضرت مسیح موعود کی کتابوں میں بھی اسی طرح لکھا ہوا ہے اور حضرت خلیفۃ المسیح اوّل (حکیم نور الدین بھیروی) نے بھی یہی فرمایا ہے کہ مرزا احمد ہیں۔ چنانچہ ان کے درسوں کے نوٹوں میں بھی یہی چھپا ہوا ہے۔ اور میرا ایمان ہے کہ اس آیت (اسمہ احمد) کے مصداق حضرت مسیح

موعود علیہ السلام ہی ہیں۔" (انوار خلافت میاں بشیر الدین محمود احمد۔ صفحہ 61)

مرزا بشیر الدین محمود احمد نے 1915ء کے سالانہ جلسے میں تقریر کرتے ہوئے کھل کر کہا کہ

"اسمہ احمد سے حضور محبوب خدا علیہ التحیۃ والثناء مراد نہیں ہیں۔"

(الفضل قادیان، 19 اگست، 1916ء)

حالانکہ خود مرزا نے 4 نومبر 1900ء کو "اشتہار واجب الاظہار" میں کہا تھا۔

"ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے دو نام تھے۔ ایک محمد صلی اللہ علیہ وسلم، دوسرا احمد صلی اللہ علیہ وسلم۔ اسمِ احمد اجمالی نام تھا۔ جس سے یہ مطلب تھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم دُنیا میں آشتی اور صلح پھیلائیں گے۔ سو خدا نے ان دو ناموں کی اس طرح پر تقسیم کی کہ اوّل آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مکی زندگی میں اسمِ احمد صلی اللہ علیہ وسلم کا ظہور تھا اور ہر طرح سے صبر اور شکیبائی کی تعلیم تھی اور پھر مدینہ کی زندگی میں اسمِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا ظہور ہوا اور مخالفوں کی سرکوبی خدا کی حکمت اور مصلحت نے ضروری سمجھی۔

(تبلیغِ رسالت جلد نہم، مرزا غلام احمد قادیانی صفحہ 91)

معلوم ہوا کہ مرزا تو "احمد" حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا اسمِ مبارک سمجھتا تھا لیکن اس کا بیٹا اس سے بھی دو قدم آگے نکل گیا۔ اس نے واضح طور پر کہا کہ

"احمد حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا نام نہیں تھا اور "احمد" کے سلسلے میں قرآن میں جو نشانات ہیں حضور اُن کے مصداق بھی نہیں ہیں اور نہ ہی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے خود یہ فرمایا ہے کہ "اسمہ احمد" والی پیشگوئی میرے بارے میں ہے۔" (الفضل 19 اگست 1916ء)

مرزا نے بھی "خاتم" کے معنی مُہر کہہ کر حضور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی مہر کے ذریعے نبوت کی راہ کھولنی چاہی تھی۔ ان کے صاحبزادے نے بات کو اور بھی واضح کر دیا۔ 1927ء میں اُس سے سوال کیا گیا کہ کیا آئندہ بھی نبیوں کا آنا ممکن ہے تو اُس نے کہا

"ہاں، قیامت تک رسول آتے رہیں گے۔ جب تک بیماری ہے، تب تک ڈاکٹر کی بھی ضرورت ہے۔" (الفضل قادیان 27 فروری، 1927ء)

مرزا نے اپنے آپ کو بہت کچھ بنا لیا تھا۔ وہ مسیح موعود بن بیٹھا تھا۔ (حیاتِ طیبہ از عبد القادر، صفحہ 98۔ تاریخِ احمدیت جلد سوم، صفحہ 546۔ تتمہ حقیقۃ الوحی صفحہ 64۔ وغیرہ)

اس نے اپنے آپ کو آدم علیہ السلام، شیث علیہ السلام، نوح علیہ السلام، ابراہیم علیہ السلام، اسحاق علیہ السلام، اسماعیل علیہ السلام، یعقوب علیہ السلام، یوسف علیہ السلام اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا مظہر اتم کہا۔

(حقیقۃ الوحی صفحہ 72)

اس نے اپنے آپ کو کرشن بھی قرار دیا (تتمہ حقیقۃ الوحی صفحہ 85) وہ ''مہدیٔ معہود'' بھی بن بیٹھا (سیرت المہدی حصہ سوم صفحہ 169، 170۔ ملفوظات جلد ششم صفحہ 423، وغیرہ) لیکن اس نے کہا کہ مہدی ایک ہی ہونا تھا اور وہ خود اُس کی صورت میں ''ہو گیا''۔ 17 جنوری 1903ء کو ایک مقدمے کے سلسلے میں جہلم پیش ہوا تو خدام کے سامنے تقریر کرتے ہوئے کہا

''مسلمانوں کے تمام فرقے مہدی کے منتظر ہیں۔ مگر مہدی تو بہر حال ایک شخص ہی ہونا تھا اور وہ میں ہوں۔'' (سیرت المہدی حصہ سوم، صفحہ 169)

لیکن ''طنبورۂ مرزا'' کچھ اور کہتا ہے۔ اس کا بیٹا حسبِ عادت اس سے کئی ہاتھ آگے نکل گیا۔ کہتا ہے۔

''مہدی کے متعلق جو پیشگوئیاں ہیں، ان سے معلوم ہوتا ہے کہ کئی مہدی ہوں گے۔ ان مہدیوں میں سے ایک مہدی تو خود حضرت مرزا صاحب ہیں اور آئندہ بھی کئی مہدی آسکتے ہیں' (الفضل قادیان 27 فروری 1927ء)

دُنیا جانتی ہے نبی جھوٹ نہیں بولتا۔ سچا ہوتا ہے۔ آقا صلی اللہ علیہ وسلم کو تو آپ کے سخت ترین دُشمن بھی صادق اور امین کہہ کر پکارتے تھے۔ قرآنِ مجید میں انبیاء کرام کے صدق کو کئی مقامات پر بیان کیا گیا ہے۔ لیکن جس نبوت کی بنیاد ہی جھوٹ پر ہو۔ جو شخص جھوٹی نبوت کا داعی ہو۔ اس کے کلام میں سچ تلاش کرنا ہی بے وقوفی ہے۔ لیکن مرزا کے ''سچ'' کی ایک مثال ضرور ملاحظہ فرمالیں۔ لکھا ہے۔

''بخاری میں لکھا ہے کہ آسمان سے اس کے لئے آواز آئے گی کہ ''ھذا خلیفۃ اللہ المھدی''۔ اب سوچو کہ یہ حدیث کس پائے اور مرتبے کی ہے جو اُس کتاب میں درج ہے۔ جو اصح الکتب بعد از کتاب اللہ ہے۔ (شہادت القرآن۔ مرزا غلام احمد قادیانی صفحہ 41)

صورتِ حال یہ ہے کہ بخاری شریف میں ایسی کوئی حدیث نہیں ہے۔

اس مختصر مضمون میں یہ بات اظہر من الشمس ہو جاتی ہے کہ جن لوگوں نے دین کے محل میں نقب لگانے کی جسارت کی۔ حضور خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد اپنی نبوت کا کھڑاگ کھڑا کیا۔ انہوں نے اگرچہ شیطان کے زیرِ اثر کئی لوگوں کو بوجوہ اپنے چُنگل میں پھنسالیا۔ لیکن ان کا جھوٹ ان کی ایک ایک ادا سے، ان کی ایک ایک عبارت سے واضح ہے۔ اب جن لوگوں کے دلوں، کانوں اور آنکھوں پر اللہ نے مہر لگادی ہو، ان پر احقاقِ حق اور ابطالِ باطل کی کسی کوشش کا مثبت اثر تو ہونے سے رہا۔ مگر ایسے لوگ جو متلاشیانِ حق ہیں، انہیں ضرور غور کرنا چاہئے کہ شیطان کے چیلے چانٹے دین کو کمزور کرنے اور ملت کو پارہ پارہ کرنے کی کوششوں میں کس کس طرح مصروف ہیں۔

محمد نعیم طاہر رضوی
مدیر اعلیٰ ماہنامہ "کنز الایمان" لاہور

ختم نبوت پر عقلی دلائل

ختم نبوت کے باغی کہتے ہیں کہ نبوت رحمت خداوندی ہے۔ اگر نبوت بند ہوگئی تو رحمت بند ہوگئی لہٰذا نبوت کا ختم ہونا رحمت نہیں بلکہ زحمت ہے۔ اس لئے اس کو جاری رکھنے کے لئے نبوت جاری ہے۔ ہم باغیان نبوت سے کہتے ہیں کہ نبوت بہت بڑی رحمت خداوندی ہے۔ ہاں نبوت کی پہلی رحمت آدم علیہ السلام کی صورت میں آئی پھر یہ رحمت کبھی نوح علیہ السلام کی صورت میں ظاہر ہوئی۔ کبھی ابراہیم علیہ السلام کی صورت میں آئی، کبھی داؤد علیہ السلام کی شکل میں، کبھی موسیٰ علیہ السلام کی شکل میں، اور کبھی رحمت عیسیٰ علیہ السلام کی صورت میں تشریف لائی۔ لیکن یہ رحمتیں مخصوص مقامات اور مخصوص زمانوں کے لئے تھیں۔ ان میں کوئی بھی رحمت دائمی، ہمہ گیر اور عالمگیر نہ تھی۔ لیکن جب محبوب رب العالمین خاتم النبیین ﷺ اس گلشن ہستی میں رونق افروز ہوئے تو مالک کائنات نے پوری کائنات کو مخاطب کر کے یہ مژدہ جاں فزا سنا دیا۔

وما ارسلناك الا رحمة اللعالمین

"اور نہیں بھیجا ہم نے آپ ﷺ کو مگر تمام جہاں والوں کے لئے رحمت بنا کر"

نبی کریم ﷺ کی ذات اقدس کو رب العزت نے سارے جہانوں اور سارے زمانوں کے لئے رحمت بنا کر مبعوث فرمایا۔ اس کے ساتھ ہی رحمت کا سلسلہ جو ابوالبشر حضرت آدم علیہ السلام سے شروع ہوا تھا۔ تاجدار ختم نبوت ﷺ کی عظیم شخصیت پر ختم ہو گیا اور رحمت اپنی تکمیل و معراج کو پہنچ گئی۔ اس کی مزید تفہیم کے لئے اس مثال کو دیکھئے۔ آسمان نبوت خالی پڑا تھا۔ نبوت کا کوئی بھی ستارہ ابھی آسمان نبوت پر چمکا نہیں تھا۔ نبوت کا پہلا ستارہ آدم علیہ السلام کی صورت میں چمکا۔ پھر نوح علیہ السلام کا ستارہ منور ہوا، پھر ابراہیم علیہ السلام کا ستارہ ضوفشاں ہوا۔ کہیں ہود علیہ السلام کا ستارہ ضیا بار ہوا، کہیں یعقوب علیہ السلام کا ستارہ

جگمگانے لگا، کہیں عیسیٰ علیہ السلام کی نبوت کا ستارہ تابندہ ہوا۔ ستارے آتے رہے اور اپنی اپنی روشنیاں بکھیرتے رہے۔ حتیٰ کہ آسمان نبوت ان ستاروں سے بھر گیا۔ مگر دنیا میں اجالا نہ ہوا، دن نہ نکلا۔ ابھی رات ہی رات تھی۔ پھر فاران کی چوٹیوں سے وہ آفتاب نبوت طلوع ہوا۔ جس کی ضیا بار کرنوں نے اندھیروں کے سینے چیر دیئے، کفر و شرک کے سائے چھٹ گئے، سحر کا سپیدہ نمودار ہوا اور یہ ظلمت کدہ کائنات بقعہ نور بن گئی۔ پھر آفتاب نبوت نے اعلان کر دیا کہ اب کسی ستارے سے روشنی لینے کی ضرورت نہیں۔ پوری دنیا کو روشن کرنے کے لئے میں اکیلا ہی کافی ہوں اور میں قیامت کی آخری شام تک روشن ہوں۔

مندرجہ بالا مثال سے ہر صاحب فہم یہ سمجھ گیا کہ جس طرح آفتاب کی موجودگی میں کسی ستارے سے روشنی لینے کی ضرورت نہیں اسی طرح خاتم النبیین محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کی عالمگیر نبوت کی موجودگی میں کسی نبی کی نبوت کی ضرورت نہیں۔

قادیانی کہتے ہیں کہ مرزا قادیانی کو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی کامل اطاعت کی وجہ سے نبوت ملی، اس نے سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع کا حق ادا کر دیا۔ وہ فنا فی الرسول تھا اور وہ نبوت کے راستے پر چلتے چلتے خود نبی بن گیا۔ (معاذ اللہ)

ان عیاروں، مکاروں، دغابازوں اور جعلسازوں سے کوئی پوچھے کہ کیا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ، حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ، حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ، حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ، حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ، حضرت زبیر رضی اللہ عنہ، حضرت بلال حبشی رضی اللہ عنہ، حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ، حضرت سلیمان فارسی رضی اللہ عنہ، حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ، حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ، حضرت انس رضی اللہ عنہ، حضرت عباس رضی اللہ عنہ، حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ، حضرت جابر رضی اللہ عنہ، حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ، حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ، حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ، حضرت سعد رضی اللہ عنہ اور حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ ایسے جلیل القدر صحابہ کرام، امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ، امام مالک رحمۃ اللہ علیہ، امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ، امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ، ابن ماجہ رحمۃ اللہ علیہ، طبرانی رحمۃ اللہ علیہ، ابونعیم رحمۃ اللہ علیہ، ابن حبان رحمۃ اللہ علیہ، ابن عساکر رحمۃ اللہ علیہ، ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ، حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ، طحاوی رحمۃ اللہ علیہ اور نسائی رحمۃ اللہ علیہ ایسے محدثین، ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ، علامہ زمخشری رحمۃ اللہ علیہ، سید محمود آلوسی رحمۃ اللہ علیہ، علامہ بغوی رحمۃ اللہ علیہ، امام رازی رحمۃ اللہ علیہ، قاضی بیضاوی رحمۃ اللہ علیہ، علامہ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ، قاضی ثناء اللہ پانی

پتی رحمۃ اللہ علیہ، اور علامہ اسماعیل حقی رحمۃ اللہ علیہ ایسے مفسرین کتاب، چشتی اجمیری رحمۃ اللہ علیہ، حضرت داتا علی ہجویری رحمۃ اللہ علیہ، بابا فرید گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ، حضرت میاں میر رحمۃ اللہ علیہ، نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ، قطب الدین بختیار کاکی رحمۃ اللہ علیہ، اور مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ ایسے اولیائے کرام اور صوفیائے عظام نے سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت واتباع نہیں کی۔

اطاعت کی تو تمہارے بناسپتی نبی مرزا قادیانی نے جس نے فرنگی کی گود میں بیٹھ کر نبوت کا ڈرامہ رچایا، دین اسلام کو ارتدادی قبا پہنانے کی ناپاک جسارت کی۔ قرآنی آیات میں تحریف کے جھکڑ چلائے، احادیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے غارت گر قلم سے مسخ کیا، شعائر اللہ کو ابلیسی بلڈوزروں سے کچل ڈالا، اپنی زہریلی زبان سے جہاد کو حرام قرار دے دیا۔ دشمن اسلام فرنگی کی اطاعت کو فرض قرار دے دیا اور پوری امت مسلمہ کی اجلی پیشانی پر کفر کا ٹھپہ لگا دیا۔

قفس ارتداد کے اسیر قادیانیو! تمہارے انگریزی برانڈ نبی کی اطاعت کا یہ عالم کہ وہ عورتوں سے منہ کالا کرتا تھا، افیون کھاتا تھا، شراب کے جام لنڈھاتا تھا، بے تحاشا گالیاں بکتا تھا، مریدوں کا چندہ ہڑپ کر کے بیوی کے زیورات بناتا تھا۔ حیا سوز شاعری کرتا تھا، محمدی بیگم سے شادی رچانے کے لئے غلیظ خط و کتابت کرتا تھا اور مسلمانوں کو رسول رحمت صلی اللہ علیہ وسلم کے دین سے ہٹا کر انہیں مرتد بنا کر جہنم کے گڑھے میں پھینکتا تھا۔ کیا یہی اطاعت ہے؟ کیا یہی اتباع ہے؟ کیا یہی پیروی ہے؟

شرم تم کو مگر نہیں آتی

جھوٹی نبوت کے فریب خوردہ انسانو! نبوت ایک عطائی اور وہبی گوہر ہے۔ کوئی شخص اطاعت، اتباع، عبادت، ریاضت، محنت اور لیاقت کے ذریعے منصب نبوت پر فائز نہیں ہو سکتا، اگر نبوت ان اوصاف کے حصول سے ملتی ہوتی تو ابو بکر رضی اللہ عنہ کا کون ثانی تھا۔ عمر رضی اللہ عنہ کا کون ہمسر تھا، عثمان رضی اللہ عنہ کا کون مثیل تھا، علی رضی اللہ عنہ کا کون مقابل تھا اور دیگر صحابہ ان اوصاف میں کتنے ممتاز تھے؟ لیکن ان میں سے کسی نے دعویٰ نبوت نہ کیا بلکہ ہمیشہ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کی ختم نبوت کا اعلان اور تحفظ کیا اور اس عقیدہ کی عصمت پر ڈاکہ ڈالنے والوں کی سرکوبی کی اور اس راہ میں کبھی بھی کسی قربانی سے دریغ نہ کیا۔

رخ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہے وہ آئینہ کہ اب ایسا دوسرا آئینہ
نہ ہماری بزم خیال میں نہ دکان آئینہ ساز میں

کلمہ طیبہ اور دلیل ختم نبوت:

''لا اله الا الله محمد رسول الله'' اس کلمہ طیبہ کے دو حصے ہیں۔

1 لا اله الا الله 2 محمد رسول الله

پہلے حصہ میں اللہ تعالیٰ کی توحید بیان کی گئی ہے۔ اور دوسرے حصہ میں خاتم النبیین ﷺ کی عالمگیر نبوت ورسالت کا ذکر ہے۔

پہلے حصہ کے حروف بارہ ہیں۔ اور دوسرے حصہ کے حروف بھی بارہ ہیں۔ پہلے حصہ میں کوئی نقطہ نہیں اور دوسرے حصہ میں بھی کوئی نقطہ نہیں۔ جو پہلے حصہ کے حروف کی تعداد میں تبدیلی کرے وہ بھی کافر۔ اور جو دوسرے حصہ کے حروف کی تعداد میں تبدیلی کرے وہ بھی کافر، جو پہلے حصہ میں کوئی نقطہ لگائے وہ بھی کافر اور جو دوسرے حصہ میں کوئی نقطہ لگائے وہ بھی کافر۔

حضرت آدم علیہ السلام، سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام تک اللہ تعالیٰ نے کسی نبی کو حکم دینا ہوتا تو ''یا'' جو عربی زبان میں خطاب کے لئے آتا ہے، سے خطاب کر کے اور نبی کا نام لے کر حکم دیا جاتا تھا۔ مثلاً قرآن مجید میں یا آدم، یا نوح، یا ابراہیم، یا موسیٰ، یا عیسیٰ۔ مالک کائنات اپنے بھیجے ہوئے انبیائے کرام سے اسی طرح خطاب فرماتے رہے۔ لیکن جب خاتم النبیین ﷺ تشریف لائے تو سارے قرآن مجید میں تاجدار ختم نبوت کو کہیں بھی ''یا محمد'' کہہ کر خطاب نہیں فرمایا۔ بلکہ سید المرسلین کو یا ایھا النبی، یا ایھا الرسول سے خطاب فرمایا۔ آنحضرت ﷺ سے قبل حضرت آدم، حضرت نوح، حضرت ابراہیم، حضرت موسیٰ، حضرت داؤد، حضرت یحییٰ، حضرت عیسیٰ علیہم السلام، بھی اللہ تعالیٰ کے نبی اور رسول ہیں۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے انہیں کہیں بھی یا ایھا النبی اور یا ایھا الرسول نہیں فرمایا اور اس لئے نہیں فرمایا کہ ان کے بعد نبی اور رسول آنے تھے۔ لیکن جس ذات اقدس کے بعد کوئی اور نبی ورسول پیدا نہیں ہونا تھا، اسے یا ایھا النبی اور یا ایھا الرسول کے خطاب سے نوازا گیا۔ لہٰذا کلمہ طیبہ سے ثابت ہوا کہ جس طرح اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، اسی طرح آنحضرت ﷺ کے بعد کوئی نبی اور رسول نہیں۔ ربوبیت اللہ پر ختم ہے اور نبوت ورسالت رسول اللہ پہ ختم ہے۔ خدا کے سوا جو خدائی کا دعویٰ کرے وہ فرعون، نمرود اور شداد ہے اور جو انہیں رب مانے وہ مشرک فی الربوبیت ہے۔ اور رسول اللہ کے بعد جو دعویٰ نبوت ورسالت کرے، وہ اسود عنسی مسیلمہ کذاب اور مرزا قادیانی ہے اور جو انہیں نبی مانیں وہ مشرک فی النبوت ہیں۔ دونوں قسم کے

مشرکین اپنے جعلی خداؤں اور جعلی نبیوں سمیت جہنمی ہیں۔

تمام نبیوں نے اپنے بعد آنے والے نبیوں کے بارے میں پیش گوئیاں کیں لیکن جب رحمت دو عالم ﷺ تشریف لائے تو آپ ﷺ نے کسی نئے نبی کے آنے کی پیش گوئی نہ کی بلکہ اعلان فرمایا۔ انا خاتم النبیین لا نبی بعدی۔

اللہ تعالیٰ نے نبی اکرم ﷺ کو خاتم النبیین کہا، خاتم المرسلین نہیں کہ مبادا اس کا مطلب کوئی یوں لے کہ رسالت ختم ہو گئی اور نبوت ختم نہیں ہوئی۔ کیونکہ ہر نبی رسول نہیں ہوتا اور ہر رسول نبی ضرور ہوتا ہے۔ خاتم النبیین میں ''النبیین'' رسول اور نبی دونوں کا احاطہ کئے ہوئے ہے۔ لہٰذا آپ کی ذات اقدس پر نبوت ورسالت دونوں ختم ہو گئیں۔

محسن انسانیت ﷺ اول النبیین بھی ہیں اور آخر النبیین بھی کیونکہ عالم ارواح میں سب سے پہلے منصب نبوت آپ کو عطا کیا گیا اور بعثت میں سب سے آخر ہیں۔

آپ کی ہستی مبارک پر نبوت ختم ہوئی تو نبوت کے سارے کمالات آپ ﷺ پر ختم ہو گئے جملہ انبیائے کرام کو جزوی طور پر جو کمالات نبوت ملے تھے، وہ آپ کو کلی طور پر عطا کر دیئے گئے۔

حسن یوسف دم عیسیٰ، ید بیضا داری
آنچہ خوباں ہمہ دارند تو تنہا داری

قانون فطرت ہے کہ ہر چیز کی ایک ابتدا ہوتی ہے اور ایک انتہا، نبوت کی ابتدا حضرت آدم علیہ السلام سے ہوئی اور انتہا جناب محمد عربی ﷺ پر اور انتہا کے بعد کوئی گنجائش باقی نہیں رہا کرتی۔

بعثت محمدی سے پہلے خدا تک پہنچنے کے بہت سے دروازے تھے۔ یہ آدم علیہ السلام کا دروازہ ہے۔ اس سے داخل ہو جایئے، خدا کا قرب مل جائے گا۔ یہ نوح علیہ السلام کا دروازہ ہے، اس سے داخل ہو جایئے، اللہ تک رسائی ہو جائے گی۔ یہ ابراہیم علیہ السلام کا دروازہ ہے، اس سے داخل ہو جایئے خدا مل جائے گا۔ یہ یوسف علیہ السلام کا دروازہ ہے، اس سے داخل ہو جایئے، خدا مل جائے گا۔ یہ موسیٰ علیہ السلام کا دروازہ ہے، اس سے داخل ہو جایئے، اللہ کی معرفت نصیب ہو جائے گی۔ یہ عیسیٰ علیہ السلام کا دروازہ ہے، مالک سے رابطہ ہو جائے گا۔ لیکن جب بعثت محمدی ﷺ ہو گئی تو یہ سارے چھوٹے چھوٹے دروازے بند کر دیئے گئے اور نبوت محمدی ﷺ کا ''مین گیٹ'' کھول دیا گیا اور رب ذوالجلال نے یہ اعلان کر دیا اب جو بھی مجھ تک پہنچنا چاہتا ہے۔ اسے ''مین گیٹ'' سے گزر کر آنا ہوگا۔

جس طرح ہر مسلمان کا ایک جسمانی باپ ہے، اسی طرح ہر مسلمان کا ایک روحانی باپ ہے، جس کے جوتوں کی خاک کے ذروں پر جسمانی باپ کو قربان کیا جاسکتا ہے۔ اس روحانی باپ کا نام اسمِ گرامی ''محمد'' ہے۔ اگر کوئی شخص دوسرے جسمانی باپ کا دعویٰ کرتا ہے تو وہ اپنی ماں کی عصمت کے سفینے کو اپنے ہاتھوں سے غرق کرتا ہے اور اگر کوئی دوسرے روحانی باپ کا دعویٰ کرتا ہے تو وہ اپنے ایمان کی کشتی کو اپنے ہاتھوں سے ڈبو دیتا ہے۔ لہٰذ جس طرح کسی مسلمان کا دوسرا جسمانی باپ نہیں ہوسکتا، اسی طرح کسی مسلمان کا دوسرا روحانی باپ (نبی) نہیں ہوسکتا۔

تاجدارِ ختم نبوت ﷺ کی صفت ختم نبوت نے پوری امت کو وحدت کی لڑی میں پرو رکھا ہے اور اس لڑی کے موتی مومنین کہلاتے ہیں۔ ختم نبوت کی وجہ سے آج اسلامی برادری عالمگیر برادری ہے۔ ختم نبوت کی بدولت سب کے رہبر و رہنما محمد عربی ﷺ ہیں۔ ختم نبوت کے طفیل قرآن سب کا امام ہے، ختم نبوت کی برکت سے ''لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ'' سب کا کلمہ ہے۔ ختم نبوت کی رحمت سے بیت اللہ سب کا قبلہ ہے۔ اگر نبوت کا دروازہ کھلا رہتا تو امت چھوٹی چھوٹی ٹکڑیوں میں بٹ جاتی۔ لہٰذا رب رحیم نے، نبوت کا باب بند کر کے اور رحمۃ اللعالمین ﷺ کو مبعوث فرما کر اہل دنیا کو بے پایاں رحمت سے نوازا ہے۔

زمانہ رہتی دنیا تک سنائے گا زمانے کو
درود ان کا، کلام ان کا، پیام ان کا، قیام ان کا

عقیدہ۔ وہ غیب و شہادت سب کو جانتا ہے۔ علم ذاتی اس کا خلاصہ ہے۔ جو شخص علم ذاتی غیب خواہ شہادت کا غیر خدا کے لئے ثابت کرے کافر ہے۔ علم ذاتی کے یہ معنی کہ بے خدا کے دیئے خود حاصل ہو۔

عقیدہ۔ وہی ہر شے کا خالق ہے ذوات ہوں خواہ افعال، سب اسی کے پیدا کئے ہوئے ہیں۔

(بہار شریعت)

اعجاز احمد (نومسلم، سابق قادیانی)

انگریزی نبی

مارکونی نے ریڈیو بنایا۔۔۔۔۔۔

نیوٹن نے قوانین حرکت بنائے۔۔۔۔۔۔

ایڈیسن نے بلب بنایا۔۔۔۔۔

گراہم بیل نے ٹیلی فون بنایا۔۔۔۔۔

رائٹ برادران نے ہوائی جہاز بنایا۔۔۔۔۔

ارشمیدس نے قانون ارشمیدس بنایا۔۔۔۔۔

سرفلیمنگ نے پینسلین بنائی۔۔۔۔۔

میخائل کلاشنکوف نے کلاشنکوف بنائی۔۔۔۔۔

ڈاکٹر عبدالقدیر خان نے کہوٹہ ایٹمی پلانٹ بنایا۔۔۔۔۔

اور۔۔۔۔۔انگریز نے قادیانی بنائے۔

کولمبس نے امریکہ دریافت کیا۔۔۔اور۔۔۔فرنگی نے مرزا قادیانی دریافت کیا۔ مرزا قادیانی انگریزی حکومت کا ایک سیل مین تھا۔ ایک بزنس پروموٹر تھا۔ ایک تشہیری ایجنٹ تھا۔ وہ انگریزی مصنوعات کی تشہیر کا کنٹریکٹر تھا۔ وہ انگریزی مصنوعات کو اپنے چھابڑے میں لے کر گاؤں گاؤں، قصبہ قصبہ اور شہر شہر گھومتا رہتا۔ اور انگریزی مصنوعات بیچتا۔ اس کے چھابڑے میں کون کون سامال ہوتا تھا؟

اس کے چھابڑے میں کفر، الحاد، منافقت، زندیقیت، ارتداد، جھوٹی نبوت، جھوٹی مجددیت، ولایتی مہدیت، بناسپتی مسیحیت، اطاعت انگریز، غلامی ملکہ، قصائد انگریز گورنمنٹ، تردید جہاد، غداری اسلام، اجرائے نبوت، توہین رسالت، توہین الوہیت، توہین قرآن، توہین حدیث، توہین اسلام، توہین صحابہ رضی اللہ عنہم، توہین اولیاء، توہین مسلمان عالم جیسی اشیاء تھیں۔ مرزا قادیانی اپنے اس زہریلے اور جہنمی چھابڑے کو سر پر اٹھائے آوازیں لگاتا اپنی اشیاء بیچتا۔ ان کی تشہیر کرتا۔ جو اس سے سودا خرید لیتا وہ ایمان سے ہاتھ دھو بیٹھتا۔

آج ہم قادیانیوں سے کہتے ہیں کہ تم انگریزوں کے خودکاشتہ پودے ہو۔ تو وہ بڑے چڑتے ہیں۔ بدکتے ہیں۔ حالانکہ بین ثبوت موجود ہیں۔ واضح شہادتیں حاضر ہیں۔ کتابیں گواہی دینے کے لیے موجود ہیں۔ الفاظ زندہ ہیں۔ صفحات آن ریکارڈ ہیں۔ پھر بدکنا کیسا؟ پھر چڑنا کیسا۔ صنعت کا صانع پر فخر ہونا چاہئے۔ حوالوں کے لئے چند آئینے پیش خدمت ہیں جن میں قادیانی سب کچھ دیکھ سکتے ہیں۔

ہوتا ہے ایک پل میں کھنڈر دل بسا ہوا
پانی بھی مانگتا نہیں تیرا ڈسا ہوا

❁: "میری عمر کا اکثر حصہ اس سلطنت انگریزی کی تائید و حمایت میں گزرا ہے۔ اور میں نے مخالفت جہاد اور انگریزی اطاعت کے بارے میں اس قدر کتابیں لکھی ہیں کہ اگر وہ رسائل اور کتابیں اکٹھی کی جائیں تو پچاس الماریاں ان سے بھر سکتی ہیں۔ میں نے ایسی تمام کتابوں کو عرب ممالک اور مصر اور شام اور کابل اور روم تک پہنچا دیا ہے۔ میری ہمیشہ کوشش رہی ہے کہ مسلمان اس سلطنت کے سچے خیر خواہ ہو جائیں۔"

(تریاق القلوب، صفحہ 25، مصنف مرزا قادیانی)

❁: سو میرا مذہب جس کو میں بار بار ظاہر کرتا ہوں کہ اسلام کے دو حصے ہیں، ایک یہ کہ خدا تعالیٰ کی اطاعت کریں دوسرے اس سلطنت کی جس نے امن قائم کیا ہو۔ جس نے ظالموں کے ہاتھ سے اپنے سایہ میں ہمیں پناہ دی ہو سو وہ سلطنت "حکومت برطانیہ ہے"

(شہادت القرآن، صفحہ 86، مصنف مرزا قادیانی)

❁: "خدا تعالیٰ نے اپنے خاص فضل سے میری اور میری جماعت کی پناہ اس سلطنت کو بنا دیا ہے۔ یہ امن جو اس سلطنت کے زیر سایہ ہمیں حاصل ہے نہ یہ امن مکہ مکرمہ میں مل سکتا ہے نہ مدینہ میں۔" (تریاق القلوب، صفحہ 26، مصنف مرزا قادیانی)

❁: "اس لئے میری نصیحت اپنی جماعت کو یہی ہے کہ وہ انگریزوں کی بادشاہت کو اپنے اولی الامر میں داخل کریں اور دل کی سچائی سے ان کے مطیع رہیں۔"

(ضرورت الامام، صفحہ 23، مرزا قادیانی)

❁: "صرف یہی التماس ہے کہ سرکار دولت مدار۔۔ اس خود کاشتہ پودا کی نسبت نہایت احترام واحتیاط اور اخلاص کا لحاظ رکھ کر مجھے اور میری جماعت کو ایک خاص عنایت کی نظر سے دیکھیں، ہمارے خاندان نے سرکار انگریزی کی راہ میں اپنا خون بہانے اور جان دینے سے فرق نہیں کیا اور نہ اب فرق ہے۔"

(مرزا قادیانی کی درخواست بحضور لیفٹیننٹ گورنر بہادر پنجاب، مندرجہ تبلیغ رسالت، جلد 7، صفحہ 18، مرزا قادیانی)

❁: ''انگریزی سلطنت تمہارے لئے ایک رحمت ہے۔ تمہارے لئے ایک برکت ہے اور خدا کی طرف سے تمہاری وہ سپر ہے۔ پس تم دل و جان سے اس سپر کی قدر کرو۔''

(اشتہار مندرجہ ''تبلیغ رسالت'' جلد دہم، صفحہ 123، مرزا قادیانی)

❁: ''گورنمنٹ برطانیہ کے ہم پر بڑے احسان ہیں اور ہم بڑے آرام اور اطمینان سے زندگی بسر کرتے اور مقاصد پورا کرتے ہیں۔ اور اردگرد دوسرے ممالک میں تبلیغ کے لئے جائیں تو وہاں بھی برٹش گورنمنٹ ہماری مدد کرتی ہے۔'' (برکات خلافت، صفحہ 65)

❁: ''ہم اس سلطنت کے سایہ کے نیچے بڑے آرام اور امن سے زندگی بسر کر رہے ہیں اور شکر گزار ہیں اور یہ خدا کا فضل اور احسان ہے کہ اس نے ہمیں کسی ایسے ظالم بادشاہ کے حوالے نہیں کیا جو ہمیں پیروں کے نیچے کچل ڈالتا، کچھ رحم نہ کرتا بلکہ اس نے ہمیں ایک ایسی ملکہ عطا کی ہے جو ہم پر رحم کرتی ہے۔ اور احسان کی بارش سے مہربانی کے مینہ سے ہماری پرورش فرماتی ہے اور ذلت اور کمزوری کی پستی سے اوپر کی طرف اٹھاتی ہے۔''

(نور الحق، حصہ اول، صفحہ 4، از مرزا قادیانی)

❁: ''پس میں یہ دعویٰ کر سکتا ہوں کہ میں ان خدمات میں یکتا ہوں اور میں کہہ سکتا ہوں کہ میں ان تائیدات میں یگانہ ہوں اور میں کہہ سکتا ہوں کہ میں اس گورنمنٹ کے لئے بطور ایک تعویذ کے ہوں بطور ایک پناہ کے ہوں جو آفتوں سے بچاوے۔''

(نور الحق، صفحہ 33، از مرزا قادیانی)

❁: ''ہم اور ہماری ذریت پر فرض ہو گیا ہے کہ اس مبارک گورنمنٹ برطانیہ کے شکر گزار رہیں۔'' (ازالہ، طبع دوم، حاشیہ، صفحہ 57)

❁: ''ابر رحمت کی طرح خدا تعالیٰ برطانوی حکومت کو دور سے لایا۔ جس کا شکر ہر فرد ہندوستان پر فرض عین سے بھی بڑھ کر فوقیت رکھتا ہے۔'' (ازالہ اوہام، مصنف مرزا قادیانی)

❁: ''میں اپنی جماعت کو حکم دیتا ہوں کہ وہ انگریزوں کی بادشاہت کو اپنے اولی الامر میں داخل سمجھتے ہوئے دل کی سچائی سے ان کی اطاعت کریں۔''

(ضرورت الامام صفحہ 23، مصنف مرزا قادیانی)

❁: ''میرے مریدوں کی ایک جماعت تیار ہوئی ہے جو اس گورنمنٹ کے دلی جاں نثار ہیں۔''

(گورنمنٹ کے نام عریضہ "تبلیغ رسالت" جلد 6، صفحہ 65، مرزا قادیانی)

۞: "اس پاک جماعت (فرقہ احمدیہ) کے وجود سے گورنمنٹ برطانیہ کے لئے انواع واقسام کے فوائد مقصود ہوں گے۔" (ازالہ اوہام، صفحہ 849۔821، مصنف مرزا قادیانی)

۞: "اور میں گورنمنٹ (برطانیہ) کی پولیٹیکل خدمت وحمایت کے لئے ایسی جماعت تیار کر رہا ہوں جو آڑے وقت میں گورنمنٹ کے مخالفوں کے مقابلے میں نکلے گی۔"

(الہامی قاتل نمبر 1، جلد 18، صفحہ 8)

۞: "غرض یہ ایک ایسی جماعت ہے جو سرکار انگریزی کی نمک پروردہ اور نیک نامی حاصل کردہ اور مورد مراحم گورنمنٹ ہے اور یا وہ لوگ جو میرے اقارب یا خدام میں سے ہیں ان کے علاوہ ایک بڑی تعداد علماء کی ہے جنہوں نے میری اتباع میں اپنے واعظوں سے ہزاروں دلوں میں گورنمنٹ کے احسانات جما دیئے ہیں۔" (تبلیغ رسالت، جلد ہفتم، مصنف مرزا قادیانی)

۞: "ہمیں اس گورنمنٹ کے آنے سے وہ دینی فائدہ پہنچا کہ سلطان روم کے کارناموں میں اس کی تلاش کرنا عبث ہے۔"

(اشتہار مرزا قادیانی، مندرجہ "تبلیغ رسالت" جلد ہشتم، صفحہ 5)

۞: "بلکہ اس گورنمنٹ کے ہم پر اس قدر احسان ہیں کہ اگر ہم یہاں سے نکل جائیں تو نہ ہمارا مکہ میں گزارا ہو سکتا ہے اور نہ قسطنطنیہ میں۔"

(بیان مرزا قادیانی مندرجہ "ملفوظات احمدیہ" جلد اول، صفحہ 46)

۞: "میں اپنے کام کو نہ مکہ میں اچھی طرح چلا سکتا ہوں نہ مدینہ میں نہ روم میں نہ شام نہ ایران میں نہ کابل میں مگر اس گورنمنٹ میں جس کے اقبال کے لئے دعا کرتا ہوں۔"

(اشتہار مرزا قادیانی، مرزا 22 مارچ، 1897ء)

۞: "یہ تو سوچو اگر تم اس گورنمنٹ کے سائے سے باہر نکل جاؤ تو پھر تمہارا ٹھکانہ کہاں ہے۔ ہر ایک اسلامی سلطنت تمہیں قتل کرنے کے لئے دانت پیس رہی ہے۔ کیونکہ ان کی نگاہ میں تم کافر ہو اور مرتد ٹھہر چکے ہو۔"

("تبلیغ رسالت" جلد دہم، صفحہ 132، مصنف مرزا قادیانی)

۞: "جب تک جماعت احمدیہ نظام حکومت سنبھالنے کے قابل نہیں ہوتی، اس وقت تک ضروری ہے کہ اس دیوار (انگریزی حکومت) کو (اپنی حمایت ونصرت سے) قائم رکھا جائے۔"

("الفضل قادیان" 3 جنوری 1945ء بیان مرزا بشیر الدین محمود)

مندرجہ بالا تحریرات کو جب ہم دیکھتے ہیں تو مرزا قادیانی کہیں اپنے باپ، دادا کی مسلمانوں سے غداریوں اور انگریزوں سے وفاداریوں پر نازاں نظر آتا ہے۔ کہیں خود کو انگریز کا خود کاشتہ پودا لکھ کر خوشی سے رقص کرتا دکھائی دیتا ہے۔ کہیں فرنگی کی حمایت وتائید میں کتابیں لکھ کر انہیں بیرونی ممالک میں بھیج کر اپنی شخصیت پر فخر کرتا نظر آتا ہے۔ کہیں ملکہ کے گلے کا تعویذ بن کر لہک رہا ہے۔ کہیں انگریزی سلطنت کی حفاظت کے لئے خون بہا دینے کا اعلان کر کے اپنی بہادری وشجاعت کی خودساختہ تاریخ رقم کر رہا ہے اور کہیں انگریزی حکومت کے تحفظ کے لئے اپنے چیلے چانٹوں کی فوج تیار کر کے دربار فرنگی میں اپنی قیمت میں اضافہ کر رہا ہے۔ ہم تو اس ننگ دین وملت کے بارے میں یہی کہہ سکتے ہیں۔

ہلاکت آفریں اس کی ہر ایک بات
عبارت کیا، اشارت کیا ادا کیا

قادیانیوں کی یہ ضمیر فروشی، وطن فروشی، ایمان فروشی، غیرت فروشی، اور قوم فروشی کس لئے تھی؟ اس لئے کہ قادیانیت اور فرنگیت ایک ہی چیز کے دو نام تھے۔ دونوں کا کام ایک تھا۔ دونوں کا سفر ایک تھا۔ دونوں کی منزل ایک تھی اور وہ تھی کرہ ارض سے اسلام اور مسلمانوں کا خاتمہ۔

ان میں سے ایک سفاک قاتل تھا، دوسرا اس کی تیغ جفاء، ایک ستم گر تیر انداز تھا دوسرا زہر میں بجھا ہوا تیر، ایک زہر ساز تھا دوسرا زہر فروش، ایک سانپ تھا دوسرا اس کو پالنے والا، المختصر ایک چور اور دوسرا چور کی ماں! چور اور چور کی ماں میں کتنا گہرا تعلق تھا، وہ چور کے اس بیان سے واضح ہو جاتا ہے۔

"دینی طور پر ہماری جماعت کے جو تعلقات گورنمنٹ کے ساتھ ہونے چاہئیں۔ ان کو حضرت مسیح موعود ہی سب سے بہتر سمجھ سکتے ہیں۔ چنانچہ آپ نے اس کے متعلق خوب کھول کھول کر لکھا ہے۔ حتیٰ کہ آپ لکھتے ہیں کہ میں نے کوئی کتاب ایسی نہیں دیکھی جس میں گورنمنٹ کی وفاداری کی طرف توجہ نہ دلائی ہو۔ پھر فرماتے ہیں گورنمنٹ کے سکھ کو اپنا سکھ، گورنمنٹ کی تکلیف کو اپنی تکلیف، گورنمنٹ کی ترقی اپنی ترقی، گورنمنٹ کے تنزل کو اپنا تنزل سمجھنا چاہئے۔

(بشیر الدین محمود کا خطبہ جمعہ مندرجہ اخبار "الفضل" جلد 4، نمبر 6، مورخہ 6 مارچ 1917ء)

محترم قارئین! سوال اٹھتا ہے کہ انگریز نے یہ خبیث پودا کیوں لگایا؟ اس کی آبیاری اور انتہائی نگہداشت کیوں کی؟ جواباً عرض ہے۔۔۔۔ تاکہ۔۔۔

۞: جناب محمد رسول اللہ ﷺ کی نبوت کی جگہ مرزا قادیانی کی انگریزی نبوت چلائی جائے۔

۞: اسلام کی رفیع الشان عمارت کو مسمار کر کے اس کے کھنڈرات پر قصر قادیانیت تعمیر کیا جائے۔

- شجر اسلام کو قادیانی چوہوں کے نوکیلے اور تیکھے دانتوں سے کترایا جائے۔
- مسلمانوں کو اسلام کی بجائے قادیانیت کی چھت کے نیچے لایا جائے۔
- مسلمانوں کی ملی وحدت کو پارہ پارہ کیا جائے۔
- ہندوستان میں اسلامی اور آزادی کی تحریکوں کو کچلا جاسکے۔
- مسلمانوں کو کفر سے برسر پیکار ہونے کی بجائے آپس کی سر پھٹول میں مصروف کیا جائے۔
- مختلف فرقوں کو دست و گریباں کیا جائے۔ اور مزید نئے نئے فرقے بنائے جائیں۔
- ممانعت جہاد کی تعلیم کو عام کیا جائے۔
- ہندوستان میں توہین رسالت کی فضا پیدا کی جائے۔
- دنیا کے مختلف مسلمان ممالک میں قادیانیوں کو مسلمان ظاہر کر کے حکومت کے اہم عہدوں پر بٹھایا جائے۔ اور ان کی جاسوسی سے اہم ملکی راز حاصل کئے جائیں۔
- نومسلموں کو اسلام کے نام پر قادیانیت کی دعوت دی جائے اور انہیں مسلمان کے نام پر قادیانی بنایا جائے۔
- پوری دنیا میں اسلام کی نمائندگی قادیانیت کے سپرد کی جائے۔

اے قوم حجاز! آج بھی عالمی کفر اور قادیانی اپنے ان اہداف پر بھرپور کام کر رہے ہیں۔ اور اپنی منزل حاصل کرنے کے لئے تڑپ رہے ہیں۔ ان کا حصول منزل کیا ہے؟ اس کے تصور سے ہی جسم تھرا اٹھتا ہے اور روح کانپ جاتی ہے۔

رسول رحمت ﷺ کے امتیو! میں نے ساری تشویش ناک صورت حال تمہارے سامنے رکھ دی ہے اور اس پر تمہاری تشویش اور تڑپ دیکھنا چاہتا ہوں۔

تری آنکھ کو آزمانا پڑا
مجھے قصہ غم سنانا پڑا

محمد امجد کمبوہ

اسلام کا بدترین مجرم

بدگفتار، لعنتی سردار، ہرزہ سرائی میں منہ زور، نبوت کا چور، جھوٹ کا مجسمہ انگریز کے بوٹ کا تسمہ، خواہشات کا بندہ، سوچ کا گندہ، عادات ذلیل فطرت رزیل، بدشکل کوتاہ عقل، مکروہ خدوخال بے ڈھنگی چال، ایک آنکھ سے کانا کفر میں سیانا، دل سیاہ ضمیر ٹھاہ، فرنگی کا غلام، دشمن خیر الانام، گالیوں کی برسات ارتداد کی سیاہ رات، ایمان کا شکاری درِ انگریز کا بھکاری، دولت کا حریص منافقت کا مریض، اخلاق کا قاتل سراپا باطل، ننگ شرافت لائق حقارت، فتنہ ساز نوسرباز، علامت فساد منکر جہاد، کلیسا کا پجاری ملکہ پہ صدقے واری، امام دجل و تلبیس باعث فخر ابلیس، پیشوائے مرتدین، رہنمائے زندیقین، منکر حدیث ازلی خبیث، غدار ابن غدار، انگریز کا زلہ خوار، کافر کبیر زلف ملکہ وکٹوریہ کا اسیر، مسیلمہ کذاب کا ترجمان، اسود عنسی کا نشان کفر کی برہان شیطان کی پہچان، دشمن قرآن بانی فتنہ قادیان، شخصیت بڑی شیطانی ہے، نام مرزا غلام احمد قادیانی ہے۔

یہ ننگ انسانیت بھارت کے صوبہ مشرقی پنجاب کے ضلع گورداسپور کے ایک پسماندہ گاؤں ''قادیان'' میں پیدا ہوا۔ اس کے بیٹے بشیر احمد نے اپنی کتاب ''سیرت المہدی'' میں اس کی تاریخ پیدائش 1836ء لکھی ہے۔ مرزا قادیانی کی ماں کا نام چراغ بی بی عرف گھسیٹی تھا۔ باپ کا نام غلام مرتضیٰ دادا کا نام عطا محمد اور پردادا کا نام گل محمد تھا۔ مرزا قادیانی کو بچپن میں دسوندی اور سندھی کے ناموں سے بھی پکارا جاتا تھا۔ ابتدائی تعلیم گھر پر حاصل کی پھر مکتب بھیجا گیا لیکن تعلیم حاصل کرنے کا ذوق وشوق نہ تھا۔ یہی وجہ تھی کہ اکثر مکتب میں کان پکڑوا کر اس کی پٹائی کی جاتی۔ آخر تعلیم ادھوری چھوڑی اور چند کتابیں پڑھ کر مکتب سے بھاگ اٹھا۔ پھر ادھر اُدھر آوارہ گردی میں وقت ضائع کرتا رہا۔ والدین اپنے نالائق و نابکار بیٹے کے ہاتھوں بڑے تنگ تھے۔ آخر گھر کی جھڑکیوں سے تنگ آکر مسٹر قادیانی گھر سے بھاگ کھڑا ہوا اور قادیان سے سیالکوٹ آگیا اور یہاں ایک دوست کی سفارش پر سیالکوٹ کی کچہری میں پندرہ روپے ماہوار پر بطور منشی ملازم ہو گیا۔ اسی حقیقت کی منظر کشی کرتے ہوئے مرزا قادیانی کا بیٹا مرزا محمود احمد لکھتا ہے۔

''اور ایسا ہوا کہ ان دنوں میں آپ گھر والوں کے طعنوں کی وجہ سے کچھ دنوں کے لئے قادیان سے باہر چلے گئے اور سیالکوٹ جا کر رہائش اختیار کر لی اور گزارہ کے لئے ضلع کچہری میں ملازمت بھی کر لی۔'' (تحفہ شہزادہ ویلز صفحہ 341، بحوالہ رئیس قادیان)

سیرت المہدی کے مطابق مرزا قادیانی کی سیالکوٹ کی کچہری کی مدت ملازمت 1864ء تا 1868ء ہے۔ دوران ملازمت فرنگی کو قادیاں کے اس منشی کی صورت میں مسیلمہ کذاب کے گلے کی مالا کا موتی مل گیا۔ اس مقصد کے لئے انگریز ڈپٹی کمشنر کے توسط سے مسیحی مشن کے ایک اور ذمہ دار شخص نے اس سے ڈی سی آفس میں ملاقات کی۔ گویا یہ انٹرویو تھا مسیحی مشن کا۔ یہ فرد انگلینڈ روانہ ہو گیا اور مرزا قادیانی ملازمت چھوڑ کر قادیان پہنچ گیا۔ باپ نے کہا نوکری کی فکر کرو۔ جواب دیا کہ میں نوکر ہو گیا ہوں اور پھر بغیر مرسل کے پتہ کے منی آرڈر ملنے شروع ہو گئے۔ مرزا قادیانی نے مذہبی اختلافات کو ہوا دی۔ بحث ومباحثہ، اشتہار بازی اور کفر وارتداد پرمبنی تصانیف کا سلسلہ شروع ہو گیا۔

انگریز نے اپنے ''ریموٹ کنٹرول'' کو بتدریج ترقی دینا شروع کی اس نے اپنے ملازم نبی کو اس طرح ترقی دی جس طرح وہ اپنے دیگر دنیاوی ملازمین کو اپنے وضع کردہ قوانین کے تحت عنایت کرتا تھا۔ مثلاً سب سے پہلے کانسٹیبل...... حوالدار...... اے ایس آئی...... سب انسپکٹر...... انسپکٹر...... ڈی ایس پی...... ایس ایس پی...... ڈی آئی جی یعنی انسپکٹر جنرل۔ لحم خنزیر کھانے والے اور ام الخبائث پینے والے فرنگی نے بالکل ایسے ہی اپنے خود ساختہ نبی کو پروموشن دی۔ عالم بنایا...... مناظر بنایا...... مصنف بنایا...... محدث بنایا...... مہدی بنایا...... مثیل مسیح بنایا...... مسیح بنایا...... ظلی طور پر محمد رسول اللہ بنایا...... عین محمد بنایا اور آخر اسلام سے بغض وعناد اور نفرت ودشمنی کی انتہا کرتے ہوئے اسے محمد رسول اللہ (ﷺ) سے بھی افضل بنا دیا۔ معاذ اللہ۔

یہ الگ بات ہے کہ بنانے والا بھی کافر تھا اور بننے والا بھی کافر ومرتد حتیٰ کہ مرزا قادیانی نے خدائی کا دعویٰ بھی کر دیا۔ قادیانی مرزا قادیانی کی تعریف میں زمین وآسمان کے قلابے ملاتے ہیں اسے تخت نبوت پر بٹھاتے ہیں۔ پوری دنیا میں اس کا تعارف خدا کے انتہائی برگزیدہ بندے کی حیثیت سے کراتے ہیں اسے کردار کا آفتاب اور گفتار کا ماہتاب کہتے ہیں۔ ان کے بقول وہ علم وحکمت کا بحر بیکراں ہے۔ شرافت اس پہ نازاں ہے۔ صداقت اس کے قدموں میں بچھ بچھ جاتی ہے۔ روحانیت اس کی عظمت کو جھک جھک کر سلام عرض کرتی ہے۔ انسانیت اس کی شخصیت پر تحسین وآفرین کے پھول نچھاور کرتی ہے۔ غرض کہ وہ دین وملت کا محسن اعظم ہے۔ لیکن ہم جھوٹ کے اس پہاڑ کو سچائی کی ٹھوکر سے اڑاتے ہوئے یہ اعلان کرتے ہیں کہ یہ بد خصلت اس فرش خاکی پہ جنم لینے والا بدترین انسان تھا جس کے رگ و

ریشے پر شیطان کی حکمرانی تھی۔ جس کا دماغ ابلیسی سازشوں کا ہیڈ کوارٹر تھا اور جس کا دل کفر وارتداد کا اندھا کنواں تھا۔ جس کا باطن قبر کی تاریکی سے زیادہ کالا تھا اور جس کی زبان گالیوں اور گستاخیوں کی مشین گن تھی۔ یہ شخص شراب وافیون کا رسیا تھا۔ زنا جیسے فعل شنیع کا عادی تھا۔ بے غیرت و بے حیا تھا۔ جاہل مطلق اور مخبوط الحواس تھا۔ جھوٹ بولنا اور فراڈ کے ذریعہ لوگوں سے رقم حاصل کرنا اس کی سرشت میں داخل تھا۔ چور اور لٹیرا تھا۔ اسلام اور ملت اسلامیہ کا غدار اور یہودی ونصاریٰ کا پالتو تھا۔ اس کی زبان پلید نے دعویٰ نبوت اور جہاد کے حرام ہونے کا اعلان کیا۔ ہم آپ کے سامنے اس مجرم اسلام کی شخصیت کے چند پہلو رکھتے ہیں اور پھر فکر وتدبر کی دعوت دیتے ہیں اور قادیانیوں کو چیلنج کرتے ہیں کہ یہ تمہاری ہی کتابوں کے حوالہ جات ہیں اور اگر کسی قادیانی مائی کے لال میں جرأت وہمت ہے تو جواب دے۔ حوالے پیش خدمت ہیں۔

شرابی:

مرزا قادیانی شراب کا رسیا تھا۔ بھلا یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ وہ مشروب جو اس کے آقا انگریز کا من پسندیدہ ہو انگریزی نبی اسے چھوڑ دے۔ کذاب قادیان اپنے ایک چہیتے مرید حکیم محمد حسین کو ایک خط میں لکھتا ہے۔

"مجبی خویم محمد حسین سلمہ اللہ تعالیٰ السلام علیکم ورحمہ اللہ وبرکاتہ۔ اس وقت میاں یار محمد بھیجا جاتا ہے۔ آپ اشیائے خوردنی خود خریدیں اور ایک بوتل ٹانک وائن کی پلومر کی دوکان سے خریدیں مگر ٹانک وائن چاہئے اس کا لحاظ رہے باقی خیریت ہے۔ والسلام"

(خطوط امام بنام غلام صفحہ 5)

سودائے مرزا کے حاشیہ پر حکیم محمد علی پرنسپل طبیہ کالج امرتسر لکھتے ہیں۔

ٹانک وائن کی حقیقت لاہور میں پلومر کی دوکان سے ڈاکٹر عزیز احمد صاحب کی معرفت معلوم کی گئی۔ ڈاکٹر صاحب جواباً تحریر فرماتے ہیں حسب ارشاد پلومر کی دوکان سے دریافت کیا گیا جواب حسب ذیل ہے۔ "ٹانک وائن ایک قسم کی طاقتور اور نشہ دینے والی شراب ہے، جو ولایت سے سربند بوتلوں میں آتی ہے۔ اس کی قیمت ساڑھے پانچ روپے ہے۔"

(21 دسمبر 1929ء سودائے مرزا صفحہ 39 حاشیہ)

افیمی:

"حضرت مسیح موعود نے تریاق الٰہی دوا خدا تعالیٰ کی ہدایت کے ماتحت بنائی اور اس کا ایک

بڑا جزافیون تھا اور یہ دوا کسی قدر اور افیون کی زیادتی کے بعد حضرت خلیفہ اول (حکیم نور الدین) کو حضور (مرزا قادیانی) چھ ماہ سے زائد تک دیتے رہے اور خود بھی وقتاً فوقتاً مختلف امراض کے دوروں کے وقت استعمال کرتے رہے۔"

(مضمون میاں محمود احمد۔ اخبار الفضل جلد 17، نمبر 4 مورخہ 19 جولائی 1929ء)

بے حیا:

"ڈاکٹر میر محمد اسماعیل صاحب نے مجھ سے بیان کیا کہ:

حضرت ام المومنین (نصرت جہاں بیگم زوجہ مرزا قادیانی) نے ایک دن سنایا کہ حضرت صاحب کے ہاں ایک بوڑھی ملازمہ مسماۃ بھانو تھی۔ وہ ایک رات جب کہ خوب سردی پڑ رہی تھی حضور کو دبانے بیٹھی، چونکہ وہ لحاف کے اوپر سے دباتی تھی۔ اس لئے اسے پتہ نہ لگا کہ جس چیز کو وہ دبا رہی ہے وہ حضور کی ٹانگیں نہیں بلکہ پلنگ کی پٹی ہے۔ تھوڑی دیر کے بعد حضرت نے فرمایا۔ "بھانو! آج بڑی سردی ہے۔" بھانو کہنے لگی ہاں جی تدے تے تہاڈیاں لتاں لکڑی وانگوں ہویاں نیں" (جبھی تو آج آپ کی ٹانگیں لکڑی کی طرح سخت ہو رہی ہیں) خاکسار عرض کرتا ہے کہ حضرت صاحب نے جو بھانو کو سردی کی طرف توجہ دلائی تو اس میں غالباً یہ جتانا مقصود تھا کہ آج شاید سردی کی شدت کی وجہ سے تمہاری حس کمزور ہو رہی ہے۔"

(سیرت المہدی جلد 3، صفحہ 210، مصنفہ مرزا بشیر احمد ابن مرزا قادیانی)

رات کا وقت، کمرے میں تنہائی، غیر محرم عورت کا ٹانگیں دبانا، اور ٹانگیں دبوانے کے دوران مرزا قادیانی کا یہ کہنا "بھانو آج بڑی سردی ہے۔" ساری تصویر آنکھوں کے سامنے گھومنے لگتی ہے۔

بے غیرت:

مرزا قادیانی اس قدر پرلے درجے کا بے غیرت تھا کہ اس نے اپنی پیدائش کے واقعہ کو بھی اپنے قلم سے لکھا ہے۔ اس شرمناک واقعہ میں جہاں اس نے اپنی غیرت کی دھجیاں بکھیریں ہیں وہیں اپنی ماں کی عصمت کی چادر کو بھی اپنے غلیظ ہاتھوں سے تار تار کیا ہے۔ اس ننگ انسانیت کے آوارہ قلم کی آوارگی اور بے حمیتی ملاحظہ ہو۔

"میرے ساتھ ایک لڑکی پیدا ہوئی جس کا نام جنت تھا۔ اور پہلے وہ لڑکی پیٹ سے نکلی تھی اور بعد میں اس کے میں نکلا تھا۔ اور میرا سر اس کے پاؤں میں تھا۔"

(تریاق القلوب، صفحہ 379، مصنفہ مرزا قادیانی)

ڈھیٹ اور بے شرم بھی عالم میں ہوتے ہیں مگر
سب پر سبقت لے گئی ہے بے حیائی آپ کی

زانی:

لیجئے ''آج بڑی سردی ہے'' کا معمہ حل ہو گیا جب اپنے ہی دل جلے مرید نے چھپے ہوئے بوڑھے زانی مرزا قادیانی کی نام نہاد پارسائی کا شیشہ چکنا چور کر دیا۔ میاں محمود احمد نے اپنے خطبہ میں لاہوری گروپ کی طرف سے لگائے گئے الزامات کا جواب دیتے ہوئے کہا۔

''ایک خط جس میں اس نے تسلیم کیا ہے کہ وہ اسی کا لکھا ہوا ہے اس پر یہ تحریر کیا ہے کہ حضرت مسیح موعود (مرزا قادیانی) ولی اللہ تھے اور ولی اللہ کبھی کبھی زنا کر لیا کرتے ہیں۔ اگر انہوں نے کبھی زنا کر لیا تو اس میں کیا حرج ہوا۔ پھر لکھا ہے۔ ہمیں حضرت مسیح موعود پر اعتراض نہیں کیونکہ وہ کبھی کبھی زنا کر لیا کرتے تھے۔ ہمیں اعتراض موجودہ خلیفہ (مرزا محمود احمد) پر ہے کیونکہ وہ ہر وقت زنا کرتا رہتا ہے۔

(خطبہ میاں محمود احمد خلیفہ قادیاں مندرجہ اخبار الفضل، مؤرخہ 31 اگست 1938ء)

مرزا قادیانی کے زانی ہونے کے ثبوت میں اور بھی شہادتیں پیش کی جا سکتی ہیں۔ لیکن ہم گندگی کو چھیڑ کر مزید تعفن پھیلانا نہیں چاہتے۔ مولانا ظفر علی خان نے کیا خوب کہا ہے۔

نبوت بھی رسیلی ہے، پیمبر بھی رسیلا ہے

لٹیرا:

''پٹیالہ کے ایک رئیس کے ہاں کوئی لڑکا پیدا نہ ہوا۔ مرزا صاحب کے خواص سے دعا کی سفارش کرائی۔ ان کو جواب دیا کہ محض رسمی طور پر دعا کے لئے ہاتھ اٹھا دینے سے دعا نہیں ہوتی۔ دو باتیں ہونی ضروری ہیں۔ گہرا تعلق ہو یا دینی خدمت۔ رئیس سے کہو کہ ایک لاکھ روپیہ دے تو پھر ہم دعا کریں گے اور ہم یقین رکھتے ہیں کہ پھر اللہ تعالیٰ اس کو ضرور لڑکا دے گا۔''

(سیرت المہدی جلد اول صفحہ 257، مصنفہ مرزا بشیر احمد بن مرزا قادیانی)

دوا فروش تو دیکھے ہیں لیکن دعا فروش پہلی مرتبہ دیکھ رہے ہیں۔ (مؤلف)

چور:

''بیان کیا مجھ سے والدہ صاحبہ نے کہ ایک دفعہ اپنی جوانی کے زمانے میں حضرت مسیح موعود

تمہارے دادا کی پنشن مبلغ 700 روپے وصول کرنے گئے تو پیچھے پیچھے مرزا امام الدین چلا گیا۔ جب آپ نے پنشن وصول کر لی تو آپ کو پھسلا کر اور دھوکہ دے کر بجائے قادیان لانے کے باہر لے گیا اور ادھر اُدھر پھراتا رہا۔ پھر جب اس نے سارا روپیہ اڑا کر ختم کر دیا تو آپ کو چھوڑ کر کہیں اور جگہ چلا گیا۔ حضرت مسیح موعود اس شرم سے گھر واپس نہیں آئے۔"

(سیرت المہدی جلد اول صفحہ 34، مصنفہ مرزا بشیر احمد بن مرزا قادیانی)

قارئین! ذرا غور فرمایئے یہ واقعہ مرزا قادیانی کی جوانی کا ہے اور جوانی میں انسان عقلی طور پر بھی جوان ہوتا ہے۔ مرزا امام الدین، مرزا قادیانی سے رقم لے کر بھاگا نہیں بلکہ دونوں کلچھرے اڑاتے رہے۔ دونوں نے 700 روپے کی خطیر رقم جو آج کل کے سات لاکھ سے بھی زائد بنتی ہے خوب مزے لے کر اڑائی۔ پھر جب رقم ختم ہو گئی تو مرزا قادیانی کو گھر یاد آیا لیکن ساتھ ہی جب باپ کا جوتا یاد آیا تو بجائے گھر آنے کے گھر سے بھاگ گیا۔ پوری کہانی کو اگر بنظر غائر دیکھیں تو امام الدین ایک فرضی کردار نظر آتا ہے۔ اور ساری ہیرا پھیری اور کارستانی مرزا قادیانی کی نظر آتی ہے۔ کیا مرزا قادیانی عین جوانی میں ایسا الو تھا جو امام الدین کے اشاروں پر ناچتا رہا؟ کیا مرزا قادیانی ایسا بھولا بھالا تھا کہ امام الدین اس کو کئی دن جدھر چاہتا گھماتا پھراتا رہا؟

رشوت خور:

رشوت کسی بھی معاشرے کی بدترین لعنت ہے۔ ہر معاشرے کی اخلاقی اقدار کو پامال کر دیتا ہے۔ مرزا قادیانی بھی پکا رشوت خور تھا اور اس میں یہ برائی بدرجہ اتم موجود تھی۔ مرزا احمد علی شیعی اپنی کتاب دلیل العرفان میں لکھتے ہیں کہ

"منشی غلام احمد امرتسری نے اپنے رسالہ "نکاح آسمانی" کے رازہائے پنہائی میں لکھا تھا کہ مرزا نے زمانہ محرری میں خوب رشوتیں لیں۔ یہ رسالہ مرزا کی وفات سے آٹھ سال پہلے 1900ء میں شائع ہو گیا تھا مرزا قادیانی نے اس کی تردید نہیں کی۔ اسی طرح مولوی ابراہیم صاحب سیالکوٹی نے مناظرہ روپڑ میں جو 21۔22 مارچ 1932ء میں ہوا، ہزار ہا کے مجمع میں بیان کیا کہ مرزا صاحب نے سیالکوٹ کی نوکری میں رشوت ستانی سے خوب ہاتھ رنگے اور یہ سیالکوٹ ہی کی ناجائز کمائی تھی جس سے مرزا صاحب نے چار ہزار روپیہ کا زیور اپنی دوسری بیگم کو بنوا کر دیا۔"

(روداد مناظرہ روپڑ، مطبوعہ کشن سٹیم پریس جالندھر صفحہ 35)

رشوت خوری کا ایک نرالا اور اچھوتا اور ماڈرن انداز بھی ملاحظہ ہو۔

''ہمارے نانا فضل دین صاحب فرمایا کرتے تھے کہ مرزا صاحب کچہری سے واپس آتے تو چونکہ آپ اہلمد تھے مقدمے والے زمیندار ان کے مکان تک پیچھے آجاتے۔'' (یا مرزا قادیانی خود لے آتا۔ مؤلف) (سیرت المہدی جلد 3، صفحہ 93)

مخبوط الحواس:

''ایک دفعہ مرزا صاحب اور سید محمد علی شاہ تلاش روزگار کے خیال سے قادیان سے چلے۔ کلانور کے قریب ایک نالے سے گذرتے ہوئے مرزا صاحب کی جوتی کا ایک پاؤں نکل گیا مگر اس وقت تک انہیں معلوم نہ ہوا جب تک وہاں سے بہت دور جا کے یاد نہیں آیا۔ (افیون کی کچھ زیادہ ہی مقدار کھالی ہوگی۔ مؤلف)

(حیات النبی جلد 1، صفحہ 58، از یعقوب علی قادیانی)

بد زبان:

دجال قادیان کی بدزبانی، غلیظ اور گندی گفتگو کے چند نمونے قارئین کے لئے پیش کئے جاتے ہیں۔

1: ''جھوٹے آدمی کی یہ نشانی ہے کہ جاہلوں کے روبرو تو بہت لاف گزاف مارتے ہیں مگر جب کوئی دامن پکڑ کر پوچھے کہ ذرا ثبوت دے کہ جاؤ تو جہاں سے نکلے تھے۔ وہیں داخل ہو جاتے ہیں۔'' (حیات احمد جلد اول نمبر 3، صفحہ 25)

2: ''آریوں کا پرمیشر (خدا) ناف سے دس انگل نیچے ہے۔ سمجھنے والے سمجھ لیں۔''

(چشمہ معرفت صفحہ 116)

3: ''خدا تعالیٰ نے اس کی بیوی کے رحم پر مہر لگا دی۔''

(تتمہ حقیقت الوحی صفحہ 13، مصنفہ مرزا قادیانی)

کذاب:

دجال قادیان کے رگ وریشے میں جھوٹ رچا بسا تھا۔ یہ مجسمہ جھوٹ ساری زندگی بڑی ڈھٹائی سے جھوٹ بولتا رہا ہزاروں صفحے جھوٹ لکھ لکھ کر سیاہ کر دیئے۔ مرزا قادیانی کی ہر کتاب کذب وافتراء کا پلندہ ہے ہم بطور نمونہ مرزا قادیانی کا صرف ایک ایسا جھوٹ پیش کرتے ہیں جو آج بھی اس کی مرقد پر اشرار پر جوتے مار مار کر اس کی ہڈیاں چٹخا رہا ہے۔ ملاحظہ ہو ''ہم مکہ میں مریں گے یا مدینہ میں''

(تذکرہ صفحہ 536، از مرزا قادیانی)

لیکن مرزا قادیانی 26 مئی 1908ء کو برانڈرتھ روڈ لاہور کی احمدیہ بلڈنگ کے ٹٹی خانہ میں مرا اس کی پر تعفن لاش بذریعہ ٹرین قادیان پہنچائی گئی اور خاک قادیان کے گندے خمیر سے اٹھنے والا یہ فتنہ پرداز خاک قادیان کی مٹی میں ہی دبا دیا گیا۔ کہاں مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ اور کہاں قادیان کی گندی نالی کے کنارے رینگنے والا یہ کرم غلاظت!

گندہ:

"بائیں طرف ایک چھوٹا سا کمرہ تھا جو پاخانہ کے لئے استعمال ہوتا تھا۔ مگر پاخانہ کے واسطے کوٹھے کے اوپر اور جگہیں بھی تھیں۔ پس اس نیچے والے کمرے کو حضور نے صاف کرایا اور اسے خوب دھویا گیا اور اس میں فرش کیا گیا اور دوپہر کے وقت دو یا تین گھنٹے کے قریب حضور بالکل علیحدہ اندر سے کنڈی لگا کر اس میں بیٹھے رہتے تھے۔"

(ذکر حبیب صفحہ 34، از مفتی محمد صادق)

اور بھی کمرے موجود ہیں لیکن نبی افرنگ نے اپنے لئے "ٹٹی خانہ" کا انتخاب کیا۔ اندر سے کنڈی بند اور کمرے میں مرزا قادیانی تین تین گھنٹے بند کیونکہ روح کو سرور آتا ہوگا۔ جس طرح مچھلی پانی میں شاداں و فرحاں ہوتی ہے اسی طرح مرزا قادیانی بھی "ٹٹی خانہ" میں مسرت و فرحت محسوس کرتا ہوگا۔ ٹٹی خانہ سے اتنی عقیدت کہ زندگی کے آخری سانس بھی وہیں لینے پسند کئے۔ (مؤلف)

نالائق:

"چونکہ مرزا صاحب ملازمت کو پسند فرماتے تھے اس واسطے آپ نے مختاری کے امتحان کی تیاری شروع کر دی اور قانون کی کتابوں کا مطالعہ شروع کیا پر امتحان میں کامیاب نہ ہوئے۔" (سیرت المہدی حصہ اول صفحہ 138، بشیر احمد قادیانی)

جب نبی فیل ہونے لگے تو امتیوں کا کیا بنے گا؟ مزید سنیئے۔

"ڈاکٹر محمد اسماعیل صاحب نے مجھ سے بیان کیا کہ حضرت مسیح موعود جب کوئی نظم لکھتے اور ایسے موقعہ پر کسی اردو لفظ کی تحقیق منظور ہوتی تو بسا اوقات حضرت ام المومنین سے اس کی بابت پوچھتے تھے۔"

(سیرت المہدی جلد 3، صفحہ 7، مصنفہ بشیر احمد قادیانی ابن مرزا قادیانی)

دعویٰ نبوت کا اور شاگردی بیگم کی۔ کیا شان ہے تیری اے قادیانی نبوت۔ (مؤلف)

فاتر العقل:

"بعض اوقات کوئی دوست حضور کے لئے گرگابی (جوتا) ہدیۃً لاتا تو آپ بسا اوقات دایاں پاؤں بائیں میں ڈال لیتے تھے۔ اور بایاں پاؤں دائیں میں۔ چنانچہ اس تکلیف کی وجہ سے آپ دیسی جوتا پہنتے تھے۔ اسی طرح کھانا کھانے کا یہ حال تھا کہ خود فرمایا کرتے تھے کہ ہمیں تو اس وقت پتہ لگتا ہے کہ کیا کھا رہے ہیں کہ جب کھانا کھاتے کھاتے کوئی کنکر وغیرہ کا ریزہ دانت کے نیچے آجاتا ہے۔"

(سیرت المہدی حصہ دوم صفحہ 58، مصنفہ بشر احمد قادیانی ابن مرزا قادیانی)

تماش بین:

مرزا قادیانی کا نام نہاد صحابی مفتی محمد صادق قادیانی بیان کرتا ہے۔

"ایک شب دس بجے کے قریب میں تھیٹر میں چلا گیا جو مکان کے قریب ہی تھا اور تماشہ ختم ہونے پر دو بجے رات کو واپس آیا۔ صبح منشی ظفر احمد صاحب نے میری عدم موجودگی میں حضرت صاحب کے پاس میری شکایت کی کہ مفتی صاحب رات کو تھیٹر چلے گئے تھے۔ حضرت صاحب نے فرمایا ایک دفعہ ہم بھی گئے تھے۔"

(ذکر حبیب صفحہ 18، مصنفہ مفتی محمد صادق)

اس دین کے کیا کہنے جس میں نبی بھی تھیٹر میں اور صحابی بھی تھیٹر میں۔ (مؤلف)

دلال:

"بیان کیا مجھ سے میاں عبداللہ صاحب سنوری نے کہ

جب میاں ظفر احمد کپورتھلوی کی پہلی بیوی فوت ہو گئی تو حضرت نے کہا کہ ہمارے گھر دو لڑکیاں رہتی ہیں میں ان کو لاتا ہوں۔ آپ جس کو پسند کریں نکاح کر دیا جائے۔ چنانچہ حضور نے ان دونوں لڑکیوں کو بلا کر کمرے کے باہر کھڑا کر دیا۔ پھر اندر آکر (میاں ظفر احمد) سے کہا کہ آپ چک کے اندر سے دیکھ لیں ظفر احمد نے دیکھ لیا تو لڑکیاں چلی گئیں اور حضرت صاحب نے پوچھا بتاؤ کون پسند ہے۔ انہوں نے کہا کہ لمبے منہ والی تو حضرت نے فرمایا ہمارے خیال میں گول منہ والی اچھی ہے۔ پھر فرمایا لمبے منہ والی کا چہرہ بیماری وغیرہ کے بعد بدنما ہو جاتا ہے۔ لیکن گول چہرہ کی خوبصورتی قائم رہتی ہے۔"

(سیرت المہدی جلد اول، صفحہ 259، مصنفہ بشر احمد قادیانی ابن مرزا قادیانی)

یہ خوبرو دوشیزائیں کون تھیں؟ ان کے والدین کہاں تھے؟ بیٹیوں کے رشتے ناطے تو ہمیشہ والدین کرتے ہیں لیکن یہاں سب کچھ مرزا قادیانی کے ہاتھ میں ہے کیا وہ ان جیسی درجنوں لڑکیاں اغوا شدہ تھیں اور مرزا قادیانی عورتوں کا کاروبار کرتا تھا؟ مرید بے مراد کی بیوی داغ مفارقت دیتی ہے۔ مرزا قادیانی فوراً وہاں پہنچتا ہے اور اسے کہتا ہے کہ تیری ضرورت میرے پاس ہے۔ دو لڑکیاں لاتا ہے۔ لڑکیاں انتخاب کے لئے کھڑی کر دی جاتی ہیں۔ ورائٹی دکھاتا ہے۔ ایک لمبے منہ والی دوسری گول منہ والی۔ پھر ایک شاطر دوکاندار کی طرح گاہک کو گھیرنے کے لئے کہتا ہے۔ پسند کرو۔ پھر ایک فلاسفر کی طرح لمبے منہ اور گول منہ پر بحث کرتا ہے اور گول چہرہ کے حق میں دلائل دیتا ہے۔

مندرجہ بالا بحث سے یہ بات بالکل عیاں ہے کہ مرزا قادیانی نے گھر میں ''میرج سنٹر'' کھول رکھا تھا۔ لڑکیاں بہلا پھسلا کر یا اغوا کر کے لائی جاتی تھیں اور پھر نوجوان لڑکوں سے ان کی شادیاں کروا کر اپنی دلالی کی بھاری رقوم حاصل کرتا تھا۔ خود سوچئے کہ بھلا کیسے ہو سکتا ہے کہ جو شخص دعا کے لئے ہاتھ اٹھانے کا ایک لاکھ روپیہ مطالبہ کرتا ہے۔ وہ اتنی محنت و مشقت والا کام مفت میں کرے۔ (مؤلف)

بے غیرت خاوند:

''بیوی صاحبہ مرزا جی کے مریدوں کو ساتھ لے کر لاہور وغیرہ سے کپڑے بھی خود ہی خرید لایا کرتی تھیں۔'' (کشف الظنون مرتبہ ڈاکٹر بشارت احمد لاہور صفحہ 88)

سچا نبی امت میں غیرت پیدا کرتا ہے لیکن نبی قادیان کے گھر پر بے غیرتی کا جھنڈا لہرا رہا ہے۔ شرافت سر پیٹ رہی ہے اور حیا منہ چھپائے بیٹھی ہے۔

توجہ فرمایئے! مرزا قادیانی کی جوان بیوی جو اسے بڑھاپے میں ملی مریدوں کے ساتھ ٹہلتی چہکتی جا رہی ہے۔ گاڑی میں سوار ہو رہی ہے۔ قادیاں سے لاہور آ رہی ہے۔ خاصا طویل سفر ہے۔ راستے میں کھانے پینے کی احتیاج ہے۔ لاہور آ گیا ہے۔ تانگہ میں سوار ہو کر بازاروں میں جا رہی ہے۔ مریدوں کی معیت میں شاپنگ ہو رہی ہے۔ معلوم نہیں واپسی ایک دن میں ہے یا چار دن میں۔ اگر ایک دن سے زیادہ ہے تو رات کہاں ٹھہرتی ہے۔ پھر واپسی ہوتی ہے۔ رن مرید خاوند سر چڑھی بیوی کا استقبال کرنے کے لئے سراپا انتظار بنے سر کے بل کھڑا ہے۔ ایسا وہی کر سکتا ہے جس کی غیرت نے کفن پہن لیا ہو اور جس کی حمیت لاش بن چکی ہو۔

جی ہاں! خاتم النبیین ﷺ کی عزت و ناموس پر حملہ کرنے کی ناپاک جسارت کرنے والوں پر خدا کی پھٹکار اسی طرح پڑتی ہے اور رب ذوالجلال ان کے ذہنوں سے عزت و غیرت کا مفہوم چھین لیتا ہے۔ (مؤلف)

باغی جہاد:

سات سمندر پار سے آیا ہوا فرنگی ہندوستان پر قابض ہو گیا تھا۔ لیکن باغیرت اسلامیان ہند نے اس کی غلامی کا طوق پہننے سے انکار کر دیا۔ فرنگی کے خلاف جب بھی کوئی مرد قلندر نعرہ جہاد بلند کرتا تو کفن بدوش مجاہدین میدان کارزار میں کود پڑتے اور اپنے خون نایاب سے جرأت وشجاعت کی ایک رخشندہ تاریخ رقم کر جاتے۔ سفید چمڑی اور کالے دل والے انگریز نے مسند رسول ﷺ پر بیٹھنے والوں کو درختوں سے لٹکا کر پھانسیاں دیں۔ سر بازار داڑھیاں مونڈ کر سنت محمد کریم ﷺ کا مذاق اڑایا۔ برف کے بلاکوں پر باندھ کر ان کی موت کا رقص دیکھا گیا۔ دہکتے ہوئے انگاروں پر لٹکا کر ان کی چربی پگھلنے کا ہولناک منظر قہقہے لگا لگا کر ملاحظہ کیا۔ جیلوں میں بھوکا رکھ کر تڑپا تڑپا کر مارا گیا اور لاشوں کو سور کی کھال میں سی کر نذر آتش کیا گیا لیکن شہیدانِ اسلام کے جسموں کے ریشے ریشے اور خون کے قطرے قطرے سے الجہاد الجہاد کی صدائیں بلند ہوتی تھیں لیکن اس وقت نبی افرنگ دہلیز فرنگی پر بیٹھا اپنے پھٹے ہوئے منہ اور ارتدادی زبان سے تنسیخ جہاد کے نغمے الاپ رہا ہوتا تھا۔ ملاحظہ ہو۔

اب چھوڑ دو جہاد کا اے دوستو خیال — دین کے لئے حرام ہے اب جنگ وقتال

اب آ گیا مسیح جو دین کا امام ہے — دین کی تمام جنگوں کا اب اختتام ہے

اب آسمان سے نور خدا کا نزول ہے — اب جنگ اور جہاد کا فتویٰ فضول ہے

دشمن ہے وہ خدا کا جو کرتا ہے جہاد — منکر نبی کا ہے جو یہ رکھتا ہے اعتقاد

لعنت صد لعنت بر پدر افرنگ۔ (مؤلف)

(اعلان مرزا قادیانی مندرجہ تبلیغ رسالت جلد نہم نمبر 49، مولفہ میر قاسم علی قادیانی)

انگریزی نبی کی ایک اور خدمت انگریز ملاحظہ ہو۔

"میری زندگی کا اکثر حصہ اس سلطنت کی تائید وحمایت میں گزرا ہے اور میں نے مخالفت جہاد اور انگریزی اطاعت کے بارے میں اس قدر کتابیں لکھی ہیں کہ اکٹھی کی جائیں تو پچاس الماریاں ان سے بھر سکتی ہیں۔" (تریاق القلوب صفحہ 15، مصنفہ مرزا قادیانی)

انگریز کا بچہ جمورا:

فرزندان اسلام انگریز کو ہندوستان سے نکالنے کی سرتوڑ کوشش کر رہے تھے۔ لیکن انگریزی بچہ جمورا اپنے آقا کے اقتدار کے استحکام کے لئے ڈوب ڈوب کر دعائیں کر رہا تھا۔ ملاحظہ کیجئے۔

"اب میں اس دعا پر ختم کرتا ہوں کہ خدا تعالیٰ ہماری محسنہ ملکہ معظمہ قیصرہ ہند کو عمر دراز دے

کر ہر ایک اقبال سے بہرہ ور کرے اور وہ تمام دعائیں جو میں نے اپنے رسالہ قیصرہ اور تحفہ قیصریہ میں ملکہ موصوفہ کو دی ہیں قبول فرمادے اور میں امید رکھتا ہوں کہ گورنمنٹ محسنہ اس کے جواب سے مجھے مشرف فرمادے گی۔"

(حضور گورنمنٹ عالیہ میں ایک عاجزانہ درخواست عریضہ خاکسار غلام احمد قادیان المرقوم 27 ستمبر 1899ء مندرجہ بالا تبلیغ رسالت جلد ہشتم مولفہ میر قاسم علی قادیانی)

آوارہ شاعر:

انگریزی نبی پر شاعری کا بھی بھوت سوار تھا لیکن اس کی طبیعت کے عین مطابق اس کی شاعری بھی حیا سوز اور فحاشی کا مظہر تھی۔ طائفہ قادیانیت سے پرزور التماس ہے کہ وہ صبح سویرے اٹھ کر نہار منہ سارے اہل خانہ کو اکٹھا کر کے باآواز بلند اپنے نبی کا یہ عارفانہ کلام پڑھیں۔ کلام پیش خدمت ہے۔

"چھپکے چھپکے حرام کروانا آریوں کا اصول بھاری ہے
نام اولاد کے حصول کا ہے ساری شہوت کی بے قراری ہے
بیٹا بیٹا پکارتی ہے غلط یار کی اس کو آہ و زاری ہے
دس سے کروا چکی ہے زنا لیکن پاک دامن ابھی بے چاری ہے
زن بیگانہ پر یہ شیدا ہیں جس کو دیکھو وہی شکاری ہے"

(آریہ دھرم صفحہ 76۔77 مصنفہ مرزا قادیانی)

گپوڑیہ:

آپ نے منجن بیچنے والوں، سرمہ فروشوں اور مجمع لگا کر دوائیاں بیچنے والوں کی گپیں سنیں ہوں گی لیکن آج ہم آپ کو قادیان کے گپوڑیے کی چند گپیں سناتے ہیں۔ لیجئے مرزا قادیانی افیون کے نشہ میں دھت، ادھ کھلی آنکھوں کے ساتھ حاضر خدمت اور اس کی گپیں نظر مطالعہ:

1: "کچھ عرصہ گذرا ہے کہ مظفر گڑھ میں ایک ایسا بکرا پیدا ہوا کہ جو بکریوں کی طرح دودھ دیتا تھا۔" (سرمہ چشم آریہ صفحہ 41)

2: "اس کے بعد تین معتبر اور ثقہ اور معزز آدمیوں نے میرے پاس بیان کیا کہ ہم نے بچشم خود چند مردوں کو عورتوں کی طرح دودھ دیتے دیکھا ہے۔ بلکہ ایک نے ان میں سے کہا کہ امیر علی نام کے ایک سید کا لڑکا ہمارے گاؤں میں اپنے باپ کے دودھ سے ہی پرورش پایا تھا کیونکہ اس کی ماں مرگئی تھی۔"

(سرمہ چشم آریہ صفحہ 41، مصنفہ مرزا قادیانی)

3: ''بعض نے یہ بھی دیکھا کہ چوہا مٹی خشک سے پیدا ہوا جس کا آدھا دھڑ مٹی تھا اور آدھا چوہا بن گیا۔''
(سرمہ چشم آریہ صفحہ 41)

کھسیانا:

''حضرت مسیح موعود کے اندرون خانہ ایک نیم دیوانی عورت بطور خادمہ کے رہا کرتی تھی۔ ایک دفعہ اس نے کیا حرکت کی کہ جس جگہ حضرت لکھنے پڑھنے کا کام کرتے تھے وہاں ایک کمرے میں گھڑا رکھا ہوا تھا جس کے پاس پانی کے گھڑے رکھے تھے۔ وہاں اپنے کپڑے اتار کر اور ننگی بیٹھ کر نہانے لگی۔ حضرت صاحب اپنے کام تحریر میں مصروف رہے اور کچھ خیال نہ کیا کہ وہ کیا کرتی ہے۔''

(ذکر حبیب مولفہ مفتی محمد صادق قادیانی صفحہ 38)

صاحبان عقل وخرد عورت کا آنا۔ قدموں کی چاپ۔ گھڑوں کی کھڑ کھڑاہٹ، پانی کی تڑاخ تڑاک۔ عورت کا نہا کر کپڑے پہننا، لیکن مرزا قادیانی کا مصروف تحریر رہنا اور عورت کی طرف نظر اٹھا کر نہ دیکھنا عقل سے بالا ہے۔ ہو مرزا قادیانی جیسا شراب وکباب وعورت کا رسیا اور وہ اس منظر سے محروم رہے در حقیقت عیار مرزا قادیانی اپنی کانی اور ٹیڑھی آنکھ سے فائدہ اٹھاتے ہوئے اپنے دل پر اشرار کو تسکین بخش رہا تھا۔ (مؤلف)

عاشق نامراد:

ایام بڑھاپا میں انگریزی برانڈ نبی ایک نوعمر دوشیزہ ''محمدی بیگم'' پر دل ہار بیٹھا۔ ایسا لٹو ہوا کہ بار بار رشتہ کے پیغامات بھیجتا لیکن محمدی بیگم کے باپ نے کہا اے بڈھے کھوسٹ اور مجموعہ امراض شرم کر حیا کر بے ایمان کہیں کے تیرا ہمارا کیا تعلق اس پر دجال قادیاں نے جھٹ الہام جھاڑ دیا کہ خدا نے مجھے اطلاع دی ہے کہ محمدی بیگم تیرے نکاح میں آئے گی اور آسمانوں پر اللہ تعالیٰ نے میرا نکاح محمدی بیگم سے کر دیا ہے۔ جب شیطانی الہام سے بھی کام نہ بنا تو بدمعاش قادیان نے بڑکیں لگانا شروع کر دیں کہ خبردار جو شخص اس لڑکی کے ساتھ شادی کرے گا اس کا باپ تین سال میں اور شوہر اڑھائی سال میں مر جائے گا۔ بڑکیں بھی فضا میں بکھر کے رہ گئیں اور کوئی ان سے مرعوب نہ ہوا تو ایک پیشہ ور بدمعاش کی طرح منتوں اور سماجتوں پر اتر آیا اور خود کو کوستے ہوئے اور ڈرامہ کرتے ہوئے کہنے لگا کیا میں چوڑا یا چمار ہوں جو میرے ساتھ محمدی بیگم کی شادی نہیں رچاتے۔ جب سارے داؤ استعمال کر چکا تو آخر میں

شکار کو پھنسانے کے لئے ضمیر فروشی اور ایمان فروشی سے حاصل کردہ دولت کا جال پھینکا اور ہاتھ باندھ کر کہنے لگا میری درخواست مان لو میں اپنی زمین اور جائیداد سے تیسرا حصہ اس کے نام کر دیتا ہوں اور اس کے ساتھ ساتھ محمدی بیگم کے بھائی محمد بیگ کو پولیس میں اعلیٰ عہدے پر ملازم کروا دیتا ہوں اور ایک امیر کبیر گھرانے میں اس کی شادی بھی کروا دیتا ہوں۔ لیکن مجنونِ قادیان کی سب آرزوئیں دل ہی میں دم توڑ گئیں، سارے ارمانوں کا خون ہوا شادی گیت نوحہ ہو گئے، گلے کے پھول حسرتوں کی مرقد پر بکھر کر رہ گئے، نکاح کے چھوہارے انگارے بن گئے، شہنائیوں نے ماتم کا روپ دھارا نوٹوں کی سلامی کی بجائے عزت کی نیلامی ہوئی سر پر سہرے کے بجائے گلے میں ذلت کا طوق پڑا اور مرزا قادیانی دولہا کی بجائے غمِ فراق میں جلنے والا چولہا بن گیا کانٹوں پر تڑپتے مرزا قادیانی کی حسرتناک آنکھوں کے سامنے ایک نوجوان مرزا سلطان محمد کے ساتھ مرزا قادیانی کی آسمانی منکوحہ محمدی بیگم کی شادی ہوگئی بارات شان سے آئی اور مرزا قادیانی کے سینے پر مونگ دلتے ہوئے روانہ ہوگئی روانگی بارات کا جگر شکن منظر دیکھ کر مرزا قادیانی ٹپ ٹپ آنسو بہاتا اور موت کو پکارتا ہوا یہ گا رہا ہوگا۔

یہ نہ تھی ہماری قسمت کہ وصال یار ہوتا
اگر اور جیتے رہتے یہی انتظار ہوتا

چندہ چور:

”لدھیانہ کا ایک شخص تھا جس نے ایک دفعہ مسجد میں مولوی محمد علی صاحب خواجہ کمال الدین صاحب اور شیخ رحمت اللہ کے سامنے کہا کہ ہم جماعت کے لئے مقروض ہو کر اپنے بیوی اور بچوں کا پیٹ کاٹ کر چندہ میں روپیہ بھیجتے ہیں مگر یہاں بیوی صاحبہ کے کپڑے اور زیورات بن جاتے ہیں۔“

(خطبہ میاں محمود احمد خلیفہ قادیاں، اخبار الفضل جلد 26، 21 اگست 1938ء)

سچ ہی تو کہا تھا دل جلے مرید نے۔ وہ تنگی کاٹ کر چندہ دے اور ”مسز مرزا قادیانی“ مریدوں کے چندوں سے نت نئے زیورات بنا بنا کر اپنی زیبائش نمائش میں مصروف ہو۔ چندہ چور مرزا قادیانی نے اپنی لاڈلی اور چہیتی بیوی نصرت جہاں بیگم کو جو زیورات پہنائے اس کی کل رقم 3505 روپے ہے۔

(قادیانی نبوت صفحہ 85، بحوالہ فسانہ قادیاں، مصنفہ حافظ محمد ابراہیم کمیر پوری)

اس زمانہ میں سونا تقریباً بیس روپے تولہ تھا۔ اس حساب سے اس زمانہ میں چندہ چور مرزا قادیانی نے اپنی بیوی کو تقریباً 175 تولے سونا پہنایا یعنی دو سیر تین چھٹانک۔ (مؤلف)

فرشتگان مرزا

ابولبشر حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر افضل البشر حضرت محمد ﷺ تک سارے انبیائے کرام پروحی لانے والے فرشتے کا نام ''جبرائیل'' ہے لیکن قادیان کے انگریزی نبی پر وحی لانے والے فرشتوں کی فہرست مندرجہ ذیل ہے پڑھیے اور سر دھنیے۔

ٹیچی ٹیچی:

''5 مارچ 1905ء کو خواب میں ایک فرشتہ دیکھا جس نے اپنا نام ٹیچی ٹیچی بتایا۔''

(حقیقت الوحی صفحہ 232، مصنفہ مرزا قادیانی)

درشنی:

''ایک فرشتہ میں نے بیس برس کے نوجوان کی شکل میں دیکھا صورت اس کی مثل انگریزوں کی تھی اور میز کرسی لگائے ہوئے بیٹھا تھا۔ میں نے اس سے کہا۔ آپ بہت ہی خوبصورت ہیں اس نے کہا ہاں میں درشنی ہوں۔''

(تذکرہ صفحہ 31، مصنفہ مرزا قادیانی)

خیراتی:

''تین فرشتے آسمان سے آئے ایک کا نام خیراتی تھا۔''

(تریاق القلوب صفحہ 192ء)

مٹھن لال:

''خواب میں کیا دیکھتا ہوں کہ ایک شخص مٹھن لال نام جو کسی زمانہ میں بٹالہ میں اسسٹنٹ تھا کرسی پر بیٹھا ہوا ہے اور ارد گرد اس کے عملہ کے لوگ بیٹھے ہیں میں نے جا کر ایک کاغذ اس کو دیا اور یہ کہا کہ یہ میرا پرانا دوست ہے۔ اس پر دستخط کر دو اس نے بلا تامل اس پر دستخط کر دیئے۔ یہ جو مٹھن لال دیکھا گیا ہے مٹھن لال سے مراد ایک فرشتہ ہے۔''

(تذکرہ صفحہ 515، مصنفہ مرزا قادیانی)

معلوم ہوتا ہے کہ یہ مسٹر گاماں کا ہندو فرشتہ ہے۔ (مؤلف)

شیر علی:

''میں نے کشفی حالت میں دیکھا کہ ایک شخص جو مجھے فرشتہ معلوم ہوتا ہے مگر خواب میں محسوس ہوا کہ اس کا نام شیر علی ہے۔'' (تذکرہ صفحہ 31، مصنفہ مرزا قادیانی)

حفیظ:

''ایک فرشتہ مجھے خواب میں ملا جو چھوٹے لڑکے کی شکل میں تھا۔ میں نے پوچھا تمہارا نام کیا ہے؟ وہ کہنے لگا میرا نام حفیظ ہے۔'' (تذکرہ صفحہ 757، مصنفہ مرزا قادیانی)

ہمدرد فرشتہ:

''میں نے کشف میں دیکھا کہ ایک فرشتہ میرے سامنے آیا اور کہتا ہے کہ لوگ پھرتے جا رہے ہیں تب میں نے اس کو خلوت میں لے جا کر کہا کہ لوگ پھرتے جا رہے ہیں مگر کیا تم بھی پھر گئے تو اس نے کہا ہم تمہارے ساتھ ہیں۔''

(انوار السلام صفحہ 52، مصنفہ مرزا قادیانی)

میٹھی روٹیوں والے فرشتے:

ڈاکٹر سید عبد الستار شاہ صاحب نے بیان کیا کہ:

''حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا۔'' اس مینار کے سامنے دو فرشتے میرے سامنے آئے جن کے پاس دو شیریں روٹیاں تھیں اور وہ روٹیاں انہوں نے مجھے دیں اور کہا کہ ایک تمہارے لئے اور دوسری تمہارے مریدوں کے لئے ہے۔''

(سیرت المہدی حصہ سوم، صفحہ 263، مصنفہ مرزا بشیر قادیانی)

کشوف والہامات مرزا

انبیائے کرام کا کلام فصاحت و بلاغت کا مرقع ہوتا ہے جس سے حکمت و دانائی اور معرفت الٰہی کے چشمے پھوٹتے ہیں۔ لسان نبوت سے نکلا ہوا ہر لفظ رشد و ہدایت کا چراغ بنتا ہے۔ اور یہ چراغ معاشرہ انسانی میں ایمان کی روشنیاں بکھیرتے ہیں اور شیطان کی پھیلائی ہوئی ظلمت کو بھگا کر شاہراہ انسانیت کو منور کرتے ہیں۔ لیکن اب ملاحظہ کیجئے انگلستانی نبی کے الہامات و کشوف جنہیں پڑھ کر کبھی متلی

آنے لگتی ہے۔ اور کبھی اس کی فاتر العقلی و بے ہودگی پر ہنسی آتی ہے۔ یوں تو مرزا قادیانی کے الہامات کو بیان کرنے کے لئے کئی دفتر درکار ہیں لیکن بطور نمونہ۔ چند الہامات پیش خدمت ہیں۔

عربی:

''ربنا حاج۔ ہمارا رب حاجی ہے۔'' (براہین احمدیہ نمبر 3، صفحہ 523)

عبرانی:

''ایلی ایلی لما سبقتنی ایلی اوس۔'' (البشریٰ حصہ اول صفحہ 26، مصنفہ مرزا قادیانی)

پنجابی:

''ایک دفعہ حضرت مسیح موعود نے یہ الہام سنایا کہ ''پٹی پٹی گئی'' (تذکرہ صفحہ 801)

فارسی:

''الہام ہوا۔ ''سلامت برتو اے مرد سلامت'' (تذکرہ صفحہ 297)

ہندی:

''ہے کرشن رودر گوپال''

(البدر جلد دوم نمبر 41-42، مورخہ 29 اکتوبر، 8 نومبر 1903ء صفحہ 322)

انگریزی:

I shall help you. I am with you. I love you.

(حقیقت الوحی صفحہ 303، مصنفہ مرزا قادیانی)

یہ الہامات مرزا قادیانی کی ملکہ معظمہ کی زبان میں ہے جس نے اسے نبوت عطا کی لیکن نالائق قادیانی نبی اپنی ملکہ کی زبان ابھی نہ سیکھ سکا اور غلط الہامات جھاڑتا رہا۔ بطور نمونہ۔ ''He halts in the zila Peshwar وہ ضلع پشاور میں ٹھہرتا ہے۔''

(البشریٰ جلد دوم صفحہ 4، مصنفہ مرزا قادیانی)

پانچویں جماعت کا بچہ بھی جانتا ہے ہے انگریزی میں ضلع کو District کہتے ہیں۔ لیکن مرزا قادیانی ضلع کو Zila کہہ رہا ہے۔

عجیب وغریب الہامات

پیپر منٹ:

"حضور مرزا جی کی طبیعت ناساز تھی حالت کشفی میں ایک شیشی دکھائی گئی۔ اس پر لکھا تھا" خاکسار پیپر منٹ"۔ (الحکم قادیاں 24 فروری 1905ء)

شعنا نعسا:

"ہو شعنا نعسا۔" (براہین احمدیہ صفحہ 556، مصنفہ مرزا قادیانی)

پلاطوس:

"پریشن عمر پراطوس یا پلاطوس۔" (مکتوبات احمدیہ، جلد اول، صفحہ 68)

قادیانیوں کا فرض ہے کہ اپنے گرو کے الہام کی تفسیر بھی لوگوں تک پہنچائیں ورنہ دنیا محروم رہ جائے گی۔ (مؤلف)

غثم، غثم:

"غثم ۔۔ غثم ۔۔ غثم۔" (البشری جلد دوم صفحہ 50، مصنفہ مرزا قادیانی)

شاید مرزا قادیانی پر اس کے فرشتے ٹیچی ٹیچی نے فائرنگ کردی ہے۔ (مؤلف)

ایک دانہ:

"ایک دانہ کس کس نے کھانا۔" (البشری جلد دوم، صفحہ 107، مصنفہ مرزا قادیانی)

ایک انڈہ:

"ایک انڈہ میرے ہاتھ میں ہے جو کہ ٹوٹ گیا۔" (تذکرہ صفحہ 645، مصنفہ مرزا قادیانی)

تین استرے:

"خواب میں دکھائے گئے۔ 1، تین استرے۔ 2، عطر کی شیشی۔" (تذکرہ صفحہ 774)

خطرناک:

"کل ایک دوائی میں استعمال کرنے لگا تو الہام ہوا۔ "خطرناک"۔ (تذکرہ صفحہ 752)

ٹھیکہ:

''الہام ہوا مرزے ''ہم نے تیری صحت کا ٹھیکہ لیا ہے۔'' (تذکرہ صفحہ 806، از مرزا)

پیٹ:

''پیٹ پھٹ گیا (یہ دن کے وقت کا الہام ہے)'' (البشریٰ جلد دوم صفحہ 19، از مرزا)

برفی:

''آپ نے ایک بار خواب میں نہایت خوشنما برفی ایک ڈبہ میں دیکھی۔''

(مکاشفات صفحہ 36، از مرزا قادیانی)

بیر:

''رویا میں کسی نے بیروں کا ڈھیر چارپائی پر لا کر رکھ دیا۔'' (مکاشفات صفحہ 37، از مرزا)

سونف:

''رویا میں کسی نے ہمارے ہاتھ پر سونف رکھ دی۔'' (مکاشفات صفحہ 45، از مرزا)

مرزا قادیانی کی زبان یہود و نصاریٰ کی تلوار سے زیادہ خطرناک اور بچھو و سانپ کے ڈنک سے زیادہ زہریلی تھی یہ بناسپتی نبی اپنے پھٹے ہوئے کفریہ منہ اور لچر و آوارہ قلم سے تا مرگ ذلیل گستاخیوں کے انگارے اگلتا رہا۔ مرید خاص شیطان دجال قادیان ایسی بکواس کرتا ہے کہ ولید بن مغیرہ سن لے تو شرم کے مارے گردن جھکا لے۔ راجپال کے ماتھے پہ پسینہ آجائے اور ملعون سلمان رشدی بھی اس ملعون خلقت پر لعنت کرے اس ازلی بد بخت نے رب العالمین کا بھی لحاظ نہ کیا۔ رحمۃ للعالمین ﷺ کا بھی پاس نہ کیا۔ انبیائے کرام پر بھی سب و شتم توڑے۔ قرآن پر بھی نشتر چلائے۔ احادیث کے بھی ٹکڑے کئے۔ صحابہ رضی اللہ عنہم کی تابندہ ہستیوں پر کیچڑ اچھالا۔ اہل بیت رضی اللہ عنہم پر زبان طعن دراز کی، درود شریف کی حرمت کو روندا۔ اولیاء کرام کی عزتوں کو پامال کیا اور شعائر اسلام کا وہ مذاق اڑایا کہ الامان والحفیظ۔

ذیل میں مرتد اعظم مرزا قادیانی کی گستاخیوں اور ہرزہ سرائیوں کے چند نمونے سپرد قرطاس کئے جاتے ہیں۔ جنہیں لکھتے ہوئے قلم رخصت چاہتا ہے اور ہاتھ احتجاج کر رہا ہے۔ لیکن ''چہرہ قادیانیت'' امت مسلمہ کو دکھانا اسلام کی ضرورت اور عشق رسول ﷺ کا تقاضا ہے۔ لہٰذا نقل کفر کفر نہ باشد۔

گستاخ خدا:

''حضور مرزا صاحب فرماتے ہیں کہ مجھے خدا اس طرح مخاطب کرتا ہے اور اس طرح باتیں

کرتا ہے اگر کچھ باتیں بیان کر دوں تو جتنے معتقد نظر آتے ہیں سب پھر جائیں۔" (سیرت المہدی جلد اول صفحہ 88، از مرزا بشیر احمد ابن مرزا قادیانی)

گستاخ رسول ﷺ:

"نبی ﷺ سے دین کی مکمل اشاعت نہ ہو سکی میں نے پوری کی۔" (معاذ اللہ)

(حاشیہ تحفہ گولڑویہ صفحہ 165، مصنفہ مرزا قادیانی)

گستاخ انبیائے کرام:

"زندہ شد ہر نبی بآمدنم۔ ہر رسول نہاں در پیراہنم" (نعوذ باللہ)

ترجمہ: زندہ ہو ہر نبی مری آمد سے۔ تمام رسول میرے کرتہ میں چھپے ہوئے ہیں۔ (معاذ اللہ)

(نزول مسیح صفحہ 100، از مرزا قادیانی)

گستاخ قرآن:

"قرآن خدا کی کتاب اور میرے (مرزا کے) منہ کی باتیں ہیں۔" (معاذ اللہ)

(تذکرہ صفحہ 102-103۔ از مرزا قادیانی)

گستاخ حدیث:

"جو حدیث میرے خلاف ہے وہ ردی کی ٹوکری میں ڈال دو۔" (معاذ اللہ)

(اعجاز احمدی صفحہ 30، از مرزا قادیانی)

گستاخ حج بیت اللہ:

"لوگ معمولی اور نفلی طور پر حج کرنے کو جاتے ہیں مگر اس جگہ (قادیان) ثواب زیادہ ہے۔" (معاذ اللہ)۔ (آئینہ کمالات اسلام صفحہ 352، از مرزا قادیانی)

گستاخ صحابہ کرام:

"جو میری جماعت میں داخل ہوا وہ دراصل صحابہ کرام کی جماعت میں داخل ہو گیا۔" (معاذ اللہ)۔ (خطبہ الہامیہ صفحہ 71، طبع اول)

گستاخ اہل بیت:

"اور میں محمد ﷺ کے مال کا وارث بنایا گیا ہوں۔ بس میں اس کی آل برگزیدہ ہوں جس کو ورثہ پہنچ گئی۔" (معاذ اللہ) (اعجاز احمدی صفحہ 70، از مرزا قادیانی)

او بے ایمان کہاں تو پدر شیطان اور کہاں خاندان نبوت۔ (مؤلف)

گستاخ درود شریف:

"سلام علی ابراہیم۔ ابراہیم پر سلام یعنی اس عاجز (مرزا) پر۔" معاذ اللہ۔

(اربعین نمبر 2 صفحہ 200۔ 711۔ از مرزا قادیانی)

کتنی ڈھٹائی سے یہ مردود قادیانی جد الانبیاء خلیل اللہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی جگہ اپنا نام لکھا رہا ہے۔ (مؤلف)

گستاخ حجر اسود:

"یکے پائے من بوسید، من گفتم کہ حجر اسود منم" (معاذ اللہ)۔ ایک شخص نے میرے پاؤں چومے میں نے کہا حجر اسود میں ہی ہوں۔ (تذکرہ صفحہ 36)

جہنمی اپنے غلیظ پاؤں کو حجر اسود کہہ رہا ہے۔ (مؤلف)

گستاخ روزہ:

"روزہ رکھو کہ وہ خصی کر دیتا ہے۔" (معاذ اللہ) (آریہ دھرم صفحہ 23، از مرزا قادیانی)

گستاخ اولیاء کرام:

"میں خاتم الاولیاء ہوں میرے بعد کوئی ولی نہیں مگر وہ جو مجھ سے ہوگا۔" (نعوذ باللہ)

(خطبہ الہامیہ صفحہ 35)

گستاخ علماء اسلام:

"یہ (مولوی) جھوٹے ہیں اور کتوں کی طرح جھوٹ کا مردار کھاتے ہیں۔" (استغفر اللہ)

(ضمیمہ انجام آتھم، مصنفہ مرزا قادیانی)

گستاخ امت مسلمہ:

"میرے مخالف جنگلوں کے سور ہو گئے اور ان کی عورتیں کتیوں سے بڑھ گئیں ہیں۔" (نعوذ باللہ)۔

(نجم الھدیٰ صفحہ 53، از مرزا قادیانی)

قادیانی حربوں سے نا آشنا سادہ لوح مسلمان اکثر یہ سوال کرتے ہیں کہ اگر یہ شخص اس قدر گھناؤنے کردار کا مالک تھا تو پھر کیا وجہ ہے کہ سر ظفر اللہ، ایم ایم احمد، ڈاکٹر عبد السلام، نسیم احمد، کنور ادریس، ائیر مارشل ریٹائرڈ ظفر چوہدری وغیرہ ایسے بڑے بڑے لوگ اس کا کلمہ کیوں پڑھتے ہیں؟ اسکو نبی اور

رسول کیوں مانتے ہیں؟ اس کو اپنا مرشد اور رہبر کیوں تسلیم کرتے ہیں؟ بالفرض انہیں بڑا تسلیم کر بھی لیا جائے اور ان جیسے کلیدی آسامیوں پر بیٹھے ہزاروں قادیانیوں کو قابل اور ذہین بھی مان لیا جائے تو کیا مرزا قادیانی اللہ کا نبی اور رسول بن جائے گا اور ان دجالوں کی جماعت کو اس دجال کی نبوت کی دلیل کے طور پر تسلیم کر لیا جائے گا؟ اے سادہ لوح مسلمان یاد رکھ ایمان قدرت کا سب سے جلیل القدر تحفہ ہے اور ہدایت صرف رب ذوالجلال کے ہاتھ میں ہے وہ چاہے تو محلات میں رہنے والوں کو نعمت ایمان سے محروم رکھے، کسی دریا کے کنارے ٹوٹی پھوٹی جھونپڑی میں رہنے والے کے دل کو ایمان کا خزینہ بنا دے۔ وہ چاہے تو بادشاہوں کو حالت کفر میں مارے اور انہیں جہنم کا ایندھن بنا دے اور اس کی منشا ہو تو غربت و افلاس کی چکی میں پسنے والے کو مسند ولایت پہ فائز کرے اور بعد از موت جنت الفردوس اس کا مقدر ٹھہرے۔ رئیس قریش ابوجہل دولت ایمان سے محروم رہا اور حبشہ کا غلام بلال حبشی رضی اللہ عنہ مؤذن رسول اللہ کا اعزاز حاصل کر پائے۔ سیم و زر میں کھیلنے والا ابولہب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا چچا ہونے کے باوجود قفس کفر میں انتہائی عبرتناک موت مر جائے اور ایران سے آنے والا غربت کا مارا سلمان فارسی رضی اللہ عنہ رفیق خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم بنے۔ تاجدار ختم نبوت کا کلیوں کو شرماتا بچپن، شبنم سے مطہر لڑکپن اور رشک و مہتاب و آفتاب جوانی اپنی آنکھوں سے دیکھنے والے بہت سے بدقسمت کفر کی ظلمت میں دم توڑ گئے اور روم سے آنے والے صہیب رضی اللہ عنہ رومی آغوش نبوت میں آ بسے اور دامن مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی ٹھنڈی ہواؤں سے لطف اندوز ہونے لگے۔

اے سوالی مسلمان! کیا تو نے دیکھا ہے کہ برنارڈ شا اور سٹیفن لیکاک ایسے ادیب، ویلیم ورڈز ورتھ اور جان کیٹس ایسے شاعر، ابراہم لنکن اور وینڈل فلپ ایسے مقرر، لوئی پاسچر اور ہائمن ایسے ڈاکٹر، سٹارک اور اوپن ہائم ایسے قانون دان، چرچل اور گاندھی ایسے سیاست دان، ایڈیسن اور جارج سٹیفن سن ایسے سائنس دان، آئن سٹائن اور نیوٹن ایسے ماہرین طبیعات، کارل مارکس اور آدم سمتھ ایسے ماہرین کیمیا، برٹرینڈ رسل اور ہیگل ایسے فلاسفر، نپولین اور منٹگمری ایسے جرنیل، ہٹلر اور سٹالن ایسے منتظمین، برزنیف اور کینڈی ایسے حکمران، لین پول اور گبن ایسے مؤرخین، لارڈ میکالے ایسا ماہر تعلیم اور گلیلیو ایسا ماہر فلکیات اس دنیا سے ناکام و نامراد چلے گئے کیا یہ اپنے اپنے علم و فن کے دائرہ میں بڑے لوگ نہ تھے؟ یقیناً یہ یکتائے روزگار اور نابغہ عصر تھے۔ لیکن کیا ان کا علم ان کو گمراہی سے بچا سکا اور ان کی ذہانتیں ان کی عاقبتوں کو سنوار سکیں؟ تکمیل نبوت کے بعد اس بزم ہستی میں ہر لمحہ فطرت کی یہ صدا گونجتی ہے کہ اب جو بھی منزل تک پہنچنا چاہتا ہے، اسے دامن مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے وابستہ ہونا ضروری ہے جس کے ہاتھ میں دامن مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نہیں اسے قدم قدم پر ٹھوکریں لگتی ہیں۔ اس کی عقل اسے کفر و ضلالت کے لق و دق ریگستانوں میں لئے گھومتی ہے اور منزل کی تلاش میں آبلہ پا سرگرداں مسافر ویرانوں میں سسک سسک کر دم توڑ دیتا ہے۔

اب آپ کے سامنے نور ایمان سے محروم اور عقل کے شکار کیے ہوئے چند قادیانی بڑوں اور چند دیگر بڑوں کا تماشہ پیش کیا جاتا ہے۔ اور اس میں ان لوگوں کو ان کے سوال کا جواب بھی مل جائے گا جو یہ کہتے ہیں کہ اتنے اعلیٰ تعلیم یافتہ اور اعلیٰ عہدوں پر فائز قادیانی کیسے بھٹک سکتے ہیں؟ وہ دیکھیں گے کہ اس خار زار میں صرف اعلیٰ تعلیم یافتہ قادیانی ہی دھکے نہیں کھا رہے بلکہ دیگر اعلیٰ تعلیم یافتہ کفار بھی شریک سفر ہیں۔

اگر سر ظفر اللہ جیسا خود ساختہ عقل مند مرزا قادیانی جیسے کانے بھینگے اور فاتر العقل کو نبی مانتا ہے تو اس میں اچھنبے کی کیا بات؟ بنی اسرائیل کے دانشوروں نے بھی تو بچھڑے کو خدا مانا تھا۔ اگر ڈاکٹر عبد السلام مرزا قادیانیوں کی گالیوں اور خرافات کو وحی مانتا ہے تو اس میں فکر کرنے کیا ضرورت! بھارت کا سابقہ صدر مرار جی ڈیسائی بھی تو اپنا پیشاب پیتا ہے اور اسے "Water of life" (آب حیات) کہتا ہے۔ اگر ایم ایم احمد ختم نبوت کا انکار کرتا ہے تو اس میں پریشانی کی کیا وجہ! روس کا صدر گوربا چوف بھی خدا کے وجود کا انکار کرتا ہے۔

اگر مرزا طاہر بگھوڑہ خود کو مرزا قادیانی جیسی عجیب و غریب مخلوق کا خلیفہ کہلوانے میں فخر محسوس کرتا ہے تو اس میں کیسی حیرانی! ڈارون بھی تو خود کو بندر کا بیٹا کہلوانے میں فخر محسوس کرتا ہے۔ اگر الٹی کھوپڑی کی قادیانی امت مرزا قادیانی پر درود و سلام بھیجتی ہے تو اس میں کیسی پریشانی! بھارت کا وزیر اعظم راجیو گاندھی بھی تو موٹے تازے ننگے دھڑ ننگے بت کے سامنے ہاتھ جوڑ کر رام رام کرتا ہے۔

جھوٹی نبوت کے مجاورو! اب قادیانی نبوت کی دوکان بند کرو۔ اب یہ سٹیج شوٹھپ کر دو۔ میٹھی گولیوں کی صورت میں قادیانی نبوت کا زہر بیچنے کا شنیع دھندہ ختم کرو۔ ہزاروں انسانوں کو جہنم کے رقصاں شعلوں کے حوالے کر چکے ہو باقی بھولی بھالی صورتوں پر ترس کھاؤ۔ انسانوں کی "جہنم سپلائی" کا ٹھیکہ جو تم نے شیطان سے لے رکھا ہے اسے واپس کر دو۔ جھوٹی نبوت کے جھوٹے پیروکارو! تم اپنے اس گرو گھنٹال کو خوبصورت سے خوبصورت لباس پہناؤ لیکن یہ ہر لباس میں ننگا نظر آتا ہے۔ تم اس کے جسم پر بہترین سے بہترین خوشبوئیات چھڑکو لیکن اس کے جسم سے ارتداد کی بدبو کے بھبوکے اٹھتے رہیں گے۔ تم اس کے چہرے پر اعلیٰ سے اعلیٰ ملمع کاری کرو لیکن اس کے مکروہ خدوخال تم سے چھپائے نہ چھپیں گے۔ تم پوری قوت لگا کر اس کی جھوٹی نبوت کی تشہیر کر لو لیکن موٹر سائیکل کی پلیٹ جیسی اس کی پیشانی پر لکھے ہوئے دجال اور کذاب کے الفاظ تم سے مٹائے نہ مٹیں گے۔

در یتیم محمد کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے امتیو! دجال قادیان مرزا قادیانی کوئی معمولی نوعیت کا مجرم نہیں۔ یہ پورے عالم اسلام اور اسلام کا مجرم ہے۔ اس کی فرد جرم شیطان کی آنت سے بھی زیادہ طویل ہے۔ خدائی کا دعویٰ کرنے کے جرم میں یہ فرعون، نمرود اور شداد ہے۔ نبوت کا دعویٰ کرنے کے جرم میں یہ اسود عنسی

اور مسیلمہ کذاب ہے۔ توہین رسالت کرنے کے جرم میں یہ ابو جہل، ابولہب، اور ولید بن مغیرہ ہے۔ قرآن کریم کی تحریف کرنے کے جرم میں مرتد ہے۔ تعلیمات اسلامیہ کو منسوخ کرنے کے جرم میں زندیق ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی توہین کرنے کے جرم میں یہ خارجی ہے۔ امام حسین رضی اللہ عنہ کی شان میں بکواس کرنے کے جرم میں یہ شمر ہے۔ اسلام کو گالیاں دینے کے جرم میں راجپال اور سلمان رشدی ہے۔ ظاہراً مسلمان اور باطناً کافر ہونے یعنی منافق ہونے کے جرم میں یہ عبداللہ بن ابی ہے۔ خود کو انسان کا بچہ نہیں بلکہ کرم خاکی کہنے کے جرم میں یہ ڈارون کی اولاد ہے۔ جھوٹے خدا شداد نے بہشت بنائی اور جھوٹے نبی مرزا قادیانی نے بہشتی مقبرہ بنایا۔ اس کفریہ نقالی کے جرم میں یہ مشن شداد کا علمبردار ہے۔

اے مسلمان! یہ خطرناک مجرم آج بھی دندناتا ہوا زندہ ہے کیونکہ کوئی بھی شخص اس وقت تک زندہ رہتا ہے۔ جب تک اس کے نظریات زندہ رہتے ہیں۔ پرسوں یہ ملعون مرزا بشیر الدین جہنمی کی صورت میں زندہ تھا۔ کل یہ مردود مرزا ناصر دوزخی کی صورت میں زندہ تھا اور آج یہ فخر شیطان مرزا طاہر کی صورت میں زندہ ہے اور جب تک فرش خاکی پر ایک بھی قادیانی زندہ رہے گا یہ اس کی صورت میں زندہ رہے گا۔ اس کی ارتدادی تحریریں چھپ رہی ہیں۔ اس کے ایمان سوز لیکچرز کی اشاعت بڑے زور و شور سے جاری ہے۔ اس کا یوم پیدائش اور یوم مرگ بڑے اہتمام سے منایا جاتا ہے۔ خود تو مر گیا لیکن اپنی قائم کردہ "مرتد یونیورسٹی" سے تعلیم یافتہ ہزاروں چیلے چانٹے کفر و ارتداد کی تبلیغ کے لئے چھوڑ گیا جو آج بھی چمن اسلام میں بارودی سرنگیں بچھا رہے ہیں اور معاذ اللہ بڑی شدت سے اس روز بد کا انتظار کر رہے ہیں۔ جب یہ چمن ایک زوردار دھماکے سے ویرانے میں تبدیل ہو جائے گا اور دور دور تک خاک اڑتی دکھائی دے گی۔

اے فرزندانِ اسلام! اس دین برحق کے لئے ہادی برحق صلی اللہ علیہ وسلم نے طائف کے بازاروں میں پتھر کھائے، میدان اُحد میں دندانِ مبارک شہید کرائے، عزیز و اقارب جان کے دشمن بن گئے۔ مکہ معظمہ جیسے وطن سے نکالے گئے، شان اقدس میں فحش گالیاں بکی گئیں، گلے میں کپڑے کا پھندا ڈال کر دبایا گیا۔ حالت نماز میں جسم اطہر پر غلیظ اوجھڑی رکھی گئی۔ اس دین متین کی عمارت کی تعمیر کے لئے صحابہ رضی اللہ عنہم نے اپنی ہڈیوں کی اینٹیں اور خون کا گارا پیش کیا۔

حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے دہکتے ہوئے انگاروں پر لیٹ کر وفائے اسلام کی تاریخ رقم کی۔ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ نے جسم کے ٹکڑے کروا کر اسلام سے عشق کا لاثانی باب لکھا، حضرت حبیب رضی اللہ عنہ تختہ دار پر جھول کر اسلام پر فدا ہو گئے۔ امام حسین رضی اللہ عنہ اسلام کی حفاظت کرتے کرتے سر کٹا کر اسلام پر نثار ہو گئے۔ طارق بن زیاد رضی اللہ عنہ، نور الدین زنگی رحمۃ اللہ علیہ، صلاح الدین ایوبی رحمۃ اللہ علیہ، محمد بن قاسم رحمۃ اللہ علیہ اور سلطان محمود غزنوی رحمۃ اللہ علیہ ایسے فرزندان اسلام نے باطل کے پرخچے اڑا دیئے اور عالم کے چہار سو اسلام

کا پرچم لہرا دیا لیکن آج کے مسلمان! آج قادیانیوں کی یلغار میں گھرا ہوا اسلام تیرا منہ تک رہا ہے۔ تجھے مدد کے لئے صدا دے رہا ہے۔ تجھ سے سوال کر رہا ہے کہ میرے بیٹے تو کٹ مرا کرتے تھے لیکن میری حرمت پر آنچ نہیں آنے دیتے تھے۔ تم کس قسم کے مسلمان ہو کہ آج جھوٹی نبوت نے میرے جسم پر زہریلے تیروں کی بارش کر رکھی ہے اور تم خاموش تماشائی ہو۔ تمہاری غیرت کہاں گئی؟ تمہاری شجاعت کہاں گئی؟ نبی اکرم ﷺ سے تمہارا عشق و وفا کا رشتہ کہاں گیا؟

اے مسلمان! بہت سو چکا ہے اب بیدار ہو جا۔ بہت لٹ چکا ہے اب ہوشیار ہو جا اور نبی ﷺ کے دشمنوں سے برسرِ پیکار ہو جا۔ اپنے اسلاف کی تابندہ روایات کو پھر زندہ کر۔ جہاد کا علم لہرا کر اٹھ، شہادت کا جذبہ لے کر اٹھ، طوفان کی صورت چل۔ سیلاب کی صورت چل، قادیانیت کے شجرِ خبیثہ کو بہا لے اور اپنی گرجدار آواز میں یہ اعلان کرتا جا۔

لکھتا ہوں خونِ دل سے یہ الفاظ احمریں
بعد از رسول ﷺ ہاشمی کوئی نبی نہیں

جہنم کے شرارے (پھول) اونچے اونچے محلوں کی برابر اڑیں گے گویا زرد اونٹوں کی قطار کہ پیہم آتے رہیں گے آدمی اور پتھر اس کا ایندھن ہے۔ یہ جو دنیا کی آگ ہے اس آگ کے ستر جزوں میں سے جز ہے۔ جس کو سب سے کم درجہ کا عذاب ہو گا اسے آگ کی جوتیاں پہنا دی جائیں گی جس سے اس کا دماغ ایسا کھولے گا جیسے تانبے کی پتیلی کھولتی ہے۔ وہ سمجھے گا کہ سب سے زیادہ عذاب اس پر ہو رہا ہے حالانکہ اس پر سب سے ہلکا ہے۔ سب سے ہلکے درجے کا جس پر عذاب ہو گا اس سے اللہ عزوجل پوچھے گا کہ ساری زمین تیری ہو جائے تو کیا اس عذاب سے بچنے کے لئے تو سب فدیہ میں دے دے گا؟ عرض کرے گا ہاں۔ فرمائے گا کہ جب تو پشت آدم میں تھا تو ہم نے اس سے بہت آسان چیز کا حکم دیا تھا کہ کفر نہ کرنا مگر تو نہ مانا۔ جہنم کی آگ ہزار برس تک دھونکائی گئی یہاں تک کہ سرخ ہو گئی پھر ہزار برس، اور یہاں تک کہ سفید ہو گئی، پھر ہزار برس اور یہاں تک کہ سیاہ ہو گئی تو اب وہ نری سیاہ ہے۔ جس میں روشنی کا نام نہیں۔ جبرئیل علیہ السلام نے نبی ﷺ سے قسم کھا کر عرض کی کہ اگر جہنم سے سوئی کے ناکے کی برابر کھول دی جائے تو تمام زمین والے سب کے سب اسکی گرمی سے مر جائیں۔ (بہار شریعت)

حضرت علامہ حافظ غلام حسین کلیالوی

قادیانیوں کے گندے کفریہ عقائد

قادیانیت کیا ہے؟ قادیانیت محمد عربی ﷺ سے بغاوت کا نام ہے۔ قادیانیت سرکار دو عالم ﷺ کے خلاف بغض وعناد کا ایک دہکتا ہوا آتش فشاں ہے۔ قادیانیت شافع محشر ﷺ کی ختم نبوت پر ڈاکہ زنی اور قذاقی کا نام ہے۔ قادیانیت جناب خاتم النبیین ﷺ کی سچی اور سچی نبوت کے متوازی مرزا قادیانی کی مکروہ انگریزی نبوت کا نام ہے۔ قادیانیت یہودیت کا دوسرا نام ہے اور بقول علامہ اقبال قادیانیت یہودیت کا چربہ ہے۔ قادیانیت مُسیلمہ کذاب کے غلیظ اور پلید مشن کا نجس اور منحوس نام ہے۔

فتنہ قادیانیت کے بانی مرزا قادیانی، جہنم مکانی، نسل شیطانی نے 1901ء میں اشارۂ فرنگی پر نبوت ورسالت کا دعویٰ کیا۔ بھارت کے صوبہ مشرقی پنجاب کے ضلع گورداسپور کی تحصیل بٹالہ کے ایک چھوٹے اور غیر معروف گاؤں "قادیان" کے رہنے والے اس کذاب نے ایک ہی جست میں صرف نبوت کا دعویٰ ہی نہیں کیا بلکہ یہ بدبخت کبھی عالم کے روپ میں سامنے آیا۔ کبھی ایک سازش کے تحت عیسائیوں سے مناظرے کر کے ایک مناظر کی شکل میں روشناس ہوتا رہا۔ اور سادہ لوح مسلمانوں کی ہمدردیاں حاصل کرتا رہا۔ کبھی دجل وفریب سے پر کتابیں لکھ کر خود کو ایک مصنف کی حیثیت سے متعارف کرواتا رہا۔ کبھی اپنی تعلیمات کے اشتہارات شائع کر کے سستی شہرت حاصل کرتا رہا۔ کبھی اپنے آپ کو مُجدد کہا۔ کبھی مامور من اللہ بنا۔ کبھی مُلہم بنا۔ کبھی خود کو محدث کہا، کبھی اپنے آپ کو امام زماں لکھا۔ کہیں مہدی کا بہروپ اختیار کیا۔ کبھی مسیحِ موعود ہونے کا اعلان کیا۔ کبھی ظلی و بروزی نبی بنا۔ کبھی ظلی طور پر محمد رسول اللہ بنا اور آخر 1901ء میں تمام حدود پھلانگتے ہوئے اپنی نبوت ورسالت کا اعلان کر دیا۔

مرزا قادیانی اور اس کی اُمتِ خبیثہ کے عقائد باطلہ ملاحظہ فرمائیں کہ ان قزاقوں نے کس طرح شعائر اور اصطلاحات اسلامی کو مسخ کرنے کی ناپاک جسارت کی ہے ان کے نزدیک۔

مرزا قادیانی	"خدا کا برگزیدہ نبی اور رسول" (نعوذ باللہ)
مرزا قادیانی کی باتیں	"احادیث" (نعوذ باللہ)
مرزا قادیانی کا خاندان	"اہل بیت" (نعوذ باللہ)

مرزا قادیانی کا بیٹا بشیر احمد ایم اے	"قمر الانبیاء و فخر المرسلین" (نعوذ باللہ)
مرزا قادیانی کی بیٹی	"سیدۃ النساء" (نعوذ باللہ)
مرزا قادیانی کی بیویاں	"امہات المومنین" (نعوذ باللہ)
مرزا قادیانی کے ساتھی	"صحابہ کرام" (نعوذ باللہ)
مرزا قادیانی کا شہر	"مدینۃ المسیح" (نعوذ باللہ)
مرزا قایانی کی اُمت	"مسلمان" (نعوذ باللہ)
مرزا قادیانی کے جانشین	"خلفائے راشدین کی طرز پر خلفاء" (نعوذ باللہ)
مرزا قادیانی کی عبادت گاہ	"مسجد اقصیٰ" (نعوذ باللہ)
مرزا قادیانی کا قبرستان	"جنت البقیع کے مقابلے میں بہشتی مقبرہ" (نعوذ باللہ)
مرزا قادیانی کے 313 گماشتے	"اصحاب بدر" (نعوذ باللہ)

قادیانی کلمہ:

قادیانیوں کا عقیدہ ہے کہ کلمہ طیبہ "لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ" میں محمد رسول اللہ سے مراد مرزا غلام احمد قادیانی ہے۔ مرزا بشیر احمد ایم اے لکھتا ہے۔

"مسیح موعود مرزا غلام احمد قادیانی خود محمد رسول اللہ ہیں جو اشاعت اسلام کے لئے دوبارہ تشریف لائے۔ اس لئے ہم (مرزائیوں) کو کسی نئے کلمے کی ضرورت نہیں۔ ہاں اگر محمد رسول اللہ کی جگہ کوئی اور آتا تو ضرورت پیش آتی" (نعوذ باللہ)

(کلمۃ الفصل صفحہ 158، مندرجہ ریویو آف ریلجنز بابت مارچ، اپریل 1915ء)

خدا تعالیٰ کی توہین:

"وہ خدا جو ہمارا خدا ہے ایک کھا جانے والی آگ ہے۔" (نعوذ باللہ)

(سراج منیر، صفحہ 55، ط30، مرزا قادیانی)

"وہ خدا جس کے قبضہ میں ذرہ ذرہ ہے اس سے انسان کہاں بھاگ سکتا ہے۔ وہ فرماتا ہے کہ میں چوروں کی طرح پوشیدہ آؤں گا۔" (نعوذ باللہ)

(تجلیات الٰہیہ صفحہ 4، از مرزا قادیانی)

"قیوم العالمین (اللہ تعالیٰ) ایک ایسا وجودِ اعظم ہے جس کے بے شمار ہاتھ، بے شمار پیر اور ہر ایک عضو اس کثرت سے ہے کہ تعداد سے خارج اور لا انتہاء عرض اور طول رکھتا ہے اور

تیندوے کی طرح اس وجودِ اعظم کی تاریں بھی ہیں جو صفحہ ہستی کے تمام کناروں تک پھیل رہی ہیں۔" (نعوذ باللہ) (توضیح المرام صفحہ 42، مرزا قادیانی)

مرزا قادیانی نے کہا کہ نبوت اور وحی کا دروازہ بند مانا جائے تو پھر لازم آئے گا کہ:

"کیا کوئی عقل منداس بات کو قبول کر سکتا ہے کہ اس زمانہ میں خدا سنتا تو ہے مگر بولتا نہیں، (یعنی وحی نہیں بھیجتا) پھر اس کے بعد یہ سوال ہوگا کہ بولتا کیوں نہیں کیا زبان پر کوئی مرض لاحق ہوگئی ہے۔" (نعوذ باللہ) (ضمیمہ براہین پنجم، صفحہ 144، از مرزا قادیانی)

"آہ ہن خدا تیرے (مرزا) اندر اُتر آیا۔" (نعوذ باللہ)

(تذکرہ، صفحہ 316، کتاب البریہ صفحہ 84)

"میں مرزا نے خواب میں دیکھا کہ میں خود خدا ہوں۔ میں نے یقین کر لیا کہ میں وہی ہوں۔" (نعوذ باللہ)

(آئینہ کمالاتِ اسلام صفحہ 564، از مرزا قادیانی، کتاب البریہ صفحہ 85)

"انت منہ بمنزلۃ اولادی" اے مرزا تو مجھ سے میری اولاد جیسا ہے۔" (نعوذ باللہ)

(حاشیہ صفحہ 23، اربعین 4، مرزا قادیانی)

"خدا نے مجھے (مرزا) الہام کیا کہ تیرے گھر میں ایک لڑکا پیدا ہوگا۔ "کان اللہ نزل من السماء" گویا خدا آسمانوں سے اُتر آیا۔" (نعوذ باللہ)

(حقیقۃ الوحی صفحہ 96، تذکرہ صفحہ 144)

مرزا قادیانی کا ایک مرید قاضی یار محمد اپنے ٹریکٹ نمبر 34 "موٴمنہ اسلامی قربانی" میں لکھتا ہے۔

"حضرت مسیح موعود (مرزا) نے ایک موقع پر اپنی حالت یہ ظاہر فرمائی کہ کشف کی حالت آپ پر طاری ہوئی گویا کہ آپ عورت ہیں اور اللہ تعالیٰ نے رجولیت کی طاقت کا اظہار فرمایا۔ (سمجھنے والے کے لئے اشارہ کافی ہے)" (نعوذ باللہ) (ص 12)

جس سے رجولیت کی طاقت کا اظہار ہو رہا ہے کہ اسے حمل قرار پائے گا۔ تو اس کے متعلق مرزا قادیانی نے خود لکھا کہ:

"میرا نام ابنِ مریم رکھا گیا اور عیسیٰ کی روح مجھ میں نفخ کی گئی اور استعارہ کے رنگ میں حاملہ ٹھہرایا گیا۔ آخر کئی مہینہ کے بعد جو (مدتِ حمل) دس مہینہ سے زیادہ نہیں مجھے مریم سے عیسیٰ بنایا گیا۔ پس اس طور سے میں ابنِ مریم ٹھہرا۔"

(کشتی نوح صفحہ 46، 47، از مرزا قادیانی لعنۃ اللہ علیہ)

”خدا نکلنے کو ہے۔ انت منی بمنزلة بروزی۔ تو مرزا مجھ (خدا) سے ایسا ہے جیسا کہ میں (خدا) ہی ظاہر ہو گیا۔“ (نعوذ باللہ)

(سرورق آخری ریویو جلد 5، شمارہ 3، 15 مارچ 1906، کا الہام، تذکرہ صفحہ 204، طبع 4)

خاطبنی اللہ بقولہ اسمع یا ولدی۔ اللہ تعالیٰ نے مجھے یہ کہ کر خطاب کیا کہ اے میرے بیٹے سُن۔“ (نعوذ باللہ) (البشریٰ جلد 1، صفحہ 49)

”خدا قادیان میں نازل ہوگا۔“ (نعوذ باللہ) (البشریٰ جلد 1، صفحہ 56)

”مجھ سے میرے رب نے بیعت کی۔“ (نعوذ باللہ)

(دافع البلاء صفحہ 6، از مرزا لعنۃ اللہ علیہ)

”سچا خدا وہی ہے جس نے قادیان میں اپنا رسول بھیجا۔“ (نعوذ باللہ)

(دافع البلاء صفحہ 11، از مرزا لعنۃ اللہ علیہ)

حضور نبی کریم ﷺ کی توہین:

”مگر تم خوب توجہ کر کے سُن لو کہ اب اسمِ محمد ﷺ کی تجلی ظاہر کرنے کا وقت نہیں یعنی اب جلالی رنگ کی کوئی خدمت باقی نہیں۔ کیونکہ مناسب حد تک وہ جلال ظاہر ہو چکا۔ سورج کی کرنوں کی اب برداشت نہیں اب چاند کی ٹھنڈی روشنی کی ضرورت ہے اور وہ احمد کے رنگ میں ہو کر میں ہوں۔“ (نعوذ باللہ)

(اربعین نمبر 4، ط 2، صفحہ 17، مرزا قادیانی لعنۃ اللہ علیہ)

”یہ بات روز روشن کی طرح ثابت ہے کہ آنحضرت ﷺ کے بعد نبوت کا دروازہ کھلا ہے۔“ (نعوذ باللہ) (حقیقت النبوۃ صفحہ 228)

”نبی پاک ﷺ کو کئی الہام سمجھ نہ آئے۔ نبی ﷺ سے کئی غلطیاں ہوئیں کئی الہام سمجھ نہ آئے۔“ (ازالۃ الاوہام مطبع لاہوری، مصنفہ مرزا قادیانی لعنۃ اللہ علیہ)

”نبی ﷺ سے دین کی مکمل اشاعت نہ ہو سکی میں نے پوری کی ہے۔“ (معاذ اللہ)۔

(حاشیہ تحفہ گولڑویہ صفحہ 165، مصنفہ مرزا قادیانی لعنۃ اللہ علیہ)

(تحفہ گولڑویہ صفحہ 67، مصنفہ مرزا قادیانی لعنۃ اللہ علیہ، ربوہ)

”آں حضرت ﷺ کے تین ہزار معجزات ہیں۔“ (نعوذ باللہ)

(تحفہ گولڑویہ صفحہ 67، از مرزا قادیانی)

''میرے نشانات دس لاکھ ہیں۔'' (نعوذ باللہ)

(براہین احمدیہ صفحہ 56، از مرزا قادیانی)

''نشان، معجزہ، کرامت اور خرقِ عادت ایک چیز ہے۔''

(براہین احمدیہ حصہ پنجم، نصرۃ الحق صفحہ 50، از مرزا قادیانی لعنۃ اللہ علیہ)

''سوال نمبر 5، ایسے موقع پر معراج پیش کر دیتے ہیں۔

''حضرت اقدس (مرزا قادیانی) نے فرمایا کہ معراج جس وجود سے ہوا تھا وہ یہ ہگنے مُوتنے والا وجود تو نہ تھا۔'' (نعوذ باللہ) (ملفوظاتِ احمدیہ جلد نہم صفحہ 459)

''آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اصحاب عیسائیوں کا ہاتھ کا پنیر کھا لیتے تھے۔ حالانکہ مشہور تھا کہ سور کی چربی اس میں پڑتی ہے۔''

(مرزا قادیانی کا مکتوب مندرجہ الفضل قادیان 22 فروری 1924ء)

''یہ بالکل صحیح بات ہے کہ ہر شخص ترقی کر سکتا ہے اور بڑے سے بڑا درجہ پا سکتا ہے۔ حتیٰ کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی بڑھ سکتا ہے۔'' (نعوذ باللہ)

(اخبار الفضل 17 جولائی 1966ء)

''محمد پھر اُتر آئے ہیں ہم میں اور آگے سے ہیں بڑھ کر اپنی شاں میں
محمد دیکھنے ہوں جس نے اکمل غلام احمد کو دیکھے قادیاں میں''

(اخبار بدر قادیاں 25 اکتوبر، 1906ء)

ہلال اور بدر کی نسبت:

اور قادیانی ظہور کی افضلیت کو اس عنوان سے بھی بیان کیا گیا کہ مکی بعثت کے زمانہ میں اسلام ہلال کی مانند تھا، جس میں کوئی روشنی نہیں ہوتی اور قادیانی بعثت کے زمانہ میں اسلام بدرِ کامل کی طرح روشن اور منور ہو گیا۔ چنانچہ ملاحظہ ہو۔

''اور اسلام ہلال کی طرح شروع ہوا، اور مقدر تھا کہ انجام کار آخری زمانہ میں بدر (چودھویں کا چاند) ہو جائے، خدا تعالیٰ کے حکم سے۔۔۔۔ پس خدا تعالیٰ کی حکمت نے چاہا کہ اسلام اُس صدی میں بدر کی شکل اختیار کرے جو شمار کے رو سے بدر کی طرح مشابہ ہو، (یعنی چودھویں صدی)۔'' (نعوذ باللہ) (خطبہ الہامیہ صفحہ 184، ط قادیانی)

بڑی فتح مبین:

اظہار افضلیت کے لئے ایک عنوان یہ اختیار کیا گیا کہ مرزا قادیانی کے زمانہ کی فتح مبین، آنحضرت ﷺ کی فتح مبین سے بڑھ کر ہے۔ چنانچہ ملاحظہ ہو۔

"اور ظاہر ہے کہ فتح مبین کا وقت ہمارے نبی کریم کے زمانے میں گزر گیا اور دوسری فتح باقی رہی جو کہ پہلے غلبہ سے بہت بڑی اور زیادہ ظاہر ہے۔ اور مقدر تھا کہ اس کا وقت مسیح موعود (مرزا قادیانی لعنۃ اللہ علیہ) کا وقت ہو۔" (نعوذ باللہ) (خطبہ الہامیہ صفحہ 193، 194)

ذہنی ارتقا:

یہ بھی کہا گیا کہ مرزا قادیانی کا ذہنی ارتقاء، آنحضرت ﷺ سے بڑھ کر تھا۔ چنانچہ لکھا ہے۔

"حضرت مسیح موعود (مرزا قادیانی لعنۃ اللہ علیہ) کا ذہنی ارتقاء۔ آنحضرت ﷺ سے زیادہ تھا۔۔۔ اور یہ جزوی فضیلت ہے جو حضرت مسیح موعود (مرزا قادیانی لعنۃ اللہ علیہ) کو آنحضرت ﷺ پر حاصل ہے۔ نبی کریم کی ذہنی استعدادوں کا پورا ظہور بوجہ تمدن کے نقص کے نہ ہوا اور نہ قابلیت تھی، اب تمدن کی ترقی سے حضرت مسیح موعود کے ذریعہ ان کا پورا ظہور ہوا۔" (نعوذ باللہ)

(ریویو، مئی 1929ء بحوالہ قادیانی مذہب، صفحہ 266، اشاعت نہم مطبوعہ، لاہور)

مرزا غلام احمد قادیانی کا دعویٰ ہے کہ وہ (نعوذ باللہ) محمد رسول اللہ ہے۔ چنانچہ ملاحظہ ہو۔

محمد رسول اللہ والذین معه اشداء علی الکفار رحماء بینھم۔ اس وحی الٰہی میں میرا نام محمد رکھا گیا اور رسول بھی۔ (نعوذ باللہ)

(ایک غلطی کا ازالہ صفحہ 4، از مرزا قادیانی مطبوعہ ربوہ، تیسرا ایڈیشن)

محمد رسول اللہ کی دو بعثتیں:

قادیانی عقیدے کے مطابق حضرت خاتم النبیین محمد رسول اللہ ﷺ کا دوبارہ دنیا میں آنا مقدر تھا، پہلی بار آپ مکہ مکرمہ میں محمد ﷺ کی شکل میں آئے اور دوسری بار قادیان میں مرزا غلام احمد قادیانی کی بروزی شکل میں آئے۔ یعنی مرزا کی بروزی شکل میں محمد ﷺ کی روحانیت مع اپنے تمام کمالات نبوت کے دوبارہ جلوہ گر ہوئی ہے۔ (نعوذ باللہ) چنانچہ ملاحظہ ہو۔

"اور جان کہ ہمارے نبی کریم ﷺ جیسا کہ پانچویں ہزار میں مبعوث ہوئے۔ (یعنی چھٹی صدی مسیحی میں) ایسا ہی مسیح موعود (مرزا غلام احمد قادیانی لعنۃ اللہ علیہ) کی بروزی صورت

اختیار کر کے چھٹے ہزار (یعنی تیرھویں صدی ہجری) کے آخر میں مبعوث ہوئے۔" (نعوذ باللہ)

(خطبہ الہامیہ صفحہ 180، طبع اول قادیان 1319ھ)

مرزا بعینہ محمد رسول اللہ:

چونکہ قادیانی عقیدہ کے مطابق محمد رسول اللہ ﷺ اپنے تمام کمالات کے ساتھ مرزا کی بروزی شکل میں قادیان میں دوبارہ مبعوث ہوئے ہیں۔ اس لئے مرزا قادیانی کا وجود (نعوذ باللہ) بعینہ محمد رسول اللہ کا وجود ہے۔ چنانچہ ملاحظہ ہو۔

"اور خدا نے مجھ پر اس رسول کریم کا فیض نازل فرمایا اور اس کو کامل بنایا اور اس نبی کریم کے لطف اور جود کو میری طرف کھینچا، یہاں تک کہ میرا وجود اس کا وجود ہو گیا، پس وہ جو میری جماعت میں داخل ہوا، درحقیقت میرے سردار خیر المرسلین کے صحابہ میں داخل ہوا اور یہی معنی اخرین منھم کے لفظ کے بھی ہیں۔ جیسا کہ سوچنے والوں پر پوشیدہ نہیں اور جو شخص مجھ میں اور مصطفیٰ میں تفریق کرتا ہے اس نے مجھ کو نہیں دیکھا ہے اور نہیں پہچانا ہے۔" (نعوذ باللہ) (خطبہ الہامیہ صفحہ 171)

اے مرے پیارے مری جان رسولِ قدنی — تیرے صدقے تیرے قربان رسولِ قدنی

پہلی بعثت میں محمد ہے تو اب احمد ہے — تجھ پر پھر اترا ہے قرآن رسولِ قدنی

(نعوذ باللہ)

(اخبار الفضل قادیان، 16 اکتوبر 1922ء)

مرزا خاتم النبیین:

مرزا قادیانی اپنے بارے میں بھونکتا ہے۔

"میں بارہا بتا چکا ہوں کہ میں بموجب آیت واخرین منھم لما یلحقوا بھم۔ بروزی طور پر وہی نبی خاتم الانبیاء ہوں، اور خدا نے آج سے بیس برس پہلے براہین احمدیہ میں میرا نام محمد اور احمد رکھا ہے اور مجھے آنحضرت ﷺ کا ہی وجود قرار دیا ہے۔" (نعوذ باللہ)

(ایک غلطی کا ازالہ، مصنفہ مرزا قادیانی)

"مبارک ہیں وہ جس نے مجھے پہچانا میں خدا کی سب راہوں میں سے آخری راہ ہوں۔ اور میں اُس کے سب نوروں میں سے آخری نور ہوں، بدقسمت ہے وہ جو مجھے چھوڑتا ہے۔ کیونکہ میرے بغیر سب تاریکی ہے۔" (نعوذ باللہ)

(کشتی نوح صفحہ 56، از مرزا قادیانی، طبع اول قادیان 1902ء)

مرزا افضل الرسل:

"آسمان سے کئی تخت اُترے مگر تیرا تخت سب سے اونچا بچھایا گیا۔" (نعوذ باللہ)

(مرزا کا الہام، مندرجہ تذکرہ طبع دوم صفحہ 342)

فخر اوّلین و آخرین:

روزنامہ الفضل قادیان مسلمانوں کو للکارتے ہوئے کہتا ہے۔

"اے مسلمان کہلانے والو! اگر تم واقعی اسلام کا بول بالا چاہتے ہو اور باقی دُنیا کو اپنی طرف بلاتے ہو تو اپنے خود سچے اسلام کی طرف آجاؤ (یعنی مسلمانوں کا اسلام جھوٹا ہے۔ نعوذ باللہ۔ ناقل) جو مسیحِ موعود (مرزا قادیانی) میں ہو کر ملتا ہے۔ اسی کے طفیل آج برو تقویٰ کی راہیں کھلتی ہیں۔ اسی کی پیروی سے انسان فلاح و نجات کی منزلِ مقصود پر پہنچ سکتا ہے۔ وہ وہی فخر اولین و آخرین ہے۔ جو آج سے تیرہ سو برس پہلے رحمۃ للعلمین بن کر آیا تھا۔" (نعوذ باللہ)

(الفضل قادیان، 26 ستمبر 1917ء بحوالہ قادیانی مذہب صفحہ 211، 212 طبع نہم لاہور)

پہلے محمد رسول اللہ سے بڑھ کر:

اسی پر اکتفا نہیں بلکہ قادیانی عقیدہ میں محمد رسول اللہ کا قادیانی ظہور (جو مرزا قادیانی کے روپ میں ہوا ہے) مکی ظہور سے اعلیٰ و افضل ہے۔ ملاحظہ ہو۔

"اور جس نے اس بات سے انکار کیا کہ نبی علیہ السلام کی بعثت چھٹے ہزار سے تعلق رکھتی ہے۔ جیسا کہ پانچویں ہزار سے تعلق رکھتی تھی۔ پس اس نے حق کا اور نصِ قرآن کا انکار کیا۔ بلکہ حق یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ کی روحانیت چھٹے ہزار کے آخر میں یعنی ان دنوں میں بہ نسبت ان سالوں کے اقویٰ اور اکمل اور اشد ہے۔ بلکہ چودھویں رات کی طرح ہے۔" (نعوذ باللہ)

(خطبہ الہامیہ از مرزا قادیانی صفحہ 181)

"اس (آنحضرت ﷺ) کے لئے چاند کا کسوف کا نشان ظاہر ہوا اور میرے لئے چاند اور سورج دونوں کا۔" (نعوذ باللہ)

(اعجاز احمدی، صفحہ 71، از مرزا لعنۃ اللہ علیہ)

خیال زاغ کو بلبل سے برتری کا ہے
غلام زادے کو دعویٰ پیمبری کا ہے

انبیاء کرام کی توہین:

""میں خود اس بات کا قائل ہوں کہ دُنیا میں کوئی ایسا نبی نہیں آیا، جس نے کبھی اجتہادی غلطی نہیں کی۔" (نعوذ باللہ) (تتمہ حقیقۃ الوحی صفحہ 135، از مرزا قادیانی)

زندہ شد ہر نبی بآمدنم ہر رسول نہاں بہ پیرانہم

""زندہ ہوا ہر نبی میری آمد سے، تمام رسول میرے کُرتہ میں چھپے ہوئے ہیں۔" (نعوذ باللہ) (نزول المسیح صفحہ 100، از مرزا قادیانی)

""حضرت مسیح موعود (مرزا لعنۃ اللہ علیہ) کو جو بلحاظ مدارج کئی نبیوں سے بھی افضل ہیں۔ ایسے مقام پر پہنچے کہ نبیوں کو اس مقام پر رشک ہے۔" (نعوذ باللہ)

(خطبہ عید، مرزا بشیر الدین لعنۃ اللہ، اخبار الفضل قادیان جلد 20، شمارہ 93، مورخہ 5 فروری 1933ء)

""جس (مرزا لعنۃ اللہ) کے وجود میں ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیاء کی شان جلوہ گر تھی۔" (نعوذ باللہ) (الفضل قادیان جلد 2، نمبر 146، مورخہ 30، مئی 1915ء)

❁ ""آدم ثانی حضرت مسیح موعود (مرزا لعنۃ اللہ علیہ) جو آدم اوّل سے شان میں بڑھا ہوا تھا۔ اس کے لئے کیوں یہ نہ کہا جاتا کہ آگ تمہاری غلام بلکہ غلاموں کی غلام ہے۔"

(ملائکۃ اللہ صفحہ 65، تقریر مرزا بشیر محمد، طبع اوّل)

❁ ""اور خدا تعالیٰ میرے لئے اس کثرت سے نشان دکھلا رہا ہے کہ اگر نوح (علیہ السلام) کے زمانہ میں وہ نشان دکھلائے جاتے تو وہ لوگ غرق نہ ہوتے۔" (نعوذ باللہ)

(تتمہ حقیقۃ الوحی صفحہ 37، از مرزا قادیانی لعنۃ اللہ علیہ)

❁ ""پس اس امت کا یوسف یعنی یہ عاجز (مرزا لعنۃ اللہ علیہ) اسرائیلی یوسف (علیہ السلام) سے بڑھ کر ہے۔ کیونکہ یہ عاجز قید کی دُعا کر کے بھی قید سے بچایا گیا۔ مگر یوسف بن یعقوب (علیہما السلام) قید میں ڈالا گیا۔" (نعوذ باللہ)

(براہین احمدیہ پنجم صفحہ 76، از مرزا قادیانی لعنۃ اللہ علیہ)

❁ ""حضرت مسیح موعود (مرزا لعنۃ اللہ علیہ) کی اتباع میں میں بھی کہتا ہوں کہ مخالف لاکھ چلائیں کہ فلاں بات سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ہتک ہوتی ہے۔ اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت قائم کرنے کے لئے حضرت عیسیٰ علیہ السلام یا کسی اور کی ہتک ہوتی ہے تو ہمیں اس

کی پروا نہیں ہوگی۔" (نعوذ باللہ)

(تقریر مرزا بشیر الدین محمود لعین، در لائل پور مندرجہ الفضل جلد 21، نمبر 138، مؤرخہ 20 مئی 1934ء)

"خدا تعالیٰ نے مجھے تمام انبیاء علیہم السلام کا مظہر ٹھہرایا ہے اور تمام نبیوں کے نام میری طرف منسوب کئے گئے ہیں۔ میں آدم ہوں، میں شیث ہوں، میں نوح ہوں، میں ابراہیم ہوں، میں اسحاق ہوں، میں اسمٰعیل ہوں، میں یعقوب ہوں، میں یوسف ہوں، میں موسیٰ ہوں، میں داؤد ہوں، میں عیسیٰ ہوں، اور آنحضرت ﷺ کے نام کا میں مظہر ہوں، یعنی ظلی طور پر محمد اور احمد ہوں۔" (نعوذ باللہ) (حقیقۃ الوحی صفحہ 72، از مرزا قادیانی لعنۃ اللہ علیہ)

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی توہین:

"آپ (حضرت عیسیٰ علیہ السلام) کا خاندان بھی نہایت پاک اور مطہر ہے۔ تین دادیاں اور نانیاں آپ کی زنا کار اور کسبی عورتیں تھیں جن کے خون سے آپ کا وجود ظہور پذیر ہوا۔" (نعوذ باللہ) (ضمیمہ انجام آتھم حاشیہ صفحہ 7، از مرزا قادیانی لعین)

"مسیح کا چال چلن کیا تھا؟ ایک کھاؤ پیو، نہ زاہد، نہ عابد، نہ حق کا پرستار، متکبر، خود بین، خدائی کا دعویٰ کرنے والا۔" (نعوذ باللہ) (مکتوبات احمدیہ صفحہ 21، تا 24، جلد 3)

"یورپ کے لوگوں کو جس قدر شراب نے نقصان پہنچایا ہے اس کا سبب تو یہ تھا کہ عیسیٰ علیہ السلام شراب پیا کرتے تھے، شاید کسی بیماری کی وجہ سے یا پرانی عادت کی وجہ سے۔" (نعوذ باللہ) (کشتی نوح حاشیہ صفحہ 75، مصنفہ مرزا قادیانی لعین)

"یسوع اس لئے اپنے تئیں نیک نہیں کہہ سکتا کہ لوگ جانتے تھے کہ یہ شخص شرابی کبابی ہے اور خراب چال چلن نہ خدائی کے بعد بلکہ ابتداء ہی سے ایسا معلوم ہوتا ہے۔ چنانچہ خدائی کا دعویٰ شراب خوری کا ایک بدنتیجہ ہے۔" (نعوذ باللہ)

(ست بچن حاشیہ، صفحہ 176، مصنفہ مرزا قادیانی لعنۃ اللہ علیہ)

"آپ (یسوع مسیح) کا کنجریوں سے میلان اور صحبت بھی شاید اسی وجہ سے ہو کہ جدی مناسبت درمیان ہے۔ ورنہ کوئی پرہیزگار انسان ایک جوان کنجری کو یہ موقع نہیں دے سکتا کہ وہ اس کے سر پر اپنے ناپاک ہاتھ لگا دے اور زنا کاری کی کمائی کا پلید عطر اس کے سر پر ملے اور اپنے بالوں کو اس کے پیروں پر ملے، سمجھنے والے سمجھ لیں کہ ایسا انسان کس چلن کا

آدمی ہوسکتا ہے۔'' (نعوذ باللہ)　　　　(ضمیمہ انجام آتھم صفحہ 7، حاشیہ از مرزا قادیانی)

''مسیح کی راستبازی اپنے زمانے میں دوسرے راستبازوں سے بڑھ کر ثابت نہیں ہوتی، بلکہ یحییٰ نبی کو اس پر فضیلت ہے کیونکہ وہ شراب نہیں پیتا تھا اور کبھی نہیں سُنا گیا کہ کسی فاحشہ عورت نے آ کر اپنی کمائی کے مال سے اس کے سر پر عطر ملا یا ہاتھوں اور سر کے بالوں سے اس کے بدن کو چھوا تھا یا کوئی بے تعلق جوان عورت اس کی خدمت کرتی تھی اسی وجہ سے خدا نے قرآن میں یحییٰ کا نام حصور رکھا۔ مگر مسیح کا یہ نام نہ رکھا۔ کیونکہ ایسے قصے اس نام کے رکھنے سے مانع تھے۔'' (نعوذ باللہ)　　　　(مقدمہ دافع البلاء، از مرزا)

''یہ بھی یاد رہے کہ آپ (عیسیٰ علیہ السلام) کو کسی قدر جھوٹ بولنے کی بھی عادت تھی۔''
(نعوذ باللہ)　　　　(ضمیمہ انجام آتھم صفحہ 5، از قادیانی ملعون)

''ممکن ہے کہ آپ (یسوع مسیح) نے معمولی تدبیر کے ساتھ کسی شب کور وغیرہ کو اچھا کیا ہو یا کسی اور بیماری کا علاج کیا ہو۔ مگر آپ کی بدقسمتی سے اسی زمانہ میں ایک تالاب بھی موجود تھا۔ جس سے بڑے بڑے نشان ظاہر ہوتے تھے۔ خیال ہو سکتا ہے کہ اس تالاب کی مٹی آپ بھی استعمال کرتے ہوں گے۔ اسی تالاب سے آپ کے معجزات کی پوری پوری حقیقت کھلتی ہے اور اسی تالاب نے فیصلہ کر دیا ہے۔ کہ اگر آپ سے کوئی معجزہ ظاہر ہوا ہو تو وہ آپ کا نہیں بلکہ اس تالاب کا معجزہ ہے اور آپ کے ہاتھ میں سوا مکر اور فریب کے اور کچھ نہ تھا۔'' (نعوذ باللہ)　　　　(ضمیمہ انجام آتھم صفحہ 7، حاشیہ)

اسلام کی توہین:

اسلام وہی جو مرزا کہے، مسلمان وہی جو مرزا کو مانے:

''جس اسلام میں آپ (مرزا لعنۃ اللہ علیہ) پر ایمان لانے کی شرط نہ ہو اور آپ (مرزا لعنۃ اللہ) کے سلسلہ کا ذکر نہیں۔ اسے آپ (مرزا) اسلام ہی نہیں سمجھتے تھے۔'' (نعوذ باللہ)

(اخبار الفضل قادیان جلد 2، نمبر 85، مورخہ 31 دسمبر، 1914ء)

''پس اسلام کی تبلیغ کرو جو مسیح موعود (مرزا ملعون) لایا۔'' (نعوذ باللہ)

(منصب خلافت صفحہ 20، مرزا محمود)

''تجویز آئی کہ ایسا رسالہ شائع کریں جس میں مرزا کا نام نہ ہو۔ مگر حضرت اقدس

(مرزا قادیانی لعنۃ اللہ علیہ) نے اس تجویز کو اس بناء پر رد کر دیا کہ مجھ کو چھوڑ کر کیا مُردہ اسلام کو پیش کرو گے۔" (نعوذ باللہ)

(اخبار الفضل قادیان جلد نمبر 16، شمارہ 32، مورخہ 19 اکتوبر 1928ء)

"(مسلمان) خدا کے نزدیک مسلمان نہیں ہیں بلکہ ضرورت ہے کہ ان کو نئے سرے سے مسلمان کیا جاوے۔" (نعوذ باللہ)

(کلمۃ الفصل صفحہ 143، از بشیر ایم اے لعین)

"حضرت صاحب (مرزا) نے علماء مشائخ ہند کو جو خط لکھا اس میں سلام مسنون، بسم اللہ وغیرہ نہیں لکھی کیونکہ وہ مسلمان نہ تھے اور آپ (مرزا لعین) ان کو مسلمان نہ سمجھتے تھے۔ بلکہ کافر قرار دیتے تھے۔" (نعوذ باللہ)

(اخبار الفضل قادیان جلد 8، شمارہ نمبر 4، 22 جولائی 1920ء)

"مسیح موعود (مرز العنۃ اللہ علیہ) کے منکروں کو مسلمان کہنا خبیث عقیدہ ہے۔ جو ایسا عقیدہ رکھے اس کے لئے رحمتِ ربی کا دروازہ بند ہے۔" (نعوذ باللہ)

(کلمۃ الفصل صفحہ 125)

صحابہ کرام کی توہین:

"جیسا کہ ابو ہریرہ (رضی اللہ عنہ) جو غبی تھا اور درایت اچھی نہیں رکھتا تھا۔" (نعوذ باللہ)

(اعجازِ احمدی صفحہ 18، از مرز العنۃ اللہ علیہ)

"بعض کم تدبر کرنے والے صحابی (رضی اللہ عنہم) جن کی درایت اچھی نہ تھی، جیسے ابو ہریرہ (رضی اللہ عنہ)" (نعوذ باللہ) (حقیقۃ الوحی صفحہ 34، از مرز العنۃ اللہ علیہ)

"اکثر باتوں میں ابو ہریرہ (رضی اللہ عنہ) بوجہ اپنی سادگی اور کمی درایت کے ایسے دھوکہ میں پڑ جایا کرتا تھا۔ ایسے اُلٹے معنی کرتا تھا جس سے سننے والے کو ہنسی آتی تھی۔" (نعوذ باللہ)

(حقیقۃ الوحی صفحہ 34، از مرز العنۃ اللہ علیہ)

"اس کو چاہئے کہ ابو ہریرہ (رضی اللہ عنہ) کے قول کو ایک ردی متاع کی طرح پھینک دے۔" (نعوذ باللہ) (ضمیمہ براہین احمدیہ پنجم صفحہ 41 از مرز العنۃ اللہ)

"بعض نادان صحابی (رضوان اللہ علیہم اجمعین) جن کو درایت سے کچھ حصہ نہ تھا۔"

(ضمیمہ براہین احمدیہ پنجم صفحہ 285، از مرزا لعین)

❁ ''پرانی خلافت کا جھگڑا چھوڑ دو۔ اب نئی خلافت لو۔ ایک زندہ علی تم میں موجود ہے۔ تم اس کو چھوڑتے ہو اور مُردہ علی (رضی اللہ عنہ) کی تلاش کرتے ہو۔'' (نعوذ باللہ)

(ملفوظات احمدیہ جلد 1، صفحہ 131)

❁ ''میں وہی مہدی ہوں جس کی نسبت ابن سیرین سے سوال کیا گیا کہ وہ حضرت ابوبکر (رضی اللہ عنہ) کے درجہ پر ہے۔ تو انہوں نے جواب دیا کہ ابوبکر (رضی اللہ عنہ) کیا وہ تو بعض انبیاء سے بہتر ہے۔'' (نعوذ باللہ)

(اشتہار معیار الاخیار مندرجہ تبلیغ رسالت جلد 9، صفحہ 30، از مرزا لعین)

❁ ''ابوبکر و عمر (رضی اللہ عنہم) کیا تھے وہ تو حضرت غلام احمد (ملعون) کی جوتیوں کے تسمے کھولنے کے بھی لائق نہ تھے۔'' (نعوذ باللہ)

(ماہنامہ المہدی بابت جنوری فروری 1915ء 3/2 صفحہ 57، احمدیہ انجمن اشاعت لاہور)

❁ ''جو میری جماعت میں داخل ہوا۔ وہ دراصل صحابہ کرام کی جماعت میں داخل ہو گیا۔'' (نعوذ باللہ) (صفحہ 171، خطبہ الہامیہ طبع اوّل)

❁ ''اور انھوں نے کہا کہ اس شخص (مرزا قادیانی لعنۃ اللہ) نے امام حسن و امام حسین رضی اللہ عنہم سے اپنے تئیں اچھا سمجھا، میں کہتا ہوں ہاں سمجھا۔'' (نعوذ باللہ)

(اعجاز احمدی صفحہ 52، از مرزا لعنۃ اللہ علیہ)

❁ ''میں (مرزا لعنۃ اللہ) خدا کا کشتہ ہوں اور تمہارا حسین (رضی اللہ عنہ) دشمنوں کا کشتہ ہے۔'' (نعوذ باللہ) (اعجاز احمدی صفحہ 81، از مرزا قادیانی لعنۃ اللہ)

❁ ''تم نے خدا کے جلال و مجد کو بھلا دیا اور تمھارا ورد صرف حسین (رضی اللہ عنہ) ہے۔ پس یہ اسلام پر ایک مصیبت ہے۔ کستوری کے پاس گوہ (ذکرِ حسین رضی اللہ عنہ) کا ڈھیر ہے۔'' (نعوذ باللہ) (اعجاز احمدی صفحہ 82)

''میری اولاد سب تیری عطا ہے
ہر ایک تیری بشارت سے ہوا ہے
یہ پانچوں جو کہ نسلِ سیّدہ ہیں
یہی ہیں پنج تن جن پر بِنا ہے''

(درِ ثمین اردو صفحہ 45، مجموعہ کلام از مرزا قادیانی لعین)

❁ ''حضرت مسیح موعود (مرزا قادیانی لعین) نے فرمایا

کربلائیست سیر ہر آنم   صد حسین است در گریبام

کہ میرے گریبان میں سو حسین (رضی اللہ عنہ) ہیں۔ لوگ اس کے معنی یہ سمجھتے ہیں کہ حضرت مسیح موعود (مرزا لعین) نے فرمایا ہے کہ میں سو حسین (رضی اللہ عنہ) کے برابر ہوں۔ لیکن میں (مرزا بشیر الدین) کہتا ہوں۔ اس سے بڑھ کر اس کا مفہوم یہ ہے کہ سو حسین (رضی اللہ عنہ) کی قربانی کے برابر میری ہر گھڑی کی قربانی ہے۔" (نعوذ باللہ)

(خطبہ مرزا بشیر لعین مندرجہ الفضل جلد 13، شمارہ 80، 26 جنوری 1926ء)

❁ "میری (مرزا قادیانی کی) اولاد شعائر اللہ میں داخل ہے۔" (نعوذ باللہ)

(تقریر مفتی صادق قادیانی لعین، الفضل قادیان جلد 11، صفحہ 53، 8 جنوری 1926ء)

❁ "عزیز امۃ الحفیظ (مرزا قادیانی لعین کی لڑکی لعین) سارے انبیاء کی بیٹی ہے۔" (نعوذ باللہ)

(اخبار الفضل قادیان جلد 2، صفحہ 156، مورخہ 17 جون 1915ء)

❁ "مرزا قادیانی ملعون کی گھر والی لعین ام المؤمنین ہے۔" (نعوذ باللہ)

(سیرۃ المہدی)

قرآن و سنت کی توہین:

❁ "قرآن کی طرح میری وحی خطاؤں سے پاک ہے۔ یہ میرا ایمان ہے۔ خدا کی قسم یہ کلامِ مجید ہے۔ خدائے پاک وحدہٗ کے منہ سے۔" (نعوذ باللہ)

(نزول المسیح صفحہ 99، از مرزا لعین)

❁ مرزا نے اپنا الہام لکھا کہ!

"ما انا الا کا لقران" یعنی قرآن خدا کی کتاب اور میرے (مرزا لعین) منہ کی باتیں ہیں۔" (نعوذ باللہ)   (تذکرہ صفحہ 668، طبع دوم)

❁ "میرے اس دعویٰ کی بنیاد حدیث نہیں بلکہ قرآن اور وہ وحی ہے جو میرے پر نازل ہوئی۔ ہاں تائیدی طور پر ہم وہ حدیثیں پیش کرتے ہیں۔ جو قرآنِ شریف کے مطابق اور میری وحی کے معارض نہیں اور دوسری حدیثوں کو ہم ردّی کی طرح پھینک دیتے ہیں۔" (نعوذ باللہ)   (اعجاز احمدی، صفحہ 31، طبع 10، از مرزا لعین)

❁ "پھر اقرار کرنا پڑے گا کہ قرآن شریف میں گندی گالیاں بھری ہیں اور قرآن عظیم

سخت زبانی کے طریق کو استعمال کر رہا ہے۔" (نعوذ باللہ)

(ازالہ اوہام صفحہ 8، حاشیہ صفحہ 13، طبع پنجم)

❁ "میں قرآن کی غلطیاں نکالنے آیا ہوں جو تفسیروں کی وجہ سے واقع ہو گئی ہیں۔"
(نعوذ باللہ) (ایک مجذوب کا کشف، ازالہ اوہام صفحہ 288، طبع پنجم)

❁ "قرآن زمین پر سے اُٹھ گیا تھا میں قرآن کو آسمان پر سے لایا ہوں۔ بموجب حدیثوں کے۔" (نعوذ باللہ) (ازالہ اوہام صفحہ 297، طبع پنجم)

یہی وجہ ہے کہ مرزا پر خود ساختہ نازل ہونے والی وحی کے مجموعہ کلام کا نام "تذکرہ" رکھا حالانکہ قرآن مجید کا ایک نام "تذکرہ" بھی ہے۔ کلا انھا تذکرۃ

❁ "یہ بھی مدت سے الہام ہو چکا ہے کہ انا انزلنہ قریبا من القادیان۔۔۔ میں نے دل میں کہا کہ واقعی طور پر قادیان کا نام قرآن شریف میں درج ہے۔" (نعوذ باللہ)

(ازالہ اوہام صفحہ 75، از مرزا قادیانی لعین)

حرمین شریفین کی توہین:

❁ "حضرت مسیح موعود (مرزا لعین) نے اس کے متعلق بڑا زور دیا ہے کہ جو بار بار یہاں آئے مجھے ان کے ایمان کا خطرہ ہے۔ پس جو قادیان سے تعلق نہیں رکھے گا وہ کاٹا جائے گا، تم ڈرو کہ تم سے نہ کوئی کاٹا جائے، پھر یہ تازہ دودھ کب تک رہے گا۔ آخر ماؤں کا دودھ بھی سوکھ جایا کرتا ہے۔ کیا مکہ اور مدینہ کی چھاتیوں سے یہ دودھ سوکھ گیا کہ نہیں؟" (نعوذ باللہ)

(مرزا بشیر الدین محمود، مندرجہ حقیقت الرویا، صفحہ 46)

❁ "مقامِ قادیان وہ مقام ہے جس کو خدا تعالیٰ نے تمام دنیا کے لئے ناف کے طور پر فرمایا۔ (حالانکہ یہ مکہ مکرمہ بیت اللہ شریف کے لئے ہے۔ ناقل) اور اس کو تمام جہانوں کے لئے ام قرار دیا ہے۔" (نعوذ باللہ)

(خطبہ بشیر الدین محمود، الفضل قادیان 3 جنوری 1925ء)

❁ "تین شہروں کا نام قرآن شریف میں اعزاز کے ساتھ لکھا ہوا ہے۔ مکہ، مدینہ اور قادیان۔" (نعوذ باللہ) (ازالہ اوہام صفحہ 34، از مرزا لعین، طبع پنجم)

❁ "ہم مدینہ کی عزت کر کے خانہ کعبہ کی ہتک کرنے والے نہیں ہو جاتے۔ اسی طرح قادیان کی عزت کر کے مکہ معظمہ یا مدینہ منورہ کی توہین کرنے والے نہیں ہو سکتے۔ خدا تعالیٰ

نے ان تینوں مقامات (مکہ مکرمہ، مدینہ منورہ، قادیان) کو مقدس کیا اور ان تینوں مقامات کو اپنی تجلیات کے لئے چن لیا۔" (نعوذ باللہ)

(تقریر بشیر محمود، الفضل قادیان 3 ستمبر 1935ء)

"میں تمہیں سچ سچ کہتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے بتادیا ہے کہ قادیان کی زمین بابرکت ہے۔ یہاں مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ والی برکات نازل ہوتی ہیں۔" (نعوذ باللہ)

(بشیر الدین محمود، الفضل 11 دسمبر 1932ء)

"والمسجد الاقصٰی المسجد الذی بناہ المسیح الموعود فی القادیان" مسجدِ اقصیٰ وہ مسجد ہے جو مسیح موعود (مرزا لعین) نے قادیان میں بنایا۔" (نعوذ باللہ)

(ضمیمہ خطبہ الہامیہ صفحہ 21، طبع ربوہ)

"ہمارا جلسہ بھی حج کی طرح ہے۔۔۔ جیسا کہ حج میں رفث فسوق اور جدال منع ہے۔" (نعوذ باللہ)

(خطبہ محمود مندرجہ برکات خلافت صفحہ 5، مجموعہ تقاریر بشیر جلسہ سالانہ 1914ء)

"جیسے احمدیت کے بغیر یعنی (مرزا لعین) کو چھوڑ کر جو اسلام باقی رہ جاتا ہے۔ وہ خشک اسلام ہے۔ اسی طرح اس ظلی حج (جلسہ قادیان) کو چھوڑ کر مکہ والا حج بھی خشک رہ جاتا ہے۔" (نعوذ باللہ)

(پیغام صلح 19 اپریل، 1933ء)

"لوگ معمولی اور نفلی طور پر حج کرنے کو بھی جاتے ہیں۔ مگر اس جگہ (قادیان میں) ثواب زیادہ ہے۔ اور غافل رہنے میں نقصان اور خطر، کیونکہ سلسلہ آسمانی ہے اور حکم ربانی ہے۔" (نعوذ باللہ)

(آئینہ کمالاتِ اسلام صفحہ 352)

علماء و اولیاء اُمت کی توہین:

سیدنا پیر مہر علی شاہ گولڑوی رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق لکھا۔

"مجھے (مرزا لعین) ایک کتاب کذاب کی طرف سے پہنچی ہے۔ وہ خبیث کتاب بچھو کی طرح نیش زن ہے۔ پس میں نے کہا کہ اے گولڑہ کی زمین تجھ پر لعنت ہو تو ملعون (پیر صاحب) کے سبب سے ملعون ہوگئی۔ پس تو قیامت کو ہلاکت میں پڑے گی۔" (نعوذ باللہ)

(اعجاز احمدی صفحہ 75، از مرزا قادیانی لعنۃ اللہ علیہ)

"لومڑی کی طرح بھاگتا پھرتا ہے۔۔۔ جاہل بے حیا۔" (نعوذ باللہ)

(نزول المسیح صفحہ 63، از مرزا قادیانی لعنۃ اللہ علیہ)

❀ "مولانا نذیر حسین دہلوی کے متعلق لکھا کہ وہ گمراہ اور کذاب ہے۔" (نعوذ باللہ)

(انجام آتھم صفحہ 251، از مرزا قادیانی لعنۃ اللہ علیہ)

❀ مولانا عبدالحق دہلوی کے متعلق لکھا کہ وہ لاف زنوں کا رئیس ہے۔ اسی طرح مولانا عبداللہ ٹونکی، مولانا احمد علی محدث سہارنپوری کو بھی۔

(انجام آتھم، صفحہ 251، از مرزا قادیانی لعنۃ اللہ علیہ)

❀ "میں خاتم الاولیا ہوں۔ میرے بعد کوئی ولی نہیں مگر وہ جو مجھ سے ہوگا۔" (نعوذ باللہ)

(خطبہ الہامیہ صفحہ 35، از مرزا قادیانی لعنۃ اللہ علیہ، طبع اوّل)

❀ "جس قدر مجھ سے پہلے اولیاء، ابدال اور اقطاب اس امت میں سے گزر چکے ہیں۔ میں ان سب سے افضل ہوں۔" (مفہوم) (نعوذ باللہ)

(حقیقۃ الوحی صفحہ 391، از مرزا قادیانی لعنۃ اللہ علیہ)

❀ "حضرت مرزا صاحب (لعین)، جمیع اہلِ بیت طیبین، طاہرین، کہ اس میں دیگر اولیاء اللہ و مجددین اُمت بھی شامل ہیں۔ ان سب۔۔۔ بڑھ گئے جو کچھ ان میں متفرق تھا وہ آپ میں مجموعی طور پر آ گیا۔"

(الفضل قادیان جلد 3، صفحہ 107، مورخہ 18 اپریل، 1972ء)

❀ "سو یہ عاجز (مرز العنۃ اللہ) بیان کرتا ہے نہ فخر کے طریق پر بلکہ واقعی طور پر شکر انعمۃ اللہ کہ اس عاجز کو خدا تعالیٰ نے ان ہستیوں پہ فضیلت بخشی کہ جو حضرت مجدد صاحب (الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ) سے بھی بہتر ہیں۔" (نعوذ باللہ)

(حیات احمد جلد 2، نمبر 2، صفحہ 79، مولفہ یعقوب قادیانی لعین)

مسلمانوں کی توہین:

❀ "یہ الہام شائع کیا کہ "جو شخص تیری پیروی نہیں کرے گا اور تیری بیعت میں داخل نہیں ہوگا وہ خدا اور رسول کی نافرمانی کرنے والا جہنمی ہے۔" (نعوذ باللہ)

(اشتہار مرزا غلام احمد قادیانی مندرجہ تبلیغ رسالت جلد 9، صفحہ 27)

تمام مسلمانوں کے لئے فتویٰ کفر:

❀ "کل مسلمان جو حضرت مسیح موعود (مرز العنۃ اللہ) کی بیعت میں شامل نہیں ہوئے۔

خواہ انھوں نے حضرت مسیح موعود (مرزا لعنۃ اللہ) کا نام بھی نہیں سُنا وہ کافر ہیں اور دائرہ اسلام سے خارج ہیں۔" (نعوذ باللہ)

(آئینہ صداقت صفحہ 35، مصنفہ مرزا بشیر الدین محمود احمد)

❁ "ایسا شخص جو موسیٰ کو مانتا ہے۔ مگر عیسیٰ کو نہیں مانتا یا عیسیٰ کو مانتا ہے۔ مگر محمد ﷺ کو نہیں مانتا یا محمد ﷺ کو مانتا ہے۔ مگر مسیح موعود (مرزا لعنۃ اللہ) کو نہیں مانتا وہ نہ صرف کافر بلکہ پکا کافر اور دائرہ اسلام سے خارج ہے۔" (نعوذ باللہ)

(کلمۃ الفصل صفحہ 110، مرزا بشیر احمد بن مرزا غلام احمد قادیانی لعنۃ اللہ، مندرجہ ریویو جلد 14، مارچ، اپریل 1915ء)

❁ "جو میرے مخالف تھے ان کا نام عیسائی، یہودی اور مشرک رکھا گیا۔" (نعوذ باللہ)

(نزول المسیح از مرزا قادیانی)

❁ "جو ہماری فتح کا قائل نہ ہوگا تو صاف سمجھا جائے گا کہ اس کو ولد الحرام بننے کا شوق ہے اور حلال زادہ نہیں۔" (نعوذ باللہ)

(انوار الاسلام صفحہ 30، مصنفہ مرزا قادیانی لعنۃ اللہ علیہ)

❁ "میرے مخالف جنگلوں کے سور ہو گئے اور ان کی عورتیں کتیوں سے بڑھ گئیں۔"

(نعوذ باللہ) (نجم الہدیٰ صفحہ 53، از مرزا غلام احمد قادیانی لعنۃ اللہ)

❁ "تحریک احمدیت اسلام کے ساتھ وہی رشتہ رکھتی ہے جو عیسائیت کا یہودیت کے ساتھ تھا۔" (نعوذ باللہ)

(محمد علی لاہوری قادیانی لعین، منقول از مباحثہ راولپنڈی صفحہ 240)

❁ "میری ان کتابوں کو ہر مسلمان محبت کی نظر سے دیکھتا ہے اور اس کے معارف سے فائدہ اٹھاتا ہے اور میری دعوت کی تصدیق کرتا ہے اور اسے قبول کرتا ہے مگر رنڈیوں (بدکار عورتوں) کی اولاد نے میری تصدیق نہیں کی۔" (نعوذ باللہ)

(آئینہ کمالات اسلام صفحہ 547)

اصل عبارت عربی میں ہے۔ اس کا ترجمہ ہم نے لکھا ہے مرزا کے الفاظ یہ ہیں۔ "الا ذریتہ البغایا" عربی کا لفظ "البغایا" جمع کا صیغہ ہے۔ واحد اس کا بغیہ ہے جس کا معنی بدکار فاحشہ زانیہ ہے۔ خود مرزا نے خطبہ الہامیہ صفحہ 17 میں لفظ بغایا کا ترجمہ بازاری عورتیں کیا ہے اور ایسے ہی انجام آتھم کے صفحہ 282، نور الحق صفحہ 123 میں لفظ بغایا کا ترجمہ نسل بدکاران، زناکار، زن بدکار وغیرہ کیا ہے۔

مسلمانوں سے معاشرتی بائیکاٹ:

"حضرت مسیح موعود (مرزا لعنۃ اللہ) نے اس احمدی پر سخت ناراضگی کا اظہار کیا ہے جو اپنی لڑکی غیر احمدی کو دے۔ آپ کو ایک شخص نے بار بار پوچھا اور کئی قسم کی مجبوریوں کو پیش کیا۔ لیکن آپ (لعنۃ اللہ) نے یہی فرمایا کہ لڑکی کو بٹھائے رکھو، لیکن غیر احمدیوں میں نہ دو۔ آپ (لعنۃ اللہ) کی وفات کے بعد اس نے غیر احمدیوں کو لڑکی دے دی۔ تو حضرت خلیفہ اول حکیم نورالدین (لعین) نے اس کو احمدیوں کی امامت سے ہٹا دیا اور جماعت سے خارج کر دیا اور اپنی خلافت کے چھ سالوں میں اس کی توبہ قبول نہ کی۔ باوجود کہ وہ بار بار توبہ کرتا رہا۔" (نعوذ باللہ)

(انوار خلافت صفحہ 93، 94، مصنفہ بشیر الدین محمود)

"ہم تو دیکھتے ہیں کہ حضرت مسیح موعود (مرزا لعین) نے غیر احمدیوں کے ساتھ صرف وہی سلوک جائز رکھا ہے جو نبی کریم ﷺ نے عیسائیوں کے ساتھ کیا۔ غیر احمدیوں سے ہماری نمازیں الگ کی گئیں۔ ان کو لڑکیاں دینا حرام قرار دیا گیا۔ ان کے جنازے پڑھنے سے روکا گیا۔۔۔ دینی تعلقات کا سب سے بڑا ذریعہ عبادت کا اکٹھا ہونا ہے اور دنیوی تعلقات کا بھاری ذریعہ رشتہ ناطہ ہے۔ سو یہ دونوں ہمارے لئے حرام قرار دیئے گئے۔ اگر کہو کہ ہم کو ان کی لڑکیاں لینے کی اجازت ہے تو میں کہتا ہوں کہ نصاریٰ کی لڑکیاں لینے کی اجازت ہے۔" (نعوذ باللہ)

(کلمۃ الفصل جلد 14، نمبر 4۔ صفحہ 169۔ مصنفہ مرزا بشیر احمد پسر مرزا قادیانی لعین)

"ہمارا یہ فرض ہے کہ غیر احمدیوں کو مسلمان نہ سمجھیں اور نہ ان کے پیچھے نماز پڑھیں۔ کیونکہ ہمارے نزدیک وہ خدا تعالیٰ کے ایک نبی کے منکر ہیں۔" (نعوذ باللہ) (انوارِ خلافت صفحہ 90، از مرزا محمود بن مرزا قادیانی لعنۃ اللہ)

"غیر احمدی مسلمانوں کا جنازہ پڑھنا جائز نہیں۔ حتیٰ کہ غیر احمدی معصوم بچے کا بھی جائز نہیں۔" (نعوذ باللہ)

(انوارِ خلافت صفحہ 93، از مرزا محمود، نیز الفضل مورخہ 21 اگست 1917، الفضل 30 جولائی 1930ء)

"نیز معلوم عام بات ہے کہ چودھری ظفر اللہ خان وزیر خارجہ پاکستان، قائد اعظم محمد علی جناح

کی نماز جنازہ میں شریک نہیں ہوا اور الگ بیٹھا رہا۔ جب اسلامی اخبارات اور مسلمان اس چیز کو منظر عام پر لائے تو جماعتِ احمدیہ کی طرف سے جواب دیا گیا کہ

جناب چودھری محمد ظفر اللہ خان لعنۃ اللہ پر ایک اعتراض یہ کیا جاتا ہے کہ آپ نے قائداعظم کا جنازہ نہیں پڑھا۔ تمام دُنیا جانتی ہے کہ قائداعظم احمدی نہ تھے۔ لہٰذا جماعتِ احمدیہ کے کسی فرد کا ان کا جنازہ نہ پڑھنا کوئی قابلِ اعتراض بات نہیں۔"

(ٹریکٹ صفحہ 22، عنوان احراری علماء کی راست گوئی کا نمونہ، الناشر مہتمم نشر و اشاعت نظارت دعوت و تبلیغ، صدر انجمن احمدیہ ربوہ ضلع جھنگ)

الگ دین، الگ اُمت:

مرزا غلام احمد قادیانی لعنۃ اللہ کے سلسلہ کے تمام لوازم اور مناسبات کو دیکھتے ہوئے اس امر کا فیصلہ کرنے میں کوئی دقت نہیں ہوگی کہ وہ اپنے پیروؤں کو تمام مسلمانوں سے ایک الگ اُمت بنانے میں کس درجہ ساعی و کوشاں ہیں۔ حسب ذیل تصریحات ملاحظہ فرمائیں۔

- "حضرت مسیح موعود (مرزا لعین) کے منہ سے نکلے ہوئے الفاظ میرے کانوں میں گونج رہے ہیں۔ آپ نے فرمایا ہے کہ یہ غلط ہے کہ دوسرے لوگوں سے ہمارا اختلاف صرف وفات مسیح اور چند مسائل میں ہے۔ آپ نے فرمایا۔ اللہ تعالیٰ کی ذات، رسول کریم ﷺ، قرآن، نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ غرض یہ کہ آپ نے تفصیل سے بتایا کہ ایک ایک چیز میں ان سے اختلاف ہے۔" (خطبہ مرزا محمود احمد الفضل جلد 19، صفحہ 13)
- "میں نے اپنے نمائندوں کی معرفت ایک بڑے ذمہ دار انگریز افسر کو کہلوا بھیجا کہ پارسیوں اور عیسائیوں کی طرح ہمارے حقوق بھی تسلیم کیے جائیں۔ جس پر اس افسر نے کہا کہ وہ تو اقلیت ہیں اور تم ایک مذہبی فرقہ ہو۔ اس پر میں نے کہا کہ پارسی اور عیسائی بھی تو مذہبی فرقہ ہیں جس طرح ان کے حقوق علیحدہ تسلیم کیے گئے ہیں اس طرح ہمارے بھی کیے جائیں۔ تم ایک پارسی پیش کر دو، اس کے مقابلہ میں دو دو احمدی پیش کرتا جاؤں گا۔"

(مرزا بشیر الدین محمود کا بیان مندرجہ الفضل 13 نومبر، 1946ء)

مرزائیوں کے قبرستان میں مسلمانوں کا بچہ بھی دفن نہیں ہو سکتا:

- "کیونکہ غیر احمدی جب بلا استثناء کافر ہیں تو ان کے چھ ماہ کے بچے بھی کافر ہوئے

اور جب وہ کافر ہوئے تو احمدی قبرستان میں ان کو کیسے دفن کیا جاسکتا ہے۔"

(اخبارِ پیغام صلح جلد 24، صفحہ 49، مورخہ 13 اگست 1936ء)

یہ ہیں قادیانیوں کے غلیظ کفریہ عقائد۔

لمحہ فکریہ:

اے افراد ملت اسلامیہ! یہ لمحہ فکریہ ہے کہ آج ہمارے ملک پاکستان میں ہر ہر محلے میں مسجد ہے۔

دینی ادارے ہیں۔

مذہبی جماعتیں ہیں۔

رفاعی تنظیمیں ہیں۔

اسلامی عسکری پارٹیاں ہیں۔

اسلامک یوتھ فورسز ہیں۔

اسلامی طلبہ تنظیمیں ہیں۔

حمدیہ نعتیہ بزمیں ہیں۔

مذہبی رسائل ہیں۔

اسلامی صحافت کے علمبردار جرائد ہیں۔

مذہبی اشاعتی ادارے ہیں۔

اسلامک ریسرچ سنٹر ہیں۔

لیکن دینی اداروں کے اس ہجوم میں قادیانی بڑے آرام وسکون سے رہ رہے ہیں۔ اور اپنے ارتدادی مشن میں پوری قوتوں سے سرگرم ہیں۔ اسلام کے متوازی ایک نئی نبوت اور نیا دین لاکر اسلام کی روح "عقیدہ ختم نبوت" پر حملہ آور ہیں اور اپنی مکاری سے مسلمانوں کو مرتد بنا رہے ہیں۔

لیکن یہ مذہبی طبقہ ان کا راستہ نہیں روکتا۔ ان کا مدمقابل نہیں بنتا۔ ان کے ارتدادی تعفن کو محسوس نہیں کرتا۔ ان کے ایمان شکن اور اسلام سوز عقائد کا محاسبہ نہیں کرتا۔ ان کی سازشوں کو طشت ازبام نہیں کرتا۔ عوام الناس کو ان کی زہرناکیوں سے آشنا نہیں کرتا۔ اور اگر کہیں قادیانیت کے دام تزویر میں پھنس کر کوئی مسلمان قادیانی ہوجائے تو اس سے صرف نظر کرتا ہے۔

اگر صرف پاکستانی مذہبی طبقہ قادیانیوں کی سرکوبی کے لئے صرف ایک ہفتہ وقف کردے تو پاکستان میں قادیانی نام کی کوئی خباشت ڈھونڈے سے بھی نہ ملے۔ اور پاکستان قادیانیت کی نحوست سے

پاک ہو جائے۔

لیکن یہ مذہبی طبقہ ایسا کیوں نہیں کرتا؟

شاید وہ قادیانیت کو برائی نہیں سمجھتا؟

شاید وہ قادیانیوں کی ہلاکت خیزیوں اور شر انگیزیوں سے واقف نہیں؟

شاید وہ عقیدہ ختم نبوت کی اہمیت اور نزاکت سے آشنا نہیں؟

شاید حضور خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم سے ان کا جذباتی تعلق نہیں؟

کچھ بھی ہو۔ دنیا اور آخرت کے محاسبے سے ہماری جان نہیں چھوٹتی۔۔۔

کیونکہ حق کو نہ جاننا بھی جرم ہے۔۔

حق کو نہ ماننا بھی جرم ہے۔

حق کی حفاظت نہ کرنا بھی جرم ہے۔

تو آیئے سوچئے۔۔ ہم کتنے بڑے مجرم ہیں۔۔

تحفظ ختم نبوت سے ہماری بے اعتنائی۔۔۔

تحفظ ختم نبوت سے ہماری لاپروائی۔۔۔

تحفظ ختم نبوت سے ہماری بے رخی۔۔۔

تحفظ ختم نبوت سے ہماری چشم پوشی۔۔۔

تحفظ ختم نبوت سے ہماری عدم دلچسپی۔۔۔

ہمارے آقا جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کتنا تڑپا رہی ہے۔ کتنا رلا رہی ہے۔ کتنی اذیت پہنچا رہی ہے؟

راقم السطور اپنے تجربے کی بنیاد پر بڑے وثوق سے یہ کہہ سکتا ہے کہ ہمارے معاشرے میں قادیانیت صرف اس لئے زندہ ہے۔ کہ مسلمان نہیں جانتا کہ:

قادیانیت اسلام کے خلاف کس ہولناک سازش کا نام ہے؟

قادیانیت اسلام کو ملیامیٹ کرنے کے لئے کس طرح مچل رہی ہے؟

قادیانیت اپنے دودھاری خنجر سے کس طرح مسلمانوں کے ایمانوں کی شہ رگ کاٹ رہی ہے؟

قادیانیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شان اقدس میں کیا کیا ہذیان بک رہی ہے؟

قادیانی نبوت پوری دنیا میں نبوت محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کے مقابلہ میں کس طرح متعارف کرائی جا رہی ہے؟

قادیانیت اسلامی شعائر کا کس طرح مثلہ کر رہی ہے؟

اور پھر راقم نے اپنے تجربے کی آنکھوں سے یہ بھی دیکھا کہ جب ایک مسلمان قادیانیت کے کفر کو

جانچ گیا۔ قادیانی عقائد ونظریات سے واقف ہو گیا۔ تو پھر!!!

ایک وقت تھا جب وہ قادیانی کو دیکھ کر دانت نکالتا تھا اب وہ قادیانی کو دیکھ کر دانت پیستا ہے۔

ایک وقت تھا جب وہ قادیانی سے ہاتھ ملاتا تھا اب وہ قادیانی سے دو دو ہاتھ کرنے کے لئے تیار ہے۔

ایک وقت وہ تھا جب وہ اپنے قادیانی دوست کو دیکھ کر خوشی سے اس کی آنکھوں میں چمک آجاتی تھی۔ لیکن اب اس کی آنکھوں میں غیرت کی سرخی آجاتی ہے۔

ایک وقت تھا جب وہ قادیانی کے ساتھ بیٹھ کر کھانا کھالیتا تھا، لیکن آج قادیانی کو دیکھ کر اسے متلی ہونے لگتی ہے۔

ایک وقت تھا جب وہ قادیانی سے گلے ملتا تھا۔ لیکن اب وہ قادیانی کا گلا دبانے کے لئے بے تاب ہے۔

ایک وقت وہ تھا جب وہ قادیانی کا منہ چومتا تھا، لیکن اب وہ قادیانی کے منہ پر تھوکتا ہے۔

علامہ اقبال نے کیا خوب فرمایا ہے۔

ذرا نم ہو تو یہ مٹی بڑی زرخیز ہے ساقی

مسلمانو!

ختم نبوت دین کی اساس ہے۔

ختم نبوت دین کی روح ہے۔

ختم نبوت دین کی آبرو ہے۔

مسلمانو! جو شخص تحفظ ختم نبوت کا کام کرتا ہے!

وہ کلمہ طیبہ کی حفاظت کرتا ہے۔

وہ اللہ کی توحید کی حفاظت کرتا ہے۔

وہ اللہ کے قرآن کی حفاظت کرتا ہے۔

وہ ناموس رسالت کی حفاظت کرتا ہے۔

وہ انبیائے سابقین کی صداقت کی حفاظت کرتا ہے۔

وہ فرشتہ وحی حضرت جبریل علیہ السلام کے امین ہونے کی حفاظت کرتا ہے۔

وہ احادیث رسول ﷺ کی حفاظت کرتا ہے۔

وہ مکہ مکرمہ کی حرمت کی حفاظت کرتا ہے۔

وہ مدینہ منورہ کی عصمت کی حفاظت کرتا ہے۔

وہ حج بیت اللہ کی عظمت کی حفاظت کرتا ہے۔

وہ روضہ رسول ﷺ کی ناموس کی حفاظت کرتا ہے۔

وہ صحابہ کرام علیہم الرضوان کی عزتوں کی حفاظت کرتا ہے۔

وہ اہل بیت کے تقدس کی حفاظت کرتا ہے۔

وہ ملت اسلامیہ کے ایمان کا چوکیدار ہے۔

وہ وحدت امت کا نقیب ہے۔

وہ اسلامی فکر جہاد کا علمبردار ہے۔

وہ پاکستان کی نظریاتی اور جغرافیائی سرحدوں کا محافظ ہے۔

وہ وطن عزیز کے خلاف سازشیں کرنے والے غداروں کے لئے مجاہد کبیر ہے۔

وہ یہود و نصاریٰ کی خطرناک چالوں کو ناکام بنانے والا بیدار مغز سپاہی ہے۔

اور جو شخص تحفظ ختم نبوت کا کام نہیں کرتا۔ وہ ان تمام اسلامی عظمتوں سے پہلوتہی کرتا ہے۔ منہ موڑتا ہے۔ بے رغبتی کا مظاہرہ کرتا ہے۔۔۔!!!

کیونکہ یہی عہد حاضر کا سب سے بڑا جہاد ہے۔

یہی وقت کی آواز ہے۔

یہی اسلام کی صدا ہے۔

یہی عشق رسول ﷺ کی دلیل ہے۔

اور یہی شفاعت رسول ﷺ کا ذریعہ ہے۔

تو آیئے۔۔۔ اسلام کی اس صدا پر۔۔۔ جہاد کی اس پکار پر لبیک لبیک کہتے ہوئے گلی گلی، کوچہ کوچہ، قریہ قریہ، بستی بستی، گاؤں گاؤں، شہر شہر اور ملک ملک تحفظ ختم نبوت کی روشنی بکھیر دیں۔

صدائے حق کی جرأت سے تو زندہ کر زمانے کو
کہ تیرے ساتھ دنیا میں ہزاروں دل دھڑکتے ہیں

اے افراد ملت اسلامیہ! اٹھو اللہ کے لئے۔۔۔ اللہ کے رسول کے لئے۔۔۔ اللہ کے دین کے لئے۔۔۔

جاگو۔۔۔ اور جگاؤ۔۔۔ اور قادیانیوں سے برسرپیکار ہو جاؤ۔

اے میرے مسلمان بھائیو! حضور سرور عالم ﷺ کا ایک فرمان خصوصی توجہ سے سنئے۔ ہمارے آقا ﷺ نے فرمایا

"جو لوگ منکر کو دیکھیں اور بدلنے کی کوشش نہ کریں تو بعید نہیں کہ اللہ تعالیٰ برائی کرنے والوں اور اس کے دیکھنے والوں کو ایک ہی عذاب میں لپیٹ لے۔"

مسلمانو! اس وقت روئے زمین پر قادیانیت سے بڑھ کر برائی کیا ہوگی۔۔ اور اس برائی کو دیکھ کر خاموش رہنے والے لوگوں سے بڑھ کر مجرم کون ہوں گے۔۔۔

آؤ دیکھتے ہیں، کہیں میں مجرم تو نہیں۔۔۔ کہیں آپ مجرم تو نہیں۔۔۔

آؤ جلدی سے اپنی شناخت پریڈ کرتے ہیں۔۔۔

مبادا کہیں اللہ کے عذاب کی بجلیاں کڑک پڑیں۔۔۔

کہیں اللہ کے عذاب کے بادل شعلوں کی بارش برسا دیں۔

کہیں فرشتے زمین کے اس ٹکڑے کو اٹھا کر آسمان پر لے جائیں اور پھر اسے نیچے پٹخ دیں۔

جلدی کیجئے۔۔۔ جلدی کیجئے۔

چوکھٹے قبروں کے خالی ہیں انہیں مت بھولو
جانے کب کون سی تصویر سجا دی جائے

ایمان و کفر

ایمان اسے کہتے ہیں کہ سچے دل سے ان سب باتوں کی تصدیق کرے جو ضروریات دین ہیں۔ اور کسی ایک ضروری دینی کے انکار کو کفر کہتے ہیں۔ اگرچہ باقی تمام ضروریات کی تصدیق کرتا ہو۔ ضروریات دین و مسائل دینی ہیں جن کو ہر خاص و عام جانتے ہوں۔ جیسے اللہ عزوجل کی وحدانیت انبیاء کی نبوت، جنت و نار، حشر و نشر وغیرہا۔ مثلاً یہ اعتقاد کہ حضور اقدس ﷺ خاتم النبین ہیں۔ حضور کے بعد کوئی نیا نبی نہیں ہو سکتا۔ عوام سے مراد وہ مسلمان ہیں جو طبقہ علماء میں نہ شمار کئے جاتے ہوں مگر علماء کی صحبت سے شرفیاب ہوں اور مسائل علمیہ سے ذوق رکھتے ہوں۔ (بہار شریعت)

عرفان محمود برق (نومسلم، سابق قادیانی)

میرا قبول اسلام

ماہنامہ ''کنز الایمان'' کے لئے خصوصی ایمان افروز اور چشم کشا تحریر

جناب عرفان محمود برق صاحب جو روزنامہ تبصرہ کے ایڈیٹر بھی ہیں، چند سال قبل انہوں نے اور ان کے خاندان کے کئی افراد نے پوری تحقیق اور مطالعہ کے بعد قادیانیت چھوڑ کر اسلام قبول کرلیا۔ ان کی زندگی قادیانیت کے کفریہ و باطل عقائد کی نقاب کشائی اور عقیدۂ ختم نبوت صلی اللہ علیہ وسلم کے فروغ و بلاغ کے لئے وقف ہے۔ ان کا کہنا ہے کہ مسلمان علماء و زعماء اور محققین نے قادیانیت اور مرزا قادیانی کے بارے میں جو کچھ لکھا، انہوں نے حقیقتاً انہیں اس سے زیادہ کاذب اور زندیق پایا کیونکہ ان کے پاس قادیانی ذریت کی اصل کتابیں موجود ہیں۔ آئیے گھر کے اس بھیدی کی زبانی قادیانی فتنے سے آگاہی حاصل کریں۔

(ادارہ)

میرا قبول اسلام:

میری حیات مستعار میں ایک وقت ایسا بھی گزرا ہے کہ جب میں نے مرزا غلام احمد قادیانی کی تعریف میں ایک مضمون قلم بند کیا تھا۔ مرزا قادیانی سے میری عقیدت کیشی کسی علمی سطح یا حقیقت شناسی کی بناء پر نہ تھی بلکہ محض وراثت کی ایک اندھی تقلید تھی۔ جس نے میری نگاہوں سے تصویر کے دوسرے رخ کو مکمل طور پر چھپا رکھا تھا۔

اُس دور میں مسلمانوں کے عوامی حلقوں سے اکثر یہ باتیں میرے کانوں سے ہوتی ہوئیں آئینہ ذہن سے جا ٹکراتیں کہ مرزا قادیانی ایک بدسیرت جھوٹا مدعی نبوت تھا جس کی ساری زندگی بدکاریوں اور سیاہ کاریوں کی دلدلوں میں پھنسی ہوئی تھی۔ لیکن ان گوش گزاریوں کو میں فراموشیوں کے سپرد کرنا ہی لازم سمجھتا تھا۔ کیونکہ میرے نزدیک اس طرح کے معترضین کے اعتراضات زیادہ تر بے بنیاد اور بلا دلیل

ہوتے تھے اور اگر کوئی دلیل دی بھی جاتی تو اُن قادیانی کتب سے جن کے نام ہی میں پہلی دفعہ سنتا تھا اس لئے یہ باتیں میری عدم توجہ کا باعث بنتیں۔ تاہم اس سے ایک بڑا فائدہ یہ ہوا کہ میں نے ایک روز انتہائی سوچ و بچار کے بعد نگاہ منصفانہ سے تحقیق کا دامن پکڑنے کا فیصلہ کیا اور اُن کتابوں کی تلاش شروع کر دی جن سے معترضین مرزا قادیانی کے کردار اور اس کی تحریرات پر اعتراضات کرتے تھے۔ ان کتابوں میں مرزا قادیانی کی اپنی اور اس کے مریدوں کی کتابیں شامل تھیں۔

آخر ایک مدت کی جاں فشانیوں اور عرق ریزیوں کے بعد میں چند کتابیں حاصل کرنے میں کامیاب ہو گیا۔ پھر خالی الذہن ہو کر مع سیاق و سباق اُن کتب کا مطالعہ کیا گیا تو میری حیرت کی انتہا نہ رہی کہ فی الحقیقت اُن کتب کی تحریرات سے یہی عیاں ہوتا تھا کہ مرزا قادیانی انگریز کا لے پالک اور جھوٹا مدعی نبوت تھا جس کی شخصیت چالبازیوں، دھوکا دہیوں، سیاہ کاریوں اور بہت سی منفی عادات کی گرد سے اٹی ہوئی تھی۔ میں جیسے جیسے مبداء فیاض کی ذرہ نوازیوں سے ان حقائق سے آگاہ ہوتا گیا ویسے ویسے مرزا قادیانی سے میری چاہت و رغبت کے تمام بخیے اُدھڑتے چلے گئے اور آخر ایک دن کچے دھاگے کی طرح ہمیشہ کے لئے ٹوٹ گئے۔

میری گلشن اسلام میں داخل ہونے کی ایک بڑی وجہ میرے وہ خواب بھی تھے۔ جو میری دلی دلچسپی کے لئے چراغ راہ ثابت ہوئے۔ خاص طور پر ایک خواب تو مجھے اس دور میں آیا جب میں تقریباً تیرہ چودہ برس کا تھا۔ میں کیا دیکھتا ہوں کہ

حبیب کبریا حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے محلے میں تشریف لائے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ آپ کے چند صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بھی تھے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنے دست مبارک میں پھلوں کا ایک طشت اٹھائے ہوئے بعض گھروں میں پھل بانٹ رہے ہیں۔ لیکن جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہماری گلی میں جلوہ افروز ہوتے ہیں۔ تو پھل بانٹتے بانٹتے ایک قادیانیوں کے گھر سے پچھلے گھر کے پاس ہی رک جاتے ہیں اور آگے نہیں بڑھتے۔ میں اپنے گھر کے دروازے میں کھڑا یہ دیکھ کر یک لخت پریشان ہو جاتا ہوں کہ حضور رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم آگے کیوں نہیں تشریف لا رہے؟ پھر جیسے ہی آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی نظر رحمت سے میری طرف دیکھ کر تبسم فرماتے ہیں اور واپس مڑ جاتے ہیں تب ساری بات میری سمجھ میں آجاتی ہے اور میری ساری پریشانی فوراً چھٹ جاتی ہے اور میں خوش ہو جاتا ہوں۔ اتنے میں میری آنکھ کھل جاتی ہے۔

دوسرا خواب میں نے اس وقت دیکھا جب میں قادیانیت کے متعلق کافی تحقیق کر چکا تھا اور اس کو بہت حد تک جھوٹا گردان چکا تھا۔ اس خواب میں میں نے دیکھا کہ

ایک بہت بڑا چٹیل میدان ہے۔ سورج کی آتشی کرنوں سے زمین کا سینہ بہت تپ چکا ہے۔ مجھ سے کچھ فاصلے پر آگ کا ایک بہت بڑا الاؤ روشن ہے جو مزید گرمی کا باعث بن رہا ہے۔ اتنے میں ایک خوفناک قسم کا فرشتہ قادیانیوں کے جھوٹے نبی مرزا قادیانی کو اپنے بائیں ہاتھ میں پکڑے میری طرف آتا ہے اور اپنے دائیں ہاتھ سے میری بھی کلائی پکڑ کر اُس آگ کی جانب دوڑنا شروع کر دیتا ہے۔ میں اُس سے اپنی کلائی چھڑانے کی بہت کوشش کرتا ہوں۔ لیکن وہ نہیں چھوڑتا اور آگ کی طرف بھاگتا چلا جاتا ہے۔ جیسے جیسے ہمارے اور اُس آگ کے درمیان فاصلہ سمٹتا جاتا ہے ویسے ویسے گرمی کی شدت بھی بڑھتی چلی جاتی ہے۔ آخر وہ فرشتہ یک لخت مجھے چھوڑ دیتا ہے اور میں قلابازیاں کھاتا ہوا زمین پر گر جاتا ہوں۔ گرنے کے فوراً بعد میں جیسے ہی سر اٹھا کر اُس فرشتے کی جانب دیکھتا ہوں تو وہ الاؤ کے بہت قریب پہنچ کر مرزا قادیانی کو اُس میں پھینک دیتا ہے۔ آگ بھوکے شیر کی طرح مرزا قادیانی پر جھپٹتی ہے اور اسے اپنے اندر گہرائی میں لے جاتی ہے۔ اس کے ساتھ ہی میرے منہ سے ایک زوردار چیخ نکلتی ہے اور میں گھبرا کر اُٹھ جاتا ہوں۔ میرا سارا جسم پسینے سے شرابور ہو جاتا ہے۔ بیدار ہونے کے فوراً بعد میں نے بغیر کوئی لمحہ ضائع کئے قادیانیت پر مکمل لعنت بھیجی اور اسلام قبول کر لیا۔ الحمدللہ۔

میرے قبول اسلام کے بعد جو مخالفت کی تیز و تند آندھیاں چلیں اور ایمان کو خش و خاشاک کی طرح بہا لے جانے والے سیلاب آئے ان میں حائل اگر خدائے لم یزل کی عطا کردہ ثابت قدمی اور حضور رحمتِ عالمیان ﷺ کی نگاہ فیضان نہ ہوتی تو یقیناً ایسی پیش آمدہ چیرہ دستیوں سے میرا ایمان چراغ سحری کی طرح ٹمٹمانے کے بعد کبھی کا گل ہو چکا ہوتا۔

میرے اسلام قبول کرنے کی خبر قادیانیوں میں جنگل کی آگ کی طرح پھیل گئی۔ انھیں میرا قبول اسلام نہایت گراں گزرا۔ اس مسئلے کے فوری حل کے لئے انہوں نے اپنے لاہور کے سب سے بڑے سینٹر اور عبادت خانے دار الذکر میں اپنے جماعتی عہدے داران، مربیوں (قادیانی پنڈتوں) اور ہمارے گھر کے بعض ذمہ دار افراد کا اجلاس طلب کیا۔ اس اجلاس میں مختلف قادیانی پنڈتوں کی ڈیوٹی لگا دی گئی کہ انہوں نے ہر روز مجھے میرے گھر میں جا کر اس بات کا درس دینا ہے کہ اس دنیا میں صرف قادیانیت ہی ایک سچا مذہب ہے اور مسلمانوں والا اسلام نہایت لعنتی ہے۔ (نعوذ باللہ) اس اجلاس میں جماعتی عہدے داران نے میرے باپ اور بھائیوں کو بھی خوب ملامت کی کہ ان سے ایک بچہ نہیں سنبھالا گیا۔ اگر اس کے بگڑتے ہوئے عقائد کو اپنے رعب کے پہیے تلے کچل دیا ہوتا تو اس کی کیا جرأت تھی کہ وہ غیر

احمدیت (اسلام) قبول کرتا۔ لہٰذا میرے باپ اور بھائیوں کی سزا یہ تجویز کی گئی کہ انہیں اب ہر صورت میں مجھے قادیانیت کے اندھے کنوئیں میں دوبارہ دھکیلنا ہے۔ چاہے اس سلسلے میں انھیں سخت سے سخت اقدامات کرنے پڑیں یا بڑی سے بڑی لالچ بھی دینی پڑے تو کوئی پرواہ نہیں۔ اجلاس کے فوراً بعد قادیانی پنڈتوں اور ہمارے گھر والوں نے اپنے مشن کا آغاز کر دیا۔ اب ہر روز ہمارے گھر میں کوئی نہ کوئی قادیانی پنڈت آتا اور مجھے سمجھانے کی سرتوڑ کوششیں کرتا کہ قادیانیت ایک زندہ مذہب ہے جس کا نام اسلام ہے اور مسلمانوں والا اسلام ایک مردہ اسلام ہے۔ اب جس نے نجات کا لباس پہننا ہے وہ پہلے مرزا قادیانی کو اللہ کا نبی اور رسول مانے تب اسے جنت ملے گی وگرنہ وہ کافر اور جہنمی ہی رہے گا۔ مجھ سے جہاں تک ممکن ہوتا قادیانی پنڈت کو اس کی خرافات کا جواب دیتا اور وہ کوئی بات بنتی نہ دیکھ کر واپس چلا جاتا۔

ایک طرف قادیانی پنڈت میرے ایمان کے ننھے پھولوں کو مسلنے کی کوششوں میں مصروف تھے تو دوسری طرف ہمارے گھر والوں کے بدلتے رویے بپھری ہوئی آندھیاں بن کر میرے دل میں روشن ختم نبوت کے چراغ کو گل کرنے کی کوششوں میں سرگرم عمل تھے۔ اس سلسلے میں کبھی تشدد کے حربے استعمال کیے جاتے تو کبھی لالچ کے ہتھیاروں سے کام لیا جاتا، کبھی بائیکاٹ کا خوف دلایا جاتا۔ کبھی جائیداد سے عاق کرنے کی دھمکیاں دی جاتیں۔ لیکن اللہ رب العزت کی عطا کردہ ثابت قدمی کے پہاڑ کے آگے ان ارتدادی آندھیوں کا کوئی زور نہ چلتا اور میرا ایمان مزید قوی ہوتا جاتا۔

وہ فکر جس کے باعث میرے ماتھے پر تشویش کی سلوٹیں پڑتیں اور میں راتوں کو بے چینی سے کروٹیں بدلتا وہ یہ تھی کہ کسی طرح ہمارے گھر والے خصوصاً میری زندگی کی سب سے عظیم ہستی میری پیاری ماں اسلام کے مہکتے گلستان میں داخل ہو جائے اور جہنم کے بھڑکتے شعلوں سے بچ جائے۔ لہٰذا میں نے ہمت کر کے سب سے پہلے اپنی پیاری ماں کو اسلام کی دعوت دینی شروع کی ایک تو وہ پہلے ہی مجھ سے ناراض تھیں اور دوسرا اس دعوت کی وجہ سے مزید ناراض ہو گئیں۔ لیکن میں نے ہمت جاری رکھی اور انھیں قادیانیوں کی کتابوں میں چھپے کفریہ عقائد سے آگاہ کرتا گیا جن میں مرزا قادیانی کو محمد رسول اللہ، اس کی بیہودہ گوئیوں کی وحی اللہ، اس کی فضول باتوں کو حدیث نبوی، اس کی غلیظ حرکتوں کو سنت رسول، اس کی فاحشہ بیویوں کو امہات المومنین اس کے گمراہ خاندان کو اہل بیت، اس کے بدکار ساتھیوں کو صحابہ کرام، اس کے درندہ صفت خلفاء کو خلفائے راشدین، اس کے گندے شہر (قادیان) کو مدینہ منورہ اور مکہ معظمہ سے بھی افضل لکھا گیا تھا۔ (نعوذ باللہ) اس تبلیغ کا اثر میری پیاری ماں پر یہ ہوا کہ خدا کی رحمت سے وہ رفتہ رفتہ سمجھتی گئیں کہ قادیانیت اسلام کے خلاف کتنا بڑا فراڈ ہے۔ آخر انہوں نے میرے ہاتھ پر پوشیدہ طور پر اسلام قبول کر لیا اور مرزا قادیانی پر لعنت بھیج دی۔ الحمد للہ۔

قبولِ اسلام کے کچھ عرصہ بعد انھوں نے ایک خواب دیکھا کہ

وہ اپنے ہاتھوں میں دو آم پکڑے ہوئے ہیں اور ایک خوفناک قسم کی کتیا ان سے وہ آم چھیننے کی کوشش کر رہی ہے۔ آپ دوڑ رہی ہیں اور وہ کتیا متواتر آپ کا پیچھا کر رہی ہے۔ دوڑتے دوڑتے آپ ایک چمنستان میں داخل ہو جاتی ہیں اور کتیا یہ دیکھ کر واپس مڑ جاتی ہے۔

یہ خواب میری پیاری ماں نے مجھے سنایا تو میں نے اس کی تعبیر انھیں یہ بتائی کہ آموں یعنی پھلوں سے مراد بیٹے ہیں اور کتیا سے مراد وہ قادیانی مبلغہ ہے جو ہمارے گھر میں ہمیں مرزائیت کی تبلیغ کرنے آتی ہے وہ آپ کے اور آپ کے دو بیٹوں کے پیچھے زیادہ پڑی ہوئی ہے۔ کیونکہ اسے اسی طرف سے زیادہ خطرہ محسوس ہو رہا ہے۔ لیکن خدا تعالیٰ نے آپ کو اور آپ کے دو بیٹوں کو اس کتیا یعنی قادیانی مبلغہ کے شر سے بچالیا ہے۔ مجھے امید ہے کہ آپ کی زندگی میں اللہ تعالیٰ میرے ایک بھائی کو بھی اسلام کی دولت عطا فرمائے گا۔ اس خواب کے چند ماہ بعد اللہ پاک نے اپنی رحمت کے موتی میرے ایک بھائی کی جھولی میں بھی گرا دیئے اور میری پیاری ماں کا ایمان شاہین بن کر بلندیوں کو پہنچ گیا۔

وہ وقت میں کبھی نہیں بھول سکتا جب میری اشکوں کی رم جھم ساری رات میری پیاری ماں کے سرہانے کو بھگوتی رہی اور خدا تعالیٰ سے یہ فریاد کرتی رہی کہ وہ انھیں لمبی زندگی عطا فرمائے۔ انھیں دل کا شدید اٹیک ہوا تھا اور ڈاکٹروں نے نا اُمیدی کا اظہار کیا تھا۔ ساری رات میری پیاری ماں ہسپتال میں شدت درد سے تڑپتی رہیں اور میں اکیلا اُن کے سرہانے درود وسلام کا ورد کرتا رہا اور اُن کی زندگی کے لئے دعائیں کرتا رہا۔ لیکن افسوس اُن کی زندگی نے ان سے وفا نہ کی اور وہ مجھے اپنی ممتا سے محروم کر کے یونہی روتا ہوا چھوڑ گئیں۔ اور 18 جولائی بروز جمعہ 2003ء کی صبح اپنے خالقِ حقیقی سے جا ملیں۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

وفات سے ایک گھنٹہ قبل انہوں نے میرے پوچھنے پر دوبارہ اس بات کا اقرار کیا تھا کہ وہ قادیانی نہیں ہیں اور ساتھ یہ تاکید بھی کی تھی کہ اگر مجھے کچھ ہو جائے تو مسلمان میرا جنازہ پڑھیں اور مجھے مسلمانوں کے قبرستان میں دفن کیا جائے۔ جب میں نے اپنے گھر والوں کے سامنے وصیت کا ذکر کیا تو انھوں نے یقین نہ کیا اور اپنے قبرستان میں قبر کی کھدائی کا آرڈر دے دیا۔ قادیانی پنڈت اور قادیانی رشتے دار ہمارے گھر میں اکھٹے ہونے شروع ہو گئے۔ لیکن میں نے موقع کی نزاکت کو بھانپتے ہوئے اپنے دوستوں اور اہلِ محلہ میں یہ اعلان کر دیا کہ میری ماں مسلمان تھیں اور ان کی یہ وصیت تھی کہ مسلمان میرا جنازہ پڑھیں۔ اس اعلان کے سننے کی دیر تھی کہ ہماری ساری گلی مسلمان مجاہدین سے بھر گئی۔ میرے دوستوں نے مزید رابطے کر کے پورے شہر کے نامور علماء کرام کو بھی اکٹھا کر لیا۔ عظیم سکالر، پروانہ ختم نبوت جناب محمد طاہر عبدالرزاق صاحب بھی پہنچ گئے۔ خطیب ختم نبوت جناب مولانا غلام حسین کلیالوی

مدظلہ العالی نے جنازہ پڑھایا اور میری پیاری ماں کو لاہور کے مشہور قبرستان بدھو آوا میں دفن کر دیا گیا۔ درجنوں کی تعداد میں قادیانی پاس کھڑے یہ سارا منظر دیکھتے رہے لیکن کسی کی جرأت نہ ہوئی کہ وہ جنازے کی چارپائی کو ہاتھ بھی لگا سکے۔ یا کسی بھی قسم کی کوئی مداخلت کر سکے۔

وفات کے بعد اکثر میری پیاری ماں مجھے میرے خوابوں میں نہایت خوشنما جگہوں پر ملتی رہتی ہیں۔ اور یہ حوصلہ دیتی رہتی ہیں کہ میرے لال مرتے دم تک ہمت نہ ہارنا۔ مشکلات اور پریشانیوں سے کبھی مت گھبرانا، اپنے گھر والوں اور دوسرے قادیانیوں کو دعوت و تبلیغ کرتے رہنا۔ اس سے خدا تعالیٰ اور حبیب خدا صلی اللہ علیہ وسلم بہت خوش ہوتے ہیں۔

اگر جہنم کا داروغہ اہل دنیا پر ظاہر ہو تو زمین کے رہنے والے کل کے کل اس کی ہیبت سے مر جائیں۔ اور بقسم بیان کیا کہ اگر جہنمیوں کی زنجیر کی ایک کڑی دنیا کے پہاڑوں پر رکھ دی جائے تو کانپنے لگیں اور انہیں قرار نہ ہو یہاں تک کہ نیچے زمین تک دھنس جائیں۔ یہ دنیا کی آگ (جس کی گرمی اور تیزی سے کون واقف نہیں کہ بعض موسم میں تو اس کے قریب جانا شاق ہوتا ہے پھر بھی یہ آگ) خدا سے دعا کرتی ہے کہ اسے جہنم میں پھر نہ جائے مگر تعجب ہے انسان سے کہ جہنم میں جانے کا کام کرتا ہے اور اس آگ سے نہیں ڈرتا جس سے آگ بھی پناہ مانگتی ہے۔ دوزخ کی گہرائی کو خدا ہی جانے کہ کتنی گہری ہے۔ حدیث میں ہے کہ اگر پتھر کی چٹان جہنم کے کنارے سے اس میں پھینکی جائے تو ستر برس میں بھی تہ تک نہ پہنچے گی۔ اور اگر انسان کے سر برابر سیسہ کا گولا آسمان سے زمین کو پھینکا جائے تو رات آنے سے پہلے زمین تک پہنچ جائے گا حالانکہ یہ پانسو برس کی راہ ہے۔ پھر اس میں مختلف طبقات و وادی اور کوئیں ہیں۔ بعض وادی ایسی ہیں کہ جہنم بھی ہر روز ستر مرتبہ یا زیادہ ان سے پناہ مانگتا ہے۔ یہ خود اس مقام کی حالت ہے اگر اس میں اور کچھ عذاب نہ ہوتا تو یہی کیا کم تھا مگر کفار کی سرزنش کے لئے اور طرح طرح کے عذاب مہیا کئے۔ لوہے کے ایسے بھاری گرزوں سے فرشتے ماریں گے کہ اگر کوئی گرز زمین پر رکھ دیا جائے تو تمام جن و انس جمع ہو کر اس کو اٹھا نہیں سکتے۔ اونٹ کی گردن برابر بچھو اور اللہ جانے کس قدر بڑے سانپ کہ اگر ایک مرتبہ کاٹ لیں تو اس کی سوزش، درد، بے چینی ہزار برس تک رہے۔ (بہار شریعت)

عرفان محمود برق (نومسلم، سابق قادیانی)

مرزا قادیانی ایک جعلی حکیم خطرہ جان

حق وصداقت کی شمع سے فروزاں خدا تعالیٰ کا پیغمبر تو اُس کی رضاجوئی کے تابع رہتا ہے اور تمام علوم بھی اُسی عالم الغیب سے سیکھتا ہے لیکن ابلیسی نبوت کا اُستاد شیطان ملعون اور شیطان صفت انسان بنتے ہیں۔ جھوٹا مدعی نبوت مکتب بھی جاتا ہے اپنے استادوں سے گالیاں بھی سنتا ہے اور مرغا بن کر جوتے بھی کھاتا ہے، جیسے کہ مرزا قادیانی جوان تمام عوامل سے گزر کر فرنگی کے اشارہ ابرو پر مدعی نبوت ہوا۔ مرزا قادیانی نے طب کی بعض کتابیں اپنے باپ سے پڑھیں تھیں۔ وہ اپنی کتاب ''کتاب البریہ'' میں لکھتا ہے۔

''میں نے فن طبابت کی چند کتابیں اپنے والد سے جو ایک نہایت حاذق طبیب تھے، پڑھیں۔'' (کتاب البریہ، حاشیہ صفحہ 150)

طب جیسے حساس شعبے میں اتنی محدود معلومات کے ہوتے ہوئے مرزا قادیانی نے ستم یہ ڈھایا کہ وہ خود مسند معالجت پر آبیٹھا اور مختلف امراض کی ادویات سازی کرنے لگ گیا۔ جہلا نے سمجھا کہ شاید یہ بڑے حکیم صاحب ہیں اور غیبی خبریں رکھتے ہیں اس لئے ان کی دی ہوئی دوا ضرور اکسیر اعظم کا درجہ رکھے گی۔ چنانچہ انھوں نے یہ سوچ کر مرزا قادیانی سے مختلف امراض کی ادویات لینی شروع کردیں۔

جب تریاق الٰہی ذلت و رسوائی بن گئی:

اسی دور میں ایک دفعہ ہندوستان میں طاعون کی وبا پھوٹی اس موقع پر مرزا قادیانی نے یہ پیشگوئی جھاڑی کہ اُسے الہام ہوا ہے کہ قادیان طاعون سے محفوظ رہے گا۔ مرزا قادیانی کے الفاظ یوں تھے۔

''ما کان اللہ یعذ بھم وانت فیھم انہ اوی القریۃ۔ ولا الا کرام لھلک المقام'' خدا ایسا نہیں ہے کہ قادیان کے لوگوں کو عذاب دے حالانکہ تو ان میں رہتا ہے۔ وہ اس گاؤں کو طاعون کی دست برد اور اس تباہی سے بچائے گا۔ اگر تیرا پاس مجھے نہ ہوتا اور تیرا اکرام مدنظر نہ ہوتا تو میں اس گاؤں کو ہلاک کردیتا۔'' (تذکرہ، صفحہ 436)

''اور وہ قادر خدا قادیان کو طاعون کی تباہی سے محفوظ رکھے گا تو تم سمجھو کہ قادیان اسی لئے

محفوظ رکھی گئی کہ وہ خدا کا رسول اور فرستادہ قادیان میں تھا۔"

(دافع البلاء، صفحہ 4، 5، در روحانی خزائن جلد 18، صفحہ 265، 266، از مرزا)

مرزا قادیانی کی اس پیشگوئی نے پورا ہونے سے صاف انکار کر دیا اور مرزا کی مزید ذلت و رسوائی کا سبب بن گئی۔ قادیان میں طاعون کی وبا اس قدر زور سے حملہ آور ہوئی کہ قادیانیوں کو خش و خاشاک کی طرح بہا کر لے گئی اور مرزا قادیانی سمیت اُس کے اُمتی چیخ اُٹھے۔

"اے خدا ہماری جماعت سے طاعون کو اٹھا لے۔"

(اخبار بدر قادیان، 4 مئی 1905ء)

ایک دفعہ کسی قدر شدت سے طاعون قادیان میں ہوئی۔

(حقیقۃ الوحی صفحہ 232، در روحانی خزائن جلد 22، صفحہ 233 از مرزا قادیانی)

قادیان میں طاعون کی وباء پھوٹنے کی وجہ سے مرزا قادیانی کے گرد پھر مریضوں کا ہجوم لگ گیا۔ ایسی صورت میں مرزا قادیانی نے اپنی حکیمی جھاڑتے ہوئے بھنگ کا گھوٹا پی کر ایک دوائی تیار کی جسے "تریاق الٰہی" کے نام سے موسوم کیا گیا اس دوائی کی تیاری میں مرزا نے طب سے بے بہرہ وری اور حقیقت ناشناسی کا ثبوت یوں بہم پہنچایا کہ جتنی بھی دیسی انگریزی ادویات ہاتھ لگتی گئیں انھیں اکٹھی کر کے مکس کرواتا گیا اور آخر بہت سی فالتو، حرام، مکروہ، غیر ضروری اور ضرر رساں ادویات کا معجون قاتل تیار کر ڈالا۔ مرزا قادیانی کے بیٹے مرزا بشیر احمد قادیانی نے اس بات کا اقرار یوں کیا ہے کہ:

"ڈاکٹر میر محمد اسمٰعیل صاحب نے مجھ سے بیان کیا کہ حضرت مسیح موعود (مرزا قادیانی) نے طاعون کے ایام میں ایک دوائی "تریاق الٰہی" تیار کرائی تھی۔ حضرت خلیفہ اول نے ایک بڑی تھیلی یاقوتوں کی پیش کی۔ وہ بھی سب پسوا کر اس میں ڈلوا دیئے۔ لوگ کوٹتے پیستے تھے۔ آپ اندر جا کر دوائی لاتے اور اس میں ملواتے جاتے تھے۔ کونین کا ایک بڑا ڈبہ لائے اور وہ بھی سب اسی کے اندر الٹا دیا۔ اسی طرح وائیم پی کی ایک بوتل لا کر ساری الٹ دی (مگر چند سطور بعد مرزا بشیر احمد قادیانی اس بات کا بھی اقراری ہے کہ) طبی تحقیق کرنے والوں کے لئے علیحدہ علیحدہ چھان بین بھی ضروری ہوتی ہے۔ تا کہ اشیاء کے خواص متعین ہو سکیں۔

(سیرت المہدی، حصہ سوم صفحہ 318، 319)

حکیم نور الدین کا اقرار:

جب حکیم نور الدین (خلیفہ قادیان) نے مرزا قادیانی کی یہ احمقانہ حرکت دیکھی تو بے ساختہ اس

نے بھی کہہ ہی دیا کہ مرزا قادیانی کی یہ بنائی ہوئی دوا کسی طبی فائدے کی بجائے غیر جاندار اور بے اثر ہے ملاحظہ ہو۔

مرزا بشیر احمد قادیانی سیرت المہدی میں لکھتا ہے:

''تریاق الٰہی'' میں مرزا قادیانی نے دیسی انگریزی اتنی دوائیاں ملا دیں کہ حضرت خلیفہ اول (حکیم نورالدین) فرمانے لگے کہ طبی طور پر تو اب اس مجموعہ میں کوئی جان اور اثر نہیں رہا۔ (سیرت المہدی حصہ سوم 218)

الٹی ہو گئیں سب تدبیریں:

مرزا قادیانی کے بنائے ہوئے اس ضرر رساں نسخے جسے ''تریاق الٰہی'' کا اعزاز حاصل تھا لوگوں نے کثیر تعداد میں استعمال کیا۔ لیکن صحت کے ان طلب گاروں کے ساتھ مرزا قادیانی کی روحانیت اور اس کے ''تریاق الٰہی'' نے کیا سلوک کیا؟ پڑھیے۔ مرزا قادیانی لکھتا ہے:

''اس جگہ (قادیان) زور طاعون کا بہت ہو رہا ہے۔ کل آٹھ آدمی مرے تھے اللہ تعالیٰ اپنا فضل و کرم کرے۔'' (مرزا قادیانی کا مکتوب محررہ 16، اپریل 1906ء)

- ''قادیان میں ابھی تک کوئی نمایاں کمی نہیں ہے۔ ابھی اس وقت جو لکھ رہا ہوں ایک ہندو بیجناتھ نام جس کا گھر گویا ہم سے دیوار بہ دیوار ہے۔ چند گھنٹہ بیمار رہ کر راہی ملک عدم ہوا۔''
(مکتوبات احمدیہ جلد پنجم نمبر چہارم صفحہ 116)

- ''مخدومی مکرمی اخویم سیٹھ صاحب سلمہ!''
السلام و علیکم ورحمۃ اللہ و برکاتہ۔۔۔ اس طرف طاعون کا بہت زور ہے۔ ایک دو مشتبہ واردتیں امرتسر میں بھی ہوئی ہیں چند روز ہوئے ہیں میرے بدن پر بھی ایک گلٹی نکلی تھی۔''
(مکتوبات احمدیہ جلد پنجم نمبر اول مکتوبات نمبر 38)

- ''قادیان میں طاعون آئی اور بعض اوقات کافی سخت حملے بھی ہوئے۔ پھر خدا نے حضرت مسیح موعود کے مکان کے اردگرد بھی طاعون کی تباہی دکھائی اور آپ کے پڑوسیوں میں کئی موتیں ہوئیں۔'' (سلسلہ احمدیہ جلد اول صفحہ 122)

یہ تھا کذابِ قادیان کی روحانیت اور ''تریاق الٰہی'' کا فیض کہ جس شخص نے طاعون کی وبا کا شکار نہیں بھی ہونا تھا اسے بھی طاعون نے پچھاڑ کر مرزا کی کذبیت اور اس کی جعلی حکمت خطرہ جان کو سب کے سامنے افشاں کر دیا۔ اور یہ ثابت کر دکھایا کہ

مر جے دے لکیاں آکھے تے گندی موت مر جاویں گا
تے جے لائی لو محمد ﷺ سوں رب دی تر جاویں گا

مرزا کی جعلی حکیمی کے مزید نمونے:

جو غذا نقصان پہنچاتی اسے زیادہ استعمال کرتا:

مرزا قادیانی کو دستوں کی بیماری تھی، جاہل سے جاہل تر نیم حکیم بھی اس بات سے آشنا ہے کہ دستوں میں دودھ کا استعمال مزید دستوں کا باعث بنتا ہے۔ لیکن جاہلیت کے عالمی گولڈ میڈلسٹ کا اعزاز متبنی قادیان کو ہی حاصل تھا کہ وہ دستوں میں بھی دودھ کا استعمال زیادہ کر دیتا تھا۔ جس سے اس پر دستوں کی مزید برسات برس پڑتی اور تقریباً سارا دن اس کا لیٹرین کے چکروں میں گزرتا۔

مرزا قادیانی کا بیٹا مرزا بشیر احمد قادیانی لکھتا ہے:

"دودھ کا استعمال آپ اکثر رکھتے تھے اور سوتے وقت تو ایک گلاس ضرور پیتے تھے اور دن کو بھی، پچھلے دنوں میں زیادہ استعمال فرماتے تھے، کیونکہ یہ معمول ہو گیا تھا کہ ادھر دودھ پیا اور ادھر دست آگیا۔ اس لئے بہت ضعف ہو جاتا تھا۔ اس کے دور کرنے کو دن میں تین چار مرتبہ تھوڑا تھوڑا دودھ طاقت قائم کرنے کو پی لیا کرتے تھے۔"

(سیرت المہدی، حصہ دوم صفحہ 134)

قادیانیو! خصوصاً قادیانی ڈاکٹرو، حکیموں اور میڈیکل افسرو مرزے کے اس جاہلانہ عمل کی پیروی کرتے ہوئے تم پر بھی لازم ہے کہ جب تمہیں دستوں کا مرض آگھیرے تو تم صحت کے سائنسی وطبی تمام قوانین وضوابط کو بالائے طاق رکھتے ہوئے فوراً دودھ کا استعمال زیادہ کر دو اور لیٹرین کو بار بار اپنے دیدار کا شرف بخشو اور اگر دست مزید ترقی کرتے جائیں تو مزید دودھ منگواتے جاؤ، پیتے جاؤ، اور ساتھ ساتھ اپنے جعلی نبی کے طبی نسخوں کو بھی داد دیتے جاؤ۔

گرمی دانوں کا علاج گرم کپڑے:

"گرمی دانے" جیسا کہ نام سے ظاہر ہے کہ جسم پر نکلنے والے وہ ابھار جو گرمی کے باعث نمودار ہوتے ہیں۔ ساری دنیا کے ڈاکٹر و حکیم حتیٰ کہ ایک عام انسان بھی اس بات سے بخوبی آشنا ہے کہ اگر جسم پر گرمی دانے نکل آئیں تو گرم لباس سے مکمل مجتنب رہنے میں ہی دانشمندی و عافیت ہے۔ لیکن مرزائے قادیان کی عقل و حکمت کی داد دیجئے کہ شدید موسم گرما میں جب گرمی دانوں کا عذاب اس کے سارے جسم کو پوٹھوہار بناتا تو بجائے نرم و سرد لباس کے مزید گرم لباس پہن لیتا۔

مرزا بشیر احمد قادیانی نے لکھا ہے کہ:

''بعض اوقات گرمی میں حضرت مسیح موعود (مرزا قادیانی) کی پشت پر گرمی دانے نکل آتے تھے۔''

پھر مرزا قادیانی ان گرمی دانوں کا علاج کیسے کرتا، مرزا بشیر احمد قادیانی ہی لکھتا ہے کہ:

''بدن پر گرمیوں میں عموماً ململ کا کرتہ استعمال فرماتے تھے اس کے اوپر گرم صدری اور گرم کوٹ پہنتے تھے۔ پاجامہ بھی آپ کا گرم ہوتا تھا۔ نیز آپ عموماً جراب بھی پہنتے تھے۔''

(سیرت المہدی حصہ اول صفحہ 66)

(پھر گرم پانی سے نہاتا بھی ہوگا اور دھوپ کے نیچے بیٹھ کر آٹھ دس انڈے ہڑپ کر کے کہتا ہوں گا کہ میں خاندانی حکیم ہوں۔ ناقل)

مرغا ذبح کروا کے سر پر باندھ دیا:

ایک دفعہ قادیان میں مرزا قادیانی کا ایک عزیز سخت بیمار ہوگیا۔ جس سے اس کا دماغ بھی کافی متاثر ہوا۔ مریض کے گھر والوں نے مرزا قادیانی کو بطور معالج اس کا علاج کرنے کے لئے بلوایا۔ مرزا قادیانی نے وہاں بھی اپنی جاہلیت کا ثبوت فراہم کرتے ہوئے اس مریض کا علاج یہ تجویز کیا کہ ایک مرغا ذبح کروا کے ویسے ہی خون میں لتھڑا ہوا اس بیچارے کے سر پر باندھ دیا۔

سیرت المہدی میں مرزا بشیر احمد قادیانی اس واقعہ کے متعلق یوں رقمطراز ہے:

''حضرت والدہ صاحبہ یعنی ام المومنین نے مجھ سے بیان کیا کہ ایک دفعہ مرزا نظام الدین صاحب کو سخت بخار ہوا۔ مرزا نظام الدین صاحب کے عزیزوں نے حضرت صاحب کو اطلاع دی۔ اور آپ فوراً وہاں تشریف لے گئے اور مناسب علاج کیا۔ علاج یہ تھا کہ آپ نے مرغا ذبح کرا کے سر پر باندھا۔''

(سیرت المہدی حصہ سوم صفحہ 27، از مرزا بشیر احمد قادیانی ابن مرزا قادیانی)

مرزا قادیانی کے متعلق اس طرح کے درجنوں حوالہ جات پیش کئے جاسکتے ہیں۔ جن سے وہ جعلی معالج یا نیم حکیم تو بڑی دور کی بات ایک کم فہم انسان بھی ثابت نہیں ہوتا۔ لیکن قادیانیوں کی مرزا قادیانی کے متعلق اندھی تقلید کی انتہا دیکھئے کہ بجائے مرزے کی ان بیہودہ اور جاہلانہ حرکات دیکھ کر اس سے عقیدت کے تمام بندھن توڑ کر اسلام کے چمنستان روح افزا میں داخل ہوتے وہ اب تک اسے ''علم الطب'' کا شہنشاہ تصور کئے ہوئے ہیں۔ قادیانیوں کا روزنامہ اخبار ''الفضل'' اپنے 21 اکتوبر 2002ء

کے شمارے میں لکھتا ہے:

"سیدنا و امامنا حضرت بانی سلسلہ احمدیہ (مرزا قادیانی) نے اپنی روحانی آنکھ اور چشم بصیرت سے جہاں "علم الادیان" پر ایسی انقلابی روشنی ڈالی کہ دن چڑھا دیا وہاں "علم الابدان" یعنی میڈیکل سائنس اور طب کے سلسلہ میں بھی پوری عمر بے شمار روحانی تجربات و مشاہدات کے بعد دنیائے طب کے لئے ایسے بیش قیمت راہنما اصول رکھے جو صرف اور صرف ایک ربانی مصلح ہی کی خدانما شخصیت سے مخصوص ہو سکتے ہیں اور دعویٰ سے کہا جا سکتا ہے کہ آج تک طب اور سائنس کے ماہر فاضلوں کا لٹریچر ان پہلوؤں کے اعتبار سے بہت حد تک خاموش ہے۔"

قادیانی اخبار "الفضل" یہاں جھوٹ بولنے میں اپنے گرو گھنٹال مرزا قادیانی کو بھی مات دے گیا ہے۔ حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ مرزا قادیانی نے طب کے میدان میں جو انسانیت کش اور ضرر رساں اصول مرتب کئے ہیں ان کی نظیر طب اور میڈیکل سائنس کے ماہرین میں تو کیا کسی فٹ پاتھ پر بیٹھے ہوئے اس شخص میں بھی نہیں پائی جاتی جس کی عقل ہمہ وقت محو پرواز رہتی ہے۔

لیکن اگر باقی باتوں سے قطع نظر ایک لمحہ کے لئے مرزا قادیانی کو نیم حکیم بھی تسلیم کر لیا جائے پھر بھی اسلام اور جدید سائنس مرزے کی تردید پر کمربستہ نظر آتی ہے کیونکہ نیم حکیمی کی گنجائش نہ دین اسلام میں ہے نہ ہی جدید سائنس میں ملاحظہ فرمائیں۔

جاہل معالج اسلام اور جدید سائنس کے آئینہ میں:

اولاً اسلام نے انسانیت کے لئے حفظان صحت کے ایسے اصول مرتب کئے ہیں کہ بندہ زیادہ سے زیادہ بیماریوں سے قبل از وقت بچا رہے۔ تاہم اگر کوئی بیماری حملہ آور ہو جائے تو اس کا مناسب علاج بھی پیش کیا ہے۔ طب کو باقاعدہ ایک فن کے طور پر پروان چڑھانے اور اس فن کے ماہرین پیدا کرنے میں سب سے زیادہ دخل اسلام کو حاصل ہے۔ دنیا میں سب سے پہلے ہسپتال مسلمانوں ہی نے قائم کئے اور سب سے پہلے رجسٹرڈ ڈاکٹروں اور سرجنوں کا ایک باقاعدہ نظام بھی انہی نے وضع کیا تاکہ مختلف بیماریوں کا صحیح طبی خطوط پر علاج کیا جا سکے۔ اس سلسلے میں تاجدار کائنات ﷺ کا فرمان امت مسلمہ کے لئے مشعل راہ (اور امت مرزا کے لئے باعث حق شناسی) ہے۔

ارشاد نبوی ﷺ ہے۔

"ومن تطبب ولم يعلم منه الطب قبل ذلك فهو ضامن"

"جس شخص نے علم الطب سے نا آگہی کے باوجود طب کا پیشہ اختیار کیا تو اس (کے غلط علاج، مضر اثرات) کی ذمہ داری اسی شخص پر عائد ہوگی۔"

(سنن ابن ماجہ 256)

حضور نبی کریم ﷺ کے ایک صحابی کا واقعہ ہے کہ آپ رضی اللہ عنہ بیمار ہو گئے ان کے علاج کے لئے دو طبیب آئے۔ آپ ﷺ بھی موقعہ پر تشریف فرما تھے۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ آپ دونوں میں سے جسکا تجربہ زیادہ ہے وہ علاج کرے۔ چنانچہ ان دونوں میں سے جس طبیب کا علم طب پر عبور اور تجربہ زیادہ تھا۔ اس نے اس صحابی رسول کا علاج کیا۔

حضور نبی کریم ﷺ نے ایک اور جگہ ارشاد فرمایا۔

"یکما اطب من تطبب وھو لا یعرف طبا فھو ضامن"

"اگر کسی نیم حکیم کی وجہ سے کوئی مر گیا تو اس کی موت کا ذمہ دار وہ ڈاکٹر اور حکیم ہوگا۔"

(ابوداؤد کتاب الطب)

اس فرمان نے جہاں لوگوں کو طب میں تخصیص کے لئے مہمیز دی وہاں اسلام کی اولین صدیوں میں ہی جعل سازوں سے بچنے کے لئے میڈیکل کا ایک باقاعدہ امتحانی نظام وضع کرنے میں بھی مدد ملی یہی وجہ ہے کہ مسلمانوں میں بڑے بڑے ماہرین طب اور سرجن پیدا ہوئے۔

دنیا میں سب سے پہلے ڈاکٹروں اور طبیبوں کے لئے امتحانات اور رجسٹریشن کا باقاعدہ نظام عباسی خلافت کے دور میں 931ء میں بغداد میں وضع ہوا جسے جلد ہی پورے عالم اسلام میں نافذ کر دیا گیا۔ واقعہ یوں ہوا کہ ایک جعلی حکیم کے ناقص علاج سے ایک مریض کی جان چلی گئی۔ اس حادثے کی اطلاع حکومت کو پہنچی تو تحقیقات کا حکم ہوا۔ پتہ یہ چلا کہ اس عطائی طبیب نے میڈیکل کی مروجہ تمام کتب کا مطالعہ نہیں کیا تھا۔ اور چند ایک کتابوں کو پڑھ لینے کے بعد مطب (Clinic) کھول کر بیٹھ گیا تھا۔

اس حادثے کے فوری بعد حکومت کی طرف سے معالجین کی باقاعدہ رجسٹریشن کے لئے ایک بورڈ بنایا گیا۔ جس کی سربراہی اپنے وقت کے عظیم طبیب سنان بن ثابت کے ذمہ ہوئی۔ اس بورڈ نے سب سے پہلے صرف بغداد شہر کے اطباء کو شمار کیا تو پتہ چلا کہ شہر بھر میں کل 1000 طبیب ہیں۔ تمام اطباء کا باقاعدہ تحریری امتحان اور انٹرویو لیا گیا۔ ایک ہزار میں سے 700 معالج پاس ہوئے۔ چنانچہ رجسٹریشن کے بعد انھیں پریکٹس کی اجازت دے دی گئی۔ اور ناکام ہو جانے والے 300 اطباء کو پریکٹس کرنے سے روک دیا گیا۔

61ھ کے مشہور طبیب ابن سہیل بغدادی نے اپنی مشہور کتاب "مختارات" میں مسند معالجت پر

بیٹھنے کے لئے چند ضروری شرائط رقم کیں ہیں۔ اور لطف یہ کہ مرزا قادیانی میں ان رقم کردہ شرائط میں سے ایک شرط بھی نہیں پائی جاتی۔ ابن سہیل بغدادی لکھتے ہیں کہ:

"اس معالج پر اعتماد کیا جانا چاہئے جس نے علم کی تحصیل اپنے وقت کے بڑے بڑے اساتذہ فن سے کی ہو اور عملی مشق و تجربہ کے لئے ایک مدت دراز تک ماہرین کی خدمت میں رہا ہو اور ان کی نگرانی میں مریضوں کی دیکھ بھال اور علاج معالجہ کیا ہو اور ان بزرگوں سے سند مہارت حاصل کی ہو۔ تب جا کر بیماریوں کی طرف رجوع کرے۔"

اسلام اور مسلمان اطباء کی ان ہدایات سے آج عالمی ادارہ صحت (World Health Organization) W.H.O کی تنظیم بھی متفق ہے اور قانوناً مطالبہ کرتی ہے کہ تمام عطائی (Quacks) کی پریکٹس کو مسدود کر دیا جائے۔

(Preventive and social Medicine, By Dr. Seal P 160)

یورپ میں عطائیت کے خاتمے کے لئے سب سے پہلا قانون 1861ء میں معرض وجود میں آیا۔ اس کی رو سے ہر وہ شخص جو علاج معالجے کا دعویدار ہے لیکن اس کے پاس کسی مستند محکمے، کالج یا انسٹی ٹیوٹ کی سند یا اجازت نہیں تو قانوناً ایسے شخص کو پریکٹس کرنے کی قطعی اجازت نہیں اور اگر ایسے معالج سے کسی مریض کو نقصان پہنچا تو اس کا تاوان معالج کو ادا کرنا پڑے گا۔

قادیانیو! سوچو کہ اگر مرزا قادیانی آج اس دور میں زندہ ہوتا تو یقیناً ایک مجرم کی حیثیت سے اس پر مقدمہ چلتا اور وہ جعل سازی کرنے اور لوگوں کو موت کے گھوڑے پر سوار کرنے کے جرم میں پھانسی کے پھندے پر لٹکا دیا جاتا۔ پھر تم کف افسوس ہی ملتے رہ جاتے کہ کاش ہمارا نبی طب و حکمت کے میدان میں قدم نہ رکھتا تو شاید پھانسی کے پھندے سے بچ جاتا اور یہ ذلت و رسوائی دیکھنا نصیب نہ ہوتی۔

پہلے غازیٔ ختم نبوّت:

حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے آخری زمانۂ حیات میں یمن وغیرہ کے نگران حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ تھے، اَسوَد عنسی نے دعویٔ نبوّت کیا اور اپنا جتھہ بنالیا، حضرت فیروز دیلمی رضی اللہ عنہ کو یہ شرف حاصل ہے کہ آپ نے اَسوَد عنسی کو قتل کیا، اس لحاظ سے حضرت فیروز دیلمی رضی اللہ عنہ پہلے غازیٔ ختم نبوّت ہیں۔

حضرت مولانا عنایت اللہ چشتی رحمۃ اللہ علیہ

کیا مرزا قادیانی عورت تھی؟

نبوت کمالات انسانی کا آخری مرتبہ ہے۔ اس سے پہلے کئی مرتبے اور درجے ہیں۔ کوئی نبی بھی ان مراتب و درجات سے محروم نہیں۔ مثلاً مدعی نبوت کے لئے ضروری ہے کہ 1۔ مرد ہو، 2۔ مسلمان ہو، 3۔ صالح ہو، 4۔ صاحب مکالمہ ومخاطبہ ہو، 5۔ اس کے الہام قطعی سچے ہو۔ جھوٹے نہ ہو۔ چونکہ مرزا قادیانی مدعی نبوت ہے۔ اس لئے ہر صاحب عقل، طالب صدق وصفا کو حق ہونا چاہئے کہ مراتب مذکورہ کے متعلق جو نبوت کے لئے بمنزلہ سیڑھی کے ہیں۔ دل کھول کر بلا حجاب گفتگو کر سکے۔ لیکن مرزا اور اس کے مخلص پیروکاروں کی کتابوں کا مطالعہ کرنے والا تو پہلی مرتبہ (یعنی یہ کہ مرزا مرد تھا یا عورت) میں ایسا سرگردان ہوگا کہ اس کے لئے کوئی یقینی فیصلہ کرنا سعی لا حاصل ہوگا بلکہ اہل انصاف کو تو مجبوراً عورت ہی کہنا پڑے گا۔ میں چند عبارتیں مع حوالہ جات صفحہ وسطر ہدیہ ناظرین کر کے مسلمانوں سے درخواست کرتا ہوں کی امکان نبوت پر گفتگو کرنا لفظ نبی کی توہین ہے کہ آپ ہمیشہ کے لئے موضوع گفتگو یہ رکھیں۔ کہ مرزا مرد تھا یا عورت۔ جب یہ مرحلہ طے ہو جائے۔ تو مسلمان تھا یا کافر۔ علی ہذا القیاس۔ بتدریج نبوت تک پہنچیں۔ مرزا کی کتابوں میں اس قدر مواد موجود ہے کہ اس کے حالی موالی اللہ کے فضل سے پہلی مرتبہ ہی فیل ہو جائیں گے۔

مندرجہ ذیل امور مرزا کے کلام سے ثابت ہوتے ہیں۔

1: پردے میں نشوونما پانا۔ 2: حیض کا آنا۔

3: اس سے خدا کا بدفعلی کرنا۔ 4: مرزا کا حاملہ ہونا۔

5: دردِ زہ سے تکلیف پانا۔ جو سراسر عورت کے خواص ہیں۔

1 پردے میں نشوونما پانا:

دو برس تک میں نے صفت مریمیت میں پرورش پائی اور پردے میں نشوونما پاتا رہا۔

(کشتی نوح صفحہ 46، سطر 21، مطبوعہ ضیاء الاسلام پریس قادیان)

2 حیض کا آنا:

بابو الٰہی بخش چاہتا ہے کہ تیرا حیض دیکھے۔ یا کسی پلیدی اور ناپاکی پر اطلاع پائے۔ مگر خدائے تعالیٰ تجھے اپنے انعامات دکھلائے گا۔ جو متواتر ہوں گے اور تجھ میں حیض نہیں بلکہ "وہ" "بچہ ہو گیا"۔

(اربعین نمبر 4، صفحہ 19، حقیقت الوحی صفحہ 143)

(وہ کا لفظ حیض ہونے کی تصدیق کر رہا ہے۔ جو بعد میں بچہ ہو گیا۔ سوال و جواب کی بے ربطی کو دیکھو۔ سبحان اللہ واہ نبی صاحب۔ مؤلف)

3 خدا کا مرزا سے بدفعلی کرنا:

قاضی یار محمد، بی۔او۔ایل پلیڈر جو مرزا کا خاص مرید ہے اور بعد میں قادیان چلا گیا تھا۔ اصل وطن نور پور، ضلع کانگڑہ۔ اپنے ٹریکٹ نمبر 34، موسومہ اسلامی قربانی مطبوعہ ریاض ہند پریس امرتسر میں لکھتا ہے۔

کہ آپ پر (مرزا) اس طرح حالت طاری ہوئی کہ گویا آپ عورت ہیں اور اللہ تعالیٰ نے رجولیت کی طاقت کا اظہار فرمایا تھا۔

(سمجھنے والے کے لئے اشارہ کافی ہے۔)

قاضی کے بیان کی تائیدات خود مرزا کی کتابوں میں بکثرت ملتی ہیں۔ اختصاراً دو تین پر اکتفا کرتا ہوں۔ مثلاً براہین احمدیہ حصہ پنجم صفحہ 63، سطر 12۔

1: مجھے خدا سے ایک نہانی تعلق ہے۔ جو قابل بیان نہیں۔

(افسوس قاضی یار محمد نے بیان کر دیا۔ مؤلف)

2: براہین حصہ پنجم صفحہ 61، شانک، عجیب اے مرزا تیرے حسن کی شان ہی عجیب ہے۔

3: انجام آتھم صفحہ 55۔

(انت من مائنا۔ اے مرزا تو میرے پانی سے ہے۔ (یعنی تجھے میرا مخصوص پانی سیراب کرتا ہے۔ مؤلف)

بحمدك الله من عرشه و يمشی اليك عرش سے خدا تیرے محاسن بیان کرتا ہوا تیری طرف آرہا ہے۔ اكان للناس عجبا آیا اس تعلق کو لوگ عجب سمجھتے ہیں۔ قل هو الله عجيب۔ لوگوں کو کہہ دے کہ میرا خط ہے ہی عجیب۔ كمثلك در لا يضاع۔ تیرے جیسے موتی نہیں ضائع کئے جاتے۔ انت مرادی۔ میری تیرے سوا مراد ہی نہیں صفحہ 59 کتاب مذکور سرك سری۔ تیرا میرا بھید ہی ایک ہے۔

طوالت اجازت نہیں دیتی ورنہ اس قسم کی ہزاروں عبارتیں ہیں۔ جو قاضی یار محمد کی تائید کرتی ہیں۔

مؤلف۔

مرزا قادیانی کا خدا:

مضمون بالا سے ناظرین کو ایک گونہ تشویش ہو گی کہ خدا بھی ایسے کام کرتا ہے۔ اس تشویش کو دور کرنے کے لئے یہ سمجھنا بھی ضروری ہے کہ مرزا کا خدا کون تھا؟ بلاشبہ رب العلمین کی نسبت ایک لمحے کے لئے ایسا تصور کرنا انسان کو اسلام سے دور کر دیتا ہے۔ لیکن جب ناظرین پر مرزا کا خدا واضح ہو جائے گا تصدیق کریں گے کہ بیشک سچ ہے اور یونہی ہونا چاہئے۔

حقیقت الوحی صفحہ 103۔ البشریٰ جلد دوم صفحہ 79۔ انی مع الرسول اجیب۔ اخطی واصیب۔ خطا بھی کرتا ہے اور کبھی خطا سے بچ بھی جاتا ہے۔ البشری جلد دوم صفحہ 79 اصلی واصوم۔ اسہر وانام۔ نماز پڑھوں گا۔ روزہ رکھوں گا۔ جاگوں گا۔ سوؤں گا۔ ان دو عبارتوں سے مندرجہ ذیل اوصاف مستنبط ہوتے ہیں۔ خطاء کرنا۔ کبھی بچ جانا۔ نماز پڑھنا۔ روزہ رکھنا، جاگنا۔ سونا جو سراسر انسان کے خواص ہیں اور انسان تو رات دن ایسے کام کرتے ہی ہیں۔ مرزا سے کسی (شیطان) نے کر لیا اور فرطِ محبت میں آ کر مرزا نے اسے خدا سمجھ لیا یا کہہ دیا۔ تو کوئی تعجب کی بات نہیں۔ مرزا کا ایک عجیب پر راز و نیاز الہام جس کے صحیح معنی آج تک کسی نے نہیں کئے اللہ نے اپنے فضل و کرم سے مجھ پر منکشف کئے ہیں لیکن تہذیب، تفصیل کی اجازت نہیں دیتی کہ اسے رقم کیا جائے۔ الہام یہ ہے۔ "رہنا حاج"۔ (شائقین حضرات زبانی دریافت کر سکتے ہیں۔ مؤلف)

4 مرزا کا حاملہ ہونا:

حقیقت الوحی کا حاشیہ صفحہ 337۔ "پھر وہ مریم (یعنی مرزا) عیسیٰ سے حاملہ ہو گئی۔" کشتی نوح صفحہ 47۔۔۔ "مجھے حاملہ ٹھہرایا گیا اور آخر کئی مہینے کے جو دس مہینے سے زیادہ نہیں۔۔۔ الخ

5 دردِ زہ سے تکلیف پانا:

کشتی نوح صفحہ 47۔۔۔ "پھر مریم کو جو مراد اس عاجز سے ہے۔ دردِ زہ تنے کھجور کی طرف لے گئی۔

ضروری عرضداشت:

مذکورہ حوالہ جات کو دیکھ کر ایک منصف تو مجبوراً فیصلہ کرے گا کہ مرزا ایک فاحشہ عورت تھی۔ کیونکہ ان حوالہ جات کا انکار کرنا ممکن ہی نہیں جس شخص نے خود مرزا آنجہانی کو دیکھا یا فوٹو جو "حقیقت الوحی" میں دیا گیا

ہے۔ اس کی نظر سے گزرا تو وہ بھی یقیناً کہے گا کہ مرزا عورت نہیں بلکہ ایک خاصہ بھلا وہٹ ریل مرد تھا اور جس کے سامنے دونوں پہلو موجود (یعنی حوالہ جات مذکورہ اور فوٹو) تو وہ عجب کشمکش میں پڑ جائے گا اور اسے ضرور ایک درمیانی راستہ اختیار کرنا پڑے گا۔ جو مرزا محمود کے متعلق اخبار "مباہلہ" اور رسالہ "تائید الاسلام" اچھرہ میں چھپ چکا ہے اور آج تک کسی قادیانی کو تردید کی جرأت نہیں ہوئی۔ جو بمنزلہ تصدیق سمجھی جاتی ہے اور بعید نہیں کہ مرزا محمود کو یہ صفت وراثت میں ملی ہو اور بہت ممکن ہے کہ یہ غریب بدو، کھجوریں، چھوٹی الائچی وغیرہ فروخت کرتے نظر آتے ہیں۔ کئی جگہوں پر کھلونوں کی دکانیں بھی تھیں۔ اکثر مقامات پر کھانے پینے کے سامان سے لدے ہوئے گشتی سٹال بھی تھے۔

مسجد نبوی ﷺ سے ملحق بائیں طرف ایک بہت بڑا بازار ہے جس میں دنیا جہان کی ہمہ قسم اشیاء خریدنے کو ملتی ہیں۔ مختلف دکانوں پر لکھا ہوا تھا۔ کل شی 2 ریال "کل شی 5 ریال" سونے، کے زیورات سے لدی ہوئی دکانیں کہ جن میں منوں کے حساب سے نہیں تو سیروں کے حساب سے سونا ضرور ہوگا مگر مجال ہے کہ کبھی کوئی چوری ڈاکہ کی واردات ہوئی ہو۔ ہر طرف امن ہی امن ہے۔ یہ سب کچھ اسلامی سزاؤں کے نفاذ کی برکت ہے۔ امریکہ اور برطانیہ کی یاترا سے واپس آنے والے مذہب بیزار لوگ وہاں کے قصیدے پڑھتے ہوئے نہیں تھکتے اور مکہ مدینہ کا نام لیتے ہوئے ان کی زبانوں میں بل پڑ جاتا ہے۔ جہاں سکون ہی سکون ہے۔ شر اور فساد نام کو نہیں۔ ذہنی طور پر بھی کہیں شور شرابا نظر نہیں آتا۔ یہاں تک کہ قرآن مجید کی آڈیو کیسٹوں کی دکانوں پر بھی تلاوت کی آواز، دکان کے اندر داخل ہوں تو سنائی دیتی ہے۔ سڑکیں صاف ستھری ہیں۔ ٹریفک کے حوالے سے ایک بات قابل ذکر ہے کہ پیدل چلنے والے نے سڑک کراس کرنے کے لئے سڑک پر پاؤں رکھا اور اور سو کلو میٹر کی رفتار سے چلتی ہوئی گاڑی فوراً ہلکی ہوگئی۔ کھانے پینے کی اشیاء یہاں تک کہ سویٹس، ٹافی، بیکری کے پیک سامان پر بھی اس کی ایکسپائری کی تاریخ درج ہے۔ آپ نے مشروب پی کر بوتل سڑک یا فٹ پاتھ پر پھینک دی۔ اسی وقت ڈیوٹی پر کھڑا پیلی وردی میں ملبوس خاکروب آئے گا اور بوتل اٹھا کر ڈرم میں ڈال دے گا۔ خانہ کعبہ اور مسجد نبوی ﷺ میں بیرونی حد کے جنگلوں کے ساتھ مختلف ملکوں سے آنے والے زائرین کے بیسیوں قیمتی اٹیچی کیس، بریف کیس اور بیگ لٹکے رہتے ہیں۔ کوئی سپاہی یا کوئی چوکیدار وہاں کھڑا نظر نہیں آتا اور کسی دوسرے کو جرأت نہیں کہ انہیں ہاتھ لگا سکے۔ پتہ ہے کہ یہاں ہاتھ کاٹ کر ہمیشہ کے لئے ایک عبرت کا نشان بنا دیا جائے گا۔

سلسلہ بہت دور تک چلا جائے گا۔ کیونکہ مرزا اپنے آپ کو بڑے شدومد سے فارسی النسل ثابت کرتا ہے اور یہی لوگ اولین سابقین سے ہیں۔ جنھوں نے لڑکوں سے تعیش ظاہر کیا اور عشقیہ اشعار کو لڑکوں پر چسپاں کیا۔ تاریخ دانوں پر پوشیدہ نہیں۔ چنانچہ ایک متنبی گزرا ہے۔ جس کا نام ابن ابی زکریا الطامی تھا۔

اس نے اپنی خودساختہ شریعت میں لڑکوں سے بدفعلی جائز کر رکھی تھی۔ تفصیل کے لئے دیکھو۔ الاثار الباقیہ ابی ریحان البیرونی صفحہ 213۔ ایک اور شق بھی باقی ہے کہ عورت کی داڑھی ہو؟ چنانچہ مرزا قادیانی کا ایک خاص مرید لکھتا ہے کہ

''لندن میں ایک عورت کی دس فٹ لمبی داڑھی دیکھی گئی۔''

لیکن یادرہے میری غرض اس بیان سے تو ہے نہیں بلکہ استفسارہ واظہار حق ہے۔ فی ذاتہ میں اس معاملے میں متردد ہوں اور ناظرین سے دریافت کرتا ہوں کہ اگر کوئی صاحب صحیح نتیجے پر پہنچا ہو۔ تو مجھے اطلاع دے کر عند اللہ ماجور ہو واللہ اعلم بالصواب والیہ مرجع والمات۔ خاکسار عنائت اللہ (خوشہ چین دارالعلوم اچھرہ 18 اکتوبر 1933ء)

مسئلہ۔ اگر جان، مال آبرو کا اندیشہ ہے۔ ان کے بچانے کے لئے رشوت دیتا ہے یا کسی کے ذمہ حق ہے جو بغیر ثبوت دیئے وصول نہیں ہوگا اور یہ اس لئے رشوت دیتا ہے کہ میرا حق وصول ہو جائے یہ دینا جائز ہے یعنی دینے والا گنہگار نہیں مگر لینے والا ضرور گنہگار ہے۔ اس کو لینا جائز نہیں۔

مسئلہ۔ ماہ صفر کا آغاز ''آخر چہار شنبہ'' ہندوستان میں بہت منایا جاتا ہے۔ لوگ اپنے کاروبار بند کر دیتے ہیں۔ سیر و تفریح و شکار کرتے ہیں پوریاں پکاتے ہیں اور نہاتے دھوتے خوشیاں مناتے ہیں اور کہتے یہ ہیں کہ حضور اقدس ﷺ نے اس روز غسل صحت فرمایا تھا اور بیرون مدینہ طیبہ سیر کے لئے تشریف لے گئے تھے۔ یہ سب باتیں بے اصل ہیں بلکہ اس روز حضور اکرم ﷺ کا مرض شدت کے ساتھ تھا۔ یہ باتیں خلاف واقع ہیں۔

مسئلہ۔ مسجد میں اذان کہنا مکروہ ہے اور کوئی اذان اس سے مستثنیٰ نہیں۔ لہٰذا اذان ثانی جمعہ منبر سے ہاتھ دو ہاتھ کے فاصلہ پر جیسا کہ ہندوستان میں اکثر رواج پڑ گیا ہے اس کی کوئی سند کسی کتاب میں نہیں۔ حدیث اور فقہ دونوں کے خلاف ہے۔

(بہار شریعت)

محمد گوہر الطاف

نوکر ووہٹی دا

تقریباً ایک صدی بیتی، مشرقی پنجاب کے ضلع گورداسپور میں ایک نہر کی کھدائی کا کام شروع ہوا
اس نہر کو قادیان سے دواڑھائی میل مغرب کی جانب سے بھی گزرنا تھا۔ قادیان کے قریب جب اس نہر
کی کھدائی شروع ہوئی تو محکمہ نہر کے ایک ملازم میر ناصر نواب کی ڈیوٹی اس نہر پر لگی۔ میر ناصر نواب دہلی
کا رہنے والا تھا اور ملازمت کے سلسلہ میں بمعہ اہل وعیال یہاں آیا تھا۔ اور قادیان کے قریب ایک
گاؤں "تتلہ" میں رہائش اختیار کر لی تھی۔ قادیان میں اس کی ملاقات ایک شخص مرزا غلام قادر سے ہوئی
تھی اور تھوڑی ہی مدت بعد یہ ملاقات ایک گہری دوستی میں بدل جاتی ہے۔ ایک دن میر ناصر نواب کی
اہلیہ بیمار ہو جاتی ہے۔ پردیس میں آیا ہوا میر ناصر نواب بیماری سے پریشان ہو جاتا ہے اور وہ اپنی اس
پریشانی کا اظہار اپنے دوست مرزا غلام قادر سے کرتا ہے۔ مرزا غلام قادر اسے کہتا ہے کہ تم فکر نہ کرو میرا
باپ ایک ماہر طبیب ہے۔ تم بیوی کو لے کر میرے گھر آجانا، میں والد صاحب سے اس کا علاج کروا
دوں گا۔ میر ناصر نواب بیوی کو لے کر قادیان پہنچتا ہے۔ اس کے دوست مرزا غلام قادر کا باپ مرزا غلام
مرتضٰی مریضہ کی نبض دیکھتا ہے اور ایک نسخہ لکھ دیتا ہے۔ اس واقعہ کے بعد دونوں کی دوستی اور پکی ہو جاتی
ہے۔ اس واقعہ کے کچھ مدت بعد غلام قادر کا باپ مرزا غلام مرتضٰی مر جاتا ہے۔ مرزا غلام قادر میر ناصر
نواب سے کہتا ہے کہ آپ گاؤں "تتلہ" میں رہتے ہیں۔ وہ گاؤں بدمعاشوں کا گاؤں ہے اور آپ
پردیسیوں کا وہاں رہنا مناسب نہیں۔ میں گورداسپور میں رہتا ہوں اور ہمارا قادیان والا مکان خالی پڑا
ہے۔ میرا چھوٹا بھائی غلام احمد اس مکان کے ایک حصہ میں رہتا ہے اور وہ بھی کبھی کبھی گھر آتا ہے ورنہ
اس کا زیادہ وقت باہر ہی گزرتا ہے۔ اس لئے آپ کو پردہ وغیرہ کی ضرورت بھی پیش نہیں آئے گی۔ میر
ناصر نواب مرزا غلام قادر کی پیشکش کو قبول کر لیتا ہے اور اپنی فیملی کو لے کر قادیان میں منتقل ہو جاتا ہے۔
یہاں پہنچتے ہی مرزا غلام احمد اور میر ناصر نواب کی بیوی کے محبت بھرے تعلقات استوار ہو جاتے ہیں۔
طائر محبت آسمان سے باتیں کرنے لگتا ہے اور دونوں ایک دوسرے پر دل نثار کرنے لگتے ہیں۔ دونوں
اطراف سے تحائف کا تبادلہ شروع ہو جاتا ہے۔ جب ان محبت بھرے خفیہ تعلقات کا پتہ مرزا غلام قادر کو

بیوی یعنی مرزا غلام احمد کی بڑی بھاوج کو چلتا ہے تو وہ ان ناجائز تعلقات کا سختی سے نوٹس لیتی ہے۔ جس سے محبت بھرے جوڑے اور غلام قادر کی بیوی میں ٹھن جاتی ہے اس ساری صورت حال کو مرزا غلام احمد قادیانی کا بیٹا مرزا بشیر احمد اپنی کتاب سیرت المہدی میں میر ناصر نواب کی بیوی اور اپنی نانی کی زبانی سے یوں بیان کرتا ہے۔ بیان کو ذرا پوری توجہ سے پڑھیے۔

''ان دنوں جب بھی تمہارے تایا (مرزا غلام قادر) گورداسپور سے قادیان آتے تھے تو ہمارے لئے پان لایا کرتے تھے اور میں ان کے واسطے کوئی اچھا سا کھانا تیار کر کے بھیجا کرتی تھی۔ ایک دفعہ جو میں نے شامی کباب ان کے لئے تیار کیے اور بھیجنے لگی تو مجھے معلوم ہوا کہ وہ گورداسپور واپس چلے گئے ہیں۔ جس پر مجھے خیال آیا کہ کباب تو تیار ہی ہیں میں ان کے چھوٹے بھائی (مرزا غلام احمد) کو بجھوا دیتی ہوں۔ چنانچہ میں نے نائن کے ہاتھ تمہارے ابا کو کباب بجھوا دیئے اور نائن نے مجھے آ کر کہا کہ وہ بہت ہی شکر گزار ہوئے تھے۔ اور انہوں نے بڑی خوشی سے کباب کھائے اور اس دن انہوں نے اپنے گھر سے آیا ہوا کھانا نہیں کھایا۔ اسکے بعد میں ہر دوسرے تیسرے دن ان کو کچھ کھانا بنا کر بجھوا دیا کرتی تھی۔ اور وہ بڑی خوشی سے کھاتے تھے۔ لیکن جب اس بات کی اطلاع تمہاری تائی کو ہوئی تو انہوں نے بہت برا منایا کہ میں کیوں ان کو کھانا بھیجتی ہوں۔ کیونکہ وہ اس زمانہ میں تمہارے ابا کے سخت مخالف تھیں اور چونکہ گھر کا سارا انتظام ان کے ہاتھ میں تھا۔ وہ ہر بات میں انہیں تکلیف پہنچاتی تھیں مگر تمہارے ابا صبر کے ساتھ ہر بات کو برداشت کرتے تھے۔'' یعنی بہت ڈھیٹ تھے۔ (ناقل)

(سیرت المہدی حصہ دوم صفحہ 110، مصنف مرزا بشیر احمد ابن مرزا قادیانی)

مرزا غلام احمد نے جہاں اپنے شیطانی جال میں میر ناصر نواب کی بیوی کو جکڑ رکھا تھا۔ وہاں اس نے میر ناصر نواب کی نوخیز بیٹی نصرت جہاں بیگم پر بھی اپنی حریص آنکھ رکھی ہوئی تھی اور لڑکی کو بھی اس نے رام کر لیا تھا اور وہ بڈھا کھوسٹ اس سے شادی رچانا چاہتا تھا۔ مرزا قادیانی کے پاس ماں بیٹی سے ملنے کے کھلے مواقع تھے اور وہ جی بھر کر ان سے فائدہ اٹھاتا تھا۔ مرزائی بھی اس سے انکار کی جرأت نہیں کر سکتے۔ کیونکہ ان کی اپنی کتابیں مرزا قادیانی کی خباثت پر گواہی دے رہی ہیں۔ پڑھیے:

''بیان کیا مجھ سے والدہ صاحبہ (زوجہ مرزا قادیانی) نے کہ جب میں چھوٹی لڑکی تھی۔ تو میر صاحب (یعنی خاکسار کے نانا جان) کی تبدیلی ایک دفعہ یہاں قادیان بھی ہوئی تھی اور ہم چھ سات ماہ یہاں ٹھہرے تھے۔ پھر یہاں سے دوسری جگہ میر صاحب کی تبدیلی ہوئی۔ تو وہ

تمہارے تایا سے بات کر کے ہم کو تمہارے تایا کے مکان میں چھوڑ گئے تھے اور پھر ایک مہینہ کے بعد آ کر لے گئے۔ اس وقت تمہارے تایا قادیان سے باہر رہتے تھے اور آٹھ روز کے بعد یہاں آیا کرتے تھے اور مجھے یاد پڑتا ہے کہ میں نے ان کو دیکھا ہے۔ خاکسار نے پوچھا کہ حضرت صاحب کو بھی ان دنوں میں آپ نے دیکھا تھا یا نہیں؟ والدہ صاحبہ نے فرمایا کہ حضرت صاحب رہتے تو اس مکان میں تھے مگر میں نے آپ کو نہیں دیکھا اور والدہ صاحبہ نے مجھے وہ کمرہ دکھایا جس میں ان دنوں حضرت صاحب رہتے تھے۔"

(سیرت المہدی حصہ اول، صفحہ 56، 57۔ مصنفہ مرزا بشیر احمد ابن مرزا قادیانی)

قارئین کرام! آپ نے دیکھا کہ میر ناصر نواب پورا ایک مہینہ گھر پر نہیں۔ مرزا قادیانی کا بھائی مرزا غلام قادر ہفتہ کے بعد صرف تھوڑی دیر کے لئے قادیان آتا ہے۔ گھر میں میر ناصر نواب کے اہل خانہ کے ساتھ مرزا قادیانی گھسا ہوا ہے اور اپنی شنیع حرکات میں مصروف ہے۔

صلائے عام ہے یاران نکتہ داں کے لئے

بیٹا ماں سے پوچھ رہا ہے کہ کیا آپ نے شادی سے پہلے مرزا قادیانی کو دیکھا تھا۔ جس کے جواب میں نصرت جہاں بیگم کمال سادگی سے کہہ رہی ہے کہ انہیں تو نہیں دیکھا تھا مگر ان کا کمرہ دیکھا تھا۔ یعنی مکان دیکھا ہے۔ مکین نہیں دیکھا۔

ہائے اس سادگی پر کون نہ مر جائے

مرزا قادیانی نے نصرت جہاں بیگم سے شادی کے لئے اس کی ماں سے اصرار کیا تو اس کی ماں نے اسے جواب دیا۔ تھوڑی دیر صبر کرو میں تمہارے لئے راستہ بناتی ہوں تاکہ ہماری عزت بھی لوگوں کی نگاہوں میں محفوظ رہے۔ اور تمہارا کام بھی بن جائے۔ نصرت جہاں بیگم کے لئے جو بھی رشتہ آئے گا۔ میں اس کے باپ سے اس رشتہ کے بارے میں انکار کر دیا کروں گی اور پھر جب پانچ سات رشتوں کو ٹھکرا دوں گی تو اس کے ساتھ ہی تمہارے لئے راستہ ہموار کر دوں گی۔ میر ناصر نواب قادیان سے دفتری رخصت لے کے اپنے شہر دہلی واپس چلا جاتا ہے۔ وہاں پہنچ کر میر ناصر نواب کی بیوی اس سے کہتی ہے کہ اب نصرت جہاں بیگم اٹھارہ سالہ جوان ہو چکی ہے۔ ہمیں اس کی شادی کا سوچنا چاہئے اور اس کے ساتھ ہی وہ اپنے خاوند سے کہتی ہے کہ اس سلسلہ میں ہمیں مرزا غلام احمد کی ضرور مدد لینی چاہئے کیونکہ وہ با اثر اور تعلقات رکھنے والا آدمی ہے۔ میر ناصر نواب کی بیوی اسے شیشے میں اتار لیتی ہے۔ اور میر ناصر نواب فوراً مرزا قادیانی کو اس بارے میں خط لکھتا ہے اب اس کہانی کی صورت حال مرزا بشیر احمد سے سنئے۔ جسے وہ اپنی نانی کی زبانی بیان کر رہا ہے۔

"اس کے بعد ہم رخصت پر دہلی گئے اور چونکہ تمہاری اماں اس وقت جوان ہو چکی تھی۔ ہمیں ان کی شادی کی فکر پیدا ہوئی اور میر صاحب نے ایک خط تمہارے ابا (مرزا قادیانی) کے نام لکھا کہ مجھے اپنی لڑکی کے واسطے بہت فکر ہے آپ دعا کریں کہ خدا کسی نیک آدمی کے ساتھ تعلق کی صورت پیدا کر دے۔ تمہارے ابا نے جواب میں لکھا کہ اگر آپ پسند کریں تو میں خود شادی کرنا چاہتا ہوں اور آپ کو معلوم ہے کہ گو میری پہلی بیوی موجود ہے۔ اور بچے بھی ہیں مگر آجکل میں عملاً مجرد ہی ہوں۔ وغیرہ ذلک۔ (کتنی بے تکلفی تھی ساس اور داماد میں۔ یہیں سے دال میں کالا کالا مرزا قادیانی پکڑا جاتا ہے۔ ناقل)
میر صاحب نے اس ڈر کی وجہ سے کہ میں اسے برا مانوں گی مجھ سے اس خط کا ذکر نہیں کیا (اس بدھو کو کیا پتہ تھا کہ سارا کھیل ہی تیر ابنایا ہوا ہے) اور اس عرصہ میں اور بھی کئی جگہ سے تمہاری اماں کے لئے پیغام آئے۔ لیکن میری کسی جگہ تسلی نہ ہوئی۔ حالانکہ پیغام دینے والوں میں سے بعض اچھے متمول آدمی بھی تھے اور بہت اصرار کے ساتھ درخواست کرتے تھے۔
بالآخر ایک دن میر صاحب نے ایک لدھیانہ کے باشندے کے متعلق کہا کہ اس کی طرف سے بہت اصرار کی درخواست ہے اور ہے بھی وہ اچھا آدمی اسے رشتہ دے دو۔ میں نے اس کی ذات وغیرہ دریافت کی تو مجھے شرح صدر نہ ہوا۔ اور میں نے انکار کیا۔ جس پر میر صاحب نے کچھ ناراض ہو کر کہا کہ لڑکی اٹھارہ سال کی ہو گئی ہے کیا ساری عمر اسے یونہی بٹھا چھوڑو گی۔ میں نے جواب دیا کہ ان لوگوں سے تو پھر غلام احمد ہی ہزار درجہ اچھا ہے۔ (تیر چلا دیا۔ ناقل) میر صاحب نے جھٹ ایک خط نکال کر میرے سامنے رکھ دیا کہ لو پھر مرزا غلام احمد کا خط بھی آیا ہوا ہے۔ (کسی ذریعہ سے مرزا قادیانی کو خط بھیجنے کا پیغام بجھوا دیا ہوگا) جو کچھ ہو ہمیں اب جلد فیصلہ کرنا چاہیے۔ میں نے کہا اچھا غلام احمد کو لکھ دو۔ چنانچہ تمہارے نانا جان نے اسی وقت قلم دوات لے کر خط لکھ دیا (تیر نشانے پر لگا۔ مبارک ہو۔ ناقل) اور اس کے آٹھ دن بعد تمہارے ابا دہلی پہنچ گئے۔

(سیرت المہدی حصہ دوم، صفحہ 110۔111 مصنفہ مرزا بشیر احمد ابن مرزا قادیانی)

میر ناصر نواب کے دہلی جانے کے وقت سے لے کر شادی کی ہاں ہونے تک درمیانی وقت میں مرزا قادیانی کے دل پر غم فراق کے آرے چلتے رہے۔ اس کی آنکھیں نصرت جہاں کو دیکھنے کے لئے تڑپتی رہیں اور تپ ہجر میں اس کا دماغ ابلتا رہا۔ اس کے دن انگاروں پر اور راتیں کانٹوں پر بسر ہوتی رہیں۔ وہ کس کرب، درد و سوز کے ساتھ چلاتا تھا۔ اس کیفیت کا پتہ ہمیں خود قادیانی ہی بتاتے ہیں۔

حوالہ پیش خدمت ہے۔

"خاکسار عرض کرتا ہے کہ مرزا سلطان احمد صاحب سے مجھے حضرت مسیح (مرزا قادیانی) موعود کی ایک شعروں کی کاپی ملی ہے۔ جو بہت پرانی معلوم ہوتی ہے۔ غالباً نوجوانی کا کلام ہے۔ حضرت صاحب کے اپنے خط میں ہے۔ جسے میں جانتا ہوں۔ بعض شعر بطور نمونہ درج ہیں۔

عشق کا روگ ہے کیا پوچھتے ہو اس کی دوا — ایسے بیمار کا مرنا ہی دوا ہوتا ہے

کچھ مزا پایا میرے دل! ابھی کچھ پاؤ گے — تم بھی کہتے تھے کہ الفت میں مزا ہوتا ہے

ہائے کیوں ہجر کے الم میں پڑے — مفت بیٹھے بٹھائے غم میں پڑے

اس کے جانے سے صبر دل سے گیا — ہوش بھی ورطہ عدم میں پڑے

سبب کوئی خداوندا بنا دے — کسی صورت سے وہ صورت دیکھا دے

کرم فرما کے آ او میرے جانی — بہت روئے ہیں اب ہم کو ہنسا دے

کبھی نکلے گا آخر تنگ ہو کر — دلا اک بار شور و غل مچا دے

نہ سر کی ہوش ہے تم کو نہ پا کی — سمجھ ایسی ہوئی قدرت خدا کی

میرے بت اب سے پردہ میں رہو تم — کہ کافر ہو گئی خلقت خدا کی

نہیں منظور تھی گر تم کو الفت — تو یہ مجھ کو بھی جتلایا تو ہوتا

میری دلسوز یوں سے بے خبر ہو — میرا کچھ بھید بھی پایا تو ہوتا

دل اپنا اس کو دوں یا ہوش یا جاں — کوئی اک حکم فرمایا تو ہوتا

(سیرت المہدی حصہ اول صفحہ 232۔233 مصنفہ مرزا بشیر احمد ابن مرزا قادیانی)

پچپن سالہ دولہا اٹھارہ سالہ دلہن کو لینے کے لئے دہلی پہنچ گیا۔ بارات میں مرزا قادیانی کے قریبی ہندو دوست بھی شامل تھے۔ نکاح ہوا مرزا قادیانی اٹھارہ سالہ دلہن کو چھک چھک کرتی گاڑی میں بٹھا کر قادیان لے آیا۔ والدین نے بیٹی کے ساتھ ایک عورت کو بھی بھیجا۔ قادیان پہنچ کر نصرت جہاں بیگم اداس اداس اور گھبرائی رہنے لگی۔ وہ دیدے کھول کھول کر فضاؤں میں گھورتی رہتی اور کبھی کبھی ان اداس دیدوں

سے موٹے موٹے اور گرم گرم آنسو گر کر اس کے کپڑوں میں پھیل جاتے۔ وہ آنسو بھری سرخ آنکھیں پونچھ کر پھر فضاؤں میں گھورنے لگتی گویا اڑ کر دہلی جانا چاہتی ہو۔ دل کا غم قلم کے ذریعے کاغذ پر پھیل گیا یعنی نصرت جہاں بیگم نے اپنے والدین کو اپنی دلی کیفیات بیان کرتے ہوئے خط لکھے۔ جس کی گواہی اس کی ماں ان الفاظ میں دیتی ہے۔

''جب تمہاری اماں قادیان آئیں تو یہاں سے ان کے خط گئے کہ میں سخت گھبرائی ہوئی ہوں اور شاید میں اس غم اور گھبراہٹ سے مر جاؤں گی۔ چنانچہ ان خطوں کی وجہ سے ہمارے خاندان کے لوگوں کو اور بھی اعتراض کا موقع مل گیا اور بعض نے کہا کہ اگر آدمی نیک تھا تو اس نیکی کی وجہ سے لڑکی کی عمر کیوں خراب کی۔ اس پر ہم لوگ بھی کچھ گھبرائے اور رخصتانہ کے ایک مہینہ کے بعد میر صاحب قادیان آ کر تمہاری ماں کو لے گئے۔ جب وہ دہلی پہنچیں تو میں نے اس عورت سے پوچھا جس کو میں نے دلی سے ساتھ بھیجا تھا کہ لڑکی کیسی رہی؟ اس عورت نے تمہارے ابا کی بہت تعریف کی اور کہا لڑکی یونہی شروع شروع میں اجنبیت کی وجہ سے گھبرا گئی ہوگی ورنہ مرزا صاحب نے تو ان کو بہت ہی اچھی طرح سے رکھا ہے اور وہ بہت اچھے آدمی ہیں اور تمہاری اماں نے بھی کہا کہ مجھے انہوں نے بڑے آرام کے ساتھ رکھا مگر میں یونہی گھبرا گئی تھی۔ اس کے تھوڑے عرصہ کے بعد واپس ہمارے پاس آ گئیں۔''

(سیرت المہدی حصہ دوم صفحہ 111-112، مصنفہ مرزا بشیر احمد قادیانی ابن مرزا قادیانی)

اس مندرجہ بالا بیان کو پڑھ کر ذہن میں بہت سے سوال ابھرتے ہیں۔

نصرت جہاں بیگم اداس اداس اور پریشان رہی؟

نصرت جہاں بیگم کیوں گھبراہٹ سے مری جا رہی تھی؟

تھوڑے دنوں کے بعد نصرت جہاں بیگم کا گھبرایا گھبرایا دل کیسے خوشی سے جھوم اٹھا؟

جب ہم ذہنوں پر زور دے کر ان سوالوں کے جوابات تلاش کرتے ہیں تو خود مرزا قادیانی ہی ہمیں ان تمام سوالوں کا جواب دے دیتا ہے۔ حوالہ پیش خدمت ہے۔

''اس شادی کے وقت مجھے یہ ابتلاء پیش آیا کہ بباعث اس کے کہ میرا دل اور دماغ سخت کمزور تھا اور میں بہت سے امراض کا نشانہ رہ چکا تھا اور دو مرضیں یعنی ذیابیطس اور دردسر مع دوران سر قدیم سے میرے شامل حال تھیں۔ جن کے ساتھ بعض اوقات مجھے تشنج قلب

بھی ہوتا تھا۔ اس لئے میری حالت مردی کالعدم تھی۔ (دہلی کیا لینے گئے تھے۔ ناقل)
اور پیرانہ سالی کے رنگ میری زندگی تھی۔ غرض اس ابتلاء کے وقت میں نے جناب الٰہی سے دعا کی اور مجھے اس نے دفع مرض کے لئے الہام سے دو آیتیں بتائیں اور میں نے کشفی طور پر یہ دیکھا کہ ایک فرشتہ (حکیم نورالدین۔ ناقل) وہ دوائیں میرے منہ میں ڈال رہا ہے۔ چنانچہ وہ دوا میں نے تیار کی اور اس میں خدا تعالیٰ نے اتنی برکت ڈال دی کہ میں نے یقین سے معلوم کیا کہ وہ پرصحت طاقت جو ایک پورے تندرست انسان کو دنیا میں مل سکتی ہے وہ بھی دی گئی۔۔۔۔۔ میں اس زمانہ میں اپنی کمزوری کی وجہ سے ایک بچہ کی طرح تھا اور اپنے آپ کو خداداد طاقت میں پچاس مردوں کے قائم مقام پایا۔"

(تریاق القلوب صفحہ 67-68 مصنفہ مرزا قادیانی)

واہ رے بھگتو! بیوی تو اس راز کو چھپاتی رہی اور تو نے ہنڈیا چوراہے میں پھوڑ دی۔ دوائیوں کے سہارے اور دوستوں کے تعاون سے مرزا قادیانی کا گھر پرانی سائیکل کی طرح چوں چوں اور کھڑ کھڑ کرتا چل تو پڑا لیکن نصرت جہاں بیگم نے گھر کے ہر میدان میں مرزا قادیانی کو شکست فاش دیتے ہوئے نصرت کے ایسے جھنڈے گاڑے کہ گھر میں مرزا قادیانی کی حالت اس تانگے کے مریل گھوڑے کی طرح تھی جس پر آٹھ سواریاں لدی ہوں اور وہ سخت گرمی میں پسینے میں شرابور، چابک کھاتا اور منہ سے جھاگ نکالتا ہوا کھڈے دار سڑک پر بٹالہ سے قادیان جا رہا ہو۔

قبر میں مرزا قادیانی باؤلا کتا

حضرت مولانا میاں شیر محمد صاحب شرق پوریؒ نے ایک دفعہ مراقبہ کیا اور دیکھا کہ مرزا قادیانی کی شکل قبر میں باؤلے کتے کی ہے، اور باؤلے پن کا اس پر دورہ پڑا ہوا ہے، اس کا منہ دُم کی طرف ہے، بھونک رہا ہے اور گول چکر کاٹ رہا ہے، منہ سے پانی نکل رہا ہے اور بار بار اپنی دُم اور ٹانگوں کو کاٹتا ہے۔ اس کشف کا فقیر نے ایک بزرگ کے سامنے ذکر کیا، فوراً تڑپ اُٹھے، فرمایا: "خدا گواہ ہے واقعتاً یہ بات صحیح معلوم ہوتی ہے، واقعتاً مرزا کی حقیقت ایسی ہی ہونی چاہیے!"

قاری محمد ریاض احمد فاروقی
(جامعہ حنفیہ غوثیہ چوہان روڈ لاہور)

مرزا قادیانی ایک بین الاقوامی بے حیاء

حیاء اور اسلام:

اللہ تعالٰی نے انسان کو اشرف المخلوقات بنا کر فطری خوبیوں سے مالا مال و مزین کیا ہے۔ ان خوبیوں میں سے ایک اہم خوبی شرم و حیاء ہے۔

شرعی نقطہ نظر سے شرم و حیاء اس صفت کو کہتے ہیں جس کی وجہ سے انسان قبیح اور ناپسندیدہ کاموں سے پرہیز کرتا ہے۔

دینِ اسلام نے حیاء کی اہمیت کو خوب اجاگر کیا ہے تاکہ مومن باحیاء بن کر معاشرے میں امن و سکون پھیلانے کا ذریعہ بنے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مرتبہ ایک انصاری کو دیکھا جو اپنے بھائی کو سمجھا رہا تھا کہ زیادہ شرم نہ کیا کرو۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سنا تو ارشاد فرمایا۔

فان الحیاء من الایمان (متفق علیہ، مشکوٰۃ باب الرفق والحیاء)

پس حیاء ایمان کا جز ہے۔

ایک دوسری حدیث میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

الحیاء لا یاتی الا بخیر (متفق علیہ، مشکوٰۃ)

حیاء خیر ہی کی موجب ہوتی ہے۔

گویا انسان جس قدر باحیاء ہوگا اتنا ہی اس میں خیر و عافیت اور عرفانِ حق بڑھتا جائے گا۔ حیاء ان صفاتِ حسنات میں سے ہے، جس کی وجہ سے انسان دارین میں عظمت و فضیلت حاصل کرتا ہے۔

امام الرسل، خاتم الرسل، مولائے کل، ھادی عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

الحیاء من الایمان والایمان فی الجنۃ والبذاء من الجفاء والجفاء فی النا

(رواہ احمد والترمذی، مشکوٰۃ 431)

"حیاء ایمان کا حصہ ہے اور ایمان جنت میں جانے کا سبب ہے۔ بے حیائی جفاء حیاء ہے اور جفا جہنم میں جانے کا سبب ہے۔"

حیاء کی وجہ سے انسان کے قول و فعل میں حسن و جمال پیدا ہوتا ہے باحیاء انسان مخلوق کی نظر میں بھی پر کشش بن جاتا ہے۔ پروردگار عالم کے ہاں بھی مقبول ہو جاتا ہے۔

قرآن مجید سے بھی اس کا ثبوت ملتا ہے۔

حضرت شعیب علیہ السلام کی دختر نیک اختر جب حضرت موسیٰ علیہ السلام کو بلانے کے لئے آئی تو اس کی چال ڈھال میں بڑی شائستگی اور میانہ روی تھی اللہ رب العزت کو یہ شرمیلا پن اتنا پسند آیا کہ قرآن مجید میں اس کا تذکرہ فرمایا۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

وجاء تہ احدٰھما تمشی علی استحیاء (القصص، پارہ 20، آیت 25)

"آئی ان کے پاس ان میں سے ایک لڑکی شرماتی ہوئی۔"

سوچنے کی بات ہے کہ جب باحیاء انسان کی رفتار و گفتار اللہ تعالیٰ کو اتنی پسند ہے تو اس کا کردار کتنا مقبول و محبوب ہوگا۔ لہٰذا جو شخص حیاء جیسی نعمت سے محروم ہو جاتا ہے وہ حقیقت میں محروم القسمت ہو جاتا ہے ایسے انسان سے خیر کی توقع رکھنا بھی فضول ہے۔

نبی علیہ السلام نے ارشاد فرمایا۔

"جب شرم نہ رہے تو پھر جو مرضی کر"

اس سے معلوم ہوا کہ بے حیاء انسان کسی ضابطہ اخلاق کا پابند نہیں ہوتا اس کی زندگی شتر بے مہار کی طرح ہوتی ہے۔

حیاء ہی وہ صفت ہے کہ جس کی وجہ سے انسان پاکیزگی اور پاکدامنی کی زندگی گزارتا ہے۔ بلکہ یوں کہنا چاہئے کہ حیاء اور پاکدامنی لازم و ملزوم ہیں ان دونوں میں چولی دامن کا ساتھ ہے۔

بے حیائی اور مرزا قادیانی:

قادیانی مرزا قادیانی کو اللہ کا نبی اور رسول مانتے ہیں (نعوذ باللہ)۔ حالانکہ ایک نبی اور رسول کی صفات تو بہت دور کی بات، اس مردود میں ایک شریف انسان والی صفات بھی نہیں پائی جاتی تھیں۔ دُنیا کا کوئی عیب ایسا نہیں جو مرزا قادیانی کی ذات میں نہ پایا جائے۔ کوئی ایسا جرم نہیں جو اس بدبخت نے نہ کیا ہو۔ کوئی ایسی گندگی نہیں جو اس میں نہ پائی جاتی ہو۔ کوئی ایسی برائی نہیں جس سے یہ خالی ہو۔

ہم یہاں مرزا قادیانی کی صرف بے حیائی کا ذکر کریں گے۔ اگر کسی قادیانی میں ذرہ بھر بھی شرم

ہوئی تو وہ انشاء اللہ مرزا قادیانی کے بے حیاء کردار کا مطالعہ کرنے کے بعد (جو آئندہ صفحات میں بحوالہ قادیانی کتب کے یہاں درج کئے جا رہے ہیں) یقیناً اسلام قبول کرے گا۔

مرزائیوں کی شہرہ آفاق کتاب سیرۃ المہدی 1935ء جو مرزائیہ کتاب گھر قادیان نے شائع کی ۔اس کتاب میں مرزا قادیانی کے حالات زندگی کا ذکر کیا گیا ہے۔

سیرت المہدی کے دو اہم مضبوط مشہور زمانہ راوی ہیں ایک مرزا قادیانی کی بیوی نصرت جہاں بیگم (مرزائیوں کی ماما) دوسرا مرزا بشیر احمد ایم۔اے بیٹا مرزا قادیانی۔ یقیناً ان دونوں شخصیات کی مرزا قادیانی کے بارے میں بیان کردہ روایات قادیانیوں کے ہاں سند کا درجہ رکھتی ہیں۔

بے غیرتی و بے حیائی:

مرزا بشیر احمد ابن مرزا قادیانی لکھتا ہے۔

"راوی ڈاکٹر محمد اسمٰعیل صاحب نے مجھ سے بیان کیا کہ (مرزائی امت کی ماما) نصرت جہاں بیگم نے ایک دن سنایا کہ حضرت مرزا قادیانی کے ہاں ایک بوڑھی عورت ملازمہ مسماۃ بھانو تھی۔ وہ ایک رات جبکہ خوب سردی پڑ رہی تھی۔ مرزا قادیانی کو دبانے بیٹھی چونکہ وہ لحاف کے اوپر سے دباتی تھی اس لئے اسے یہ پتا نہ لگا کہ جس چیز کو میں دبا رہی ہوں۔ وہ حضور کی ٹانگیں نہیں ہیں بلکہ پلنگ کی پٹی ہے۔ تھوڑی دیر کے بعد حضرت صاحب نے فرمایا، بھانو آج بڑی سردی ہے۔ بھانو کہنے لگی۔ ہاں جی تدے تے تہاڈی لتاں لکڑی وانگر ہویاں ہویاں ایں۔ یعنی جی ہاں اسی لئے تو آج آپ کی ٹانگیں لکڑی کی طرح سخت ہو رہی ہیں۔"

(سیرت المہدی، از مرزا بشیر احمد قادیانی، جلد دوئم، صفحہ 210)

قارئین کرام! کوئی غیرت مند مرد غیرت مند عورت کے ساتھ رات نہیں گزارتا، غیر مند عورت کسی غیر شخص کے ساتھ رات بسر نہیں کرتی۔ اس لئے کہ رحمت دو عالم ﷺ نے ارشاد فرمایا

"جب کوئی مرد اجنبی عورت کے ساتھ تنہائی میں یکجا ہوتا ہے تو وہاں تیسرا شیطان ہوتا ہے۔"

جب دو اجنبی مرد و عورت کہیں خلوت میں جمع ہوتے ہیں تو وہاں شیطان فوراً پہنچ جاتا ہے۔ جوان دونوں کے جنسی جذبات کو برانگیختہ کرتا رہتا ہے یہاں تک کہ ان پر جنسی ہیجان کا غلبہ ہو جاتا ہے اور وہ بدکاری میں مبتلا ہو جاتے ہیں۔

لہٰذا حدیث کا مطلب یہ ہے کہ تم کسی اجنبی عورت کے ساتھ خلوت میں یکجا ہونے کا موقع ہی نہ آنے دو کہ شیطان تمہارے درمیان آ جائے اور تمہیں برائی کے راستے میں لگا دے تنہائی میں اجنبیہ کے ساتھ خلوت اختیار کرنے کو منع فرما دیا اس ایک بہت بڑے فتنے کا اندیشہ ہے اور شیطان مردود ہر وقت ساتھ ہے نفس پر مسلط ہے۔ ایسے وقت میں شیطان لعین بدصورتی کو بھی خوبصورت شکل میں پیش کرتا ہے اور جب شہوت غالب آئے اور جنسی ہیجان میں ابھار پیدا ہو جائے تو پھر صورت کو نہیں دیکھا جاتا بلکہ جذبات کو تسکین پہنچانا مقصود ہوتا ہے۔

اس روایت کے مطابق مرزا قادیانی اُس کی بیوی نصرت جہاں بیگم، بیٹا بشیر، بھانو یہ سب بے غیرت بے حیا، بے شرم تھے کوئی غیرت مند عورت، غیر عورت کو خلوت میں اپنے خاوند کے ساتھ پسند نہیں کرتی۔ عجیب بات یہ ہے کہ خدمت کا وقت بھی خاص رات کا، خادمہ بھی خاص بھانو، جسم کا حصہ بھی خاص نیچے والا۔ اس روایت سے معلوم ہوا کہ مرزا قادیانی کا گھر بے حیائی کا مرکز تھا۔

بوڑھی عورت کی خدمت کرنی چاہیے اہل اسلام کے بے شمار واقعات شاہد ہیں بوڑھوں کی خدمت پر، لیکن مرزا قادیانی وہ بے رحم، بے ضمیر شخص تھا جو بوڑھی عورت سے رات کو ٹانگیں دبوایا کرتا تھا۔ جب کہ گھر میں جوان لڑکے موجود، بیوی موجود، نوکر موجود، پھر غیر عورت کے ساتھ رات بسر کرنا۔ پھر رات کی تنہائی میں یہ کہنا کہ بھانو آج تیری حس کمزور ہو رہی ہے۔ ماہرین نفسیات جانتے ہیں کہ یہ جملہ ''تیری حس کمزور ہو رہی ہے'' کس قدر مرزا قادیانی کی ذہنی آوارگی پر دلالت کر رہا ہے۔

پھر بھانو نے سامنے سے اور لطیفہ کر دیا۔ وہ لطیفہ اس عبارت سے واضح ہو ہی گیا ہے عقل مند کے لئے اشارہ ہی کافی ہے۔

آیئے قرآن مجید، فرقان حمید، برہان رشید سے سوال کرتے ہیں کہ اس گندے کردار کے مردوں اور عورتوں کے بارے میں کیا فیصلہ ہے۔ ارشاد قرآنی ہے۔

''گندی عورتیں گندے مردوں کے لئے اور گندے مرد گندی عورتوں کے لئے۔''

کیا یہ سیرۃ المہدی ہے؟ نہیں یہ سیرت شیطان مرزا قادیانی ہے۔ نامحرم عورت کے ساتھ خلوت حرام ہے۔ ہمارے آقا و مولیٰ تاجدارِ ختم نبوت کی سیرت پڑھیں۔

پیکر شرم و حیاء محبوب کبریا امام الارض والسماء خاتم الانبیاء علیہ التحیۃ والثناء کا غیر عورتوں کے ساتھ رویہ معصوم عن الخطا ہونے کے باوجود۔ بخاری شریف میں ہے

''سیدہ طیبہ عتیقہ، عفیفہ، عائشہ الصدیقہ صلوۃ اللہ علیہا فرماتی ہیں جو مسلمان عورتیں سیدنا نبی کریم ﷺ کے پاس ہجرت کے بعد بیعت کے لئے آتی تھیں تو آپ ﷺ زبانی فرماتے

۔میں نے تم سے بیعت کی یہ نہیں کہ آپ ﷺ ان کے ہاتھ سے ہاتھ ملاتے ہوں۔ قسم خدا کی آپ ﷺ نے کبھی بیعت کرتے ہوئے کسی عورت کو ہاتھ نہیں لگایا۔

یہ ہے سیرت امام المعصومین خاتم النبیین ﷺ کی اس حدیث کی روشنی میں مرزا قادیانی کی زندگی کا جائزہ لیں۔ آپ اس نتیجے پر پہنچیں گے کہ مرزا قادیانی کی زندگی نبی کریم ﷺ کی مبارک برکت والی زندگی کی ضد ہے۔ ہمارے نبی علیہ السلام کا یہ کمال ہے کہ دشمن اعظم بھی آپ ﷺ کی تعریف کیئے بغیر نہیں رہ سکتا۔

مرزا غلام احمد قادیانی لکھتا ہے

''ہمارے سید و مولیٰ افضل الانبیاء خیر الاصفیاء محمد مصطفیٰ (ﷺ) کا تقویٰ دیکھئے کہ وہ ان عورتوں کے ہاتھ سے بھی ہاتھ نہیں ملاتے تھے جو پاک دامن اور نیک بخت ہوتی تھیں۔ اور بیعت کر لینے کے لئے آتی تھیں۔ بلکہ دور بٹھا کر صرف زبانی تلقین کرتے تھے۔''

(نور القرآن نمبر، صفحہ 74۔ روحانی خزائن صفحہ 449، جلد 9، مصنفہ مرزا غلام احمد قادیانی)

مرزا قادیانی کی بے حیائی کے بارے میں مزید سُنیئے۔

مرزا بشیر احمد قادیانی لکھتا ہے۔

''بیان کیا نور الدین خلیفہ اوّل نے کہا کہ ایک دفعہ مرزا قادیانی کسی سفر میں تھے اسٹیشن پر پہنچے تو ابھی گاڑی آنے میں دیر تھی مرزا قادیانی بیوی صاحبہ کے ساتھ سٹیشن کے پلیٹ فارم پر ٹہلنے لگ گئے۔ یہ دیکھ کر مولوی عبدالکریم جن کی طبیعت غیور اور جوشیلی تھی۔ میرے پاس آئے اور کہنے لگے کہ بہت لوگ اور پھر غیر لوگ اِدھر اُدھر پھرتے ہیں۔ آپ مرزا قادیانی سے عرض کریں کہ بیوی صاحبہ کو کہیں الگ بٹھا دیا جاوے۔ مولوی صاحب نے کہا میں تو نہیں کہتا آپ کہہ کر دیکھ لیں۔ ناچار مولوی عبدالکریم خود مرزا قادیانی کے پاس گیا اور کہا کہ اے مرزا قادیانی لوگ بہت ہیں بیوی کو الگ ایک جگہ بٹھا دیں۔ مرزا قادیانی نے کہا کہ جاؤ جی میں ایسے پردے کا قائل نہیں ہوں۔ مولوی صاحب فرماتے تھے کہ اس کے بعد مولوی عبدالکریم سر نیچے ڈالے میری طرف آئے۔ میں نے کہا مولوی صاحب جواب لے آئے؟''

(سیرت المہدی حصہ اوّل، صفحہ 63)

اندازہ کیجئے کہ ولی بھی شریعت کا محافظ و پہرے دار ہوتا ہے۔ لیکن مرزا قادیانی جو بڑے بڑے جھوٹے دعوے کرنے والا تھا۔ یہ شریعت کا کتنا بڑا قاتل تھا۔

کوئی بھی غیرت مند اپنی بیوی کے لئے بڑی غیرت کا جذبہ رکھتا ہے۔ یہاں چھوٹے چیلوں کو تو جوش آیا۔ لیکن مرزا قادیانی کو غیرت نہ آئی۔ ہوتی غیرت تو آتی۔ نہ اسے اپنی عورتوں پر غیرت نصیب

ہوئی نہ دوسری عورتوں پر اس لئے تو دُنیا کہتی ہے ”مرزا قادیانی بین الاقوامی بے حیاء تھا۔“ یہاں خاص بات یہ کہ ساری مرزائی امت مرزا کی بیوی کو ماما جان کہتے ہیں۔ لیکن نورالدین بیوی صاحبہ کہہ کر بات کرتا ہے۔ مرزا قادیانی بھی بیوی صاحبہ کہہ کر بات کرتا ہے۔ عقلمند کے لئے اشارہ ہی کافی ہے۔

تیسرا یہ کہ مرزا قادیانی کتنی بے غیرتی کے ساتھ بکواس کر رہا ہے۔ جاؤ جی میں ایسے پردے کا قائل نہیں ہوں۔ واضح طور پر قرآن وحدیث کی تعلیمات کا انکار ہے۔

خدا مرد، مرزا عورت:

مرزا قادیانی کے بین الاقوامی بے حیاء ہونے پر ایک ایسا حوالہ سنئے جو آپ نے پہلے کبھی نہ سنا ہوگا، نہ سنیں گے۔ اتنا بڑا اللہ کا گستاخ بے ادب نہ پیدا ہوا نہ ہوگا۔ جتنا بڑا مرزا قادیانی اللہ وحدہٗ لا شریک کا گستاخ تھا۔ محبت باری تعالیٰ میں محو ہو کر یہ واقعہ پڑھیے اور اس بے غیرتی کو ختم کرنے کے لئے اپنی تمام تر توانائیاں بروئے کار لائیے۔

مرزا قادیانی کا قریبی مرید قاضی یار محمد لکھتا ہے کہ

مرزا قادیانی نے ایک موقع پر اپنی حالت یہ ظاہر کی ہے کہ

”کشف کی حالت مرزا قادیانی پر اس طرح طاری ہوئی گویا مرزا قادیانی عورت ہے اور اللہ تعالیٰ نے رجولیت کی قوت کا اظہار فرمایا۔ سمجھنے والے کے لئے اشارہ کافی ہے۔“

(اسلامی قربانی 12 ٹریکٹ نمبر 34، مصنفہ قاضی یار محمد قادیانی)

مرزا کے مرید کا یہ کہنا کہ مرزا قادیانی نے اپنی حالت یہ ظاہر کی کہ گویا مرزا قادیانی عورت ہے اور اللہ تعالیٰ نے رجولیت کی قوت کا اظہار فرمایا۔ وہ حالت کیسی ہوگی؟ جو مرید نے دیکھی تھی۔ وہ حالت اگر کوئی مرزائی مجمع میں بنا کر دکھادے تو ہم اسے انعام دیں گے۔

اصل میں مرزا قادیانی کے پاس شیطان آیا تھا جس نے اُسے بہلا پھسلا کر اُس سے یہ فعل بد کیا اور مرزا سمجھا کہ شاید یہ خدا ہے۔

مرزائیو! کسی ہسپتال سے مرزا قادیانی کے دماغ کا علاج ہی کرالیا ہوتا تو شاید یہ باتیں نہ کرتا۔ اور یہ رسوائیاں نہ ہوتیں۔ ہمیں اب مرزا پر آنے والی شیطانی، انگریزی وحی کی سمجھ آئی ”I Love You“۔ (تذکرہ)

وحی بھی انگریزی اور لانے والا ٹیچی ٹیچی بھی انگریزی، تہذیب بھی انگریزی، اطاعت بھی انگریزی، اسی لئے تو مرزا قادیانی نے اپنی کتاب شہادت القرآن میں تحریر کیا ہے کہ ”اسلام کے دو حصے

ہیں۔ایک اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرنا۔دوسرا حکومتِ برطانیہ کی اطاعت کرنا''۔کسی مرزائی میں یہ جرأت و بصیرت ہے کہ قرآن سے اس آیت کی نشاندہی کردے۔جس آیت میں یہ حکم ہے کہ حکومتِ برطانیہ کی اطاعت کرنا یہ اسلام کا دوسرا حصہ ہے۔یقیناً یہ حکم نہیں بلکہ اس کے برعکس حکم ہے لیکن مرزا قادیانی کی عادتِ خبیثہ ہے لوگوں کو دھوکہ دینے کے لئے قرآن وحدیث کا نام لینا۔

ننگی عورت اور مرزا ایک کمرے میں:

مرزا قادیانی کا قریبی مرید مفتی محمد صادق لکھتا ہے۔

''مرزا قادیانی کے اندرونِ خانہ ایک نیم دیوانی سی عورت بطور خادمہ کے رہا کرتی تھی۔ ایک دفعہ اس نے کیا حرکت کی کہ جس کمرے میں مرزا قادیانی بیٹھ کر لکھنے پڑھنے کا کام کرتا تھا۔وہاں ایک کونے میں کھڑا تھا۔جس کے پاس پانی کے گھڑے رکھے تھے۔وہاں اپنے کپڑے اُتار کر اور ننگی بیٹھ کر نہانے لگ گئی۔مرزا قادیانی اپنے کام تحریر میں مصروف رہا اور کچھ خیال نہ آیا کہ وہ کیا کرتی ہے۔جب وہ نہا چکی تو اتفاقاً ایک اور خادمہ آنکلی۔اس نے اس نیم دیوانی کو ملامت کی کہ مرزا قادیانی کے کمرے میں اور موجودگی کے وقت تو نے یہ کیا حرکت کی۔تو اس نے ہنس کر جواب دیا ''انہو کجھ دیدا اے''۔یعنی اسے کیا دکھائی دیتا ہے۔'' (ذکر حبیب، مفتی محمد صادق قادیانی صفحہ 39-38)

چند اہم باتیں:

1: مرزا قادیانی اور ایک غیر عورت ننگی حالت میں دونوں ایک کمرہ میں موجود تھے۔

2: دوسری خادمہ اتفاقاً ادھر آگئی جس نے دونوں اشخاص یعنی مرزا اور غیر عورت کو ایک کمرہ میں پایا۔

3: اوپر سے آنے والی خادمہ نے اُس ننگی عورت کو کہا کہ تو تمام کپڑے اتار کر مرزا کے کمرہ میں اور موجودگی کی حالت میں نہا رہی تھی۔تجھے شرم نہیں آئی کہ مرزا کے کمرہ میں اور اس کی موجودگی کی حالت میں اور پھر تمام کپڑے اُتار کر اس کے بالکل سامنے نہا رہی ہے یہ تو نے کیا کیا؟

4: اس نے ہنس کر جواب دیا کہ مرزا قادیانی کو نظر ہی کم آتا ہے۔یعنی کوئی چیز اُس کو نظر آتی ہی نہیں۔

5: وہ عورت مرزا قادیانی کے کمرہ میں کیوں نہا رہی تھی؟ ناپاک مرزا قادیانی اس کو شاید مزید ناپاک کر رہا ہوگا اس کے سوا اور کوئی وجہ معلوم نہیں ہوتی۔

6: مرزا قادیانی نے یہاں پر بے حیائی کی مثال قائم کردی ہے۔اس سے بڑی بے حیائی کیا ہو سکتی ہے۔

مرزائی اس کا جواب یہ دیتے ہیں کہ وہ دیوانی تھی اس لئے اس کا کچھ اعتبار نہیں۔

1: تو اس کا جواب یہ ہے کہ اگر وہ دیوانی تھی تو مرزا قادیانی تو دیوانہ نہ تھا وہ باہر آجاتا۔ یا یہ تسلیم کرنا پڑے گا کہ وہ دونوں ہی دیوانے تھے۔

2: اس عورت کا یہ کہنا صحیح نہیں ہے کہ مرزا قادیانی کو کچھ بھی نظر نہیں آتا۔ آخر وہ کتاب لکھ رہا تھا اس کی لکھائی نظر آ رہی تھی تو وہ عورت کیوں نظر نہیں آسکتی؟ اُس عورت کا کمرے میں آنا، قدموں کی آواز آنا، اپنے کپڑے اُتارنا، نلکہ کھولنے کی آواز آنا، پانی گرنے کی آواز آنا کیا مرزا قادیانی کانوں سے بھی محروم تھا کہ اُسے پتہ ہی نہیں چلا؟

قارئین کرام! یہ ہے مرزا غلام احمد قادیانی کا کردار اور یہ ہے اس دجال کا گندا کریکٹر کہ ایک شریف النفس انسان ایسے گندے کریکٹر والے کو شریف النفس بھی نہیں کہہ سکتا، کجا کہ اسے نبی اور رسول کہا جائے۔ خدا تعالیٰ مرزائیوں کو ہدایت دے کہ کتنے گندے کریکٹر والے شخص کو انہوں نے نبی سمجھ لیا ہے۔

نبی علیہ السلام کی پیشگوئی ہے کہ ''تیس (30) بڑے کذاب اور دجال پیدا ہونگے جو نبوت کا دعویٰ کریں گے۔ حالانکہ وہ صاف جھوٹے ہونگے۔''

یہ حدیث نبی علیہ السلام سے تواتر کے ساتھ منقول ہے یہ قادیانی نبی علیہ السلام کی پیشگوئی کو تو نہیں مانتے مگر زانی شرابی، گندے کریکٹر اور مرگی والے شخص کو نبی مان کر بہت خوش ہیں۔ معلوم نہیں اس میں ان کو مزا ہی کیا آ رہا ہے؟ عذابِ جہنم پر کیوں صابر ہیں؟ مگر اصل میں شیطان نے ان کو پھنسایا ہوا ہے۔ اب خدا تعالیٰ ہی رحم فرمائے تو ہدایت پا سکتے ہیں۔ تمام مسلمانوں کو چاہئے کہ ان کے لئے محنت بھی کریں اور دُعا بھی کریں کہ خدا تعالیٰ ان کو ہدایت عطا فرمائے۔ یہی اصل ہمدردی ہے۔

خادمہ زینب کی رات کو خدمتِ مرزا:

مرزا بشیر احمد قادیانی لکھتا ہے کہ:

''ڈاکٹر سید عبدالستار شاہ صاحب نے مجھ سے بذریعہ تحریر بیان کیا کہ مجھ سے میری لڑکی زینب نے بیان کیا کہ میں تین ماہ کے قریب مرزا قادیانی کی خدمت میں رہی ہوں۔ گرمیوں میں پنکھا وغیرہ اور اسی طرح کی خدمت کرتی تھی۔ بسا اوقات ایسا ہوتا کہ نصف رات یا اس سے زیادہ مجھ کو پنکھا ہلاتے گزر جاتی تھی۔ مجھ کو اس اثناء میں کسی قسم کی تھکان و تکلیف محسوس نہیں ہوتی۔ بلکہ خوشی سے دل بھر جاتا تھا۔ دو دفعہ ایسا موقع آیا کہ عشاء کی نماز سے لے کر صبح کی اذان تک مجھے ساری رات خدمت کرنے کا موقع ملا پھر بھی اس حالت

میں مجھے نہ نیند، نہ غنودگی اور نہ تھکان معلوم ہوتی۔ بلکہ خوشی ہوتی اور سرور پیدا ہوتا تھا۔ مرزا قادیانی نے کہا زینب اس قدر خدمت کرتی ہے کہ ہمیں اس سے شرمندہ ہونا پڑتا ہے۔"

(سیرت المہدی حصہ سوئم، صفحہ 273، روایت نمبر 910)

اس کے علاوہ ایک اور نوجوان لڑکی عائشہ مرزا کے پاؤں دباتی تھی اس کے متعلق لکھا ہے۔

"مرزا قادیانی کو مرحومہ عائشہ کی خدمت (پاؤں دبانے) بہت پسند تھی۔"

(الفضل 20 مارچ، 1928ء)

ان عبارتوں سے واضح ہوا کہ مرزا قادیانی کا محبوب مشغلہ نوجوان لڑکیوں کے ساتھ راتیں گزارنا تھا۔ اور اس سے ظاہر ہوا کہ مرزا قادیانی اتنا بڑا بے حیا تھا کہ اس کی محفل وصحبت میں جو بھی آتا بے حیائی کا مجسمہ بن جاتا۔ تو ثابت ہو گیا کہ مرزا قادیانی حقیقت میں ابلیس تھا۔

چونکہ یہ طبقہ حیاء سے عاری ہے ان کی اصل نسل میں حیاء نام کی کوئی چیز نہیں۔ اس لئے کہ سچا نبی خود بھی حیاء والا ہوتا ہے۔ اور اپنی امت میں بھی حیا پیدا کرتا ہے اور جھوٹا مدعی نبوت خود بھی بے حیا ہوتا ہے اور اپنی اُمت میں بھی بے حیائی پیدا کرتا ہے۔

ہوں بشر کی جائے نفرت:

مرزا قادیانی کے بین الاقوامی بے حیاء ہونے پر اس کا مشہور زمانہ شعر جس میں اُس نے اپنی حقیقت کو بیان کیا ہے۔ اگر اس حقیقت کو موجودہ مرزائی تسلیم کرلیں تو جھگڑا ہی ختم ہو سکتا ہے۔ وہ شعر یہ ہے۔

کرم خاکی ہوں میرے پیارے نہ آدم زاد ہوں
ہوں بشر کی جائے نفرت اور انسانوں کی عار

(درثمین، مرزا قادیانی کا شعری مجموعہ)

مرزا قادیانی کہتا ہے کہ میں آدم کی اولاد سے نہیں ہوں۔ میں مرزائیوں سے سوال کرتا ہوں کہ مرزا آدم کی اولاد سے نہیں تو کس کی اولاد ہے؟ شاید یہ شیطان کی اولاد ہوگا۔ مگر بات یہ ہے کہ اگر آدم علیہ السلام کی اولاد سے نہیں تو نبی کیسے بنا۔ اگر یہ آدم کی اولاد سے ہے تو اس نے جھوٹ بولا ہے۔ اور جھوٹ بولنے والا کذاب یا دجال تو ہو سکتا ہے مگر نبی نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ جس کا ایک بھی جھوٹ ثابت ہو تو بقول مرزا اس کی کسی بات پر بھی اعتبار نہیں۔

لطیفہ:

مرزا قادیانی کے یہ الفاظ "ہوں بشر کی جائے نفرت اور انسانوں کی عار" خاص طور پر قابل غور

ہیں۔ مرزا قادیانی کہتا ہے کہ میں انسان کی وہ جگہ ہوں جس سے انسان نفرت اور شرم کرتا ہے اب اس کی تشریح اور نام مرزائی خود ہی بتلادیں کہ وہ بدن انسانی میں سے کونسا مقام ہے؟ جو مرزا قادیانی نے بطور لقب اپنے لئے خود پسند کیا ہے۔ ہم اگر عرض کریں گے تو شکایت ہوگی۔

آخر میں میں تمام مرزائیوں کو اس بات کی دعوت دیتا ہوں کہ ایسے کذاب جھوٹے اور دجال انسان کو جس نے بے شمار جھوٹ بولے ہوں جس نے انبیاء کو صریح گالیاں دی ہوں جس نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو معاذ اللہ غبی اور حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کو گوہ کے ڈھیر سے معاذ اللہ تشبیہ دی ہو۔ جس نے تمام امت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو سؤر کہا اور عورتوں کو کتیا سے بدتر کہا ہو۔ جس نے اُمت پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کو بدکاروں کی اولاد اور حرامی کہا ہو۔ جس نے اللہ کے قرآن کو اپنے منہ کی باتیں کہا ہو۔ جس نے خدا ہونے کا دعویٰ کیا ہو۔ جس نے آسمانوں کو اور انسان کو بھی خود پیدا کرنے کا دعویٰ کیا ہو۔ جس نے خدا کا بیٹا ہونے کا دعویٰ کیا ہو۔ جس نے عورت ہونے کا دعویٰ کیا ہو، جس بے وقوف انسان نے میں سے میں پیدا ہونے کا دعویٰ کیا ہو۔ جو اپنی پیشگوئیوں میں بھی صریح جھوٹا ثابت ہوا ہو۔ جس نے سرتاج انبیاء امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم سے افضل ہونے کا دعویٰ کیا ہو۔ جس نے اللہ کے پیغمبر کی صریح توہین کی ہو۔ جس نے علماء اسلام کو گالیاں دی ہوں اور علماء کو حرامی لکھا ہو، جس کا کریکٹر ہی ایسا گندہ ہو کہ جو شریف انسان بھی ثابت نہ ہوسکے اور جس نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر بہتان باندھ کر اپنا ٹھکانہ جہنم میں بنالیا ہو۔ ایسے بدبخت، بے وقوف، گستاخ، بدتمیز اور کذاب شخص کو چھوڑ دیں اور امام الانبیاء خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم سے وابستہ ہوجائیں۔ تاکہ قیامت کے دن ذلیل ورسوا نہ ہوں اور دائمی جہنم سے بچ جائیں۔

اب جس کے جی میں آئے وہی پائے روشنی
ہم نے تو دل جلا کر سر عام رکھ دیا

سب سے پہلی بشارت:

حضرت سیّدنا صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ جب مسند آرائے خلافت ہوئے تو آپ حضرت اُسامہ رضی اللہ عنہ کے لشکر کو روانہ فرمارہے تھے کہ آپ کو یمن سے اُسود عنسی کے قتل کی تفصیلات پر مشتمل بشارت پہنچی۔ اس لحاظ سے حضرت صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ کو خلافت سنبھالتے ہی سب سے پہلی جو غیر ملکی بشارت سنائی گئی وہ جھوٹے مدعیٔ نبوت اَسود عنسی کے قتل کی تھی۔

محترم جناب میجر امیر افضل خان کی گراں بہا تصنیف

قادیانیوں کی پوشیدہ سازشیں۔۔۔بے نقاب

''تاشقند کے اصل راز اور قادیانیوں کی سازشیں'' سے ماخوذ

باؤنڈری کمیشن میں قائداعظم نے سر ظفر اللہ خان کو کیوں وکیل مقرر کیا۔ اس بارے میں ہمیں جو کچھ معلوم ہو سکا۔ وہ یہ تھا کہ قائداعظم جانتے تھے کہ قادیانیوں اور انگریزوں میں گاڑھی چھنتی تھی۔ قادیانی ان کے پروردہ تھے اور سب سے زیادہ چہیتے۔ گورداسپور میں ویسے بھی مسلمانوں کی تعداد زیادہ تھی اور قائداعظم یقین کرنا چاہتے تھے کہ قادیان کی وجہ سے گورداسپور کا ضلع پاکستان کو مل جائے گا اور کشمیر کی بھاری مسلم اکثریت والی ریاست بھی ہماری جھولی میں ہوگی اور اگر مہاراجہ ہری سنگھ کو عقل نہ آئی تو چند مسلمان مجاہد اس پر قبضہ کرلیں گے۔

قائداعظم کو البتہ زیادہ فکر حیدرآباد کی تھی اور کشمیر کو پاکستان کے ساتھ ملانے کے بعد وہ سارا زور حیدرآباد کو بچانے اور جنوب بھارت میں اس ریاست کو مسلمانوں کی جائے پناہ بنانا چاہتے تھے۔ بھارت کے دو چوٹی کے لیڈروں یعنی نہرو اور پٹیل میں کشمیر اور حیدرآباد پر ہر حالت میں قبضہ کرنا چاہتا تھا اور اس سلسلے میں اگر کشمیر پاکستان کو دینا پڑ جاتا تو اسے چنداں پرواہ نہ تھی۔ لیکن نہرو جو کشمیری برہمن تھا، وہ ہر حالت میں کشمیر کو بھارت کا حصہ بنانا چاہتا تھا۔ جنرل نوابزادہ شیر علی پاکستان آنے سے پہلے سردار پٹیل سے ملے تو پٹیل نے انہیں کہا تھا کہ ''اپنے بادشاہ سلامت'' کو گزارش کرنا کہ وہ حیدرآباد اور کشمیر کے بارے میں حقیقت پسندانہ رویہ اختیار کریں۔ بہر حال اس معاملے پر زیادہ روشنی جنرل شیر علی خود ہی ڈال سکتے ہیں۔ لیکن ہم مات کھا گئے۔ نہ کشمیر ملا نہ حیدرآباد کو بچا سکے۔ لیکن شاید اس وقت قائداعظم انگریزوں اور قادیانیوں کی سازش کو نہ سمجھ سکے۔ قادیان جو پاکستان کو نہ ملا اور قادیانی ''مظلوم'' بن کر پاکستان میں داخل ہوئے تو قائد کو ظفر اللہ پر کوئی شک نہ گزرا اور اسی وجہ سے انہوں نے ظفر اللہ کو پہلے جنرل اسمبلی میں کشمیر کا مقدمہ لڑنے کے لئے وکیل بنایا اور بعد میں وزیر خارجہ بھی، جس کی تفصیل اگلے باب میں آرہی ہے۔ گو ظفر اللہ نے لمبی اور بے معنی تقریریں کر کے جان بوجھ کر کشمیر کا مقدمہ خراب کیا لیکن ہم اس وقت اس طریق کار کو نہ سمجھ سکے۔ (صفحہ 25، 26)

قادیانیوں کے مقاصد اور سازش:

قادیانیوں نے بھی باؤنڈری کمیشن کے سامنے جس کا سربراہ ریڈ کلف تھا، سکھوں کی طرح ایک فریق بننے کی درخواست دے دی اور ظفر اللہ کو وکیل بنایا اور یہ بات اس زمانے میں ہی سامنے آگئی تھی کہ قادیانیوں نے اپنے آپ کو باقی مسلمانوں سے الگ ظاہر کیا تھا اور اس علاقے میں خصوصی مراعات مانگیں۔ قادیان کی پوزیشن پاپائے روم کی ویٹی کن سٹی کی طرح ہونی چاہئے۔ اس سے مسلمانوں کا کیس کمزور ہوا اور قادیان سمیت ضلع گورداسپور کا زیادہ علاقہ بھارت کا حصہ بن گیا۔

یہ ایک سازش تھی۔ اگر قادیان پاکستان کا حصہ بن جاتا اور کشمیر بھی پاکستان کو مل جاتا تو قادیانیوں کے خلاف جو تحریک 1953ء میں شروع ہوئی تھی، وہی تحریک 1947ء یا زیادہ سے زیادہ 1948ء میں شروع ہو جاتی جو مذہبی مسلمان تحریک پاکستان سے علیحدہ ہونے کے باعث نیچے چلے گئے تھے، ان کے لئے اوپر آنے کے لئے ضروری تھا کہ وہ نہ صرف قادیانیوں کو ختم کرنے کی تحریک چلاتے بلکہ قادیان کو ختم کرنے کے لئے کوشش کرتے کہ اللہ اور رسول ﷺ کے نام پر بنائے جانے اور اسلام کے نظریہ پر قائم ہونے والے ملک میں کسی جھوٹے نبی کا مرکز نہیں ہوسکتا۔

سازش یا "تجویز" یہ تھی کہ قادیانی مظلوم بن کر پاکستان میں داخل ہوں حالانکہ مشرقی پنجاب میں قادیانیوں کا بال بھی بیکا نہ ہوا۔ مرزا غلام احمد کا پوتا، میجر داؤد، میجر وحید حیدر اور میجر صفدر بیگ وغیرہ متعدد افسر قادیانیوں کو بحفاظت مشرقی پنجاب سے نکال رہے تھے۔ پھر بریگیڈیئر ایوب کی جگہ بھی قادیانی بریگیڈیئر نذیر آگیا۔ سیالکوٹ کا پہلا ڈپٹی کمشنر مرزا غلام احمد کا پوتا ایم ایم احمد تھا۔ لاہور میں بھی متعدد قادیانی افسر بے دین لوگ اور قادیانیوں کے دوست ان کی "بحالی" کے کام پر لگے ہوئے تھے۔ ظفر اللہ کے قصبہ ڈسکہ میں قادیانیوں کا ایک مرکز قائم تھا جہاں سے ہدایات موصول ہوتی تھیں کہ کس قادیانی کنبہ کو کہاں بھیجا جائے اور اس طرح "مظلوم قادیانی" پنجاب پر چھا گئے اور بعد میں جھوٹے نبی کا ایک مرکز ربوہ میں بھی بنا لیا گیا۔ قادیانیوں کے مرکز کو قادیان سے نکالنے کے لئے تین دفعہ سو سو ٹرکوں کا ایک کارواں فوج کی حفاظت میں قادیان بھیجا گیا۔ سب خیریت سے "مظلوم" بن کر پاکستان آگئے اور 1953ء تک ان کے خلاف کوئی تحریک نہ چل سکی۔ لیکن جب تحریک چلی تو ان کا ہمدرد جسٹس منیر موجود تھا۔ (صفحہ 21-27)

آدم خان:

آدم خان بس گزارہ ہی تھے۔ ان کے کافی نمبر کاٹ دیئے گئے اور بمشکل کرنل بنے۔ بہر حال

پاکستان کے پہلے نشان حیدر سرور شہید کی ان کے ماتحت بہادری اور پھر ان کی قادیانی بیوی کی کوششوں نے ان کو بھی کرنیلی کے چند ماہ بعد میجر جنرل بنا دیا۔ ان کا لہجہ سخت کلامی تھا۔ ہر اچھے اور قابل افسر کے پیچھے پڑ جاتے تھے تاکہ اپنی خامیوں کو چھپا سکیں۔ (صفحہ 35)

سیالکوٹ میں قادیانیوں کی سازش:

پروگرام کے مطابق سرحد کے مجاہدین بروقت مظفر آباد کے علاقوں میں داخل ہو کر سری نگر کی طرف بڑھنا شروع ہو گئے جس کی تفصیل آگے چل کر آئے گی لیکن سیالکوٹ کے ڈپٹی کمشنر ایم ایم احمد نے مجاہدین کو جموں کی طرف نہ جانے دیا۔

خان قیوم کھلی مجلسوں میں سینکڑوں دفعہ کہہ چکے تھے کہ جب سرحد کے مجاہدین وادی کشمیر میں داخل ہوئے تو پنجاب کے مجاہدین کو حکومت نے روک لیا اور نواب ممدوٹ نے 1954ء میں ریل کے ایک سفر کے دوران راقم کے سامنے یہ تسلیم کیا کہ ایسا لیاقت علی کے حکم پر کیا گیا تھا بلکہ اس کے دو وزیر ممتاز دولتانہ اور شوکت حیات بھی لیاقت علی کے ہم خیال تھے۔

یہ کچھ تو بڑی سطح پر تھا بلکہ اس زمانے میں سیالکوٹ سے فرنٹیئر فورس رجمنٹ کو نکال کر ایبٹ آباد لایا گیا اور اس کی جگہ انبالہ سے 15 پنجاب رجمنٹ کو لانے میں دیر کر دی گئی کہ سیالکوٹ چھاؤنی میں مسلمان فوجی صرف 16 پنجاب کے تھے اور اس رجمنٹ کے ہندوؤں اور سکھوں کو جان بوجھ کر سیالکوٹ میں رکھا گیا اور اکتوبر، نومبر 1947ء میں بھارت بھیجا گیا۔ یہ لوگ اپنی رائفلیں اور بارود گوردوارے میں اپنے ماتحت رکھے ہوئے تھے۔

ادھر ایم ایم احمد اور 16 پنجاب کا کرنل ہوبرٹ دونوں مل کر سرحد کی سخت دیکھ بھال کر رہے تھے کہ یہاں سے کشمیر کے خلاف کوئی کاروائی نہ ہو۔ آخر اس میں کیا راز تھا۔

راز یہ تھا کہ ہماری فوج کے کئی افسر عشق رسول ﷺ میں ڈوبے ہوئے ہیں اور اس چیز کو امریکن اور یہودی اخباریں بھی تسلیم کر چکی ہیں کہ پاکستانی فوج میں کئی لوگ عشق رسول ﷺ میں ڈوبے ہوئے ہیں۔ چنانچہ ایسے لوگ اکثر کہتے ہیں اور کچھ اپنے دل میں یہ عزم لئے ہوئے تھے کہ سیالکوٹ محاذ سے جب آگے پیش قدمی ہوئی تو میرا ہدف قادیان ہوگا کہ اس سے میرے آقا حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ خوش ہوں گے اور ہمیں دونوں جہان حاصل ہو جائیں گے۔

راقم اس پہلو کو ذاتی طور پر جانتا ہے اور اگر کسی زمانے میں بھی سیالکوٹ سے بھارت کی طرف پیش قدمی ہوتی تو نہ صرف کشمیر پاکستان کا حصہ بن گیا ہوتا بلکہ قادیان کی بھی اینٹ سے اینٹ بج گئی

ہوتی۔(صفحہ 44-45)

اسلامی تجاویز کا قادیانی سربراہ:

اس وقت تماشہ یہ بنا کہ جی ایچ کیو میں کرنل صفدر بیگ کو اس کام پر لگایا گیا کہ فوج میں اسلامی تشخص کے حوالے سے مختلف سوچوں اور تحقیقوں کا خلاصہ تیار کرے۔ صفدر بیگ نہ صرف قادیانی تھا بلکہ مرزا غلام احمد کی ایک بیوی کا رشتہ دار تھا تو اس نے ان تمام تجاویز سے روح محمدی کو نکال کر باہر پھینک دیا۔ ایوب خان کے پاس اب وقت نہ تھا کہ ایسی باتوں کی طرف دھیان دے۔ ظفر اللہ کو بھی اب پاکستان میں رہنے کی ضرورت نہ تھی کہ قادیانی ہر جگہ چھا چکے تھے۔ فوج کا چیف آف جنرل سٹاف حیاء الدین قادیانی تھا جو اسلام کی کوئی بات نہ سننا چاہتا تھا۔ ظفر اللہ اب جج بن کر بین الاقوامی دنیا میں جا رہا تھا کہ پاکستان میں سب "خیریت" تھی۔ ایوب کو اوپر اٹھایا جا رہا تھا اور وہ ترکی، یورپ اور امریکہ کا دورہ کر رہا تھا۔ ساتھ سکندر مرزا تھا۔ (صفحہ 92)

ایوب خان کو موقع اچھا ملا:

اس کے مشیروں میں فاروقی کی قسم کے لوگ تھے جو لاہوری قادیانی تھے۔ پھر ایک فضل الرحمٰن آیا جو "ماڈرن اسلام" کا دعویدار تھا۔ انگریزوں کے پرانے تنخواہ دار غلام احمد پرویز جس کا ذکر ہلال کے مدیر اکرام قمر کی زبان سے ہو چکا ہے، وہ بھی ایوب خان کا خاص دوست تھا۔ آخری دنوں میں ایک اور بے دین الطاف گوہر آ گیا تو اسلام کے لحاظ سے ایوب خان کا دور تاریک ترین ہے کہ اہل مغرب مکمل طور پر ہمارے اوپر چھا چکے تھے۔

ہوائیں ان کی، فضائیں ان کی، سمندر ان کے، جہاز ان کے
گرہ بھنور کی کھلے تو کیونکر؟ بھنور ہے تقدیر کا بہانہ

(اقبال) (صفحہ 107)

اختر کی مری میں ایوب خان سے ملاقات:

اختر ملک قادیانی تھا۔ لیکن عام لوگوں کو اس نے اس سلسلہ میں ہمیشہ اندھیرے میں رکھا۔ اور اچھا ایکٹر ہونے کی وجہ سے وہ بھی فوج میں خاصا پاپولر تھا۔ بہر حال وہ ایم ایم احمد، مرزا غلام کے پوتے اور حکومت کے مالیاتی سیکرٹری کے ساتھ اکثر ملاقاتیں کرتا تھا اور ایک آدھ دفعہ وہاں پر بھٹو کو بھی دیکھا گیا اور ہم جب صدر ہاؤس میں تھے تو ایک دن یہ بات بھی سنی کہ سیکورٹی والوں کو کچھ کاغذات ملے ہیں یا زبانی

کچھ پتہ چلا ہے کہ شاید اختر ملک کسی سازش میں ملوث ہے اور اس کو گرفتار کرلیا جائے گا۔ لیکن انہی دنوں ایوب خان نے مری جانا تھا اور راقم بھی حفاظتی دستوں کے ساتھ وہاں گیا۔ لیکن میری حیرانی کی کوئی حد نہ رہی کہ جنرل اختر ملک نہ صرف ایوب خان کو آ کر صدر ہاؤس ملا اور لمبی کانفرنس ہوئی بلکہ فون کر کے اپنے جی ٹی میجر عطا محمد ملک سے کچھ کاغذات بھی منگوائے اور ایک نقشہ بھی اور حکم بھی دیا کہ مال روڈ کو استعمال کریں لمبا راستہ اختیار نہ کریں۔ قارئین کو معلوم ہوگا کہ گرمیوں کے موسم میں مال روڈ کو صدر بھی استعمال نہیں کرتا۔ (صفحہ 120۔121)

اختر ملک کی چالاکیاں:

اختر ملک نے جو کچھ کیا اور جنگ کا ہیرو بھی بن گیا۔ اس میں اس کی دوہری شخصیت کی داد دینا پڑتی ہے۔ حالانکہ جنگ کے بعد انصاف کا تقاضا تو یہ تھا کہ اختر ملک پر مقدمہ چلایا جاتا لیکن مقدمہ کون چلاتا۔ ایوب خان، جس کو خود ''دھکا'' دیا گیا تھا اور اس کے بعد اس نے کہا ''میری توبہ'' یا محمد موسیٰ مقدمہ چلاتا جو ایوب خان کے مطابق ''سمجھتا'' کچھ نہ تھا۔ یا پھر یحییٰ مقدمہ چلاتا جو خود بھٹو کے ساتھ ملا ہوا تھا۔ یہی وجہ ہے کہ بھٹو اور عزیز احمد کو کچھ نہ کہا گیا۔ (صفحہ 123۔124)

مسئلہ۔ اگلی کتابیں انبیاء ہی کو زبانی یاد ہوتی۔ قرآن عظیم کا معجزہ ہے کہ مسلمانوں کا بچہ بچہ یاد کر لیتا ہے۔ ۔ قرآن عظیم کی سات قرأتیں سب سے زیادہ مشہور اور متواتر ہیں۔ ان میں معاذ اللہ کہیں اختلاف معنی نہیں۔ وہ سب حق ہیں۔ اس میں امت کے لئے آسانی یہ ہے کہ جس کے لئے جو قرأت آسان ہو وہ پڑھے اور حکم یہ ہے کہ جس ملک میں جو قرأت رائج ہے۔ عوام کے سامنے وہی پڑھی جائے ۔ جیسے ہمارے ملک میں قرأت عاصم بروایت حفص کہ لوگ ناواقفی سے انکار کریں گے۔ اور وہ معاذ اللہ کلمہ کفر ہوگا۔

عقیدہ۔ قرآن مجید نے اگلی کتابوں کے بہت سے احکام منسوخ کر دیئے۔ یوہیں قرآن مجید کی بعض آیتوں نے بعض آیات کو منسوخ کر دیا۔ (بہار شریعت)

اشتیاق احمد

تھالی کا بینگن

آدمی یا گرگٹ:

مرزا لکھتا ہے:

"میرے بزرگ چینی سرحدوں سے پنجاب میں پہنچے" (مطلب یہ کہ میں چینی نسل کا ہوں) پھر لکھتا ہے:

"میں فارسی ہوں"۔

"میں قوم کا برلاس مغل ہو"۔

"میں اگرچہ علوی تو نہیں مگر بنی فاطمہ سے ہوں"۔

"میری بعض دادیاں سادات میں سے تھیں"۔

ملاحظہ فرمایا آپ نے مرزا چینی نسل کا تھا، مغل برلاس قوم کا بھی تھا، علوی تو نہیں تھا بنی فاطمہ سے بھی تھا، اور مرزا کی بعض دادیاں سادات سے تھیں۔

اس سے بھی بڑھ کر پرلطف بات مرزا نے یہ لکھی ہے:

"میں بنی فارس اور بنی فاطمہ کے خون سے ایک معجون مرکب ہوں"۔

لیجئے اب مرزا انسان سے معجون بن گیا، ابھی کیا ہے آگے آگے دیکھئے، لکھتا ہے کیا:

"میں حسنین سے بہتر ہوں"۔ (استغفراللہ)

"میں ہی مسیح موعود ہوں"۔

"مجھے مسیح اور مہدی بنایا گیا"۔

نوٹ:۔ احادیث کی روشنی میں عیسیٰ علیہ السلام اور امام مہدی رضی اللہ عنہ دو الگ الگ شخصیات ہیں، لیکن مرزا نے ان دونوں شخصیات کو بھی اپنے میں جمع کرلیا، آگے چلیے لکھتا ہے:

"میں پہلے مسیح (یعنی عیسیٰ علیہ السلام سے اپنی تمام شان میں بڑھ کر ہوں"۔ (معاذاللہ)

''خدا نے پہلے میرا نام مریم رکھا، پھر عیسیٰ رکھا''۔

ملاحظہ فرمایا آپ نے، مرزا پہلے مریم تھا، یعنی عورت، پھر عورت سے مرد بنا۔

''خدا نے میرا نام بیت اللہ رکھا''۔

لیجئے! اب مرزا انسان سے اللہ کا گھر بن گیا۔

''میں حجر اسود ہوں''۔

پہلے بیت اللہ بنا، پھر حجر اسود بھی بن گیا، مطلب یہ کہ کچھ بننے سے رہ نہ جائے۔ لیکن اس کی یا مرزائیوں کی کسی کتاب میں یہ بات پڑھنے میں نہیں آئی کہ لوگ مرزا کو حجر اسود سمجھ کر بوسہ دیتے تھے۔ ہمارا خیال ہے یہاں مرزا اور مرزائیوں سے چوک ہوگئی۔ قادیانیوں کو چاہیے تھا کہ روزانہ قادیان کی مسجد کے کسی کونے میں بیٹھ کر مرزا کو بوسہ دیا کرتے۔ ایک جگہ لکھتا ہے:

''سچا خدا وہی ہے جس نے قادیان میں اپنا رسول بھیجا''۔

اب معلوم نہیں، یہاں مرزا کی سچے خدا سے کیا مراد ہے، مرزا نے اپنے کچھ نام بھی بتائے ہیں۔ وہ بھی سن لیں، کیا کیا ہیں:

''میں آدم ہوں، میں شیث ہوں، میں ابراہیم ہوں، میں اسحٰق ہوں، میں یعقوب ہوں، میں یوسف ہوں، میں موسیٰ ہوں، میں داود ہوں، میں سلیمان ہوں، میں یحییٰ ہوں، میں ظلِ محمد اور احمد ہوں''۔

آگے چل کر لکھتا ہے:

''یہ تمام نام میرے رکھے گئے''۔ گویا تمام انبیاء اس امت میں دوبارہ پیدا ہوگئے، اب ذرا ذہن میں لائیں اس کا یہ دعویٰ: میں معجون مرکب ہوں، جب اتنے سب نبی اور رسول ایک شخص میں جمع ہو جائیں تو وہ معجون مرکب نہیں بنے گا تو اور کیا بنے گا۔ مرزا نے اس پر بس نہیں کی، یعنی تمام انبیاء کے نام اپنے او پر فٹ کرنے کے بعد بھی اس کا اطمینان نہیں ہوا، آگے چل کر اس نے لکھا:

''میں فرشتہ ہوں، میں میکائیل ہوں، میں خدا کی مثل ہوں (یعنی پہلے صرف مثیل مسیح بنا تھا، اب خدا کی مثل بھی بن گیا) میں خدا کا مظہر ہوں، میں خدا کا بیٹا ہوں (یہ اس لیے کہا کہ عیسائی بھی مرزا سے محروم نہ رہیں) میں خدا کا باپ ہوں، میں خدا کی بیوی ہوں۔ سورۂ اخلاص میں اللہ نے اپنے بارے میں فرمایا کہ وہ نہ کسی کا باپ ہے نہ بیٹا، مرزا نے سب کا کھلا انکار کر دیا ہے۔ مزید کہا: مجھے زندہ کرنے اور مارنے کی صفت دی گئی ہے''۔

ایک جگہ پر لکھتا ہے:

''میں خدا کا جانشین ہوں، میں خالق ہوں، میں خدا ہوں، میں رڈر گوپال ہوں (ہندوؤں کو خوش کرنے کے لیے) رڈر گوپال کو ذدر گوپال بھی کہتے ہیں، اس کا نام بھی مجھے دیا گیا''

''میں کرشن ہوں''۔

''میں آریوں کا بادشاہ ہوں''

''امین الملک جے سنگھ بہادر ہوں''۔ (یہاں سکھوں کو خوش کیا گیا)

''میں کرم خاکی ہوں''۔ (یعنی خاک کا کیڑا ہوں)

غرض مرزا نے اپنے ننانوے کے قریب نام گنوائے ہیں، وہ محض صفاتی نام نہیں مختلف اشخاص ہیں۔ مرزائیوں سے ہمارا سوال یہ تھا کہ اب مرزائی بتائیں، مرزا کیا تھا، کون تھا، کیا نہیں تھا اور کون نہیں تھا۔ مرزا کو عجیب وغریب الہامات بھی ہوتے تھے اور کشف بھی ہوتا تھا۔ مطلب یہ کہ مرزا کا دعویٰ تھا، مجھے الہامات ہوتے ہیں اور کشف بھی، چنانچہ اس کا ایک الہام بھی لگے ہاتھوں سن لیں، لکھتا ہے:

''میں نے ایک مرتبہ خدا کو دیکھا، میں نے جن باتوں کا ارادہ کیا تھا، ان کیلئے ایک کاغذ اللہ تعالیٰ کے آگے رکھ دیا کہ وہ اس پر دستخط کر دیں۔ سو اللہ تعالیٰ نے سرخی کی سیاہی سے دستخط کر دیے اور قلم کی نوک پر جو زائد سرخی تھی، اس کو جھاڑا (یعنی اللہ تعالیٰ نے قلم پر لگی سیاہی کو جھاڑا) اور اچانک جھاڑنے کے ساتھ ہی اس سرخی کے قطرے میرے کپڑوں اور میرے ایک ساتھی عبداللہ کے کپڑوں پر لگے، اور چونکہ کشفی حالت میں انسان قریباً بیدار بھی ہوتا ہے، اس لیے ان قطروں کے گرنے کی اطلاع ہو گئی، میں نے ان قطرات کو خود اپنی آنکھوں سے دیکھا، یہاں تک کہ عبداللہ نے بھی وہ قطرات اپنے کپڑوں پر دیکھے، کوئی ایسی چیز ہمارے پاس نہیں تھی کہ ہم خیال کرتے کہ یہ سرخی اس چیز سے گری ہے، یہ تو وہی سرخی تھی جس کو اللہ تعالیٰ نے اپنے قلم سے جھاڑا تھا۔ وہ کپڑے اب تک محفوظ ہیں اور قطرات دیکھے جا سکتے ہیں''۔

آپ نے ملاحظہ فرمایا! اللہ تعالیٰ نے مرزا کے لئے دستخط بھی کیے، قلم کو بھی جھارا۔ قرآن کے مطابق اللہ کو دیکھا نہیں جا سکتا وہ جو کرنا چاہتا ہے صرف ''کن'' (ہو جا) فرماتا ہے تو وہ ہو جاتا ہے۔ اس کشف میں مرزا نے کسی ایسے شخص کو دیکھا ہے جس نے سرخ سیاہی سے دستخط فرمائے اور قلم بھی جھاڑا۔ اس کا قلم اتنا چھوٹا سا تھا جس کے قطرے مرزا کے کپڑوں پر پڑے اور قطروں کی صورت میں دیکھے جا سکتے ہیں۔ مرزائی سراغ تو لگائیں یہ بہروپیا کون تھا؟ جو مرزا کا خدا بنا ہوا تھا۔ حیرت ہے ان لوگوں پر جو

ایسے شخص کو نبی مان بیٹھے، مرزائیوں نے یہ بھی نہ سوچا کہ کپڑوں کے دو جوڑوں پر سرخ رنگ کی روشنائی کے قطرے چھڑک کر رکھ دینا کیا مشکل کام تھا۔

انگریزی الہام:

مرزا کا کہنا تھا مجھے الہام بھی ہوتے ہیں، یعنی اللہ کی طرف سے باتیں اس کے دل میں ڈالی جاتی ہیں۔ مزے کی بات یہ کہ مرزا کو الہام عربی زبان میں نہیں، اردو یا انگریزی زبان میں بھی ہوتے تھے۔ اس نے اپنی کتابوں میں بے شمار الہامات درج کیے ہیں۔ آج ہم اس کتاب میں وہ الہامات آپ کو بھی سناتے ہیں۔ واضح رہے کہ یہ سب کے سب مرزا کی اپنی کتابوں سے نقل کیے گئے ہیں۔ یعنی ہم اپنی طرف سے نہیں لکھ رہے۔ لیجئے ملاحظہ فرمایئے مرزا کو الہام ہوا:

"آئی لو یو...... I Love you

"میں تم سے محبت کرتا ہوں"۔

"آئی ایم ود یو...... I am with you

"میں تمہارے ساتھ ہوں"۔

پھر الہام ہوا:

"آئی شل ہلپ یوں...... I shall help you

"یعنی میں تمہاری مدد کروں گا"

"آئی کین، واٹ آئی ول ڈو...... I can, what I will do

"میں جو چاہتا ہوں کرتا ہوں"۔

یہ غالباً ویسا انگریزی ترجمہ ہے، جس طرح کا ابتدائی کلاسوں کے بچے سکولوں میں پیش کرتے ہیں اور ٹیچر مزے لے لے کر ایسی کوششوں کے نمونے اپنے دوستوں کو سناتے ہیں۔

پھر اس کے بعد بہت ہی زور سے بدن کانپا (مرزا کا) اور یہ الہام ہوا:

"وئی کین واٹ وئی ول ڈو...... We can what we will do

"ہم کر سکتے ہیں جو ہم کریں گے"۔

آگے مرزا لکھتا ہے:

"اور اس وقت ایسا معلوم ہوا، گویا ایک انگریز ہے جو سر پر کھڑا ہوا بول رہا ہے"۔

آپ نے اس الہام کے الفاظ پڑھے۔ آپ آخری جملے پر غور کریں، لکھتا ہے: گویا ایک انگریز

ہے جو سر پر کھڑا بول رہا ہے۔

یہاں مرزا نے اپنے خدا کا مزید تعارف کروا دیا ہے۔ اس نے خود اپنی کتاب میں اس بات کا اقرار کیا ہے کہ میں انگریز کا لگایا ہوا پودا ہوں۔ اب جس پودے کو انگریز نے لگایا، اسے الہامات بھی انگریز ہی کی طرف سے ہو سکتے تھے۔ مطلب یہ کہ انسان لاکھ جھوٹا ہو، کبھی نہ کبھی اس کے منہ سے سچ نکل ہی جاتا ہے۔ شیطان تک کبھی کبھار سچ بولنے پر مجبور ہو جاتا ہے۔

مزید ملاحظہ کیجئے: God is coming by his army

''گاڈ از کمنگ بائی ہز آرمی''۔ اللہ اپنی فوج کے ساتھ آرہا ہے۔

''بائی'' کے لفظ پر غور کریں۔

''The days دی ڈیز شل کم ون گاڈ شل ہلپ یو۔ وہ دن آئیں گے جب اللہ تمہاری مدد کرے گا''۔ پہلے "Shell" کی فصاحت پر غور کریں۔

یہ الہامات مرزا کی کتاب حقیقۃ الوحی سے لیے گئے ہیں۔

غلط انگریزی کے علاوہ مرزا کو پنجابی میں بھی الہام ہوتے تھے۔ اس کا ایک الہام ہے

''پٹی پٹی گئی۔ یعنی پٹی تباہ ہو گئی''۔

مرزا نے اس فرشتے کا بھی ذکر کیا ہے جو یہ الہامات یا وحی اس تک پہنچاتا تھا۔ اس نے اس کا نام ٹیچی ٹیچی لکھا ہے۔ اسی کتاب میں لکھتا ہے:

''5 مارچ 1905ء کو میں نے خواب میں دیکھا۔ ایک شخص جو فرشتہ معلوم ہوتا تھا، میرے سامنے آیا۔ اس نے بہت سارو پیہ میرے سامنے ڈال دیا (مرزا خواب میں بھی روپے ہی دیکھتا تھا کیا نبوت ہے؟) میں نے اس کا نام پوچھا، اس نے کہا: نام کچھ نہیں، میں نے کہا: آخر کچھ تو ہوگا۔ اس نے کہا: میرا نام ٹیچی ٹیچی ہے۔ ٹیچی پنجابی زبان میں وقت مقررہ کو کہتے ہیں۔ یعنی عین ضرورت کے وقت کام آنے والا۔ تب میری آنکھ کھل گئی''۔

مرزائیوں کی ایک عجیب بات چلتے چلتے آپ کو بتا دوں، مرزائی خود کو مرزائی کہتے ہوئے بہت گھبراتے ہیں، خود کو احمدی کہتے ہیں، ان سے جب پوچھا جاتا ہے کیا آپ مرزائی ہیں، تو فوراً جواب میں کہتے ہیں، جی نہیں، ہم تو احمدی ہیں۔

اب آپ مرزا کا ایک الہام پڑھیں۔ آپ کو پڑھ کر حیرت ہوگی۔

لکھتا ہے:

''اور یہ بھی مدت سے الہام ہو چکا ہے...... ''انا انزلنا قریباً من القادیان''۔

یعنی بے شک ہم نے نازل کیا قادیان میں۔ جس روز یہ الہام ہوا، اس روز میرے بھائی مرزا غلام قادر میرے پاس بیٹھے قرآن پڑھ رہے تھے۔ پڑھتے پڑھتے انہوں نے یہ الفاظ پڑھے، یعنی ''انا انزلنا قریباً من القادیان۔'' تو میں سن کر بہت حیران ہوا کہ قادیان کا نام اور قرآن میں درج ہے۔ تب میں نے دل میں کہا کہ واقعی طور پر قادیان کا نام قرآن شریف میں درج ہے اور میں نے کہا کہ تین شہروں کا نام قرآن میں اعزاز کے ساتھ لکھا ہوا ہے: مکہ، مدینہ، قادیان۔

''یہ کشف تھا جو مجھے کئی سال ہوئے دکھایا گیا''۔

آپ نے کشف ملاحظہ فرمایا، الہام پڑھا۔ اب ذرا مرزائی قادیان کا لفظ قرآن میں دکھا دیں۔ کیونکہ کشف میں تو اگر کپڑوں پر سرخی کے قطرات گر جائیں تو وہ بھی محفوظ رہتے ہیں اور دیکھے اور دکھائے جاتے ہیں۔۔ پھر جب کشف میں مرزا نے قرآن میں قادیان کا لفظ دیکھ لیا تو اب مرزائی ہمیں دکھا دیں۔ اگر نہیں دکھا سکتے تو کم از کم غور ہی کر لیں کہ وہ کس دلدل میں پھنس گئے ہیں، فرشتے کا نام ٹیچی ٹیچی بوقت ضرورت جو نقد رقم لے کر آتا تھا اور قرآن میں قادیان کا نام۔ اس پر دعویٰ نبوت کا...... ہے نا کمال۔

مرزا کبھی کوئی سچ بول لیتا تھا اور یہ سچ تھا کہ اُس نے بتا دیا کہ اُس کا خدا اور رقم لانے والا فرشتہ کس قسم کے ہیں۔ اب چند اور الہامات اردو زبان میں:

''اے مرزا تو ہم سے میری اولاد جیسا ہے''۔

استغفر اللہ! اللہ تعالیٰ تو فرماتا ہے: نہ اس (اللہ) نے کسی کو جنا اور نہ وہ کسی سے جنا گیا ہے، اور مرزا لکھتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس سے یہ فرمایا کہ تو مجھ سے میری اولاد جیسا ہے، اولاد جیسا کوئی اسی صورت ہی ہو سکتا ہے جب اولاد بھی موجود ہو، جس کسی کی کوئی اولاد نہیں، اس سے کوئی یہ کہہ سکتا ہے، میں تو آپ کی اولاد جیسا ہوں، یا کوئی کہہ سکتا ہے، آپ میرے لیے میری اولاد جیسے ہیں، کسی کے ہاں اولاد ہو گی تبھی یہ بات کہی جا سکے گی۔ اس سے ثابت ہوا، مرزا کو جو عقیدہ سکھایا گیا وہ عیسائیوں والا تھا، وہ بھی سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کو اللہ کا بیٹا سمجھتا تھا۔ اس سے سکھانے والوں کا بھی پتا چلتا ہے اور اس بات کا بھی کہ مرزا مرتد ہونے کے ساتھ مشرک بھی تھا۔

خطبہ الہامیہ نامی کتاب میں مرزا نے لکھا ہے:

''مجھے خدا کی طرف سے مارنے اور زندہ کرنے کی صفت دی گئی ہے''۔

ذرا غور فرمائیں۔ یہاں مرزا نے جھوٹ کی انتہا کر دی۔ لیکن اس سے بھی بڑھ کر یہ کہ اس تحریر میں مرزا نے خود کو سب سے بڑا جھوٹا ہی ثابت کر دیا۔ یاد کیجیے، مرزا نے پیشگوئی کی تھی کہ محمدی بیگم سے جس کا نکاح ہو گا، وہ مر جائے گا، اس نے مدت بھی مقرر کی تھی کہ اڑھائی سال کے اندر مر جائے گا۔ لیکن اگر اللہ

نے مرزا کو زندہ کرنے اور مارنے کی صفت دی تھی، تب تو مرزا خود اپنی اس صفت سے کام لے کر محمدی بیگم کے والد احمد بیگ کو ہلاک کر سکتا تھا، یہ تو اس کے لئے ایک سنہری موقع تھا، اسی طرح پادری عبداللہ آتھم کو بھی اس نے مرنے کا وقت بتا دیا تھا۔ وہ بھی نہ مرے...... اب مرزا کو چاہیے تھا نا، اپنی اس صفت سے کام لے کر عبداللہ آتھم کو مقررہ وقت پر موت کی نیند سلا دیتا اور اعلان کر دیتا کہ دیکھو! میں نے عبداللہ آتھم کے اتنی مدت میں مر جانے کی پیش گوئی کی تھی اور یہ مر گیا۔ لیکن مرزا نے اپنے ہاتھوں سے قیمتی مواقع ضائع کر دیے۔

اسی سال تک زندہ رہنا، مرزا کی اشد ترین ضرورت تھی ورنہ وہ جھوٹا ثابت ہوتا، وہ خود کو 68 سال سے اوپر زندگی نہ دے سکا۔ اللہ تعالیٰ ہم مسلمانوں کو ایسی ذلت اور کذب بیانی سے محفوظ رکھے۔

اب ایک اور الہام سن لیں۔ مرزا نے حقیقۃ الوحی میں لکھا ہے۔

''اے مرزا! تیری شان یہ ہے کہ تو جس چیز کو ''کن'' کہہ دے، وہ فوراً ہو جاتی ہے''۔

کن کہنا صرف اللہ کی صفت ہے، اس صفت میں اس کا کوئی شریک نہیں۔ لیکن مرزا نے یہاں دعویٰ کیا ہے کہ اللہ نے اس صفت میں اسے شریک کیا ہے۔ یہ اتنے بڑے جھوٹ ہیں کہ جن کی کوئی انتہا نہیں۔

مرزا نے اپنے ایک الہام میں بھی لکھا ہے:

''ایک دن میں نے دیکھا، میرے مقابلے میں چند لوگوں نے پتنگ اڑائی، (یعنی مرزا بھی اس الہام کے وقت پتنگ اڑا رہا تھا) چنانچہ ایک شخص کی پتنگ ٹوٹ گئی اور میں نے اس کو زمین پر گرتے دیکھا۔

پھر کسی نے کہا: ''غلام احمد کی جے''۔

یہاں مرزا نے اپنا رشتہ ہندوؤں سے جوڑنے کی کوشش کی ہے اور بتایا ہے کہ وہ ہندو بھی ہے۔

ایک روز مرزا نے خواب دیکھا کہ برطانیہ کی ملکہ اس کے گھر میں رونق افروز ہوئی ہے۔ مرزا نے اپنے مرید عبدالکریم سے کہا کہ حضرت ملکہ معظمہ کمال مہربانی فرما کر ہمارے ہاں تشریف لائی ہیں اور دو روز قیام فرمایا ہے، ان کا کوئی شکریہ بھی ادا کرنا چاہیے۔

آپ نے دیکھا! انگریز کی طرف سے مقرر کیے جانیوالے نبی کے ہاں انگریز ملکہ ہی آ سکتی ہے۔

مرزا کا ایک اور الہام پڑھیے:

''21 رمضان المبارک کی رات میں نے ایک خواب دیکھا، میں نے دیکھا کہ کسی نے مجھ سے درخواست کی کہ اگر تیرا خدا قادر ہے تو تو اس سے درخواست کر کہ یہ پتھر جو تیرے سر پر ہے، بھینس بن جائے۔ اسی وقت میں نے دیکھا کہ ایک وزنی پتھر میرے سر پر ہے، جس

کو کبھی میں پتھر خیال کرتا ہوں، کبھی لکڑی، تب میں نے اس کو زمین پر پھینک دیا۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں دعا کی کہ اس پتھر کو بھینس بنا دے۔ میں اس دعا میں لگ گیا، جب سر اٹھایا تو کیا دیکھتا ہوں وہ پتھر بھینس بن گیا۔ سب سے پہلے میری نظر اس کی آنکھوں پر پڑی۔ وہ بڑی روشن اور لمبی تھیں۔ میں خدا کی قدرت کو دیکھ کر وجد میں آ گیا اور سجدے میں گر گیا"۔

آپ نے مرزا کا خواب سنا! کیا نعوذ باللہ کوئی نبی اس جیسی لغو اور بے ہودہ باتیں کر سکتا ہے۔ پتھر کو بھینس بنانے کی فکر میں مبتلا انسان کے بارے میں محض ایک بات کہی جا سکتی ہے کہ اس کا ذہنی توازن بگڑا ہوا ہے۔ کیا یہ صاحب اللہ کا امتحان لے رہے تھے؟ اس قسم کے خواب اور الہام سنا سنا کر مرزا اپنی دکان چمکاتا تھا کہ بس لوگ کسی طرح اسے نبی مان لیں۔

مرزا نے ایک روز خواب دیکھا کہ وہ ایک جنگل میں ہے اور اس کے اردگرد بہت سے درندے، بندر اور سور ہیں۔ اس خواب سے اس نے یہ نتیجہ نکالا کہ یہ احمدی جماعت کے لوگ ہیں۔

واہ! کتنا درست نتیجہ نکالا مرزا نے، اللہ مرزائیوں کو بھی یہی نتیجہ نکالنے کی توفیق دے۔ یوں بھی اپنے نبی کے الٹ وہ کوئی اور نتیجہ نکال بھی کیسے سکتے ہیں؟

مرزا نے خواب میں دیکھا کہ ایک بلی اور ایک کبوتر مرزا کے پاس ہے جس پر وہ بلی حملہ کرتی ہے اور بار بار ہٹانے سے بھی باز نہیں آتی۔ آخر اس نے کبوتر کی ناک ہی کاٹ دی۔ خون بہنے لگا، بلی پھر بھی باز نہ آئی۔ آخر مرزا نے اسے گردن سے پکڑ کر اس کا منہ زمین پر رگڑنا شروع کر دیا۔ بار بار رگڑتا تھا، لیکن وہ پھر بھی سر اٹھاتی تھی۔ آخر مرزا نے کہا: "آؤ! اسے پھانسی دے دیں"۔

اس خواب میں سب سے پر لطف بات یہ ہے کہ بلی کے منہ میں کبوتر کی ناک آئی۔ جو اس نے چونچ کے اوپر سے کاٹ لی۔ آپ خود غور کریں، کیا ایسا ممکن ہے مطلب یہ کہ مرزا کو جھوٹ بولنے کا بھی بالکل سلیقہ نہیں تھا، یہ کام وہ تمام زندگی سلیقے کے بغیر کرتا رہا۔ دوسری بات اس خواب میں یہ ہے کہ آؤ بلی کو پھانسی دے دیں۔ گویا مرزا کے نزدیک بلی کو پھانسی دے دینا بھی کوئی برا کام نہیں تھا۔ جب کہ رسول اللہ ﷺ نے بلی کو مارنے سے منع فرمایا ہے۔ مرزا ایک اور خواب کا ذکر کرتے ہوئے لکھتا ہے:

"میں نے دیکھا زار روس کا ڈنڈا میرے ہاتھ میں آ گیا ہے، وہ بڑا لمبا اور خوبصورت ہے، پھر میں نے غور سے دیکھا تو وہ بندوق تھی اور یہ معلوم نہیں ہوتا تھا کہ بندوق ہے بلکہ اس میں پوشیدہ نالیاں بھی ہیں۔ گویا ظاہر میں ڈنڈا ہے اور وہ بندوق بھی ہے اور پھر دیکھا کہ خوارزم بادشاہ جو بوعلی سینا کے وقت میں تھا، اس کی تیر کمان میرے ہاتھ میں ہے۔ بوعلی

سینا بھی میرے پاس ہی کھڑا ہے اور اس تیر کمان سے ایک شیر بھی شکار کیا گیا''۔

خواب آپ نے پڑھا! آپ کو بتاتے چلیں کہ شیخ بوعلی سینا خوارزم بادشاہ کے زمانے میں نہیں، اس سے پہلے وفات پا چکے تھے۔ خوارزم بادشاہ کی حکومت بعد میں ہوئی۔ مرزا اس خواب کا ذکر کرتے ہوئے لکھ گیا کہ خوارزم بادشاہ بوعلی سینا کے وقت میں تھا۔

معلوم ہوا مرزا تاریخ کے اعتبار سے بھی پیدل تھا، لیکن اس خواب میں زیادہ مزے کی بات یہ ہے کہ مرزا کے ایک ہاتھ میں ڈنڈا تھا، وہ بھی زار روس کا اور بعد میں وہ بندوق بن گیا، دوسرے ہاتھ میں خوارزم بادشاہ کی تیر کمان تھی۔ یہاں سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ ایک ہاتھ سے تیر شیر پر کیسے چلایا گیا۔ ایک ہاتھ سے اس زمانے کی بندوق چل سکتی تھی، نہ تیر۔

معلوم ہوا، مرزا جتنی بے وقوفانہ باتیں شاید ہی دنیا میں کسی نے کی ہوں گی۔ حیرت مرزائیوں پر ہے جنہوں نے ان سب باتوں کو درست سمجھ لیا، آنکھوں پر پٹی باندھ لی۔

مرزا کی طبیعت خراب تھی، خواب میں اسے ایک شیشی دکھائی گئی۔ اس پر لکھا تھا:

''خاکسار پیپرمنٹ''

مطلب یہ کہ مرزا کا علاج بھی بذریعہ وحی تجویز کیا گیا اور وہ بھی مہمل انداز میں۔

اب ایک واقعہ اور پڑھ لیں! لکھتا ہے:

''میں ایک دفعہ کیا دیکھتا ہوں کہ کچہری میں گیا، تو میں نے دیکھا کہ اللہ تعالیٰ ایک حاکم کی صورت میں بیٹھا ہے۔ ایک طرف کارندہ ایک مثل اٹھائے کھڑا ہے جسے وہ حاکم (اللہ تعالیٰ) کے سامنے پیش کر رہا ہے۔

حاکم نے مثل اٹھا کر کہا: ''مرزا حاضر ہو!''

تو میں نے باریک بینی سے دیکھا کہ ایک کرسی اس کے ایک طرف خالی پڑی ہے۔ اس نے مجھ سے کہا: ''اس پر بیٹھو!''

اس سے پتا چلتا ہے کہ وہ انگریز حاکموں کو خدا سمجھنے کی بیماری میں مبتلا تھا۔

ایک جگہ مرزا لکھتا ہے:

''ایک روز کشف کی حالت میں ایک بزرگ کی قبر پر خود کو دعا مانگتے دیکھا۔ وہ بزرگ میری دعا پر آمین کہتے جاتے تھے۔ اس وقت میں نے سوچا کہ اپنی عمر پندرہ سال بڑھا لوں گا، تب میں نے دعا کی کہ میری عمر پندرہ سال بڑھ جائے، اس پر اس بزرگ نے آمین نہ کہی، تب میں اس بزرگ سے خوب لڑا جھگڑا (یعنی قبر میں سوئے ہوئے بزرگ سے اب لڑائی جھگڑا

کیا جا رہا ہے) آخر میں اس نے کہا: ”مجھے چھوڑو، میں آمین کہتا ہوں۔ اس پر میں نے اسے چھوڑ دیا اور دعا مانگی کہ میری عمر پندرہ سال بڑھ جائے۔ اس بزرگ نے آمین کہی“۔

نوٹ:۔ غور کے قابل بات اس جھوٹے کشف میں یہ ہے کہ یہ کشف 1903ء میں لکھا۔ 1908ء میں مرزا مر گیا، یعنی اس کشف کے صرف پانچ سال بعد، جب کہ کشف کے مطابق عمر 15 سال تو کم از کم بڑھتی، لیکن ایسا نہ ہوسکا۔ مرزا اپنے ہی اس مذموم کشف کی رو سے صاف جھوٹا ثابت ہوگیا۔

یہ مرزا کے اتنے بڑے جھوٹ ہیں جو اٹھائے جائیں نہ دھرے جائیں۔

اللہ مرزائیوں کو عقل عطا فرمائے۔ آمین!

آئینہ:

اب ہم مرزا کے جھوٹا ہونے کا ثبوت پیش کرتے ہیں۔ ملاحظہ فرمائیں:

عورت نبی نہیں ہوسکتی۔

مرزا لکھتا ہے: ”میں مریم ہوں“۔

نبی شاعر نہیں ہوتا۔

مرزا شاعر بھی تھا، اس کی شاعری کی کتاب کا نام ”درثمین“ ہے۔

کوئی نبی مصنف نہیں ہوتا۔

مرزا قریباً 83 کتابوں کا مصنف تھا۔

نبی کامل عقل اور کامل حافظے کا مالک ہوتا ہے۔ کامل شعور کا مالک ہوتا ہے۔

جبکہ مرزا کی تحریروں سے ثابت ہے کہ اسے جنون تھا، حافظہ ناقص تھا اور شعور کا یہ عالم تھا کہ راکھ سے روٹی کھاتا تھا، ایسا کوئی بے عقل ہی کرسکتا ہے۔

نبی کا دنیا میں کوئی استاد نہیں ہوتا۔

مرزا کی اپنی تحریروں کے مطابق اس کے تین استاد تھے۔ ان میں سے ایک صحابہ رضی اللہ عنہم کو گالیاں دیتا تھا۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد نبوت کا دعویٰ کرنے والا جھوٹا ہے۔

مرزا نے دعویٰ کیا کہ میں نبی ہوں اور رسول ہوں۔

مجھ پر وحی آتی ہے۔ مرزا پر وحی لانے والے فرشتے کا نام ٹیچی ٹیچی تھا۔ یہ اس نے خود لکھا ہے۔

نبی ملازم یا نوکر نہیں ہوتا جبکہ مرزا نے انگریز کی نوکری کی۔

نبی جہاں فوت ہوتا ہے وہیں دفن ہوتا ہے۔

مرزا لاہور میں مرا، قادیان میں دفن ہوا۔ پیش گوئی اس کی روضہ نبوی ﷺ میں دفن ہونے کی تھی۔

یہ خود کو عیسیٰ اور مسیح کہتا ہے۔

حالانکہ سیدنا عیسیٰ علیہ السلام بن باپ کے پیدا ہوئے اور مرزا کا باپ تھا۔

سیدنا عیسیٰ علیہ السلام نے ماں کی گود میں باتیں کیں۔

اور مرزا سے ایسی کوئی بات سرے سے ثابت نہیں۔

سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کا اخلاق بہت بلند تھا۔ آپ اخلاق کا مثالی نمونہ تھے۔

جبکہ مرزا دوسروں کو گالیاں دیتا نہیں تھکتا تھا، اس کی کتابیں گالیوں اور لعنت کے الفاظ سے بھری پڑی ہیں۔

سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کا قد درمیانہ تھا۔

مرزا کا قد اس کے الٹ تھا۔

سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کا کھانا بہت سادہ اور مقدار میں بہت کم ہوتا تھا۔

مرزا نے خوب بھنے مرغ کھائے، انڈے اڑائے۔ کھانے کی ایسی خواہش تھی کہ راکھ تک سے روٹی کھائی، افیون بھی کھائی اور شراب بھی پی۔

سیدنا عیسیٰ علیہ السلام نے اللہ کے حکم سے مردوں کو زندہ کیا۔

مرزا زندوں کو مارنے کی فکر میں رہتا تھا۔ بہت سے لوگوں کے مرنے کی پیش گوئیاں کیں، ان کے مرنے کی دعائیں کیں، وظیفے پڑھے اور پڑھوائے لیکن ہر بار ناکام ونامراد رہا۔

سیدنا عیسیٰ علیہ السلام قیامت کے قریب آسمان سے اتریں گے۔

مرزا کو یہ کہاں نصیب!

سیدنا عیسیٰ علیہ السلام آسمان سے دمشق کی مسجد کے مینار پر اتریں گے۔ آپ اپنے نیزے سے دجال کو قتل کریں گے، نیزے کی نوک پر لگا ہوا خون لوگوں کو دکھائیں گے اور فرمائیں گے: لوگو! میں نے دجال کو قتل کر دیا ہے۔

مرزا نے تو ان کے آسمان سے نازل ہونے ہی کا انکار کیا ہے، خود قادیان میں دفن ہوا اور ساری عمر کبھی کسی نیزے کو ہاتھ تک نہیں لگایا۔

عیسیٰ علیہ السلام صلیب کو توڑیں گے یعنی صلیب پرستی کو ختم کریں گے۔

مرزا نے کسی عیسائی کو مسلمان نہیں کیا، بلکہ اس نے تو عیسائیوں کی تعریفوں کے پل باندھے ہیں۔

جو یہودی بچ جائیں گے چن چن کر قتل کر دیئے جائیں گے۔

مرزا نے کسی یہودی کو قتل نہیں کیا۔

کسی یہودی کو کوئی چیز پناہ نہیں دے گی یہاں تک کہ درخت اور پتھر بھی پناہ نہیں دیں گے اور پکار کر کہیں گے: اے مسلمان! یہ میرے پیچھے ایک یہودی چھپا ہوا ہے، اسے قتل کر دے۔

مرزا کے زمانے میں یہودی آرام سے زندگی بسر کرتے رہے، ایک واقعہ بھی ایسا نہیں ہوا۔ ہوا ہے تو مرزا کی اپنی کتب ہی سے ثابت کر دیں۔

اس وقت اسلام کے سوا باقی سب مذاہب مٹ جائیں گے۔

مرزا نے تو خود اسلام میں رخنے ڈالے۔ انگریزوں کا ساتھ دیا، ان کی تعریفیں کیں۔

اس وقت جہاد موقوف ہو جائے گا، یعنی ختم ہو جائے گا، اس لیے کہ کوئی کافر ہی نہیں بچے گا، تو جہاد کس سے کیا جائے گا؟

مرزا کے زمانے میں دنیا کافروں سے بھری رہی، پھر بھی اس نے جہاد کو حرام قرار دیا، اس نے کہا

چھوڑ دو اے دوستو اب جہاد کا خیال

دیں کے لئے منع ہے اب جنگ اور قتال

سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کے دور میں مال اور دولت اتنی عام ہو جائے گی کہ کوئی لینے والا نہیں ہوگا۔

مرزا نے تنگ دستی میں اضافہ کیا، لوگ بھوکے مرنے لگے اور مرزا چندے جمع کرتا رہا۔ اس نے کہا: جو مجھے چندہ نہیں دے گا وہ میری جماعت سے خارج ہو جائے گا۔

سیدنا عیسیٰ علیہ السلام مقام فج الروحاء میں تشریف لیجائیں گے۔

مرزا نے اس مقام کا نام بھی نہیں سنا۔

سیدنا عیسیٰ علیہ السلام حج یا عمرہ یا دونوں کریں گے۔

جبکہ مرزا نے حج کیا نہ عمرہ۔

سیدنا عیسیٰ علیہ السلام قرآن اور حدیث پر عمل کریں گے اور لوگوں کو بھی ان پر چلائیں گے۔

مرزا احادیث کو ردی کی ٹوکری میں ڈال دیتا تھا۔ (نعوذ باللہ)

سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کے زمانے میں ہر قسم کی برکتیں نازل ہوں گی۔

مرزا کی زندگی میں آفات نازل ہوئیں۔

سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کے زمانے میں برکات اس قدر ہوں گی کہ ایک انار یا ایک سیب اتنا بڑا ہوگا کہ پوری ایک جماعت کیلئے کافی ہو جائے گا۔

مرزا کی زندگی میں ایسی کوئی بات نہیں ہوئی۔
کوئی زہریلا جانور کسی کو نقصان نہیں پہنچائے گا۔
مرزا کی زندگی میں زہریلے جانور بدستور لوگوں کو ڈستے رہے۔
ساری زمین امن وامان سے بھر جائے گی۔
مرزا کی زندگی میں کہیں امن چین نظر نہیں آیا۔
لوگ صدقات وغیرہ وصول نہیں کریں گے کیونکہ مال کی زیادتی ہوگی۔
مرزا تو خود چندے جمع کرتا رہا۔
لہٰذا مرزا بالکل جھوٹا تھا۔ وہ دعوے کرتا رہا کہ میں مسیح ہوں، میں مسیح موعود ہوں، میں ہی عیسیٰ ہوں۔ استغفر اللہ۔

بے کل مرزا:

جب بھی میں اونٹوں کو دیکھتا ہوں، مجھے مرزا کا خیال آجاتا ہے اور ساتھ ہی بے ساختہ ہنسی آجاتی ہے...... آپ سوچ رہے ہوں گے...... کہ بھلا اونٹوں کا مرزا سے کیا تعلق...... بہت گہرا تعلق ہے...... بلکہ یوں کہہ سکتے ہیں کہ مرزا کا اور اونٹوں کا چولی دامن کا ساتھ ہے...... اور وضاحت کیلئے یہ کہا جاسکتا ہے کہ جس طرح اونٹوں کی کوئی کل سیدھی نہیں ہوتی، بالکل اسی طرح مرزا کی بھی کوئی کل سیدھی نہیں تھی۔
یہ اور بات ہے کہ یہ اونٹ بھی مرزا کے جھوٹے ہونے کا ثبوت بن گئے، اب آپ کی حیرت اور بڑھ گئی ہوگی اور آپ یہ کہہ اٹھے ہوں گے کہ وہ کیسے لیجئے ثبوت حاضر ہے۔
مرزا پر جن دنوں پیش گوئیاں کرنے کا بھوت سوار تھا، انہی دنوں اس نے کہیں یہ سن لیا کہ مکے اور مدینے کے درمیان ریل کی پٹڑی بچھائی جائے گی...... بس اسے ایک عدد پیش گوئی سوجھ گئی، لہٰذا ان الفاظ میں اعلان کیا:

"مکے اور مدینے کے درمیان ریل جاری ہو جائے گی اور اونٹنیاں بیکار ہو جائیں گی"۔

آنحضرت ﷺ کی پیش گوئی میں یہ بھی تھا کہ مسیح کے وقت میں اونٹ بیکار ہو جائیں گے۔

"ایک اور نشان اس زمانے کا وہ نئی سواری تھی جس نے اونٹوں کو بیکار کر دینا تھا"۔

"چند سالوں میں اونٹ کی سواری کا نام ونشان نہیں ملے گا"۔

آپ نے ملاحظہ فرمایا! مرزا کے یہ الفاظ اس کی اپنی کتابوں کے ہیں۔ مرزا کو مرے نوے سال ہو گئے۔ لیکن ابھی تک مکے اور مدینے کے درمیان ریل جاری نہیں ہوئی۔ پوری دنیا میں اونٹوں کا استعمال

آج تک جاری وساری ہے۔ان سے بار برداری کا کام بھی لیا جاتا ہےاور سواری کا بھی۔ریگستان میں تو سواری کے اور بھی زیادہ کام آتا ہے۔جبکہ مرزا نے پیش گوئی کی تھی کہ چند سالوں میں اونٹ کی سواری کا یہ نام ونشان نہیں ملے گا۔نوے سال گزرنے پر بھی اگر مرزائی یہ کہتے ہیں کہ ابھی چند سال نہیں گزرے تو پھرانہیں اپنی عقلوں کا علاج کرانا چاہیے۔اور اگر وہ کہتے ہیں کہ نہیں۔نوے سال میں چند سال شامل ہیں تو مرزائیت سے تائب ہو جانا چاہیے اور خود کو عقل مندوں میں شمار کرالینا چاہیے۔کیا خیال ہے آپ کا اس بارے میں۔اس کو کہتے ہیں جھوٹ کے پاؤں کہاں اور مرزا کے اپنے الفاظ ہیں، ''جھوٹ بولنا گو کھانے کے برابر ہے''۔جس کی ایک بات بھی جھوٹ ثابت ہو جائے،اس کی کسی بات کا اعتبار نہیں کرنا چاہیے۔ہم تو خیر پہلے ہی مرزا کی کسی بات کا بھی اعتبار نہیں کرتے۔اب تو اعتبار نہ کرنے کی باری مرزائیوں کی ہے۔

یہ لوگ وقت کے سب سے بڑے مداری ہیں
وفا کے نام پر خون تک اچھال دیتے ہیں

مسئلہ۔عام لوگوں میں یہ مشہور ہے کہ ذبح کرنے میں اگر سر جدا ہو جائے تو اس کا کھانا مکروہ ہے یہ کتب فقہ میں نظر سے نہیں گزرا۔بلکہ فقہا کا یہ ارشاد ہے کہ ذبیحہ کھایا جائے گا۔اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ سر بھی کھایا جائے گا۔

مسئلہ۔اگر شہر میں متعدد جگہ عید کی نماز ہوتی ہو تو پہلی جگہ نماز ہو چکنے کے بعد قربانی جائز ہے۔

مسئلہ۔یہ جو مشہور ہے کہ شب معراج میں حضور اقدس ﷺ نعلین مبارک پہنے ہوئے عرش پر گئے۔اور واعظین اس کے متعلق ایک روایت بھی بیان کرتے ہیں اس کا ثبوت نہیں اور یہ بھی ثابت نہیں کہ برہنہ پا تھے۔لہٰذا اس کے متعلق سکوت کرنا مناسب ہے۔

مسئلہ۔بعض کاشت کار اپنے کھیتوں میں کپڑا لپیٹ کر کسی لکڑی پر لگا دیتے ہیں۔اس سے مقصود ''نظر بد'' سے کھیتوں کو بچانا ہوتا ہے کیونکہ دیکھنے والے کی نظر پہلے اس پر پڑے گی اس کے بعد زراعت پر پڑے گی اور اس صورت میں زراعت کو نظر نہیں لگے گی۔ایسا کرنا ناجائز نہیں کیونکہ نظر کا لگنا صحیح احادیث سے ثابت ہے۔ (بہار شریعت)

مفکر اسلام حضرت علامہ پروفیسر محمد حسین آسی نقشبندی رحمۃ اللہ علیہ

مرزا قادیانی کا تعارف

تمہید:

حضور سید عالم نور مجسم صلی اللہ علیہ وسلم آخری رسول اور آخری نبی ہیں۔ آپ کی ختم نبوت پر ایمان اتنا ہی ضروری ہے جتنا آپ کی نبوت و رسالت پر آپ کو نبی و رسول مان کر آپ کی خاتمیت کا انکار کرنے والا سخت مکار اور اسلام کا دشمن ہے۔

عقیدہ ختم نبوت ضروریات دین میں سے ہے اور کثیر آیات کریمہ، متعدد احادیث شریفہ اور اجماع امت سے ثابت ہے۔ حضور پرنور شافع یوم النشور صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے قریب جب کچھ لوگوں نے نبوت کا دعویٰ کیا تو خلیفہ اول حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے تمام مصلحتوں کو بالائے طاق رکھ کر ان کا بروقت قلع قمع ضروری سمجھا۔ اور اس حقیقت کو پوری طرح واضح کر دیا کہ اہل ایمان منکرین ختم نبوت کو کسی صورت برداشت نہیں کر سکتے۔

حدیث پاک کی رو سے سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے بعد نبوت کا دعویٰ کرنے والا کاذب (جھوٹا) ہی نہیں۔ کذاب (بہت بڑا جھوٹا) اور دجال (دھوکہ دینے والا۔ اور حق کو چھپانے والا) ہے۔ چنانچہ بخاری شریف میں ہے۔

لا تقوم الساعة حى يبعث دجالون كذابون قريبا من ثلثين كلهم يزعم انه رسول الله

قیامت قائم نہ ہوگی۔ حتیٰ کہ تیس کے قریب جھوٹ بولنے والے دجال پیدا نہ ہوں۔ ان میں سے ہر ایک یہ دعویٰ کرے گا کہ وہ اللہ کا رسول ہے۔

کذاب اس لئے کہ اس نے مخلوق پر نہیں بلکہ خالق پر جھوٹ باندھا اور وہ بھی ایسا جس سے محبوب خدا علیہ التحیۃ والثناء کی فضیلتِ خاصہ کا انکار لازم آتا ہے۔ اور دجال اس لئے کہ اس نے ولایت و قطبیت کا دعویٰ کر کے کوئی عام دھوکا نہیں بلکہ نبوت و رسالت کا دعویٰ کر کے بہت بڑا دھوکہ دیا ہے۔ اس

دعویٰ کے بعد پھر ظلی و بروزی وغیرہ کے الفاظ سے اپنے دجال ہونے کو مزید واضح کر رہا ہے۔ یاد رہے کائنات کی ہر چیز حضور خواجہ کونین صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت شان اُجاگر کرنے کے لئے پیدا کی گئی ہے۔ چنانچہ مواہب الدنیہ شریف کی ایک روایت کا آخری حصہ ملاحظہ ہو۔

ولقد خلقت الدنيا واهلها لا عرفهم كرامتك ومنزلتك عندي ولو لاك ما خلقت الدنيا

اور یقین جانئے میں نے دنیا اور اہل دنیا کو اس لئے پیدا فرمایا کہ انہیں پہچان کراؤں اس عزت و مرتبہ کی جو تمہارے اور میرے نزدیک ہے۔ اور اگر تم نہ ہوتے تو میں دنیا پیدا نہ فرماتا۔

چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم خاتم الانبیاء علیہم التحیۃ والثناء کے بعد نبوت کا مدعی جہاں اپنے دجال و کذاب ہونے کا ثبوت دے رہا ہے وہاں اُس کا یہ دعویٰ حضور رحمۃ اللعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کی مندرجہ بالا پیشگوئی کی تصدیق بھی کر رہا ہے۔ نبوت کے جھوٹے مدعیوں کے گھٹیا کردار سے خدا کے سچے نبیوں اور رسولوں کی عظمت کا نقش بھی دلوں میں بیٹھتا ہے جیسا کہ ''**تعرف الاشياء باضدادها**'' (چیزیں اپنی ضدوں سے پہچانی جاتی ہیں)۔ کے مطابق سیاہ راتوں کی وجہ سے چاندنی راتوں کی قدر معلوم ہوتی ہے۔ نبوت کے جھوٹے مدعی کو قدم قدم پر ذلت و رسوائی کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ جبکہ قدرت خداوندی ہر حال میں اپنے سچے نبی و رسول کی امداد فرماتی ہے اور اس کے دشمنوں کو ہر رنگ میں ذلیل و خوار کرتی ہے۔

مرزا قادیانی:

حدیث مذکور تیس دجالوں میں سے مرزا غلام احمد قادیانی بہت نمایاں حیثیت کا حامل ہے۔ اس لئے کہ عملاً جتنا اُس نے ملت اسلامیہ کو نقصان پہنچایا۔ شاید آج تک کوئی دجال بھی نہیں پہنچا سکا۔ دنیا کی ایک بہت بڑی حکومت جو اسلام دشمنی میں بھی سب سے آگے تھی۔ اس کی سرپرستی کر رہی تھی۔ لہٰذا اپنے دجل و فریب میں مرزا کئی دجالوں سے آگے نکل گیا۔

زیر نظر مضمون میں اس کی سیرت کے مختلف پہلو نہایت ہی اختصار کے ساتھ قارئین کے سامنے لائے جا رہے ہیں۔ تا کہ وہ خود کسی حد تک اندازہ کر سکیں کہ دعویٰ نبوت تو کجا۔ وہ دعویٰ ایمان کے بھی قابل نہیں۔ وہ یقیناً کذاب و دجال ہے۔ ہاں اگر اُس کا کوئی دعویٰ قابل قبول ہے تو وہ جو اس نے خود اپنے ایک درج ذیل شعر میں کیا ہے۔

کرم خاکی ہوں مرے پیارے نہ آدم زاد ہوں
ہوں بشر کی جائے نفرت اور انسانوں کی عار

خاندانی پس منظر:

مرزا قادیانی کی قوم مغل اور گوت برلاس تھی۔ باپ کا نام غلام مرتضیٰ، دادے کا نام عطا محمد اور پڑدادے کا گل محمد تھا۔ طبیعت میں ملت دشمنی رچ بس گئی تھی اس لئے سکھوں کے زمانے میں مسلمانوں کی بجائے انہی کا ساتھ دیتے تھے۔ 1857ء کی جنگ آزادی میں مرزا غلام مرتضیٰ نے سیالکوٹ کے محاذ پر انگریزوں کی حمایت میں اپنی طرف سے پچاس گھوڑے خرید کر اور پچاس جوان جنگجو بھیج دیئے۔ اس غداری کے نتیجے میں اُسے دربار گورنری میں کرسی ملتی تھی۔ (مرزا قادیانی نے اس کرسی پر بڑا فخر کیا ہے جیسا کہ اُس کی کتاب تحفہ قیصریہ میں صفحہ 16 پر مذکور ہے۔)

ولادت:

مرزا کے بقول سن ولادت 1839ء یا 1840ء (تریاق القلوب) بعض کے نزدیک 1836ء (مرزا محمود کا سپاسنامہ) یا 1837ء ہے۔ (موج کوثر)۔

نام مرزا غلام احمد ہے۔ (قرآن حکیم یا حدیث پاک میں کسی نبی کا نام مرکب نہیں ملتا شاید قدرت نام سے بھی اس دعویٰ کی تردید کرانا چاہتی تھی۔ نیز اس کا لغوی معنی بھی اس کے دعویٰ کی تائید نہیں کرتا)

بچپن اور تعلیم:

بقول مرزا چھ سات سال کی عمر میں قرآن حکیم اور چند فارسی کتابیں پڑھ لیں پھر کچھ عربی سیکھی۔ بعد میں ایک شیعہ عالم گل علی شاہ نامی سے سترہ یا اٹھارہ سال کی عمر میں کچھ نحو، منطق وحکمت کی تعلیم لی۔ طب کی بعض کتابیں اپنے باپ سے پڑھیں۔ بقول مرزا تعلیم کا شوق تو بہت تھا۔ مگر باپ حفظان صحت کے پیش نظر زیادہ مطالعے سے روکتا تھا۔ ضبط شدہ دیہات کی واگزاری کے لئے مقدمات کی پیروی بھی خاطر خواہ حد تک علم حاصل کرنے میں حائل رہی۔

(اللہ کے نبی دنیا کو سکھانے آتے ہیں۔ دنیا میں کسی سے سیکھنے نہیں۔ وہ اپنے بھیجنے والے کے شاگرد اور امت کے استاد ہوتے ہیں۔ مگر اس کے برعکس مرزا لوگوں سے پڑھا اور پھر وہ بھی بہت محدود۔ نہ تفسیر نہ حدیث، پڑھیں تو عربی اور فارسی اور علم وحکمت کی ابتدائی کتابیں۔ اتنا ناقص علم اکثر خطرۂ ایمان بن جاتا ہے۔ یونہی طب کا علم بھی پورا حاصل نہ کیا گویا خطرہ ایمان ہی نہیں۔ خطرہ جان بھی۔ یہ اسی ناقص علم کا اثر ہے کہ عربی، فارسی اور اُردو تحریریں فصاحت بلاغت سے خالی اور اغلاط سے پُر ہیں۔)

مرزا قادیانی چڑیاں مار کر وقت ضائع کرتا رہا۔ (سیرۃ المہدی) اور لوگ اسے سندھی کے نام سے پکارتے تھے۔ تربیت ایسی ناقص تھی کہ لڑکوں کے کہنے پر ایک دفعہ گھر میں شکر لینے آیا تو بغیر کسی سے

پوچھنے کے (یعنی چوری) ایک برتن میں سے سفید بورا جیبوں میں بھر کر باہر لے گیا۔ راستے میں مٹھی بھر کر منہ میں ڈالا تو پسا ہوا نمک تھا۔ (سیرۃ المہدی)

دور شباب اور ملازمت:

جوانی میں آوارگی اور بھی جوان ہو گئی۔ چنانچہ ایک دفعہ مرزا کو اپنے دادے کی پنشن مبلغ سات سو روپے لینے گورداسپور بھیجا گیا تو اس کا چچازاد بھائی مرزا امام الدین بھی پیچھے ہو لیا۔ پنشن وصول کی تو دونوں ادھر اُدھر پھرتے رہے۔ حتیٰ کہ چند دنوں میں ساری رقم ضائع کر دی۔ گھر جاتے ڈر آتا تھا اس لئے مرزا سیالکوٹ کچہری میں پندرہ روپے ماہوار پر ملازم ہو گیا۔ یہیں پادریوں سے مناظرے اور خفیہ ملاقاتیں بھی ہوتی رہیں۔ (دوسرا ساتھی مرزا امام الدین ادھر اُدھر پھرتا رہا۔ آخر اُس نے چارے کے ایک قافلے پر ڈاکہ مارا)

یہیں ملازمت کے دوران ڈاکٹر امیر شاہ صاحب سے انگریزی کی ایک دو کتابیں پڑھیں (جن سے انگریزی میں الہامات میں مدد ملی) یہی قانونی کتابوں کا مطالعہ کیا اور مختاری کا امتحان دیا مگر کامیابی نہ ہوئی تو باپ کے کہنے پر چار سال (1864ء تا 1868) کی ملازمت کے بعد گھر واپسی ہو گئی۔ سیالکوٹ میں پادری ہٹلر کے ساتھ بہت روابط تھے انگریز اپنی حمایت کے لئے کسی کو نبوت کا مدعی بنانا چاہتے تھے۔ برطانی ہند کی سنٹرل انٹیلی جنس کی روایت کے مطابق ڈپٹی کمشنر نے چار اشخاص کو انٹرویو کے لئے طلب کیا۔ ان میں سے مرزا نبوت کے لئے نامزد ہوا۔ (تاریخ محاسبہ قادیانیت)

الہام کا دعویٰ:

اب اس نے یہ تاثر دیا کہ مجھے الہام ہوتا ہے اور میری دعائیں قبول ہوتی ہیں۔ جس بالا خانے میں الہام سوچتا تھا۔ اُس کا نام بیت الفکر تھا۔ الہام نویسی کے لئے ایک سادہ سا بارہ سالہ ہندو لڑکا ملازم رکھ لیا۔ لالہ شرمپت رائے اور لالہ ملاوامل قادیان کے دو ہندو خاص مشیر تھے۔ مقبول الدعا ہونے کے اشتہار بھی شہروں میں پھیل گئے تو نذر و نیاز اور لنگر کا سلسلہ شروع ہو گیا۔ لوگ بیعت کی درخواست کرتے تو کہتا کہ ابھی خدا کا حکم نہیں آیا۔

مجددیت کا اعلان:

حکیم محمد شرف کلانوری جس کے پاس مرزا امرتسر جا کر رہتا تھا نے مجددیت کے اعلان کا مشورہ دیا تو مرزا نے ہزاروں کی تعداد میں اشتہار چھپوا کر یورپ، امریکہ و افریقہ تک کے وزراء وغیرہ کو بھیجے مگر ایک بھی قائل نہ ہوا۔ حکیم نور الدین نیچری تھا۔ مرزا کا ہم مزاج تھا۔ جموں میں مقیم تھا۔ مرزا گیا اور اس سے یاری

گانٹھ لی۔ مرزا کے مختلف دعوؤں میں اس کا مشورہ بھی شامل رہا۔ مجددیت کا اعلان 1889ء میں کیا۔

ہوشیار پور میں چلہ:

زہد و ریاضت کی شہرت کے لئے تین مریدوں کو ساتھ لے کر ہوشیار پور گیا اور چلہ کشی کے دستی اشتہارات تقسیم کر کے چلے میں بیٹھ گیا۔ یہاں الہام ہوا کہ 20 فروری 1886ء کو ایک عالمگیر برکت کا حامل لڑکا پیدا ہوگا۔ اس کا نام عنموائیل رکھنا۔ 22 مارچ 1886ء اور 8 اپریل 1886ء کو پھر اسی مضمون کے اشتہار شائع کئے۔ چونکہ خدا اپنے دشمن کو ذلیل کرنا چاہتا تھا۔ لہٰذا لڑکی پیدا ہوئی۔ اگلے حمل پر وہی رٹ شروع ہوئی تو 7 اگست 1887ء کو لڑکا پیدا ہوا۔ جسے عنموائیل کہا گیا۔ مگر وہ سوا سال کا ہو کر مر گیا۔ ساڑھے سات سال بعد پھر مبارک احمد پیدا ہوا۔ مرزا نے اُسی کو عنموائیل قرار دے لیا مگر وہ بھی مر گیا۔

مسیح ہونے کا دعویٰ:

مجددیت میں زیادہ عظمت نظر نہ آئی تو مسیح ہونے کا دعویٰ کیا اور اپنی کتاب کشتی نوح میں لکھ دیا کہ خدا نے میرا نام مریم رکھا۔ دو سال صفت مریم میں پرورش پائی۔ عیسیٰ کی روح مجھ پر نفخ کی گئی۔ اور استعارہ کے رنگ میں حاملہ ہوا۔ پھر مجھے مریم سے عیسیٰ بنایا گیا۔ تو یوں میں ابن مریم بن گیا یہ جواب 11 سال کی سوچ بچار کا نتیجہ تھا۔ ورنہ مثیل مسیح اور پھر مسیح موعود ہونے کے دونوں دعوے اس نے باری باری 1891ء میں ہی کر دیئے تھے۔

اس کے بعد لاہور، لدھیانہ اور دہلی کے مناظروں میں بُری طرح شکست کھائی۔

"آسمانی منکوحہ" کے حصول میں ناکامی:

مرزا احمد بیگ ہوشیار پوری مرزا قادیانی کے بہنوئی کا حقیقی بھائی اور اس کی چچا زاد بہن کا خاوند تھا۔ اس کی بیٹی محمدی بیگم خوش جمال تھی۔ مرزا نے اس کے حصول کے لئے الہامات گھڑ لئے اور کہا کہ اگر میرے بجائے کسی اور سے نکاح کیا تو خاوند ڈھائی سال میں اور (لڑکی) کا باپ تین سال میں مر جائے گا۔ اور اس لڑکی کو میرے نکاح میں ہی آنا پڑے گا۔ کیونکہ خدا کا فیصلہ یہی ہے۔ مگر اس پیشگوئی کا بھی وہی حشر ہوا جو کذاب و دجال کی پیشگوئیوں کا ہوا کرتا ہے۔

مہدی ہونے کا دعویٰ:

1892ء میں کسی نے پوچھا کہ "تم اگر مسیح ہو تو مہدی کہاں ہیں؟" بولا۔ "میں ہی مہدی ہوں۔" مگر اس کا اظہار زیادہ کھل کر نہیں کرتا تھا تاکہ انگریز مہدی سوڈانی کی طرح اُسے بھی خطرناک نہ سمجھ لیں۔

آتھم عیسائی سے مناظرہ:

جنڈیالہ ضلع امرتسر کے مسلمانوں نے عیسائی پادریوں سے مرزا قادیانی کا مناظرہ ٹھہرالیا۔ مقابلے میں عیسائی پادری آتھم تھا۔ پندرہ دن تک مناظرے کا نتیجہ نہ نکلا۔ تو مرزا نے مباہلے کے انداز میں بتایا کہ آتھم پندرہ ماہ تک ہاویہ میں گر جائے گا۔ (یعنی مر جائے گا) مگر اس پیشگوئی کا انجام بھی مختلف نہ رہا۔ اور مرزا کو بہت ذلیل ہونا پڑا۔

دعویٰ نبوت:

مرزا کو مجدد، مثیل مسیح اور مسیح موعود ہونے کے دعوؤں کے بعد اپنی اصل منزل پر پہنچنے کا خیال آیا۔ چنانچہ 1900ء میں اُس نے دعویٰ نبوت بھی داغ ڈالا۔

(بقول محمود مردود) جمعہ کے خطیب مرزا ملا عبدالحکیم نے دوران خطبہ کئی بار مرزا کے لئے نبی اور رسول کے الفاظ استعمال کیئے۔ احسن امروہی نے بُرا منایا تو مرزا نے خطیب کی تائید کی۔ پھر کھلم کھلا تحریر میں بھی اس کافرانہ عقیدے کا پرچار کیا۔ مثلاً

1:۔ ''سچا خدا وہی ہے۔ جس نے قادیان میں اپنا رسول بھیجا۔'' (دافع البلاء)

2:۔ ''ہمارا دعویٰ ہے کہ ہم رسول اور نبی ہیں۔'' (معاذ اللہ)

(بدر 5 مارچ 1905ء)

مگر یہ نبوت کا دعویٰ بھی مختلف مرحلوں میں طے ہوا۔ پہلے ظلی و بروزی نبی، پھر اصلی وحقیقی نبی اور پھر خاتم الانبیاء وغیرہ (معاذ اللہ) پھر جامع الصفات اور افضل الانبیاء۔

حضرت پیر مہر علی شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے چھیڑ چھاڑ:

مرزائیت کا فتنہ اُٹھا تو اہلِ دل تلملا اُٹھے۔ قبلہ عالم حضرت پیر مہر علی شاہ صاحب قدس سرہ فرماتے ہیں۔

''خواب میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے مرزا غلام احمد قادیانی کی تردید کا حکم دیتے ہوئے فرمایا کہ یہ شخص میری احادیث کو تاویل کی قینچی سے کتر رہا ہے اور تم خاموش بیٹھے ہو۔

چنانچہ آپ نے 1899ء میں نزول مسیح اور حیات مسیح کے موضوع پر شمس الہدایت لکھی اور تمام ہندوستان بشمول قادیان تک پھیلا دی۔ مرزا قادیانی نے اس کے دلائل کا جواب تو نہ دیا۔ البتہ حضرت پیر صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو تفسیر نویسی کے مقابلے کا چیلنج دے دیا۔ صورت یہ تجویز کی کہ دونوں (یعنی حضرت گولڑوی رحمۃ اللہ علیہ اور مرزا) لاہور میں جلسہ منعقد کر کے قرعہ اندازی کے ذریعے قرآن حکیم کی کوئی سورت یا

اُس سورت کی چالیس آیات لے کر دعا کریں کہ خداوند کریم سچے کو فصیح و بلیغ عربی میں بہترین معارف کے ساتھ تفسیر لکھنے کی توفیق دے اور جھوٹے سے یہ توفیق چھین لے۔ دونوں سات گھنٹے روبرو بیٹھ کر خاموشی سے لکھیں اور پھر ثالث فیصلہ دیں۔ پیر صاحب تاریخ طے کر کے اطلاع دیں۔

چنانچہ 25 اگست 1900ء کا دن مقرر ہوا۔ پیر صاحب ایک جم غفیر کے ساتھ ایک دن پہلے ہی لاہور پہنچ گئے اگلے دن جب بادشاہی مسجد کو یہ جلوس روانہ ہو رہا تھا۔ راستے میں مرزائیوں کے بڑے بڑے اشتہار لگے ہوئے تھے۔ ''پیر مہر علی کا فرار'' اہل لاہور حیران تھے کہ یہ کیا ہو رہا ہے۔ مرزا قادیان کا انتظار ہو رہا ہے کہ آخر قادیان سے آخری وفد نے آ کر اطلاع دی کہ مرزا نہیں آ رہا۔ وہ بات جو مرزا نے خط میں لکھی تھی کہ ''اگر میں حاضر نہ ہوا تو اس صورت میں بھی کاذب سمجھا جاؤں گا۔'' عوام و خواص نے آنکھوں سے دیکھ لی۔

اعلیٰ حضرت گولڑوی رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق اُس نے دوسری پیش گوئی کی ہوئی تھی کہ 1908ء میں جو جیٹھ کا مہینہ آئے گا۔ اُس میں آپ کا انتقال ہو جائے گا۔ مگر اُس میں مرزا خود مر گیا۔ پیر صاحب نے فرمایا۔ الجیٹھ بالجیٹھ یعنی جھیٹھ جیٹھ سے بدلہ گیا۔

مرزا قادیانی کی موت:

یہ دعا قبول ہوئی اور قدرت کاملہ نے فیصلہ فرما دیا۔ چنانچہ قریباً ایک سال بعد 26 مئی 1908ء کو مرزا اپنے کفر و شر کے ساتھ دنیا خالی کر گیا۔ مرزائیوں نے حقیقت پر پردہ ڈالنے کی بہت کوشش کی۔ مگر مرزا کے خسر میر ناصر نے اس کے آخری الفاظ بیان کر کے بات ختم کر دی۔ مرزا کا جملہ یہ تھا۔

''میر صاحب مجھے وبائی ہیضہ ہو گیا ہے۔''

(حیاتِ ناصر)

اسی قسم کی دعا، پیشگوئی مرزا اور اس کے ایک سابق ساتھی ڈاکٹر عبدالحکیم کے درمیان بھی ہوئی تھی۔ ڈاکٹر صاحب کی دوسری پیشگوئی کے مطابق مرزا قادیانی کو 14 اگست 1908ء سے پہلے مرنا تھا چنانچہ وہ مر گیا۔ مرزا قادیانی نے جو ڈاکٹر صاحب کی موت کے متعلق پیشگوئی کی تھی وہ بھی پوری نہ ہوئی اور وہ سالہا سال تک زندہ رہے۔

مرزا کی بدحواسیاں:

سیرۃ المہدی حصہ دوم کی ایک عبارت ملاحظہ ہو۔

''ڈاکٹر میر محمد اسمٰعیل صاحب نے مجھ سے بیان کیا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام (معاذ

اللہ ثم معاذ اللہ) اپنی جسمانی عادات میں ایسے تھے کہ بعض دفعہ جب حضور جراب پہنتے تو بے توجہی کے عالم میں اس کی ایڑی پاؤں کے تلے کی طرف نہیں بلکہ اوپر کو ہو جاتی تھی۔ اور بارہا ایک کاج کا بٹن دوسرے کاج میں لگا ہوتا تھا اور بعض اوقات کوئی دوست حضور کے لئے گرگابی (جوتا) ہدیۃً لاتا تو آپ بسا اوقات دایاں پاؤں بائیں میں ڈال لیتے تھے اور بایاں دائیں میں۔ چنانچہ اس تکلیف کی وجہ سے آپ دیسی جوتا پہنتے تھے۔"

(قادیانی مذہب بحوالہ سیرۃ المہدی)

"آپ کو (یعنی مرزا قادیانی کو) شیرینی سے بہت پیار ہے اور مرض بول بھی آپ کو عرصے سے لگی ہوئی ہے۔ اسی زمانے میں آپ مٹی کے ڈھیلے بعض وقت جیب میں ہی رکھتے تھے اور اُسی جیب میں گُڑ کے ڈھیلے بھی رکھ لیا کرتے تھے۔ یعنی مرزا بھول جاتا تھا کہ گُڑ کے ڈھیلوں کے لئے کونسی جیب ہے۔" (قادیانی مذہب، بحوالہ تتمہ براہین احمدیہ)

سوچو! کیا یہ بدحواسی شانِ نبوت کے لائق ہے۔

کھانے کی پسندیدہ چیزیں:

کرارے پکوڑے۔ سالم مرغ کا کباب، گوشت کی خوب بھنی ہوئی بوٹیاں۔ مرغ اور بٹیروں کا گوشت۔ انگور بمبئی کا کیلا۔ ناگپوری سنگترہ۔ سیب۔ سردے۔ سرولی آم۔ برف اور سوڈا لیمنڈ جنجر۔ بازاری مٹھائیاں (ہندو کی دکان سے ہوں یا مسلمان کی دکان سے) ولائتی بسکٹ۔ مشک۔ عنبر۔ مفرح عنبری۔ افیون۔ ٹانک وائن (طاقتور اور نشہ دینے والی شراب) اور برانڈی حالت مرض میں جائز سمجھتے تھے اور مرض دائمی تھا)

(ڈاکٹر بشارت احمد قادیانی)

لباس:

مختلف روایات کا خلاصہ کرتے ہوئے مناظر اسلام مولانا محمد عمر صاحب اچھروی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

"مرزا کے سر پر رومی ٹوپی، اوپر دس گز کی پگڑی بندھی ہوئی۔ سرین کے نیچے تک شملہ لٹکتا ہوا۔ منہ میں پان۔ چست پاجامہ یا غرارہ پہنا ہوا ریشمی ازار بند۔ ایک پلے میں چابیوں کا گچھا۔ پاؤں میں الٹی گرگابی پہنے ہوئے (جس پر نشان لگے ہوں) اوپر پھٹا ہوا سفید چوغہ، دایاں بازو خشک لکڑی کی طرح ہلتا ہوا۔"

یہ ہے امت مرزائیہ کا پیشوا۔

اگر اس کے ساتھ چہرے کا ناگفتنی حلیہ بھی شامل کر لیا جائے تو۔۔۔۔

تحریر اور زبان:

انبیائے کرام فصاحت و بلاغت اور شائستگی و لطافت کا مرکز و منبع رہے ہیں۔ لیکن حیرت ہوتی ہے۔ مرزا قادیانی کی عربی، فارسی اور اُردو تحریریں پڑھ کر کہیں بھی حسن زبان و بیان نظر نہیں آتا۔ صرف ونحو کی بے شمار اغلاط عربی، فارسی ہی میں نہیں۔ اُردو تحریروں میں بھی موجود ہیں۔ تذکیرو تانیث اور وحدت وجمع کے استعمال میں بھی ایسے گل کھلاتا ہے کہ شاید آٹھویں جماعت کے ذہین طالب علم کو بھی عار آئے۔ چند فقرے ملاحظہ فرمائیں۔

1:۔ اور جیسی موسوی شریعت کا ابتداء موسیٰ سے ہوا۔ (ازالہ)

تبصرہ: ابتداء مؤنث ہے۔

2:۔ اس کی مرض انتہا کو پہنچ گئی۔ (براہین)

تبصرہ: مرض مذکر ہے۔

3:۔ یہ ایک ایسا قرارداد ہے۔ (چشمہ معرفت)

تبصرہ: قرارداد مؤنث ہے۔

یونہی وہ قیمت حد، چراگاہ کو مذکر اور انتظار، درد کو مؤنث لکھتا ہے۔

(ازالہ واوہام میں) پیشگوئیاں کافی ہیں۔ خواص اور عجائبات ختم نہیں ہوسکتی۔ وغیرہ میں واحد وجمع کا غلط استعمال کیا ہے۔ پروفیسر غلام جیلانی برق مرحوم نے، حرف محرمانہ، میں اس موضوع پر مفصل بحث کی ہے۔

جہاں تک مرزا قادیانی کی شائستگی تحریر کا تعلق ہے ڈھونڈنے سے نہیں ملتی۔ مقام نبوت کی عظمتیں تو ہمارے تصور سے بھی بالاتر ہیں۔ کوئی شریف یا صالح آدمی بھی وہ طرز بیاں اختیار نہیں کر سکتا۔ جو مرزا کی تحریروں کا طرۂ امتیاز ہے۔ صرف چند مثالیں حاضر ہیں۔

1:۔ "یہ مولوی جھوٹے ہیں۔ اور کتوں کی طرح جھوٹ کا مردار کھاتے ہیں۔" (ضمیمہ انجام آتھم)

2:۔ مجاہدین آزادی 1857ء کے بارے میں مرزا کہتا ہے۔

"ان لوگوں نے چوروں قزاقوں اور حرامیوں کی طرح اپنی محسن گورنمنٹ پر حملہ شروع کر دیا۔"

3:۔ مولانا سعد اللہ لدھیانوی کے متعلق۔

"غول لئیم، شیطان، ملعون، خبیث، مفسد، کنجری کا بیٹا۔"

تاریخی معلومات:

مرزا قادیانی تاریخ سے کتنا نابلد تھا۔ اس سلسلے میں اُس سے کیا افسوس ناک غلطیاں ہوئیں ایک طویل قصہ ہے۔ میں یہاں ایک مثال پیش کرتا ہوں۔ حضور سید عالم ﷺ کے والد ماجد سیدنا حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے آپ کی ولادت باسعادت سے چند ماہ قبل اور والدہ ماجدہ سیدنا آمنہ رضی اللہ عنہا نے اس سے چھ سال بعد وصال فرمایا۔ مگر مرزا کہتا ہے۔

"تاریخ کو دیکھو کہ آنحضرت (ﷺ) وہی ایک یتیم لڑکا تھا۔ جس کا باپ پیدائش سے چند دن بعد ہی فوت ہو گیا اور ماں صرف چند ماہ کا بچہ چھوڑ کر مر گئی تھی۔" (پیغام صلح)

اتنی جہالت اور پھر دعویٰ نبوت۔ یقیناً یہ کسی دجال اور کذاب کا کام ہی ہے۔ (مزید مثالیں حرف محرمانہ میں دیکھیں)

مرزا کے فرشتے:

1:۔ خیراتی (مکاشفات۔ تریاق القلوب)

2:۔ شیر علی (مکاشفات۔ تریاق القلوب)

3:۔ ٹیچی ٹیچی (مکاشفات۔ البشریٰ، ضمیمہ حقیقۃ الوحی)

4:۔ درشنی (تذکرہ صفحہ 31)

5:۔ مٹھن لال (تذکرہ صفحہ 515)

6:۔ حفیظ (تذکرہ صفحہ 757)

مرزا کے بعض الہامات:

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

1:۔ تو ہمارے پانی سے ہے اور وہ بزدلی سے ہیں۔ (انجام آتھم)

2:۔ بابو الٰہی بخش چاہتا ہے کہ تیرا حیض دیکھے۔ (تتمہ حقیقۃ الوحی)

3:۔ ربنا حاج۔ ہمارا رب حاجی ہے۔ (براہین) وغیرہ

4:۔ انت منی بمنزلۃ ولید "تو مجھ سے بمنزلہ فرزند کے ہے۔ (حقیقۃ الوحی)

5:۔ "اسمع ولدی" اے میرے بیٹے سن۔ (البشریٰ)

الہام عربی، اُردو، انگریزی اور پنجابی میں ہوئے۔ بعض الہام بالکل مہمل ہیں۔

1:۔ ضی شائل مقیاس۔ (حقیقۃ الوحی)

2:۔ ہوشعنا نعسا۔ (براہین)

انگریزی حکومت کا غلام:

صرف ایک دو مقامات سے ضروری اقتباسات پیش کیئے جاتے ہیں۔

1:۔ ''میری عمر کا اکثر حصہ اس سلطنت انگریزی کی تائید وحمایت میں گزرا ہے اور میں نے مخالفت جہاد اور انگریزی اطاعت کے بارے میں اس قدر لکھا ہے کہ کتابیں اکٹھی کی جائیں تو پچاس الماریاں بھر سکتی ہیں۔ میں نے ایسی کتابوں کو تمام ممالک عرب مصر، شام، کابل اور روم تک پہنچا دیا ہے۔''

(قادیانی مذہب، بحوالہ تریاق القلوب)

2:۔ درخواست بحضور لفٹیننٹ گورنر بہادر دام اقبالہ میں ''خاکسار مرزا غلام احمد از قادیان'' مورخہ 24 فروری 1899ء میں لکھتا ہے۔

''میرا اس درخواست سے جو حضور کی خدمت میں مع اسماء مریدین روانہ کرتا ہوں۔ مدعا یہ ہے کہ اگرچہ میں خدمت خاصہ کے لحاظ سے جو میں نے اور میرے بزرگوں نے محض صدق دل اخلاص اور جوش وفاداری سے سرکار انگریزی کی خوشنودی کے لئے کی ہے۔ عنایت خاص کا مستحق ہوں۔۔۔۔ اس خود کاشتہ پودا کی نسبت حزم اور احتیاط اور تحقیق اور توجہ سے کام لے۔'' (قادیانی مذہب بحوالہ تبلیغ رسالت از میر قاسم علی قادیانی)

خدارا سوچئے اور انصاف کیجئے دشمنان اسلام کی یہ چاپلوسی کس حد تک جائز ہے۔ اور کیا شان نبوت کے لائق ہوسکتی ہے۔ نہیں بلکہ ایک ادنیٰ اور گنہگار مسلمان بھی جب تک مسلمان ہے۔ اسلام کے خلاف ایسی سازش نہیں کرسکتا اور اتنا ضمیر فروش نہیں ہوسکتا۔

حرف آخر:

اس سارے مضمون کو جو نہایت عجلت میں لکھا گیا ہے۔ بغور پڑھیں اور جائزہ لیں۔ کیا مرزا قادیانی نبی، مسیح، مجدد، مامور من اللہ بلکہ ایک صالح مسلمان یا ایک شریف وباغیرت انسان بھی کہلانے کے مستحق ہے۔ وہ خدا اور رسول ﷺ کا باغی اور اسلام کا غدار تھا۔ مرزائیت مذہب کا نام نہیں بلکہ دین حق کے خلاف اسلام دشمنوں کی بدترین گھناؤنی سازش ہے۔ افسوس عالم اسلام بلکہ مسلمانانِ پاکستان بھی اس کے خطرناک عزائم سے واقف نہیں۔ صرف ہمارے وطن عزیز میں نہیں دوسرے اسلامی ممالک میں بھی

قادیانی مسلمانی کے بھیس میں اعلیٰ عہدوں پر فائز ہیں۔ سوچئے کیا یہ ملک وملت کے لئے اچھا شگون ہے۔ حکومت کا، علماء مشائخ کا، وفادار سیاستدانوں کا، اساتذہ وطلبہ کا اور ملت کے تمام بہی خواہوں کا اولین فرض یہی ہے کہ اپنے دین ومذہب اور ملک وملت کو بچانا چاہتے ہیں۔ تو دشمنوں کے خود کاشتہ پودے کو جڑ سے کاٹ پھینکیں۔

(اختصار ملحوظ تھا۔ لہذا پہلے حصے میں اکثر عبارتوں کا خلاصہ دیا گیا ہے۔)

عقیدہ۔ نبوت کسبی نہیں کہ آدمی عبادت وریاضت کے ذریعہ سے حاصل کر سکے بلکہ محض عطائی الٰہی ہے کہ جسے چاہتا اپنے فضل سے دیتا ہے۔ ہاں دیتا اسی کو ہے جسے اس منصب عظیم کے قابل بناتا ہے جو قبل حصول نبوت تمام اخلاق فاضلہ سے مزین ہو کر جملہ مدارج ولایت طے کر چکتا ہے اور اپنے نسب وجسم وقول وفعل وحرکات وسکنات میں ہر ایسی بات سے منزہ ہوتا ہے جو باعث نفرت ہو۔ اسے عقل کامل عطا کی جاتی ہے جو اوروں کی عقل سے بدر جہا زاہد ہے کسی حکیم اور کسی فلسفی کی عقل اس کے لاکھویں حصہ تک نہیں پہنچ سکتی۔

اَللّٰهُ اَعْلَمُ حَيْثُ يَجْعَلُ رِسَالَتَهُ ذَالِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيهِ مَنْ يَشَآءُ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيمِ

اور جو اسے کسبی مانے کہ آدمی اپنے کسب وریاضت سے منصب نبوت تک پہنچ سکتا ہے کافر ہے۔

عقیدہ۔ جو شخص نبی سے نبوت کا زوال جانے کافر ہے۔

عقیدہ۔ نبی کا معصوم ہونا ضروری ہے اور یہ عصمت نبی اور ملک کا خاصہ ہے کہ نبی اور فرشتہ کے سوا کوئی معصوم نہیں۔ اماموں کو انبیاء کی طرح معصوم سمجھنا گمراہی اور بد دینی ہے۔ عصمت انبیاء کے یہ معنی ہیں کہ ان کیلئے حفظ الٰہی کا وعدہ ہو گیا جس کے سبب ان سے دور گناہ شرعاً محال ہے بخلاف آئمہ اکابر اولیاء کہ اللہ عزوجل انہیں محفوظ رکھتا ہے۔ ان سے گناہ ہوتا نہیں مگر ہو تو شرعاً محال بھی نہیں۔

عقیدہ۔ انبیاء علیہم السلام شرک وکفر اور ہر ایسے امر سے جو خلق کے لئے باعث نفرت ہو جیسے کذب وخیانت وجہل وغیرہا صفات ذمیمہ سے نیز ایسے افعال سے جو وجاہت اور مروت کے خلاف ہیں۔ قبل نبوت اور بعد نبوت بالاجماع معصوم ہیں اور کبائر سے بھی مطلقاً معصوم ہیں اور حق یہ ہے کہ تعمد صغائر سے بھی قبل نبوت اور بعد نبوت معصوم ہیں۔ (بہار شریعت)

پروفیسر حافظ محمد کمال بٹ
صدر ادارۂ فروغ تعلیم القرآن لاہور

مرزا قادیانی کائنات کا سب سے بڑا جعلساز

کیا نبی مکرم حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کے بعد کوئی نیا نبی ممکن ہے؟ اس کا جواب سوائے انکار و ناممکن کے کچھ نہیں۔ تمام مسلمانوں کا یہ متفق علیہ عقیدہ ہے۔ بلکہ مدعی نبوت سے دلیل نبوت طلب کرنا بھی کفر ہے۔

قرآنِ پاک کی آفاقیت، جامعیت و ہمہ گیریت اور لاریب و بے مثل ہونا نیز محفوظ اور واجب الاتباع ہونا سب کے سب ختم نبوت کے تصور کی تفاصیل ہیں۔ حضور حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کا جمیع بنی نوع انسان کے لئے نبی و رسول ہونا ختم نبوت ہی کا تقاضہ ہے۔

معلوم ہوا کہ ختم نبوت کی اہمیت سے آگاہ ہونا ہر مسلمان کے لئے لازم و ضروری ہے۔ خصوصاً اس دور میں جبکہ اسلام دشمن ممالک اور اداروں کی پشت پناہی کے ذریعے فتنہ قادیانیت نئے نئے انداز سے اسلام دشمنی کے حربے استعمال کر رہا ہے، اہل ایمان کو فتنہ قادیانیت سے بچانا بہت ضروری ہو چکا ہے۔

مسلمان، ختم نبوت کے معاملہ میں ہمیشہ حساس رہے۔ جب تک مسلمانوں کو غلبہ و اختیار رہا کسی بد بخت کو موقع نہ دیا گیا کہ وہ ختم نبوت سے منحرف ہو کے شان مصطفیٰ ﷺ پر انگلی اٹھا سکے۔ افسوس یہ اقتدار غلامی میں بدلا۔ مسلمان زوال کا شکار ہوئے اور سیاہ بختوں کو اسلام پر چرکے لگانے کا موقعہ ہاتھ لگا۔

تثلیث پرست فرنگی نے رب کے پیغمبر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو نعوذ باللہ اللہ کا اکلوتا بیٹا قرار دے کر انہیں تین خداؤں میں سے دوسرا خدا گھڑ لیا۔ لیکن محمد مصطفیٰ ﷺ کی عظمت و شانِ نبوت اسے ایک آنکھ نہ بھائی۔ اس نے سب سے پہلے عظمت تصور نبوت کو پامال کرنا چاہا اور بعض شوریدہ سر افراد کو آلہ کار بنا کر ایسی تحریروں کو فروغ دیا کہ جن سے مسلمان آپس میں دست و گریباں ہو گئے۔ تاثر یہ دیا گیا کہ شاید تصور توحید اور تعظیم رسالت اک دوسرے سے محارب و متصادم ہیں۔ بات بات پر شرک و کفر کے فتوے لکھ مارے گئے اور پھر بتدریج فضا اس قدر مکدر ہوئی کہ وہ ذاتِ اقدس جس کے نام پر سر کٹانا ہر دو جہاں کی کامیابی سمجھا جاتا تھا۔ موضوع بحث و مناظرہ ہو گئی افسوس! بہت سوں نے قرآن پڑھا۔ مگر تنقیص عظمت

رسالتِ مصطفیٰ ﷺ کے لئے۔ حال یہ رہا کہ سارے کمالات ومراتب اور القابات تو اپنے حضرت ومولانا کے لئے مختص ہوئے اور وہ جن کے لئے سب کچھ بنایا گیا ان کے لئے بشر جیسی تعریف کافی سمجھی گئی۔

تمام انبیائے کرام کا چناؤ روزِ ازل ہوا تھا (وَاِذْ اَخذَ اللّٰہُ میثاق النبیین) نبی معصوم عن الخطا ہوتا ہے۔ نبی تربیت الٰہی سے بہر یاب ہوتا ہے۔ نبی مطلع علی الغیب ہوتا ہے۔ نبی واجب التعظیم ہوتا ہے۔ نبی واجب الاطاعت ہوتا ہے۔ نبی مومنوں کی جانوں سے بھی زیادہ ان کے قریب ہوتا ہے۔ نبی کے فیصلے کے خلاف کسی مومن ومومنہ کو کوئی اختیار نہیں ہوتا۔ امتی نبی کے حکم کو بلا چون وچرا مانتا ہے۔ خدا وہی خدا ہے جس کی نشاندہی نبی نے فرمائی۔ نبی معظم کی تعظیم سے ہٹ کر نہ کوئی تصور توحید ہے نہ تصور رسالت ونبوت اور نہ ہی کوئی تصورِ آخرت بلکہ ہر ہر عقیدہ اور ہر ایک عمل کی اساس نبی کی تعلیم ہوتی ہے۔

اور اب وہ زمانہ آیا بچپن کا چڑی مار، غلیظ چھپڑوں کا تیراک، فرنگ کی عدالت کا منشی، کفار فرنگ کا خود کاشتہ پودا کہلانے پر فخر کرنے والا، ”ریونڈر بٹلر“ نامی فرنگی سے (جو برطانوی انٹیلی جنس سیالکوٹ مشن کا انچارج تھا) 1868ء میں ملاقات کرتا ہے اور چند روز بعد عدالت کی نوکری چھوڑ کر مناظر بن جاتا ہے اور پھر بتدریج وہ اپنی ہوائے نفس کو الہام قرار دے کر مجدد، محدث، مہدی، موعود، مسیح موعود، ظلی نبی اور پھر اصلی نبی کے من گھڑت دعوے شروع کر دیتا ہے۔

ایمان والو! حضرت عیسیٰ علیہ السلام تو پیدا ہوتے ہی پنگھوڑے میں ارشاد فرماتے ہیں۔

اِنّیْ عَبْدُاللہ اتنی الکتاب وجعلنی نبیا (سورہ مریم)

میں اللہ کا بندہ ہوں۔ اللہ نے مجھے کتاب عطا فرمائی ہے۔ مجھے نبی بنایا ہوا ہے۔

اور مثیل مسیح ہونے کے جھوٹے مدعی کو برس ہا برس پتہ ہی نہیں چلتا ہے کہ آیا وہ صرف مناظر ہے۔ مجدد ہے یا محدث، مہدی ہے، یا عیسیٰ۔ بالآخر خدا اور خدا کا بیٹا بلکہ خدا کی جورو (ہم اللہ کی پناہ چاہتے ہیں ان ہفوات سے) ہونے کے کشفوں سے لے کر جے سنگھ بہادر، بشر کی جائے نفرت اور انسانوں کی عار کے مابین کودتا پھاندتا رہا۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا نہ کوئی اُستاد تھا اور نہ سکول ماسٹر۔ مثیل مسیح ہونے کا مدعی بڑے فخر سے اپنے استادوں کے نام بیان کرتا ہے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا نہ کوئی گھر تھا نہ ٹھکانہ۔ مثیل عیسیٰ کا من گھڑت مدعی مکانات وباغات کا مالک تھا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے کوئی کتاب نہ لکھی اور مثیل ہونے کا کذاب دعویدار براہین احمدیہ کو پچاس جلدوں میں لکھنے کے وعدے پر اس زمانہ میں ہزاروں کما گیا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے کسی کی کاسہ لیسی نہیں کی۔ جبکہ مسیح الدجال بڑے فخر سے لکھتا ہے کہ میں نے انگریز کی حمایت میں اتنی کتابیں لکھیں ہیں کہ ان سے پچاس الماریاں بھر سکتی ہیں۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو روح القدس کی تائید

حاصل رہی جبکہ مثیل عیسیٰ ہونے کا جھوٹا مدعی خود کو انگریز کا خود کاشتہ پودا کہتا رہا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کنوارے رہے اور مثیل عیسیٰ ہونے کا دعویدار دو بیویوں سے شادی کرنے کے بعد اپنے قریبی رشتہ داروں کی نوجوان بچی سے، جو عمر میں اس کی بیٹیوں کے برابر تھی۔ جھوٹے الہامات تراشتا رہا، منتیں کرتا رہا، اموات وعذاب کے ڈراوے دیتا رہا، لالچ وترغیبات دیتا رہا، اس نے بیٹے کو عاق کیا، بیوی کو طلاق دی مگر محمدی بیگم ہاتھ نہ آئی البتہ ذلت ورسوائی نامرادی حصہ میں آئی۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے لب ہلیں تو مردے زندہ ہو جائیں۔ مٹی کے پرند ہوا میں اڑیں۔ مادر زاد اندھے بینا ہوں، برص والے تندرست ہوں۔ مثیل مسیح ہونے کے مدعی کے منہ سے گالیاں صادر ہوں، عدالتوں میں معافی نامے داخل کرائے، لوگوں کی موت کے دعوے کرے اور ان کی زندگی اس کی رسوائیاں بڑھائے۔ خود آفتاب گولڑہ کو لاہور میں مناظرہ کی دعوت دے اور وقت مقررہ پر گھر میں گھس کے بیٹھا رہے اور ایک سو ایک بیماریوں کا طوق پہنے لیٹرین کی موت مرے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام تو آسمان سے "مائدہ" اتاریں اور مثیل عیسیٰ ہونے کا مدعی طاعون کو دلیل نبوت ٹھہرائے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو تو اللہ تعالیٰ زندہ آسمانوں پر لے جائے اور مثیل مسیح ہونے کا جھوٹا مدعی ہیضہ وپیچش کے امراض میں مبتلا ہو کر اپنے پاخانہ میں سر تا قدم لت پت ہو کر اپنے وجود سے دنیا کو پاک کرے۔

ایمان والو! خدائے لم یزل کی قسم، کیا ایسا شخص مثیل مسیح ہو سکتا ہے؟ نبی ہو سکتا ہے؟ ہرگز نہیں چہ جائیکہ وہ اس سے بھی بلند بانگ دعاوی کی لاف زنی کرتا پھرے۔

اور سبحان اللہ! اسلام اوتاروں کا مذہب نہیں۔ اللہ کا چنیدہ دین ہے۔ اوتار و مثیل تو ہندو مذہب میں ہیں جیسے رام، کرشن، مہاویر، گوتم بدھ وغیرہ وشنو کے اوتار و مثیل ہے۔ قرآنِ پاک تو مثیل عیسیٰ کے تصور سے بالکل پاک ہے۔ اور مرزا یہ دعویٰ کرتا ہے کہ وہ مثیل عیسیٰ بھی اور کرشن کا اوتار بھی۔

اگر آپ کو کسی قادیانی سے گفتگو کرنے کا موقعہ ملے تو اس سے پوچھیں آپ "مرزا" کو کیا مانتے ہیں۔ تو قادیانی یہ دیکھتے ہوئے کہ سوال کرنے والا کس حیثیت علمی کا مالک ہے۔ جواب مختلف انداز میں دے گا۔ اگر آپ اس کی بات تسلیم کرتے ہیں تو وہ بالآخر مرزا کو مثیل محمد قرار دے گا اور اگر اس سے بحث کرنے لگیں تو وہ پسپائی اختیار کرتا چلا جائے گا یہاں تک کہ وہ یہ بھی کہہ دے گا کہ ہم تو "مرزا" کو محض بزرگ اور نیکو کار مانتے ہیں اور پھر آپ سے بہر صورت جان چھڑانے کی کوشش کرے گا۔

دوستو! کبھی آپ کو اتفاق ہوا ہو، کسی ایسے دکاندار کا، جو جعلی اشیاء بیچتا ہو۔ آپ اس کی اشیاء کی تعریف کریں تو وہ نتھنے پھلا کر اپنے مال کی تعریف کے پل باندھے گا اور اگر آپ اس کی اشیاء کے نقائص بیان کرنا شروع کر دیں تو اس کی کوشش ہو گی کہ اس شخص سے جان چھڑاؤ کہ کہیں یہ دوسرے گاہکوں کو،

خراب نہ کرے۔ یہ حال قادیانیت کا ہے۔

دوستو! قادیانیت کذب وافتراء ہے۔ جعل سازی ہے۔ تنقیص رسالت مصطفیٰ ﷺ ہے۔ اور اس کا سدباب قادیانیت کشی ہے۔ ردقادیانیت پڑھئے۔ سمجھئے اور اسلام کو قادیانیت سے بچایئے۔

ایمان والو! قادیانیت ایک عفریت ہے جو اسلام اور محبتِ مصطفیٰ ﷺ کو نگلنا چاہتی ہے۔ عشق مصطفیٰ ﷺ اس کی موت ہے۔ سرور کائنات، فخرِ موجودات حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی محبت کے ہوتے ہوئے کسی ''مرزے ورزے'' کی محبت نہیں ہو سکتی۔ جس دل میں مدینہ اور مدینے والا ہو اس کے لئے قادیان کیا اور قادیانی کیا۔ عرض فقط یہی ہے۔ جس دل میں حُب محمد ﷺ نہیں وہ ایمان والا نہیں۔ اور جس دل میں قادیانی سے محبت ہو وہ ''حُب محمد ﷺ والا نہیں''۔

اللہ ایمان ومحبتِ مصطفیٰ ﷺ میں وافر حصہ عطا فرمائے۔ آمین۔

مسئلہ ضروریہ: انبیائے کرام علیہم الصلاۃ والسلام سے جو لغزشیں واقع ہوئیں ان کا ذکر تلاوت قرآن وروایت حدیث کے سوا حرام اور سخت حرام ہے۔ اوروں کو ان سرکاروں میں لب کشائی کی کیا مجال۔ مولیٰ عزوجل ان کا مالک ہے جس محل پر جس طرح چاہے تعبیر فرمائے۔ وہ اس کے پیارے بندے ہیں اپنے رب کے لئے جس قدر چاہیں تواضع فرمائیں دوسرا ان کلمات کو سند نہیں بنا سکتا اور خود ان کا اطلاق کرے گا تو مردود بارگاہ ہوگا پھر ان کے یہ افعال جن کو زَلّتْ ولغزش سے تعبیر کیا جائے ہزار ہا حکم ومصالح پر مبنی ہزار ہا فوائد وبرکات کے مثمر ہوتے ہیں۔ ایک لغزش ابینا آدم علیہ الصلوۃ والسلام کو دیکھئے اگر وہ نہ ہوتی جنت نہ اترتے دنیا آباد نہ ہوتی، نہ کتابیں اترتیں، نہ رسول آتے نہ جہاد ہوتے لاکھوں کروڑوں مثوبات کے دروازے بند رہتے ان سب کا فتح باب ایک لغزش آدم کا نتیجہ مبارکہ وثمرہ طیبہ ہے بالجملہ انبیاء علیہم الصلاۃ والسلام کی لغزش من وتو کس شمار میں ہیں صدیقین کی حسنات سے افضل واعلیٰ ہے۔ (حَسَنَاتُ الْاَبْرَارِ سَیِّئَاتُ الْمُقَرَّبِیْنَ) (بہار شریعت)

ابوحمزہ لاہوری

مرزا قادیانی کو موت کیسے آئی؟

مرزا قادیانی ہیضہ کا شکار ہو کر 26 مئی 1908ء کو بروز منگل بوقت۔ساڑھے دس بجے رات لاہور میں واصل جہنم ہوا۔اس کی ارتھی کو مال گاڑی پر لاد کر قادیان لے جایا گیا اور قادیان کی خاک سے اٹھنے والے اس مدعی نبوت کو قادیان ہی کی خاک میں دفن کر دیا گیا۔اس ملعون ازلی کے مرض الموت سے موت تک اور پھر موت سے تدفین تک کے پروگرام کی تفصیل کچھ یوں ہے۔

مرض:۔ ہیضہ

دن:۔ منگل

وقت:۔ رات

ٹائم:۔ ساڑھے دس بجے

موسم:۔ گرما

مہینہ:۔ مئی

تاریخ:۔ 26

شہر:۔ لاہور

جائے مرگ:۔ ٹٹی خانہ

مدفن:۔ قادیاں

لاہور سے قادیان جس سواری پر لے جایا گیا۔ مال گاڑی

بندہ حقیر کی عقل و دانش کے مطابق مندرجہ بالا سارے پروگرام کی تشکیل یوں ہوئی کہ کاذب زماں مرتد ہندوستان مرزائے قادیان نے کئی علمائے اسلام سے مباہلہ کیا۔

مباہلہ سنت خاتم النبیین ﷺ سے ثابت ہے اور مباہلہ میں جھوٹے پر اللہ کا عذاب لپک لپک کر نازل ہوا کرتا ہے کیونکہ اس مباہلہ میں مرزا قادیانی نے رب ذوالجلال سے لکھ کر درخواست کی تھی کہ مولا تو جھوٹے کو سچے کی زندگی میں مار دے۔مباہلہ میں مرزا قادیانی جھوٹا تھا اس لئے اس کذاب کو اس

کے سچے حریف مولانا امرتسری کی زندگی میں مارنے کا پروگرام بن گیا لیکن سب سے پہلا سوال یہ تھا کہ مرزا قادیانی کو کس مرض سے مارا جائے۔ اس سوال پر ساری بیماریاں اللہ کے حضور محو التجا ہوئیں۔

بخار بولا ''مولا تو اس کو میرے حوالے کر میں اپنی تپش سے اس کے وجود کو جلا کر خاک سیاہ بنا دوں گا۔''

کھانسی بولی ''اللہ! تو اسے میرے حوالے کر میں اس کے پھیپھڑے پھاڑ دوں گی''۔

کینسر بولا ''رب ذوالجلال! اسے میرے شکنجے میں دے میں اس کے پورے جسم کو پھوڑا بنا دوں گا۔ اور ایڑیاں رگڑ رگڑ کر اس کی جان قسطوں میں نکلے گی''۔

سر درد بولا ''مالک کائنات! تو مجھے اس پر مسلط کر دے اس میں اس کے دماغ کے پرخچے اڑا دوں گا''۔

خارش بولی ''یا حی یا قیوم! تو مجھے موقع دے میں اسے ڈانس کرا کرا کر ماروں گی۔''

غرضیکہ ساری بیماریوں نے یہ سعادت حاصل کرنے کے لئے اپنے حق میں خوب سے خوب تر دلائل دیئے۔ ایک کونے میں مسٹر ہیضہ بیٹھا تھا۔ وہ بڑے احترام سے کھڑا ہوا اور اللہ تعالیٰ سے مخاطب ہو کر کہنے لگا۔

''مولا! تیرے پاس بڑی خطرناک اور ہولناک بیماریاں ہیں میں ان کے مقابلے میں کچھ بھی نہیں لیکن مولا! کیونکہ تیری ساری بیماریوں میں سب سے گندہ میں ہوں اور تیری ساری مخلوق میں سب سے گندہ یہ ہے۔ لہٰذا اصول یہی ہے کہ گندے کو گندہ مارے۔ اس لئے مرزا کو مارنے کا حق میرا بنتا ہے۔ ماحول پر خاموشی چھا گئی اور فیصلہ ہیضہ کے حق میں ہو گیا۔''

پھر سوال اٹھا کہ اس کی موت کا دن کونسا رکھا جائے۔

ہر دن اللہ سے التجائیں کرنے لگا کہ مرزے کی موت کے لئے اس کا انتخاب کیا جائے تاکہ مرزا اس کے دامن میں تڑپ تڑپ کر جان دے اور وہ اسے تڑپتا پھڑکتا دیکھ کر اپنے کلیجے کو ٹھنڈا کر سکے۔ لیکن منگل نے روتے ہوئے کہا۔ اے اللہ مرزا قادیانی کذاب کا کہنا تھا کہ منگل کا دن بڑا منحوس ہے۔

(واضح رہے کہ سیرت المہدی میں مرزا بشیر احمد ایم اے صفحہ 8 پر اپنی والدہ کے حوالے سے لکھتا ہے کہ حضرت صاحب منگل کے دن کو اچھا نہیں سمجھتے تھے۔)

اس کے منہ سے طعن و تشنیع کے یہ نکلے ہوئے تیر میرے سینے میں پیوست ہو جاتے اور میں بلبلا اٹھتا خداوند! رب میرے ساتھ انصاف یہی ہوگا کہ اسے منگل والے دن ہی مارا جائے تاکہ رہتی دنیا تک جن و انس اس پر لعنتوں کی بوچھاڑ کرتے رہیں۔ کہ دیکھو مردود جس دن کو منحوس کہتا تھا اسی دن مر گیا۔ پھر کیا تھا منگل بازی لے گیا۔

سوال اٹھا کہ اسے دن کو مارا جائے یا رات کو۔

دن کہنے لگا میرے مالک! اسے دن میں مارا جائے کیونکہ یہ اپنی نبوت کا ذبہ کا سارا کام دن میں کیا کرتا تھا۔ لوگوں سے پیسے دن میں لیتا تھا۔ بھاری رقوم کے منی آرڈر دن میں وصول کرتا تھا۔ دن میں ہی اپنے مریدوں کی محفل سجا کر انہیں اپنے الہامات سناتا تھا۔ دن میں ہی مناظرے اور مباحثے کرتا تھا۔ دن میں ہی کچہری میں رشوتیں وصول کرتا تھا۔ اکثر دن میں ہی لوگوں سے بیعت لیتا تھا۔ میرے مالک اس نے مجھ میں بڑے گناہ کیئے ہیں اس لیئے مرا قرض چکایا جائے اور اسے دن میں ہی مارا جائے۔

رات گلوگیر آواز میں بولی میرے خالق! اگر فیصلہ اس کے گناہوں اور سیاہ کرتوتوں کے تناسب سے ہی کرنا ہے تو میرے مولا! میرے دل کے زخموں کی زبان سے زخمی داستانیں بھی سن۔ میرے مولا ای بلومر کی شراب رات کو پیتا تھا۔ بھانو سے ٹانگیں رات کو دبواتا تھا۔ رات کو ہی ابلیس آکر اسے اپنی شیطانی وحی سے نوازتا تھا اور اگلے دن کے لیئے شیطانی پروگرام عطا کرتا تھا۔ رات کو ہی عریاں اور حیا سوز شاعری کرتا تھا۔ رات کے اندھیرے میں ہی اپنی باطل تصانیف کا فعل شنیع سرانجام دیتا تھا۔ لوگوں سے سارے دن کا بٹورہ ہوا چندہ رات کو ہی گنتا تھا اور خوشی سے آوارہ قہقہے لگاتا تھا۔ رات کو ہی ٹیچی ٹیچی سے باہمی دلچسپی کے امور پر تبادلہ خیال کرتا تھا۔ اور پھر جب یہ شیطانی کام کرتے کرتے تھک جاتا تو بستر پر دراز ہو جاتا تھا اور پھر رات کی تاریکی اور سناٹے میں نوجوان لڑکیاں اسے پنکھا جھلنے لگتیں اور یہ ننگ انسانیت بے حیائی کی ہواؤں میں بے غیرتی کی نیند سو جاتا۔ رات ہچکیاں لے لے کر روتی ہوئی کہنے لگی۔ میرے مالک! میرے زیر زبان اور میرے دل کی تہوں میں ایسی ایسی داستانیں چھپی ہوئی ہیں کہ اگر شرم وحیا مجھے بیان کرنے کی اجازت دیں تو دن خود ہی میرے حق میں دست بردار ہو جائے گا۔

جواباً دن نے بھی تڑپ کر دلائل کی مشین گن چلادی دونوں طرف کے دلائل بڑے وزنی تھے۔ لہذا دونوں کو راضی کرتے ہوئے فیصلہ ہوا کہ مرزا کو رات کو مارا جائے گا اور دن میں اس کا جنازہ نکالا جائے گا۔ یوں رات نے فرسٹ پوزیشن اور دن نے سیکنڈ پوزیشن حاصل کی۔

یہ فیصلہ تو ہو گیا کہ مرزا رات کو مردار ہوگا لیکن پھر سوال اٹھا کہ رات کے کتنے بجے مارا جائے گا۔

ایک بولا! ''اسے رات کے ایک بجے کیونکہ اس نے خدائے واحد کی شان میں بڑی ہرزہ سرائی کی ہے۔''

دو بولا! ''اسے رات کے دو بجے ختم کیا جائے کیونکہ یہ روئے زمین پر کائنات کی دو عظیم ہستیوں یعنی اللہ اور رسول اللہ کا سب سے بڑا دشمن ہے۔''

تین بولا! ''نہیں اسے تین بجے نچوڑا جائے کیونکہ اس نے اللہ، رسول اللہ اور کتاب اللہ پر بڑے رکیک حملے کیئے ہیں۔''

چار بولا! ''نہیں نہیں اسے چار بجے مروڑا جائے کیونکہ یہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے چار یاروں اور اللہ کے

پیاروں سے انتہائی بغض وعناد رکھتا ہے۔
اسی طرح دیگر اعداد اپنے اپنے حق میں بڑے مضبوط اور قوی دلائل دیتے رہے۔سب سے آخر میں ''دس'' اٹھا اور عرض کرنے لگا۔
''اے سمیع وعلیم! اگر اسے ایک بجے مارا تو اسے ایک جرم کی سزا ملے گی۔ اگر اسے دو بجے ''کلین بولڈ'' کیا گیا تو اسے صرف دو جرائم کی سزا ملے گی۔ اگر اسے تین بجے ''ٹھاہ'' کیا گیا تو اسے صرف تین جرائم کا مرتکب سمجھا جائے گا۔ اگر اسے چار بجے ''رگڑا'' گیا تو اسے صرف چار جرائم کا مرتکب سمجھا جائے گا۔ اسی طرح اگر رات کے بارہ بجے بھی اس کا ''خاتمہ'' کیا گیا تو اس کی فرد جرم میں صرف بارہ جرائم ہونگے لیکن میرے مالک! اس کے جرائم ان گنت اور بے شمار ہیں۔ میرے مولا! معاشرے میں جو شخص ہر سمت سے، ہر پہلو سے، اور ہر جہت سے مجرم ہو اسے ''دس نمبریا'' کہا جاتا ہے۔ کیونکہ مرزا قادیانی ہر پہلو، ہر سمت اور ہر جہت سے اسلامی دنیا کا مجرم اعظم ہے۔ لہٰذا اس کے تمام جرائم کو ایک ''اصطلاح''، ''دس نمبریا'' سے بھی بڑھ کر ''ساڑھے دس نمبریا'' ہے۔ اسے ساڑھے دس بجے مارا جائے۔ دس کا جواب بڑا منطقی اور عقل ودانش پر مبنی تھا۔ اس لئے فوری طور پر مرزا قادیانی کی موت کا وقت ساڑھے دس بجے مقرر ہو گیا۔
پھر سوال اٹھا کہ مرزا قادیانی کو کس موسم میں مارا جائے گرمی میں یا سردی میں؟
گرمی نے گرما گرم دلائل دیتے ہوئے کہا۔ اے خدا! اسے گرمی کے موسم میں مردار کر کیونکہ اگر یہ سردی کے موسم میں مرا تو اس کی میت بے حیثیت ایک دو دن نکال جائے گی۔ اور اگر گرمی میں مرا تو اپنا جشن ہو جائے گا۔ ایک غلیظ مرتد مردار اور اوپر سے ہیضہ کی موت۔ منہ اور مقعد سے غلاظت کا اخراج مسلسل کفن کا غلاظت میں لتھڑا جانا اور اوپر سے چلچلاتی اور جلاتی دھوپ میت سے بدبو کے بھبھوکے اٹھیں گے کہ قادیانیوں کے دماغ پھٹ جائیں گے۔ جنازے کا جلوس جہاں سے گذرے گا بدبو کی تاب نہ لاتے ہوئے لوگ بھاگ جائیں گے۔ اور اس جعلی نبی پر لعنتوں کے ڈونگرے برسائیں گے۔
گرمی کے دلائل سننے کے بعد سردی نے گرمی کی افادیت پر سر تسلیم خم کرتے ہوئے گرمی کے حق میں دستبردار ہونے کا اعلان کر دیا اور یوں مرزا قادیانی گرمی کے سپرد کر دیا گیا۔
موسم تو گرمی کا طے ہو گیا لیکن پھر سوال اٹھا کہ مہینہ کونسا رکھا جائے؟
موسم گرما میں آنے والے سارے مہینے ماہر قانون دان کی طرح اپنے اپنے حق میں خوب سے خوب تر دلائل دیتے گئے۔ لیکن ماہ مئی سب پر سبقت لے گیا۔ مئی رب کے حضور نہایت ادب اور احترام کے ساتھ عرض کرنے لگا۔

اے رب ذوالجلال! موسم گرما کا آغاز مجھ ہی سے ہوتا ہے۔ میرے آتے ہی لوگ کہنے لگتے ہیں کہ گرمی آگئی اور گرمی سے نمٹنے کے انتظامات کرنے لگتے ہیں۔ ویسے تو سارے مئی میں گرمی اپنے جوبن پر ہوتی ہے، لیکن اگر مئی کے آخری عشرے کا انتخاب کرلیا جائے تو یہ سونے پہ سہاگے والا کام ہوگا اور مرزے کی موت کا جشن بھی جوبن پر ہوگا۔ میری نوکیلی اور آگ برساتی ہوئی کرنیں مرزے کے جسم سے بدبو، تعفن اور سڑاند کے ایسے طوفان اٹھائیں گی کہ الامان والحفیظ۔ اس کے علاوہ میرا ایک قدرتی حق بھی بنتا ہے کہ م سے مئی اور م سے مرزا قادیانی۔ م سے مئی اور م سے ہی مسیح کذاب۔ م سے مئی اور م سے منارۃ المسیح۔۔ م سے مئی اور م سے مرتد۔ ماہ مئی بولے جارہا تھا اور سارے مہینے چپ سادھے اس کے دلائل سن رہے تھے فیصلہ میرٹ پر ہوگیا اور مئی فاتح قرار پایا۔ ہیضے نے انتہائی سرعت کے ساتھ آگے بڑھتے ہوئے گرم جوشی سے مئی سے مصافحہ کیا اور فرط مسرت سے بغلگیر ہوگیا کہ اچھی ٹیم تیار ہورہی ہے۔

پھر سوال اٹھا کہ مئی کی تاریخ کون سی رکھی جائے؟

ہر تاریخ کو باری باری بولنے کا موقع دیا گیا۔ ساری تاریخوں نے یہ ''سعادت'' حاصل کرنے کے لئے دلائل و براہین کے دریا بہا دیئے لیکن جب 26 تاریخ نے اپنے انمول دلائل دینے شروع کیے تو ساری تاریخیں اس کی ذہانت اور فطانت پر عش عش کر اٹھیں اور ماحول علم و حکمت کی ہواؤں سے جھومنے لگا۔ 26 تاریخ اللہ کے حضور التجا کرتے ہوئے کہنے لگی۔

''رب السموات والارض! اس نبی کاذب کا پورا نام ''مرزا غلام احمد قادیانی نبی فرنگ'' ہے اگر اس کے پورے نام کے حروف تہجی کو گنا جائے تو وہ پورے چھبیس بنتے ہیں اس لئے یہ میرا قدرتی اور فطری حق ہے۔

پھر 26 تاریخ نے مرزا قادیانی کے پورے نام کے حروف تہجی گنواتے ہوئے کہا۔

مرزا =	م۔ر۔ز۔ا =	4
غلام =	غ۔ل۔ا۔م =	4
احمد =	ا۔ح۔م۔د =	4
قادیانی =	ق۔ا۔د۔ی۔ا۔ن۔ی =	7
نبی =	ن۔ب۔ی =	3
فرنگ =	ف۔ر۔ن۔گ =	4
ٹوٹل =		26

26 مئی کی انوکھی، نرالی اور اچھوتی دلیل پر سب نے اسے مبارک باد دی اور انہیں مبارک باد دوں

کی صداؤں میں 26 تاریخ کو گولڈ میڈل دے دیا گیا۔

موت کی تاریخ مقرر کرنے کے بعد پھر سوال اٹھا کہ مرزا قادیانی کو کس شہر میں مارا جائے خدا کی دھرتی پر بسنے والے سارے شہر جھولیاں پھیلا پھیلا کر اللہ سے یہ مراد طلب کرنے لگے ہر ایک نے رب العزت کو مرزا قادیانی کے بارے میں اپنے غم وغصہ سے آگاہ کیا۔

شہر لاہور اپنی باری پر بڑے وقار سے اٹھا اور گویا ہوا۔

خداوند! ہر شہر تیرے رسول ﷺ کے دشمن کو دبوچنے کے لئے تڑپ رہا ہے اس کی تڑپ اپنے پیچھے شعلہ زن جذبات لئے ہوئے ہے۔ لیکن اے مختار کل! اس کا میرے ذمہ ایک قرض ہے جو مجھے چکانا ہے آج سے کچھ برس قبل اس دجال نے تیرے ولی کامل پیر مہر علی شاہ گولڑوی رحمۃ اللہ علیہ کو لاہور کی بادشاہی مسجد میں مناظرے۔ کا چیلنج دیا تھا۔ جواب میں حضرت پیر صاحب نے کہا تھا اے مرزا قادیانی تو بادشاہی مسجد میں آ۔ ایک مینار پر تو چڑھ جا اور دوسرے پر میں چڑھ جاتا ہوں اور دونوں چھلانگ لگاتے ہیں جو سچا ہوگا بچ جائے گا جو جھوٹا ہوگا وہ مر جائے گا۔ اس دن میں بڑا خوش تھا کہ شکار قابو آ گیا۔ اور اپنے نصیبوں پر رشک کر رہا تھا۔ لیکن عین وقت پر عیار مرزا قادیانی میدان سے فرار ہو گیا اور میں دانت پیستا رہ گیا۔ اور اس وقت سے آج تک انتقام کے شعلوں میں جھلس رہا ہوں۔ میرا وجود انگارہ بن چکا ہے۔ کریما! تو اسے میرے حوالے کر دے تاکہ میں اپنے جھلستے ہوئے کلیجے کو ٹھنڈا کر سکوں۔ مولا! میں یہ بھی دیکھ رہا ہوں کہ بعد از موت اس کے جنازے کے ساتھ جو سلوک لاہور کے جیالوں نے کرنا ہے وہ کوئی اور شہر نہیں کر سکتا۔ اور پھر میں اپنی دوربین نگاہوں سے یہ بھی دیکھ رہا ہوں کہ 1953 کی ختم نبوت کی تحریک میں لاہور کی بہادر مائیں اپنے دس ہزار سجیلے جوان بیٹے تیرے نبی ﷺ کی عزت وناموس پر نثار کر دیں گی۔ لاہور نے اپنا مقدمہ خوب لڑا اور فاتح ٹھہرا۔

مسٹر ہیضہ نے زیر لب مسکراتے ہوئے لاہور کو مبارک باد دی اور آنکھوں کی زبان سے گفتگو کرتے ہوئے کہا۔ انشاء اللہ جلد ہی لاہور میں ملاقات ہوگی۔

یہ مسئلہ تو طے ہو گیا کہ مرزا قادیانی لاہور میں مرے گا۔ لیکن پھر یہ سوال اٹھا کہ لاہور میں کس مقام پر مرے گا۔ سوال سنتے ہی "ٹٹی خانہ" جست لگا کر کھڑا ہو گیا اور کہنے لگا۔ اے مالک! لوگ میدانوں میں مرتے ہیں۔ صحراؤں میں مرتے ہیں۔ کوہساروں میں مرتے ہیں۔ سمندروں میں مرتے ہیں۔ فضاؤں میں مرتے ہیں۔ شاہراہوں پر مرتے ہیں۔ گلیوں میں مرتے ہیں۔ مکانوں میں مرتے ہیں۔ کمروں میں مرتے ہیں۔ برآمدوں میں مرتے ہیں۔ باورچی خانوں میں مرتے ہیں۔ مکانوں میں مرتے ہیں۔ حتیٰ کہ غسل خانوں میں مرتے ہیں۔ لیکن ٹٹی خانوں میں کوئی نہیں مرتا۔ کریما! میری بھی ایک حیثیت ہے، میرا بھی ایک محل وقوع ہے، میرا بھی ایک جغرافیہ ہے۔ ایک موت میرے اندر بھی ہو جائے۔ اگر اس

جیسا گندہ انسان بھی مجھ میں نہ مرا تو قیامت تک مجھ میں کوئی نہیں مرے گا۔ اور اس کے ساتھ ہی ٹٹی خانہ ہچکیاں لے لے کر رونے لگا۔ رب العزت کو اس پر ترس آ گیا اور فیصلہ ٹٹی خانہ کے حق میں ہو گیا۔ ٹٹی خانہ نے فوراً ہچکیاں روک لیں اور ایک زوردار قہقہہ لگایا اور پورا ماحول زعفران زار بن گیا۔

پھر سوال اٹھا کہ مرزا قادیانی کو دفن کس شہر میں کیا جائے؟

سوال سنتے ہی سارے شہر پریڈ کرتے ہوئے سپاہیوں کی طرح الرٹ ہو گئے۔ لیکن قادیان نے اجازت طلب کر کے سب سے پہلے اپنا خطاب شروع کیا۔ قادیان روتا کانپتا بے تکان بولتا ہوا کہہ رہا تھا۔ اے عادل اعظم! اس نے میری کوکھ سے جنم لیا۔ میری فضاؤں اور ہواؤں میں پلا بڑھا۔ اپنے نام کے ساتھ میرا نام لکھا۔ مجھے ہی اس نے اپنی نبوت کا مرکز بنایا۔ اس کے برپا کردہ فتنہ کو میرے نام سے منسوب کیا جانے لگا یعنی فتنہ قادیان۔ اس لعین نے میرے وجود کو گالی بنا دیا۔ میری عزت خاک میں ملا دی۔ دنیا میں مجھے ذلیل و رسوا کر دیا۔ میں کسی کو منہ دکھانے کے قابل نہ رہا۔ دیگر شہر مجھے مذاق اور ٹھٹھہ کرنے لگے۔ میرے دن کانٹوں پر اور میری راتیں انگاروں پر بسر ہونے لگیں۔

اب اسے دفن کرنے کا پروگرام ہے تو میری یہ التجا ہے کہ میری دھرتی پہ پلنے والا یہ زہریلا سانپ میرے ہی سپرد کیا جائے تاکہ قبر میں لٹا کر میں اس کی پسلیاں توڑ سکوں۔ لپکتے شعلوں میں اسے جلتا دیکھ سکوں۔ برستے کوڑوں میں اس کی چیخیں سن سکوں۔ بچھوؤں کو اس کے غلیظ دماغ پر ڈنک مارتا دیکھ سکوں اور سانپوں کو اس کی آوارہ زبان نوچتے ملاحظہ کر سکوں۔ مولا! یہ میرے ارمان ہیں جو میرے دل میں ایک لمبی مدت سے مچل رہے ہیں۔ خداوند! میری یہ التجائیں قبول کر لے۔ قادیان کے دلائل اتنے مبنی بر حقیقت تھے کہ فوراً قادیان کے حق میں فیصلہ سنا دیا گیا۔

پھر سوال اٹھا کہ مرزا قادیانی مرے گا تو لاہور میں اور دفن قادیان میں ہو گا۔ اس کے جنازے کو کس سواری پر رکھ کر قادیان لے جایا جائے؟

یکہ بولا! اسے میرے حوالے کر دے میں دولتیاں جھاڑ جھاڑ کر اس کا منہ توڑ دوں گا۔

کار بولی! اسے میرے حوالے کر دے میں راستے میں کسی ویرانے میں جا کر پنکچر ہو جاؤں گی اور یہ وہیں گل سڑ جائے گا۔

بس بولی! یا جبار اسے مجھ میں سوار کر دے میں راستے میں خراب ہو جاؤں گی۔ تو یہ سڑاند سے پھول کر دوگنا ہو جائے گا۔ باقی قادیانی دھکا لگا کر پھول کر چوگنے ہو جائیں گے۔

آخر میں مال گاڑی بولی! اے قہار! یکے میں انسان سفر کرتے ہیں۔ کار میں بھی انسان سفر کرتے ہیں۔ اور بس میں بھی انسان سفر کرتے ہیں۔ لیکن مجھ میں بھیڑ بکریاں، گدھے، گھوڑے، چھترے، دنبے، گائیں، بھینسیں، مرغیاں، بطخیں، کتے اور خنزیر لاد کر ایک مقام سے دوسرے مقام پر پہنچائے

جاتے ہیں۔ اے عادل اعظم! یہ انسان کے روپ میں جانوروں سے بدترین مخلوق ہے۔ لہٰذا اس کا صرف مجھ میں سوار ہونے کا حق بنتا ہے۔ لہٰذا میں آپ کی عدالت میں بڑی عاجزی اور انکساری سے درخواست کرتی ہوں کہ مجھے میرا حق عنایت کیا جائے۔ مال گاڑی کے دلائل بڑے وزنی تھے۔ لہٰذا مال گاڑی کو اس کا مال دے دیا گیا۔ اس کے ساتھ ہی پروگرام مکمل ہو گیا۔ اور سیل کر دیا گیا۔

وقت مست خرام ندی کی طرح چلتا رہا۔ لیل و نہار کی گردش جاری رہی۔ سورج مشرق کی کوکھ سے طلوع ہو کر مغرب کی لحد میں ڈوبتا رہا۔ کئی صبحیں ہوئیں اور کئی شامیں گذر گئیں۔ آخر 26 مئی آ گیا۔ منگل کا دن آ گیا۔ مسٹر ہیضہ مسلح ہو کر لاہور پہنچ گیا۔ مرزا قادیانی 26 مئی بروز منگل اپنے ایک مرید کے گھر واقع برانڈرتھ روڈ لاہور وارد ہوتا ہے۔ مریدوں کے ہجوم میں شیطانی گفتگو کا دور چل رہا ہے۔ دن اپنی مسافت طے کر کے اپنے اجالوں سمیت رخصت ہو چکا ہے۔ رات کی جادوگرنی نے اپنی سیاہ زلفیں کھول کر تاریکیوں کے خیمے گاڑ دیئے ہیں۔ رات کے کھانے کا وقت ہو گیا ہے۔ دستر خوان بچھ گیا ہے۔ پلاؤ، قورمہ، مرغا، حلوہ، فرنی، تیتر اور بٹیر اپنی بہار دکھا رہے ہیں۔ اور خوشبوئیں بکھیر رہے ہیں۔ پیٹ کا حریص مرزا قادیانی دونوں ہاتھوں اور بتیس دانتوں سے کھانے کا صفایا کر رہا ہے۔ کہیں مرغے پہ حملہ ہے، کہیں بٹیر پر یلغار ہے۔ کہیں پلاؤ سے دست پنجہ ہے اور کہیں فرنی پہ شب خون ہے۔ پیٹ کا مٹکا بھر چکا ہے لیکن نیت کا مٹکا خالی ہے۔ سامنے ہیضہ کھڑا مسکرا رہا ہے اور حملے کے سگنل کا منتظر ہے۔ آن واحد میں ہیضہ ماہر کمانڈو کی طرح حملہ آور ہوتا ہے اور مرزا قادیانی کے پیٹ میں مروڑ اٹھتا ہے۔ پیٹ کو سنبھالتا ہوا لیٹرین کی طرف بھاگتا ہے۔ فارغ ہو کر آتا ہے کہ فوراً دوسرا دست ٹھاہ کر کے آتا ہے۔ پھر گولی کی رفتار سے لیٹرین کی طرف دوڑتا ہے۔ کمزوری اور نقاہت جسم پر قبضہ کر لیتی ہیں۔ جب فارغ ہو کر آتا ہے تو رات کو سورج نظر آ رہا ہوتا ہے۔ چارپائی پر لٹا دیا جاتا ہے۔ پھر اتنی ہمت نہیں رہتی کہ اٹھ کر لیٹرین میں جائے۔ چارپائی کے ساتھ عارضی لیٹرین بنا دی جاتی ہے۔ مسٹر ہیضہ اپنی سپیڈ تیز کر دیتے ہیں۔ دست مشین گن کی گولیوں کی طرح وارد ہونے لگتے ہیں۔ دستوں اور زندگی میں دست بدست لڑائی ہونے لگتی ہے۔ مرزا قادیانی چارپائی پر گر گیا ہے نبضیں ڈھیلی پڑ گئی ہیں۔ ماتھے پر ٹھنڈے پسینے آ گئے ہیں۔ نتھنے پھیل رہے ہیں۔ آنکھیں پتھرا رہی ہیں اور انگریزی نبوت کا جسم ''ٹوسٹ'' کرتا ہے قادیانی بھاگم بھاگ ڈاکٹروں کو لے آتے ہیں۔ ڈاکٹر انگریزی نبی کے جسم میں انگریزی ٹیکے لگا رہے ہیں۔ لیکن فاتح مرزا قادیانی ''مسٹر ہیضہ'' مرزا قادیانی کو چاروں شانے چت گرا کر سینے پر سوار ہو چکا ہے۔ دیوار پہ لگی گھڑی کی سوئیاں آہستہ آہستہ رینگ رہی ہیں۔ لیجئے ساڑھے دس بجے ہیں چند ساعتیں باقی ہیں۔ موت گھر کی دیوار عبور کر چکی ہے۔ اور فرشتہ اجل نے فولادی ہاتھوں سے غلیظ جسم سے روح نکال لی ہے۔ اور مرزا قادیانی زندگی کی پچ پر ہیضہ کی تباہ کن باؤلنگ سے کلین بولڈ ہو گیا ہے۔ فضاؤں

میں قادیانی زبانوں کی چیخیں بلند ہوتی ہیں۔ نالہ وشیون شروع ہو جاتے ہیں۔ گریہ وزاری کا بازار گرم ہو گیا ہے۔ کفر بے سہارا ہو گیا ہے۔ ابلیس کا لاڈلا بیٹا داغ مفارقت دے گیا ہے۔ ملکہ وکٹوریہ کا چہیتا بھائی مر گیا ہے۔ فرنگی کا نبی انتقال کر گیا ہے۔ ٹیچی ٹیچی کا یار یارانہ توڑ گیا ہے۔ مسیلمہ کذاب کا سانڈ و منہ موڑ گیا ہے۔ جھوٹ کا ابا مر گیا ہے۔ خباثت کا تایا فوت ہو گیا ہے۔ دجل وفریب کا خالو چل بسا ہے۔ عریانی و فحاشی کو پھوپھا خاموش ہو گیا ہے۔ اور گالیوں کا ہیڈ ماسٹر جہنم میں ٹرانسفر ہو گیا ہے۔

مرید کے گھر میں مرزا قادیانی کی لاش پڑی ہے۔ بدبو نے اپنے جوہر دکھانے شروع کر دیئے ہیں۔ لاہور میں مرزا قادیانی کی موت کی نوید مسرت باد صبا کی طرح پھیل جاتی ہے۔ اور عاشقان رسول اہل لاہور اس فرنگی نبی کو ''کڑاہی توپوں'' کے اکیس اکیس ''کڑاہی گولوں'' کی سلامی دینے کی خفیہ تیاری شروع کر دیتے ہیں۔

گھروں کا سارا کوڑا کرکٹ کڑاہیوں میں ڈال کر چھتوں کی منڈیروں پر رکھ دیا جاتا ہے۔ برانڈرتھ روڈ سے مرزا قادیانی کا جنازہ نکل کر ریلوے سٹیشن روانہ ہوتا ہے۔ جونہی جنازے کا جلوس مرید کے گھر سے سرکتا ہے مرزے کی لاش پر ''کڑاہی توپوں'' کی سلامی شروع ہو جاتی ہے۔ کڑاہیوں کے گولے فضا میں رقص کرتے ہوئے آتے ہیں اور مرزا قادیانی کا منہ چوم چوم جاتے ہیں۔ ایسی تاریخی ''کڑاہی باری'' ہوتی ہے کہ مرزا قادیانی غلاظت میں ڈوب ڈوب جاتا ہے۔ حفاظت کے لئے آتے ہوئے سپاہیوں کی وردیاں بھی غلاظت سے بھر جاتی ہیں۔ بڑی مذمت اور مرمت کے بعد میت کو ریلوے سٹیشن پر لایا گیا۔ میت کو قادیاں لے جانے کے لئے مال گاڑی میں بکنگ کرائی جانے لگی۔ لیکن جب اصول پرست اکھڑ ریلوے افسر کو پتہ چلا کہ مرزے کی موت ہیضہ سے ہوئی ہے تو اس نے ریلوے قانون کے مطابق یہ کہہ کر صاف انکار کر دیا کہ ہیضہ ایک وبائی مرض ہے۔ اس لئے خطرہ کے پیش نظر میت کو بک نہیں کیا جا سکتا۔ قادیانی بھاگم بھاگ اعلیٰ انگریز افسر کے پاس پہنچے اور رو رو کر کہنے لگے۔ جناب آپ کا انگریزی نبی ریلوے سٹیشن پر بے یارو مددگار پڑا ہے۔ مسلمان ٹھٹھہ و مذاق کر رہے ہیں۔ اور ہم آپ کے بنائے ہوئے نبی کے خادم ذلت کی خاک چاٹ رہے ہیں۔ اعلیٰ ریلوے حکام کی طرف سے سپیشل حکم کے تحت میت کو مال گاڑی میں بک کیا جاتا ہے اور مرزا قادیانی بکروں، چھتروں، دنبوں، گائیوں، بھینسوں، گدھوں، گھوڑوں، مرغیوں، بطخوں اور خنزیروں کی رفاقت میں قادیاں روانہ ہو جاتا ہے۔ قادیاں میں چند نفوس اس کا نام نہاد جنازہ پڑھتے ہیں اور پھر قادیان کی غلاظت کو قادیان میں گاڑ دیا جاتا ہے۔

آتش فشاں ہے زمیں ایسی جگہوں سے کہ جہاں!
لقمہ خاک ہوئے زہر اگلنے والے

محمد طاہر عبدالرزاق

شعور ختم نبوت اور قادیانیت شناسی

س: عقیدہ ختم نبوت سے کیا مراد ہے؟

ج: حضرت محمد ﷺ اللہ کے آخری نبی ہیں اور ان کے بعد کوئی نیا نبی نہیں آئے گا۔

س: سب سے پہلے اور سب سے آخری نبی کون ہیں؟

ج: سب سے پہلے نبی حضرت آدم علیہ السلام اور سب سے آخری نبی جناب محمد عربی ﷺ

س: قرآن پاک کی وہ آیت سنایئے جس میں نبی اکرم ﷺ کو خاتم النبیین کہا گیا ہے؟

ج: ما کان محمد ابا احد من رجالکم ولکن رسول اللہ و خاتم النبیین و کان اللہ بکل شی علیما (سورۂ احزاب)

"نہیں ہیں محمد (ﷺ) تمہارے مردوں میں سے کسی کے باپ لیکن آپ اللہ کے رسول اور تمام انبیاء کے ختم کرنے والے ہیں اور ہے اللہ تعالیٰ ہر چیز کا جاننے والا"۔

س: ختم نبوت کے بارے میں وہ حدیث رسول ﷺ سنایئے جس میں نبی اکرم ﷺ نے آنے والے جھوٹے نبیوں کے بارے میں بتایا ہے؟

ج: عن ثوبان قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انہ سیکون فی امتی کذابون ثلثون کلھم یزعم انہ نبی و انا خاتم النبیین لا نبی بعدی۔ (رواہ مسلم)

"حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ قریب ہے کہ میری امت میں تیس جھوٹے پیدا ہوں گے، جن میں سے ہر ایک یہی کہے گا کہ میں نبی ہوں، حالانکہ میں خاتم النبیین ہوں، میرے بعد کوئی نبی نہیں ہوسکتا۔ روایت کیا اس کو مسلم نے"۔

س: مدعی نبوت سے جو دلیل بھی طلب کرے وہ بھی کافر ہے، یہ فرمان کس کا ہے؟

ج: امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ

س: مدعی نبوت کیلئے جو استخارہ کرے، وہ بھی کافر ہے۔ یہ فرمان کس کا ہے؟

ج: امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ

س: صحابہ رضی اللہ عنہم کا پہلا اجماع کس مسئلہ پر ہوا۔

ج: مسئلہ ختم نبوت پر...... مسیلمہ کذاب کے خلاف اعلان جہاد۔

س: پہلے شہید ختم نبوت کا نام بتایئے؟

ج: حضرت حبیب رضی اللہ عنہ بن زید انصاری۔

س: جنگ یمامہ میں کتنے صحابہ رضی اللہ عنہم شہید ہوئے؟

ج: بارہ سو۔

س: جنگ یمامہ میں شہید ہونے والے حفاظ قرآن صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی تعداد بتایئے؟

ج: سات سو۔

س: امت مسلمہ میں سب سے پہلا جھوٹا مدعی نبوت کون ہے؟

ج: اسود عنسی

س: کیا کوئی شخص محنت و ریاضت سے نبی بن سکتا ہے؟

ج: نبوت ایک وہبی اور عطائی منصب ہے۔ کوئی شخص محنت و ریاضت سے نبی نہیں بن سکتا۔

س: کیا کسی نبی کا نام مرکب ہوتا ہے؟

ج: نہیں، کسی نبی کا نام مرکب نہیں ہوتا۔ ہر نبی کا نام مفرد ہوتا ہے۔ مثلاً آدم علیہ السلام، نوح علیہ السلام، ہارون علیہ السلام، موسیٰ علیہ السلام، عیسیٰ علیہ السلام، لیکن جھوٹے نبی مرزا قادیانی کا نام مرکب ہے، یعنی مرزا غلام احمد قادیانی۔

س: کیا اس دنیا میں کوئی نبی کسی انسان کا شاگرد ہوتا ہے؟

ج: نہیں، نبی کی تعلیم و تربیت کا ذمہ اللہ تعالیٰ خود اٹھاتا ہے۔

س: کیا کوئی نبی وراثت چھوڑتا ہے؟

ج: نہیں لیکن مرزا قادیانی نے لاکھوں کی وراثت چھوڑی، جو اس کے ورثاء نے سنبھالی۔

س: کیا ہر نبی اسی جگہ دفن ہوا جہاں اس کا وصال ہوا؟

ج: جی ہاں...... ہر سچا نبی وہیں دفن ہوا جہاں اس کا وصال ہوا، لیکن جھوٹا نبی مرزا قادیانی برانڈرتھ روڈ لاہور کی لیٹرین میں مرا اور قادیان میں دفن ہوا۔

س: کیا نبی شاعر ہوتا ہے؟

ج نہیں...... نبی شاعر نہیں ہوتا، لیکن جھوٹا نبی مرزا قادیانی شاعر بھی تھا۔

س: قادیانی کہتے ہیں کہ مرزا قادیانی، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کر کے نبی بنا ہے۔ کیا کوئی شخص اطاعت کر کے نبی بن سکتا ہے؟

ج: جی نہیں...... کوئی شخص اطاعت کر کے نبی نہیں بن سکتا۔ اگر اطاعت سے نبی بن سکتے تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے بڑھ کر کون اطاعت کرنے والا تھا۔

س: کیا اسلام میں ظلی و بروزی نبوت کا کوئی تصور ہے؟

ج: جی نہیں...... یہ نظریہ قادیانیوں کا من گھڑت ہے۔

س: قرآن پاک کی کتنی آیات واضح طور پر مسئلہ ختم نبوت پر دلالت کرتی ہیں؟

ج: ایک سو۔

س: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی کتنی احادیث واضح طور پر مسئلہ ختم نبوت پر دلالت کرتی ہیں؟

ج: دو سو دس۔

س: حضرت عیسیٰ علیہ السلام جب زمین پر نزول فرمائیں گے تو اس وقت وہ کونسا لباس پہنے ہوں گے؟

ج: دو زرد رنگ کے کپڑے۔

س: حضرت عیسیٰ علیہ السلام آسمان سے زمین پر کیسے اتریں گے؟

ج: اپنے دونوں ہاتھ دو فرشتوں کے کندھوں پر رکھے ہوئے اتریں گے۔

س: حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا نزول کس شہر میں ہوگا؟

ج: دمشق

س: حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا نزول کس وقت ہوگا؟

ج: نماز فجر کے وقت۔

س: حضرت عیسیٰ علیہ السلام اپنے نزول کے کتنے سال بعد تک زندہ رہیں گے؟

ج: چالیس سال۔

س: حضرت عیسیٰ علیہ السلام اپنے نزول کے بعد اس دنیا میں نکاح کریں گے، بتایئے وہ کس قوم میں نکاح کریں گے؟

ج: حضرت شعیب علیہ السلام کی قوم میں۔

س: دجال کو کون قتل کرے گا؟

ج: حضرت عیسیٰ علیہ السلام۔

س: حضرت عیسیٰ علیہ السلام دجال کو کس چیز سے قتل کریں گے؟

ج: اپنے نیزے سے۔

س: حضرت عیسیٰ علیہ السلام دجال کو کس مقام پر قتل کریں گے؟

ج: فلسطین میں، مقام ''لد'' پر۔

س: نزول کے بعد حضرت عیسیٰ علیہ السلام فجر کی نماز کس کے پیچھے پڑھیں گے؟

ج: حضرت امام مہدی رضی اللہ عنہ۔

س: قادیانی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی قبر کس شہر میں بتاتے ہیں؟

ج: سری نگر، کشمیر، محلہ خانیار

س: حضرت عیسیٰ علیہ السلام کس مقام پر دفن ہوں گے؟

ج: حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے روضہ اطہر میں چوتھی قبر آپ کی ہوگی۔

س: مرزا قادیانی نے مقام ''لد'' سے کون سا شہر مراد لیا ہے؟

ج: لدھیانہ۔

س: حضرت عیسیٰ علیہ السلام عیسائیوں کے کس مشہور مذہبی نشان کو توڑیں گے؟

ج: صلیب۔

س: دجال کس چیز پر سواری کرے گا؟

ج: گدھے پر۔

س: دجال کی نشانی کیا ہوگی؟

ج: اس کے ماتھے پر کافر ''ک، ف، ر'' کی صورت میں لکھا ہوگا۔

س: دجال کس آنکھ سے کانا ہوگا؟

ج: بائیں آنکھ سے۔

س: دجال کن دو شہروں میں داخل نہ ہو سکے گا؟

ج: مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ، کیونکہ وہاں فرشتوں کا پہرہ ہوگا۔

س: دجال کے ساتھ کتنے یہودیوں کا لشکر ہوگا؟

ج: ستر ہزار۔

س: حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو دیکھ کر دجال کی کیا حالت ہوگی؟

ج: دجال حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو دیکھ کر یوں پگھلنے لگے گا جیسے نمک پانی میں۔

س: دجال کون سے بڑے دعوے کرے گا؟
ج: نبوت اور خدائی کے دعوے۔
س: حضرت امام مہدی رضی اللہ عنہ کا نام کیا ہوگا؟
ج: حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے نام پر آپ کا نام محمد ہوگا۔
س: حضرت امام مہدی رضی اللہ عنہ کے والد محترم اور والدہ محترمہ کا کیا نام ہوگا؟
ج: حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے والدین کے نام پر آپ کے والد محترم کا نام عبداللہ اور والدہ محترمہ کا نام آمنہ ہوگا۔
س: حضرت امام مہدی رضی اللہ عنہ کس کی اولاد سے ہوں گے؟
ج: حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اولاد سے۔
س: کیا امام مہدی رضی اللہ عنہ اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام ایک ہی شخصیت ہیں؟
ج: نہیں...... دونوں الگ الگ شخصیتیں ہیں؟
س: حضرت امام مہدی رضی اللہ عنہ اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام میں سے پہلے کس کا ظہور ہوگا؟
ج: امام مہدی رضی اللہ عنہ کا۔
س: حضرت امام مہدی رضی اللہ عنہ کس مقام پر لوگوں سے بیعت لیں گے؟
ج: حجر اسود اور مقام ابراہیم کے درمیان۔
س: امام مہدی رضی اللہ عنہ کتنے سال حکومت کریں گے؟
ج: سات سال۔
س: قادیانیوں کے نزدیک مرزا قادیانی کیا ہے؟
ج: اللہ کا نبی اور رسول (نعوذ باللہ)
س: قادیانی مرزا قادیانی کی بیوی کو کیا کہتے ہیں؟
ج: ام المومنین (نعوذ باللہ)
س: قادیانی مرزا قادیانی کے ساتھیوں کو کیا کہتے ہیں؟
ج: صحابہ کرام (نعوذ باللہ)
س: قادیانی مرزا قادیانی کی بیٹی کو کیا کہتے ہیں؟
ج: سیدۃ النساء (نعوذ باللہ)
س: قادیانی مرزا قادیانی کی باتوں کو کیا کہتے ہیں؟

ج: احادیث (نعوذ باللہ)

س: قادیانی مرزا قادیانی کے خاندان کو کیا کہتے ہیں؟

ج: اہل بیت (نعوذ باللہ)

س: قادیانی مرزا قادیانی کے بیٹے مرزا بشیر احمد کو کیا کہتے ہیں؟

ج: قمر الانبیاء (نعوذ باللہ)

س: قادیانی مرزا قادیانی کے شہر قادیان کو کیا کہتے ہیں؟

ج: مدینۃ المسیح (نعوذ باللہ)

س: قادیانی قادیان کے سالانہ جلسے کی حاضری کو کیا کہتے ہیں؟

ج: ظلی حج

س: قادیانی، قرآن اور قادیان کا کیا تعلق بتاتے ہیں؟

ج: اللہ تعالیٰ نے قرآن کو قادیان کے قریب نازل کیا ہے، (نعوذ باللہ)

س: قادیانیوں کا مکہ مکرمہ، مدینہ منورہ کے بارے میں کیا عقیدہ ہے۔

ج: قادیانیوں کا عقیدہ ہے کہ مکہ اور مدینہ سے روحانیت کا سلسلہ ختم ہو چکا ہے، اب جو شخص بھی روحانیت حاصل کرنا چاہتا ہے وہ قادیان کا رخ کرے۔

س: قادیانی مرزا قادیانی کی عبادت گاہ کو کیا کہتے ہیں؟

ج: مسجد اقصیٰ (نعوذ باللہ)

س: قادیانی مرزا قادیانی کے 313 گماشتوں کو کیا کہتے ہیں؟

ج: اصحاب بدر (نعوذ باللہ)

س: جو شخص مرزا قادیانی کو نبی نہ مانے، قادیانیوں کے عقیدہ کے مطابق وہ کون ہے؟

ج: کافر

س: قادیانی عقیدہ کے مطابق جو مرد مرزا قادیانی کو نبی نہ مانے وہ کون ہے؟

ج: سور، حرام زادہ، کنجری کا بیٹا (نعوذ باللہ)

س: قادیانی عقیدہ کے مطابق جو عورت مرزا قادیانی کو نبی نہ مانے، وہ کون ہے؟

ج: کتی، حرام زادی، کنجری کی بیٹی (نعوذ باللہ)

س: قادیانی جب کلمہ پڑھتے تو "محمد" سے مراد کیا لیتے ہیں؟

ج: مرزا قادیانی (نعوذ باللہ) کیونکہ ان کے عقیدہ کے مطابق نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم دین اسلام

کی تبلیغ کیلئے دوبارہ اس دنیا میں مرزا قادیانی کی شکل میں تشریف لائے ہیں۔ (نعوذ باللہ)

س: قادیانی، باعث تخلیق کائنات کسے کہتے ہیں؟

ج: مرزا قادیانی کو (نعوذ باللہ)

س: قادیانی عقیدہ کے مطابق اب مکہ اور مدینہ منورہ والی برکات کہاں نازل ہوتی ہیں؟

ج: قادیان پر۔ (نعوذ باللہ)

س: سادات کے بارے میں قادیانیوں عقیدہ کیا ہے؟

ج: اب سید صرف وہ ہوگا جو مرزا قادیانی کی اولاد سے ہوگا۔ (نعوذ باللہ)

س: قادیانی بہشتی مقبرہ سے کیا مراد لیتے ہیں؟

ج: ایسا قبرستان جہاں دفن ہونے والے بہشتی ہیں۔

س: بہشتی مقبرے میں دفن ہونے کے لئے کیا شرط ہے؟

ج: دفن ہونے والا اپنی آمدن کا دسواں حصہ قادیانی جماعت کو دے، لیکن قادیانی اور اس کی اولاد کیلئے کوئی شرط نہیں۔

س: مرزا قادیانی کیسے پیدا ہوا؟

ج: مرزا قادیانی کہتا ہے کہ میں جڑواں پیدا ہوا، میرے ساتھ میری ایک بہن پیدا ہوئی، پہلے وہ نکلی، پھر میں نکلا اور میرا سر اس کے پاؤں میں پھنسا ہوا تھا۔

س: مرزا قادیانی کی ماں کا کیا نام تھا؟

ج: چراغ بی بی عرف گھسیٹی

س: مرزا قادیانی کو بچپن میں کس نام سے پکارا جاتا تھا؟

ج: دسوندی

س: مرزا قادیانی کو بچپن میں تیرنے کی بھی عادت تھی۔ بتائیے کہاں تیرتا تھا؟

ج: قادیان کے چھپڑ میں۔

س: بچپن میں مرزا قادیانی کن پرندوں کو پکڑ کر سرکنڈوں سے ان کے گلے کاٹا کرتا تھا؟

ج: چڑیوں کے۔

س: مرزا قادیانی کو اس کے باپ نے اپنی پنشن لینے بھیجا لیکن مرزا قادیانی پنشن کی رقم لے کر گھر سے بھاگ گیا، بتائیے وہ رقم کتنی تھی؟

ج: سات سو روپیہ۔

س: مرزا قادیانی کونسی شراب پیا کرتا تھا؟

ج: ای پلومر کی ٹانک وائن۔

س: مرزا قادیانی شراب کے علاوہ اور کون سا نشہ کرتا تھا؟

ج: افیم۔

س: مرزا قادیانی کا استاد بھی نشہ باز تھا، بتایئے وہ کونسا نشہ کرتا تھا؟

ج: افیم۔

س: مرزا قادیانی ایک دفعہ نہاتا نہاتا ڈوب چلا تھا، بتایئے کہاں؟

ج: قادیان کے چھپڑ میں۔

س: مرزا قادیانی ریشمی ازار بند (نالہ) استعمال کرتا تھا، کیوں؟

ج: کیونکہ سوتی ازار بند میں گرہ پڑ جاتی تھی اور پیشاب کپڑوں میں نکل جاتا تھا۔

س: مرزا قادیانی رات کو سوتے وقت کون سا لباس پہنتا تھا؟

ج: غرارہ۔

س: مرزا قادیانی رات کو سوتے وقت غرارہ کیوں پہنا کرتا تھا؟

ج: تا کہ پیشاب کرنے میں سہولت رہے۔

س: مرزا قادیانی کو دن میں کتنی دفعہ پیشاب آتا تھا؟

ج: سو مرتبہ۔

س: مرزا قادیانی گھر کی ساری چابیاں اکٹھی کر کے کہاں رکھتا تھا؟

ج: ازار بند کے ساتھ باندھ لیتا تھا۔

س: گھر والوں کو مرزا قادیانی کی آمد کا دور سے ہی پتہ چل جاتا تھا، کیسے؟

ج: کیونکہ مرزا قادیانی سارے گھر کی چابیاں اکٹھی کر کے ازار بند کے ساتھ باندھ لیتا تھا اور جب وہ چلتا تھا تو چابیوں کے آپس میں ٹکرانے سے چھن چھن کا میوزک پیدا ہوتا تھا اور یہ میوزک بتاتا تھا کہ مرزا قادیانی آ رہا ہے۔

س: مرزا قادیانی کے پاؤں کو جب زیادہ سردی لگتی تو کیا کرتا تھا؟

ج: اوپر نیچے دو دو جرابیں پہنا کرتا تھا۔

س: مرزا قادیانی جوتی کیسے پہنتا تھا؟

ج: دایاں پاؤں بائیں میں اور بایاں پاؤں دائیں میں۔

س: مرزا قادیانی کی سیاہی کی دوات کیسی تھی؟

ج: پرانے جوتے کی دوات بنا رکھی تھی۔

س: مرزا قادیانی قمیض کے بٹن کیسے لگاتا تھا؟ لگا کر دکھائیں؟

ج: اوپر والا بٹن نیچے والے کاج میں اور نیچے والا بٹن اوپر والے کاج میں۔

س: مرزا قادیانی سر کو تیل کیسے لگاتا تھا؟

ج: سر پر تیل لگانے کے بعد ہاتھوں کو جو تیل لگا رہتا، اسے کپڑوں پر مل کر ہاتھ صاف کر لیتا۔

س: مرزا قادیانی کا گڑ اور مٹی کے ڈھیلوں والا لطیفہ سنائیے؟

ج: مرزا قادیانی کو پیشاب بہت آتا تھا، اس لیے ایک جیب میں مٹی کے ڈھیلے رکھا کرتا تھا۔ اس کے علاوہ اسے میٹھا کھانے کا بھی بہت شوق تھا، اس لیے دوسری جیب میں گڑ کے ڈھیلے رکھا کرتا تھا۔ اکثر گڑ کے ڈھیلوں کے ساتھ استنجا کر لیتا تھا اور مٹی کے ڈھیلے منہ میں ڈال لیتا تھا۔

س: مرزا قادیانی کو عرف عام میں کس نام سے پکارا جاتا تھا؟

ج: گاماں کانا۔

س: مرزا قادیانی کے سب سے تیز رفتار فرشتے کا نام بتائیے؟

ج: ٹیچی ٹیچی

س: وہ کون سی بیماری تھی جو مرزا قادیانی کو ڈانس کراتی رہتی تھی؟

ج: خارش۔

س: اس عورت کا نام بتائیے جو رات کو مرزا قادیانی کی ٹانگیں دبایا کرتی تھی؟

ج: بھانو۔

س: مرزا قادیانی کی موت کس جگہ پر واقع ہوئی؟

ج: لیٹرین۔

س: جب عارف ربانی حضرت میاں شیر محمد شرقپوری رحمۃ اللہ علیہ قادیان جا کر مرزا قادیانی کی قبر پر مراقبہ کیا تو انہیں کیا نظر آیا؟

ج: انہیں قبر میں ایک باؤلا کتا نظر آیا جو قبر میں دیوانہ وار چکر لگا رہا تھا۔

س: مرزا قادیانی کی ذلیل موت پر کہا گیا پنجابی زبان کا کوئی مشہور شعر سنائیے؟

ج: دو لکڑیاں دو کانے   مرزا مویا ٹٹی خانے

س: مرزا قادیانی کی کوئی انگریزی وحی سنائیے؟

ج: I Love You

I am with you

I shall help you

س: مرزا قادیانی کی کوئی سی دو دماغی بیماریوں کے نام بتایئے؟

ج: مراق، ہسٹیریا

س: مرزا قادیانی روٹی کیسے کھاتا تھا؟

ج: پہلے نوالہ توڑ کر منہ میں ڈال کر چباتا اور انگلی سالن میں ڈبو کر زبان پر لگاتا۔

س: مرزا قادیانی شاعری بھی کرتا تھا، اس کا کوئی ایک شعر سنایئے؟

ج:

کرم خاکی ہوں مرے پیارے نہ آدم زاد ہوں

ہوں بشر کی جائے نفرت اور انسانوں کی عار

س: یہ الفاظ کس مجاہد ختم نبوت کے ہیں؟

''جو شخص نبی اکرم ﷺ کی عزت کی حفاظت نہیں کر سکتا وہ اپنی ماں بہن کی عزت کی بھی حفاظت نہیں کر سکتا''۔

ج: ''حضرت صاحبزادہ فیض الحسن شاہ رحمۃ اللہ علیہ

س: کس بزرگ ہستی نے یہ پیش گوئی کی کہ مرزا قادیانی آئندہ چوبیس گھنٹے میں جہنم واصل ہو جائے گا؟ اور یہ پیش گوئی صحیح ثابت ہوئی؟

ج: حضرت پیر سید جماعت علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ صاحب

س: یہ الفاظ کس عظیم عاشق رسول عالم دین کے ہیں؟

''مسلمانوں کے بائیکاٹ کے سبب قادیانیوں کو مظلوم سمجھنے والا اور اس سے میل جول چھوڑنے کو ظلم ناحق سمجھنے والا اسلام سے خارج ہے اور جو کافر کو کافر نہ کہے وہ بھی کافر''۔

ج: حضرت مولانا احمد رضا خان بریلوی رحمۃ اللہ علیہ

س: یہ للکار کس مجاہد اسلام کی ہے؟

''قادیانیوں کا مسئلہ باتوں سے حل نہیں ہوگا، آپ مجھے حکم دیں میں قادیانیوں سے نپٹ لوں گا اور چند روز میں ربوہ کو صفحہ ہستی سے مٹا دوں گا''۔

ج: حضرت خواجہ قمر الدین سیالوی رحمۃ اللہ علیہ

س: یہ الفاظ کس محسن ملت اسلامیہ کے ہیں؟

"قادیانی اسلام اور وطن دونوں کے غدار ہیں"۔

ج: حضرت علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ

س: اس بزرگ ہستی کا نام بتایئے جنہوں نے قادیانیت کو خارش زدہ کتے سے بدتر قرار دیا ہے؟

ج: جسٹس پیر محمد کرم شاہ الازہری رحمۃ اللہ علیہ

س: تحریک ختم نبوت 1953ء کی قیادت کس شخص نے فرمائی؟

ج: مولانا ابوالحسنات رحمۃ اللہ علیہ

س: پروفیسر ڈاکٹر محمد طاہر القادری نے مرزا طاہر کو کب اور کہاں دعوت مباہلہ دی؟

ج: 24 اکتوبر 1988ء بمقام مینار پاکستان، لاہور۔

س: بوقت وصال یہ کس ہستی کے الفاظ تھے "روشنی آرہی ہے، پردے ہٹادو"۔

ج: صاحبزادہ سید فیض الحسن شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ

س: یہ کس بزرگ کا قول ہے

"قادیانی کو قتل کرنا رضائے الٰہی کا موجب ہے"

ج: خطیب ختم نبوت صاحبزادہ فیض الحسن شاہ رحمۃ اللہ علیہ

س: وہ کون سا قادیانی تھا جو آخری وقت اپنا پاخانہ کھاتا رہا؟

ج: مرزا بشیر الدین۔

س: وہ کون سا قادیانی خلیفہ تھا جو بوقت موت کتے کی طرح بھونکتا تھا؟

ج: مرزا بشیر الدین۔

س: اس ملعون قادیانی سائنس دان کا نام بتایئے جس نے پاکستان کے بارے میں یہ ہرزہ سرائی کی تھی:

"میں اس لعنتی ملک پر قدم نہیں رکھنا چاہتا جب تک کہ آئین میں کی گئی ترمیم (قادیانی غیر مسلم ہیں) واپس نہ لی جائے۔

ج: ڈاکٹر عبد السلام۔

س: وہ کون سا قادیانی خلیفہ تھا، جس نے اپنی ساری بیٹیوں سے منہ کالا کیا؟

ج: مرزا بشیر الدین محمود

س: مرزا قادیانی کا کون سا بیٹا "اغلام بازی" میں مشہور تھا؟

ج: مرزا بشیر احمد۔

س: کس قادیانی خلیفہ کا تفصیلی طبی معائنہ کرنے کے بعد دنیا کے ایک بہت بڑے ڈاکٹر نے یہ جملہ کہا تھا:

"میں بیماری کا علاج تو کر سکتا ہوں لیکن خدائی پکڑ کا علاج نہیں کر سکتا"۔

ج: مرزا بشیر الدین۔

س: جب غازی علم دین شہید رحمۃ اللہ علیہ نے شاتم رسول راجپال کو جہنم رسید کیا تو ایک قادیانی لیڈر نے اس موقع پر مندرجہ ذیل بکواس کیا:

"وہ نبی بھی کیا نبی ہے جس کی عزت کو بچانے کیلئے خون میں ہاتھ رنگنے پڑیں"۔ یہ بکواس کس لیڈر کی ہے؟

ج: مرزا بشیر الدین۔

س: قادیانیوں کو کس تاریخ کو کافر قرار دیا گیا؟

ج: 7 ستمبر 1974ء۔

س: وزیر اعظم لیاقت علی خان کو کس نے قتل کرایا؟

ج: وزیر خارجہ سر ظفر اللہ قادیانی۔

س: بتائیے! یہ زہریلے الفاظ کس قادیانی سربراہ کے ہیں؟

"ہم نے یہ بات پہلے بھی کئی بار کہی ہے اور اب بھی کہتے ہیں کہ ہمارے نزدیک پاکستان بننا اصولاً غلط ہے"۔

ج: مرزا بشیر الدین۔

س: بتائیے! یہ غدارانہ الفاظ کس قادیانی سربراہ کے ہیں؟

"ممکن ہے عارضی طور پر کچھ افتراق (علیحدگی) ہو اور کچھ وقت کیلئے دونوں قومیں (ہندو مسلم) جدا جدا رہیں۔ مگر یہ حالت عارضی ہوگی اور ہمیں کوشش کرنی چاہیے کہ جلد دور ہو جائے، بہر حال ہم چاہتے ہیں کہ اکھنڈ ہندوستان بنے"۔

ج: مرزا بشیر الدین۔

س: "ہم ہندوستان کی تقسیم پر رضا مند ہوئے تو خوشی سے نہیں بلکہ مجبوری سے اور ہم کوشش کریں گے کہ کسی نہ کسی طرح متحد ہو جائیں"۔

بتائیے یہ مہلک جملہ کس قادیانی سربراہ کے گندے منہ سے وارد ہوا؟

ج: مرزا بشیر الدین۔

س: اس قادیانی وکیل کا نام بتایئے، جو مسئلہ کشمیر کا وکیل بن کر سلامتی کونسل میں گیا اور وہاں پر لمبی لمبی اور بے ہودہ تقریریں کر کے اس نے مسئلہ کشمیر کے مقدمے کا ستیاناس کر دیا؟

ج: ظفر اللہ قادیانی۔

س: مرزا قادیانی نے مسلمانوں کو کس کی مکمل اطاعت کا حکم دیا؟

ج: انگریزوں کی اطاعت کا۔

س: مرزا قادیانی نے اسلام کے کس ستون کو حرام قرار دیا؟

ج: جہاد۔

س: ربوہ کے بہشتی مقبرے میں بڑے بڑے قادیانی کیوں امانتاً دفن کیے گئے؟

ج: کیونکہ قادیانیوں کا مذہبی عقیدہ ہے کہ ایک نہ ایک دن پاکستان ٹوٹے گا، اور جب پاکستان ٹوٹے گا تو ہم لاشیں یہاں سے نکال کر قادیان لے جا کر دفن کر دیں گے۔

س: اسرائیل میں کتنے قادیانی فوج میں بھرتی ہیں؟

ج: چھ سو۔

س: قادیانی اپنی عبادت گاہوں کا نام مسجد کیوں نہیں رکھ سکتے؟

ج: کیونکہ مسجد مسلمانوں کی عبادت گاہ کو کہتے ہیں اور مسجد شعائرِ اسلام میں سے ہے اور کوئی کافر شعار اسلام استعمال نہیں کر سکتا۔

س: مسلمان قادیانیوں سے نفرت کیوں کرتا ہے؟

ج: کیونکہ قادیانی مرتد، زندیق، گستاخ رسول اور ختم نبوت کے باغی ہیں۔ اس لیے ہر قادیانی سے نفرت و بے زاری ہر مسلمان کی دینی غیرت کا تقاضا ہے۔

س: شیزان اور دیگر قادیانی مصنوعات کا بائیکاٹ کیوں کرنا چاہیے؟

ج: کیونکہ شیزان اور دیگر قادیانی مصنوعات ساز ادارے اپنے منافع میں سے ایک مخصوص رقم قادیانی جماعت کو دیتے ہیں اور وہ رقم ہمارے آقا جناب محمد عربی ﷺ کی ختم نبوت اور آپ ﷺ کی امت کے خلاف خرچ کی جاتی ہے۔ لہٰذا جو شخص جان بوجھ کر قادیانی مصنوعات خریدتا ہے وہ قادیانیوں کا معاون و مددگار ہے۔

س: بتایئے! قادیانیوں کی مشہور کتاب "تذکرہ" سے کیا مراد ہے اور قادیانیوں کے نزدیک اس کا کیا مقام ہے؟

ج: مرزا قادیانی کی وحی ، الہام، کشف اور خوابوں کے مجموعہ کو تذکرہ کہتے ہیں۔ قادیانیوں کے نزدیک تذکرہ ''قرآن پاک'' کی طرح ہے۔

س: مرزا قادیانی کہتا ہے کہ جو مجھے نہیں مانتا وہ کنجری کی اولاد ہے۔ لیکن مرزا قادیانی کے اپنے بیٹے مرزا فضل نے اسے نبی تسلیم نہ کیا۔ بتایئے اس لحاظ سے مرزا قادیانی اور اس کی بیوی خود کیا ٹھہرے؟

ج: کنجری اور کنجر

س: کس قادیانی خلیفہ نے پاکستان کو ''پاگل خانہ'' قرار دیا؟

ج: مرزا طاہر پاگل نے۔

س: ''تحفظ ختم نبوت''، ''قادیانیت شکن''، ''نغمات ختم نبوت''، ''مرگ مرزائیت''، ''شعور ختم نبوت اور قادیانیت شناسی' اور ''قادیانی افسانے'' کے مصنف کا نام بتایئے؟

ج: محمد طاہر عبدالرزاق۔

س: ''سیف چشتیائی'' کس کی تصنیف ہے؟

ج: حضرت پیر مہر علی شاہ گولڑوی رحمۃ اللہ علیہ

س: ''قادیانی مذہب کا علمی محاسبہ'' کس کی تالیف ہے؟

ج: پروفیسر محمد الیاس برنی رحمۃ اللہ علیہ

س: ''مقیاس نبوت'' کے مصنف کا نام بتایئے؟

ج: مولانا محمد عمر اچھروی رحمۃ اللہ علیہ

س: اپنے موضوع کی انتہائی اچھوتی اور نرالی کتاب ''قادیانیت اسلام اور سائنس کے کٹہرے میں'' کے مصنف کا نام بتایئے؟

ج: عرفان محمود برق (نومسلم، سابق قادیانی)

اے میرے مسلمان بھائیو! حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک فرمان خصوصی توجہ سے سنئے۔ ہمارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''جو لوگ منکر کو دیکھیں اور بدلنے کی کوشش نہ کریں تو بعید نہیں کہ اللہ تعالیٰ برائی کرنیوالوں اور اس کے دیکھنے والوں کو ایک ہی عذاب میں لپیٹ لے''۔ مسلمانو! اس وقت روئے زمین پر قادیانیت سے بڑھ کر برائی کیا ہوگی...... اور اس برائی کو دیکھ کر خاموش رہنے والے لوگوں سے بڑھ کر مجرم کون ہوں گے......

آؤ دیکھتے ہیں، کہیں میں مجرم تو نہیں...... کہیں آپ مجرم تو نہیں......

آؤ جلدی سے اپنی شناخت پریڈ کرتے ہیں......

مبادا کہیں اللہ کے عذاب کی بجلیاں کڑک پڑیں......

کہیں اللہ کے عذاب کے بادل شعلوں کی بارش برسا دیں۔

کہیں فرشتے زمین کے اس ٹکڑے کو اٹھا کر آسمان پر لے جائیں اور پھر اسے نیچے پٹخ دیں

جلدی کیجئے...... جلدی کیجئے۔

چوکھٹے قبروں کے خالی ہیں انہیں مت بھولو

جانے کب کون سی تصویر سجا دی جائے

مرزا ذلیل وخوار ہو کر دُنیا سے رُخصت

۶ رمئی ۱۹۰۸ء کو مرزا قادیانی لاہور آیا، اِرتدادی مہم کے مقابلے کے لئے لاہور کے مسلمانوں نے پیر جماعت علی شاہ کو بلوایا، آپ نے موچی دروازہ اور دیگر مقامات پر مرزا کو للکارا، مرزا قادیانی کو پانچ ہزار اِنعام دینے کا اعلان کیا کہ وہ آکر مناظرہ کرے اور اِنعام پائے، جواب میں مرزا قادیانی نے کہا کہ: ’’پیر صاحب! مجھے بھگانے کے لئے آئے ہیں، یہ ایڑی چوٹی کا زور لگائیں، مگر میں ایسا نہیں جو بھاگ جاؤں، اگر وہ بارہ برس بھی رہے تو میرا قدم نہ ہلے گا!‘‘ اس کے جواب میں پیر جماعت علی شاہ نے ۲۲ رمئی ۱۹۰۸ء کے جلسۂ عام میں اعلان کیا کہ: ’’بارہ برس تو اپنی جگہ رہے، مرزا قادیانی جلد ہی لاہور نہیں، بلکہ دُنیا سے ذلیل وخوار ہو کر جائے گا!‘‘ ۲۵، ۲۶ رمئی کی درمیانی رات کے جلسے میں کہا: ’’مرزا قادیانی کو چوبیس گھنٹے کی مہلت ہے، آئے اور مناظرہ کرے، لیکن مسلمانو! یاد رکھو وہ میرے مقابلے میں نہ آئے گا‘‘ چنانچہ ایسا ہوا کہ ۲۶ رمئی ۱۹۰۸ء مرزا قادیانی کو ہیضے نے آن گھیرا، ڈاکٹر نے ایسی دوائی دے دی کہ نجاست کا رُخ جو نیچے کی طرف تھا اُوپر کو ہو گیا، اور بیت الخلا میں جان نکل گئی۔ (ضیائے حرم دسمبر ۷۴ء)

ہارون الرشید (روزنامہ "جنگ")

عقیدہ ختم نبوت کی اہمیت

مرزا غلام احمد قادیانی کی سرکاری نبوت پر بحث ہوتے ایک صدی ہونے کو آئی۔ اب اس بحث کے تمام گوشے منور اور آشکار ہو چکے۔ اب اگر کوئی آدمی اندھا ہو تو اس کا کیا علاج، ورنہ سامنے کا سوال یہ ہے کہ کیا کوئی پیغمبر اپنے عہد کے سامراج کا ثنا خواں ہوتا ہے۔ سوال صرف اتنا سا نہیں، سوال یہ بھی ہی کہ انگریزی استعمار نے مرزا کی سرپرستی کیوں کی۔ اس کم شکل، بے اصل اور کم سواد آدمی کی؟ ۔۔۔ اس لئے کہ استعمار کو اہلِ ایمان کی حمیت و غیرت سے خطرہ درپیش تھا جو جہاد کے عمل میں متشکل ہوتی اور پہاڑوں کو سرکا سکتی ہے۔

یہی قبیلہ انگریز کا سب سے بڑا مسئلہ تھا اور اس سے نجات حاصل کرنے کے لئے، مسلمانوں کی دینی حمیت کا خاتمہ کرنے کے لئے شاطر انگریز کو دوسری چیزوں کے علاوہ ایک جعلی نبوت سازگار تھی۔ اگر قادیانی ٹولے کو نظر انداز کر دیا جاتا، جیسا کہ مذہب کو بندے اور خدا کا ذاتی معاملہ قرار دینے والا انگریزی طبقہ بالعموم کرتا ہے تو اس کا نتیجہ کیا نکلتا؟

ختمِ نبوت کے مسئلے کو نظر انداز کرنے کا مطلب یہ ہے کہ پاکستان کے پیکر میں بلکہ امت مسلمہ کے پیکر میں ہلاک کر دینے والے کینسر کو قبول کر لیا جائے۔ اگر امت نے ایک جعلی نبی کو اور استعمار کی حاشیہ برداری کرنے والی ذریت کو برداشت کر لیا تو وہ اس طرح کے دوسرے فتنوں کو بھی برداشت کرنے پر آمادہ ہو جائیں گی۔ وہ غیرت وحمیت سے محروم ہو جائے گی۔ وہ اپنی ہستی، شناخت، شخصیت اور پہچان کھو دے گی اور کارگہ حیات میں اس کا کوئی جواز ہی باقی نہ رہے گا۔

اسلام کی ساری عمارت ختمِ نبوت پہ استوار ہے۔ حجاز میں فرشتے نہیں اترے تھے، ریگ زار کے سرکش مکینوں نے اللہ کا پیغام ابو القاسم صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان سے سنا اور ان کی میلی رُوحیں اُجلی ہو گئیں۔ یہ انہی کی تعلیم اور رہنمائی کا ثمر تھا کہ بیٹیوں کو زندہ گاڑ دینے والے وحشی، حیوانوں اور درختوں کی حفاظت کرنے لگے۔ انہی کے دہنِ مبارک اور نمونہ عمل سے روشنی پا کر خاندان کا ادارہ محترم و مقدس ٹھہرا۔ پڑوسی اور رشتہ دار کا حق فائق ہوا۔ اجنبیوں اور مسافروں کی حفاظت بستیوں کی ذمہ داری قرار پائی۔ بندوں کے

حقوق اللہ کے حقوق کی طرح معتبر اور لازم ہو گئے، وہی تھے جنہوں نے تعلیم کو لازم ٹھہرایا اور آشکار کیا کہ خدا کی بارگاہ میں ذرہ برابر نیکی اور ذرہ برابر برائی کا بدلہ دیا جائیگا۔ انسانی زندگیوں کا احترام انہی نے قائم فرمایا اور اللہ کے حکم سے اس کے بندوں کو آشنا کیا کہ ایک انسان کا قتل تمام بنی نوع انسان کے قتل کے مترادف اور ایک معصوم جان کی حفاظت تمام آدمیت کی حفاظت کے مترادف ہے۔

انہی کے قائم کردہ تمدن سے نُور لے کر دوسری اقوام نے وحشت سے نجات حاصل کی۔ شہر آباد ہوئے، مدرسے اور جامعات وجود میں آئیں۔ سائنسی تحقیقات کے دروازے کھلے اور محنت کو اکرام حاصل ہوا۔ اللہ کی زمین پر کوئی بشر سانس نہیں لیتا جس کی گردن پر اللہ کے آخری رسول کا احسان نہ ہو۔

اگر کوئی شخص ایک عمارت کے سینکڑوں ستونوں میں سے ایک ستون گرا دینا چاہے، جس کے نیچے بندگانِ خدا پناہ پاتے ہوں تو اس کے ساتھ کیا سلوک کیا جائے گا؟ پھر وہ کس سلوک کا مستحق ہے، جو آدمیت اور تہذیب کی عالمگیر عمارت کے دو ستونوں میں سے ایک ستون کو ڈھانے پر تلا ہو؟ اور یہ دو ستون باہم جڑے ہیں۔ معراج کی شب ان کے درمیان دو کمانوں سے بھی کم فاصلہ تھا اور سدرۃ المنتہیٰ سے آگے جبرئیل امین کے پر جلتے تھے۔

آدمی کیا ہے؟ ناشکرا اور جلد باز آدم زاد کیا ہے؟ خدا کی کائنات میں وہ کیا معنی رکھتا ہے، اگر وہ جانوروں کی طرح محض کھانے پینے، اوڑھنے اور اپنا حصہ طلب کرنے میں لگا رہے۔ اگر وہ ازلی و ابدی صداقتوں کا نگہبان نہیں اور اگر وہ ان کے لئے آمادۂ ایثار نہیں۔

مجھ بے خبر کو کیا خبر کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا مقام و مرتبہ کیا ہے۔ لیکن قرآن مجید بار بار ان کا ذکر کرتا ہے اور ہر نماز میں پڑھے جانے والے درود میں ان کا حوالہ دیا جاتا ہے۔ قاری کا ذہن سوال کرتا ہے کہ ان کا وصف کیا تھا، جس نے انہیں اللہ کے دوست (خلیل اللہ) کا مقام عطا کیا۔ قرآن مجید ارشاد کرتا ہے۔

کان ابراھیما حنیفا

ابراہیم یکسو تھے۔ شک و شبہ، ژولیدہ خیالی اور پراگندہ ذہنی نام نہاد دانشوروں کو مبارک ہو۔ اسلام کی عمارت یقین، ایمان اور یکسوئی پہ استوار ہے۔ اللہ پر ایمان، اس کے فرشتوں اور نبیوں پر ایمان، یوم آخرت پہ یقین۔ یہ منزل مراد تک جانے والا سیدھا، سچا اور یقینی راستہ ہے۔ اگر کسی کو نجات مطلوب ہے تو اس راہ پر چلتے جاؤ۔ اگر تم اس کائنات میں ایک زندہ انسان کی طرح جینے اور اپنا کردار ادا کرنے کے آرزومند ہو تو ایک واضح عقیدہ اور نصب العین اختیار کرو۔ اور اگر تم محض تماشائی ہو، حجر اور شجر کی طرح ہو، چرند اور پرند کی طرح عارضی ہو، سطحی اور بے معنی ہو تو "دانشوروں" کے ساتھ خیالات اور شکوک کی وادیوں میں بھٹکتے پھرو۔ لیکن پھر تم حشر کے میدان میں جمع کئے جاؤ گے تو تمہارے پاس ملال کے سوا کوئی اندوختہ نہیں ہوگا اور یہ کیسا ہلاک کر دینے والا اثاثہ ہے۔

محمد طاہر عبدالرزاق

وفا

وہ دن بھر کا تھکا ماندہ رات کو گھر پہنچا تو سامنے کمرے میں لگے گھڑیال نے بارہ دفعہ ٹن ٹن بجا کر اس کا استقبال کیا۔ وہ اپنے بیڈ روم میں داخل ہوا۔ بستر پر پہنچتے ہی اس نے اپنا جسم بیڈ پر یوں گرادیا جیسے کوئی تھکا ہارا مزدور منزل پر پہنچ کر سر سے بھاری گٹھڑی زمین پر پھینک دیتا ہے۔

اس میں اتنی بھی ہمت نہ تھی کہ وہ کپڑے بدل سکے۔ اس کا انگ انگ درد کر رہا تھا۔ اس نے کمرے کی لائٹ بجھائی اور بستر پر دراز ہو گیا۔ اس نے اپنی آنکھوں پر اپنے دونوں ہاتھ رکھ دیئے اور اعصاب کو سکون دینے کی کوشش کرنے لگا۔ تھوڑی دیر بعد وہ نیند کی آغوش میں پہنچ چکا تھا۔ رات کے پچھلے پہر وہ خواب دیکھتا ہے کہ

وہ مر چکا ہے۔ اس کے والدین، بہن بھائی اور بچے اس کی چارپائی کے گرد گھیرا ڈالے چیخ و پکار کر رہے ہیں۔ وہ ان کی دلدوز آوازیں سن رہا ہے۔ لیکن جواب نہیں دے سکتا۔ اس کا منہ کپڑے سے زور سے باندھ دیا جاتا ہے۔ کہ کہیں منہ ٹیڑھا نہ ہو جائے اور اس کی دونوں ٹانگیں ٹخنوں کے قریب رسی سے باندھ دی جاتی ہیں۔ تا کہ ٹانگیں کھل نہ جائیں۔ وہ سنتا ہے کہ اس کے گھر کے ٹیلی فون سے اس کے عزیز و اقارب کو اس کی موت کی اطلاع دی جا رہی ہے۔ وہ یہ بھی سنتا ہے کہ اس کے بھائی شہر میں رہنے والے عزیز و اقارب کو اس کی موت کی خبر سنانے جا رہے ہیں۔ وہ دیکھتا ہے کہ محلے کی عورتیں گھر میں اکٹھا ہونا شروع ہو گئی ہیں۔ اچانک وہ مسجد کے لاؤڈ سپیکر سے آواز سنتا ہے کہ کوئی منادی اعلان کر رہا ہے۔

"حضرات ایک ضروری اعلان سنیئے، چوہدری افضل حسین قضائے الٰہی سے انتقال کر گیا ہے۔ اس کا جنازہ ٹھیک چار بجے اس کے گھر سے اٹھایا جائے گا۔ تمام حضرات سے اپیل کی جاتی ہے کہ وہ جنازہ میں شرکت فرما کر ثواب دارین حاصل کریں۔"

وہ یہ خوفناک اعلان سن کر چیخنا چاہتا ہے لیکن قوت گویائی سلب ہو چکی ہے۔ وہ اٹھ کر بھاگنا چاہتا ہے لیکن اعضا حکم ماننے سے بغاوت کر چکے ہیں۔ پھر اس نے سنا کہ اس کا چچا اپنے بیٹے سے کہہ رہا ہے غسال اور کفن سینے والے درزی کا انتظام کرو۔ پھر اس کا ماموں اس کے چچا سے کہہ رہا تھا کہ پہلے محلے کے مولوی

صاحب سے یہ تو پوچھ لو کہ کفن کو کپڑا کتنا لگے گا۔ پھر اس کے ماموں نے اس کے چچا سے پوچھا کہ کیا قبر کا بندوبست ہو گیا ہے؟ اس کے چچا نے کہا کہ قبر کا بندوبست تو میں صبح ہی کر آیا تھا اور اپنے سامنے ہی کھدائی شروع کرادی تھی۔

اسے پتہ چلتا ہے کہ باہر دریاں بچھ گئی ہیں۔ محلے دار دریوں پر بیٹھنا شروع ہو گئے ہیں۔ اندرون شہر سے آنے والے عزیز واقارب بھی پہنچنا شروع ہو گئے ہیں۔ اس نے سنا کہ ملتان سے اس کی بہن کا فون آیا ہے اس نے تاکیداً کہا ہے کہ میں فوراً آرہی ہوں۔ میرے آنے سے پہلے میرے بھائی کا جنازہ نہ اٹھایا جائے۔

اچانک اس کے کانوں میں ایک خوفناک آواز پڑتی ہے۔

"میت کو غسل کے لئے تیار کرو اور غسل کا سارا سامان لے آؤ" یہ غسال کی آواز تھی۔

غسال کے حکم پر چند نوجوان اس کی چارپائی اٹھا کر گھر کے صحن کے ایک کونے میں رکھ دیتے ہیں اور پردے کے لئے اردگرد چادریں تان دیتے ہیں۔ سب سے پہلے اس کا بھائی اس کی کلائی سے اس کی محبوب "راڈو" گھڑی اتارتا ہے۔ جو اس نے اپنے ایک دوست سے دبئی سے منگوائی تھی۔ پھر اس کے ہاتھوں سے سونے کی انگوٹھی اتاری جاتی ہے جو اس کی ساس نے اسے اس کی منگنی کے دن پہنائی تھی۔ اس کی جامہ تلاشی لی جاتی ہے اور اس کی جیب سے ہزاروں روپے اور کاغذات نکالے جاتے ہیں۔ وہ حسرت سے اس ڈرامہ کا ٹکٹ دیکھتا ہے جس کی اس نے آج ہی ایڈوانس بکنگ کرائی تھی اور کل دوستوں کے ساتھ الحمراء آرٹ سینٹر میں وہ ڈرامہ دیکھنا تھا۔ اس کی قمیض اتاردی جاتی ہے۔ اس کی خوبصوت نسواری رنگ کی پینٹ جو اس نے آج ہی پہنی تھی اس کے جسم سے جدا کردی جاتی ہے۔ اب اس کے جسم پر فقط ایک جانگیہ رہ جاتا ہے۔ وہ غسال سے چیخ چیخ کر کہنا چاہتا ہے کہ خدارا! میرا جانگیہ نہ اتارنا میں بالکل ننگا ہو جاؤں گا، لیکن اس کی زبان تو ہمیشہ کے لئے خاموش ہو چکی تھی۔ غسال کے بے رحم ہاتھ بڑھتے ہیں اور اس کا واحد تن پوش جانگیہ بھی اتر جاتا ہے۔ اس ننگ دھڑنگ کو اٹھا کر نہانے والے پھٹے پر لٹا دیا جاتا ہے۔ پھر پانی اور بالٹی کی آواز آتی ہے۔ اچانک ٹھنڈے پانی کا ایک ڈونگا اس کے جسم پر گرتا ہے۔ وہ کانپنا چاہتا ہے لیکن کانپ نہیں سکتا۔ پھر دھڑا دھڑ اُس پر پانی کے ڈونگے گرنے لگتے ہیں۔ پھر غسال اپنے سخت ہاتھوں سے اس کے جسم پر صابن ملنے لگتا ہے۔ اسے الٹا سیدھا کرتا ہے۔ کبھی کسی پہلو پر لٹاتا ہے اور کبھی کسی پہلو۔ نہلانے کے بعد اسے کفن پہنایا جاتا ہے۔ اس کے نتھنوں میں روئی ٹھونس دی جاتی ہے، عطر کا چھڑکاؤ ہوتا ہے۔ کفن پر مشک بورد بکھیر دیا جاتا ہے۔ اور اسے اٹھا کر جنازے کی چارپائی پر لٹا دیا جاتا ہے اور چارپائی کو اٹھا کر گھر کے صحن میں رکھ دیا جاتا ہے۔ سینکڑوں مرد و زن اس کا چہرہ دیکھنے

کے لئے اس کی طرف لپکتے ہیں۔ چیخوں کا ایک طوفان اٹھتا ہے، آنسوؤں کا ایک سیلاب بہہ جاتا ہے۔ اس کی بیوی اور بہنیں اس کے اوپر گر جاتی ہیں۔ اس کے والدین اور بچے رو رو کر نڈھال ہو جاتے ہیں۔ اچانک مسجد سے پھر ایک اعلان ہوتا ہے۔

''حضرات! افضل حسین کا جنازہ تیار ہے، جو احباب جنازے میں شامل ہونا چاہتے ہوں وہ مرحوم کے گھر فوراً پہنچ جائیں۔''

چار پانچ نوجوان جنازے کی چارپائی کو اٹھانے کے لئے آگے بڑھتے ہیں۔ گھر کی عورتیں مزاحم ہوتی ہیں، لیکن وہ کلمہ شہادت کی ایک زوردار صدا لگا کر جنازے کی چارپائی اٹھا لیتے ہیں۔ ادھر جنازہ اٹھتا ہے، ادھر چیخوں کی خوفناک آندھی سے ماحول تھرتھرا اٹھتا ہے۔ جب جنازہ گھر سے نکلا تو اس نے دیکھا کہ اس کی نئی سوزوکی گاڑی جو اس نے پچھلے مہینے ہی خریدی تھی باہر گلی میں کھڑی ہے۔ بازار سے جب اس کا جنازہ گزر رہا تھا تو اسے محلے کی وہ دکانیں نظر آ رہی تھیں جہاں وہ بچپن میں گھر سے اچھل کود کرتا سودا سلف لینے کے لئے آیا کرتا تھا۔ راستے میں اسے وہ کھیل کا میدان بھی نظر آیا جہاں وہ بچپن میں دوستوں کے ساتھ گلی ڈنڈا اور فٹ بال کھیلا کرتا تھا۔ راہ میں اسے اپنا سکول نظر آیا جہاں ہر سال پاس ہونے پر اس کے والد صاحب اس کو پھولوں کے ہار پہنایا کرتے تھے۔ سفر کرتے کرتے جنازہ، جنازگاہ میں پہنچ گیا۔ یہ جنازگاہ اس نے پہلے بھی کئی دفعہ دیکھی تھی، لیکن ہر دفعہ جنازہ کسی اور کا ہوتا تھا اور وہ نماز جنازہ پڑھنے کے لئے آتا تھا۔ لیکن آج جنازہ اس کا اپنا تھا اور دوسرے جنازہ پڑھنے کے لئے آئے تھے۔ جنازہ زمین پر رکھ کر لوگ وضو کے لئے چلے گئے۔ جونہی لوگ واپس آئے، فضا میں ایک گرجدار آواز گونجی۔

''تمام بھائی نماز جنازہ کی نیت سن لیں۔'' یہ نماز جنازہ پڑھانے والے مولوی صاحب کی آواز تھی۔

انہوں نے کہا:

''چار تکبیر نماز جنازہ، فرض کفایہ، ثناء واسطے اللہ تعالیٰ کے، درود واسطے نبی اکرم ﷺ کے، دعا واسطے اس حاضر میت کے، منہ طرف قبلہ شریف کے، پیچھے اس امام کے''

اس کے بعد امام صاحب نے نماز جنازہ کا طریقہ بتایا۔ اس نے سوچا کیا ان لوگوں کو نماز جنازہ اور اس کی نیت نہیں آتی۔ لیکن جلد ہی اس کے ضمیر نے جواب دیا کہ تجھے بھی تو یہ سب کچھ نہ آتا تھا۔ تو بھی تو لوگوں کے جنازے ایسے ہی پڑھا کرتا تھا۔ اس جواب سے اس کی خوب تسلی ہو گئی۔

نماز جنازہ شروع ہونے سے قبل جب صفیں تیار ہو چکی تھیں، اچانک اس کے خمیدہ کمر والد صاحب مجمع کے سامنے آئے اور انہوں نے کہا کہ اگر میرے مرحوم بیٹے نے کسی کا قرض دینا ہو تو وہ اپنا

قرض مجھ سے لے سکتا ہے۔ اس نے دیکھا کہ ادھر اس کے والد صاحب نے یہ اعلان کیا ادھر اس کا دوست منشی خاں جس سے اس نے پچاس ہزار روپے لینے تھے اور کئی دفعہ رقم طلب کرنے پر وہ اسے آج کل پر ٹرخا دیتا تھا۔ صفوں سے باہر نکلا اور پوری آواز سے چلا کر سارے مجمع کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

''میں نے افضل حسین سے پچاس ہزار روپے لینے تھے، لیکن میں اس کا دوست ہونے کے ناطے اسے معاف کرتا ہوں۔

منشی خاں کا یہ اعلان اس پر دوسری موت طاری کر گیا اور وہ سوچتا رہ گیا کہ شقی القلب دنیا موت کے ساتھ بھی ہنسی مذاق سے نہیں چوکتی۔ نماز جنازہ پڑھی جاتی ہے اور جنازہ سوئے قبرستان روانہ ہو جاتا ہے۔ قبر کے کنارے چارپائی رکھ دی جاتی ہے۔ لوگ قبر کے گڑھے کو دیکھ کر اللہ اللہ کی صدائیں بلند کر رہے ہیں۔ جنازہ کی چارپائی کی ایک سائیڈ کو کھولا گیا۔ ایک باہمت نوجوان آگے بڑھا اور اس نے اس کی کمر میں ایک مضبوط کپڑا ڈال کر اسے درمیان سے اٹھایا۔ دو نوجوانوں نے اس کے سر اور پاؤں پکڑے۔ کلمہ شہادت کا ایک زوردار ورد ہوا اور وہ لوگوں کے بازوؤں کے سہارے زمین سے زیر زمین جا چکا تھا۔ قبر نے اسے اپنے پیٹ میں لٹا لیا تھا۔ اس کا منہ قبلہ رخ کیا گیا۔ پھر اس نے اپنے محلے کے ایک بزرگ، جسے چاچا کرم دین کے نام سے پکارا جاتا تھا کی آواز سنی۔

''بچو! وقت کم ہے، شام کے سائے بڑھ رہے ہیں۔ جلدی سے سلیں رکھو اور مٹی ڈالو''

یہ آواز سن کر اس کے جسم میں ایک زلزلہ آ گیا۔ اس کا اہل دنیا کے ساتھ یہ آخری مصافحہ تھا۔ قبر پر سلیں رکھ دی گئیں۔ پھر یک دم لوگوں نے قبر پر مٹی گرانی شروع کر دی۔ قبر میں ہولناک اندھیرا چھا گیا۔ وہ زمین کے باہر والے انسانوں کو دیکھ تو نہ سکتا تھا لیکن ابھی کسی سوراخ سے اسے ان کی آوازیں سنائی دے رہی تھیں۔ اس وقت اس کے دل میں سخت حسرت پیدا ہوئی کاش ان آوازوں میں اس کے بیوی بچوں کی آوازیں بھی ہوتی۔ قبر کو مٹی سے مکمل ڈھانپ دیا گیا اور اس کے ساتھ ہی باہر سے آنے والی آوازیں خاموش ہو گئیں۔

قبر میں اس قدر اندھیرا چھا گیا کہ اسے قبر کی دیواریں بھی دکھائی نہ دیتی تھیں۔ اسے اس گھٹاٹوپ اندھیرے میں اپنے اردگرد اور اوپر نیچے سانپ اور بچھو نظر آ رہے تھے اور اسے یوں محسوس ہو رہا تھا کہ جیسے ان میں سے کوئی ابھی اس پر اپنا زہریلا ڈنک آزمائے گا اور جلا کر خاک سیاہ بنا دے گا۔

اچانک ایک خوفناک آواز آتی ہے اور قبر اسے اٹھا کر باہر پھینک دیتی ہے۔ وہ سخت حیران ہوتا ہے کہ اس قبرستان کی ساری قبروں نے اپنے مردوں کو قبروں سے باہر پھینک دیا ہے۔ سارے قبروں والے خوف کے عالم میں تھرتھر کانپ رہے ہیں کہ انہیں حکم ہوتا ہے کہ حشر کے میدان کی طرف بھاگو۔ جہاں تم سے تمہارے اعمال کا حساب لیا جائے گا۔ سب سرپٹ حشر کے میدان کی طرف اس سرعت و تیزی سے بھاگتے

ہیں کہ تھوڑی دیر میں وہ حشر کے میدان میں موجود ہوتے ہیں۔

میدان حشر میں ان گنت انسان جمع ہیں۔ لوگ سخت گھبراہٹ میں ہیں اور ریوڑوں کی صورت میں ادھر اُدھر بھاگ رہے ہیں۔ سورج کی تمازت سے انسانی جسموں سے چربی پگھل رہی ہے۔ زبانیں سوکھ کر کانٹا ہو گئی ہیں۔ شدت پیاس سے ہونٹ اور زبانیں پھٹ چکی ہیں۔ بھوک کا یہ عالم ہے کہ انسان کہنیوں تک اپنا گوشت کھا چکے ہیں۔ انسانی رشتے کچے دھاگے کی طرح ٹوٹ چکے ہیں۔ کوئی کسی کا غمگسار اور پرسان حال نہیں۔ ماں باپ اولاد کو دیکھ کر بھاگتے ہیں۔ اور اولاد ماں باپ کو دیکھ کر دوڑ جاتی ہے۔ کہ کہیں کوئی ہم سے نیکی نہ مانگ لے۔ ہر انسان نفسی نفسی پکار رہا ہے۔ زمین اس قدر گرم ہے کہ اس پر پاؤں نہیں ٹکتے۔ ہر انسان اپنے گناہوں کے مطابق پسینے میں ڈوبا ہوا ہے۔

اچانک وہ دیکھتا ہے کہ ایک بہت بڑا گروہ میدان حشر کی ایک سمت کو بھاگا جا رہا ہے۔ وہ اس تیزی سے بھاگ رہا ہے جیسے بکریوں کا ریوڑ حملہ آور شیر کو دیکھ کر بھاگتا ہے، لیکن اسے محسوس ہوتا ہے کہ یہ گروہ کسی سکون گاہ کی طرف جا رہا ہے۔ وہ اس گروہ کے ایک فرد کو روک کر پوچھتا ہے کہ تم لوگ کدھر جا رہے ہو؟ اسے بتایا جاتا ہے کہ یہاں سے کچھ فاصلے پر جناب محمد مصطفیٰ شافع روز محشر ﷺ کا دربار لگا ہے اور یہ پریشان حال لوگ شفاعت رسول ﷺ حاصل کرنے جا رہے ہیں۔ اسے بتایا جاتا ہے کہ شافع محشر ﷺ حوض کوثر پر تشریف فرما ہیں اور اپنے پیاسے امتیوں کو جام کوثر بھر بھر کر پلا رہے ہیں اور جو ایک جام پی لے اسے پھر دوبارہ پیاس نہیں لگے گی۔ اس نے دیکھا کہ بہت سے لوگ پروانہ شفاعت حاصل کر کے اور جام کوثر پی کر سوئے جنت جا رہے ہیں۔ اب ان پر کوئی غم نہیں وہ شاداں و فرحاں ہیں، ان کے چہرے ستاروں سے زیادہ تابناک ہیں اور ان کے قلوب اطمینان کی دولت سے مالا مال ہیں۔ جنت کی بہاریں ان کے لئے چشم براہ ہیں۔ رضوان جنت ان کے استقبال کا منتظر ہے۔ یہ فرحت بخش منظر دیکھ کر غم سے ڈوبا ہوا اس کا دل خوشی سے اچھل پڑا اور وہ شفاعت رسول ﷺ کا پروانہ اور جام کوثر حاصل کرنے کے لئے دوڑنے لگا۔ لیکن اسے یوں محسوس ہوا جیسے کسی غیر مرئی طاقت نے اسے روک لیا ہے۔ اس کے قدموں میں کسی نے میخیں ٹھونک دی ہیں۔ اسے یوں محسوس ہوا کہ اس کا ضمیر اس کی راہ میں ہمالیہ پہاڑ بن کر کھڑا ہو گیا ہے۔ اس کا ضمیر ایک شعلہ بیاں مقرر کی طرح بے تکان بولنے لگا۔ اس کا ضمیر کہنے لگا۔

"اے بے وفا و بے مروت انسان! کس منہ سے شافع محشر ﷺ کے پاس جا رہا ہے۔ تیرا ان سے کیا تعلق؟ تیرا ان سے کیا واسطہ؟ تیرا ان سے کیا رشتہ؟ تجھے ان سے کیا محبت؟ تجھے ان سے کیا چاہت؟ تیری زندگی میں جب تو جوان تھا، مرزا قادیانی نے شافع محشر ﷺ کی ختم نبوت پہ ڈاکہ ڈالا۔۔۔ تو نے کیا کیا؟ مرزا قادیانی اور اس کے بدمعاش ساتھیوں نے ساقی کوثر ﷺ کی شان میں ہرزہ سرائی کی۔۔۔ تو نے کیا کیا؟

سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے قلب اطہر پر نازل ہونے والی کتاب قرآن مجید میں مرزا قادیانی نے تحریف وتبدل کیا۔۔۔تو نے کیا کیا؟

مرزا قادیانی نے اپنی بکواسات کو احادیث رسول کہا۔۔۔تو نے کیا کیا؟

مرزا قادیانی نے اپنے مرتد ساتھیوں کو صحابہ رسول کہا۔۔۔تو نے کیا کیا؟

مرزا قادیانی نے اپنے چیلوں چانٹوں کو اصحاب بدر کہا۔۔۔تو نے کیا کیا؟

پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پیارے ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہم کو گالیاں دی گئیں۔۔۔تو نے کیا کیا؟

سید الکائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات کے مقابلہ میں مرزا قادیانی کی بیوی کو "ام المؤمنین کہا گیا۔۔۔تو نے کیا کیا؟

محسن انسانیت صلی اللہ علیہ وسلم کے پیارے شہر مکہ و مدینہ کے مقابلے میں مرزا قادیانی کے منحوس شہر 'قادیان" کو مکہ و مدینہ کہا گیا۔۔۔تو نے کیا کیا؟

تیرے سامنے اسلام لٹتا رہا۔ قرآن لٹتا رہا۔ رسول رحمت صلی اللہ علیہ وسلم کے امتی مرتد ہو کر قادیانی بنتے رہے اور تو دولت سمیٹنے میں مست رہا۔ تیرے کانوں پہ کبھی جوں تک نہ رینگی۔ اتنے بڑے حادثوں نے تیرے دل پر کبھی چوٹ نہ لگائی۔ اتنے بڑے سانحوں نے کبھی تجھے متنفر نہ کیا۔ اب بتا تیرا رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے کیا تعلق؟۔ تیرا رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے کیا ناتا؟

وہ حشر کے میدان میں اپنے ضمیر کے سامنے لاجواب کھڑا ہے۔ ضمیر کے سوالوں نے اسے گھائل کر کے رکھ دیا ہے۔ ضمیر اس کو ایک زوردار دھکا مارتا ہے اور کہتا ہے چل اب جہنم کو۔ جہاں کے لپکتے شعلے تیرے منتظر ہیں۔ جہاں کے بچھو اور سانپ تیرے انتظار میں اپنے ڈنک لئے بیقراری سے لوٹ رہے ہیں۔ یہ ہولناک منظر دیکھ کر اس کے منہ سے ذبح ہوتے بکرے کی طرح ایک دردناک چیخ نکلتی ہے۔ جس کی ہولناکی سے وہ خواب سے بیدار ہو جاتا ہے۔ وہ بری طرح کانپ رہا تھا۔ اس کا جسم پسینے سے شرابور تھا۔ تھوڑے اوسان بحال ہوئے تو اُس نے سنا کہ محلے کی مسجد سے صبح کی اذان کی آواز آرہی تھی۔ حضرت بلال رضی اللہ عنہ کا جانشین کہہ رہا تھا۔

اشھد ان محمد رسول اللہ

اشھد ان محمد رسول اللہ

وہ آنکھیں کھول کر دیوانہ وار ادھر اُدھر دیکھنے لگتا ہے۔ اچانک اس کی نظر سامنے لگے کیلنڈر پر پڑتی ہے۔ جس پر جلی حروف میں لکھا تھا۔

کی محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے وفا تو نے تو ہم تیرے ہیں
یہ جہاں چیز ہے کیا لوح و قلم تیرے ہیں

محمد طاہر عبدالرزاق

مجاہدین ختم نبوت کے ایمان افروز واقعات

ایسے جذبے کو سلام:

حضرت پیر سید جماعت علی شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے محاذ ختم نبوت پر گرانقدر خدمات سرانجام دیں۔ آپ کی ذات قادیانیوں کی شہ رگ پر نشتر تھا۔ جب مرزا قادیانی کا نام نہاد خلیفہ نورالدین نارووال ضلع سیالکوٹ میں وارد ہوا اور قادیانیت کی تبلیغ شروع کر دی۔ آپ اُس وقت صاحب فراش تھے۔ چارپائی سے اٹھا نہیں جاتا تھا۔ لیکن عشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی غیرت نے گوارا نہ کیا کہ نورالدین دندناتا پھرے اور میں یہاں لیٹا رہوں۔ فوراً حکم دیا کہ میری چارپائی اٹھا کر نارووال لے چلو۔ آپ نے وہاں پہنچ کر نورالدین اور اُس کے باطل مذہب کی ایسی مرمت کی کہ نورالدین وہاں سے سر پر پاؤں رکھ کر بھاگا۔

ہار نہیں ہتھکڑیاں لاؤ:

صاجزادہ سید فیض الحسن شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ تقریر کے لئے سٹیج پر تشریف لائے تو ایک رضا کار نے ان کے گلے میں پھولوں کا ہار ڈال دیا۔ صاحبزادہ نے ہار کو توڑا اور سٹیج پر بیٹھے ہوئے لوگوں کی جانب پھینک کر فرمایا میرے عزیز یہ وقت ہار پہننے کا نہیں۔ سرور کونین محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم کی آبرو کو خطرہ درپیش ہو اور میں ہار پہنوں، ہتھکڑیاں اور بیڑیاں لاؤ، ہمیں پابہ زنجیر کر کے دیکھو کہ ہمارے ماتھے پر شکن بھی آتا ہے۔ اس کے بعد اپنے مخصوص انداز میں صاحبزادہ نے موتی بکھیرنے شروع کئے۔ جلسے پر ایک سکوت طاری تھا اور صاحبزادہ صاحب حسب عادت ساون بھادوں کی طرح برس رہے تھے۔ صاحبزادہ کی تقریر نے مسلمانوں کے جذبہ ایمان کو اس طرح اُبھارا کہ بسا اوقات لوگوں کی آنکھوں میں آنسو بھر آئے۔ اس طرح رات کے 12 بجے تک جلسہ ہوتا رہا۔ (تحریک ختم نبوت 1953ء صفحہ 279)

گلوں نے آ کے مستی میں گریباں چاک کر ڈالے
چمن میں ہم نے کچھ غزل خواں یوں بھی دیکھے ہیں

اھل اللہ کی نظر میں:

حکیم نورالدین بھیروی قادیانی ایک دفعہ حضرت میاں صاحب کے پاس مہاراجہ جموں کے لئے دعا کرانے گیا تھا۔ آپ نے دیکھتے ہی فرمایا نام نورالدین ہے۔ حکیم نے کہا ہاں۔ فرمایا قادیان میں ایک شخص غلام احمد نامی کا پیدا ہوا ہے جو کچھ عرصہ بعد ایسے دعوے کرے گا جو نہ اٹھائے جائیں نہ رکھے جائیں اور تم لوح محفوظ میں اُس کے مصاحب لکھے ہوئے ہو۔ اس سے تعلق نہ رکھنا، دور دور رہنا ورنہ اُس کے ساتھ تم بھی دوزخ میں پڑو گے۔ حکیم صاحب سوچ میں پڑ گئے۔ فرمایا تم میں الجھنے کی عادت ہے۔ یہی تم کو وہاں لے جائے گی۔ چنانچہ کچھ عرصہ بعد مرزا غلام احمد قادیان میں ظاہر ہوا اور دعویٰ نبوت کیا اور کبھی مسیح موعود بنا اور حکیم نورالدین اس کا خلیفہ اول بنا اور اُس کے دین کو پھیلایا۔ یہ شخص بڑا عالم تھا۔ مرزا قادیانی کو بہت کچھ سکھایا کرتا تھا۔ اس کے ساتھ گمراہ ہوا۔

(''حیات طیبہ'' صفحہ 409، از ڈاکٹر محمد حسین انصاری)

بہادر ماں:

شاعر ختم نبوت سید امین گیلانی اپنی جیل کا واقعہ بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں۔

''ایک دن جیل کا سپاہی آیا اور مجھ سے کہا آپ کو دفتر میں سپرنٹنڈنٹ صاحب بلا رہے ہیں میں دفتر میں پہنچا تو دیکھا والدہ صاحبہ بمعہ میری اہلیہ اور اپنے بیٹے سلمان گیلانی کے، جس کی عمر اس وقت سوا ڈیڑھ سال کی تھی، بیٹھے ہوئے ہیں۔ والدہ محترمہ مجھے دیکھتے ہی اُٹھیں اور سینے سے لگالیا، ماتھا چومنے لگیں۔ حال احوال پوچھا، اُن کی آواز گلوگیر تھی۔ سپرنٹنڈنٹ نے محسوس کیا کہ وہ رو رہی ہیں۔ میرا بھی جی بھر آیا، آنکھوں میں آنسو تیرنے لگے۔ یہ دیکھ کر سپرنٹنڈنٹ نے کہا اماں جی! آپ رو رہی ہیں۔ بیٹے سے کہیں (ایک فارم بڑھاتے ہوئے) کہ اس پر دستخط کر دے تو آپ اسے ساتھ لے جائیں۔ ابھی معافی ہو جائے گی۔ میں ابھی خود کو سنبھال رہا تھا کہ اُسے جواب دے سکوں۔ والدہ صاحبہ تڑپ کر بولیں کیسے دستخط، کہاں کی معافی ایسے دس بیٹے حضور ﷺ کی عزت پر قربان کر دوں۔ میرا رونا تو شفقت مادری ہے۔ یہ سن کر سپرنٹنڈنٹ شرمندہ ہو گیا اور میرا سینہ ٹھنڈا ہو گیا۔

(تحریک ختم نبوت 1953ء، صفحہ 532، 533)

سرور کونین سے سر کا سودا ہو چکا
ہم نہ پوچھیں گے امین کیا بھاؤ ہے بازار کا

ختم نبوت کانفرنس ربوہ:

طارق محمود صاحب خانیوال کے ایک زاہد و متقی نوجوان ہیں۔ انہوں نے ختم نبوت کانفرنس ربوہ میں اپنا خوش قسمت واقعہ یوں بیان کیا۔

''میں نے خواب میں دیکھا کہ مسلم کالونی ربوہ کی عظیم الشان مسجد کے باہر لوگوں کا کیف و مستی میں ڈوبا ہوا ایک بہت بڑا اجتماع ہے اور کسی کا منتظر ہے۔ میں نے لپک کر کسی سے پوچھا، کون آرہا ہے۔ مجھے بتایا گیا کہ دریائے چناب کی جانب سے جناب خاتم النبیین محمد مصطفیٰ ﷺ کانفرنس کے پنڈال کی طرف تشریف لا رہے ہیں۔ میں پوری قوت سے اس جانب بھاگا۔ دیکھا تو آقا محمد ﷺ تشریف لا رہے ہیں۔ میں نے سلام کی سعادت حاصل کی۔ عرض کیا۔ آقا کدھر کا ارادہ ہے؟ فرمایا میرے کچھ غلاموں نے میری عزت و ناموس کی حفاظت کے لئے کانفرنس کا اہتمام کیا ہے۔ میں بھی شرکت کے لئے آیا ہوں۔''

اور جج حیرت میں ڈوب گیا:

1953ء کی تحریک ختم نبوت میں میانوالی سے قافلے گرفتاری کے لئے لاہور جاتے تھے۔ ایک قافلہ میں میاں فضل احمد موچی بھی جا کر گرفتار ہو گیا۔ ان کی گرفتاری مارشل لاء کے تحت عمل میں آئی۔ مارشل لاء عدالت نے اُن کے بڑھاپے کو دیکھ کر دیگر ساتھیوں کی نسبت کم سزا دی۔ اس پر وہ بگڑ گئے۔ عدالت سے احتجاج کیا کہ میرے ساتھ انصاف کیا جائے۔ اس سے عدالت نے سمجھا کہ شاید سزا کم کرانا چاہتا ہے۔ عدالت نے جب پوچھا تو کہا کہ مجھ سے کم عمر کے لوگوں کو دس سال کی سزا دی، میرے ساتھ انصاف کیا جائے اور میری سزا میں اضافہ کیا جائے۔ یہ سن کر مارشل لاء عدالت کانپ اُٹھی۔ اس بوڑھے جرنیل کی ایمانی غیرت پر جج انگشت بدنداں اُٹھ کر عدالت سے ملحق کمرہ میں چلا گیا۔ انہوں نے عدالت میں کپڑا بچھا کر گرفتاری اور سزا اور آقائے نامدار ﷺ کی عزت و ناموس کے تحفظ کے لئے اپنی قربانی کی بارگاہ خداوندی میں قبولیت کے لئے نوافل پڑھنے شروع کر دیئے۔

انوکھی وضع ہے سارے زمانے سے نرالے ہیں
یہ عاشق کون سی بستی کے یا رب رہنے والے ہیں

مولانا پیر حسن شاہ بٹالوی رحمۃ اللہ علیہ:

کی خدمت میں ایک دفعہ مرزا قادیانی آیا آپ نے اُسے ہدایت فرمائی کہ عقیدہ اہل سنت پر ثابت قدم رہنا اور خواہشات نفسانیہ و ہوائے شیطانیہ کا غلام نہ بن جانا۔

آپ کے شاگرد حافظ عبدالوہاب نے مرزا کے بعد پوچھا کہ آپ نے عجیب ہدایت فرمائی۔ اس کی کیا وجہ ہے؟ فرمایا کچھ عرصہ بعد اس آدمی کا دماغ خراب ہوگا اور یہ دعویٰ نبوت کرے گا۔ شیطان اس وقت اس کی مہار تھامے ہوئے ہے۔ چنانچہ اس پیش گوئی کے 32 سال بعد مرزا نے نبوت کا دعویٰ کر دیا۔ (ارشاد المسترشدین، صفحہ 161)

غیرت اقبال رحمۃ اللہ علیہ:

صاحبزادہ محمد اللہ شاہ استاد مظاہر العلوم سہارنپور بیان کرتے ہیں۔ کہ سید آغا صدر چیف جسٹس ہائی کورٹ نے لاہور کے عمائد اور مشاہیر کو کھانے پر مدعو کیا۔ حضرت علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ بھی مدعو تھے۔ اتفاق سے اس محفل میں جھوٹے نبی کا جھوٹا خلیفہ حکیم نورالدین بھی بلا دعوت آن ٹپکا۔ جب عاشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ کی نظر اس کذاب کے منحوس چہرہ پر پڑی تو غیرت ایمانی سے علامہ اقبال کی آنکھیں سرخ ہوگئیں اور ماتھے پر شکن چڑھ گئے فوراً اٹھے اور میزبان کو مخاطب کر کے کہا۔ آغا صاحب آپ نے یہ کیا غضب کیا کہ باغی ختم نبوت اور دشمن رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی مدعو کیا ہے اور مجھے بھی! اور کہا "میں جاتا ہوں میں ایسی محفل میں ایک لحہ بھی نہیں بیٹھ سکتا۔ حکیم نورالدین چور کی طرح فوراً حالات کو بھانپ گیا اور نو دو گیارہ ہوگیا۔ اس کے بعد میزبان نے علامہ اقبال سے معذرت کی اور کہا میں نے اسے کب بلایا تھا یہ تو خود ہی گھس آیا تھا۔

عزم بالجزم:

حضرت مفتی محمد یونس ایک جلسہ میں کھڑے ہوئے فرمایا حاضرین آپ گواہ رہیں کہ آج جب کہ رحمۃ اللعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کی حرمت وناموس کے تحفظ کے لئے مجلس عمل نے قوم سے قربانیاں طلب کی ہیں۔ میں اپنے آقا و مولیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی حرمت پر اپنا سب کچھ قربان کرنے کے لئے سب سے پہلے اپنے آپ کو پیش کر رہا ہوں۔ میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ اگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت اور ختم نبوت کے سلسلہ میں میرے جسم کا قیمہ بھی کر دیا گیا تو میرے جسم کی ایک ایک بوٹی سے ختم نبوت زندہ باد کی آواز بلند ہوگی۔

(تحریک ختم نبوت 1953ء صفحہ 416)

ہو حلقہ یاراں تو بریشم کی طرح نرم
رزم حق و باطل ہو تو فولاد ہے مومن

ختم نبوت کا ایک ننھا مجاھد:

1953ء کی تحریک ختم نبوت میں پولیس افسر کراچی میں ان لاریوں پر ڈیوٹی دیتے رہے جو کراچی

کے رضا کاروں کو لاری میں بھر بھر کر دور دراز سنسان علاقوں میں چھوڑ آتے تھے۔ ایک افسر پر تحریک میں شامل ہونے والے دس بارہ سال کی عمر کے ایک بچے کے پاکیزہ جذبات کا بڑا گہرا اثر تھا۔ اس واقعہ کا تذکرہ کرتے ہوئے پولیس افسر نے بتایا کہ آخر دم تک ختم نبوت زندہ باد کے نعرے لگا رہا تھا۔ جب رضا کاروں کو اتار کر لاری واپس ہونے لگی تو افسر مذکور جو خود بھی صاحب اولاد تھے۔ نے بچے کی طرف دیکھا۔ کہنے لگا آؤ بیٹا تم لاری میں سوار ہو جاؤ۔ بچے نے جواب دیا کیوں؟ افسر نے کہا تم بچے ہو اتنا لمبا سفر بھوک، پیاس، کیسے برداشت کر سکو گے، تھک جاؤ گے۔ آؤ ہم تمہیں شہر میں اتار دیں گے۔ بچے نے بڑی جرأت سے جواب دیا کہ میں تو قید ہونے کے لئے آیا تھا۔ میری اماں نے مجھے اجازت دی کہ جاؤ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے نام پر قربان ہو رہے ہیں، تم بھی جاؤ۔ میں تو اماں کی اجازت سے آیا ہوں مگر تم ہمیں قید نہیں ہونے دیتے اور شہر سے باہر چھوڑ کر جا رہے ہو۔ بچے نے بات ختم کرتے ہی پھر نعرہ لگایا۔ ''تاج و تخت ختم نبوت زندہ باد'' پولیس نے لاری ڈرائیور کو کہا چلو بھئی یہ بچہ نہیں مانتا۔

ابھی لاری چالیس گز چلی ہوگی کہ پولیس افسر کو پھر خیال آیا کہ معصوم بچہ اتنا طویل سفر کیسے کر سکے گا۔ انسانی ہمدردی، اسلامی ہمدردی یا پدرانہ شفقت کے جذبات نے پھر مجبور کیا۔ پولیس افسر نے لاری رکوا دی اور پیدل واپس آ کر بچے سے پھر کہا آؤ بیٹا ضد نہیں کیا کرتے۔ ساتھی رضا کاروں نے بھی بچے کو سمجھایا کہ بیٹا تم واپس چلے جاؤ، ہم تو تمہیں شہر ہی میں منع کرتے تھے مگر تم اچھل کر لاری میں سوار ہو گئے تھے۔ اب تم واپس چلے جاؤ۔ بچہ پھر بولا صاحب آپ زیادہ ایمان دار ہیں اور مجھے آپ کمزور سمجھتے ہیں۔ بہر حال وہ بچہ نہیں مانا۔

رشتہ نہ ہو قائم جو محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے وفا کا
پھر جینا بھی برباد ہے مرنا بھی اکارت

صبر و استقامت کا پہاڑ:

1953ء کی تحریک ختم نبوت میں حضرت مولانا ابوالحسنات قادری رحمۃ اللہ علیہ پہلی بار جیل گئے تھے۔ حضرت مولانا ایسا نازک اور نفیس مزاج بزرگ جسے لوگ دیکھنے کو ترستے ہوں، جن کے معتقدین کا اُن کی دکان پر تانتا بندھا رہے، جدھر آنکھ اُٹھے لوگ عقیدت سے جھک جائیں پہلی بار پکڑے گئے تھے اور سنگ آمد سخت آمد کے مصداق قید بھی ایسی جس کی میعاد کی کچھ خبر نہیں۔ اس پر ستم یہ کہ مولانا ابوالحسنات کا ایک ہی بیٹا جسے والدہ کی محبت بھری گود بھی بچپن ہی میں داغ مفارقت دے گئی، جسے حضرت مولانا نے بڑے لاڈ پیار سے خود ہی پالا پوسا ہو، اس جان سے پیارے لخت جگر اور اکلوتے جوان بیٹے کا کچھ پتہ نہیں کہ

شہید ہو گیا ہے، پکڑا گیا ہے تو کتنی قید ہوئی۔ ان کی آزمائش بھی ایسی سخت ہوئی کہ جسے معمولی انسان برداشت نہ کر سکے مگر مولانا کی پیشانی پر بل تک نہ آیا۔ ہم سوچتے ہیں کہ خلیل احمد زندہ بھی ہے یا نہیں مگر مولانا ابوالحسنات نہ گھبراتے نہ الگ بیٹھ کر آنسو بہاتے۔ اللہ جسے حوصلہ اور صبر عطا کرے۔ جیل خانہ فخر و غرور کا مقام نہیں۔ یہاں بڑے بڑوں کے پاؤں ڈگمگا جاتے ہیں۔ مولانا اکثر فرمایا کرتے تھے کہ جس کے نام پر آج تک روٹیاں توڑتے رہے اس کے نام کی لاج رکھنے کا وقت آیا تو اب گھبرانا کیا، نمک حرامی تو نہیں ہونا چاہئے۔ اللہ اللہ کس جرأت اور حوصلے کے علماء تھے۔ مولانا موصوف بڑے ہی صاف دل انسان تھے۔ آپ کے ساتھ آپ کے جیل کے ساتھی فرماتے ہیں۔

ایک روز ہم سب نے مشورہ کیا کہ ہم مولانا خلیل صاحب کے بارے میں صاف صاف بتا دیں کہ وہ آزمائش میں مبتلا ہے۔ ابھی کوئی معتبر اطلاع نہیں ہے۔ خدا کرے وہ زندہ ہوں۔ اس طرح کی گفتگو کر کے ہم مولانا کو حوصلہ دلائیں کہ موت کا وقت تو مقرر ہے۔ جسے مرنا ہے اسے کوئی روک نہیں سکتا وغیرہ وغیرہ۔ ان خیالات کو لئے ہم مولانا صاحب کی کوٹھری میں جا دھمکے اور باتوں باتوں میں لاہور کا ذکر کیا پھر خلیل صاحب کا تذکرہ آیا تو سوچی سمجھی سکیم کے مطابق ہم جب تسلی بخش الفاظ استعمال کر چکے تو مولانا موصوف نے نہایت آرام سے فرمایا کہ بھئی بات تو ٹھیک ہے۔ خلیل میرا اکلوتا بیٹا ہے اور مجھے اس سے بے پناہ محبت ہے۔ اس لئے کہ میں ہی اس کا باپ ہوں، اور میں نے ہی ماں بن کر اُسے پالا پوسا ہے۔ یوں بھی اولاد سے کسے محبت نہیں ہوتی مگر اس مقام پر صبر کے سوا اور ہو بھی کیا سکتا ہے۔ پھر اس نیک کام میں خلیل قربان بھی ہوتا ہے تو سعادت دارین ہے۔ وہ بھی تو ماؤں کے لخت جگر تھے جو سرکار مدینہ ﷺ کی آبرو میں شہید ہوئے۔ ان میں خلیل بھی ہے تو میرے لئے فخر کی بات ہے۔ اللہ ہماری حقیر قربانی کو قبول فرمائے۔ مولانا کا صبر اور بے نظیر حوصلہ و استقامت دیکھ کر ہمارے حوصلے دگنے ہو گئے اور حقیقت تو یہ ہے کہ اس روز کے بعد ہم سب مولانا کی اور زیادہ بے حد عزت کرنے لگے۔ ہمارے دوسرے بزرگ اور رفیق تو بارہا جیل بھگتے ہوئے تھے، انہیں تو اس قید و بند کو خندہ پیشانی سے کاٹ ہی لینا تھا مگر مولانا جنکی پہلی آزمائش تھی اگر گھبراتے یا پریشانی کا اظہار کرتے تو یہ فطرت کے تقاضوں کے عین مطابق تھا۔ مولانا کے دل میں دوہرا جذبہ تھا وہ عالم دین بھی تھے اور سید زادے بھی تھے۔ آقائے نامدار نبی کریم ﷺ کے ایک مخلص عالم دین کے فرائض بھی سامنے تھے اور یہ بات بھی تھی کہ ان کے نانا ﷺ کی آبرو خطرے میں تھی۔ یہ دوہرا جذبہ کارفرما تھا کہ مولانا ابوالحسنات آخر دم تک صحیح مقام تک ڈٹے رہے اور ان کے پاؤں میں لغزش نہیں آئی۔ اللہ جسے توفیق دے۔

(چراغ ختم نبوت 1953، صفحہ 293-295)

چراغ جلنے لگے زیست کے اندھیروں میں
یہ کس کے روئے درخشاں کا ذکر آیا تھا

خواجہ قمر الدین سیالوی رحمۃ اللہ علیہ کی للکار:

1953ء کی تحریک ختم نبوت میں برکت علی اسلامیہ ہال میں بلائے گئے تمام مکاتب فکر کے کنونشن میں پیکر جرأت وغیرت قمر الملت خواجہ قمر الدین سیالوی رحمۃ اللہ علیہ نے انتہائی جذباتی انداز میں تقریر کرتے ہوئے فرمایا۔

''قادیانیوں کا مسئلہ باتوں سے حل نہیں ہوگا، آپ مجھے حکم دیں میں قادیانیوں سے نپٹ لوں گا۔ اور چند روز میں ربوہ کو صفحہ ہستی سے مٹادوں گا۔''

(تعارف علمائے اہلسنت، مولانا محمد صدیق ہزاروی)

حاجی غلام مصطفی مانک رحمۃ اللہ علیہ صاحب:

ضلع سکھر میں حاجی غلام مصطفیٰ مانک صاحب رحمۃ اللہ علیہ بڑے عظیم عاشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم تھے۔ وہ چنیوٹ کانفرنس کے ایک اجلاس کی صدارت بھی کر چکے ہیں۔

حاجی صاحب کے ہاں ایک قادیانی آیا۔ اس نے آقائے نامدار صلی اللہ علیہ وسلم کی گستاخی کا ارتکاب کیا۔ آپ کو طیش آگیا۔ چھری لی اور اس کا کام تمام کردیا۔ اس کی زبان نکالی، ٹکڑے بھی کرتے جاتے تھے اور کہتے جاتے تھے کہ بدبخت اس زبان سے تو نے میرے آقا ومولیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین کا ارتکاب کیا تھا۔ جس دن اُن کو گرفتار کر کے گھر سے تھانہ کرونڈی لے جارہے تھے، اسی پہلی رات آقائے نامدار صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک سیدزادی کو خواب میں زیارت ہوئی۔ آپ نے فرمایا بیٹی کل شہر جیل میں میرا مہمان آرہا ہے۔ جس کا خیال رکھنا۔ چنانچہ معلوم کر کے اس بی بی نے کھانا اور دیگر ضروریات کا اہتمام کیا۔

سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کا پیر مہر علی شاہ گولڑوی رحمۃ اللہ علیہ کو حکم:

حضرت پیر مہر علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ

''حضور خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے خواب میں حکم فرمایا کہ مرزا غلام احمد قادیانی غلط تاویل کی قینچی سے میری احادیث کے ٹکڑے ٹکڑے کر رہا ہے اور تم خاموش بیٹھے ہو۔''

(ملفوظات طیبہ 126 تا 127)

چنانچہ پیر مہر علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ فتنہ قادیانیت کی سرکوبی کے لئے میدان میں نکل آئے اور مسلمانوں کو

اس فتنہ کی شرانگیزیوں سے آگاہ کیا۔ آپ کی اس فتنہ کے خلاف دن رات کوششوں سے بدحواس ہوکر قادیانی جماعت کے ایک وفد نے حضرت پیر مہر علی شاہ گولڑوی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوکر کہا کہ آپ مرزا قادیانی سے مباہلہ کریں۔ ایک اندھے اور ایک لنگڑے کے حق میں آپ دعا کریں۔ دوسرے اندھے اور لنگڑے کے حق میں مرزا قادیانی دعا کرے جس کی دعا سے اندھا اور لنگڑا ٹھیک ہو جائیں۔ وہ سچا ہے۔ اس طرح حق و باطل کا فیصلہ ہو جائے گا۔ سید پیر مہر علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ نے جواب دیا کہ یہ بھی منظور ہے۔ اور جاؤ مرزا قادیانی سے یہ بھی کہہ دو کہ اگر مردے بھی زندہ کرنے ہوں تو آجاؤ، مہر علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ مردے زندہ کرنے کے لئے بھی تیار ہے۔ سچ ہے کہ جو شخص حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ختم نبوت کے تحفظ کے لئے کام کرتا ہے اس کی پشت پر نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ہاتھ ہوتا ہے۔ قادیانی وفد یہ جواب پاکر واپس چلا گیا اور کچھ پتہ نہ چلا کہ مرزا قادیانی اور ان کے حواری کہاں ہیں۔

باطل کو چیلنج:

حضرت پیر سید مہر علی شاہ گولڑوی رحمۃ اللہ علیہ نے مرزا قادیانی کو چیلنج کرتے ہوئے کہا

"حسب وعدہ شاہی مسجد میں آؤ، ہم دونوں اس کے مینار پر چڑھ کر چھلانگ لگاتے ہیں۔ جو سچا ہوگا وہ بچ جائے گا جو کاذب ہوگا، مرجائے گا۔ مرزا قادیانی نے جواب میں اس طرح چپ سادھی گویا دنیا سے رخصت ہو گیا ہے۔"

عزت رسول صلی اللہ علیہ وسلم:

خطیب ختم نبوت صاحب زادہ فیض الحسن شاہ رحمۃ اللہ علیہ نے ملت اسلامیہ کی سوئی ہوئی غیرت کو جھنجھوڑتے ہوئے کہا۔

"جو جناب خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کی ختم نبوت کی حفاظت نہیں کرسکتا وہ اپنی ماں، بہن کی عزت کی بھی حفاظت نہیں کرسکتا۔"

حق گوئی و بیباکی:

نبی آخر الزماں صلی اللہ علیہ وسلم کی ختم نبوت پر ڈاکہ زنی ہوتے ہوئے دیکھ کر اعلیٰ حضرت مولانا احمد رضا خان بریلوی رحمۃ اللہ علیہ تڑپ اٹھے اور مسلمانوں کو مرزائی نبوت کے زہر سے بچانے کے لئے انگریز کے ظلم و بربریت کے دور میں علم حق بلند کرتے ہوئے اور شمع جرأت جلاتے ہوئے مندرجہ ذیل فتویٰ دیا۔ جس کا حرف حرف قادیانیت کے سومنات کے لئے گرز محمود غزنوی رحمۃ اللہ علیہ ہے۔ قادیانیوں کے کفریہ عقائد کی بنا پر اعلیٰ حضرت احمد رضا خان بریلوی رحمۃ اللہ علیہ نے مرزائی اور مرزائی نوازوں کے بارے میں فتویٰ دیا کہ

''قادیانی مرتد، منافق ہیں، مرتد منافق وہی کہ کلمہ اسلام اب بھی پڑھتا ہے۔ اپنے آپ کو مسلمان بھی کہتا ہے اور پھر اللہ عزوجل یا رسول اللہ ﷺ یا کسی نبی کی توہین کرتا یا ضروریات دین میں سے کسی شے کا منکر ہے اس کا ذبیح محض نجس، مردار حرام قطعی ہے، مسلمانوں کے بائیکاٹ کے سبب قادیانی کو مظلوم سمجھنے والا اور اس سے میل جول چھوڑنے کو ظلم و ناحق سمجھنے والا اسلام سے خارج ہے اور جو کافر کو کافر نہ کہے وہ بھی کافر۔''

(احکام شریعت، صفحہ 112 تا 122، 177، اعلیٰ حضرت احمد رضا خان بریلوی رحمۃ اللہ علیہ)

مزید فرمایا کہ

''اس صورت میں فرض قطعی ہے کہ تمام مسلمان موت وحیات کے سب علاقے ان سے قطع کر دیں۔ بیمار پڑے پوچھنے کو جانا حرام، مر جائے تو اس کے جنازے پر جانا حرام اسے مسلمانوں کے گورستان میں دفن کرنا حرام، اس کی قبر پر جانا حرام۔''

(فتاویٰ رضویہ صفحہ 51، جلد 6، مولانا احمد رضا خان بریلوی رحمۃ اللہ علیہ)

جاؤ حضور ﷺ کی عزت پر قربان ہو جاؤ:

1953ء کی تحریک ختم نبوت میں ایک عورت اپنے بیٹے کی برات لے کر دہلی دروازہ کی جانب آرہی تھی، سامنے سے تڑ تڑ کی آواز آئی معلوم کرنے پر پتہ چلا کہ آقائے نامدار ﷺ کی عزت وناموس کے لئے لوگ سینہ تانے بٹن کھول کر گولیاں کھا رہے ہیں۔ تو برات کو معذرت کر کے رخصت کر دیا۔ بیٹے کو بلا کر کہا کہ بیٹا آج کے دن کے لئے میں نے تمہیں جنا تھا۔ جاؤ آقا ﷺ کی عزت پر قربان ہو کر دودھ بخشوا جاؤ۔ میں تمہاری شادی اس دنیا میں نہیں بلکہ آخرت میں کروں گی اور تمہاری برات میں آقائے نامدار ﷺ کو مدعو کروں گی۔ جاؤ پروانہ وار شہید ہو جاؤ تاکہ میں فخر کر سکوں کہ میں بھی شہید کی ماں ہوں۔ بیٹا ایسا سعادت مند تھا کہ تحریک میں ماں کے حکم پر آقائے نامدار ﷺ کی عزت کے لئے شہید ہو گیا۔ جب لاش لائی گئی تو گولی کا کوئی نشان پشت پر نہ تھا۔ سب سینہ پر گولیاں کھائیں۔ فرحمۃ اللہ رحمۃ واسعۃ۔

1953ء کی تحریک ختم نبوت میں ایک طالب علم ہاتھ میں کتابیں لئے کالج جا رہا تھا۔ سامنے تحریک کے لوگوں پر گولیاں چل رہی تھیں۔ کتابیں رکھ کر جلوس کی طرف بڑھا کسی نے پوچھا یہ کیا۔ جواب میں کہا کہ آج تک پڑھتا رہا ہوں، آج عمل کرنے جا رہا ہوں۔ جاتے ہی ران پر گولی لگی، گر گیا پولیس والے نے آکر اٹھایا تو شیر کی طرح گرجدار آواز میں کہا کہ گولی ران پر کیوں ماری ہے۔ عشق

مصطفیٰ ﷺ تو دل میں ہے یہاں دل پر گولی مارو تاکہ قلب و جگر کو سکون ملے۔ اسی تحریک ختم نبوت میں ایک مسلمان دیوانہ وار ختم نبوت زندہ باد کے لاہور کی سڑکوں پر نعرے لگا رہا تھا۔ پولیس والے نے پکڑ کر تھپڑ مارا۔ اس پر اس نے پھر ختم نبوت زندہ باد کا نعرہ لگایا۔ پولیس والے نے بندوق کا بٹ مارا اس نے پھر نعرہ لگایا۔ وہ مارتے رہے۔ یہ نعرہ لگاتا رہا۔ اسے اٹھا کر گاڑی میں ڈالا یہ زخموں سے چور چور پھر بھی ختم نبوت زندہ باد کے نعرے لگاتا رہا۔ اسے گاڑی سے اتارا گیا تو بھی وہ نعرہ لگاتا رہا۔ اسے فوجی عدالت میں لایا گیا۔ اس نے عدالت میں آتے ہی ختم نبوت کا نعرہ لگایا۔ فوجی نے کہا ایک سال سزا، اس نے سال کی سزا سن کر پھر ختم نبوت کا نعرہ لگایا، اس نے سزا دو سال کر دی، اس نے پھر نعرہ لگایا، غرضیکہ فوجی سزا بڑھاتا رہا اور یہ مسلمان نعرہ ختم نبوت بلند کرتا رہا۔ فوجی عدالت جب بیس سال پر پہنچی دیکھا کہ بیس سال کی سزا سن کر یہ پھر بھی نعرے سے باز نہیں آرہا تو فوجی عدالت نے کہا کہ باہر لے جا کر گولی ماردو، اس نے گولی کا نام سن کر دیوانہ وار رقص شروع کر دیا اور ہوا کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔ اے گنبدِ خضریٰ کی طرف جانے والی ہوا! میرے آقا ﷺ کو میرا آخری سلام کہنا، اور کہنا کہ مقتل میں آپ کا غلام کہہ رہا تھا ختم نبوت زندہ باد۔

اور اس فلک شگاف ترانہ سے ایمان پر وجد آفریں کیفیت طاری کر دی۔ یہ حالت دیکھ کر عدالت نے کہا کہ رہا کر دو کہ یہ دیوانہ ہے۔ اس نے رہائی کا حکم سن کر پھر نعرہ لگایا ختم نبوت زندہ باد۔

(قارئین کرام! میں لکھتے ہوئے نعرہ لگاتا ہوں اور آپ پڑھتے ہوئے نعرہ لگائیں)

ختم نبوت زندہ باد ختم نبوت زندہ باد ختم نبوت زندہ باد

تحریک ختم نبوت 1953ء میں دہلی دروازہ لاہور کے باہر صبح سے عصر تک جلوس نکلتے رہے، لوگ دیوانہ وار سینوں پر گولیاں کھا کر آقائے نامدار ﷺ کی عزت و ناموس پر جان قربان کرتے رہے۔ عصر کے بعد جب جلوس نکلنے بند ہو گئے تو ایک اسی سالہ بوڑھا اپنے معصوم پانچ سالہ بچے کو کندھے پر اٹھا کر لایا۔ باپ نے ختم نبوت کا نعرہ لگایا معصوم بچے نے جو باپ سے سبق پڑھا تھا اس کے مطابق زندہ باد کہا۔ دو گولیاں آئیں اسی سالہ بوڑھے باپ اور پانچ سالہ معصوم بچے کے سینہ سے شائیں کر کے گزر گئیں۔ دونوں شہید ہو گئے مگر تاریخ میں ایک نئے باب کا اضافہ کر گئے کہ اگر آقائے نامدار ﷺ کی عزت و ناموس پر مشکل وقت آئے تو مسلمان قوم کے اسی سالہ بوڑھے خمیدہ کمر سے لے کر 5 سالہ معصوم بچے تک سب جان دے کر اپنے پیارے آقا ﷺ کی عزت و ناموس کا تحفظ کرتے ہیں۔

معلوم ہوا کہ اسی تحریک میں کرفیو لگ گیا۔ اذان کے وقت ایک مسلمان کرفیو کی خلاف ورزی کر کے آگے بڑھا مسجد میں پہنچ کر اذان دی۔ ابھی اللہ اکبر کہہ پایا تھا کہ گولی لگی ڈھیر ہو گیا۔ دوسرا مسلمان

آگے بڑھا۔ اس نے اشہد ان لا الہ الا اللہ کہا تھا کہ گولی لگی ڈھیر ہو گیا۔ تیسرا مسلمان آگے بڑھا ان کی لاشوں پر کھڑا ہو کر اشہد ان محمد رسول اللہ کہا کہ گولی لگی ڈھیر ہو گیا۔ چوتھا آدمی بڑھا تینوں کی لاشوں پر کھڑا ہو کر کہا حی علی الصلوٰۃ کہ گولی لگی ڈھیر ہو گیا۔ پانچواں مسلمان بڑھا۔ غرضیکہ باری باری نو مسلمان شہید ہو گئے مگر اذان پوری کر کے چھوڑی۔ خدا رحمت کند ایں عاشقان پاک طینت را۔

مہمان رسول ﷺ... دعوت خدا...:

مولانا خلیل احمد قادری رحمۃ اللہ علیہ مجاہد اسلام مولانا ابوالحسنات سید محمد احمد قادری رحمۃ اللہ علیہ کے فرزند ارجمند تھے۔ 1953ء کی تحریک ختم نبوت میں آپ نے جو مجاہدانہ کردار ادا کیا اس سے مجاہدین جنگ یمامہ کی یاد تازہ ہو گئی۔ وفائے محبوب ﷺ کے جرم میں آپ کو سزائے موت دی گئی جب یہ خبر آپ کے والد گرامی تک پہنچی جو کراچی جیل میں دیگر علماء کرام کے ساتھ قید و بند کی صعوبتیں برداشت کر رہے تھے تو بہادر بیٹے کے بہادر باپ نے فوراً سجدہ میں سر رکھ دیا اور فرمایا۔

''میرے اللہ! ناموس رسالت ﷺ پر ایک خلیل تو کیا میرے ہزاروں فرزند بھی ہوں تو اسوۂ شبیری پر عمل کرتے ہوئے سب کو قربان کر دوں۔''

مولانا خلیل احمد قادری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ دوران قید اندھیری کوٹھڑی میں میرے سامنے زہریلا سانپ چھوڑا گیا، نماز پڑھنے سے روکا گیا۔ سارا سارا دن کھڑا رکھا گیا۔ کئی کئی دن کھانا نہ دیا گیا۔ دوران تفتیش گالیوں سے نوازا گیا۔ بھوک اور پیاس کی شدت سے میرے سینے سے درد اٹھتا اسی لمحہ میں خیال آیا کہ یہاں بھوکا مر رہا ہوں گھر میں ہوتا تو اپنی پسند کے کھانے کھاتا لیکن دوسرے ہی لمحے ضمیر نے ملامت کی اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی قربانیوں کا نقشہ آنکھوں کے سامنے آ گیا۔ میں نے سر بسجود ہو کر توبہ کی لیکن خدا کی قدرت دیکھئے کہ اندھیرے میں ایک ہاتھ آگے بڑھا اور آواز آئی ''شاہ جی یہ لے لو'' ایک لفافہ مجھے دیا گیا جس میں کچھ پھل اور مٹھائی تھی میں حیران رہ گیا کہ اتنے سخت پہروں کے باوجود یہ سب کچھ مجھ تک کیسے پہنچ گیا لیکن میرے دل کو یہ یقین ہو گیا کہ یہ غیبی دعوت جناب خاتم النبیین ﷺ کے صدقہ میں ملی ہے۔ وہ پھل اور مٹھائی تین روز تک میں استعمال کرتا رہا۔

مولانا عبدالستار نیازی رحمۃ اللہ علیہ کی گرفتاری اور پھانسی کی سزا:

آپ کا پروگرام تھا کہ قصور سے بس کے ذریعے اسمبلی گیٹ تک پہنچ جائیں اور اسمبلی میں تقریر کر کے ممبران اسمبلی کو تحریک کے بارے میں مکمل تفصیلات سے آگاہ کر دیں۔ لیکن قصور میں آپ جن لوگوں

کے پاس ٹھہرے ہوئے تھے، انہوں نے غداری کرتے ہوئے ملٹری کو بتادیا۔ آپ صبح کی نماز کی تیاری کر رہے تھے کہ اپنے ایک کارکن مولوی محمد بشیر مجاہد کے ہمراہ گرفتار کر لئے گئے۔

قصور سے گرفتار کر کے آپ کو لاہور شاہی قلعہ لایا گیا۔ یہاں سے بیانات لینے کے بعد 16 اپریل کو آپ جیل منتقل کر دیئے گئے اور آپ کو چارج شیٹ دے دی گئی۔ ملٹری کورٹ میں کیس چلا، جو 17 اپریل کو شروع ہوا اور مئی تک چلتا رہا۔

7 مئی کی صبح کو سپیشل ملٹری کورٹ کا ایک آفیسر اور ایک کیپٹن آپ کو بلا کر ایک کمرے میں لے گئے جہاں قتل کے 9 (نو) اور ملزم بھی تھے مگر ڈی۔ ایس پی فردوس شاہ کے قتل کا کیس ثابت نہ ہو سکا اور آپ کو بری کر دیا گیا۔

دوسرا کیس بغاوت کا تھا جس میں آپ کو سزائے موت کا حکم سنایا گیا جو اس طرح تھا

You will be hanged by neck Till you are Dead.

"تمہاری گردن پھانسی کے پھندے میں اس وقت تک لٹکائی جائے گی جب تک تمہاری موت نہ واقع ہو جائے"

آرڈر سناتے ہوئے افسر نے کہا

Please sign it.

اس پر دستخط کر دیجئے۔

علامہ نیازی:

I will sign it when i will kiss the rob.

(میں جب پھانسی کے پھندے کو بوسہ دوں گا اس وقت اس پر دستخط کروں گا۔)

افسر:

You will have sign it.

علامہ نیازی:

I am already told you that i will sign it when i kiss the rob.

"میں تمہیں پہلے ہی بتا چکا ہوں کہ جس وقت پھانسی کے پھندے کو بوسہ دوں گا اس وقت دستخط کروں گا۔ میں جیل میں ہوں اور آپ کے پنجوں میں ہوں، مجھے لے جاؤ اور پھانسی دے دو"

افسر:

Mr. Niazi our officers will enquire from us whether you were serve with the notice in death warrant.

''مسٹر نیازی! ہمارے آفیسر ہم سے پوچھیں گے کہ تم نے نوٹس دے دیا ہے یا نہیں تو میں کیا جواب دوں گا۔''

مولانا نیازی:

If you so fear from your officers well i sign it for you.

''اگر آپ کو اپنے افسران ہی کا خوف ہے تو آپ کی خاطر اس پر دستخط کیے دیتا ہوں''

چنانچہ آپ نے بڑے اطمینان سے اس پر دستخط کر دیئے۔ افسر نے آپ کی ہمت کے بارے میں پوچھا تو آپ نے فرمایا۔

''تم میری (Moral) کے بارے میں پوچھتے ہو تو وہ تو آسمانوں سے بھی بلند ہے، تم اس کا اندازہ نہیں کر سکتے۔''

افسر کے جانے کے بعد آپ کمرے میں اکیلے رہ گئے تو تائید ایزدی سے آپ کو سورۂ ملک کی یہ آیت یاد آ گئی۔ ''خلق الموت والحیوۃ لیبلوکم ایکم احسن عملا'' آپ نے اس آیت سے یہ تاثر لیا کہ موت وحیات کا خالق صرف اللہ تعالیٰ ہے۔ یہ لوگ میری زندگی کا سلسلہ منقطع نہیں کر سکتے۔ اگر اس مقصد کے لئے جان بھی جائے تو اس سے بڑی زندگی کیا ہو سکتی ہے۔

ایک لمحہ کے لئے آپ پر خوف کا حملہ ہوا لیکن فوراً زبان پر یہ شعر آ گیا۔

کشتگان خنجر تسلیم را
ہر زماں از غیب جان دیگر است

آپ وجد کی حالت میں یہ شعر بار بار پڑھتے اور جھومتے۔ اسی عالم میں آپ کمرے سے باہر آ گئے تو ڈپٹی سپرنٹنڈنٹ جیل مہر محمد حیات نے یہ خیال کیا کہ ملٹری کورٹ نے آپ کو بری کر دیا ہے۔ چنانچہ اس نے کہا

''نیازی صاحب، آپ کو مبارک ہو، آپ بری ہو گئے''

آپ نے فرمایا ''میں اس سے بھی آگے نکل گیا ہوں۔''

اس نے کہا ''کیا مطلب''

آپ نے فرمایا۔ ''اب انشاء اللہ! حضور پاک ﷺ کے غلاموں اور عاشقوں کی فہرست میں میرا نام بھی شامل ہوگا۔''

وہ پھر بھی نہ سمجھا تو آپ نے فرمایا۔ ''میں کامیاب ہو گیا۔''

آپ کی سزائے موت کی خبر جنگل کی آگ کی طرح پورے ملک میں پھیل گئی۔ ادھر جیل میں قیدی تک آپ کو دیکھ کر روتے تھے۔ جب آپ کو پھانسی کی کوٹھڑی میں لے کر جایا گیا تو آپ نے لوگوں کو اطمینان دلایا اور فرمایا کہ کتنے عاشقان رسول صلی اللہ علیہ وسلم جام شہادت نوش کر رہے ہیں۔ اگر میں بھی اس نیک مقصد کے لئے جان دے دوں تو میری یہ خوش قسمتی ہوگی۔

حضرت مولانا نیازی رحمۃ اللہ علیہ سات دن اور آٹھ راتیں پھانسی کی کوٹھڑی میں رہے اور 14 مئی کو آپ کی سزائے موت عمر قید میں تبدیل کر دی گئی اور پھر مئی 1955 کو آپ کو باعزت طور پر بری کر دیا گیا۔

ہر حال میں حق بات کا اظہار کریں گے
منبر نہیں ہوگا تو سر دار کریں گے
جب تک بھی دہن میں ہے زبان سینے میں دل ہے
کاذب کی نبوت کا ہم انکار کریں گے

مولانا فرماتے ہیں۔

''جب تحریک ختم نبوت کے مقدمہ کے بعد میری رہائی ہوئی تو پریس والوں نے میری عمر پوچھی اس پر میں نے کہا تھا کہ ''میری عمر وہ سات دن اور آٹھ راتیں ہیں جو میں نے ناموس مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے تحفظ کی خاطر پھانسی کی کوٹھڑی میں گزار دی ہیں۔ کیونکہ یہی میری زندگی ہے اور باقی شرمندگی۔ مجھے اپنی اس زندگی پر ناز ہے۔''

پھولوں کی بارش:

عظیم مجاہد ختم نبوت اور بلوچستان اسمبلی کے ڈپٹی سپیکر مولانا سید شمس الدین کو قادیانیوں نے ایک بھیانک سازش کے تحت شہید کروادیا۔ اس شہید مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے جسم اطہر سے بہنے والا خون جن افراد کے ہاتھوں کو لگ گیا ان کے ہاتھوں سے کئی دن خوشبو آتی رہی اور جب انہیں دفن کر دیا گیا تو یکا یک آسمان سے پھول برسنے لگے۔ لوگوں نے سمجھا کہ شاید قریبی باغ سے ہوا کے ساتھ بادام کے درختوں کے پھول اڑ کر آرہے ہیں لیکن جب ان پھولوں کا موازنہ کیا گیا تو یہ قطعی مختلف تھے۔ لوگوں نے اسے شہید کی کرامت قرار دیا۔

خواجہ حسن نظامی رحمۃ اللہ علیہ کی للکار:

میں تمہارے امیر مرزا محمود احمد کو دعوت دیتا ہوں کہ وہ اجمیر شریف میں آئے میں بھی دہلی سے

وہاں حاضر ہو جاؤں گا۔ آستانہ خواجہ غریب نواز کی مسجد میں مرزا میرے ساتھ کھڑا ہو اور اپنی باطنی قوت کے تمام حربے مجھ پر آزمائے اور جب وہ اپنی ساری کرامت آزما چکے تو مجھ کو اجازت دی جائے کہ میں صرف یہ کہوں۔

"اے خدا! اس صاحب مزار کی حقانیت کے اپنی صداقت کو ظاہر کر اور ہم دونوں میں سے جو جھوٹا ہو اس کو اسی وقت اور اسی لمحہ ہلاک کر دے۔۔۔"

اور اس کے بعد مرزا محمود کو اجازت دی جائے کہ وہ اپنے الفاظ میں جو دعا چاہے کرے۔ ایک گھنٹہ کی مدت مقرر کی جائے۔ یعنی دونوں آدمیوں میں سے ایک پر ایک گھنٹہ کے اندر اس دعا پر اثر ظاہر ہونا چاہئے۔ مرزا دیکھ لے گا کہ قدرت کیا تماشا دکھاتی ہے۔ کون مرتا ہے اور کون زندہ رہتا ہے۔

مردانگی ہے۔۔۔ صداقت ہے تو آؤ اس آزمائش گاہ کی سیر کرو جہاں ایک گھنٹہ کے اندر سب کچھ نظر آجائے گا۔ ڈرو مت۔ میرے پاس اڑنے والا زہریا گیس نہ ہوگی۔ نہ میں تم کو دیکھوں گا جس سے تم کو اندیشہ ہو کہ مسمریزم یا ہپناٹائزم کے ذریعہ مار ڈالا۔ میں تم سے دس قدم کے فاصلہ پر تمہاری طرف سے منہ پھیر کر گنبد خواجہ کی جانب رخ کر کے کھڑا رہوں گا۔

اگر تم کو یہ مباہلہ منظور ہو تو ربیع الاوّل 1336ھ کی چھٹی تاریخ کو اپنے حواریوں کو لے کر اجمیر شریف آجاؤ اور مسجد میں پوری جماعت کے ساتھ آؤ اور میں بالکل اکیلا آؤں گا۔ مسجد میں بھی میرے پاس کسی دوسرے کو کھڑے ہونے کی اجازت نہ ہوگی تاکہ تم کو اندیشہ نہ ہو کہ میرے آدمی تم پر حملہ کر کے مار ڈالیں گے۔

گورنمنٹ سے اجازت لینا اور انتظام کرنا یہ سب تمہارے ذمہ ہوگا اور تم کو باضابطہ ایک تحریر دینی پڑے گی کہ اگر میں آج مر گیا تو میرے وارث حسن نظامی پر خون کا دعویٰ نہ کریں گے، نہ سرکار کو اس میں دخل دینے کا اختیار ہوگا۔ ایسی ہی تحریر میں بھی اپنے وارثوں سے سرکار میں داخل کرا دوں گا۔

دیکھو! بہت آسان بحث ہے۔ بہت جلدی ہندوستان کی ایک مصیبت ختم ہو جائے گی جو تمہارے وجود سے پیدا ہو گئی ہے۔ اس میں دریغ نہ کرو۔ ایسا موقع قسمت سے آیا کرتا ہے۔ دیر نہ کرو اور فوراً اس دعوت کو قبول کر لو۔

جب تم اس ارادہ سے اجمیر شریف آؤ تو اپنی والدہ صاحبہ سے دودھ بخشوا کر آنا اور ریلوے کمپنی سے ایک گاڑی کا بندوبست کرا لینا جس میں تمہاری لاش قادیاں روانہ ہو سکے اور نیز اپنی اہلیہ صاحبہ سے مہر بھی معاف کرا لینا اور قادیاں کو والد کی قبر سمیت ذرا غور سے دیکھ آنا کہ پھر تم کو زندگی میں وہ در و دیوار دیکھنے نصیب نہ ہوں گے۔ اور ضرورت ہے کہ وصیت نامہ بھی مکمل کر دینا اور جانشین کے مسئلہ کو بھی

کر کے آنا۔ یہ میں اس واسطے کہتا ہوں کہ مجھے اپنے برحق ہونے اور تمہارے مرنے کا پورا یقین ہے۔ اس کے علاوہ کچھ اور وجوہات بھی ہیں جن کو میں جانتا ہوں اور میرا قبول کر لینے والا اور میری بات کی لاج رکھنے والا خدا جانتا ہے، جن کو بیان کرنا تمہاری طرح خودستائی کرنا ہے۔

اس پیام جنگ کا جلدی چاہنے والا

حسن نظامی

(نظام المشائخ)

قادیانیت سے نجات:

مولانا عتیق الرحمٰن چنیوٹی مرحوم فرمایا کرتے تھے۔ میں نے خواب میں دیکھا کہ میں قادیان میں مرزائی مرکز سے نکل کر بازار میں چوک کی طرف جا رہا ہوں۔ چوک میں لوگ کھڑے ہیں جیسے مداری کا تماشہ دیکھ رہے ہوں۔ میں جب اس حلقہ میں پہنچا تو دیکھا لوگوں کے درمیان چند شخص کھڑے ہیں جن کے جسم انسانوں کے اور منہ کتوں جیسے ہیں اور وہ آسمان کی طرف منہ اٹھا کر رونے کی انداز میں چیخ رہے ہیں۔ میں نے پوچھا یہ کون ہیں؟ کسی نے کہا یہ مرزا غلام احمد کے مرید ہیں۔ فوراً ڈر کر جاگ گیا۔ پھر توبہ کی اور اعلاناً مسلمان ہو گیا۔

جب تک جان باقی ہے:

پھانسی کے تختوں پر گولیوں کی بوچھاڑ میں ہتھکڑیوں کی جھنکار میں جیلوں کی تنگ و تاریک کوٹھڑیوں میں جب تک جان باقی ہے اور منہ میں زبان ہے یہی مطالبہ کئے جائیں گے کہ مرزائیوں کو اقلیت قرار دو اور ظفر اللہ کو وزارت سے اتار دو۔ (خطاب: صاحبزادہ سیف فیض الحسن شاہ صاحب m)

وہی دہر میں راز نظام دل سمجھتے ہیں
جو تیرے عشق کو کونین کا حاصل سمجھتے ہیں

ہم کیوں برداشت کریں؟

اگر امریکہ میں ابراہم لنکن کی توہین کی اجازت نہیں دی جا سکتی۔ اگر روس میں اسٹالن کی توہین کی اجازت نہیں دی جا سکتی، اگر انگلستان میں شاہ جارج کی توہین کی اجازت نہیں دی جا سکتی تو پاکستان میں کملی والے ﷺ کی توہین کی اجازت کیوں دی جا رہی ہے؟ دنیا کے کسی ملک میں کسی خطہ میں کوئی اپنے قائد، اپنے امام، اپنے مقتداء، اپنے رہنما کی تذلیل برداشت نہیں کر سکتا تو ہم محمد عربی ﷺ کی تذلیل ہوتے دیکھ کر کیوں کر برداشت کر لیں۔

(خطاب: صاحبزادہ سید فیض الحسن شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ)

مرزائیت دور ہو گی سنت صدیق رضی اللہ عنہ سے
یہ فتنہ آخر دور ہوگا قتلِ زندیق سے

میں تیار ہوں:

اگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی عزت وناموس پر کٹ مرنا ''تخریب'' ہے۔ اگر ملت اسلامیہ کو ایک مفتری اور کاذب کی دست برد سے محفوظ رکھنے کی کوشش کرنا ''فساد'' ہے۔ اگر پاکستان کی وحدت ویکجہتی کو برقرار رکھنے کے لئے حکومت کو آئین کے سانپوں سے آگاہ کرنا ''فتنہ'' ہے۔ اگر حصول کشمیر کے لئے ایک ایسے وزیر خارجہ کی برطرفی کا مطالبہ کرنا جس پر قوم کے کسی بھی صحیح العقیدہ فرد کا اعتماد نہیں رہا ''افتراق'' ہے تو بخدا میں ''تخریب پسند'' ہوں اور مجھے اس ''فتنہ وفساد'' اور ''افتراق ونفاق'' پر بے پناہ فخر ہے۔ حتیٰ کہ اگر اس نصب العین کی خاطر مجھے تختہ دار پر بھی لٹکا دیا جائے تو میں اس سے دست بردار ہونے کو تیار نہیں ہوں۔ (خطاب، مولانا اختر علی خان رحمۃ اللہ علیہ)

محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت پہ جان دے کر
شفاعتِ روز جزا چاہتے ہیں

پنجاب یونیورسٹی اور مرزائی:

علامہ اقبال نور اللہ مرقدہ نے مرزائیوں کی دونوں شاخوں کو خارج از اسلام قرار دے کر انجمن حمایت اسلام کے دروازے ان پر بند کر دیئے۔ مرزائی لاہوری ہو یا قادیانی، انجمن کا ممبر نہیں ہوسکتا تھا۔ اس واقعے کی پوری تفصیلات انجمن کے تحریری ریکارڈ میں موجود ہیں۔ اس کے ایک عینی گواہ لاہور کے سب سے بڑے شہری میاں امیر الدین بفضل تعالیٰ بقید حیات ہیں، یونیورسٹی کی انتظامیہ کے رکن بھی ہیں۔ ان سے یہ معلوم کیا جاسکتا ہے کہ علامہ اقبال انجمن کی جنرل کونسل کے اجلاس عام کی صدارت فرمانے لگے تو آپ نے سب سے پہلے کھڑے ہو کر اعلان فرمایا کہ مسلمانوں کی انجمن کا کوئی مرزائی (لاہوری یا قادیانی) ممبر نہیں ہوسکتا۔ مرزا غلام احمد کے متبعین کی یہ دونوں جماعتیں خارج از اسلام ہیں۔ اس وقت ڈاکٹر مرزا یعقوب بیگ کرسی صدارت کے عین سامنے بیٹھا تھا۔ اس کے ساتھ ہی میاں امیر الدین فروکش تھے۔ حضرت علامہ نے ڈاکٹر کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا کہ مجھے صدر رکھنا ہے تو اس شخص کو نکال دو۔ ڈاکٹر مرزا یعقوب بیگ لاہوری جماعت کا پیروکار تھا۔ حضرت علامہ کے اس اعلان سے تھرا گیا، کانپ اٹھا، جز بز ہوا۔ کچھ کہنا چاہا۔ حتیٰ کہ اس کا رنگ فق ہو گیا۔ حضرت علامہ مصر رہے کہ اس

شخص کو یہاں سے جانا ہوگا۔ چنانچہ ڈاکٹر مرزا یعقوب بیگ، بیک بینی دو گوش نکال دیا گیا۔ انسکی طبیعت پر اس اخراج کا یہ اثر ہوا کہ بے حواس ہو گیا۔ دو چار دن ہی میں مرض الموت نے آلیا اور اس مقدمہ کی تاب نہ لا کر واصل جہنم ہو گیا۔

دشمن احمد پہ شدت کیجئے
ملحدوں کی کیا مروت کیجئے

حضور داتا صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے مجھے خواب میں مسلمان کر لیا:

میرا نام رشید احمد خالد ہے۔ میں قادیانی گھرانے میں پیدا ہوا۔ قادیان کی کفریہ اور غلیظ فضا میں آنکھ کھولی۔ باپ سے مرزا قادیانی کے عقائد باطلہ اور خرافات وراثت میں حاصل کیں اور بالغ ہونے پر ایک کٹر اور متعصب قادیانی تھا۔ میں نے مرزائیت کا لٹریچر خوب پڑھا اور قادیانیت کے بارے میں اچھی خاصی معلومات حاصل کر لیں۔ پاکستان بننے کے بعد میں دارالکفر ربوہ منتقل ہو گیا۔ یہاں میں نے بڑے زور و شور سے قادیانیت کا پرچار شروع کر دیا۔ میری خدمات کو دیکھتے ہوئے مجھے مرزا ناصر کے ذاتی سٹاف میں شامل کر لیا گیا۔

وقت گزرتا گیا اور میں کفر و الحاد کی دلدل میں پھنستا گیا۔ لیکن ایک اہم نکتہ بیان کرتا جاؤں جس نے میری کایا پلٹ دی کہ قادیانی ہونے کے باوجود مجھے حضرت داتا علی ہجویری رحمۃ اللہ علیہ سے بے پناہ عقیدت تھی اور میں اکثر ان کے مزار اطہر پر حاضری دیا کرتا تھا۔ آج سے تقریباً تین سال پہلے مجھے درد گردہ شروع ہو گیا۔ بڑے بڑے قادیانی ڈاکٹروں سے علاج کروایا لیکن تکلیف بڑھتی گئی۔ اس پریشانی کے عالم میں ایک رات سو گیا لیکن میرے بخت جاگ اٹھے۔ خواب میں مجھے حضرت داتا علی ہجویری رحمۃ اللہ علیہ کی زیارت نصیب ہوئی۔ انہوں نے پوچھا ''کیوں پریشان ہو؟'' میں نے نہایت مؤدبانہ انداز میں جواب دیا ''درد گردہ نے ناک میں دم کر رکھا تھا۔'' حضرت نے دعا کی اور جب میں خواب سے بیدار ہوا تو درد گردہ سے مکمل نجات پا چکا تھا۔

ایک رات پھر مجھے حضرت داتا علی ہجویری رحمۃ اللہ علیہ کی خواب میں زیارت نصیب ہوئی۔ حضرت نے پوچھا ''کیوں پریشان ہو؟'' میں نے جواباً عرض کیا، بچوں کے کچھ معاملات ہیں۔ اس سلسلے میں بڑا فکرمند ہوں۔ حضرت نے دعا فرمائی اور میری وہ مشکلات بھی چند دنوں میں حل ہو گئیں۔ ایک رات پھر مجھے حضرت کی زیارت نصیب ہوئی اور حضرت نے مجھے حکم دیا کہ مرزائیت پر لعنت بھیج کر مسلمان ہو جا۔

صبح بیدار ہوا تو میں نے مسلمان ہونے کا اعلان کر دیا اور میرے ساتھ میرے بیوی بچے بھی مرزا قادیانی پر لعنت بھیج کر مسلمان ہو گئے۔ ہمارے مسلمان ہونے کی خبر رائل فیملی میں برق بن کر گری اور جھوٹی نبوت کے ایوانوں میں ہلچل مچ گئی۔ قادیانی میری جان لینے کے در پے ہو گئے۔ قادیانی قواعد کے مطابق پہلے لالچ دیا گیا، میں نے انکار کر دیا۔ پھر دھمکایا گیا، خوفناک مستقبل کی پیشگوئیاں کی گئیں لیکن میں نے نبوت کے ان قذاقوں سے ببانگ دہل کہہ دیا یہ گردن کوئی کفر کی گردن نہیں، جو جھک جائے۔ اب اس جسم میں جناب خاتم النبیین ﷺ کی محبت سے بھرا ہوا خون دوڑتا ہے۔ یہ گردن کٹ تو سکتی ہے جھک نہیں سکتی اور میں نے نبوت کے لٹیروں کو للکار کے یہ بھی کہہ دیا میں ربوہ نہیں چھوڑوں گا اور یہیں ختم نبوت کا مورچہ قائم کر کے تمہاری جعلی نبوت کا پول کھولوں گا۔ گھر کا بھیدی ہونے کے ناطے تمہارے سیاہ کرتوتوں سے لوگوں کو آگاہ کروں گا۔ میری کھری کھری باتیں سن کر قادیانیوں کے تن بدن میں آگ لگ گئی اور ایک رات جب میں چنیوٹ سے گھر واپس ربوہ آ رہا تھا تو راستے میں مجھ پر فائرنگ کی گئی لیکن جسے اللہ رکھے اسے کون چکھے۔ میں صاف بچ گیا۔ تھانے میں میں نے ابتدائی رپورٹ درج کروادی اور ان کے خلاف تھوڑی بہت کاروائی بھی ہوئی۔

قابل صد احترام جناب رشید احمد خالد صاحب نے نہایت جذباتی انداز میں کہا کہ میں نے اب قادیانیوں کو واشگاف الفاظ میں کہہ دیا ہے میری ایک جان کیا، اگر رب العزت مجھے ہزار جانیں بھی عطا کرے تو میں آمنہ کے لال ﷺ کی ختم نبوت پر نچھاور کر دوں گا لیکن تمہاری انگریزی نبوت کا تعاقب کرنا نہیں چھوڑوں گا۔

انہوں نے بتایا کیونکہ میں قادیانیوں کا تربیت یافتہ آدمی تھا اور ان کے کفر کے داؤ پیچ اچھی طرح سمجھتا ہوں۔ لہٰذا اب میں ان کے لئے بہت خطرناک ثابت ہو رہا ہوں۔ انہوں نے خداوند کریم کا شکریہ ادا کرتے ہوئے کہا کہ اب تک میں تینتیس قادیانیوں کو اسلام قبول کروا چکا ہوں اور انشاء اللہ زندگی کی آخری سانس تک ہر قادیانی تک جناب خاتم النبیین ﷺ کا پیغام پہنچاتا رہوں گا۔

ایک مجاھد کی للکار:

ربوہ کے ہائی سکول میں ہمارا دوست قمر الزماں فاروقی مسلمان طلبہ میں زبردست قسم کا مرد مجاہد تھا۔ تھیالوجی کے استاد اسلم منگلا کے ساتھ ایک بار اس نے ایسی ٹکر لی کہ منگلا سمیت پوری کالج انتظامیہ کے چھکے چھڑا دیئے۔ اسلم منگلا قرآن پاک کی تفسیر پڑھا رہا تھا۔ اس نے حسب عادت مرزائی خلیفہ مرزا محمود کا ترجمہ پڑھانا شروع کر دیا۔ قمر الزماں نے کھڑے ہو کر کہا۔

"میں ایک مسلمان کی حیثیت سے ایک غیر مسلم شخص کو قرآن کا غلط ترجمہ کرنے کی اجازت نہیں دے سکتا۔"

اسلم منگلا کا چہرہ غصے سے لال بھبوکا ہو گیا۔ اُس نے کلاس چھوڑ دی اور شکایت کرنے چودھری محمد علی کے پاس جا پہنچا۔ یہ ان دنوں کی بات ہے جب مرزائی کافر قرار دیئے جا چکے تھے اور ربوہ کھلا شہر بن چکا تھا۔ پرنسپل نے فوری طور پر قمر کو اپنے دفتر میں طلب کر لیا اور کہا۔

"قمر الزماں تم نے اسلم منگلا سے گستاخی کی ہے لہٰذا معافی مانگو۔"

قمر نے کہا۔

"گستاخی میں نے نہیں اسلم منگلا نے کی ہے، قرآن پاک کے معانی تبدیل کرنے کے جرم پر وہ معافی مانگے۔"

چودھری محمد علی نے یہ جواب سنا تو گرجدار آواز میں کہا۔

"لڑکے اپنی آواز بند کرو، تمہیں معلوم نہیں تم کیا کہہ رہے ہو۔"

قمر نے کہا:

"سر! آپ میری آواز بند نہیں کر سکتے، ہماری آواز کی گرج آپ سے کہیں زیادہ ہے اور اس گرج سے مرزائی عورتوں کے حمل گر جایا کرتے ہیں۔ بطور استاد اسلم منگلا کا احترام لازم سہی لیکن قرآن پاک کا غلط ترجمہ کرنے والا کسی احترام کا مستحق نہیں۔"

چودھری محمد علی صاحب غصے سے کانپ رہے تھے۔ کمرے میں خاموشی تھی، کچھ دیر بعد انہوں نے قمر کو سرزنش کرتے ہوئے کہا۔

"تمہیں شاید علم نہیں کہ میں تمہیں کالج سے تین سال کے لئے نکال سکتا ہوں۔ اگر ایسا کر دیا گیا تو تمہیں کسی کالج میں داخلہ نہیں مل سکے گا۔"

قمر نے پھر بھرپور وار کیا اور کہا۔

"سر! ہم مسلمان اور قرآن کے محافظ ہیں اگر کسی نے اس کے الفاظ و معانی میں کوئی تحریف کی تو ہم اس کی کھال اتار سکتے ہیں۔ آپ کو بھی شاید اس بات کا علم نہیں۔"

پرنسپل کے کمرے میں موجود دیگر اساتذہ نے قمر کو چپ کرانے کی کوشش کی تو وہ اور بھڑک اٹھا اور کہا:

"پرنسپل صاحب! آپ اگر مجھے اس مقدس جرم کی پاداش میں کالج بدر کر دیں گے تو یہ میری خوش نصیبی ہو گی۔ لیکن یاد رکھیں، اگر آپ کے کسی استاد نے قرآن حکیم کے ترجمے میں کوئی تبدیلی کی تو میں آپ سمیت سب کو الٹا لٹکا دوں گا۔ آپ کو اپنے "نبی" کی نبوت،

سنت اور تفاسیر پر بڑا مان ہے تو ہم بھی اپنے پیارے کالی کملی والے صلی اللہ علیہ وسلم کے غلام ہیں، ہمیں روباہی نہیں آتی۔"

پرنسپل اور اسلم منگلا دونوں چپ تھے انہیں کچھ سمجھ نہیں آرہا تھا۔ قدرے توقف کے بعد فون اٹھاتے ہوئے پرنسپل نے کہا۔

"میں پولیس کو بلاتا ہوں تا کہ وہ اس نعرے باز لڑکے کو جیل میں بند کرے۔"

قمر پھر گرجا اور کہا۔

"بے شک بلائیں پولیس کو، دیکھتے ہیں سلاخوں کے پیچھے کون جاتا ہے میں یا آپ۔"

اب جبکہ کوئی بات کارگر ثابت نہ ہوئی تو پرنسپل نے ایس ایم شاہد کو بلوایا کہ وہ قمر کو سمجھائیں۔ جیسا کہ پہلے لکھا جا چکا ہے کہ ایس ایم شاہد ہمیشہ پل کا کردار ادا کرتے تھے۔ انہوں نے قمر کو یقین دلایا کہ آئندہ کلاس میں مرزائی تفاسیر سے کوئی ترجمہ نہیں کیا جائے گا۔ تب جا کر معاملہ ٹھنڈا ہوا۔

قمر الزمان ہمارے دوستوں میں سب سے زیادہ نڈر اور دلیر تھا۔ اس نے شورش کاشمیری کی تحریر اور تقاریر پڑھ اور سن رکھی تھی وہ اسی انداز میں مرزائیوں کے "لتے" لیا کرتا تھا۔ اس نے ذاتی مصروفیات کی بنا پر یونین کے الیکشن میں حصہ نہیں لیا ورنہ مرزائیوں کی عقل ٹھکانے لگ جاتی۔ یونین کے الیکشن کے دوران مرزائیوں کو یہ دھڑکا ہی لگا رہا کہ قمر الزماں کہیں مسلمان طلبہ کا امیدوار نہ بن جائے۔

(احمقوں کی جنت صفحہ 165، مصنف جی آر اعوان)

پاکستان، قادیانی اور بھٹو (مرحوم):

قادیانی مسئلہ یہ ایک مسئلہ تھا، جس پر بھٹو صاحب نے کئی بار کچھ نہ کچھ کہا ایک دفعہ کہنے لگے، رفیع یہ لوگ چاہتے ہیں کہ ہم ان کو پاکستان میں وہ مرتبہ دیں جو یہودیوں کو امریکہ میں حاصل ہے۔ یعنی ہماری پالیسی ان کی مرضی کے مطابق چلے۔

ایک بار انہوں نے کہا کہ قومی اسمبلی نے ان کو غیر مسلم قرار دیا ہے۔ اس میں میرا کیا قصور ہے؟ ایک دن اچانک مجھ سے پوچھا کہ کرنل رفیع، کیا قادیانی آج کل یہ کہہ رہے ہیں کہ میری موجودہ مصیبتیں ان کے خلیفہ کی بددعا کا نتیجہ ہیں کہ میں کال کوٹھڑی میں پڑا ہوں؟ ایک مرتبہ کہنے لگے کہ بھئی اگر ان کے اعتقاد کو دیکھا جائے تو وہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو آخری نبی ہی نہیں مانتے اور اگر وہ مجھے اپنے آپ کو غیر مسلم قرار دینے کا ذمہ دار ٹھہراتے ہیں تو کوئی بات نہیں۔ پھر کہنے لگے میں تو بڑا گنہگار ہوں اور کیا معلوم کہ میرا یہ عمل ہی میرے گناہوں کی تلافی کر جائے اور اللہ تعالیٰ میرے تمام گناہ اس نیک عمل کی بدولت معاف

کردے بھٹو صاحب کی باتوں سے میں یہ اندازہ لگایا کرتا تھا کہ شاید انہیں گناہ وغیرہ کا کوئی خاص احساس نہ تھا لیکن اس دن مجھے محسوس ہوا کہ معاملہ اس کے برعکس ہے۔

(بھٹو کے آخری 323 دن۔از کرنل رفیع الدین)

نیک سیرت ڈی سی:

1953ء کی تحریک ختم نبوت کا جب آغاز ہوا۔ یہی میری زندگی کا وہ موڑ تھا جب مجھے قادیانیت کی اصلیت سے شناسائی ہوئی۔ اور ہم نے فتنہ قادیانیت کے خلاف اعلان جہاد کر دیا۔ ختم نبوت کے عنوان سے جلسے ہوتے۔ میانوالی اور گردونواح میں ہم نے اس سلسلہ کو مربوط اور منظم کر دیا۔ ضلع انتظامیہ نے دفعہ 144 نافذ کر دیا۔ یہ ضلع میانوالی کا پہلا دفعہ 144 تھا ہم نے یہ دفعہ توڑا۔ جیل گئے۔ جیل میں DC ہمیں ملنے آیا اور اس نے ہمیں کہا کہ ہماری بات مان جاؤ۔ ہم تمہیں ابھی رہا کر دیتے ہیں۔ ہم نے کہا کہ ہم رہائی نہیں چاہتے قادیانی کے پلید وجود کی تلفی چاہتے ہیں۔ اگر ہمیں رہا کر دیا تو باہر جا کر بھی پھر دفعہ 144 توڑیں گے۔ ہمارا ساتھی ایک مولوی رمضان دلیر اور صاحب بصیرت انسان تھا۔ اس نے ہمارا ساتھ دیا ہم نے اپنے اس مؤقف پر استقامت اختیار کر لی۔ ڈی سی گولڑہ شریف سے مرید تھا اس نے کہا ”تم توڑو یا نہ توڑو چلو باہر جاؤ میں ختم نبوت کے مسئلہ میں قادیانیوں کا طرفدار کیوں بنوں۔“ (ماہنامہ ”سوئے حجاز“ مئی جون 2002ء انٹرویو صوفی ایاز صاحب)

رہائی نہیں اسیری چاہئے:

ہم تین ماہ تک قید و بند سے لذت اندوز ہوتے رہے۔ اس گرفتاری اور جیل کے اندر جو لطف تھا وہ کسی آزادی میں حاصل نہیں ہوا۔ مجھے میرے ایک دوست نے میری مرضی کے بغیر خود ہی اپنے طور پر کوشش کر کے رہا کرا دیا جبکہ میرے دوسرے کئی ساتھی میری رہائی کے پندرہ بیس روز بعد بھی جیل میں رہے۔ اپنی رہائی پر خوشی کے بجائے مجھے دکھ ہوا اور میں نے اپنے اس ساتھی سے تلخ کلامی کی کہ میں کسی دنیاداری کے حوالے سے تو جیل نہیں گیا تھا کہ تو نے ضمانت پر رہا کروایا ہے۔ میں تو حضور ﷺ کی عظمت کے سلسلے میں جیل گیا تھا۔ یہ شرمندگی کا باعث نہیں بلکہ الحمدللہ عزت اور وقار کا باعث ہے۔

(ماہنامہ ”سوئے حجاز“ مئی جون 2002ء انٹرویو صوفی ایاز صاحب)

خوشاب میں مجاہدین ختم نبوت اٹھے تو قادیانی امپائر کو نکال دیا:

28 جنوری (خوشاب) 18واں آل پاکستان ہاکی ٹورنامنٹ خوشاب میں پاکستان ٹیلی ویژن

اور جناح ہاکی کلب خوشاب (المعروف شبان ختم نبوت ہاکی کلب) کے درمیان مقابلہ ہوا۔ میچ شروع ہونے سے پہلے ایک "ظفر" نامی قادیانی امپائر کو میچ کی امپائرنگ کے لئے مقرر کیا گیا لیکن شبان ختم نبوت کلب نے جس کی رہنمائی خان عبدالستار خان بلوچ کر رہے تھے، قادیانی امپائر کے زیر سایہ میچ کھیلنے سے انکار کر دیا جس کی وجہ سے چیف آرگنائزنگ سیکرٹری نے مجبور ہو کر امپائر کی تبدیلی کے آرڈر دے دیئے اور قادیانی امپائر فوری طور پر منہ لٹکائے ہوئے گراؤنڈ سے باہر نکل گیا۔

بڑے بے آبرو ہو کر تیرے کوچے سے ہم نکلے

ارشد کمال قادیانی کی شادی میں بھگدڑ مچ گئی:

وقوعہ کے مطابق ارشد کمال کی شادی کارڈ پر (بسم اللہ الرحمٰن الرحیم) سورۂ نمل کی آیت لکھی گئی تھی۔ شبان ختم نبوت خوشاب نے کارڈ کی اطلاع ملتے ہی ہنگامی اجلاس طلب کر لیا اور ارشد کمال کے خلاف رپورٹ درج کرنے کا پروگرام بنایا۔ سیکرٹری جنرل شبان ختم نبوت حافظ امتیاز الحسن (ایم۔اے، بی ایڈ) اور ایس ایچ او کے درمیان اس سلسلہ میں طویل مذاکرات ہوئے۔ ایس ایچ او تھانہ اس جواز کے تحت پرچہ درج کرنے سے ہچکچاتے رہے کہ "بسم اللہ" آیات قرآنی میں شامل نہیں ہے۔ بالآخر حافظ امتیاز الحسن نے قرآن مجید کھول کر ایس ایچ او کی تسلی کروا دی جس پر ارشد کمال کے خلاف پرچہ درج ہو گیا۔ ایس ایچ او نے رپٹ کی درخواست شبان ختم نبوت کے مرکزی دفتر میں خود آ کر وصول کی اور فوری طور پر دولہا کو گرفتار کرنے کے احکامات صادر کر دیے۔ پولیس کے پہنچنے سے پہلے ہی دولہا بارات چھوڑ کر بھاگ گیا اور شہر ہی سے فرار ہو گیا۔

مسلمانوں سے خوفزدہ قادیانی:

ضلع کچہری جوہر آباد میں آئے دن "قادیانی" اور "شبان ختم نبوت کے رضا کار" ایک دوسرے کے روبرو ہوتے رہتے ہیں۔ سولہ جنوری کو ایک کیس کی تاریخ کے سلسلے میں بیسیوں رضا کاروں کے ایک قافلہ کا قادیانیوں سے سامنا ہوا۔ شبان ختم نبوت کے قافلہ کی رہنمائی ڈویژنل صدر قاری سعید احمد اسد کر رہے تھے۔ آج کل قادیانیوں کے خلاف شبان کے رضا کاروں کی شہادتوں کا سلسلہ جاری ہے۔ خوشاب کے قادیانی، شبان ختم نبوت سے ازحد خوفزدہ ہیں کیونکہ 16 جنوری کو شبان کے سابقہ صدر ارشد ضیغم کو قادیانی لیڈر عطاء اللہ پٹواری نے درخواست پیش کی کہ وہ خوشاب کی ختم نبوت کے سرپرست جناب قاری سعید احمد اسد سے ملاقات کرنا چاہتے ہیں اور قادیانی مذہب پر تفصیلی بحث کرنا چاہتے ہیں۔ قادیانیوں کے لیڈر نے کہا کہ ان کو جان کا تحفظ دیا جائے تو وہ کسی بھی مقام پر قاری سعید احمد اسد سے

مناظرہ کرنے کے لئے تیار ہیں۔ مولانا قاری سعید احمد نے مناظرہ اور مباحثہ کا چیلنج فوراً قبول کر لیا اور قادیانیوں کے لیڈر کو جواباً مباہلہ کا چیلنج بھی کر دیا۔ علاوہ ازیں قاری صاحب نے ایک بیان میں بتایا کہ اب قادیانی جماعت خوشاب میں بہت کمزور ہو چکی ہے۔ اور وہ مسلمانوں سے خوفزدہ ہیں۔

مرزائی رقاصائیں:

محلہ بوبیانوالہ خوشاب میں ایک مرزائی نواز کی ''رسم مہندی'' میں تین قادیانی رقاصاؤں کو بلایا گیا جو مسلسل دو گھنٹوں سے رقص کر رہی تھیں کہ شبان ختم نبوت کے رضا کاروں کو اطلاع مل گئی اور انہوں نے مرزائی نواز کے گھر کے دروازے پر جا کر ''مرزائی نواز مردہ باد'' اور ''مرزائی کتے ہائے ہائے'' کے نعرے لگائے۔ نعروں کی آواز سنتے ہی تینوں قادیانی رقاصائیں مکان کی عقبی کھڑکی سے فرار ہو گئیں۔ واضح رہے کہ یہاں خوشاب کی قادیانی عورتیں رقص کے سلسلہ میں ضلع بھر میں مشہور ہیں اور لوگ انہیں اپنی تقریبات میں رقص کے لئے مدعو کرتے رہتے ہیں۔

انعام:

ساجد اعوان ایبٹ آباد کے عظیم مجاہد ختم نبوت ہیں۔ اللہ پاک نے انہیں عشق رسول ﷺ کی لازوال دولت سے مالا مال کر رکھا ہے۔ انہوں نے اپنی پوری زندگی تحفظ ختم نبوت کے نام کر رکھی ہے۔ ان کی ایک کتاب ''تحفظ ناموس رسالت اور گستاخِ رسول کی سزا'' منظرِ عام پر آچکی ہے۔

ساجد اعوان کہتے ہیں کہ جب میں نے یہ کتاب لکھنا شروع کی تو ایک رات میرے سوئے ہوئے بخت جاگ اٹھے۔ میں نے عالم خواب میں دیکھا کہ میں مسجد نبوی ﷺ شریف کی سیر کر رہا ہوں۔ جی بھر کر مسجد نبوی شریف کی زیارت کی، پھر روضہ رسول ﷺ پر حاضر ہوا۔ مزار رسول ﷺ کی خوب خوب زیارت کی اور قلب و نظر کی تسکین کا سامان کیا۔ آنکھ کھلی تو پورے وجود میں ایک مہک تھی۔ طبیعت میں ایک عجیب فرحت تھی۔ اس خواب سے کئی دن مجھ پر ایک کیف و سرور کی کیفیت رہی۔

خنزیروں کی پٹائی:

محمد سلیم ساقی ایک صاحب درد نوجوان ہیں۔ سید الکائنات جناب محمد مصطفیٰ ﷺ سے محبت اور قادیانیت سے شدید نفرت ان کی زندگی کے دو روشن پہلو ہیں۔ موصوف نے تحفظ ختم نبوت اور رد قادیانیت کے موضوعات پر کئی کتابچے تحریر کئے ہیں۔ ساقی صاحب کہتے ہیں کہ جب ابتداء میں، میں نے قادیانیت کے خلاف تحریری کام شروع کیا تو ایک رات مجھے خواب آیا کہ ایک سرسبز فصل میں بہت موٹے موٹے خنزیر پھر رہے ہیں اور وہ خنزیر بہت بری طرح اس فصل کو اجاڑ رہے ہیں۔ میں کئی فصل

کے بیچ میں کھڑا ہوں۔ ایک لمبا اور مضبوط ڈنڈا میرے ہاتھ میں ہے۔ میں اس ڈنڈے سے خنزیروں کو پیٹ رہا ہوں اور انہیں کھیت سے باہر نکالنے کی کوشش کر رہا ہوں۔ یہی منظر دیکھتے میری آنکھ کھل گئی۔ صبح اٹھ کر ایک بزرگ کی خدمت میں حاضر ہوا اور انہیں سارا خواب سنایا۔ انہوں نے فرمایا کہ وہ خنزیر قادیانی ہیں اور جس فصل کو وہ اجاڑ رہے ہیں، وہ اسلام کی فصل ہے۔ آپ کا ڈنڈے سے ان کی پٹائی کرنا اس بات کی دلیل ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ سے فتنہ قادیانیت کے خلاف کام لے رہا ہے۔

عقیدہ۔ حضرت آدم علیہ اسلام کو اللہ تعالیٰ نے بے ماں باپ کے مٹی سے پیدا کیا اور اپنا خلیفہ کیا اور تمام اسماء و مسمیات کا علم دیا۔ ملائکہ کو حکم دیا کہ ان کو سجدہ کریں سب نے سجدہ کیا۔ شیطان کی از قسم جن تھا مگر بہت بڑا عابد و زاہد تھا یہاں تک کہ گروہ ملائکہ میں اس کا شمار تھا انکار پیش آیا ہمیشہ کے لئے مردود ہوا۔ حضرت آدم علیہ السلام سے پہلے انسان کا وجود نہ تھا بلکہ سب انسان انہیں کی اولاد ہیں اسی وجہ سے انسان کو آدمی کہتے ہیں۔ یعنی اولاد آدم۔ اور حضرت آدم علیہ السلام کو ابوالبشر کہتے ہیں۔ یعنی سب انسانوں کے باپ۔

عقیدہ۔ سب میں پہلے نبی حضرت آدم علیہ السلام ہوئے اور سب میں پہلے رسول جو کفار پر بھیجے گئے حضرت نوح علیہ السلام ہیں۔ انہوں نے ساڑھے نو سو برس ہدایت فرمائی۔ ان کے زمانہ کے کفار بہت سخت تھے۔ ہر قسم کی تکلیفیں پہنچاتے استہزاء کرتے اتنے عرصہ میں گنتی کے لوگ مسلمان ہوئے باقیوں کو جب ملاحظہ فرمایا کہ ہرگز اصلاح پذیر نہیں ہٹ دھرمی اور کفر سے باز نہ آئیں گے۔ مجبور ہو کر اپنے رب کے حضور ان کے ہلاک کی دعا کی۔ طوفان آیا اور ساری زمین ڈوب گئی صرف وہ گنتی کے مسلمان اور ہر جانور کا یک ایک جوڑا جو کشتی میں لے لیا گیا تھا بچ گئے۔

عقیدہ۔ انبیاء کی کوئی تعداد معین کرنا جائز نہیں کہ خبریں اس باب میں مختلف ہیں اور تعداد معین پر ایمان رکھنے میں نبی کو نبوت سے خارج ماننے یا غیر نبی کو نبی جاننے کا احتمال ہے اور یہ دونوں باتیں کفر ہیں۔ لہٰذا یہ اعتقاد چاہئے کہ اللہ کے ہر نبی پر ہمارا ایمان ہے۔ (بہار شریعت)

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان بریلوی رحمۃ اللہ علیہ

مرزا قادیانی اور اُس کے پیروکار کافر کیوں؟

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ وحدہ والصلاۃ والسلام علیٰ من لا نبی بعدہ وعلیٰ الہٖ وصحبہ المکرمین عندہ رب انی اعوذبک من ھمزت الشیطین واعوذ بک رب ان یحضرون

اللہ عزوجل دین حق پر استقامت عطا فرمائے اور ہر ضلال ووبال ونکال سے بچائے۔ قادیانی مرزا کو اپنے آپ کو مسیح ومثلِ مسیح کہنا تو شہرہ آفاق ہے اور بحکم آنکہ

عیب وے جملہ بگفتی ہنرش نیز بگو

فقیر کو بھی اس دعوے سے اتفاق ہے کہ مرزا کے مسیح ومثل مسیح ہونے میں اصلاً شک نہیں مگر لا واللہ نہ مسیح کلمۃ اللہ علیہ صلوات اللہ بلکہ مسیح دجال علیہ اللعن والنکال پہلے اس ادعائے کاذب کی نسبت سہارنپور سے سوال آیا تھا جس کا ایک مبسوط جواب ولد اعز فاضل نوجوان مولوی حامد رضا خان محمد حفظ اللہ تعالیٰ نے لکھا اور بنام تاریخی الصارم الربانی علی اسراف القادیانی مسمی کیا یہ رسالہ حامی سنن، ماحی فتن ندوہ شکن ندوی فگن مکرمنا قاضی عبدالوحید صاحب حنفی فردوسی حسین عن الفتن نے اپنے رسالہ مبارکہ تحفہ حنفیہ میں کہ عظیم آباد سے ماہوار شائع ہوتا ہے۔ طبع فرمادیا۔ بحمد اللہ تعالیٰ اس شہر میں مرزا کا فتنہ نہ آیا اور عزوجل قادر ہے کہ کبھی نہ لائے اس کی تحریرات یہاں نہیں ملتیں مجیب ہفتم نے جو اقوال ملعونہ اس کی کتابوں سے بہ نشان صفحات نقل کئے مثیل مسیح ہونے کے ادعا کو شناعت ونجاست میں اُن سے کچھ نسبت نہیں اُن میں صاف صاف انکار ضروریات دین اور بوجوہ کثیرہ کفر وارتداد مبین ہے۔ فقیر اُن میں سے بعض کی اجمالی تفصیل کرے۔

کفر اوّل:

مرزا کا ایک رسالہ ہے جس کا نام ازالہ اوہام ہے اس کے صفحہ 673 پر لکھتا ہے

''میں احمد ہوں جو آیت مبشرا برسول یاتی من بعدی اسمہ احمد میں مراد ہے۔

آیہ کریمہ کا مطلب یہ ہے کہ سیدنا مسیح ربانی عیسیٰ بن مریم روح اللہ علیہما الصلوٰۃ والسلام نے بنی اسرائیل سے فرمایا۔

کہ مجھے اللہ عزوجل نے تمہاری طرف رسول بنا کر بھیجا ہے۔ توریت کی تصدیق کرتا اور اُس رسول کی خوشخبری سناتا ہوا جو میرے بعد تشریف لانے والا ہے جس کا نام پاک احمد صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔

ازالہ کے قول ملعون مذکور میں صراحۃً ادعا ہوا کہ وہ رسول پاک کی جلوہ افروزی کا مژدہ حضرت مسیح لائے معاذ اللہ مرزا قادیانی ہے۔

کفر دوم:

توضیح مرام طبع ثانی صفحہ 9 پر لکھتا ہے کہ میں محدث ہوں اور محدث (1) بھی ایک معنی سے نبی ہوتا ہے۔

کفر سوم:

دافع البلاء مطبوعہ ریاض ہند صفحہ 9 پر لکھتا ہے۔

''سچا خدا وہی ہے جس نے قادیان میں اپنا رسول بھیجا۔''

کفر چہارم:

مجیب پنجم نے نقل کیا و نیز میگوید کہ خدا تعالیٰ نے براہین احمدیہ میں اس عاجز کا نام امتی بھی رکھا ہے۔ اور نبی بھی۔ ان اقوال خبیثہ میں اولاً کلام الٰہی کے معنی میں صریح تحریف کی کہ معاذ اللہ آیہ کریمہ میں شخص مراد ہے۔ نہ حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم۔ ثانیاً نبی اللہ و رسول اللہ و کلمۃ اللہ عیسیٰ روح اللہ علیہ السلام پر افترا

1:۔ لا الہ الا اللہ لقد کذب عدو اللہ ایھا المسلمون۔ سید المحدثین امیر المؤمنین حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ انہیں کے واسطے حدیث محدثین آئی انہیں کے صدقے میں ہم نے اُس پر اطلاع پائی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''قد کانا فیما مضی قبلکم من الامم اناس محدثون فان یکن فی امتی منھم احد فانہ عمر بن الخطاب'' اگلی امتوں میں کچھ لوگ محدث ہوتے تھے یعنی راست صادقہ و الہام حق والے اگر میری امت میں ان میں سے کوئی ہوگا تو وہ ضرور عمر رضی اللہ عنہ ہے۔'' رواہ احمد والبخاری عن ابی ھریرۃ و احمد و مسلم والترمذی والنسائی عن المؤمنین الصدیقۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہما ''فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے نبوت کے کوئی معنی نہ پائے صرف ارشاد آیا ''لو کان بعدی نبی لکان عمر بن الخطاب'' اگر میرے بعد کوئی نبی ہوسکتا تو عمر ہوتا۔'' رواہ احمد والترمذی والحکم من عقبہ بن عامر والطبرانی فی الکبیر عن عصمۃ بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہما'' مگر پنجاب کا محدث حادث کہ حقیقۃً نہ حدث ہے۔ نہ محدث ہے۔ یہ ضرور ایک معنی پر مبنی ہوگیا۔ الا لعنۃ اللہ علی الکذبین والعیاذ باللہ رب العلمین۔

کیا کہ وہ اس کی بشارت دینے کو اپنا تشریف لانا بیان فرماتے تھے۔ ثالثاً اللہ عزوجل پر افتراء کیا کہ اس نے عیسیٰ علیہ السلام کو اس شخص کی بشارت دینے کے لئے بھیجا۔ اور اللہ عزوجل فرماتا ہے۔

ان الذین یفترون علی اللہ الکذب لا یفلحون

بے شک جو لوگ اللہ عزوجل پر جھوٹ بہتان اٹھاتے ہیں فلاح نہ پائیں گے۔

اور فرماتا ہے۔

انما یفتری الکذب الذین لا یؤمنون

ایسے افترا وہی باندھتے ہیں جو بے ایمان کافر ہیں۔

رابعاً اپنی گھڑی ہوئی کتاب براہین غلامیہ کو اللہ عزوجل کا کلام ٹھہرایا کہ خدائے تعالیٰ نے براہین احمدیہ میں یوں فرمایا ہے اور اللہ عزوجل فرماتا ہے۔

فویل للذین یکتبون الکتب بایدیھم ثم یقولون ھذا من عندا للہ لیشترو بہ ثمناً قلیلا فویل لھم مما کتبت ایدیھم وویل لھم لھم مما یکسبون۔

خرابی ہے ان کے لئے جو اپنے ہاتھوں کتاب لکھیں پھر کہہ دیں یہ اللہ کے پاس سے ہے تاکہ اس کے بدلے کچھ ذلیل قیمت حاصل کریں سو خرابی ہے ان کے لئے ان کے ہاتھوں کے لکھے سے اور خرابی ہے اُن کے لئے اس کمائی سے۔

ان سب سے قطع نظر ان کلمات ملعونہ میں صراحۃً اپنے لئے نبوت و رسالت کا ادعائے قبیح ہے اور وہ باجماع قطعی کفر صریح ہے۔ فقیر نے رسالہ "جزاء اللہ عدوہ بابائہ ختم النبوت" خاص اسی مسئلے میں لکھا اور اس میں آیت قرآن عظیم اور ایک سو دس حدیثوں اور تیس نصوں کو جلوہ دیا اور ثابت کیا کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتم النبیین ماننا اُن کے زمانہ میں خواہ ان کے بعد کسی نبی جدید کو بعثت کو یقیناً قطعاً محال و باطل جاننا فرض اجل و جزء ایقان ہے۔

"ولکن رسول اللہ و خاتم النبیین" نص قطعی قرآن ہے اس کا منکر نہ منکر بلکہ شک کرنے والا نہ شاک کہ ادنیٰ ضعیف احتمال خفیف سے توہم خلاف رکھنے والا قطعاً اجماعاً کافر ملعون مخلد فی النیران ہے نہ ایسا کہ وہی کافر ہو بلکہ جو اس کے اس عقیدۂ ملعونہ پر مطلع ہو کر اسے کافر نہ جانے وہ بھی کافر ہونے میں شک و تردد کو راہ دے وہ بھی کافر بین الکفر جلی الکفران ہے۔ قول دوم و سوم میں شاید وہ یا اس کے اذناب آج کل کے بعض شیاطین سے سیکھ کر تاویل کی آڑ لیں کہ یہاں نبی و رسول سے معنی لغوی مراد ہیں یعنی خبردار یا خبر دہندہ اور فرستادہ مگر یہ ہوس ہے اولاً صریح لفظ میں تاویل نہیں سُنی جاتی۔ فتاویٰ خلاصہ و فصول عمادیہ و جامع الفصولین و فتاویٰ ہندیہ وغیرہا میں ہے۔

والفظ للعماوی قال قال انا رسول اللہ اوقال الفارسیۃ من پیغمبرم یرید بہ من پیغام فی برم یکفر

یعنی اگر کوئی اپنے آپ کو اللہ کا رسول کہے اور یا کہے میں پیغمبر ہوں اور مراد یہ لے کہ میں کسی کا پیغام پہنچانے والا ایلچی ہوں کافر ہو جائے گا۔

امام قاضی عیاض کتاب الشفاء فی تعریف حقوق المصطفی ﷺ میں فرماتے ہیں۔

قال احمد بن ابی سلیمٰن صاحب سحنون رحمهما الله تعالیٰ فی رجل قیل له لا وحق رسول الله قال فعل الله رسول الله کذا و کذا و ذکر کلا ما قبیحا فقیل له ما تقول یا عدو الله فی حق رسول الله قال فعل الله برسول الله کذا و کذا و ذکر کلا ما قبیحا فقیل له ما تقول یا عدو الله فی حق رسول الله فقال اشد من کلامه الاول ثم قال انما اردت برسول الله العقرب فقال ابن ابی سلیمٰن للذی ساله اشهد علیه و انا شریکك یرید فی قتله و ثواب ذلك قال حبیب بن الربیع لان ادعاء ه التاویل فی لفظ صراح لا یقبل

یعنی امام احمد بن ابی سلیمان تلمیذ ورفیق امام سحنون رحمہما اللہ تعالیٰ سے ایک مرد کی نسبت کسی نے پوچھا کہ اُس سے کہا گیا تھا رسول اللہ کے حق کی قسم اس نے کہا اللہ رسول اللہ کے ساتھ ایسا ایسا کرے اور ایک بدکلام ذکر کیا کہا گیا اے دشمنِ خدا تو رسول اللہ کے بارے میں کیا بکتا ہے تو اس سے بھی سخت تر لفظ بکا پھر بولا میں نے تو رسول اللہ سے بچھو مراد لیا تھا۔ امام ابن ابی سلیمان نے مستفتی سے فرمایا تم اس پر گواہ ہو جاؤ اور اُسے سزائے موت دلانے اور اس پر جو ثواب ملے گا اس میں میں تمہارا شریک ہوں یعنی تم حاکم شرع کے حضور اس پر شہادت دو اور میں بھی سعی کروں گا کہ ہم تم دونوں بحکم حاکم اسے سزائے موت دلانے کا ثوابِ عظیم پائیں۔ امام حبیب بن ربیع نے فرمایا یہ اس لئے کہ کھلے لفظ میں تاویل کا دعویٰ مسموع نہیں ہوتا۔

مولانا علی قاری شرح شفا میں فرماتے ہیں۔

ثم قال انما اردت برسول الله العقرب فانه ارسل من عند الحق وسلط علی الخلق تاویلا للرسالة العرفیة بالا راوة اللغویة وهو مردود عند القواعد الشرعیه۔

یعنی وہ جو اس مردود نے کہا کہ میں نے بچھو مراد لیا اس میں اس نے رسالت عرفی کو معنی لغوی کی طرف ڈھالا کہ بچھو کو بھی خدا ہی نے بھیجا اور خلق پر مسلط کیا ہے اور ایسی تاویل قواعد شرع کے نزدیک مردود ہے۔

علامہ شہاب خفاجی نسیم الریاض میں فرماتے ہیں۔

هذا حقيقة معنى الارسال وهذا مما لاشك فى معناه وانكاره مكابرة لكنه لا يقبل من قائله ادعاؤه انه مراده لبعده غاية البعد و صرف اللفظ عن ظاهره لا يقبل كما لو قالو انت طالق وقال ارادت محلولة غير مربوطة لا يلتفت لمثله ويعد هذيانا اه ملتقطا

یعنی یہ لغوی معنی جن کی طرف اُس نے ڈھال ضرور بلاشک حقیقی معنی ہیں اس کا انکار ہٹ دھرمی ہے بایں ہمہ قائل کا یہ ادعا مقبول نہیں کہ اس نے یہ معنی لغوی مراد لئے تھے اس لئے کہ یہ تاویل نہایت دُور از کار ہے۔ اور لفظ کا اُس کے معنی ظاہر سے پھیرنا مسموع نہیں ہوتا۔ جیسے کوئی اپنی عورت کو کہے تو طلاق ہے۔ اور کہے میں نے تو یہ مراد لیا تھا کہ تو کھلی ہوئی ہے بندھی نہیں (کہ لغت میں طلاق کشادہ کو کہتے ہیں) تو ایسی تاویل کی طرف التفات نہ ہوگا اور اُسے ہذیان سمجھا جائے گا۔

ثانیاً بالیقین ان الفاظ کو اپنے لئے مدح و فضل جانتا ہے نہ ایک ایسی عام بات کر

دندان تو جملہ در دہانند
چشماں تو زیر ابرو انند

کوئی عاقل بلکہ نیم پاگل بھی ایسی بات کو جو ہر انسان ہر بھنگی چمار بلکہ ہر جانور بلکہ ہر کافر مرتد میں موجود ہو محل مدح میں ذکر نہ کرے گا نہ اس میں اپنے لئے فضل و شرف جانے گا بھلا کہیں براہین غلامیہ میں یہ بھی لکھا کہ سچا خدا وہی ہے جس نے مرزا کی ناک میں دو نتھنے رکھے۔ مرزا کے کان میں دو گھونگے بنائے یا خدا نے براہین احمدیہ میں لکھا ہے کہ اس عاجز کی ناک ہونٹوں سے اُوپر اور بھوؤں کے نیچے ہے کیا ایسی بات لکھنے والا پورا مجنون پکا پاگل نہ کہلایا جائے گا اور شک نہیں کہ وہ معنی لغوی یعنی کسی چیز کی خبر رکھنا یا دنیا یا بھیجا ہوا ہونا ان مثالوں سے بھی زیادہ عام ہیں بہت جانوروں کے ناک، کان، بھویں اصلاً نہیں ہوتیں مگر خدا کے بھیجے ہوئے وہ بھی ہیں اللہ نے انھیں عدم سے وجود نہ کی پیٹھ سے مادہ کے پیٹ سے دُنیا کے میدان میں بھیجا جس طرح اس مردک خبیث نے بچھو کو رسول بمعنی لغوی بنایا

مولوی معنوی قدس سرہ القوی مثنوی شریف میں فرماتے ہیں۔

کل یوم ھو فی شانِ نجوان
مرد رابے کار و بے فعلے مداں
کمترین کارش کہ آں رب احد
روز سہ لشکر روانہ میکند
لشکرے زاصلاب سوئے امہات
تابروید در رحمہا شانِ نبات
لشکرے ازار حام سوئے خاکداں
تاز نر و مادہ پر گردد جہاں
لشکرے از خاکداں سوئے اجل
تابہ بیند ہر کسے حسنِ عمل

حق عزوجل فرماتا ہے۔

فارسلنا علیھم الطوفان والجراد والقمل والضفادع والدم

ہم نے فرعونیوں پر بھیجے طوفان اور ٹڈیاں اور جوئیں اور مینڈکیں اور خون۔

کیا مرزا ایسی ہی رسالت پر فخر رکھتا ہے جیسے ٹڈی اور مینڈک اور جوں اور گتے اور سوٗر سب کو شامل مانے لگا۔ ہر جانور بلکہ ہر حجر وشجر بہت علوم سے خبر دار رہے۔ اور ایک دوسرے کو خبر دینا بھی صحاح احادیث سے ثابت۔ حضرت مولوی قدس سرہ المعنوی اُن کی طرف سے فرماتے ہیں۔

ما سمیعیم و بصیریم وخوشیم
با شمانا محرماں ما خامشیم

اللہ عزوجل فرماتا ہے۔

وان من شیء الا یسبح بحمدہ ولکن لا تفقھون تسبیحھم

کوئی چیز ایسی نہیں جو اللہ کی حمد کے ساتھ اس کی تسبیح نہ کرتی ہو مگر ان کی تسبیح تمہاری سمجھ میں نہیں آتی۔

حدیث میں رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں۔

ما من شئی الا یعلم انی رسول اللہ الا کفرۃ الجن والانس

کوئی چیز ایسی نہیں جو مجھے اللہ کا رسول نہ جانتی ہو سوا کافر، جن اور آدمیوں کے

رواہ الطبرانی فی الکبیر عن یعلی بن مرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ وصححہ

خاتم الحافظ۔

حق سبحانہ وتعالیٰ فرماتا ہے۔

فمکث غیر بعید فقال احطت بما لم تحط به وجئتك من سبا بنبا یقین

کچھ دیر ٹھہر کر ہدہد بارگاہِ سلیمانی میں حاضر ہوا اور عرض کی کہ مجھے ایک بات وہ معلوم ہوئی ہے جس پر حضور کو اطلاع نہیں اور میں خدمتِ عالی میں ملک سبا سے ایک یقینی خبر لے کر حاضر ہوا ہوں۔

حدیث میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔

مامن صباح والارواح الا وبقاع الارض ینادی بعضها بعضا یا جارة هل مربك الیوم عبد صالح صلی علیك او ذکر الله فان قالت نعم رأت ان لها بذلك فضلا

کوئی صبح کوئی شام ایسی نہیں ہوتی کہ زمین کے ٹکڑے ایک دوسرے کو پکار کر نہ کہتے ہوں کہ اے ہمسائے آج تیری طرف کوئی نیک بندہ ہو کر نکلا جس نے تجھ پر نماز پڑھی یا ذکرِ الٰہی کیا اگر وہ ٹکڑا جواب دیتا ہے کہ ہاں تو وہ پوچھنے والا ٹکڑا اعتقاد کرتا ہے کہ اسے مجھ پر فضیلت ہے۔

رواہ الطبرانی فی الاوسط و ابو نعیم فی الحلیة عن انس رضی الله تعالیٰ عنه

تو خبر رکھنا خبر دینا سب کچھ ثابت ہے کیا مرزا ہر اینٹ پتھر ہر بُت پرست کافر ہر ریچھ، بندر، ہر کتے، ہر سؤر کو بھی اپنی طرح نبی و رسول کہے گا ہرگز نہیں تو صاف روشن ہوا کہ معنی لغوی ہرگز مراد نہیں بلکہ یقیناً وہی شرعی و عرفی رسالت و نبوت مقصود اور کفر و ارتداد یقینی قطعی موجود، وبعبارۃ اخرے معنی چار ہی قسم ہیں لغوی، شرعی، عرفی عام یا خاص۔ یہاں عرف عام تو بعینہ وہی معنی شرعی ہے جس پر کفر قطعاً حاصل اور ارادۂ لغوی کا ادعا یقیناً باطل اب یہی رہا کہ فریب دہی عوام کو یوں کہہ دے کہ میں نے اپنی خاص اصطلاح میں نبی و رسول کے معنی اور رکھے ہیں جن میں مجھے سگ وخوک سے امتیاز بھی ہے اور حضرات انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے وصفِ نبوت میں اشتراک بھی نہیں۔ مگر حاش للہ ایسا باطل ادعا اصلا شرعاً عقلاً عرفاً کسی طرح بادشت سے زیادہ وقعت نہیں رکھتا ایسی جگہ لغت و شرع و عرف عام سب سے الگ اپنی نئی اصلاح کا مدعی ہونا قابل قبول ہو تو کبھی کسی کافر کی کسی سخت سے بات پر گرفت نہ ہو سکے کوئی مجرم کسی معظم کی کیسی ہی شدید توہین کر کے مجرم نہ ٹھہر سکے کہ ہر ایک کو اختیار ہے کہ اپنی کسی اصطلاحِ خاص کا دعویٰ کر دے جس میں کفر و توہین کچھ نہ ہو۔ کیا زید کہہ سکتا ہے خدا دو ہیں۔ جب اس پر اعتراض ہو کہہ

دے میری اصطلاح میں ایک کو دو کہتے ہیں۔ کیا عمرو جنگل میں سؤر کو بھاگتا دیکھ کر کہہ سکتا ہے وہ قادیانی بھاگا جاتا ہے۔ جب کوئی مرزائی گرفت چاہے کہہ دے میری مراد وہ نہیں جو آپ سمجھے میری اصطلاح میں ہر بھگوڑے یا جنگلی کو قادیانی کہتے ہیں۔ اگر کہئے کوئی مناسبت بھی تو جواب دے کہ اصطلاح میں مناسبت شرط نہیں۔ لا مشاحة فی الاصطلاح آخر سب جگہ منقول ہی ہونا کیا ضرور لفظ مرتجل بھی ہوتا ہے جس میں معنی اول سے مناسبت اصلا منظور نہیں۔ معہذا قادی بمعنی جلدی کنندہ ہے یا جنگل سے آنے والا قاموس میں ہے قدت قادیة جاء قوم قد اقحموا من البادیة و الفرس قدیانا اسرع قادیان اس کی جمع اور قادیانی اُس کی طرف منسوب یعنی جلدی کرنے والوں میں یا جنگل سے آنے والوں کا ایک اس مناسبت سے میری اصطلاح میں ہر بھگوڑے جنگلی کا نام قادیانی ہوا کیا زید کی وہ تقریر کسی مسلمان یا عمرو کی یہ توجیہہ کسی مرزائی کو مقبول ہو سکتی ہے۔ حاشا وکلا کوئی عاقل ایسی بناوٹوں کو نہ مانے گا بلکہ اس پر کیا موقوف یوں اصطلاحِ خاص کا ادعا مسموع ہو جائے تو دین و دنیا کے تمام کارخانے درہم و برہم ہوں عورتیں شوہروں کے پاس سے نکل کر جس سے چاہیں نکاح کر لیں کہ ہم نے تو ایجاب وقبول نہ کیا تھا اجازت لیتے وقت ہاں کہا تھا ہماری اصطلاح (ہاں) بمعنی (ہوں) یعنی کلمہ زجر و انکار ہے۔ لوگ بیع نامے لکھ کر رجسٹری کرا کر جائدادیں چھین لیں کہ ہم نے تو بیع نہ کی تھی بیچنا لکھا تھا۔ ہماری اصطلاح میں عاریت یا اجارے کو بیچنا کہتے ہیں۔ الی غیر ذلک من فسادات لا تحصی تو ایسی جھوٹی تاویل والا خود اپنے معاملات میں اُسے نہ مانے گا کیا مسلمانوں کو زن و مال اللہ عزوجل و رسول ﷺ سے زیادہ پیارے ہیں کہ جورو اور جائداد کے باب میں تاویل وسنیں اور اللہ و رسول کے معاملے میں ایسی ناپاک بناوٹیں قبول کر لیں۔ لا الہ الا اللہ مسلمان ہرگز ایسے مردود بہانوں پر التفات بھی نہ کریں گے۔ انھیں اللہ و رسول اپنی جان اور تمام جہان سے زیادہ عزیز ہیں۔ ولله الحمد جل جلاله وصلی الله تعالیٰ علیه وسلم خود ان کا رب جل وعلا قرآن عظیم میں ایسے بیہودہ عذروں کا دربار جلا چکا ہے فرماتا ہے۔

قل لا تعتذروا قد کفرتم بعد ایمانکم

اُن سے کہہ دو بہانے نہ بناؤ بے شک تم کافر ہو چکے ایمان کے بعد والعیاذ بالله رب العلمین۔

ثالثاً کفر چہارم میں اُمتی و نبی کا مقابلہ صاف اُسی معنی شرعی و عرفی کی تعیین کر رہا ہے۔

رابعاً کفر اول میں تو کسی جھوٹے ادعائے تاویل کی بھی گنجائش نہیں آیت میں قطعاً معنی شرعی ہی مراد ہیں نہ لغوی نہ اس شخص کی کوئی اصطلاح خاص اور اسی کو اس نے اپنے نفس کے لئے مانا تو قطعاً یقیناً

بمعنی شرعی ہی اپنے نبی اللہ ورسول اللہ ہونے کا مدعی اور ولکن رسول الله و خاتم النبیین کا منکر اور باجماع قطعی جمیع اُمت مرحومہ مرتد وکافر ہوا سچ فرمایا سچے خدا کے سچے رسول سچے خاتم النبیین محمد ﷺ نے کہ عنقریب میرے بعد آئیں گے ثلثون دجالون کذا بون کلهم یزعم انه نبی تیس دجال کذاب کہ ہر ایک اپنے کو نبی کہے گا وانا خاتم النبیین لا نبی بعدی حالانکہ میں خاتم النبیین ہوں میرے بعد کوئی نبی نہیں امنت امنت صلی الله تعالیٰ علیك وسلم اسی لئے فقیر نے عرض کیا تھا۔ کہ مرزا ضرور مثیل مسیح ہے صدق بلکہ مسیح دجال کا کہ ایسے مدعیوں کو یہ لقب خود بارگاہِ رسالت سے عطا ہوا ہے۔ والعیاذ بالله رب العلمین۔

دفع البلاء صفحہ 10 پر حضرت مسیح علیہ الصلوٰۃ والسلام سے اپنی برتری کا اظہار کیا ہے۔

کفر ششم:

اسی رسالہ کے صفحہ 17 پر لکھا ہے۔

ابنِ مریم کے ذکر کو چھوڑو

اس سے بہتر غلام احمد ہے

کفر هفتم:

اشتہار معیار الاخیار میں لکھا ہے "میں بعض نبیوں سے افضل ہوں" ۔ یہ ادعا بھی باجماع قطعی کفر و ارتداد یقینی ہیں۔ فقیر نے اپنے فتوے مسمی بہ ردالرفضہ میں شفا شریف امام قاضی عیاض و روضہ امام نووی و ارشاد والساری امام قسطلانی وشرح عقائد نسفی وشرح مقاصد امام تفتازانی و اعلام بن حجر مکی و منح الروض علامہ قاری وطریقۂ محمدیہ علامہ برکوی وحدیقہ ندیہ مولی نابلسی وغیرہا کتب کثیرہ کے نصوص سے ثابت کیا ہے کہ با جماع مسلمین کوئی ولی کوئی غوث کوئی صدیق بھی کسی نبی سے افضل نہیں ہوسکتا جو ایسا کہے قطعاً اجماعاً کافر و ملحد ہے از انجملہ شرح صحیح بخاری شریف میں ہے۔

النبی افضل من الولی وهو امر مقطوع به والقائل بخلافه کافر کانه معلوم من الشرع بالضرورة

یعنی ہر نبی ہر ولی سے افضل ہے اور یہ امر یقینی ہے اور اس کے خلاف کہنے والا کافر ہے کہ یہ ضروریات دین سے ہے۔

کفر ہفتم میں اسے ایک لطیف تاویل کی گنجائش تھی کہ یہ لفظ (نبیوں) بتقدیم نون نہیں بلکہ (بنیوں) بتقدیم با ہے یعنی بھنگی در کنار کہ خود اُن کے تو لال گرو کا بھائی ہوں اُن سے تو افضل ہوا ہی

چاہوں میں تو بعض نبیوں سے بھی افضل ہوں کہ انہوں نے صرف آٹے دال میں ڈنڈی ماری اور یہاں وہ ہتھ پھیری کی کہ بیسیوں کا دین ہی اُڑ گیا۔ مگر افسوس کہ دیگر تصریحات نے اس تاویل کی جگہ نہ رکھی۔

کفر ہشتم:

ازالہ صفحہ 309 پر حضرت مسیح علیہ الصلوٰۃ والسلام کے معجزات کو جن کا ذکر خداوند تعالیٰ بطور احسان فرماتا ہے۔

مسمریزم لکھ کر کہتا ہے اگر میں اس قسم کے معجزات کو مکروہ نہ جانتا تو ابنِ مریم سے کم نہ رہتا۔ یہ کفر متعدد کفروں کا خمیرہ ہے۔ معجزات کو مسمریزم کہنا ایک کفر کہ اس تقدیر پر وہ معجزہ نہ ہوئے بلکہ معاذ اللہ ایک کسبی کرشمے ٹھہرے۔ اگلے کافروں نے بھی ایسا ہی کہا تھا۔ حق عزوجل فرماتا ہے۔

اذ قال الله يعيسى بن مريم اذكر نعمتي عليك وعلى والدتك اذ يدتك بروح القدس تكلم الناس في المهد و كهلا واذا علمتك الكتٰب والحكمة والتوراة والانجيل واذ تخلق من الطين كهيئة الطير باذني فتنفخ فيها فتكون طيرا باذني وتبرئ الاكمه والابرص باذني واذ تخرج الموتىٰ باذني واذ كففت بني اسرائيل عنك اذا جئتهم بِالبيّنٰت فقال الذين كفروا منهم ان هذا الا سحر مبين۔

جب فرمایا اللہ سبحانہ نے اے مریم کے بیٹے یاد کر میری نعمتیں اپنے اُوپر اور اپنی ماں پر جب میں نے پاک روح سے تجھے قوت بخشی لوگوں سے باتیں کرتا پالنے میں اور پکی عمر کا ہو کر اور جب میں نے تجھے سکھایا لکھنا اور علم کی تحقیق باتیں اور توریت و انجیل اور جب تو بناتا مٹی سے پرند کی سی شکل میری پروانگی سے پھر تو اس میں پھونکتا تو وہ پرند ہو جاتی میرے حکم سے اور تو چنگا کرتا مادر زاد اندھے اور سفید داغ والے کو میری اجازت سے اور جب تو قبروں سے جیتا نکالتا مُردوں کو میرے اذن سے اور جب میں نے یہود کو تجھ سے روکا جب تو ان کے پاس یہ روشن معجزے لے کر آیا تو ان میں کے کافر بولے یہ تو نہیں مگر کھلا جادُو۔

مسمریزم بتایا یا جادو کہا بات ایک ہی ہوئی یعنی الٰہی معجزے نہیں کسبی ڈھکوسلے ہیں ایسے ہی منکروں کے خیال ضلال کو حضرت مسیح کلمۃ اللہ صلی اللہ تعالیٰ علی سیدہ وعلیہ وسلم نے بار بار بتاکید رد فرما دیا تھا۔ اپنے معجزات مذکورہ ارشاد کرنے سے پہلے فرمایا۔

انی قد جئتکم باٰیة من ربکم انی اخلق لکم من الطین کھیئة الطیر الاٰیة

میں تمہارے پاس رب کی طرف سے معجزے لایا کہ میں مٹی سے پرند بناتا اور پھونک مارکر اُسے جلاتا اور اندھے اور بدن بگڑے کو شفا دیتا اور خدا کے حکم سے مُردے جلاتا اور جو کچھ گھر سے کھا کر آؤ اور جو کچھ گھر میں اٹھا رکھو وہ سب تمہیں بتاتا ہوں۔

اور اس کے بعد فرمایا۔

ان فی ذلك لاٰیة لکم ان کنتم مومنین۔

بے شک ان میں تمہارے لئے بڑی نشانی ہے اگر تم ایمان لاؤ۔

پھر مکرر فرمایا۔

جئتکم باٰیة من ربکم فاتّقو الله واطیعون۔

میں تمہارے رب کے پاس سے معجزہ لایا ہوں تو خدا سے ڈرو اور میرا حکم مانو۔

مگر جو عیسیٰ کے رب کی نہ مانے وہ عیسیٰ کی کیوں ماننے لگا یہاں تو اسے صاف گنجائش ہے کہ اپنی بڑائی سبھی کرتے ہیں۔

کس نگوید کہ دوغ من ترش است

پھر ان معجزات کو مکروہ جاننا دوسرا کفر یہ کہ کراہت اگر اس بناء پر ہے کہ فی نفسہٖ مذموم کام تھے جب تو کفر ظاہر ہے۔

قال الله تعالیٰ تلك الرسل فضلنا بعضھم علیٰ بعض

یہ رسول ہیں کہ ہم نے ان میں ایک کو دوسرے پر فضیلت دی اور اُسی فضیلت کے بیان میں ارشاد ہوا۔

واٰتینا عیسی بن مریم البینٰت وایّدنٰه بروح القدس

اور ہم نے عیسیٰ بن مریم کو معجزے دیئے اور جبریل سے اس کی تائید فرمائی۔

اور اگر اس بنا پر ہے کہ وہ کام اگرچہ فضیلت کے تھے مگر میرے منصب اعلیٰ کے لائق نہیں تو یہ وہی نبی پر اپنی تفضیل ہے ہر طرح کفر وارتداد قطعی سے مفر نہیں، پھر ان کلمات شیطانیہ میں مسیح کلمۃ اللہ صلی اللہ تعالیٰ علی سیدہ وعلیہ وسلم کی تحقیر تیسرا کفر ہے اور ایسی ہی تکفیر اس کلام ملعون کفر ششم میں تھی اور سب سے بڑھ کر اس کفر نہم میں ہے کہ ازالہ صفحہ 161 پر حضرت مسیح علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نسبت لکھا بوجہ مسمریزم کے عمل کرنے کے تنویر باطن اور توحید اور دینی استقامت میں کم درجے پر بلکہ قریب ناکام رہے۔" انا لله وانا الیه راجعون الا لعنه الله علی اعداء انبیاء الله وصلی الله تعالیٰ علی انبیائه وبارك وسلم" ہر نبی کی تحقیر مطلقاً کفر قطعی ہے جس کی تفصیل سے شفا شریف وشروح شفا وسیف

مسلول امام تقی الملۃ والدین سبکی وروضۂ امام نووی ووجیز امام کردری واعلام امام ابن حجر مکی وغیرہا تصانیف ائمہ کرام کے دفتر گونج رہے ہیں نہ کہ نبی بھی کون نبی مرسل نہ کہ مرسل بھی کیسا مرسل اولوالعزم نہ کی تحقیر بھی کتنی کہ مسمریزم کے سبب نور باطن نہ نور باطن بلکہ دینی استقامت نہ دینی استقامت بلکہ نفس توحید میں نہ کم درجہ بلکہ قریب ناکام رہے اس ملعون قول لعن اللہ قائلہ وقابلہ نے اولوالعزمی ورسالت ونبوت درکنار اس عبداللہ وکلمۃ اللہ وروح اللہ علیہ الصلوٰت اللہ والسلام وتحیات اللہ کے نفس ایمان میں کلام کردیا اس کا جواب ہمارے ہاتھ میں کیا ہے سوا اس کے کہ

ان الذین یؤذون اللہ ورسولہ لعنھم اللہ فی الدنیا والاخرۃ واعدلھم عذابا مھینا

بے شک جو لوگ ایذا دیتے ہیں اللہ اور اس کے رسول کو اُن پر اللہ نے لعنت کی دنیا و آخرت میں اور اُن کے لئے تیار کر رکھا ہے ذلت کا عذاب۔

کفر دھم:

ازالہ صفحہ 629 پر لکھتا ہے۔

"ایک زمانے میں چار سو نبیوں کی پیشگوئی غلط (1) ہوئی اور وہ جھوٹے"

یہ صراحۃً انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی تکذیب ہے۔ عام اقوام **کفار لعنھم اللہ** کا کفر حضرت عز جلالہ نے یوں ہی تو بیان فرمایا۔

کذبت قوم نوح نِ O المومنین، کذبت عاد نِ O المرسلین، کذبت ثمود نِ O المرسلین، کذبت قوم لوط نِ O المرسلین، کذبت اصحب الئیکۃ المرسلین

ائمہ کرام فرماتے ہیں جو نبی پر اس کی لائی ہوئی بات میں کذب جائز ہی نہ مانے اگرچہ وقوع نہ جانے باجماع کافر ہے نہ کہ معاذ اللہ چار سو انبیاء کا اپنے اخبار بالغیب میں کہ وہ ضرور اللہ ہی کی طرف سے ہوتا ہے۔ واقع میں جھوٹا ہو جانا شفاء شریف میں ہے۔

من دان بالوحدانیہ وحصۃ النبوہ و نبوہ نبینا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ولکن جو ز علی الانبیاء الکذب فیما اتوابہ ادعی فی ذلک المصلحۃ بزعمۃ اولم یدعھا فھو کافر با جماع

1: ۔ یہ اس کی پیش بندی ہے کہ یہ کذاب اپنی بڑھیں ہمیشہ پیشین گوئیاں ہانکتا رہتا ہے اور بہ غیبت الٰہی وہ آئے دن جھوٹی پڑا کرتی ہیں۔ تو یہاں یہ بتانا چاہتا ہے کہ پیشگوئی غلط پڑنی کچھ شان نبوت کے خلاف نہیں، معاذ اللہ اگلے انبیاء میں بھی ایسا ہوتا ہے۔ ا منہم برعلم 12

یعنی جو اللہ تعالیٰ کی وحدانیت نبوت کی حقانیت ہمارے نبی ﷺ کی نبوت کا اعتقاد رکھتا ہو با ایں ہمہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام پر اُن کی باتوں میں کذب جائز مانے خواہ بزعم خود اس میں کسی مصلحت کا ادعا کرے یا نہ کرے ہر طرح بالاتفاق کافر ہے۔

ظالم نے چار سو کہہ کر گمان کیا کہ اُس نے باقی انبیاء کو تکذیب سے بچالیا حالانکہ یہی آیتیں جو ابھی تلاوت کی گئی ہیں شہادت دے رہی ہیں کہ اُس نے آدم نبی اللہ سے محمد رسول اللہ تک تمام انبیائے کرام علیہم افضل الصلوٰۃ والسلام کو کاذب کہہ دیا کہ ایک رسول کی تکذیب تمام مرسلین کی تکذیب ہے۔ دیکھو قوم نوح وہود وصالح ولوط وشعیب علیہم الصلوٰۃ والسلام نے اپنے ایک ہی ایک نبی کی تکذیب کی تھی مگر قرآن نے فرمایا۔ قومِ نوح نے سب رسولوں کی تکذیب کی۔ عاد نے کل پیغمبروں کو جھٹلایا۔ ثمود نے جمیع انبیاء کو کاذب کہا۔ قومِ لوط نے تمام رسل کو جھوٹا بتایا۔ ایکہ والوں نے سارے نبیوں کو دروغ گو کہا یو ہیں واللہ اس قائل۔ نے نہ صرف چار سو بلکہ جملہ انبیاء ومرسلین کو کذاب مانا۔

فلعن الله من كذب احد امن انبيائه و صلى الله تعالىٰ على انبيائه ورسله والمومنين بهم اجمعين وجعلنا منهم وحشرنا فيهم وادخلنا معهم دار النعيم بجا ههم عنده وبرحمته بهم ورحمتهم بنا انه ارحم الراحمين والحمد لله رب العلمين۔

طبرانی معجم کبیر میں دیر حنفی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں۔

انی اشهد عدد تراب الدنيا ان مسيلمه كذاب۔

بیشک میں ذرۂ خاک تمام دنیا کی برابر گواہیاں دیتا ہوں کہ مسیلمہ (جس نے زمانہ اقدس میں ادعائے نبوت کیا تھا) کذاب ہے۔ **وانا اشهد معك يا رسول الله** اور محمد رسول اللہ ﷺ کی بارگاہ عالم پناہ کا یہ ادنیٰ کتا بعدد وانہائے ریگ وستار ہائے آسمان گواہی دیتا ہے اور میرے ساتھ تمام ملائکہ سمٰوات والارض وحاملانِ عرش گواہ ہیں اور خود عرش عظیم کا مالک ہے۔ **وكفىٰ بالله شهيدا** کہ ان اقوال مذکورہ کا قائل بیباک کافر مرتد کذاب ناپاک ہے۔ اگر یہ (1) اقوال مرزا کی تحریروں میں اسی طرح ہیں تو واللہ واللہ وہ یقیناً کافر اور جو اس کے ان اقوال یا ان کے امثال پر مطلع ہو کر اُسے کافر نہ کہے وہ بھی کافر ندوۂ مخذولہ اور اس کے اراکین کہ صرف طوطے کی طرح کلمہ گوئی پر مدار اسلام رکھتے اور تمام بد دینوں گمراہوں کو حق پر جانتے خدا کو سب سے یکساں راضی مانتے سب مسلمانوں پر مذہب سے لادعوے دینا

1:۔ قوال دوسرے کے منقول تھے اس فتوے کے بعد مرزا کی بعض نئی تحریریں خود نظر سے گزریں جن میں قطعی کفر بھرے ہیں۔ بلاشبہ وہ یقیناً کافر ومرتد ہے۔ 12

لازم کرتے ہیں جیسا کہ ندوہ کی روداد اول وودوم رسالہ اتفاق وغیرہا میں مصرح ہے ان اقوال پر بھی اسی ادارہ
ہی قاعدہ ملعونہ مجرد کلمہ گوئی نیچریت کا اعلیٰ نمونہ جاری رکھیں اس کی تکفیر میں چون وچرا کریں تو وہ بھی کافر
وہ اراکین بھی کفار مرزا کے پیرو اگر چہ خود ان اقوال انجس الابوال کے معتقد بھی نہ ہوں مگر یہ کہ صریح کفر
اور کھلے ارتداد دیکھتے سنتے پھر مرزا کو امام و پیشوا و مقبول خدا کہتے ہیں۔ قطعاً یقیناً سب مرتد ہیں۔ سب
مستحق نار۔ شفا شریف میں ہے۔

نکفر من لم یکفر من دان بغیر ملة المسلمین من الملل او وقف فیهم او شك۔

یعنی ہم ہر اُس شخص کو کافر کہتے ہیں جو کافر کو کافر نہ کہے یا اس کی تکفیر میں توقف کرے یا شک رکھے۔

شفا شریف نیز بزازیہ ودرروغرر وفتاویٰ خیریہ ودرمختار ومجمع الانہر وغیرہ میں ہے۔

من شك فی کفره وعذابه فقد کفر

جو اس کے کفر وعذاب میں شک کرے یقیناً خود کافر ہے۔

اور جو شخص باوصف کلمہ گوئی وادعائے اسلام کفر کرے وہ کافروں کی سب سے بدتر قسم مرتد کے حکم
میں ہے۔ ہدایہ ودرمختار وعالمگیری وغرر وملتقی الابحر ومجمع الانہر وغیرہا میں ہے۔

صاحب الهوی ان کان یکفر فهو بمنزلة المرتد

فتاویٰ ظہیریہ وطریقۂ محمدیہ وحدیقہ ندیہ وبرجندی شرح نقایہ وفتاویٰ ہندیہ میں ہے۔

هؤلاء القوم خارجون عن ملة الاسلام واحکامهم احکام المرتدین

یہ لوگ دین اسلام سے خارج ہیں اور ان کے احکام بعینہٖ مرتدین کے احکام ہیں۔

اور شوہر کے کفر کرتے ہی عورت نکاح سے فوراً نکل جاتی ہے۔ اب اگر بے اسلام لائے اپنے اُس
قول ومذہب سے بغیر توبہ کیے یا بعد اسلام وتوبہ عورت سے بغیر نکاح جدید کئے اُس سے قربت کرے
زنائے محض ہو جو اولاد ہو یقیناً ولد الزنا ہو یہ احکام سب ظاہر اور تمام کتب میں دائر وسائر ہیں۔ "فی الدر
المختار عن غنیه ذوی الاحکام ما یکون کفرا اتفاق یبطل العمل والنکاح و اولاده
اولاد زنا" اور عورت کا کل مہر اس کے ذمے عائد ہونے میں بھی شک نہیں جب کہ خلوت صحیحہ ہو چکی ہے
کہ ارتداد کسی دین کو ساقط نہیں کرتا۔ "فی التنویر وارث کسب اسلامه وارثه المسلم بعد قضا
دین اسلامه و کسب ردته فی بعد قضا دین ردته" اور معجل تو فی الحال آپ ہی واجب الادا ہے
رہا موجل وہ ہنوز اپنی اجل پر رہے گا مگر یہ کہ مرتد بحال ارتداد ہی مر جائے یا دار الحرب کو چلا جائے اور حا

شرع حکم فرمادے۔ کہ وہ دارالحرب سے ملتحق ہوگیا اس وقت مؤجل بھی فی الحال واجب الادا ہو جائے گا اگرچہ اجل موعود میں دس بیس برس باقی ہوں۔ "فی الدر ان حکم القاضی بلحاقه حل دینه فی رد المختار لا نه باللحاق صار من اهل الحرب وهم اموات فی حق احکام الاسلام فصار کالموت الاانه لا یستقر لحاقه الا بالقضاء لا حتمال العود واذا تقرر موته تثبت الاحکام المتعلقة به کما ذکرنهر" اولاد صغار ضرور اس کے قبضے سے نکال لی جائے گی۔

علد اعلی دینهم الاتری انهم صرحوا بنزع الولد من الام الشفیقة المسلمة انکانت فاسقة والولد یعقل یخشی علیه التخلق بسیرها الذمیمة فما ظنك بالاب المرتد والعیاذ بالله تعالیٰ قال فی رد المختار الفاجرة بمنزلة الکتابیة فان الولدیبقی عندها الی ان یعقل الادیان کما سیأتی خوفا علیه من تعلمه منها ما تفعله فکذا الفاجرة الخ۔ وانت العلم ان الولد لا یخصنه الاب الا بعد ما بلغ سبعا اوتسعا وذلك عمر العقل قطعا فیحرم الدفع الیه ویجب النزع منه وانما اخرجنا الی هذا ان الملك لیس بید الاسلام والا لسلطان(1) این یبقی لمرتد حتی یبحث عن حضا نته الا تری الی قولهم لا حضانة لمرتدة لا نها تضرب وتجس کا الیوم فانی تتفرع للحضانة فاذا کان هذا فی المحبوس فما ظنك بالمقتول ولکن انا لله وانا الیه راجعون ولا حول ولا قوة الا بالله العلی العظیم۔

مگر ان کے نفس یا مال میں بدعوئے ولایت اس کے تصرفات موقوف رہیں گے اگر پھر اسلام لے آیا اور اس مذہب ملعون سے توبہ کی تو وہ تصرف سب صحیح ہو جائیں گے اور اگر مرتد ہی مر گیا یا دارالحرب چلا گیا اور حکم لحوق ہو گیا تو باطل ہو جائیں گے۔

فی الدار المختار یبطل منه اتفاقا ما یعتمد المساواة وهوا المفا وضة اوولایة معتدیة وهو التصرف علی ولده الصغیران اسلم نفذوان هلك اولحق بدارالحرب وحکم بلحاقه بطل اه مختصر انسأل الله الثبات علی الایمان وحسبنا الله ونعم الوکیل وعلیه التکلان ولا حول ولا قوة الا بالله العلی العظیم وصلی الله تعالیٰ علی سیدنا ومولینا وصحبه اجمعین امین والله تعالیٰ اعلم۔

1:۔فان سلطان الاسلام مامور بقتله لا یجوزله القاذه بعد ثلثه ایام۔ 12منه

جی آر اعوان، روزنامہ جنگ

میں نے ربوہ میں کیا دیکھا

ہر شخص کے ماضی میں یادوں کا ایک جہاں آباد ہوتا ہے۔ ذہن کا کمپیوٹر آن ہوتے ہی بیتے دنوں کا لمحہ لمحہ نگاہوں کے سامنے آجاتا ہے۔ میرے ایام رفتہ بھی یادوں سے بھرے پڑے ہیں۔ بے شمار تلخ و شیریں یادیں بھلائے نہیں بھولتیں۔ پھر قدرت نے انتہائی کمال کا حافظہ دیا ہے کہ اک ذرا غور کی دیر ہے، گئے دنوں کی ہر بات یوں یاد آنے لگتی ہے جیسے مسافت سمٹ گئی ہو اور گزرا زمانہ لوٹ آیا ہو۔ بچپن کی یادیں تو ویسے بھی لاشعور کے نہاں خانوں میں ایسے جاگزیں ہوتی ہیں کہ انسان زندگی میں جب بھی خواب دیکھتا ہے، تو خود کو اسی گھر میں دیکھتا ہے، جہاں اس نے بچپن گزارا ہوتا ہے۔

میرا بچپن اور لڑکپن کفر کی بستی ''مرزائیل'' میں گزرا جسے ربوہ کہا جاتا ہے۔ مرزائیوں اور یہودیوں میں ہر اعتبار سے اس قدر مماثلت ہے کہ ربوہ کو اسرائیل کے ہم وزن مرزائیل کہنا انتہائی موزوں لگتا ہے ''احمقوں کی جنت'' کی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ مسلمان جنت کیلئے اعمال، اوصاف اور افعال کو باکمال بناتا ہے جب کہ مرزائی پیغمبر کی جنت کے ٹکٹ کے خواہش مند کو اپنی منقولہ وغیر منقولہ جائیداد کے ایک چوتھائی حصہ کے برابر رقم جماعت کو دینا پڑتی ہے۔ لہٰذا اعمال کی بجائے مال سے جنت حاصل کرنے والوں کے شہر کو ''احمقوں کی جنت'' ہی کہا جاسکتا ہے۔

1965ء میں میرے والد گرامی سرکاری ملازمت کے سلسلہ میں ربوہ تبدیل ہوئے تو ہمیں اپریل 1965ء سے اگست 1969ء تک ربوہ میں رہنا پڑا۔ بعد ازاں اگرچہ قیام چنیوٹ میں رہا، تاہم تعلیمی تعلق کے حوالے سے دسمبر 1975ء تک مرزائیل سے ہی وابستگی رہی۔ اسی دوران وہاں کی شہری، شخصی، سماجی زندگی اور مرزائی روایات کے بے شمار مشاہدات سامنے آئے۔

مرزائی قوم ایک جھوٹے نبی کی امت ہونے کے باعث مسلمانوں کیلئے جس قدر ناپسندیدہ اور مکروہ ہے، اس سے کہیں زیادہ ان کی زندگی میں پھیلے ہوئے اخلاقی اور سماجی طاعون کو دیکھ کر سر چکراتا اور ذہن سوچتا ہے کہ یہ لوگ ہیں کیا اور خود کو پیش کیا کرتے ہیں۔ اخلاق کی چادر اوڑھے یہ گروہ یہود و نصاریٰ سے بھی بدتر خصائل کا مظاہرہ کر رہا ہے۔

قیام ربوہ کے دوران بے شمار مرزائیوں سے ملاقات ہوئی۔کئی دوست بنے،لاتعداد کلاس فیلو بھی تھے۔ان کے مذہبی اجتماعات بھی دیکھے۔کئی مرزائی بے زاروں سے مرزائی امت کے ارباب حل وعقل کی داخلی زندگی کے رنگین وسادہ قصے بھی سنے۔''جنت ودوزخ''اور''حوروغلمان'' کی کہانیاں بھی معلوم ہوئیں لیکن ان سب سے ایک ہی نتیجہ اخذ کیا کہ مرزائیوں میں مسلمانوں کیلئے تعصب اور تنفر کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا ہے۔

چند برس پہلے ایک روز اپنے جاننے والے کے گھر بیٹھا تھا۔ان کے ہاں ڈش نصب تھی۔ٹیلی ویژن آن تھا۔چینل بدلتے ہوئے اچانک ''احمدیہ ٹیلی ویژن نیٹ ورک'' آ گیا جس پر مرزا طاہر کا نام نہاد جمعہ کا خطبہ نشر ہو رہا تھا۔موصوف کا کہنا تھا کہ ''پاکستان میں،ہم جن قابل تعزیر جرائم کی زد میں آتے ہیں،ان میں ہمارے گھروں سے قرآن کا برآمد ہونا،کسی کو السلام علیکم کہنا یا نماز پڑھنا شامل ہے۔جبکہ پاکستانی علماء اغواء،بدفعلی،زیادتی اور ناجائز اسلحہ رکھنے کے جرائم میں دھرے جاتے ہیں۔موازنہ کیا جائے تو قصوروار اور جرم وار کون ہے؟''

مرزا طاہر کی طرف سے جس ڈھٹائی سے خود کو معصوم اور پاکستانی علمائے کرام کو مطعون کرنے کی کوشش کی جا رہی تھی،اسے سن کر میری سوئی ہوئی یادوں نے انگڑائی لی اور قیام ربوہ کے دوران دیکھے ہوئے مرزائیوں کے کئی ''کالے کرتوت'' یاد آنے لگے اور بے اختیار چاہا کہ کاش یہ شخص میرے سامنے ہوتا تو میں اس کا اور اس کی امت کا کچا چٹھا اس کے سامنے کھول کر رکھ دیتا۔میرے پاس کوئی پلیٹ فارم نہیں تھا۔چنانچہ یہ خواہش دل ہی دل میں رہ گئی۔لیکن قدرت کو شاید میرے جذبے پر کچھ زیادہ ہی پیار آ گیا۔اس لیے اس نے مرزائیوں کو آئینہ دکھانے کیلئے مجھے جلد موقع فراہم کر دیا۔

1965ء کے شروع کی بات ہے،ہم ساہیوال ضلع سرگودھا میں رہتے تھے کہ اباجی کا تبادلہ ربوہ میں ہو گیا۔وہ محکمہ زراعت میں ملازمت کرتے تھے۔ہمارا آبائی شہر بھیرہ ضلع سرگودھا ہے۔بھیرہ جہاں اولیاء خیز سرزمین ہے،وہاں مرزائیوں کا گڑھ بھی ہے۔مرزا قادیانی کا پہلا خلیفہ حکیم نورالدین بھی بھیرہ کا ہی رہنے والا تھا۔جس نے ''مرزا غلام احمد'' کی جھوٹی نبوت کو چار چاند لگائے۔انہی دنوں ہماری پھوپھی زاد بہن کی شادی تھی،جس میں شرکت کیلئے ہم ساہیوال سے بھیرہ آئے تو وہاں کے مرزائیوں نے ہمارے گھر میلہ لگا دیا۔ان لوگوں کو جب معلوم ہوا کہ ہم ربوہ جا رہے ہیں تو ان کی خوشیاں دیدنی تھیں۔حافظ اشرف،اماں خدیجہ،مبارک بک سیلر،بشارت چکی والا،مبارکہ درزن غرض ہر مرزائی شخص ہمیں ملنے آیا۔یہ لوگ یوں مل رہے تھے جیسے ہم حج یا عمرہ کرنے دیار حبیب ﷺ جا رہے ہیں۔تب مجھے معلوم نہیں تھا کہ ان مرزائیوں کی اس وارفتگی کی غایت کیا ہے۔لیکن بعد میں پتہ چلا کہ ان کے پاؤں

زمین پر اس لیے نہیں "ٹک" رہے کہ ان کے خیال میں ربوہ جا کر ہم لوگ مرزائی ہو جائیں گے۔

محکمہ ٹیلی فون کا ایک ملازم فضل احمد ربوہ میں رہتا تھا۔ راولپنڈی کے ایک شخص کا ایک بیٹا اور ایک بیٹی تھی۔ اس کے بیٹے منور کو مرزائیت سے سخت نفرت تھی۔ چنانچہ وہ باپ سے ناراض ہو کر اپنی مسلمان پھوپھی کے ہاں پنڈی میں مقیم ہو گیا۔ فضل احمد نے بیٹے کو گھر واپس لانے اور مرزائیت میں داخل کرنے کیلئے سرتوڑ کوششیں کیں مگر ناکام رہا۔ فضل احمد نے اس سلسلے میں ایک مرزائی مبلغ جمیل الرحمٰن رفیق سے مدد طلب کی۔ موصوف فضل احمد کے گھر آیا اور یقین دہانی کرائی کہ وہ اس کے بیٹے کو دوبارہ مرزائی کر لے گا۔ لیکن بجائے اس کے کہ جمیل الرحمٰن رفیق منور کو مرزائی کرتا، وہ خود فضل احمد کی بیٹی ناصرہ پر لٹو ہو گیا۔ خوبصورت ناصرہ جمیل الرحمٰن رفیق کو اپنا انکل سمجھ کر اس کی خوب خاطر مدارت کرتی رہی مگر انکل کچھ اور ہی نکلا اور چند روز بعد ہی اس نے فضل کو شادی کیلئے پیغام بھجوا دیا۔ مرزائی مرکز کی طرف سے بھی جمیل الرحمٰن رفیق کی سفارش ہوئی لہٰذا بیچارہ فضل احمد انکار نہ کر سکا۔ چنانچہ اسے اپنی لڑکی کی شادی دگنی عمر کے شخص سے کرنی پڑ گئی۔ جمیل الرحمٰن رفیق ناصرہ کو لے کر چلتا بنا جو اب اس کی کئی بیٹیوں کی ماں ہے۔

یوں فضل احمد بیٹے کو مرزائی بنانے کے چکر میں بیٹی سے بھی ہاتھ دھو بیٹھا۔

ربوہ میں مرزائیوں نے ارتداد کے عجیب و غریب طریقے اختیار کر رکھے تھے۔ یہ لوگ دیہات کے غریب لڑکوں کو تعلیم دلوانے کا جھانسہ دے کر شیشے میں اتار لیتے تھے اور بعد میں بار احسان تلے دبے ہوئے یہ لڑکے مرزائی ہو جاتے۔ ان مرزائی لڑکوں کو مسلمان خاندانوں کے سامنے غیر مرزائی ظاہر کر کے ان کی شادی مسلمان لڑکیوں سے کر دی جاتی تھی۔ ایک مولوی کا تو یہ باقاعدہ کاروبار تھا۔ وہ جماعت سے فنڈ لیتا۔ دیہاتی غرباء لڑکوں کو تعلیم و ملازمت دلواتا، پھر ان کے رشتے مسلمان گھرانوں میں کر دیتا۔ اس شخص نے ایک نہایت شریف اور خدارسیدہ شخص کے ساتھ ایسا ہی دھوکہ کیا اور اپنے ایک پروردہ "جنگلی" کو ایک مسلمان کی تعلیم یافتہ بیٹی کے ساتھ بیاہ دیا۔ دو بچوں کے بعد مذکورہ مسلمان خاندان پر حقیقت کھلی تو وہ سر پیٹ کر رہ گئے مگر اب تو چڑیاں کھیت چگ چکی تھیں۔

اسی طرح مرزائی لڑکوں کی ڈیوٹی تھی کہ وہ مسلمانوں کی لڑکیوں کو شیشے میں اتاریں اور پھر انہیں اپنی زوجیت میں لائیں۔ یہاں ایک واقعہ جو لطیفہ بن گیا، قابل ذکر ہے۔ ایک مرزائی عبدالواسع نے "مری" میں سیر کے دوران ایک لڑکی کے ساتھ مراسم استوار کر لئے۔ وہ بہت خوش تھا کہ ایک مسلمان لڑکی پھنس گئی، جس کے عوض اسے مرکز سے بھاری معاوضہ ملے گا۔ مگر بعد میں اس پر انکشاف ہوا کہ لڑکی چنیوٹ کے سردار عبدالقادر قادیانی کی بیٹی نجمی ہے جو مسلمان نہیں مرزائی ہے بلکہ وہ بھی جماعت کی طرف سے مسلمان مرد مرزائی بنانے پر مامور ہے، اور اس نے مذکورہ شخص کو مسلمان لڑکا سمجھ کر لفٹ کرائی

تھی۔ مرزائیوں کے مسلمان عورتوں کے ساتھ تعلقات قائم کرنے کا گھناؤنا منصوبہ اس قدر عام رہا ہے کہ ایک مرزائی اسلم چودھری نے ایک مسلمان عورت زرینہ عرف بلو سے دوستی کر لی جس کا خاوند تلاش معاش کے سلسلے میں ملک سے باہر تھا۔ بعدازاں اس عورت سے مرزائی امت کے اس سپوت نے جس کو خدا کے ساتھ ہم کلام ہونے کا دعویٰ ہے، ایک ناجائز بیٹا پیدا کیا جو اب جوان ہو چکا ہے۔ اس کا نام ارسلان ہے۔

ازل سے آج تک دنیا کے ہر معاشرے میں تین قوتوں کی حکمرانی رہی ہے جن میں حکام، مذہبی اکابرین اور طبیب شامل ہیں تینوں ایک دوسرے کیلئے لازم و ملزوم ہیں۔ مذہبی اکابر حکام کی ہر سچی جھوٹی بات کی تائید کر کے انہیں من مانی کا موقع دیتے ہیں جبکہ حکام اہل مذہب کو مالی امداد فراہم کرتے ہیں اور طبیب دونوں فریقوں کو جسمانی، ذہنی اور جنسی طور پر صحت مند رہنے کیلئے نسخے اور کشتے مہیا کرتے ہیں۔ انگریز کو ہندوستان پر پورا تسلط حاصل ہونے کے باوجود بھی مسلمانوں سے ہمیشہ خطرہ رہا ہے۔ خود کو مضبوط کرنے اور مسلمانوں میں دراڑیں ڈالنے کیلئے اس نے جب کسی مذہبی حوالے اور دھڑے کی شدت سے ضرورت محسوس کی تو مرزا غلام احمد قادیانی کو نبی بنا کر لا کھڑا کیا۔ ان دونوں قوتوں کو شیطان دوستی میں مزید آگے لے جانے کے لیے بھیرہ نژاد حکیم مولوی نور الدین نے اپنی تمام تر ذہنی اور طبی صلاحتیں صرف کر کے ایک مرزائی معاشرے کو جنم دیا۔ مرزائیت کے قیام کو دوام بخشنے کیلئے مرزا غلام قادیانی اس کے برگ و بار اور خلفاء کو مرزائی علماء نے دلائل و براہین سے سچا ثابت کیا اور انگریز سے دولت کے ڈھیر سمیٹے جبکہ ان دونوں حلقوں کی ذہنی، جسمانی اور جنسی آبیاری کیلئے طبیبوں اور ویدوں کے ٹولے نے اپنی اپنی خدمات انجام دیں۔ ربوہ شہر میں دیسی علاج کرنیوالے حکماء کی بکثرت دکانیں ہیں۔ کہنے والوں کے مطابق حکیم نور الدین کا مرزائی خاندان نبوت اور امت پر بڑا احسان ہے۔ اس کی ادویہ نے "مرزا غلام احمد کی ڈھلتی ہوئی جنسی قوتوں کو سنبھالا دیا اور نسخہ "زد جام عشق" کے زور سے مرزا محمود احمد اور مرزا بشیر احمد ایم اے پیدا ہوئے۔

گول بازار میں دواخانہ خدمت خلق، داخانہ حکیم نظام جان اور خورشید یونانی دواخانہ بہت بڑے دیسی ادویہ کے مراکز ہیں۔ اس کے علاوہ شہر میں کئی چھوٹے چھوٹے مطب بھی موجود تھے، جن میں حکیم رانجھا اور حکیم عبدالحمید سنیاسی کا مکتبہ فیض عام بہت مشہور تھے۔ کھلنڈرے لڑکے اکثر "فیض عام کو قبض عام" کہہ کر حمید سنیاسی کو چھیڑتے اور مادر و خواہر کی مغلظات سنا کرتے تھے۔

مذکورہ دواخانوں میں زیادہ تر قوت مردمی میں اضافے کی ادویہ فروخت ہوتی تھیں۔ ہر دوسری دوا پر "نسخہ حضرت خلیفہ اول" تحریر کر دیا جاتا جس کی کشش سے دوا کی خریداری میں اضافہ ہو جاتا تھا۔ "مرزا

غلام احمد" کے بارے میں مشہور ہے کہ ان پر جنسی قوت بڑھانے کا خبط سوار تھا۔ ان کی تقلید میں مرزائی امت کے مرد بھی ہر وقت جنسی کمزوری دور کرنے اور قوت مردمی بڑھانے کے چکر میں رہتے ہیں۔ سیاسی نسخوں کا ہی اعجاز و اکرام ہے کہ مرزائی تعدادِ ازدواج اور کثرتِ اولاد کے دلدادہ ہیں۔ حکماء کا خاصہ ہے کہ وہ جب بھی کوئی "بم" قسم کا نسخہ تیار کرتے ہیں تو پہلے خود استعمال کرتے ہیں۔ اسی بنا پر دواخانہ خدمت خلق کے حکیم بشیر اور دواخانہ نظام خان کے حکیم نذیر کے گھروں میں بچوں کی بھیڑ لگی ہوئی تھی۔ دیگر حکماء بھی اپنے اپنے کشتوں کی برکت سے خاصے عیالدار تھے۔ جنسی ادویہ کے علاوہ نور کا جل، محبوب کا جل اور سرمہ نور بھی مولوی نورالدین کے نسخے قرار دیئے جاتے اور ان سے چاندی حاصل کی جاتی۔ حکیم نذیر کی پیٹ درد کیلئے تیار کی گئی دوا "ہاضمون" بہت مشہور تھی، جس کیلئے انہوں نے ایک نظم بھی لکھی تھی۔

ہاضمون کیا خوب دوائی
ربوے وچ حکیم بنائی

بڑے بڑے مگر مچھ قسم کے حکماء کو "مرزائی خاندان" کی سرپرستی حاصل تھی لیکن نچلی سطح کے طبیب نہایت تنگ دست تھے، جنہیں دو وقت کی روٹی کے لالے پڑے رہتے تھے۔ حکیم صدیق نے اباجی سے اپنی کسمپرسی کا تذکرہ کرتے ہوئے کہا "ہم پر تو کوئی ایسا عذاب الٰہی نازل ہے کہ کسی کو مفت دوا دیں تو فوراً آرام آجاتا ہے لیکن مول دوا لینے والوں کو معمولی افاقہ بھی نہیں ہوتا۔ بعض اوقات تو لوگوں کو دوا کی قیمت واپس کرنی پڑتی ہے۔ بڑے حکیموں کے بھی اکثر نسخے ناکام تھے۔ مگر ان کا "کلا" بہت مضبوط تھا۔ دواخانہ خدمت خلق والوں کا کیل مہاسوں سے نجات دلانے والا "بیوٹی لوشن" انتہائی خطرناک تھا۔ ایک بار ایک خاتون نے استعمال کیا تو وہ خطرناک الرجی کا شکار ہو گئی جو بمشکل اور بسیار ڈاکٹری علاج سے ٹھیک ہوئی مگر اس کے چہرے پر نشان عمر بھر موجود رہے۔

جہاں ربوہ میں ایک طرف "حکیم راج" تھا تو دوسری طرف زچہ بچہ کے بھی کئی چھوٹے بڑے کلینک کھلے ہوئے تھے، جنہیں عطائی قسم کی دائیاں چلاتی تھیں۔ دو کلینک بہر حال بڑے اور مشہور تھے جن میں ایک "اقبال زنانہ دواخانہ" تھا جو محلہ دارالرحمت وسطی میں کچے بازار اور پرائمری سکول کے قریب واقع تھا۔ ربوہ میں طبقاتی فرق ملک بھر میں سب سے زیادہ تھا جس کی بنا پر اعلیٰ درجے کے گھرانوں کی خواتین تو اپنے زچگی کے مراحل بڑے شہروں کے بڑے ہسپتالوں میں سر کیا کرتی تھیں، درمیانے، سفارشی اور منہ لگے طبقے کی خواتین کیلئے فضل عمر ہسپتال میں بھی مراعات و سہولیات میسر تھیں، لیکن نچلا اور تیسرے درجے کا طبقہ بہر حال روایتی دائیوں اور مذکورہ دواخانوں کے سہارے چلتا تھا۔ ان

دواخانوں میں زچگی کے امور کے علاوہ اسقاط حمل کے کیس بھی نمٹائے جاتے تھے۔ اقبال زنانہ دواخانہ کی مالک رضی اقبال اپنے بیٹے کی معاونت سے یہ کلینک چلا رہی تھی۔ اس کے بیٹے کی رحمت بازار میں جوتوں کی دکان "نعیم پمپی ہاؤس" تھی۔ اس کے علاوہ گول بازار کے ریلوے پھاٹک سے ملحقہ پہاڑیوں کے دامن میں ایک مختاری دائی کا میٹرنٹی ہوم تھا۔ یہاں بھی خواتین اپنے زچگی کے مراحل سے گزرتی تھیں۔ اس کے علاوہ بہت سے بالا بلند اور نام نہاد شرفاء شبینہ مشاغل سے پیدا ہونے والے مسائل کے ازالہ کیلئے بھی ان کلینکوں سے رجوع کرتے تھے۔ دارالرحمت وسطی میں ہمارا ایک کلاس فیلو صابر علی رہتا تھا۔ سیاہ رنگ کا یہ مرزائی بے زار انسان باتیں کھری کھری کرتا تھا۔ اس نے رضی اقبال کے بارے میں بتایا کہ موصوفہ اگر چہ ایک غیر مستند دائی ہے لیکن قادیان کی ظلی نبوت کی پیداوار کی تختہ مشق بنائی ہوئی "امتی" عورتوں کی مشکلات بہر حال آسان کر دیا کرتی ہے۔ اس کے بدلے میں اس نام نہاد ڈاکٹرنی کو تم رسید گان سے فیس اور "اوپر والوں" سے انعام بھی ملتا ہے۔

طلاق ربوہ میں جس قدر عام تھی، اس کی مثال کسی اور معاشرے میں بہت ہی کم ملتی ہے۔ یہاں مرد اور عورتیں دونوں طلاق کو مرضی کے مطابق استعمال کر لیتے تھے۔ ہمارے سکول کے ایک ٹیچر اسماعیل صاحب کے فلاسفی کے پروفیسر بیٹے مبارک احمد کی شادی ہوئی تو سہاگ رات کو ہی لڑکی نے لڑکے کے ساتھ رہنے سے انکار کر دیا اور اگلے ہی روز دونوں میں طلاق ہو گئی اور اسی ہفتے دونوں کی نئی شادیاں کر دی گئیں۔ طلاق کے بعد خواتین میں عدت گذارنے کا بھی کوئی تصور نہیں تھا۔

ایک مرتبہ ایک شخص نے اپنی منکوحہ افتخار بیگم کو محض اس بناء پر طلاق دے دی کہ اس کو کسی اور لڑکی سے محبت تھی جبکہ اس کا باپ اس لڑکی کو صرف اپنے اغراض و مقاصد کیلئے "بہو" بنا کر لانا چاہتا تھا۔ اس شخص نے اپنی منکوحہ کو طلاق کے ساتھ تحریر کیے جانے والے خط میں لکھا "ہمارے معاشرے میں سسر کا بہو کے ساتھ تعلقات استوار کر لینا معمول کی کارروائی ہے۔ لہٰذا میں آپ کو اپنے باپ کے چنگل سے بچانے کیلئے طلاق دے رہا ہوں"۔ یہ واقعہ بھی محلہ دارالرحمت شرقی کی ایک مکین لڑکی سے پیش آیا۔

طلاق اور خلع کے معاملات کو حل کرنے والی ربوہ کی متعلقہ انتظامیہ کا خاصہ ہے کہ وہ ایک ہی نشست میں طلاق کا فیصلہ کر دیتی اور کھڑے پاؤں لڑکی اور لڑکے کیلئے نئے رشتے تجویز کر دیتی جنہیں فریقین اکثر قبول کر لیتے۔ یہی وجہ ہے کہ طلاق کے مضر اثرات کو محسوس کیا جاتا اور نہ ہی اس سے بچاؤ کیلئے عملی اقدامات کیے جاتے تھے۔

اکثر مرزائی عورتیں شوقیہ طلاق بھی لے لیتی تھیں۔ ایسی کئی مثالیں دیکھی گئی ہیں۔ ایک شخص عبد الواسع کی بہن نے جب کسی ٹھوس وجوہ کے بغیر طلاق لے لی تو ہمارے ایک کلاس فیلو محمود نے اس بارے

میں بتایا کہ مذکورہ خاتون ازدواجی بندھن کی قائل نہیں تھی۔ اس نے گھر والوں کے مجبور کرنے پر شادی کی اور ایک "بچہ" حاصل کرنے کے بعد شوہر اور سسرال سے چھٹکارا حاصل کر لیا۔ محمود کے مطابق ربوہ سے وابستہ اکثر تعلیم یافتہ خواتین میں یہی رجحان پایا جاتا ہے۔ وہ صرف بچہ حاصل کرنا چاہتی ہیں تاکہ معاشرے میں ان سے "تنہا عورت" کا لیبل اتر جائے۔ اس مقصد کیلئے وہ کسی بھی عام شخص سے شادی کر لیتی ہیں اور مقصد حاصل ہوتے ہی کسی بھی بات کو جواز بنا کر نجات حاصل کر لیتی ہیں۔

ربوہ میں طلاقوں کی ایک اور وجہ بھی ہے جس پر مرزائی بے زار افراد کی اکثریت پوری طرح متفق ہے۔ ان لوگوں کے مطابق مرزائی امت کے مرد حضرات اپنے پیشوا اور ان کی آل کے نقش قدم پر چلتے ہوئے "سدومیت" کے اس قدر رسیا ہیں کہ وہ بیویوں کو بھی تختہ مشق بننے پر مجبور کرتے ہیں۔ بعض خواتین اپنی مجبوریوں کے باعث سر تسلیم خم کر لیتی ہیں جب کہ اکثریت اس پر طلاق کو ترجیح دیتی ہیں۔ ہمارے محلہ میں ایک خاتون بشریٰ نے محض اسی وجہ سے طلاق لے لی کہ وہ شوہر کی یہ خواہشات پوری کرنے سے قاصر تھی۔

ہمارے سکول کے ایک استاد کی شادی بھی ایک اعلیٰ تعلیم یافتہ خاتون سے ہوئی جو پائے کی ریاضی دان تھی۔ اس نے موصوف سے شادی کے کچھ ہی عرصہ بعد طلاق لے لی۔ اس کے بارے میں بھی یہی سننے میں آیا کہ خاتون اپنے شوہر نامدار کی جنسی خواہشات کو پورا نہیں کر سکتی تھی، جو وہ اس کے ساتھ اپنی امت کی مسلمہ روایت کے طور پر ادا کرنا چاہتا تھا۔

جھوٹ وہ معاشرتی بیماری ہے جو کسی بھی معاشرے کی تمام اچھی اقدار کو گھن کی طرح چاٹ جاتی ہے۔ قادیانی نبوت کی بنیاد ہی جھوٹ ہے۔ لہٰذا یہ امت ہمہ وقت جھوٹ بولنا اپنا ایمان سمجھتی تھی۔ بڑے بڑے اکابرین اپنی کہی ہوئی باتوں سے یوں مکر جاتے ہیں جیسے وہ بات کہی گئی ہی نہیں تھی۔ ایک شخص چودھری نذیر خان ایک بار ہمارے گھر آیا اور کہنے لگا کہ "میرا بھائی اور بھابی مختار احمد ایاز اور صالح بیگم جماعت کے مبلغ ہیں اور دونوں نے میرے حصے کی جائیداد ہتھیا کر اپنے نام کرا لی ہے۔ ان کا موقف یہ ہے کہ یہ جائیداد موروثی نہیں بلکہ ان کی اپنی خریدی ہوئی ہے۔" ابا جان جی نے اسے کہا "تم اس بارے میں کوئی ثبوت پیش کرو کہ جائیداد کے تم بھی وارث ہو"۔ کہنے لگا ان لوگوں نے باپ کی بیماری کے زمانے میں ہر چیز اپنے نام کرا لی تھی۔ اب ثبوت تو میرے پاس ہے نہیں، بات قسم کی ہے مگر یہ لوگ جھوٹی قسم کھانے سے دریغ نہیں کرتے۔

ہماری گلی میں ایک حکیم صدیق آف میانی والے قیام پذیر تھے۔ ان کا بیٹا شریف صدیقی ایک بے روزگار نوجوان تھا۔ اس کو گھر میں کوئی وقعت حاصل تھی، نہ گھر سے باہر اس کی کوئی عزت کرتا تھا۔ اس کا "ہینڈ رائٹنگ" بہت عمدہ تھا۔ وہ ابا جی کا بے حد احترام کرتا تھا۔ چنانچہ جب بھی سکول کے لئے چارٹ

بنوانا ہوتا، اسے کہا جاتا۔ وہ بنا دیتا تھا۔ ایک بار میں نے اس سے پوچھا "آپ کو نوکری کیوں نہیں ملتی؟" کہنے لگا "بھیا! میں نوکری حاصل کرنے کے قابل نہیں"۔ میں نے پوچھا آپ پڑھے لکھے ہیں، پھر کیا وجہ ہے نوکری نہ ملنے کی۔

کہنے لگا ربوہ میں نوکری حاصل کرنے کیلئے منافقت کی ڈگری ہونا ضروری ہے۔ زہر کو قند کہنے کا فن جسے آتا ہو، وہ شجر احمدیت کے اثمار سے فیض یاب ہو سکتا ہے۔ میری مجبوری ہے کہ میں احمدی ہو کر بھی اپنی آل نبوت اور امت کے ساتھیوں کی برائیوں اور خطاؤں سے چشم پوشی نہیں کرتا۔ اپنے والدین، متعصب بھائیوں، محلے کے صدر اور جماعت کے اکابرین کے سامنے غلط کو غلط کہتا ہوں اور یہ چیز ان لوگوں کیلئے ناقابل برداشت ہے۔ لہٰذا مجھ سے میرے گھر والے خوش ہیں نہ جماعت والے راضی۔ پھر مجھے نوکری خاک ملے گی؟"

ربوہ میں چڑے شکار کرنے کا رواج عام تھا۔ ہر گھر میں لوگ مرغیاں "تاڑنے" والے ٹوکرے کو ایک چھڑی کے سہارے اس طرح کھڑا کر دیتے کہ نیچے ایک خلا سا بن جاتا جہاں باجرہ بکھیر دیا جاتا تھا۔ جونہی چڑیا یا چڑا دانہ چگنے ٹوکرے کے نیچے جاتا، ٹوکرے کے ساتھ بندھی ہوئی رسی کھینچ لی جاتی۔ یوں بیچارہ چڑا مقید ہو جاتا جس کو پکڑ کر ذبح کر لیا جاتا تھا۔ ربوہ والے کہتے تھے کہ وہ چڑے بھی اپنے "نبی" کی سنت کے طور پر کھاتے ہیں۔ ایک صاحب نے بتایا کہ مرزا غلام احمد چڑے پکڑتے اور انہیں سرکنڈے سے نہایت اذیت دہ طریقہ سے ذبح کیا کرتے تھے۔ ان کے امتی اس معاملہ میں قدرے رحم دل واقع ہوئے تھے جو سرکنڈے کے بجائے چاقو سے چڑے ذبح کرتے تھے۔ ہمارے سکول کے ایک ماسٹر مسعود جن کی شکل انتہائی ہیبت ناک تھی، چڑوں کے بڑے رسیا تھے۔ وہ لڑکوں کو چڑے پکڑ کر لانے کو کہتے تھے اور جو لڑکا انہیں چڑے فراہم کرنے میں فراخ دلی سے کام لیتا، موصوف اسے نمبر دینے میں دریا دلی سے کام لیتے تھے۔ اس کے علاوہ ربوہ میں تلیر، شارک، لالی اور کبوتروں کا شکار بھی بہت کیا جاتا تھا۔ یہ لوگ شکار کیلئے ایئر گن کے علاوہ غلیل بھی استعمال کیا کرتے تھے۔ ان لوگوں کی دیکھا دیکھی ہمیں بھی چڑوں کے شکار کا شوق ہوا۔ میں اور میرا کزن شکار کے ابتدائی مراحل طے کر رہے تھے کہ اباجی کو خبر ہو گئی۔ اس کے بعد ہمارے ساتھ جو ہوا، اس کا نتیجہ بہر حال یہ تھا کہ پھر کبھی "چڑا کشی" کا خیال ہمارے ذہن میں نہیں آیا۔

ربوہ کے دکانداروں کا ناپ تول اس قدر بد دیانتی پر مبنی تھا کہ خود اہل ربوہ اپنے ہم مذہبوں پر اعتبار نہیں کیا کرتے تھے۔ وہ سودا سلف لینے کیلئے چنیوٹ یا لالیاں جانے کو ترجیح دیتے تھے یا چمن عباس کے نذیر چنگڑ سے اشیاء ضرورت خریدا کرتے تھے۔ شریف بٹ اور حفیظ سبزی فروش کے ساتھ اکثر لوگوں کا مول تول پر جھگڑا ہوا کرتا تھا اور تو اور یہ لوگ اپنی گندم پسوانے کیلئے ربوہ کی چکی پر جانے کی بجائے چمن

عباس کے مسلمان چکی والے کے پاس جایا کرتے تھے۔ ان تمام حقائق سے یہ اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ مسلمانوں کا گیا گزرا معاشرتی اور سماجی طور طریق مرزائیوں سے ہزار گنا زیادہ اچھا ہے کہ یہ لوگ خود حقیقی زندگی میں مسلمانوں پر ہی انحصار کیا کرتے تھے۔

اس شہر کے باسیوں میں گالیاں دینے کا عام رواج تھا۔ وہ لوگ کشتی نوح میں مرزا غلام قادیانی کی مسلمانوں کو دی گئی گالیوں پر بڑے نازاں تھے اور ان کی تقلید میں گالی دینا اپنا کمال سمجھتے تھے۔ ربوہ کا ایک ڈپو ہولڈر عبدالرحیم چیمہ مغلظات کا اس قدر ماسٹر اور خوگر تھا کہ اپنے ڈپو پر آنے والے گاہکوں کو بھی رگڑا لگا دیتا تھا۔ ایک بار کسی گاہک کو رحیم چیمہ گالی دے بیٹھا جس پر بات بڑھتی بڑھتی لمبی لڑائی کی شکل اختیار کر گئی۔ معاملہ امور عامہ سے ہوتا ہوا مرزا ناصر احمد کے پاس چلا گیا۔ مرزا ناصر احمد نے رحیم چیمہ کو طلب کر کے کہا ''چیمہ صاحب! آپ کی شکایت آئی ہے کہ آپ اپنے ڈپو پر آنے والے گاہکوں کو گالیاں دیتے ہیں''۔

اس پر رحیم چیمہ نے کہا ''جناب کہڑا بہن.......... کہندا اے''۔

یہ سن کر مرزا ناصر احمد اپنا سا منہ لے کر رہ گئے۔ کہتے بھی کیا، ان کی اپنی تعلیم بول رہی تھی۔

ربوہ میں بیاہ شادیوں کے سلسلے میں عجیب فرق و امتیاز پر مبنی نظام رائج تھا۔ ''اہل خاندان'' ان کے حواریوں اور پوش علاقے کے باسیوں پر شان و شوکت سے شادی کرنے پر کوئی پابندی نہیں تھی۔ دوسرے لفظوں میں یہ کہا جائے کہ ریلوے لائن کے ایک طرف لاری اڈہ والی سائیڈ پر محلہ دارالصدر کے باسی جو کریں، وہ سب اچھا تھا لیکن ریلوے لائن کے دوسری طرف کے مکین اور دارالرحمت محلوں والے مرکز کی ہدایات کے مطابق مسجد میں نکاح کیا کرتے تھے۔ اس کیلئے دلیل یہ دی جاتی تھی کہ متوسط طبقے کو شادی بیاہ کے اخراجات سے بچانے کیلئے یہ حکمت عملی اختیار کی گئی جبکہ اہل زر و ثروت اپنے وسائل کی بنا پر سب کچھ کر گزرنے میں آزاد تھے۔

لومیرج بھی ربوہ کے کلچر کا حصہ تھی۔ اکثریت پسند کی شادی کرتی ہے۔ ہماری گلی میں ہی ایک لڑکی بشریٰ متین رہا کرتی تھی۔ اس کے گھر والوں نے اس کی شادی طے کر رکھی تھی لیکن موصوفہ نے عین وقت پر شادی کرنے سے انکار کر دیا اور اپنی مرضی سے ایک مسلمان سے شادی رچا لی۔ اسے مرکز کی طرف سے ربوہ بدر کرنے اور سوشل بائیکاٹ کی دھمکی بھی دی گئی مگر اس نے کسی کو خاطر میں لانے سے انکار کر دیا۔ ہمارے ایک کلاس فیلو ظہیر الدین بابر نے والدین کی طرف سے پسند کی شادی میں رکاوٹ پر خودکشی کی کوشش کی۔ میو ہسپتال کی ایک نرس ناصرہ نے بھی پسند کی شادی کر لی اور گھر والوں کو اس وقت بتایا جب وہ ماں بننے والی تھی۔ ''لومیرج'' یوں تو ہر معاشرے میں ہوتی ہے لیکن ربوہ کلچر میں اس کی نوعیت مختلف

تھی۔ خاندان نبوت کے بڑے بوڑھے اور نوجوان تو جماعت کی کسی بھی لڑکی سے شادی کرنے میں آزاد تھے۔ لیکن جماعت کے عام افراد پر پابندی تھی۔ گو وہ بھی اس پابندی کو خاطر میں نہیں لاتے تھے۔ اس کے علاوہ اکثریت اپنے والدین یا گھر والوں کو خبر کیے بغیر بھی شادیاں رچالیا کرتی تھی۔

مرزا ناصر کے بھائی مرزا رفیق نے چنیوٹ کے ایک سابق ہیڈ ماسٹر جلال شاہ کی بیٹی کو کسی طرح شیشے میں اتارا اور اس کے والدین کی رضامندی کے بغیر شادی کر لی۔ بعد ازاں جلیل شاہ کو دلفریب مالی آسودگی کی پیشکش کی گئی، جس پر موصوف نے مذہب اور عزت کو عیش و عشرت پر وار دیا اور اپنے پورے خاندان کے ساتھ ربوہ آ گیا، اور ریٹائرڈ ہونے کے بعد ربوہ میں ٹیوشن سنٹر کھول لیا۔ وہ بزعم داماد تعلیمی بورڈ کے ہم مذہب و ہم مشرب ارباب حل وعقد سے انگریزی کے گیس حاصل کر کے طلباء کو منتخب سوالات کروا اور بتا دیتا۔ امتحان میں وہی سوالات آ جاتے جس سے طلباء امتحان میں نمایاں کامیابی حاصل کر لیتے۔ اس طریق کار سے جلیل شاہ کے گھر ٹیوشن پڑھنے والوں کی بھیڑ لگی رہتی تھی لیکن سیاہ فام جلیل شاہ کا خاصا تھا کہ وہ لڑکوں کے بجائے لڑکیوں کو ٹیوشن پڑھانے کو ترجیح دیا کرتا تھا۔ سارے دن میں لڑکیوں کی کئی کلاسیں لیتا جبکہ لڑکوں کی صرف ایک کلاس ہوا کرتی تھی۔

ربوہ کی ایک خاتون ٹیچر ایک سرکاری افسر کے دام محبت میں آ گئی، موصوف پہلے ہی شادی شدہ اور ایک بیٹے کا باپ تھا۔ اس ٹیچر کو اس نے دوسری شادی کی پیشکش کی تو اس نے شرط رکھ دی کہ پہلی بیوی کو طلاق دو پھر شادی کروں گی۔ کافی ردوکد کے بعد یہ شادی تو ہو گئی لیکن سرکاری افسر نے پہلی بیوی کو طلاق دے دی اور بیٹے کو ننھیال کے رحم و کرم پر چھوڑ دیا۔ طلاق دلوا کر شادی رچانے کا رواج بھی ربوہ کی عورتوں میں عام تھا۔ جبکہ اکثر مرد بھی دوسروں کی بیویوں کو شیشے میں اتار کر طلاق پر راغب کر لیتے اور بعد میں شادی رچالیا کرتے تھے۔ جیسا کہ اوپر تحریر کیا گیا، ربوہ میں طلاق کو معیوب نہیں سمجھا جاتا تھا۔ چنانچہ اسی کا اعجاز تھا کہ عائلی زندگی عدم استحکام کا شکار رہتی تھی۔

شہر بھر میں دیواروں پر فضول قسم کی باتیں لکھنے کا بھی بہت رواج تھا۔ خوبصورت لڑکے کو وہاں کے لوگ اپنی کسی مخصوص اصطلاح میں "کے ٹو" کہا کرتے تھے۔ ہمارا ایک دوست عبدالسمیع سہیل جو سرگودھا سے آیا تھا، اس کے حسن کے بہت چرچے تھے۔ ہر دیوار پر جلی حروف میں لکھا ہوتا تھا "ربوہ کا مشہور و معروف تحفہ سہیل کے ٹو" اہل شہر کو "کے ٹو" سے کیا نسبت تھی، اس کا مجھے آج تک علم نہیں ہو سکا۔ تاہم کئی دیواروں پر یہ الفاظ بھی تحریر ہوتے تھے کہ "بے وفا دوست سے کے ٹو سگریٹ اچھے ہوتے ہیں"۔

لوگوں کو گھر سے بلانے کیلئے عجیب طریق کار مروج تھا۔ جب کوئی شخص کسی کے گھر جاتا تو دروازہ "ناک" نہیں کرتا تھا، حالانکہ ہر گھر پر "کال بیل" بھی لگی ہوتی تھی۔ جانے والا دروازے کے باہر کھڑا

ہو کر زور سے ''السلام علیکم'' کہتا جس کے جواب میں صاحب خانہ باہر آ جاتا تھا۔ مرزائی اس طریقہ کار کو مذہبی لحاظ سے انتہائی شائستہ عمل قرار دیتے تھے۔ دوسری طرف عالم یہ تھا کہ اگر کوئی شخص گھر سے باہر نہ آتا یا دروازہ نہ کھولتا تو آنے والا کسی بچے کی خدمات حاصل کرتا۔ بچہ دیوار پھاند کر گھر میں داخل ہوتا اور صاحب خانہ کو باہر آنے کیلئے کہتا۔ نتیجتاً اسے باہر نکلنا ہی پڑتا۔ ان واقعات ؍ حقائق سے یہ اندازہ لگانا نہایت آسان ہے کہ ربوہ کی معاشرتی زندگی کس قدر تضادات کا مجموعہ تھی جس کی بنا پر مرزائی امت کی منافقت کا بخوبی جائزہ لیا جاسکتا ہے۔

ہم نے سن رکھا تھا کہ ربوہ میں جنت اور حوریں بھی ہوتی ہیں۔ سب سے بڑی مشکل یہ تھی کہ کیسے جانا جائے کہ جنت دوزخ کہاں ہیں اور حوریں کدھر اور کیسی ہوتی ہیں۔ ابا جی سے جو معلومات ملیں، ان سے جنت دوزخ کے بارے میں تو کچھ پتہ چل گیا مگر حوروں والا قصہ ابھی تک تشنہ بلکہ نامکمل تھا۔ کسی مرزائی لڑکی سے اس بارے میں دریافت کرنا بھی مشکل تھا۔ ہماری کلاس میں ایک لڑکا عبدالمالک پڑھتا تھا۔ دیہاتی لب و لہجے کا یہ لڑکا مرزائیوں کے سخت خلاف تھا، مگر اپنے باپ کی جائیداد سے محرومی کے خوف سے مرزائیت کے ساتھ چپکا ہوا تھا۔ ایک دن وہ مرزائیت اور اس کے ماننے والوں کے شجرہ نسب پر طبع آزمائی کر رہا تھا۔ میں نے موقع غنیمت جانا اور اس سے حوروں کے متعلق پوچھ ڈالا۔ غصے میں وہ پہلے ہی تھا۔ میرے استفسار پر اس نے حور و تصور کی پوری تفسیر بیان کر ڈالی۔ کہنے لگا:

''سوہنیا! حوراں کا دھیاں نیں، ربوہ دیاں ساریاں کڑیاں نوں ای حوراں کہندے نیں، تاہم کچھ حوریں اصلی ہوتی ہیں بعض نقلی''۔

پوچھا ''نقلی اور اصلی حوروں سے مراد'' جواب ملا ''یار! اصلی حوراں مرجو آنیاں دیاں زنانیاں نیں تے نقلی حوراں حماتراں دیاں رناں نیں''۔

مالک سے میں نے سوال کیا، ان لوگوں کی خواتین اصلی اور تم والی نقلی حوریں کیوں، اس پر وہ مسکرایا اور کہنے لگا۔

''بھائی اوہ اصلی دیسی گھی دیاں نیں نا'' وہ اس طرح کہ ہمارا نبی خواہ سچا ہے یا جھوٹا، اس سے قطع نظر نبی تو ہے نا۔ اب اس کی آل اولاد میں جتنی لڑکیاں ہیں، وہ خوبصورت بھی ہیں، امیر بھی۔ ان کے لباس، شکل و صورت اور نشست و برخاست ہماری عورتوں سے مختلف اور پرکشش ہے۔ چنانچہ اصلی حوریں ہی کہا جائے گا جبکہ ہماری عورتیں مرتبے، مقام اور جیب کے اعتبار سے ان جیسی تو نہیں ہیں لیکن اس نبی کی امت تو ہیں، جسے ہم نے مان لیا ہے۔ چنانچہ اس حوالے سے حوروں والی صفات ہماری خواتین کے حصے میں بھی آتی ہے''۔

اتنی معلومات ملنے کے بعد میں نے حوروں کے بارے میں خود بھی مشاہدہ کیا تو مجھے ربوہ کی ہر عورت حور ہی لگنے لگی۔ کیونکہ مرزائی عورتوں کا اپنی طرف متوجہ کرنے کا جو انداز ہے، اس سے وہ خواہ مخواہ ہی حوریں لگتی تھیں۔ سیاہ رنگ کے ان کے برقع کی وضع قطع کچھ اس طرح کی ہوتی ہے کہ ہر خاتون ''سیکس لیپلڈ'' نظر آتی تھی۔ برقع کا نچلا حصہ لمبا اور چغہ نما ہوتا جو کہنے کو برقع مگر اس میں ملبوس ہر خاتون ایک فتنہ خوابیدہ نظر آتی تھی۔ سر پر تکونی سکارف اور اس کے ساتھ دو نقاب اپنے اندر ایک طوفان چھپائے ہوئے ہوتے ہیں۔ اس پر طرہ یہ کہ ہر عورت ایک نقاب سے چہرے کا نچلا حصہ ناک تک چھپا لیتی ہے جبکہ دوسرا نقاب سر پر لپیٹ لیا جاتا ہے۔ صرف آنکھیں کھلی رہ جاتی ہیں جو آنکھیں آنکھوں میں باتیں کر جاتی ہیں۔ بعض مہ جبیں آنکھوں پر سیاہ چشمہ لگا کر اچھی بھلی دشمن عقل وایمان بن جاتی ہیں۔ اس گٹ اپ میں معمولی سی شکل وصورت والی عورتیں بھی ماہ لقا اور حور شمائل نظر آنے لگتی ہیں۔

مرزائی خاندان نبوت کی خواتین واقعی حسن وجمال کا پرتو ہیں ''عزازیلی'' حسن کی بنا پر ہی یہ جھوٹا مذہب چل رہا ہے۔ حسینانِ ربوہ کو حوریں کہنا اگرچہ شاعری کے زمرے میں آتا ہے لیکن جس کسی نے شاعرانہ ترنگ میں مرزائی خواتین کو حوریں کہا ہے، اس میں اس کی خرد قصور وار نہیں۔ یہ دست قدرت کا کمال ہے یا کالے برقع کی فسوں سازی جس نے وہاں کی ہر عورت کو حور بنا کر رکھ دیا ہے۔

مرزائی امت کے ارباب اقتدار اور شہر کے عوام الناس نے اپنے ہر قول وعمل پر منافقت کا لبادہ چڑھا رکھا ہے۔ ربوہ کے معاشرے کو پاکیزہ اور مثالی ظاہر کرنے کیلئے مختلف ڈرامے بازیاں کی جاتیں، جن میں شہر کے ایک کونے پر جامعہ نصرت گرلز کالج اور نصرت گرلز ہائی سکول اور دوسرے کونے پر لڑکوں کے تعلیم السلام ہائی سکول اور ٹی آئی کالج کی تعمیر قابل ذکر ہے۔ اس تعمیر کی غایت بظاہر یہ تھی کہ باہر کی دنیا پر یہ ثابت کیا جائے کہ صنف نازک اور صنف کرخت کے تعلیمی اداروں میں انتہائی فاصلے ایک مثالی معاشرے کی شاندار مثال ہیں۔ لیکن ان کی منافقت اور ڈرامے بازی اس وقت انتہائی مضحکہ خیز ثابت ہوتی جب دریائے چناب، الف محلہ، دار نصر، دار البرکات اور پہاڑی کے دامن میں واقع دار الیمن کی لڑکیاں اپنے سکول کالج کیلئے ریلوے لائن کے کنارے چلتی ہوئی آ رہی تھیں جبکہ فیکٹری ایریا، محلہ دار الصدر، محلہ دار الرحمت غربی، شرقی، وسطی، ریلوے سٹیشن کے علاقے کے لڑکے دریا کی طرف اپنے سکول وکالج جا رہے تھے تو دونوں اصناف کا آپس میں کراس ہوتا۔ اس دوران بے شمار لڑکے لڑکیوں کے آپس میں مسکراہٹوں اور رقعوں کے تبادلے ہو جاتے اور کسی کو کانوں کان خبر بھی نہ ہوتی۔

ایک مرتبہ میں اور میرا کزن محمد شفیع ریلوے لائن میں چلتے ہوئے سکول جا رہے تھے۔ راستے میں ایک شیریں کو اپنے فرہاد کی نگاہوں سے بلائیں لیتے دیکھا تو لامحالہ ہمارا دھیان ادھر چلا گیا۔ اس محویت میں پیچھے

سے آتے ہوئے ریلوے انجن کی آواز بھی سنائی نہ دی۔ قدرت کو ہماری زندگی مقصود تھی کہ انجن ابھی چند گز کے فاصلے پر تھا کہ ہم نے دائیں بائیں جانب چھلانگیں لگا کر جان بچالی ورنہ ایک حور کے کمالات کا نظارہ ہمیں دوسری دنیا پہنچا چکا ہوتا۔

ربوہ کی ایک لڑکی کا نام نجمہ تھا جسے سب لوگ نجمی کہتے تھے۔ اس کی چنیوٹ کے ایک مسلمان لڑکے ظہیر احمد سے نہ جانے کیسے ملاقات ہوگئی اور اسے اپنا دیوانہ بنالیا۔ یہ لڑکا یتیم تھا اور تعلیم حاصل کرنے ملتان سے اپنی بہن کے پاس چنیوٹ آیا ہوا تھا۔ ظہیر کے گھر والوں نے سنا ہوا تھا کہ ربوہ میں تعلیم بہت اچھی ہے۔ لہٰذا اسے فرسٹ ایئر میں تعلیم الاسلام کالج میں داخل کرادیا گیا۔ اس کی نجمی سے ملاقات ہوئی تو وہ ظہیر پر لٹو ہوگئی۔ دسمبر ٹیسٹ میں جب ظہیر میاں فیل ہو گئے تو اس کے گھر والوں کا ماتھا ٹھنکا۔ انہوں نے اپنے طور پر انکوئری کی تو معلوم ہوا کہ میاں صاحبزادے تو حور کی زلفوں کے اسیر ہو چکے ہیں۔ بس پھر کیا تھا، پہلے تو ان کی خوب دھنائی ہوئی مگر جب عشق کا بھوت ان کے سر سے نہ اترا تو موصوف کو گھر والوں نے واپس ملتان بھیج دیا۔

حوروں کے سب سے بڑے ''دوڈپو'' مرزا محمود احمد کی بیویوں مہر آپا اور مریم صدیقہ المعروف چھوٹی آپا کے گھروں میں تھے''رحم سے خالی'' مہر آپا کے پاس جماعت کی دیوداسیوں کی ایک فوج تھی جو بظاہر اس کی خدمت پر مامور تھے مگر حقیقت وہ اپنے نبوت زادوں کی دلبستگی کا سامان کرتیں یا احمدیت کے دام میں آنے والے نئے پنچھیوں کے پاؤں میں اپنی زلفون کی بیڑیاں ڈالا کرتی تھیں۔

ربوہ کے تمام مرد دو مقامات پر سر و نگاہ جھکا لیتے اور ہاتھ باندھ لیا کرتے تھے۔ ایک جب وہ اپنے خلیفہ، اس کی اولاد یا جھوٹے خاندان نبوت کے کسی بھی فرد کے سامنے پیش ہوتے، دوسرے اس وقت جب حوریں ان کے سامنے آتیں۔ ''ربوی مرد'' کنکھیوں سے انہیں دیکھ تو لیتے مگر ان سے نظر ملانا نہ جانے کیوں ان کے بس میں نہیں ہوتا تھا۔ کئی ایک سے جب اس بارے میں پوچھا گیا تو انہوں نے اپنے ''نبی'' کی نام نہاد تعلیمات کا حوالہ دیتے ہوئے ''ہم اپنی مذہبی تربیت کی بنا پر عورتوں کی طرف نگاہ اٹھا کر نہیں دیکھتے جبکہ عورتیں ہمیں سر سے پاؤں تک دیکھ لیتی ہیں''۔

جامعہ نصرت کالج فار ویمن کی پرنسپل فرخندہ جو مسز شاہ کے نام سے مشہور تھیں، ان کی مرزائیت کیلئے ''خدمات'' کو بہت سراہا جاتا تھا۔ ان کی علمیت کے علاوہ زبردست ڈسپلن کے قصیدے بھی قصر خلافت میں چاردانگ پڑھے جاتے تھے۔ ان کے بیٹے نے اپنی والدہ کو کالج میں سوشل ورک کا مضمون متعارف کرانے کا مشورہ دیا جسے قبول کرلیا گیا اور پھر بیٹے ہی کی سفارش پر ایک مسلمان لڑکی مس نجف کو سوشل ورک کی لیکچرار کے طور پر ملازمت دے دی گئی۔ اس مسلمان لیکچرار نے مسز شاہ کے سخت نظم وضبط

اور قصر خلافت میں نیک نامی پر پانی پھیر دیا۔ اور پرنسپل کے بیٹے کو پہلے مسلمان کیا، بعد میں اس کے ساتھ شادی رچا کر اسے کفرستان سے لے کر نکل گئی۔ قصر خلافت مسز شاہ اور حوریں منہ دیکھتی رہ گئیں۔

حوروں کے سلسلے میں ایک دلچسپ بات جسے ہر شخص انجوائے کیا کرتا تھا کہ جامعہ نصرت گرلز کالج کی پرنسپل مسز شاہ، نصرت گرلز ہائی سکول کی ہیڈ مسٹریس مسز بشیر اور فضل عمر فاؤنڈیشن انگلش میڈیم سکول کی پرنسپل تینوں بیوہ تھیں۔ اکثر لوگ از راہ مذاق کہا کرتے تھے کہ تینوں "میڈ موں" نے نہ جانے کیوں اپنے شوہروں کو دنیا سے باجماعت رخصت کر دیا ہے اور مرزائی مرکز نے زنانہ تعلیمی اداروں کیلئے تین بیوائیں ہی کیوں منتخب کیں۔

ہمارے چنیوٹ کے ایک دوست کی بہن جو نصرت گرلز ہائی سکول کی طالبہ تھی اس کے گھر والوں نے چنیوٹ سے لاہور منتقل ہونا تھا چنانچہ اس نے آٹھویں جماعت پاس کرنے کے بعد نویں کا سٹرفکیٹ حاصل کرنا چاہا مگر سکول کی ہیڈ مسٹریس مسز بشیر نے سٹرفکیٹ دینے سے انکار کر دیا اور کہا "بچی لائق ہے، اسے ہم میٹرک پاس کرنے تک سکول سے نہیں فارغ کریں گے"۔ سکول کے مینیجر چودھری علی اکبر ہمارے دوست مقصود الرحمٰن کے والد تھے، ان کی سفارش کرائی مگر بے سود۔ آخر ہمارے ایک اور کلاس فیلو عبدالحئی طاہر دور کی کوڑی لائے۔ انہوں نے یونائیٹڈ بنک کے مینجر لطیف اکمل سے بات کی جنہوں نے ایک فون کیا اور اگلے ہی لمحے مسز بشیر نے سٹرفکیٹ دینے کی ہامی بھر لی۔ ہمارا کام تو ہو گیا مگر لطیف اکمل سے اس انہونی کے ہو جانے کے اسباب پوچھے تو انہوں نے آنکھ دبا کر کہا "بھائی یاری کی کچھ تو پردہ داری ہونی چاہیے"۔

ایک مرتبہ ہمارے ایک جاننے والوں کی نصرت گرلز ہائی سکول کی طالبہ بیٹی نویں جماعت میں فیل ہو گئی۔ لڑکی کے والد نے سکول انتظامیہ سے ملنے کے بعد لڑکی کے پرچے دوبارہ چیک کر کے اسے رعایتی نمبر دلوا کر پاس کرنے کی درخواست کی۔ اس سلسلے میں اس کی ملاقات لڑکی کی کلاس ٹیچر سے ہوئی جس نے لڑکی کے باپ کو بتایا کہ لڑکی کی نالائقی کی وجہ اس کا چال چلن ہے۔ یہ اور اس کی سہیلیوں کا گروپ کلاس سے اکثر غائب رہتا ہے اور یہ سب ایک دوسرے کے بوائے فرینڈز کو محبت نامے پہنچانے اور ملاقاتیں ارینج کرانے میں مصروف رہتی ہیں، جس کا لازمی نتیجہ یہ ہے کہ پڑھائی میں کمزور رہ گئی ہے۔ لڑکی کا والد جو پہلے ہی بیٹی کی ناکامی پر سر پیٹ رہا تھا، اب بچی کے مشکوک چال چلن کی خبر پر سخت پریشان ہو گیا۔ جب لڑکی اور اس کی سہیلیوں سے معلوم کیا گیا تو انہوں نے ایک اور ہی کہانی سنا ڈالی کہ موصوف ٹیچر کے خود کچھ مشکوک لوگوں کے ساتھ تعلقات ہیں اور وہ اپنی "خوب رو" طالبات کو ان لوگوں سے ملاقات پر مجبور کرتی ہے، اور جو لڑکیاں بات نہیں مانتیں، انہیں نہ صرف کلاس میں زچ کیا جاتا ہے بلکہ

امتحان میں بھی فیل کر دیا جاتا ہے۔ یہ مسئلہ جب اعلیٰ سطح پر اٹھایا گیا تو سکول انتظامیہ نے یہ کہہ کر بات دبا دی کہ اس طرح اساتذہ اور طالبات کی بدنامی ہو گی۔ چنانچہ لڑکی کو پاس کر کے اگلی کلاس میں بھیج دیا گیا۔

ہمارے محلہ میں ایک لڑکا رفیق رہتا تھا جس کے اپنی پڑوسن اور میٹرک کی طالبہ جمیلہ سے تعلقات تھے۔ دونوں کے والدین نے انہیں باز رکھنے کی بے حد کوشش کی مگر بے سود، دونوں نے اپنے ڈگر سے ہٹنے سے انکار کر دیا۔ رفیق کا والد راج گیری کا کام کرتا تھا، وہ اسے اپنے ساتھ کوئٹہ لے گیا جبکہ جمیلہ کے گھر والوں نے اس کی شادی کر دی۔ فریقین کا خیال تھا کہ دوری دونوں کے سروں سے عشق کا بھوت اتار دے گی۔ مگر مرض دوا کرنے کے ساتھ بڑھتا گیا اور رفیق باپ کو جل دے کر کوئٹہ سے چنیوٹ آ گیا اور ایک آٹو ورکشاپ میں کام سیکھنا شروع کر دیا۔ اس دوران رفیق اور جمیلہ کی ملاقاتیں پھر سے ہری ہو گئیں۔ چنانچہ جمیلہ نے طلاق، اور رفیق نے اپنے استاد کی مدد لے کر نکاح کر ڈالا۔

ربوہ کے ایک حکیم صاحب کے پڑوس میں ملتان کا ایک لڑکا شاکر اپنی ماں کے ہمراہ قیام پذیر ہوا۔ حکیم صاحب نے اپنی تربیت کے مطابق اس سے ملاقات کی اور پوچھا کہ ''بیٹے آپ احمدی ہیں'' جواب ملا ''نہیں'' حکیم صاحب نے فوراً اسے تبلیغ کرنے کا فیصلہ کیا اور ''مرزا غلام احمد'' کی نبوت ان کے خلفاء کے بارے میں جملہ کہانیاں سنا ڈالیں۔ شاکر اگرچہ مذہبی ذہنیت رکھنے والا مسلمان نہیں تھا، تاہم اُسے مرزائیت سے بھی کوئی رغبت نہیں تھی۔ حکیم صاحب نے اسے مسجد اور دیگر اجلاسوں میں آنے کی بہت پیشکش کی مگر وہ ہر بار طرح دے جاتا۔ ایک دن حکیم صاحب نے اسے گھر بلایا اور ڈرائنگ روم میں بٹھایا۔ ابھی تبلیغ کا باب دوبارہ شروع ہوا ہی تھا کہ حکیم صاحب کی بیٹی چائے لے کر ڈرائنگ روم میں آئی۔ بس پھر کیا تھا شاکر لڑکی کو دیکھتے ہی دم بخود ہو گیا۔ ''اتنی حسین لڑکی شاید میں نے پہلے کبھی دیکھی ہی نہیں'' خود کلامی کے انداز میں وہ بڑبڑایا۔ حکیم صاحب نے یہ صورت حال دیکھی تو کہنے لگے ''بیٹے! یہ میری بیٹی طاہرہ ہے، اس سال فرسٹ ایئر میں داخل ہوئی ہے''۔ شاکر طاہرہ کے حسن قیامت خیز میں اس قدر کھویا کہ اس نے حکیم صاحب کی شبینہ روز تبلیغ کو گوارا کرنے کا فیصلہ کر لیا اور کہا ''حکیم صاحب! مجھے آپ کی باتیں بہت اچھی لگتی ہیں۔ میں چاہتا ہوں کہ آپ تمام باتیں مجھے رفتہ رفتہ بتائیں اور سمجھائیں''۔ حکیم صاحب تیار ہو گئے۔ یوں اس نے ایک مقررہ وقت پر ان کے گھر جانے کا معمول بنا لیا۔ حکیم صاحب ایک نیا احمدی جماعت میں لانے میں مگن تھے جبکہ شاکر ترچھی نگاہوں سے طاہرہ کو تسخیر کرنے میں مصروف تھا۔ حکیم صاحب کی مسلسل کوشش کے باوجود شاکر مرزائی تو نہ ہوا، مگر طاہرہ اس کے دام محبت میں آ گئی۔ شاکر طاہرہ سے تعلق برقرار رکھنے اور حکیم صاحب کی آنکھوں میں دھول جھونکنے کیلئے ''نیم مرزائی'' ہو گیا۔ ان دونوں کی دوستی اور محبت کا حکیم صاحب کو بھی علم تھا مگر وہ شاکر کے مکمل مرزائی

ہونے تک سب کچھ گوارا کرنے پر تیار تھے جبکہ شاکر انہیں ٹالنے کے لئے نت نئے بہانے بنالیتا۔ کبھی کہتا میں اپنی تعلیم مکمل کرلوں، پھر مرزا ناصر کی بیعت کرلوں گا۔ فوری طور پر بیعت کرنے پر مجھے گھر والے عاق کردیں گے۔ حکیم صاحب اس کی دلیلوں کو مانتے رہے اور اپنے گھر جانے سے نہ روکا۔ اس دوران وہ اپنا مقصود بھی حاصل کرتا رہا۔ یوں اس نے پہلے ایف اے پھر بی اے کرلیا اور مرزائیت پر لعنت بھیجتا ہوا واپس ملتان چلا گیا جبکہ حکیم صاحب اور طاہرہ ہاتھ ملتے رہ گئے۔

ایک لڑکی نورالنساء ڈار کی داستان بھی مدتوں ربوہ کے کوچہ و بازار کا شاہکار بنی رہی۔ جن دونوں نیا نیا ٹی وی آیا تو ربوہ کے متمول گھروں کی چھتوں پر بلند و بالا انٹینے لگے نظر آتے تھے۔ جماعت کی طرف سے بالا بلندیوں کو ٹی وی رکھنے کی سختی سے ہدایت تھی۔ ٹی وی پر جب ہفتہ وار فلم لگتی تو جماعت کے امراء، غربا ہم مذہبوں کو اجتماعی طور پر فلم دیکھنے کی دعوت دیا کرتے تھے۔ یہ بات میرے ذاتی مشاہدے میں ہے کہ ہم نے بھی حوروں کے جلو میں بیٹھ کر پرانی فلم ''جھومر'' دیکھی تھی۔

غلہ منڈی بازار میں ایک جنرل سٹور کا مالک عبدالباسط انتہائی وجیہہ اور خوبرو نوجوان تھا۔ کبڈی کے اس کھلاڑی کی ایک لڑکی بشریٰ کے ساتھ گہری چھنتی تھی۔ ویسا پر دونوں کھلے عام گھومتے۔ بشریٰ اپنی سہیلیوں کے جلو میں دکان پر شاپنگ کرنے آتی تو جو دل چاہتا، سمیٹ کرلے جاتی۔ اس دریا دلی کا نتیجہ یہ ہوا کہ بہت جلد دکان خالی ہوگئی۔ تو بشریٰ نے بھی اپنا رخ زیبا موڑ لیا۔ موصوف دن بھر کوئے جاناں کی خاک چھانتا لیکن وہ پری رو تو جیسے گم ہوگئی۔ بعد میں اسے پتہ چلا کہ بشریٰ اس کے ساتھ فلرٹ کررہی تھی، حالانکہ اس کا نکاح تو پہلے ہی کہیں ہو چکا تھا۔

مبارکہ بیگم محکمہ تعلیم کی ملازم تھی جس نے طلاق لینے کے بعد دوسری شادی نہ کی۔ حالانکہ کئی مرزائی رشتے اس کے ساتھ ''جڑنے'' کیلئے پر تول رہے تھے۔ لیکن اس نے کسی کو گھاس نہ ڈالی۔ اس کے بارے میں یہ تاثر عام تھا کہ وہ محکمہ تعلیم کے اعلیٰ احکام سے جو کام چاہے کروالیتی ہے۔ مخالفین سے تبادلوں کے ذریعے انتقام لینا اس کا معمول تھا۔ ربوہ کے ''خاندان'' کے سرکردہ افراد ہوں یا مسلمان جاگیردار، اس کی ''نگاہ کرم'' سب کیلئے یکساں تھی۔

''سدومیت اور گے کلچر'' ربوہ کی آل نبوت اور امت کے تشخص کا لازمی جزو ہے۔ القابات اور الہامات کی رداؤں میں لپٹی ہوئی اس ''ذریت مبشرہ'' کا یہ کردار مرزا غلام احمد کے الہامات کی ساری حقیقت کھول کر رکھ دیتا ہے۔ میں نے غایت تحریر میں مرزا طاہر کی احمدیہ نیٹ ورک ٹیلی ویژن پر کی گئی ایک تقریر کا حوالہ دیا ہے جس میں انہوں نے پاکستانی علماء کرام، خطیبوں اور مساجد کے اماموں پر اغواء، زیادتی، اغلام اور ناجائز اسلحہ رکھنے کے الزام لگائے ہیں جبکہ ان کے مقابلے میں خود کو پاکیزہ اور پوتر

ثابت کرنے کی کوشش کی ہے۔ یہ بات اس "دروغ گو" مرزا طاہر کیلئے جس کا حافظہ ختم ہو چکا ہے، ایک آئینہ ہے جسے دیکھ کر وہ اپنا سا منہ لے کر رہ جائے گا۔

یوں تو قصر خلافت ربوہ کے درودیوار پر بنات امت کے ساتھ کیے جانے والے "پاکیزہ" اعمال کی کہانیاں ہی ربوہ کی آل نبوت کے کردار کا تجزیہ کرنے کیلئے کافی ہیں لیکن اس امت کے "مسلک ہم جنس پرستی" پر روشنی ڈالنی بھی ناگزیر ہے، تاکہ ان لوگوں کو پتہ چل جائے کہ سیٹلائٹ پر "کف" اور شیشے کے گھر میں بیٹھ کر دوسروں پر سنگ و خشت برسانا آسان نہیں کہ وہ بھی اندرون خانہ کی پوری پوری خبر رکھتے ہیں۔

ہماری کلاس میں پڑھنے والے خانوادگان مرزائی نبوت کے تین سپوتوں، مرزا طیب، مرزا احسن اور سید قمر سلیمان کا ذکر پہلے بھی آ چکا ہے۔ ہم لوگ نویں جماعت میں پڑھتے تھے۔ کسی بات پر ان تینوں کی آپس میں لڑائی ہو گئی۔ تیز گفتگو، دشنام طرازی سے ہوتی ہوئی کردار تک جا پہنچی۔ تینوں نے ایک دوسرے کے بخیئے ادھیڑ کر رکھ دیئے۔ خانساماں، ماشکیوں اور گھر کے ملازموں کے علاوہ کزنوں اور رشتہ داروں کے ساتھ ایک دوسرے کی "سدومیت داری" کی داستانیں سنا دی گئیں۔ پوری کلاس نہایت دلچسپی سے چھوٹے نبی زادوں کے کردار کی حکایتیں سن رہی تھی۔ اسی دوران ماسٹر احمد علی کلاس میں تشریف لائے۔ انہیں دیکھ کر بھی شاہی خاندان کے "اصلیوں" نے زبان کو لگام نہ دی اور باہمی کردار و اخلاق کی دھجیاں بکھیرتے رہے۔ ماسٹر احمد علی بھی سدومی صفات سے مالا مال تھے اور "اپنی امت" کی اس روایت پر پوری طرح عمل پیرا تھے۔ تاہم "مرزوں" کو بھری کلاس کے سامنے ایک دوسرے کی پگڑی اچھالتے دیکھا تو کہنے لگے:

"دیکھو صاحب زادو! اگر نبیوں کی اولادیں ہی آپس میں اس طرح تھوکا فضیحتی کرنا شروع کر دیں گی تو امت کے ان طلباء کا کیا بنے گا، جنہوں نے اپنے کردار کو آپ لوگوں کے طرز عمل کی مثال سے سنوارنا ہے"۔

نبی زادے لڑتے رہے۔ ماسٹر احمد علی انہیں خاموش کرانے میں جب ناکام ہو گئے تو معاملہ ہیڈ ماسٹر صاحب کے سامنے پیش کیا گیا۔ انہوں نے نہ جانے کس طرح تینوں کو "کول ڈاؤن" کیا۔ لیکن اس دوران ان کی لڑائی سے قصر خلافت کے شہزادوں کی اصلیت اور ان کی "کردار کہانی" کھل کر سامنے آ گئی۔ کلاس کے ایک طالب علم ظفر باجوہ نے اس صورت پر تبصرہ کرتے ہوئے کہا، نبی زادوں نے ماشکیوں اور خانساموں کا تو زور شور سے ذکر کیا لیکن میرے سمیت سکول کے بہت سے ساتھیوں کا تذکرہ کرنا ہی بھول گئے جن کا ان شہزادوں کی خدمت میں برابر کا حصہ ہے۔

فیکٹری ایریا محلہ میں ہمارا ایک کلاس فیلو اعجاز اکبر رہا کرتا تھا۔ اس نے ایک بار مجھے اپنے محلے کی دو

انتہائی سرکردہ اور مذہبی اکابر شخصیات کا تذکرہ سناتے ہوئے کہا کہ مولانا غلام باری سیف اور قانون دان سعید عالمگیری کی آپس میں گہری چھنتی ہے۔ شاید اسی وجہ سے دونوں اپنے ذوق طبع کی تسکین کیلئے ایک دوسرے کے بیٹوں کو تختہ مشق بناتے ہیں۔ شہر کے در و دیوار ''نونہالان جماعت'' کے باہمی اختلاط کے قصوں سے سیاہ رہتے تھے۔ ''گگوتے ابرار والی'' نظم تو مدتوں نوشتہ دیوار بنی رہی تھی جو دونہالوں کی سیاہ کاری کی ترجمان تھی۔

جسم فروشی کا رجحان اس قدر زیادہ تھا کہ ہر خوش شکل لڑکا ایک چلتا پھرتا ''بروتھل'' تھا۔ ایسے طلباء جن کے والدین اپنی قلیل آمدنی سے جماعت کا ''دوزخ'' بھرتے اور اپنی اولاد کی ادنیٰ سی خواہش بھی پوری نہیں کر پاتے۔ بچوں کیلئے پیسہ کمانے کیلئے یہ آسان ترین راستہ تھا۔ بے شمار لڑکے کھلے عام ''معاملہ'' طے کرتے اور چل پڑتے تھے۔ والدین اور اساتذہ کی اکثریت اپنے بچوں اور طلبہ کی ان ''مصروفیات'' سے آگاہ تھی۔ تعلیمی اداروں میں تمام اساتذہ نے اپنے اردگرد ''خوبرو طلبہ کی منڈلی بنا رکھی تھی۔ ایک دوسرے کے گروپ سے ''لڑکا'' توڑنا ایک معرکہ سمجھا جاتا تھا۔ اس قبیح عمل کی بجا آوری کو یہ لوگ اپنے آباء کی سنت اور اتباع خیال کرتے تھے۔

گول بازار کے ایک بہت بڑے دکاندار کا بیٹا شبیر شاہ بھی ہمارا کلاس فیلو تھا۔ وہ بھی اپنے نبی کی تعلیمات پر پوری طرح عمل پیرا رہتا تھا۔ لیکن اس بے چارے کے ساتھ عجیب قسم کا ''دھرو'' ہو گیا جس کی صفائیاں دیتے ہوئے اس کی زبان تھک گئی مگر رسوائی کی داستان پھر بھی ہر کوچے میں جا پہنچی۔ قصہ یہ تھا کہ شبیر شاہ ایک شخص کے ساتھ طے شدہ پروگرام کی خلاف ورزی کر کے کسی اور کے ہاں جا پہنچا۔ اول الذکر نے انتقامی کارروائی کرتے ہوئے ایک منصوبے کے تحت ''خصوصی لمحات'' کی تصاویر بنا کر سکول میں تقسیم کر دیں۔

تصاویر کے ذریعے بلیک میلنگ کی دھمکی عام تھی۔ اکثر شہری اس سے کام نکال لیا کرتے تھے۔ اس کے علاوہ تیزاب سے چہرہ داغ دینے کی دھمکی بھی کام کر جاتی تھی۔ ''مساجد'' ''جائے نماز'' کے علاوہ جائے عمل بھی تھیں۔ مرزا ناصر کا زمانہ گزر چکا تھا مگر مرزا طاہر کے بے شمار ہم جولی ''مرزا تاری'' کے ساتھ گزارے ہوئے ''شب وروز'' پر نازاں ہوا کرتے تھے۔ مرزا لقمان کی ''صحبت'' سے فیض یاب ہونے والے بھی خود کو امت کے برہمن خیال کیا کرتے تھے۔ علیٰ ہذا القیاس ربوہ ''شہر سدوم'' جہاں بسنے والوں کا مذہب سدومیت ہے جسے ہر کس و ناکس نے اپنے دائرے کار میں اختیار کر رکھا تھا۔

مولوی محمد ابراہیم بھانبڑی ہمارے سکول کے استاد اور بورڈنگ ہاؤس کے وارڈن تھے۔ ان کی ''نگاہ لطف و کرم'' ہر لڑکے پر یکساں ہوتی۔ تاہم لڑکوں سے وصول کیے ہوئے جسمانی خراج کا حساب ان کے

بیٹے انور بھانبڑی کو چکانا پڑتا تھا۔ مولوی صاحب اپنی افتاد طبع سے اس قدر مجبور تھے کہ بعض اوقات ان سے کئی حرکات کھلے عام ہی میں سرزد ہو جایا کرتی تھیں جن سے انہیں شرمندگی اٹھانے کے علاوہ سکول انتظامیہ کی طرف سے محتاط رویہ اختیار کرنے کا نوٹس آ جایا کرتا تھا۔

تعلیم الاسلام کالج میں دو لڑکوں امین الدین اور طیب عارف کے حسن کے اس قدر چرچے تھے کہ ہر شخص ان سے بات کر کے اور ہاتھ ملا کے اپنے نصیب پر ناز کیا کرتا تھا۔ امین الدین کے فرسٹ ایئر میں داخلے کے بعد تمام اساتذہ کے دل مچل رہے تھے کہ کاش انہیں اس کی کلاس مل جائے۔ یہ لڑکا جب سامنے سے گذرتا تھا تو لڑکے باجماعت یہ گیت گایا کرتے تھے۔ ''تک چن پیا جاندا ای'' طیب عارف کے رخسار کے تل پر تو یار لوگ شاعرانہ ماحول بنا لیتے۔ ہر شخص بساط بھر اشعار اس ''تل'' کی نذر کر دیا کرتا تھا۔ اس کے علاوہ بھی کئی ''امرد'' ایسے تھے جن کے حسن کے قصیدے ربوہ کی ''گے'' سوسائٹیوں میں پڑھے جاتے تھے۔ یہ تو چیدہ چیدہ لوگوں کے قصے ہیں ورنہ یہاں کا ہر فرد سدومیت کو اختیار کر کے فخر محسوس کرتا ہے۔ اگر فرداً فرداً داستانیں لکھی جائیں تو کئی دفتر تصنیف ہو جائیں۔

تعلیم السلام کالج کے ایک پرنسپل چوہدری محمد علی اس کھیل کے مردِ میدان تھے۔ فضل عمر ہوسٹل کی وارڈن شپ کے دوران ان کی ''داستان سدومیت'' ہوسٹل اور وارڈن خانے کے در و دیوار پر رقم رہی۔ پرنسپل بننے کے بعد وہ مرزا ناصر احمد والی بڑی کوٹھی کے مکین بنے تو وہاں انہوں نے مرزا ناصر احمد اور ان کے کارناموں کو زندہ رکھا۔ بعض اوقات انتہائی دلچسپ صورتحال پیدا ہو جاتی جب پرنسپل کے ساتھ ساتھ جانے والے کسی بھی ''خوش رو'' لڑکے کو اس کے ساتھی دیکھ لیتے، بعد میں ''یاروں'' میں بیٹھ کر اسے وضاحتیں کرنا پڑ جاتی تھیں۔ اس کے علاوہ جو لڑکا چوہدری صاحب کے گھر سے آتا ہوا نظر آ جاتا، اس پر تو مدتوں ''انگلیاں'' اٹھتی رہتی تھیں۔ ان سب باتوں کے باوجود پرنسپل کا بلانا اور پری جمالوں کا ان کے گھر بلا تامل چلے جانا کسی دور میں بند نہ ہوا۔

ربوہ کے ملاں و پیر اور میر و وزیر ہر قسم کی اخلاقی مذہبی اور سماجی قید سے آزاد ہیں۔ وہ خوش وقت ہونے کیلئے صنف موافق و مخالف کی تفریق نہیں کرتے۔ دونوں اجناس ان کے ہاں ارزاں اور وافر ہیں۔

مرزا ناصر احمد بھی اپنے والد مرزا محمود احمد کی طرح تعدد ازدواج کے زبردست شوقین تھے مگر ان کی بیوی منصورہ نے ان کی لگام ایسی کھینچ کر رکھی ہوئی تھی، وہ ادھر ادھر منہ تو مارتے مگر اس کی زندگی میں دوسری شادی کوشش کے باوجود نہ کر سکے۔ لیکن جونہی منصورہ آنجہانی ہوئی تو مرزا ناصر نے اس لڑکی سے شادی رچا لی جو مرزا لقمان کی محبوبہ تھی۔ باپ بیٹے میں بہت جنگ ہوئی۔ لقمان نے یہاں تک کہا ''ابا حضور! پچ میں نے بنائی مگر بیٹنگ آپ نے کر ڈالی'' مرزا ناصر احمد نے نوجوان دلہن کی برابری کرنے کیلئے

طب یونان اور ہومیو پیتھک کے کئی نسخے آزمائے۔ انہی نسخوں نے آخر کار انہیں جہنم واصل کر دیا۔ اکثر مرزائی منچلے کہا کرتے تھے کہ ”ہمارے حضرت صاحب کو گھونگٹ کی ہوا لگ گئی ہے“۔

”پتا پہ پوت اور نسل پر گھوڑا بہت نہیں تو ضرور تھوڑا“ والی مثال کے مطابق مرزا ناصر کا بیٹا لقمان اپنے باپ بلکہ دادا مرزا محمود احمد کے خصائل کا مکمل پر تو تھا۔ چھٹی جماعت میں یہ ہمارے ساتھ پڑھتا تھا۔ مسلمان کیا اپنے جیسے مرزائیوں کو بھی خاطر میں نہیں لاتا تھا۔ اور اگر بھولے سے کسی امتی کے ساتھ ہاتھ ملا لیتا تو وہ مرزائی اپنی خوش نصیبی پر نازاں ہوتے ہوئے گھنٹوں کبھی خود کو کبھی اپنے ہاتھ کو دیکھتا رہتا تھا۔ ایک بدمعاش بچپن میں جو ”کچھ“ ہوتا ہے مرزا لقمان ان حقائق کا عین عکاس تھا۔ فرعونی خصوصیات، یزیدی اوصاف مرزا لقمان کی شخصیت کا جزو لاینفک تھے۔ کتے پالنا، گھوڑے رکھنا، چادر اور چادر دیواری کے تقدس کو پامال کر کے اپنی جنسیت کی تشکیل کرنا اس شخص کی زندگی کے لوازم تھے۔ شرفاء کی لاج کو مرزا لقمان نے لچوں کا قہقہہ بنا کر رکھ دیا تھا۔

جن لوگوں نے مرزا محمود احمد کی جوانی دیکھی، ان کا کہنا تھا کہ مرزا لقمان کے سارے چلن اپنے دادا جیسے تھے۔ جس طرح موصوف اپنی تخریبی چالوں سے فتوحات حاصل کرنے کے خوگر تھے اسی طرح لقمان بھی تخریبی کارروائی کا کوئی موقع ہاتھ سے نہ جانے دیتا تھا۔ طالب علم رہنما رفیق باجوہ نے مرزائیت کے خلاف بغاوت کا پرچم بلند کیا تو مرزا لقمان نے اس کو ختم کرنے کیلئے ہر حربہ استعمال کیا۔ اس کی تلاش میں رفیق باجوہ کے باپردہ گھرانے میں داخل ہو کر چادر اور چاردیواری کے تقدس کی دھجیاں اڑا دیں۔

مرزا محمود احمد کی طرح مرزا لقمان بھی امت کی جس حور شمائل کو چاہتا، قصر خلافت بلا لیتا اور اپنے دادا کی ”سنت“ ادا کر لیتا تھا۔ شہر کے غنڈوں کی ایک فوج مرزا لقمان کے اشارے پر ہر جرم کرنے پر آمادہ رہتی تھی اور اس بے مہار فوج کا یہ سپہ سالار کرائے کے بازوؤں سے اپنے مقاصد حاصل کر لیتا تھا۔

مرزا ناصر بھی اپنے اس سپوت سے ڈرتے تھے۔ مرزا لقمان کے بڑے بھائی مرزا فرید نے ایک مرزائی خاندان کی لڑکی اغوا کر لی تو مرزا ناصر نے امت اور لڑکی کے والدین کی اشک شوئی کیلئے مرزا فرید کو ربوہ بدر کر دیا جبکہ مرزا لقمان ایسے کئی کارنامے انجام دینے کے باوجود ہر گرفت سے بالا تھا۔

ربوہ میں بدمعاشوں اور قبضہ گروپ کے کئی دھڑے تھے، جن کی پشت پناہی مرزا انور چیئرمین ٹاؤن کمیٹی اور مرزا طاہر کیا کرتے تھے۔ لیکن جب سے مرزا لقمان نے جوانی میں قدم رکھا، ہر بدمعاش اس کے ساتھ وابستہ ہو گیا تھا۔ جماعت اور جھوٹی نبوت کے خاندان کے قواعد واحکام سے سرتابی کرنے والوں کیلئے عقوبت خانے اور ٹارچر سیلز قائم تھے جن کی سربراہی بھی مرزا لقمان ہی کیا کرتا تھا۔

شہر میں نوجوانوں کی مختلف ٹولیاں رات کو پہرہ دیا کرتی تھیں۔ ان کی تشکیل بھی مرزا لقمان کے

دائرہ اختیار میں تھی۔ انہی گروہوں سے کئی افراد چوری کی وارداتوں میں ملوث ہوا کرتے تھے۔ ایسے تمام چور بھی خلیفہ زادے کے پروردہ تھے۔ ربوہ والے اپنے ساتھ ہونے والے کسی ظلم و زیادتی کی اطلاع پولیس کو نہیں کر سکتے تھے۔ زیادہ سے زیادہ مرزائی مرکز کی خود ساختہ امور عامہ سے دادرسی حاصل کر لی جاتی تھی۔ اگر کوئی شخص پولیس کے پاس جانے کی کوشش کرتا تو اسے نہ صرف مرکز کے انصاف بلکہ جماعت سے بھی محروم ہونا پڑتا تھا۔ مرزا لقمان ربوہ کے نام نہاد نظام انصاف کی سرپرستی بھی کرتا تھا۔

چودہ سو سال قبل عرب کا معاشرہ جس اخلاقی انحطاط کا شکار تھا، اس کو پیش نظر رکھتے ہوئے خالق کائنات نے حضرت نبی کریم ﷺ کو مبعوث فرما کر معاشرے میں انقلاب برپا کر کے رکھ دیا لیکن قادیان کے جھوٹے پیغمبر کے دعویٰ نبوت کے بعد اخلاقی لحاظ سے ایک ایسے پست معاشرے نے جنم لیا جس کی اصلاح عبث ہو چکی ہے۔ مرزائی خلیفہ وقت کی دورخی پالیسی کا یہ عالم تھا کہ اغوا کے کیس میں ملوث مرزا فرید کو شہر بدر تو کر دیا گیا مگر اسے یہ سہولت بھی دی گئی کہ وہ جب چاہے ربوہ آ سکتا تھا۔ جس خاندان کی لڑکی اغوا ہوئی تھی، وہ مرزا فرید کو ربوہ میں دیکھتا تو خون کے گھونٹ پی کر رہ جاتا مگر مرزا لقمان کے خوف سے ان میں دم مارنے کی بھی مجال نہیں تھی۔

ربوہ میں ''قدے، چھدے، جگے، بشیر بلے، مقصودے پٹھان اور لطیف ننھے'' جیسے ناموں سے موسوم بدمعاشوں کے کئی دھڑے تھے۔ ان گروپوں کی آپس میں لڑائی اور پھر ان میں فیصلہ کر کے اپنی چودھراہٹ قائم رکھنے کیلئے مرزائی خاندان نبوت نے ''لڑاؤ اور حکومت کرو'' کا اصول بنا رکھا تھا۔ ابتدائی صفحات میں ایک پٹھان کا ذکر کیا گیا ہے۔ مذکورہ بدمعاشوں کے گروہوں میں مقصودا پٹھان گروپ کا مقصود خان اور اسی کا بیٹا تھا جب کہ اس کے دیگر دو بھائی رفیقا پٹھان اور فاروقا پٹھان بھی اپنے بڑے بھائی کے نقش قدم پر چلتے ہوئے ہر وقت اپنے خلیفہ زادے کے حکم کے غلام رہتے تھے۔

مرزا طاہر کو جب میں نے دیکھا وہ ایک مکمل ''پلے بوائے'' تھے۔ منہ میں پان، جیب میں کیپسٹان ڈالے سرخ رنگ کی لیڈیز سائیکل پر پھرنے والا یہ شخص شہر بھر کی خواتین کے دل کی دھڑکن تھا۔ عمر کی قید سے قطع نظر ہر خاتون ان سے تعلق و واسطہ پر فخر کیا کرتی تھی۔ نوجوان خواتین تو بڑے ناز سے انہیں ''میاں تاری'' کہا کرتی تھیں۔

مرزا طاہر بھی اپنے بڑے بھائی مرزا ناصر کی طرح ہومیو پیتھک ڈاکٹر تھے۔ ان کا کلینک صبح اور شام کھلا کرتا جہاں ماہ رخان شہر کی بھیڑ لگی رہتی تھی۔ کسی خاتون کو کوئی مرض ہو یا نہ ہو، وہاں جا کر دل پشوری کر لیا کرتی تھی۔ کسی نوجوان لڑکی کے پیٹ میں ہلکا سا درد بھی اٹھتا، والدین اسے تریاق لینے میاں تاری کے پاس بھیج دیا کرتے۔

محمد شاہد

میں نے ربوہ دیکھا

اس سال ربوہ ختم نبوت کانفرنس میں شرکت کا دعوت نامہ ملا۔ ربوہ پہلی مرتبہ جانے کا اتفاق ہوا۔ پوری کانفرنس میں بڑی گہما گہمی رہی۔ ملک کے ہر گوشے سے علماء کرام، دانشور، صحافی، طلبہ اور عوام کی کثیر تعداد آئی ہوئی تھی۔ تمام مقررین نے مرزائیوں کی بڑھتی ہوئی شرانگیزیوں اور ملک دشمن سرگرمیوں پر مختلف پہلوؤں سے روشنی ڈالی اور ان کی روک تھام کے لئے حکومت سے پرزور مطالبہ کیا۔ کانفرنس کے حاضرین میں غضب کا جوش وخروش پایا جاتا تھا۔ جوش وخروش کا یہ عالم تھا کہ حاضرین جلسہ نے یہ اعلان کیا کہ امیر جلسہ ہم کو اشارہ تو کریں ہم ربوہ کے مرزائیوں کو ایسا سبق سکھائیں گے کہ ان کی پشتیں یاد رکھیں گی۔ اس جوش وخروش کا ایک بڑا سبب مولانا اسلم قریشی کا اغوا تھا جو ان کے سربراہ کی ایک گھناؤنی سازش ہے۔ لیکن امیر صاحب نے ملکی حالات کے پیش نظر تشدد سے باز رہنے کی تلقین کی۔

کانفرنس کے اختتام کے اگلے دن اجتماع گاہ واقع مسلم کالونی ربوہ سے (اسٹیشن والی) محمدیہ مسجد تک تانگے سے سفر کیا۔ تانگہ ایک مسلمان نوجوان چلا رہا تھا۔ اس نے بتایا کہ میرے تانگے میں ایک سکول کی مرزائی استانی سفر کرتی تھی۔ ایک دن اس نے مجھ سے کہا کہ تم ہماری انجمن میں شامل ہو جاؤ۔ ہم تمہیں روپیہ اور مکان دیں گے اور مرزائی لڑکی سے تمہاری شادی بھی کریں گے۔ اس نے بتایا کہ جب اس کانفرنس کے دوران لوگ نعرے لگاتے ہوئے ربوہ میں داخل ہوتے تو مرزائی اپنے گھروں میں گھس جاتے تھے اور میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا کہ ایک فروٹ کی ریڑھی والا اپنی ریڑھی بھگا کر ایک کونے میں لے گیا اور ایک کونے میں جا کر چھپ گیا۔ ایک دوسرے تانگے والے نے بتایا کہ ربوہ میں مرزائیوں کے گھروں میں کڑوا پانی نکلتا ہے اور مسلمانوں کے گھروں میں میٹھا پانی نکلتا ہے۔ اس صورت میں وہ پینے کے لئے پانی مسلمانوں کے گھروں سے لیتے ہیں۔

شام کو ربوہ کے مقامی ساتھی بھائی صاحب اور صوفی صاحب ربوہ شہر دکھانے لے گئے۔ جب ہم نام نہاد بہشتی مقبرے میں داخل ہوئے تو وہاں عجیب ویرانی محسوس کی۔ واللہ میرا دل اندر سے رو رہا تھا کہ کتنے ہی نادان لوگ سیدھی راہ سے بھٹک کر ایسی راہ پر چل نکلے جو سوائے جہنم کی تہہ کے کسی اور طرف

نہیں جاتا اور تمام منازل میں سے پہلی منزل ہے۔ وہاں تین سوالوں میں سے ایک سوال حضرت خاتم النبیین ﷺ کے بارے میں بھی ہوگا تو اس وقت قادیانی کیا جواب دے سکیں گے؟

اس کے بعد ہم حشر کا تصور ہی نہیں کر سکتے۔ اس خیال کے آتے ہیں میری زبان سے نکلا "ربنا لا تزغ قلوبنا بعد اذهديتنا" سامنے ایک چار دیواری پر نظر پڑی۔ اندر جا کر دیکھا تو وہاں خواص کی قبریں تھیں۔ جن میں مرزا ناصر کی قبر سب سے آخر میں تھی۔ وہاں ایک بورڈ پر لکھا تھا کہ اگر موقع ملے تو ان لاشوں کو نکال کر قادیان میں دفن کر دیا جائے۔ قبرستان میں ایک ٹیلی فون نصب تھا تو ہمارے ساتھی نے از راہ مذاق کہا کہ ہو سکتا ہے کہ ربوہ کے قبرستان میں مدفون مرزائیوں کا قادیان کے قبرستان والوں سے فون پر رابطہ ہو۔ قبرستان میں جہاں بھی نگاہ ڈالی وہاں کے درختوں کے پتے ایسے مرجھائے تھے۔ جیسے اہل قبرستان پر ماتم کرتے کرتے نڈھال ہو چکے ہوں۔ ابھی ہم قبرستان سے باہر نکل کر آپس میں گفتگو کر رہے تھے کہ پیچھے سے ایک مرزائی نمودار ہوا۔ داڑھی چھدری اور سر پر بھاری ٹوپی اور انگریزوں کا پسندیدہ لباس پینٹ کوٹ پہنے ہوئے۔ آتے ہی بولا کہ دین میں تو اختلافات ہر جگہ پائے جاتے ہیں۔ میں اس بحث میں پڑنا نہیں چاہتا۔ آپ یہ بتایئے کہ اس جگہ آنے کے بعد اور یہ سب کچھ دیکھنے کے بعد آپ کیا محسوس کر رہے ہیں۔ ہم نے موقع غنیمت جان کر کہا کہ ہمارے ذہنوں میں کچھ سوالات ابھر رہے ہیں۔ اس نے موقع کی مناسبت سے کہا ضرور پوچھئے جس پر میں نے جھٹ یہ سوال کر دیا۔

میں: یہ بتایئے کہ آپ کی انجمن ہر مرزائی سے اس کی دولت کا دسواں حصہ کیوں طلب کرتی ہے اور اسے کہاں صرف کرتی ہے؟

مرزائی: پہلی بات تو یہ ہے کہ قرآن میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اپنی محبوب چیزوں کو میری راہ میں خرچ کرو۔ جہاں تک خرچ کرنے کا سوال ہے تو ہم رقم غریبوں اور ناداروں پر خرچ کرتے ہیں اور آپ کے لوگوں (غیر مرزائیوں) کو بھی دیتے ہیں۔

بھائی صاحب! مثال دے کر بتایئے کہ ربوہ میں آپ کسی غیر مرزائی کی مدد کرتے ہیں؟

مرزائی: (تھوڑی دیر سوچ کر) مثلاً ریلوے اسٹیشن پر رہنے والے ایک بیمار بوڑھے کی مدد کی گئی۔

بھائی صاحب! میں تو بہت عرصے سے اسٹیشن والی مسجد کے پاس رہتا ہوں۔ میں نے کوئی ایسا بوڑھا نہیں دیکھا۔ نیز یہ بتائیں آپ کے ہاں اگر کوئی بہت پرہیز گار ہو۔ لیکن غریب ہو یا کوئی مرزائی کسی مجبوری یا کنجوسی کی وجہ سے آپ کی انجمن کے لئے اپنی دولت کا مطلوبہ حصہ وقف نہ کرے تو آپ اسے کیا "بہشتی مقبرے" میں دفن ہونے دیں گے۔

میں نے پوچھا: کیا دولت کا یہ دسواں حصہ آپ کی انجمن جبراً لیتی ہے؟

مبلغ: نہیں بلکہ جو ''بہشتی مقبرے'' میں جگہ لینا چاہتا ہو وہ خوشی سے دیتا ہے۔

بھائی صاحب! چونکہ میں ربوہ کا رہنے والا ہوں میں نے کچھ عرصہ پہلے دیکھا کہ بیرون ربوہ سے ایک لاش آئی۔ اس مرزائی نے انجمن کو مطلوبہ پوری رقم ادا نہیں کی تھی۔ اس لئے اس کو اس وقت تک بہشتی مقبرے میں دفن ہونے نہیں دیا گیا۔ جب تک کہ اس کا مکان فروخت کر کے مطلوبہ رقم حاصل نہ کر لی گئی یہ تو مرنے والے کی رقم جبراً لی گئی۔ ممکن ہے وہ رقم اس نے اپنی اولاد وغیرہ کے نام کر دی ہو اور انجمن کو ادا کرنے کا ارادہ نہ رکھتا ہو۔ بصورت دیگر اگر آپ نے رقم لینی تھی تو پہلے اسے دفنا تو دیتے بعد میں اس کے مکان کا حساب کتاب ہوتا رہتا۔ جب آپ نے مردے کے ساتھ یہ سلوک کیا تو پتہ نہیں زندہ لوگوں کے ساتھ کیا سلوک کرتے ہوں گے؟

مبلغ: میں اس وقت یہاں موجود نہ تھا۔ مجھے اس واقعہ کا علم نہیں۔

شاہد: اس قبرستان کا نام ''بہشتی مقبرہ'' رکھا گیا ہے۔ آپ کو کیسے یقین ہے کہ اس میں داخل ہونے والے جنتی ہیں۔

مبلغ: (لاجواب ہو کر) اللہ تعالیٰ کی ذات سے امید تو کی جا سکتی ہے۔

ہمارے ساتھی صوفی صاحب نے کہا کہ آپ اپنی مخصوص جگہیں دکھانا پسند کریں گے۔ مبلغ نے کہا چلئے۔ پہلے نام نہاد قصر خلافت پہنچے۔ وہاں ایک بڑی کوٹھی بنی ہوئی تھی۔ باہر ہی سے بڑے بڑے شیشے کے دروازے اور کھڑکیاں نظر آ رہی تھیں۔ اور ان پر مخمل کے پردے پڑے ہوئے تھے۔ اس میں موجودہ خلیفہ مرزا طاہر قیام پذیر ہے۔ قصر خلافت کے در و دیوار رنگ و روغن سے محروم تھے۔ اس پر میں نے مبلغ سے پوچھا کہ کیا یہ آپ کے خلیفہ کی سادگی ہے؟ اس پر وہ کھسیانا ہو کر رہ گیا۔ قصر خلافت کے برابر سیکرٹریٹ اور سامنے قادیانی معبد تھا۔ قادیانی معبد پہنچے تو میں اپنے جوتے لے کر اندر جانے لگا تو اس نے کہا جوتی یہیں رہنے دیجئے چوری نہیں ہوگی۔ میں نے اپنے دل میں کہا کہ جو قوم نبوت پر ڈاکہ ڈال سکتی ہے وہ یقیناً جوتی بھی چوری کر سکتی ہے کیونکہ یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ کوئی قوم اپنی اصلیت نہیں بھولا کرتی۔ مبلغ نے بتایا کہ مرزا طاہر جب یہاں ہوتا ہے تو امامت بھی کرتا ہے۔

قادیانی عبادت گاہ کافی بڑی تھی۔ وہاں ایک جگہ کلمہ لکھا ہوا تھا۔ مبلغ نے میری توجہ اس طرف پھیر دی کہ دیکھو پورا کلمہ لکھا ہوا ہے۔ میں نے کہا ہاں مسیلمہ کذاب بھی پورا کلمہ پڑھتا تھا۔

سڑک پر نکلے تو ایک جنازہ جا رہا تھا تابوت چار پہیوں والے ریڑھے کی طرح بنا ہوا تھا۔ اور اسے چلا کر لے جایا جا رہا تھا۔ مبلغ نے کہا کہ دیکھو اس تابوت کے اوپر چھت بنی ہوئی ہے تا کہ ہر طرح کے گرد و غبار اور بارش سے محفوظ رہے اور کسی قسم کی تکلیف نہ ہو۔ میں نے سوچا کہ ایک تو مردہ اپنے ساتھیوں کے

کندھے دینے سے محروم رہ گیا۔ دوسرا یہ کہ یہاں کی گرد وغبار اور بارش وغیرہ سے اگر یہ محفوظ کر بھی لیں گے لیکن آنے والی تکالیف سے تو نہیں بچا سکتے۔

اس کے بعد بیرون ممالک سے آنے والے مبلغین اور مہمانوں کے ٹھہرنے کی جگہ بتائی اور اس نے بتایا کہ اس وقت چار پانچ مبلغ ہمارے مہمان ہیں۔ یہاں سے نکل کر "دارالاقامہ" کی طرف گئے۔ جہاں اندرون ملک سے آنے والوں کو ٹھہرایا جاتا ہے۔ اس نے بتایا کہ یہاں ہمارے مہمانوں کے علاوہ اگر کوئی ربوہ میں بھولا بھٹکا مسافر آجائے یا قرب وجوار میں کوئی حادثہ ہو جائے تو متاثرین کو بطور مہمان ٹھہراتے ہیں اور پھر پھانس کر مرزائی بنانے کی کوشش کرتے ہیں۔ گیٹ میں داخل ہوتے ہی سامنے استقبالیہ ہے۔ جہاں اسٹاف اپنے کام میں مصروف تھا۔ آگے چل کر دیکھا کچھ کمرے بنے ہوئے ہیں اور ہر کمرے کے باہر گتے کے بورڈ پر پاکستان کے چار پانچ شہروں کے نام لکھے ہوئے تھے۔ میرے پوچھنے پر بتایا کہ انصار اللہ کا اجتماع ہو رہا ہے (جو چالیس سال سے زیادہ عمر کے قادیانی افراد کی انجمن ہے) اور اس میں شریک مہمانوں کے نام لکھے ہوئے ہیں۔ میں نے فوراً سوال کیا کہ ایک کمرے میں کتنے پلنگ ہیں؟ اس نے کہا دو پلنگ میں نے کہا کہ اگر ایک شہر سے دس آدمی آئے تو پانچ شہروں سے پچاس ہوئے اور دو پلنگ پر پچاس آدمی کیسے سو سکتے ہیں؟

وہ میری توجہ ہٹانے کے لیے "دارالضیافت" کی طرف لے گیا۔ کھانے کے کمرے میں گھستے ہی بدبو سی محسوس ہوئی۔ اپنے آقاؤں کی وفاداری کا یہ عالم کہ کھانے کے کمرے میں جہاں نگاہ ڈالئے میز کرسیاں بچھی ہوئی نظر آتی تھیں۔

چونکہ میں اس کی باتوں میں بہت دلچسپی لے رہا تھا اس لئے جب واپسی ہونے لگی تو اس نے کہا کہ دین میں تو اختلافات ہوتے ہی رہتے ہیں۔ ہمیں ان باتوں میں نہیں پڑنا چاہئے۔ ہمیں ایک دوسرے کی طرف دوستی کا ہاتھ بڑھانا چاہئے اور آپس میں مل کر ملکی ترقی کے لئے کام کرنا چاہئے۔ مبلغ نے مجھ کو مخاطب کر کے کہا کہ آپ تو ابھی ربوہ میں ٹھہریں گے۔ آپ مجھ سے کل ملئے تفصیلی بات کریں گے اور آپ کے اشکالات بھی دور کریں گے۔

اگلے دن لاہور روانہ ہونے کے لئے اسٹیشن پر پہنچا تو دیکھا کہ بہت سے نوجوان مرزائی لڑکے لڑکیاں ٹرین کے انتظار میں کھڑے ہیں۔ ٹرین میں مجھے ایک بڑے میاں ملے۔ لمبی سی داڑھی تھی۔ مجھ سے پوچھا کہ کہاں سے آرہے ہو۔ میں نے کہا "ربوہ سے" یہ سنتے ہیں چونک اُٹھے، پہلے تو مجھے اوپر سے نیچے تک بڑے غور سے دیکھا۔ پھر پوچھنے لگے "تیرا ایمان کیا ہے؟" میں نے کہا الحمد للہ مسلمان ہوں۔ ربوہ کانفرنس میں شرکت کے لئے گیا تھا۔ یہ سن کر انہوں نے با آواز بلند مرزا قادیانی کی جھوٹی نبوت کی

ساری قلعی اتارنی شروع کر دی۔ برابر میں مردوزن بیٹھے ہوئے تھے۔ بڑے میاں کی باتوں سے لال پیلے ہور ہے تھے اور بڑے میاں کی طرف دیکھ دیکھ کر کچھ کہہ رہے تھے۔ ایک مرزائی برداشت نہ کر سکا اور اٹھ کر دوسرے کمرے میں چلا گیا۔ میرے دل میں یہ خیال پیدا ہوا کہ سچائی تو ایسی خوشبو ہے جو چھپائے نہیں چھپتی اور ایک دم میری زبان سے بے ساختہ نکلا۔

فرما گئے ہیں ہادی
لا نبی بعدی

عقیدہ۔ فرشتوں کی تعداد وہی جانے جس نے ان کو پیدا کیا اور اس کے بتائے سے اس کا رسول۔ چار فرشتے بہت مشہور ہیں، جبرئیل ومیکائیل واسرافیل وعزرائیل علیہم السلام اور یہ سب ملائکہ پر فضیلت رکھتے ہیں

عقیدہ۔ کسی فرشتہ کے ساتھ ادنیٰ گستاخی کفر ہے۔ جاہل لوگ اپنے کسی دشمن یا مبغوض کو دیکھ کر کہتے ہیں کہ ملک الموت یا عزرائیل آ گیا یہ قریب بکلمۂ کفر ہے۔

عقیدہ۔ فرشتوں کے وجود کا انکار یا یہ کہنا کہ فرشتہ نیکی کی قوت کو کہتے ہیں اور اس کے سوا کچھ نہیں یہ دونوں باتیں کفر ہیں۔

یہ آگ سے پیدا کیے گئے ہیں۔ ان میں بھی بعض کو یہ طاقت دی گئی ہے کہ جو شکل چاہیں بن جائیں۔ ان کی عمریں بہت طویل ہوتی ہیں۔ ان کے شریروں کو شیطان کہتے ہیں۔ یہ سب انسان کی طرح ذی عقل اور ارواح وجسام والے ہیں۔ ان میں توالد وتناسل ہوتا ہے۔ کھاتے پیتے جیتے مرتے ہیں۔

عقیدہ۔ ان میں مسلمان بھی ہیں کافر بھی مگر ان کے کفار انسان کی بہ نسبت بہت زیادہ ہیں اور ان میں کے مسلمان نیک بھی ہیں اور فاسق بھی۔ سنی بھی ہیں بد مذہب بھی اور ان میں فاسقوں کی تعداد بہ نسبت انسان کے زائد ہے۔

عقیدہ۔ ان کے وجود کا انکار یا بدی کی قوت کا نام جن یا شیطان رکھنا کفر ہے۔

(بہار شریعت)

عرفان محمود برق (نو مسلم، سابق قادیانی)

قادیانیوں کی ارتدادی سرگرمیوں پر ایک نظر

گھر کے بھیدی کی گواہی

ہم ہر اک بات کا اندازِ نظر جانتے ہیں
ہم نے اک عمر گزاری ہے صنم خانے میں

کسی دوست نے مجھ سے سوال کیا کہ جناب! میں نے سنا ہے کہ قادیانیوں کا جھوٹا نبی مرزا قادیانی شراب پیتا تھا۔ گالیاں بکتا تھا، زنا کرتا تھا، جھوٹ بولتا تھا، غیر عورتوں سے رات کی تنہائیوں میں اپنی ٹانگیں دبواتا تھا، جوتی الٹی پہنتا تھا، قمیض کے بٹن اُلٹے بند کرتا تھا، آنکھ سے کانا تھا، ہاتھ سے ٹنڈا، عقل سے پیدل، سوچ سے جاہل، حرکات سے پاگل تھا، تو پھر کیا وجہ ہے کہ عقل کے اندھے، سوچ کے گندے قادیانی نہ صرف خودا سے نبی و رسول تسلیم کرتے ہیں، بلکہ مسلمانوں میں بھی اس کی بناسپتی نبوت کا ڈھول پیٹتے ہیں۔ جس کے باعث اکثر سننے میں آتا ہے کہ فلاں مسلمان قادیانیت کے گٹر میں گر گیا، فلاں گھرانے نے مرزائیت کے تیزاب کو اپنے لبوں کی زینت بنالیا، فلاں نوجوان نے اپنے ایمان کی لگامیں ان اندھوں کے سپرد کر دیں۔ یہ بڑی حیران کن اور فکر انگیز بات ہے۔ آخر اس کی کیا وجہ ہے؟ مسلمان کیسے ان کے جال میں پھنستے ہیں اور ایک بد اخلاق، کانے، ٹنڈے کو کیسے نبی مان لیتے ہیں؟

میں نے اُسے جواب دیا کہ جب قادیانی شکاری لوگوں کے ایمان کا شکار کرنے کے لئے نکلتا ہے تو وہ اپنے ساتھ ایک شکار والا بیگ رکھتا ہے۔ جس کی مختلف جیبوں میں شکار کرنے کے مختلف آلات ڈالتا ہے۔ وہ ایک جیب میں اپنی بہنوں اور بیٹیوں کی تصاویر کا البم ڈالتا ہے، دوسری جیب میں بلینک چیک کا خمار ڈالتا ہے، تیسری جیب میں زمین کی رجسٹری کا خنجر رکھتا ہے، چوتھی جیب کو جرمنی، لندن اور انگلینڈ کے ویزوں کے سنہری خوابوں کی نذر کرتا ہے، پانچویں جیب میں ملازمت کے حسین مواقع کے تیروں کو ٹھونستا ہے۔ چھٹی جیب کو غرباء کی امداد کے جھانسے سے آراستہ کرتا ہے اور ساتویں جیب میں سماجی بہبود کے ڈھکوسلے سجاتا ہے، آٹھویں جیب کو اپنے کفریہ غلیظ لٹریچر کی نجاست کے لئے مختص کرتا ہے، اور پھر

بغل میں چھریاں اور ہونٹوں پر زہریلی مسکراہٹیں بکھیرے مسلمانوں کے ایمانوں کی فصل کاٹنے کے لئے نکل پڑتا ہے۔

اللہ رے دیکھئے اسیریٔ بلبل کا اہتمام
صیاد عطر مل کے چلا ہے گلاب کا

وہ اپنا شکار کرنے کے لئے ہر وقت چوکس رہتا ہے، پھر جہاں کوئی کمزور ایمان مسلمان نظر آتا ہے۔فوراً اُس کی جانب لپکتا ہے، اس کی آنکھوں پر ہوس رانی کی تسکین افزائی کی پٹی باندھتا ہے اور اس کے ضمیر کو زوردار دھکا دے کر اپنی گرفت میں لے لیتا ہے، تب برق رفتاری سے اپنے بیگ کی جیبوں میں سے مختلف اوزار نکال کر اُس کی شہ رگ کاٹ دیتا ہے کچھ دیر کے لئے ضمیر تڑپتا ہے، پھڑکتا ہے، حب رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا خون بڑی تیزی سے بہتا ہے حتیٰ کہ آخری قطرہ بھی ٹپک پڑتا ہے اور یوں اُس بدنصیب کا ایمان موت کی آخری ہچکی لے کر ارتداد کے گہرے پانیوں میں غرق ہو جاتا ہے۔ جہاں سے پھر واپس لوٹ کر کبھی نہیں آتا۔

لٹ رہا ہے دین، ایمانوں کے سودے ہو رہے ہیں
مگر افسوس ابھی دین محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے رکھوالے سو رہے ہیں

قادیانی حوریں (چڑیلیں):

تاریخ کا مطالعہ اس بات پر روشنی ڈالتا ہے کہ کفر نے جب بھی مسلمانوں کو زیر کرنے کی کوششیں کی، وہ اپنی مختلف چالوں اور مختلف حربوں کے تیروں سے سینہ مسلم پر مشق کرتا رہا۔اس کے یہ حربے ان نفوس پر تواثر انداز نہ ہو سکے جو مشیت ایزدی کے سانچوں میں ڈھلنے والے، جادۂ تسلیم ورضا کے پیکر تھے اور جن کے سینوں میں محبت خدا اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم، فیاضی، پاکیزگی اور گداز کی شمعیں جل رہی ہوتی تھیں، لیکن اس کے برعکس وہ محض نام کے مسلمان جوان اوصاف جمیلہ کے حامل مسلمانوں کی بستی سے کہیں دور بسیرا کرتے تھے، کفر کے یہ تیر ان کے ایمانوں کو اکثر کفن پہننے پر مجبور کر دیتے۔ان تیروں سے ایک تیر جو کامیابی سے اپنے نشانے پر لگتا رہا اور بہت ہی کم خطا گیا وہ تیر جواں عورتوں کی جوانیوں کا تیر ہے، ماہرین جنسیات کے مطابق تمام انسانی جبلتوں میں سب سے قوی، اعصاب پر گہرے اور دیرپا اثرات ڈالنے والی جبلت جنس ہے۔ یہی وجہ ہے کہ انسان عورت کے فتنے میں بہت جلد آ کر بہک جاتا ہے۔

مرادِ رسول حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت میں آپ رضی اللہ عنہ نے اپنی فوج کا ایک لشکر حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کی زیر قیادت بیت المقدس کے محاذ پر روانہ کیا۔ کفار نے جب یہ محسوس کیا کہ وہ

مسلمانوں کا مقابلہ نہیں کر سکتے تو انہوں نے ایک چال چلی کہ جس راستے سے مجاہدین نے گزرنا تھا اس راستے میں ایک جگہ لمبی قطار میں اپنی عورتوں کو الف ننگا کر کے کھڑا کر دیا اور سوچا کہ جب مجاہدین کا لشکر اس جگہ سے گزرے گا تو دوشیزگانِ روم کی شعلہ سامانیاں تیل کا کام کر جائیں گی اور یہ لشکر مچلتے بدن دیکھ کر وہیں ڈھیر ہو جائے گا اور جنس کے ہاتھوں مجبور ہو کر آگے نہیں بڑھ سکے گا۔ (معاذ اللہ)

لیکن شاید کفار بھول گئے تھے کہ یہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا لشکر ہے جو رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کے آغوش تربیت سے فیض یاب ہیں۔ جس طرح قطرہ آب آغوش صدف میں رہ کر نایاب بن جاتا ہے اسی طرح آفتاب رسالت کی آغوش میں رہ کر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ضمیر اس قدر بقعہ نور بن گئے تھے کہ ان کی روشنی سے عالم انسانیت شب دیجور کی تاریکیوں سے نکل کر نورانی صبح میں داخل ہوا۔ یہ کیسے ہو سکتا تھا کہ وہ نگاہیں جو مشاہدہ جمال سے روشن ہوں، وہ بے حیائی کی غلاظت سے لتھڑے ان گندے چیتھڑوں کی جانب اٹھیں اور راغب ہو جائیں۔ لہٰذا چشم فلک نے دیکھا کہ جب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا لشکر ان عورتوں کے پاس سے گزرا تو ان کی نگاہیں جھکی ہوئی تھیں اور ان کی زبانوں پر قرآن کی یہ آیت جاری تھی۔ جس کا ترجمہ یہ ہے۔

"مسلمان مردوں سے فرما دو کہ اپنی نگاہیں نیچی رکھیں اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کریں۔ یہ ان کے لئے بہت ستھرا ہے، بے شک اللہ کو ان کے کاموں کی خبر ہے۔"

(پ 18، 104)

لہٰذا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور محبت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی مستی سے سرشار مسلمانوں پر تو کبھی بھی عورت کا حربہ استعمال نہ ہو سکا۔ لیکن جیسا کہ پہلے عرض کیا گیا کہ کمزور ایمان مسلمان اس طرح کے جال میں بہت جلد پھنس جاتا ہے اور اپنی عاقبت خراب کر لیتا ہے۔ قادیانی جو کہ بدترین کافر ہیں ان کا مشن ہے کہ اس طرح کے نام نہاد اور کمزور ایمان مسلمانوں کے دلوں میں جو تھوڑی بہت ایمان کی شمع جل رہی ہوتی ہے وہ عورتوں کے ذریعے گل کر دی جائے اور انہیں قادیانی بنا لیا جائے اس مقصد کے لئے قادیانیوں نے اپنی عورتوں کی ایک تنظیم بنا رکھی ہے۔ جسے "لجنہ اماء اللہ" کہا جاتا ہے۔ اس تنظیم میں قادیانی عورتوں کو ٹریننگ کے سپیشل عمل سے گزارا جاتا ہے۔ اور مسلمانوں کا ایمان لوٹنے کے لئے تیار کیا جاتا ہے۔

یہاں لجنہ اماء اللہ کا مختصر تعارف پیش کیا جاتا ہے۔

لجنہ اماءُ اللہ:

قادیانیت کی تعلیم و تربیت اور لوگوں کے ایمانوں پر ڈاکہ زنی کرنے کے لئے قادیانی عورتوں کی یہ تنظیم مرزا قادیانی کے بیٹے اور قادیانیوں کے دوسرے نام نہاد خلیفہ مرزا بشیر الدین محمود نے 25 دسمبر

1922ء میں قائم کی۔

قادیانیوں کی کتاب ''پہچان'' کے مطابق:

''احمدی مستورات میں مالی و جانی قربانیوں کی روح پیدا کرنا، دینی (قادیانیت کا) علم سیکھنے سکھانے، دعوۃ الی اللہ، خدمت خلق اور آئندہ نسل کی بہترین تعلیم و تربیت کے ذرائع سے سوچنا لجنہ کے اہم مقاصد ہیں۔'' (بحوالہ پہچان، صفحہ 20)

ہر قادیانی لڑکی جب وہ پندرہ سال کی عمر میں جوانی کی دہلیز پر قدم رکھ دے، اس تنظیم کی رکن بن جاتی ہے۔ ہر وہ مقام جہاں پر قادیانیت کا شجرِ خبیثہ قائم ہے، وہاں پر لجنہ کے کام کی کارکردگی کو بہتر بنانے اور انہیں اپنے مشن کے بارے میں مفید مشورے دینے کے لئے ایک نگران اعلیٰ ہوتی ہے۔ جسے صدر لجنہ کہا جاتا ہے اور صدر لجنہ کی عاملہ کی رکن ''سیکرٹری'' کہلاتی ہے۔ قادیانیوں نے اپنی عورتوں کی اس تنظیم کو مختلف شعبوں میں تقسیم کر رکھا ہے۔ ہر شعبے کی ایک عہدیدار ہوتی ہے جنہیں مندرجہ ذیل القابات سے نوازا جاتا ہے۔

1	نائب صدر اول	2	نائب صدر دوم
3	جنرل سیکرٹری	4	نائب جنرل سیکرٹری
5	سیکرٹری تعلیم	6	سیکرٹری تربیت
7	سیکرٹری خدمت خلق	8	سیکرٹری مال
9	سیکرٹری صدارت	10	سیکرٹری دستکاری
11	سیکرٹری اشاعت	12	سیکرٹری اصلاح وارشاد
13	سیکرٹری تجنید	14	سیکرٹری ضیافت
15	سیکرٹری تحریک جدید	16	سیکرٹری صحت جسمانی
17	ناظمہ جلسہ سالانہ	18	اعزازی ممبرات

صدر لجنہ مقامی و ضلعی کے اوپر بھی ایک نگران ہوتی ہے جسے صدر لجنہ مرکزیہ کہا جاتا ہے۔

ناصرات الاحمدیه:

قادیانیوں کی بچیوں کی تنظیم جو کہ دراصل لجنہ کی ہی ایک ذیلی تنظیم ہے 1928ء میں قائم کی گئی۔ اس تنظیم کا مقصد بچپن میں ہی قادیانیوں کی بچیوں کو راسخ العقیدہ بنانا اور مستقبل میں انہیں اپنے غلیظ مقصد کے لئے تیار کرنا ہے۔

قادیانیوں کی کتاب ''جماعت احمدیہ کا تعارف'' صفحہ 233 پر لکھا ہے۔

''شروع سے بچیوں کی تربیت اس انداز سے کی جاتی ہے کہ بڑی ہو کر جب وہ لجنہ اماء اللہ کی ممبر بنیں تو اپنے تجربہ اور تربیت کی بنا پر مجلس کی بہترین کارکن ثابت ہوں۔''

8 سے 15 سال کی عمر کی بچیاں اس تنظیم کی رکن ہوتی ہیں۔ ناصرات کی نگران اعلیٰ ''سیکرٹری ناصرات الاحمدیہ'' کہلاتی ہے جو کہ پہلے سے مرتب شدہ ایک تربیتی لائحہ عمل کے مطابق ان بچیوں کو آئندہ مستقبل میں بھولے بھالے مسلمانوں کے ایمانوں کی شمع گل کرنے کے لئے تیار کرتی ہے۔ آٹھ سے پندرہ سال کی عمر کا حساس عرصہ ہر قادیانی بچی کو مکمل ٹرینڈ کر دیتا ہے اور جب وہ بچپن کے بھولپن کے حصار سے نکل کر جوانی دیوانی کی دہلیز پر قدم رکھتی ہے تو اس وقت ایک مکمل قادیانی حور (ڈائن) بن چکی ہوتی ہے۔ پھر اپنے نفس کی انجمن، رخسار کے شعلوں اور مچلتے بدن کے ساتھ قادیانیت کی تبلیغ کی وادی میں اتر جاتی ہیں اور بہت سوں کی توبہ شکنی، ضمیر شکنی، اور ایمان شکنی کا باعث بن جاتی ہیں۔

عصمتیں ہیں جس طرح سڑکوں پر ٹوٹے آئینے

جانے اس بستی کی بربادی کہاں تک جائے گی

قادیانیوں کے لئے جہاں تبلیغ کے تمام ہتھیار ناکام ہو جائیں، مخالفتوں کے تھپیڑوں سے مشن ناکام ہوتا دکھائی دے، ہر طرف مایوسیوں کے پہاڑ نظر آنے لگیں تو ایسے حالات میں اپنی خدمات کا لوہا منوانے کے لئے لجنہ کی حوریں (چڑیلیں) میدانِ عمل میں آتی ہیں اور اپنی دل موہ لینے والی شوخ و شنگ اداؤں سے کمزور ایمان آدمی کو گھائل کر لیتی ہیں۔

قادیانیوں کے چوتھے خلیفہ مرزا طاہر احمد آنجہانی نے جلسہ سالانہ لجنہ اماء اللہ جرمنی بتاریخ 12 ستمبر 1992ء میں خطاب کرتے ہوئے کہا تھا:

''ایک اکیلی احمدی خاتون نے خدا کے فضل سے 32 بیعتیں کروالی ہیں اور وہ خاتون بھی معمولی پڑھی لکھی۔ ان سے جب پوچھا گیا کہ کیا راز ہے۔ کس طرح بیعتیں کروا رہی ہیں۔ ماحول بڑا مخالف ہے۔ لوگوں کے مزاج ہی دین (مرزائیت) کی طرف نہیں۔ مردوں سے جو کام نہیں ہو رہے، وہ آپ کیسے کر رہی ہیں تو انہوں نے کہا ''میں بہت کم پڑھی لکھی ہوں۔ لیکن مسیح موعود (مرزا قادیانی) کی محبت میں سرشار ہوں اس نشے کے ساتھ اور اس موج میں تبلیغ کرتی ہوں کہ سننے والے مجبور ہو جاتے ہیں۔ (درحقیقت وہ تمہارے شباب کو دیکھ کر اپنی جوانی سے مجبور ہو جاتے ہیں۔ ناقل) جاہل سے جاہل آدمی بھی میرا یہ جذبہ دیکھ کر بات سننے پر آمادہ ہو جاتا ہے۔ (ظاہر ہے۔ ناقل) اور اللہ کے

فضل کے ساتھ جب بھی مجھے موقع ملے، اس جذبے کے ساتھ تبلیغ کرتی ہوں اور یہ اسی کا پھل ہے۔" (خطاب صفحہ 28)

قادیانی "حوریں" (چڑیلیں) قادیانیوں کے لئے سونے کی چڑیا سے کم نہیں۔ انہیں ان کے دوسرے خلیفہ مرزا بشیر الدین محمود ابن مرزا قادیانی کی طرف سے یہاں تک حکم ہے کہ تم اپنی تبلیغ کے لئے مردوں کے ساتھ چلو۔ خوب تبلیغ کرو۔ یہاں تک کہ اگر کسی ایک علاقے میں جہاں تم رہتی ہو، تمہارے عشق اور تبلیغ کی دال نہ گلے تو اس علاقے کو چھوڑ کر دوسری جگہ مکان خریدو اور وہاں جا کر اپنے فرائض کو سرانجام دو۔

مرزا بشیر الدین محمود نے یکم اکتوبر 1946ء جلسہ "لجنہ اماء اللہ" دہلی میں تقریر کرتے ہوئے کہا تھا:

"اگر تم تبلیغ نہیں کرو گی تو اور کون کرے گا۔ اگر تم دینی کاموں میں مردوں کے ساتھ ساتھ نہیں چلو گی تو تم جماعت کا مفید جزو نہیں بنو گی بلکہ پھوڑے کی طرح ہو گی جو انسان کو اس کے فرائض سرانجام دینے سے روک دیتا ہے۔ تمہیں تبلیغ کا اس قدر شوق ہونا چاہئے کہ اگر تمہیں ایک مکان میں رہتے ہوئے دو سال گزر جائیں اور تمہاری وہاں تبلیغ مؤثر ثابت نہ ہو تو تمہیں چاہیے کہ اپنے بھائی یا خاوند سے کہو کہ اب کسی اور محلہ میں مکان لو تا کہ ہم کسی اور جگہ چل کر احمدیت کو پھیلائیں۔"

(بحوالہ: الازھار لذوات الخمار "یعنی اوڑھنی والیوں کے لئے پھول، مرزا بشیر الدین کے عورتوں سے خطابات کا مجموعہ صفحہ 433،432)

قادیانی "حوریں" کمزور ایمان لوگوں پر اپنی تبلیغ کا بڑی کامیابی کے ساتھ ایسا طلسم کرتی ہیں کہ اس سلسلے میں اپنے بڑے مربیوں (قادیانی پنڈتوں) کو بھی مات دے دیتی ہیں کیونکہ تبلیغ کے جو گر ان کے پاس ہیں، مربی ان سے کوسوں دور ہیں۔

قادیانیوں کی تنظیم دعوت الی اللہ:

ہر قادیانی کو ان کے موجودہ خلیفہ مرزا مسرور احمد قادیانی کی طرف سے یہ آرڈر ہے کہ اس نے ایک سال میں کم از کم پانچ یا دس مسلمانوں کو قادیانی بنانا ہے۔ اس بھیانک مشن کو "دعوت الی اللہ" کی تحریک کا نام دیا گیا ہے۔ اور یہ شرط بھی رکھی گئی ہے کہ جو اس تحریک میں حصہ نہیں لے گا، اسے مخلص احمدی (قادیانی) نہیں کہا جائے گا، یہی وجہ ہے کہ ہر قادیانی بچے سے لے کر بوڑھے تک اور بچی سے لے کر بڑھیا تک تمام کے تمام مرزا مسرور قادیانی کے اس حکم کی پیروی میں جتے ہوئے ہیں۔ قادیانی

ہوئے اور یونہی خواب خرگوش کے مزے لوٹتے رہے تو قریب ہے کہ قہر خداوندی ہم پر ٹوٹ پڑے، ہماری نسلیں برباد کردی جائیں، آسمانی بجلیاں ہمیں جلا کر خاکستر کردیں اور ایسی ہوائیں چلیں جو ہم سب کو اس زور سے پٹخ پٹخ کر ماریں کہ ہمارے چیتھڑے اڑ جائیں۔

دیکھا یہ حبس کا عالم رہا تو ایک دن
اک بگولا آئے گا سب کچھ اڑا لے جائے گا

میری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہم سب کو ایسے برے وقت سے بچائے۔ حضور جان عالم ﷺ کی عزت و ناموس اور تاج ختم نبوت کی حفاظت کرنے کی توفیق بخشے شمع اسلام کا پروانہ بنائے اور غیرت صدیقی رضی اللہ عنہ سے نوازتے ہوئے ہمیں ایسا آتش فشاں بنادے جو تمام قادیانیت پر پھٹ کر اسے ریزہ ریزہ کردے۔

خرد کی گتھیاں سلجھا چکا میں
میرے مولا! مجھے صاحب جنوں کر دے

تاکہ کل ہم مرتے وقت اہلِ دنیا کے سامنے سربلندی اور فخر سے یہ کہہ سکیں

لحد میں عشقِ رخ شاہ ﷺ کا داغ لے کر چلے
اندھیری رات سنی تھی چراغ لے کر چلے

جہنمیوں کی شکلیں ایسی کریہ ہوں گی کہ اگر دنیا میں کوئی جہنمی اسی صورت پر لایا جائے تو تمام لوگ اس کی بدصورتی اور بدبو کی وجہ سے مر جائیں۔ اور جسم اس کا ایسا بڑا کر دیا جائے گا کہ ایک شانہ سے دوسرے تک تیز سوار کے لئے تین دن کی راہ ہے۔ ایک ایک داڑھ احد کے پہاڑ برابر ہوگی۔ کھال کی موٹائی بیالیس ذراع کی ہوگی۔ زبان ایک کوس دو کوس تک موتھ سے باہر گھسٹتی ہوگی کہ لوگ اس کو روندیں گے۔ بیٹھنے کی جگہ اتنی ہوگی جیسے مکہ سے مدینہ تک اور وہ جہنم میں مونھ سکوڑے ہوں گے۔ کہ اوپر کا ہونٹ سمٹ کر بیچ سر کو پہنچ جائے گا۔ اور نیچے کا لٹک کر ناف کو آ لگے گا۔ ان مضامین سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ کفار کی شکل جہنم میں انسانی شکل نہ ہوں گی۔ کہ یہ شکل احسن التقویم ہے اور یہ اللہ عزوجل کو محبوب ہے کہ اس کے محبوب کی شکل سے مشابہ ہے بلکہ جہنمیوں کا وہ حلیہ ہے جو اوپر مذکور ہوا۔ (بہار شریعت)

محمد عمر حیات

قادیانی خود کو مسلمان کیوں کہتے ہیں

ایک تعلیم یافتہ دوست مجھے کہنے لگا۔

جناب عمر صاحب! آپ کی گفتگو سننے کے بعد میری لاہور ہائی کورٹ کے ایک قادیانی وکیل سے قادیانیت کے متعلق بات ہوئی۔تو اس نے مجھے کہا کہ جناب ہم تو قرآن وسنت کو ماننے والے مسلمان ہیں۔ہم پر کفریہ الزامات متشدد مولویوں نے لگا رکھے ہیں۔۔قادیانی وکیل نے اس سے کہا کہ، جناب!

ہم اللہ کو ایک مانتے ہیں۔

ہم قرآن کو اپنی کتاب مانتے ہیں۔

ہم جناب محمد عربی ﷺ کو آخری نبی مانتے ہیں۔

ہم فرامین رسول کو احادیث مانتے ہیں۔

ہم کلمہ طیبہ ''لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ'' پڑھتے ہیں۔

ہم کعبہ شریف کو اپنا قبلہ مانتے ہیں۔

ہم نمازیں پڑھتے ہیں۔

ہم اپنی عبادت گاہ کو مسجد کہتے ہیں۔

ہم رمضان شریف کے روزے رکھتے ہیں۔

ہم حج کرتے ہیں۔

ہم زکوٰۃ دیتے ہیں۔

ہم نماز جمعہ پڑھتے ہیں۔

ہم عیدالفطر اور عیدالاضحیٰ مناتے ہیں۔

ہم اپنے مردے مسلمانوں کے قبرستان میں دفن کرتے ہیں۔

ہم اپنے چہرے پہ داڑھیاں رکھتے ہیں۔

ہم ہاتھوں میں تسبیحاں پکڑتے ہیں۔

ہم عمامے اور پگڑیاں پہنتے ہیں۔
ہم دن میں پانچ فرض نمازوں کے ماننے والے ہیں۔
ہم بھی فجر کی چار رکعتیں پڑھتے ہیں۔
ہم بھی ظہر کی بارہ رکعتیں پڑھتے ہیں۔
ہم بھی عصر کی آٹھ رکعتیں پڑھتے ہیں۔
ہم بھی مغرب کی سات رکعتیں پڑھتے ہیں۔
ہم بھی عشاء کی سترہ رکعتیں پڑھتے ہیں۔

جناب! پھر ہم کافر کیسے ہو گئے؟ ہمارے سارے کام اور سارے عقائد تو مسلمانوں والے ہیں۔ میرا سادہ لوح دوست مجھے کہنے لگا۔ "جناب عمر صاحب بات تو اس کی معقول ہے۔" (نعوذ باللہ)

میں نے اس کی آنکھوں میں بغور جھانک کے دیکھا، اور اس سے کہا، کہ سلطان نور الدین زنگی کے دور میں ایک ہولناک سازش کے تحت یہود و نصاریٰ نے اپنے دو جاسوس مدینہ منورہ میں روضہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر بھیجے تھے۔ تاکہ وہ نعوذ باللہ روضہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو سرنگ لگا کر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے جسم اطہر کو نکال کر لے جائیں۔ اس ہولناک کام کے لئے وہ دونوں موذی مسلمانوں کا روپ دھار کر مدینہ منورہ پہنچے۔ مسلمانوں میں گھل مل گئے۔ مسجد نبوی میں داخل ہوئے۔ روضہ رسول کے پاس ڈیرہ لگایا۔ اپنے آپ کو بطور مسلمان شناخت کرایا۔ اپنے اعتماد کی تسلی ہو جانے پر اپنے غلیظ مشن میں مصروف ہو گئے۔ وہ سارا دن روضہ رسول کے پاس بیٹھ کر مختلف عبادات میں مصروف رہتے۔ جونہی رات کی سیاہی پھیلتی۔ یہ سیاہ باطن روضۂ رسول کو سرنگ لگاتے۔ جو مٹی نکلتی اسے مسجد نبوی سے باہر پھینک آتے۔ صبح ہونے پر سرنگ والی جگہ پر چٹائیاں وغیرہ بچھا کر سرنگ والے حصہ کو چھپا لیتے۔

سرنگ جب کافی گہری ہو گئی۔ تو ایک رات رحمت دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم سلطان نور الدین زنگی کو خواب میں ملتے ہیں۔ اور سلطان نور الدین زنگی سے کہتے ہیں کہ یہ دو موذی مجھے تکلیف پہنچا رہے ہیں۔ انہیں پکڑو۔ جناب سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم ان دونوں مردودوں کی شکلیں بھی سلطان نور الدین کو دکھاتے ہیں۔ سلطان غیرت رسول میں پارے کی طرح تڑپنے لگتا ہے۔ وہ دھاڑیں مار مار کر روتا ہے۔ اور کہتا ہے۔ کہ آقا صلی اللہ علیہ وسلم میرے زندہ ہوتے ہوئے آپ کو کوئی تکلیف پہنچا جائے۔ یہ کیسے ہو سکتا ہے۔ سلطان اس وقت مدینہ منورہ سے سینکڑوں میل دور تھا۔ وہ ایک لشکر کو ساتھ لیتا ہے۔ اور گھوڑے کو بجلی کی طرح دوڑاتا ہوا مدینہ طیبہ کی طرف روانہ ہوتا ہے۔ جب مدینہ طیبہ میں داخل ہوتا ہے۔ تو گھوڑے سے اتر جاتا ہے۔ پاؤں سے جوتے اتار دیتا ہے۔ مدینہ طیبہ میں ننگے پاؤں چلتا ہے۔

جب روضہ رسول کی حد میں آتا ہے۔ گھٹنوں کے بل چلنا شروع کر دیتا ہے۔ بلک بلک کر روتا ہے۔ المختصر۔ سلطان ان دونوں شیطانوں کو پکڑتا ہے۔ روضہ رسول کے قریب ہی انہیں ذبح کرتا ہے۔ ان کی لاشوں کو آگ لگوا کر خاکستر کرتا ہے۔ اور دنیا کو بتا دیتا ہے۔ کہ اگر محمد کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا غلام زندہ ہو تو وہ دشمن رسول کو اس طرح کیفر کردار تک پہنچاتا ہے۔ پھر سلطان روضہ رسول کے گرد ایک اتنی گہری خندق کھدواتا ہے۔ کہ زمین سے پانی تک کے لئے ایک حصار قائم کر دیتا ہے۔

یہ سارا واقعہ اپنے دوست کو سنانے کے بعد۔ میں نے اس سے پوچھا کہ وہ دو ملعون یہودی جب مدینہ طیبہ میں مسلمان بن کے داخل ہوئے تھے۔ جو مسجد نبوی میں رہتے تھے۔ جو روضہ رسول کی ہمسائیگی میں بستے تھے۔ وہ مسلمانوں کے سامنے۔ کس کو اپنا رب مانتے تھے؟

"اللہ" کو اس نے جواب دیا۔

اس کے ساتھ ہی اس کی آنکھوں سے تشویش کی لہریں نکلیں اور اس کی پیشانی پہ شکنیں ابھریں۔ میں نے قریب پڑے ہوئے پانی کے جگ سے اسے گلاس میں پانی ڈال کے پیش کیا۔ اور پھر اس سے جو سوال و جواب کی کاروائی ہوئی وہ آپ بھی ملاحظہ فرمائیں۔

وہ کس کو اپنی کتاب مانتے تھے؟

"قرآن کو"

وہ کس کی نبوت کا اعلان کرتے تھے؟

"رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی"

وہ کس کے فرامین کو احادیث کہتے تھے؟

"رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے"

وہ مسلمانوں کے سامنے کون سا کلمہ طیبہ پڑھتے تھے؟

"لا الہ الااللہ محمد رسول اللہ"

کیا وہ نمازیں پڑھتے تھے؟

"جی ہاں"

وہ کہاں نمازیں پڑھتے تھے؟

"مسجد نبوی میں"

وہ کس کے پیچھے نمازیں پڑھتے تھے؟

"امام مسجد نبوی کے پیچھے"

وہ نماز جمعہ پڑھتے تھے؟

''جی ہاں''

وہ وہاں بیٹھ کر صدقہ و خیرات کرتے تھے؟

''جی ہاں''

ان کے ہاتھوں میں تسبیحاں تھیں؟

''جی ہاں''

ان کے سروں پر عمامے اور پگڑیاں تھیں؟

''جی ہاں''

وہ کس کتاب کی تلاوت کرتے تھے؟

''قرآن مجید''

وہ دن میں کتنی فرض نمازوں کے قائل تھے؟

''پانچ''

وہ فجر کی کتنی رکعتیں پڑھتے تھے؟

''چار''

وہ ظہر کی کتنی رکعتیں پڑھتے تھے؟

''بارہ''

وہ عصر کی کتنی رکعتیں پڑھتے تھے؟

''آٹھ''

وہ مغرب کی کتنی کعتیں پڑھتے تھے؟

''سات''

وہ عشاء کی کتنی رکعتیں پڑھتے تھے؟

''سترہ''

کیا وہ دیگر اسلامی شعائر اور اسلامی اصطلاحات کو مانتے اور استعمال کرتے تھے؟

''جی ہاں''

تو کیا وہ مسلمان ہوئے؟

توبہ توبہ۔ استغفر اللہ۔ معاذ اللہ۔ پکے کافر، پکے مردود، وہ چیخ اٹھا۔ تو کیا قادیانی کافر مسلمان کا

روپ دھار کے مسلمانوں میں گھس جائے تو کیا وہ مسلمان ٹھہرا؟

توبہ توبہ۔۔اللہ معافی۔۔پکا کافر۔۔پکا بے ایمان۔

جو مرزا قادیانی ملعون کو حضور اکرم ﷺ کی جگہ نبی بنائے (نعوذ باللہ)

جو مرزا قادیانی کی ہفوات کو وحی الٰہی قرار دے (نعوذ باللہ)

جو مرزا قادیانی کی باتوں کو احادیث رسول کہے (نعوذ باللہ)

جو مرزا قادیانی کی بیوی کو ام المؤمنین کہے (نعوذ باللہ)

اگر وہ شخص مسلمان کا بھیس بدل کر ہماری صفوں میں آ گھسے۔۔کیا ہم اسے مسلمان تسلیم کر لیں گے؟

''بالکل نہیں۔۔۔بالکل نہیں۔۔۔اس نے گرجدار آواز میں کہا۔

میں نے اسے کہا۔۔کہ قیام پاکستان سے قبل ہندوستان پر جب فرنگی سامراج کی حکومت تھی۔ پنجاب کے کسی شہر کی مسجد میں ایک بڑے ہی نیک پارسا اور صالح امام مسجد تھے۔گورا رنگ جس سے سرخی جھلکتی تھی۔وہ عرب شریف سے تشریف لائے تھے۔انہوں نے اپنی زندگی کے چالیس سال اسی مسجد میں گزار دیئے۔ چالیس سال نمازوں کی امامت کی۔ جمعے پڑھائے۔ نکاح پڑھائے۔ جنازے پڑھائے۔ہزاروں بچوں کو قرآن پاک پڑھایا۔لوگوں کو دینی مسائل بتائے۔لوگ ان پر فریفتہ تھے۔ان کے ہر حکم کو بجالانا اپنے لئے بہت بڑی سعادت سمجھتے تھے۔

ایک جمعہ کے خطبہ میں اس بزرگ نے کہا۔کہ اب میں بہت بوڑھا ہو گیا ہوں۔قویٰ کمزور ہو گئے ہیں۔کمزوری اور نقاہت بڑھتی جا رہی ہے۔اب میں اپنے گھر عرب شریف واپس جانا چاہتا ہوں۔ مسجد میں چیخ و پکار شروع ہو گئی۔لوگ بچوں کی طرح سسک سسک کر رونے لگے انہوں نے بزرگ کے پاؤں پکڑ لئے۔خدارا آپ نہ جائیے۔ہم آپ کے غم فراق میں مر جائیں گے۔آپ ہمارے مائی باپ ہیں۔ ہم آپ کو اپنے ماں باپ کی طرح سنبھالیں گے۔لیکن وہ بزرگ نہ مانے۔

آخر روانگی کا دن آ گیا۔ پورا علاقہ سوگ میں ڈوبا ہوا تھا۔ ہر آنکھ پر نم تھی۔مرد کہہ رہے تھے ''ہمارے سروں سے صحاب کرم اٹھ گیا''۔عورتیں رو رہی تھیں۔''ہم روحانی باپ سے محروم ہو گئیں۔ بچے کہہ رہے تھے''اب ہمیں قرآن کون پڑھائے گا۔''

سب رو رہے تھے۔گریہ وزاری کر رہے تھے۔آہ و فغاں کر رہے تھے۔ہچکیوں اور سسکیوں کا ایک سماں تھا۔آنسوؤں کی ایک نہ تھمنے والی بارش تھی۔ یہ جذباتی مناظر بزرگ سے بھی نہ دیکھے گئے۔ان کا دل بھی پسیج گیا۔بوڑھی آنکھوں سے آنسو ٹپکنے لگے۔اور وہ بزرگ ریلوے پلیٹ فارم کی دیوار پر چڑھ کر ہزاروں کے مجمع سے یوں مخاطب ہوئے۔

''مسلمانو! تمہاری یہ غمناک کیفیت دیکھ کر آج میرا بھی دل پھٹ گیا ہے۔ مسلمانو اپنی چالیس سال کی نمازیں دہرا لینا۔ کیونکہ میں عیسائی ہوں۔ برطانوی حکومت نے مجھے ہندوستان میں جاسوسی کے لئے بھیجا تھا۔ میں مسجد میں بیٹھ کر جاسوسی کا کام کرتا تھا۔ میں عرب نہیں۔ بلکہ انگریز ہوں'' لوگوں کے منہ کھلے کے کھلے رہ گئے۔ بہتے آنسو تھم گئے۔ اور حرکت کرتے جسم ساکت ہو گئے۔ اور اتنے میں وہ بزرگ اپنے ساتھیوں کے ساتھ روپوش ہو چکے تھے۔

❁ میں نے اپنے دوست سے کہا۔ کہ بگلے پکڑنے والے شکاری اپنے کھیت میں ایک سفید براق جعلی بگلا بنا کر کھیت میں رکھ دیتے ہیں۔ اٹھکیلیاں کرتے، اڑتے بگلے جب کھیت کے اوپر سے گزرتے ہیں۔ تو وہ اپنے بھائی کو زمین پہ بیٹھا دیکھتے ہیں اور اس کے پاس وافر مقدار میں دانہ بکھرا ہوا بھی دیکھتے ہیں۔ وہ اسے اپنے بھائی کی دعوت سمجھتے ہیں۔ اور فوراً دانہ چگنے کے لئے زمین پر اتر آتے ہیں۔ چند لمحوں بعد وہ شکاری کے جال میں ہوتے ہیں۔ تھوڑی دیر بعد شکاری کا ظالم خنجر ان کی گردنوں پر چل رہا ہوتا ہے۔ وہ موت کا رقص کر رہے ہوتے ہیں۔ جعلی بگلہ بڑے سکون سے یہ دلخراش منظر دیکھ رہا ہوتا ہے۔ فریب خوار وہ بگلے تڑپ تڑپ کر ٹھنڈے ہو جاتے ہیں۔ اور جعلی بگلہ پھر کھیت میں بیٹھا۔ اپنے گرد دانہ بکھیرے نئے شکاروں کا انتظار کر رہا ہوتا ہے۔

❁ میں نے اپنے دوست سے پوچھا۔

اگر وہ دونوں موذی یہودی مسلمانوں کا روپ نہ دھارتے۔ تو کیا وہ مسجد نبوی میں داخل ہو سکتے تھے؟ اگر وہ عیسائی جاسوس ایک عالم دین کے بھیس میں نہ آتا تو کیا وہ مسلمانوں کا پیش امام بن سکتا تھا؟ اگر بگلے کے شکاری نے جعلی بگلے کی جگہ کوئے یا چیل کو کھیت میں بٹھایا ہوتا۔ تو کیا وہ اڑتے ہوئے بگلوں کو شکار کر سکتا تھا؟

کہنے لگا۔۔۔ ''بالکل نہیں۔۔۔ بالکل نہیں''

میں نے اسے کہا۔۔ کہ۔۔ ہر کافر اپنے آپ کو اپنے مذہب سے منسوب کرتا ہے۔۔ اور اسے اس پر کوئی شرم نہیں آتی۔۔ بلکہ وہ اس پر فخر کرتا ہے۔۔۔ ایک ہندو خود کو ہندو کہتا ہے۔

ایک سکھ خود کو سکھ کہتا ہے۔

ایک عیسائی خود کو عیسائی کہتا ہے۔

ایک پارسی خود کو پارسی کہتا ہے۔

ایک یہودی خود کو یہودی کہتا ہے۔

لیکن۔۔۔ ایک قادیانی خود کو مسلمان کہتا ہے۔

کیونکہ۔۔ بین الاقوامی اسلام دشمن طاقتوں نے اسے مسلمان کا لبادہ پہنا کر مسلمانوں کی صفوں میں داخل کر دیا ہے۔۔ تاکہ وہ مسلمانوں کے معاشرے میں گھل مل جائے۔۔ ان کے رسم و رواج کو اپنا لے۔۔ اور اس کی شناخت بھی اسلامی ہو جائے۔۔ اور۔۔ وہ۔۔ ایک مسلمان معاشرے میں آرام و سکون سے رہ کر ان کی جاسوسی کر سکے۔

اسلام کے نام پر اسلام میں تخریب کر سکے۔

اسلام کے نام پر اپنی کفریہ تبلیغ کر سکے۔

اسلام کے نام پر لوگوں کو مرتد بنا سکے۔

اسلام کے دائرے میں رہتے ہوئے مسلمانوں کو رنگ، نسل، زبان اور علاقہ کے نام پر دست و گریبان کرا سکے۔ ایک مسلمان ملک کے کلیدی عہدوں پر قبضہ کر سکے اور ملک کے راز باہر منتقل کر سکے۔

این۔ جی۔ اوز بنا کر غریبوں کے ایمانوں کو ذبح کر سکے۔

اپنی تعلیمی پالیسی کے تحت سکول کھول کر مسلمانوں کی نوخیز نسل کو ملحد بنا سکے۔

مسلمانوں کی نشستوں پر منتخب ہو کر ایم۔ پی۔ اے، ایم۔ این۔ اے اور سینیٹر بن سکیں۔

اور پھر۔۔۔ کوئی خطرناک سازش کر کے ایک مسلمان ملک کے اقتدار پر قبضہ کر سکیں۔

نپولین بونا پارٹ نے کہا تھا۔۔۔ کہ دشمن کی پچاس ہزار فوج پر اپنی فوج کا ایک جاسوس بھاری ہوتا ہے۔ پیارے مسلمانو! اندازہ لگایئے۔۔ ایک جاسوس کتنا خطرناک ہوتا ہے۔ کسی جاسوس کا کسی دشمن کے ملک کے حساس اداروں میں داخل ہو جانا۔ اس ملک کی شہ رگ پر نشتر رکھنے کے مترادف ہے۔ اور ہمارے حساس اداروں میں قادیانی جاسوس بھرے پڑے ہیں۔ اور ہم بارودی سرنگوں کے اوپر کھڑے ہیں۔

چھپا کر آستیں میں بجلیاں رکھی ہیں گردوں نے
عنادل باغ کے غافل نہ بیٹھیں آشیانوں میں

مفتی محمد امین

قادیانیوں کے سوشل بائیکاٹ کی شرعی حیثیت

الحمد الله وحده والصلوة والسلام علی من لا نبی بعده اما بعد

حدود و قصاص کا قائم کرنا حکومت کا کام ہے، رعایا کا کام نہیں لیکن اگر معاشرہ میں بگاڑ پیدا ہو جائے اور کچھ افراد جرائم و معاصی کا ارتکاب کرنے لگ جائیں تو ان کو درست اور سیدھا کرنے کے لئے اور معاشرہ کو برائیوں سے پاک وصاف رکھنے کے لئے جرائم پیشہ افراد سے قطع تعلقی (بائیکاٹ) کرنا ان کے ساتھ میل جول، لین دین ترک کر دینا، ان سے رشتہ ناطہ نہ کرنا ان کی تقریبات شادی غمی میں شریک نہ ہونا، ان کو اپنی تقریبات میں شامل نہ کرنا نہایت ہی پرامن، بے ضرر اور مؤثر ذریعہ ہے۔ آج سے تقریباً نصف صدی پہلے تک ہر زمانہ کے مسلمان اسی بائیکاٹ کے ذریعہ اصلاح معاشرہ کرتے چلے آئے ہیں۔ چنانچہ شرح مشکوٰۃ شریف میں ہے۔

وهكذا كان داب الصحابه ومن بعد هم من المومنين فی جميع الازمان فانهم كانو يقاطعون من حاد الله ورسوله مع حاجتهم اليه واثرو ارضاء الله تعالیٰ علی ذالك

(مرقات، شرح مشکوٰۃ شریف جلد 10، صفحہ 290)

یعنی صحابہ کرام اور ان کے بعد والے ہر زمانہ کے ایمان والوں کی یہ عادت رہی ہے کہ وہ خدا تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کے مخالفوں، دشمنوں کے ساتھ بائیکاٹ کرتے رہے حالانکہ ان ایمانداروں کو دنیاوی طور پر ان مخالفین کی احتیاج بھی ہوتی تھی۔ لیکن وہ مسلمان خدا تعالیٰ کی رضا کو اس پر ترجیح دیتے ہوئے بائیکاٹ کرتے تھے۔ خدا تعالیٰ مسلمانوں کو اپنی رضا جوئی کی اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین!

یہ بائیکاٹ قرآن وحدیث کے عین مطابق ہے بلکہ سید عالم ﷺ نے عملی طور پر بھی اس کو نافذ فرمایا۔ جب غزوہ خیبر میں یہودیوں کا محاصرہ کیا اور یہودی قلعہ میں محصور ہو گئے اور کئی دن گزر گئے تو ایک یہودی

آیا اور اس نے کہا اے ابوالقاسم! اگر آپ مہینہ بھر ان کا محاصرہ رکھیں تو ان کو پرواہ نہیں کیونکہ ان کے قلعہ کے نیچے پانی ہے وہ رات کے وقت قلعہ سے اترتے ہیں اور پانی پی کر واپس چلے جاتے ہیں تو اگر آپ ان کا پانی بند کر دیں تو جلدی کامیابی ہوگی۔ اس پر سید دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کا پانی بند کر دیا۔ تو وہ مجبور ہو کر قلعہ سے اتر آئے۔

فسار رسول علیہ السلام الی مائهم فقطعا علیهم فلما قطع خرجوا

(زاد المعاد علی الزرقانی، جلد نمبر 4، صفحہ 205)

اور ایک مرتبہ جبکہ حضرت سیدنا کعب بن مالک رضی اللہ عنہ صحابی اور ان کے ساتھی دو اور صحابی رضی اللہ عنہ غزوہ تبوک سے پیچھے رہ گئے۔ واپسی پر سید دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب طلبی فرمائی اور تمام مسلمانوں کو حکم دیا کہ ان تینوں کے ساتھ بات چیت ترک کر دی جائے۔ حضرت کعب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔

ونهی النبی علیہ السلام عن کلامی و کلام صاحبی

یعنی رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے ساتھ اور میرے دونوں ساتھیوں کے ساتھ بات چیت کرنے سے منع فرما دیا۔ **فاجتنب الناس کلامنا۔**

(صحیح بخاری، صفحہ 675، جلد دوم)

ہمارے ساتھ کوئی بھی بات نہ کرتا تھا۔ اس بائیکاٹ کا یہ اثر ہوا کہ زمین باوجود وسیع ہونے کے ان پر تنگ ہوگئی بلکہ وہ اپنی جانوں سے بھی تنگ آ گئے۔

اذا ضاقت علیهم الارض بما رحبت وضاقت علیهم انفسهم وظنوا ان لا ملجامن الله الا الیه (قرآن مجید پارہ 11)

اور یہ بائیکاٹ جب چالیس دن تک پہنچا تو رسول اکرم علیہ السلام نے حکم دیا کہ اب ان کی بیویاں بھی ان سے الگ ہو جائیں۔ پھر جب پورے پچاس دن ہو گئے تو خدا تعالیٰ نے ان کی توبہ قبول فرمائی اور اس کا حکم بذریعہ وحی نازل فرمایا۔ (روح البیان)

تنبیہ:

یہ حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم تھے ان سے لغزش ہوئی اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب پاک صاحب لولاک صلی اللہ علیہ وسلم کی برکت سے ان کی لغزش کو معاف فرمایا۔ ان کی معافی کی سند قرآن مجید میں نازل فرمائی ان کے درجات بلند کیے۔ لہٰذا اب کسی کو یہ حق نہیں پہنچتا کہ ان حضرات کے متعلق کوئی ادب سے گری ہوئی بات کہے یا دل میں بدگمانی رکھے کیونکہ صحابہ کرام کے ساتھ ایسا کرنا سراسر ہلاکت ہے اور دین کی بربادی ہے۔

خدا تعالیٰ ادب کی توفیق عطا فرمائے۔آمین۔

قطع تعلقی (بائیکاٹ) کے متعلق قرآن پاک میں ہے۔

ولا ترکنوا الی الذین ظلموا فتمسکم النار

یعنی ظالموں کی طرف میلان نہ کرو ورنہ تمہیں نار جہنم پہنچے گی۔

نیز قرآن پاک میں ہے۔

فلا تقعد بعد الذکری مع القوم الظلمین

یعنی یاد آنے کے بعد ظالموں کے پاس نہ بیٹھو۔

اور حدیث پاک میں ہے۔

رسول اکرم ﷺ نے فرمایا کہ جب بنی اسرائیل گناہوں میں مبتلا ہوئے تو ان کو ان کے علماء نے منع کیا مگر وہ باز نہ آئے پھر ان کے علماء نے ان کے ساتھ ان کی مجلسوں میں بیٹھنا شروع کر دیا اور ان کے ساتھ کھاتے پیتے رہے (بائیکاٹ نہ کیا) تو خدا تعالیٰ نے ان کو ایک دوسرے کے دلوں پر مار دیا اور حضرت داؤد اور حضرت عیسیٰ کی زبانی ان پر لعنت بھیجی کیونکہ وہ نافرمانی کرتے حد سے بڑھ گئے تھے۔ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ رسول اکرم ﷺ تکیہ لگائے تشریف فرما تھے۔ حضور اٹھ کر بیٹھ گئے اور فرمایا قسم اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے جرائم پیشہ لوگوں کو روک لو۔

(ترمذی شریف صفحہ 130، جلد 2)

مذکورہ بالا بائیکاٹ کا حکم ایسے لوگوں کے متعلق ہے جو عملی طور پر جرائم کا ارتکاب کرتے ہیں۔لیکن جو دین کے ساتھ دشمنی کریں اور خدا تعالیٰ اور اس کے پیارے رسول ﷺ کی شان وعظمت پر حملے کریں۔ ایسے بدمذہبوں کے لئے سخت حکم ہے ان کے ساتھ بائیکاٹ نہ کرنا، میل ملاپ، محبت، دوستی کرنا سخت حرام ہے۔اگرچہ وہ ماں باپ ہوں یا بیٹے بیٹیاں ہوں، بہن بھائی کنبہ برادری ہو، قرآن پاک میں ہے۔

یا ایھا الذین امنوا لا تتخذوا اباء کم واخوانکم اولیاء ان استحبوا الکفر علی الایمان ومن یتولھم منکم فاولئک ھم الظلمون

یعنی ”اے ایمان والو! اگر تمہارے باپ دادا اور تمہارے بھائی، بہن ایمان پر کفر کو پسند کریں تو ان سے محبت و دوستی نہ کرو اور جو تم میں سے ان کے ساتھ دوستی کرے گا وہ ظالموں میں سے ہوگا۔“

نیز قرآن پاک میں ہے۔

لا تجد قوما یومنون بالله والیوم الا خر یوادون من حاد الله ورسوله ولو کانوا ابائھم او ابنائھم او اخوانھم او عشیرتھم اولئك کتب فی قلوبھم الایمان وایدھم بروح منه ویدخلھم جنت تجری من تحتھا الانھر خلدین فیھا رضی الله عنه ورضوا عنه اولئك حزب الله الا ان حزب الله ھم المفلحون O

یعنی ''تم نہ پاؤ گے کسی اس قوم کو جو خدا تعالیٰ پر اور آخرت پر ایمان رکھتے ہوں، وہ دوستی کریں ایسے لوگوں سے جو دشمنی اور مخالفت کریں اللہ تعالیٰ اور اس کے پیارے رسول ﷺ سے اگرچہ وہ دشمنی کرنے والے ان کے باپ ہوں یا بیٹے ہوں، بھائی ہوں یا کنبہ برادری ہو۔ ایسے ایمان والوں کے دلوں میں اللہ تعالیٰ نے ایمان نقش فرمادیا ہے اور ان کی روح سے مدد فرماتا ہے اور انہیں بہشتوں میں داخل فرمائے گا جن کے نیچے نہریں جاری ہیں۔ ان بہشتوں میں وہ ہمیشہ رہیں گے۔ خدا تعالیٰ ان سے راضی وہ خدا سے راضی۔ یہ لوگ خدا تعالیٰ کی جماعت ہیں اور خدا تعالیٰ کی جماعت ہی دونوں جہان میں کامیاب ہے۔''

آیت مذکورہ کا مفہوم یہ کہ خدا تعالیٰ پر ایمان اور خدا کے رسول کے دشمنوں کے ساتھ دوستی یہ دونوں چیزیں اکٹھی ہو ہی نہیں سکتیں۔ چنانچہ تفسیر روح المعانی میں ہے۔

والکلام علی ما فی الکشاف من باب التخییل خیل ان من الممتنع المحال ان تجد قوما مومنین یوادون المشرکین۔

یعنی ''آیت مبارکہ میں یہ تصور دلایا گیا ہے کہ کوئی قوم مومن بھی ہو اور کفار و مشرکین کے ساتھ اس کی محبت و دوستی بھی ہو یہ محال و ممتنع ہے۔''

نیز اسی میں ہے۔

مبالغه فی النھی عنه والزجر عن ملابسته والتصلب فی مجانبه اعداء الله تعالی

یعنی ''آیت مذکورہ میں خدا تعالیٰ اور اس کے پیارے رسول ﷺ کے دشمنوں کے ساتھ محبت و دوستی کرنے سے مبالغہ کے ساتھ منع فرمایا گیا ہے اور ایسا کرنے والوں کے لئے زجر و توبیخ ہے اور خدا تعالیٰ کے دشمنوں سے الگ رہنے کی پختگی بیان کی گئی ہے۔''

خدا تعالیٰ جل مجدہ نے اپنے حبیب پاک ﷺ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے دلوں میں ایسا ایمان نقش کردیا تھا کہ ان کی نظروں میں حبیب خدا ﷺ کے مقابلہ میں کسی کی کوئی وقعت ہی نہ تھی خواہ وہ باپ ہو کہ بیٹا، بھائی ہو کہ بہن۔ چنانچہ سیدنا امیر المومنین ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اپنے باپ ابوقحافہ کی زبان سے

سید دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں گستاخی سنی تو اس کو ایسا مکا رسید کیا کہ وہ گر گیا۔ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا۔ ''افعلت یا ابا بکر '' اے ابوبکر تو نے ایسا کیا ہے۔ عرض کی ہاں یارسول اللہ ۔''قال لا تعد قال واللہ لو کان السیف قریبا منی لضربتہ'' یارسول اللہ خدا تعالیٰ کی قسم اگر میرے قریب تلوار ہوتی تو میں اس کو مار دیتا۔ اس پر آیت مذکورہ نازل ہوئی۔ (روح المعانی)

اور سیدنا ابوعبیدہ ابن جراح رضی اللہ عنہ نے اپنے باپ کے منہ سے اپنے محبوب آقا صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں کوئی ناپسندیدہ بات سنی تو اسے منع کیا وہ باز نہ آیا تو اس باپ کو قتل کر دیا جیسے روح المعانی میں ہے۔

عن انس قال کان ای ابو عبیدہ قتل اباہ وھو من جملہ اساری بدر بیدہ لماسمع منہ فی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ما یکرہ ونھاہ فلم ینتہ

یوں ہی حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے اپنے ماموں عاص بن ہاشم کو بدر کے دن اپنے ہاتھ سے قتل کر دیا اور حضرت مولیٰ علی شیر خدا اور حضرت حمزہ اور حضرت عبیدہ بن حارث نے عتبہ شیبہ اور ولید بن عتبہ کو قتل کر دیا اور حضرت مصعب بن عمیر نے اپنے بھائی عبید بن عمیر کو اپنے ہاتھ سے قتل کر دیا۔

خدا تعالیٰ ان پاک روحوں پر لاکھوں، کروڑوں، اربوں، کھربوں رحمتیں نازل فرمائے جنہوں نے امت کو عشق مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا درس دیا اور یہ ثابت کر دیا کہ ناموس مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے سب ہیچ ہیں۔ حضور رحمت دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت و عظمت کے سامنے نہ کسی استاد کی عزت ہے نہ کسی پیر کا تقدس رہ جاتا ہے۔ نہ ماں باپ کا وقار، نہ بیوی بچوں کی محبت آڑے آتی ہے۔ نہ مال و دولت ہی رکاوٹ بن سکتی ہے۔

سبحان من کتب الایمان فی قلوب المومنین وایدھم بروح منہ

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے اسی عشق و محبت کی بنا پر خدا تعالیٰ نے ان کے جذبات کی تعریف فرمائی ہے۔ ''**اشداء علی الکفار رحماء بینھم** ''یعنی وہ کافروں دشمنوں پر بڑے ہی سخت ہیں اور آپس میں رحم دل ہیں''، بلکہ اگر غور کیا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ خدا اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے دشمنوں کے ساتھ دشمنی اور شدت کی مقدار پر ہی عشق و محبت کا نکھار ہوتا ہے۔ جو شخص محبت کا دعویٰ کرے لیکن محبوب کے دشمنوں کے ساتھ بغض و عداوت نہ رکھے وہ محبت میں سچا نہیں ہے، وہ محبت محبت ہی نہیں ہے۔ بلکہ وہ بربریت ہے، دھوکہ ہے، فریب ہے، الحاصل خدا تعالیٰ اور اس کے پیارے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے دوستوں کے ساتھ دوستی اور ان کے دشمنوں کے ساتھ دشمنی افضل الاعمال ہیں۔ حدیث پاک میں ہے۔

افضل الاعمال الحب فی اللہ والبغض فی اللہ (مشکوٰۃ شریف)

یعنی عملوں میں افضل ترین عمل خدا تعالیٰ کے دوستوں سے محبت کرنا اور خدا تعالیٰ کے دشمنوں کے ساتھ دشمنی کرنا ہے۔

رسول اکرم ﷺ دربار الٰہی میں یوں دعا کرتے ہیں۔

اللھم اجعلنا ھا دین مھتدین غیر ضالین ولا مضلین سلما لا ولیئك وعدو الا عدائك نحب بحبك من احبك و نعادی بعد اوتك من خالفك اللھم ھذا الدعا و علیك الاجابه

(ترمذی شریف، جلد 2، صفحہ 178)

یا اللہ! ہم کو ہدایت دہندہ، ہدایت یافتہ کر، یا اللہ ہم کو گمراہ اور گمراہ کرنے والا نہ کر، یا اللہ ہم کو اپنے دوستوں کے ساتھ محبت و دوستی کرنے والا اور اپنے دشمنوں کے ساتھ دشمنی و عداوت رکھنے والا بنا۔ یا اللہ ہم تیری محبت کی وجہ سے تیرے دوستوں سے محبت کرتے ہیں اور تیرے ساتھ ان کی عداوت کی وجہ سے ہم ان سے عداوت رکھتے ہیں۔ یا اللہ یہ ہماری دعا ہے اسے قبول فرما۔

ان ارشادات عالیہ کو وہ صلح کلی حضرات آنکھیں کھول کر دیکھیں جو لوگ بے سوچے سمجھے جھٹ کہہ دیتے ہیں کہ حضور تو کافروں کو بھی گلے لگاتے تھے۔ ان حضرات سے سوال ہے کہ رسول اکرم ﷺ خدا تعالیٰ کے ارشاد مبارک "**یا ایھا النبی جاھد الکفار والمنافقین واغلظ علیھم**" کے مطابق حکم الٰہی کی تعمیل کرتے تھے یا نہیں۔ ہر مسلمان کا ایمان ہے کہ احکام خداوندی کی تعمیل سید دو عالم ﷺ سے بڑھ کر کوئی نہیں کر سکتا اور نہ کسی نے کی ہے۔ بنابریں رسول اکرم ﷺ نے مسجد نبوی شریف سے منافقوں کا نام لے کر مسجد سے نکال دیا۔ سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔

یعنی رسول اکرم ﷺ جمعہ کے دن جب خطبہ کے لئے کھڑے ہوئے تو فرمایا اے فلاں تو منافق ہے۔ لہٰذا مسجد سے نکل جا۔ اے فلاں تو بھی منافق ہے مسجد سے نکل جا، حضور ﷺ نے کئی منافقوں کے نام لے کر نکالا اور ان کو سب کے سامنے رسوا کیا۔ اس جمعہ کو حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ ابھی مسجد شریف میں حاضر نہیں ہوئے تھے۔ کسی کام کی وجہ سے دیر ہو گئی تھی جب وہ منافق مسجد سے نکل کر رسوا ہو کر جا رہے تھے۔ تو سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ آ رہے تھے۔ سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ شرم کی وجہ سے چھپ رہے تھے کہ مجھے تو دیر ہو گئی ہے۔ شاید جمعہ ہو گیا ہے۔ لیکن منافق فاروق اعظم رضی اللہ عنہ سے اپنی رسوائی کی وجہ سے چھپ رہے تھے۔ پھر جب فاروق اعظم رضی اللہ عنہ مسجد میں داخل ہوئے تو ابھی جمعہ نہیں ہوا تھا، بعد میں ایک صحابی نے کہا اے عمر تجھے خوش خبری ہو کہ آج خدا تعالیٰ نے منافقوں کو رسوا کر دیا ہے۔

(تفسیر روح المعانی، جلد 11، صفحہ 11۔ تفسیر مظہری جلد 4، صفحہ 289۔ تفسیر ابن کثیر جلد 2، صفحہ 384۔ تفسیر خازن جلد 3، صفحہ 511۔ تفسیر بغوی علی الخازن جلد 3، صفحہ 511۔ تفسیر روح البیان جلد 3، صفحہ 493)

اور سیرت ابن ہشام میں عنوان قائم کیا ہے۔ ”طرد المنافقین من مسجد رسول اللہ ﷺ“ اور اس کے تحت فرمایا کہ منافق لوگ مسجد نبوی میں آتے اور مسلمانوں کی باتیں سن کر ٹھٹھے کرتے دین کا مذاق اڑاتے تھے۔ ایک دن کچھ منافق مسجد نبوی شریف میں اکٹھے بیٹھے ہوئے تھے۔ آہستہ آہستہ باتیں کر رہے تھے ایک دوسرے کے قریب بیٹھے تھے۔ رسول اکرم ﷺ نے دیکھ کر کہا ”فامر بھم رسول اللہ ﷺ فاخرجوا من المسجد اخراجا عنیفا“ رسول خدا نے حکم دیا کہ ان منافقوں کو سختی سے نکال دیا جائے۔ اس ارشاد پر حضرت ابوایوب، خالد بن زید اٹھ کھڑے ہوئے اور عمر بن قیس کو ٹانگ سے پکڑ کر گھسیٹتے گھسیٹتے مسجد سے باہر پھینک دیا پھر حضرت ابوایوب نے رافع بن ودیعہ کو پکڑا اس کے گلے میں چادر ڈال کر خوب بھینچا اور اس کے منہ پر طمانچہ مارا اور اس کو مسجد سے نکال دیا اور ساتھ ساتھ حضرت ابو ایوب فرماتے جاتے ”اف لک منافقا خبیثا“ ارے خبیث منافق تجھ پر افسوس ہے۔ اے منافق رسول اکرم ﷺ کی مسجد سے نکل جا اور ادھر حضرت عمارہ رضی اللہ عنہ بن حزم نے زید بن عمرو کی داڑھی کو پکڑا زور سے کھینچا اور کھینچتے کھینچتے مسجد سے نکال دیا اور پھر اس کے سینے پر دونوں ہاتھوں سے تھپڑ مارا کہ وہ گر گیا۔ اس منافق نے کہا اے عمارہ تو نے مجھے بہت عذاب دیا ہے۔ تو صحابی عمارہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا خدا تجھے دفع کرے جو خدا تعالیٰ نے تیرے لئے عذاب تیار کیا ہے وہ اس سے بھی سخت تر ہے۔ ”فلا تقربن مسجد رسول اللہ ﷺ“ آئندہ رسول اللہ ﷺ کی مسجد مبارک کے قریب نہ آنا۔

اور بنو نجار قبیلہ کے دو صحابی ابو محمد جو کہ بدری صحابی تھے اور ابو محمد مسعود نے قیس بن عمرو کو جو کہ منافقین میں سے نوجوان تھا گدی پر مارنا شروع کیا حتیٰ کہ مسجد سے باہر نکال دیا اور حضرت عبداللہ بن حارث رضی اللہ عنہ نے جب سنا کہ حضور ﷺ نے منافقوں کو نکال دینے کا حکم دیا ہے، حارث بن عمر کو سر کے بالوں سے پکڑ کر زمین پر گھسیٹتے گھسیٹتے مسجد سے باہر نکال دیا۔ وہ منافق کہتا تھا۔ اے ابن حارث تو نے مجھ پر بہت سختی کی ہے تو انہوں نے جواب میں فرمایا اے خدا کے دشمن تو اسی لائق ہے تو نجس ہے پلید ہے۔ آئندہ مسجد کے قریب نہ آنا۔ ادھر ایک صحابی رضی اللہ عنہ نے اپنے بھائی زری بن حارث کو سختی سے نکال کر فرمایا افسوس کہ تجھ پر شیطان کا تسلط ہے۔ (سیرت ابن ہشام جلد 1، صفحہ 528)

نیز خدا تعالیٰ نے مسلمانوں کو ارشاد فرمایا کہ تم ابراہیم علیہ السلام کی پیروی میں خدا تعالیٰ اور اس کے حبیب ﷺ کے دشمنوں سے ہمیشہ نفرت اور بیزاری رکھو۔ ارشاد ہے۔

قد کانت لکم اسوہ حسنہ فی ابراھیم والذین معہ اذ قالوا القومھم براء منکم ومما تعبدون من دون اللہ کفرنا بکم وبدا بیننا وبینکم العداوہ والبغضاء ابدا حتی تومنو باللہ وحدہ (سورہ ممتحنہ)

یعنی ''اے ایمان والو! تمہارے لئے ابراہیم علیہ السلام اور ان کے ماننے والوں میں اچھی پیروی ہے جب کہ انہوں نے اپنی قوم سے فرمایا کہ ہم تم سے اور تمہارے بتوں سے بیزار ہیں۔ ہم انکاری ہیں اور ہمارے تمہارے درمیان جب تک تم خداوحدہ پر ایمان نہ لاؤ ہمیشہ ہمیشہ کے لئے دشمنی ٹھن گئی ہے۔

اور تفسیر روح المعانی میں حدیث قدسی منقول ہے۔

یقول اللہ تبارك و تعالیٰ وعزتی لا ینال رحمتی من لم یوال اولیائی ویوادا عدائی۔ (صفحہ 35، جز 28)

یعنی ''اللہ تعالیٰ فرماتا ہے مجھے میری عزت کی قسم جو شخص میرے دوستوں کے ساتھ دوستی نہیں کرتا اور میرے دشمنوں کے ساتھ دشمنی نہیں کرتا وہ میری رحمت حاصل نہیں کرسکتا۔''

اور درۃ الناصحین میں علامہ خوبوی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک حدیث پاک ذکر کی ہے۔

یعنی رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کی طرف وحی بھیجی فرمایا اے موسیٰ علیہ السلام تو نے میرے لئے بھی کوئی عمل کیا ہے۔ موسیٰ علیہ السلام نے عرض کی یا اللہ میں نے تیرے لئے نماز پڑھی خدا تعالیٰ نے فرمایا نماز تو تیرے ہی لئے برہان بنے گی۔ عرض کی یا اللہ میں نے تیرے لئے روزے رکھے ہیں۔ خدا تعالیٰ نے فرمایا اے موسیٰ علیہ السلام روزہ تو تیرے لئے ڈھال بنے گا۔ پھر عرض کی میں نے تیرے لئے صدقہ دیا ہے۔ خدا تعالیٰ نے فرمایا صدقہ تو تیرے ہی لئے سایہ بنے گا۔ عرض کی میرے خدا میں نے تیرے لئے ذکر کیا ہے۔ فرمایا اے موسیٰ علیہ السلام یہ تو تیرے لئے نور ہی ہوگا۔ بتا تو نے میرے لئے کون سا عمل کیا ہے۔ موسیٰ علیہ السلام نے عرض کی میرے پروردگار تو ہی بتادے کہ وہ کون سا عمل ہے جو تیرے لئے ہو۔ خدا تعالیٰ نے فرمایا اے پیارے موسیٰ علیہ السلام کیا تو نے میرے دوستوں کے ساتھ محبت و دوستی کی ہے اور کیا تو نے میرے دشمنوں کے ساتھ دشمنی کی ہے۔ (درۃ الناصحین صفحہ 210)

اسی طرح کا ایک واقعہ ایک ولی اللہ کے ساتھ پیش آیا جیسا کہ تفسیر روح البیان صفحہ 378، جلد 4 پر ہے۔

اس سے معلوم ہوا کہ خدا تعالیٰ کے دربار میں خدا تعالیٰ کے دوستوں کے ساتھ محبت کرنا جتنا مقبول ومحبوب عمل ہے، اتنا ہی خدا تعالیٰ کے دشمنوں کے ساتھ دشمنی وعداوت رکھنا بھی مقبول ومحبوب عمل ہے۔ نیز خدا تعالیٰ اور اس کے پیارے حبیب ﷺ کی محبت اور ان کے دشمنوں، گستاخوں کی محبت آپس میں ضدیں ہیں یہ دونوں بیک وقت ایک دل میں جمع نہیں ہوسکتیں۔

مخدوم الاولیاء سیدنا امام ربانی خواجہ مجدد الف ثانی سرہندی قدس نے فرمایا۔

''دو محبت متبائنہ جمع نشوند جمع کہ ضدین را محال گفتہ اند۔ محبت یکے مستلزم عداوت دیگر ست۔'' (مکتوبات امام ربانی، مکتوب نمبر 165، جلد اوّل)

یعنی دو محبتیں جو ایک دوسرے کی ضد ہوں ایک دل میں جمع نہیں ہوسکتیں کیونکہ اجتماع ضدین محال ہے۔ اگر خدا تعالیٰ اور اس کے پیارے رسول ﷺ کی دل میں محبت ہوگی تو خدا اور رسول کے دشمنوں کی محبت دل میں نہیں آسکتی اور خدا تعالیٰ اور اس کے پیارے رسول ﷺ کے دشمنوں کی جتنی محبت و دوستی دل میں آئے گی تو خدا اور رسول (جل وجلالہ و ﷺ) کی محبت اتنی ہی کم ہوجائے گی۔

نیز فرمایا۔

''وعلامت کمال محبت کمال بغض است با اعداء او ﷺ'' (مکتوب 1/165)

یعنی تاجدار مدینہ ﷺ کے ساتھ کمال محبت کی یہ علامت ہے کہ سید دو عالم ﷺ کے دشمنوں کے ساتھ کمال بغض وعداوت ہو۔

نیز فرمایا۔

''کافروں کے ساتھ جو کہ خدا تعالیٰ اور اس کے پیارے حبیب ﷺ کے دشمن ہیں۔ دشمنی رکھنی چاہئے اور ان کو ذلیل وخوار کرنے میں کوشش کرنی چاہئے اور کسی طرح ان کی عزت نہیں کرنی چاہئے اور ان بدبختوں کو اپنی مجلس میں نہیں آنے دینا چاہئے۔

(مکتوب نمبر 165)

نیز فرمایا۔ ''در رنگ سگاں ایشاں را دور باید داشت'' یعنی خدا اور رسول کے دشمنوں کو کتوں کی طرح دور رکھنا چاہئے۔

نیز فرمایا۔ ''پس عزت اسلام در خواری کفر واہل کفر ست۔ کسیکہ اہل کفر را عزیز داشت اہل اسلام را خوار ساخت۔'' یعنی اسلام کی عزت اسی میں ہے کہ کفر و کفار کو ذلیل وخوار کیا جائے جو شخص کفر والوں کی

عزت کرتا ہے وہ حقیقت میں مسلمانوں کو ذلیل کرتا ہے۔ (مکتوب نمبر 1/163)

نیز سیدنا امام ربانی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا۔

رسول اکرم شفیع معظم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ تک لے جانے والا یہی ایک راستہ ہے۔ (کہ ان کے دشمنوں کے ساتھ دشمنی عداوت رکھی جائے۔) اگر اس راستہ کو چھوڑ دیا جائے تو اس دربار تک رسائی مشکل ہے۔ (مکتوب نمبر 1/165)

اور یہ بھی مسلم کہ سید اکرم نور مجسم فخر آدم و بنی آدم صلی اللہ علیہ وسلم تک رسائی ہی دین ہے۔ ڈاکٹر سر اقبال مرحوم نے کیا خوب فرمایا ہے۔

مصطفیٰ برساں خویش را کہ دیں ہمہ اوست
اگر باونر سیدی تمام بولہبی ست

یعنی تو اپنے آپ کو مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک قدموں تک پہنچا دے اور اگر تو ان تک نہ پہنچ سکا تو تیرا سب کچھ ہی ابولہب ہے۔

بدمذہبوں کے ساتھ بائیکاٹ کے متعلق چند احادیث مبارکہ بیان کی جاتی ہیں۔

حدیث پاک نمبر 1:

عن ابی هریره قال قال رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم یکون فی اخرا الزمان دجالون کذابون یاتونکم من الاحادیث بما لم تسمعوا انتم و لا ابائکم فایا کم وایاهم لا یضلونکم و لا یفتونکم۔ (مسلم شریف)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں۔ کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا" آخری زمانہ میں کچھ لوگ کذاب و دجال بہت جھوٹے دھوکہ باز آئیں گے۔ وہ تم سے ایسی باتیں بیان کریں گے جو نہ تم نے سنی ہوں گی نہ تمہارے باپ دادا نے سنی ہوں گی۔ لہٰذا اے میری امت تم ان کو اپنے سے بچاؤ اور اپنے آپ کو ان سے بچاؤ کہیں وہ تمہیں گمراہ نہ کر دیں۔ کہیں وہ تمہیں فتنہ میں نہ ڈال دیں۔"

سبحان اللہ! کیا شان ہے تاجدار مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم کی۔ آپ نے نور نبوت سے پہلے ہی دیکھ لیا کہ دین کے ڈاکو آئیں گے۔ بھولے بھالے مسلمانوں کو ان سنی اور بناوٹی باتیں سنا کر اپنے دجل و فریب سے ان کے ایمان لوٹیں گے۔ لہٰذا اس شفیق امت صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلے سے ہی امت کو بچنے کی تدبیر بتائی کہ اے میری امت! بے دینوں کے قریب مت پھٹکنا اور نہ ان کو اپنے قریب آنے دینا ورنہ گمراہ ہو جاؤ گے۔ لیکن

امت کے کچھ بے لگام افراد ہیں جو کہتے پھرتے ہیں جی صاحب! ہر کسی کی بات سننی چاہئے۔ دیکھیں بھلا کہتے کیا ہیں۔ اسی بنا پر بدمذہبوں کے جلسوں میں جانے والے، ان کا لٹریچر پڑھنے والے، ان کی تقریریں سننے والے ہزاروں لوگ گمراہ، بددین ہو گئے، جہنم کا ایندھن بن گئے۔

حسبنا الله ونعم الوكيل ولا حول ولا قوة الا بالله العلى العظيم۔

اے میرے مسلمان بھائیو! ہوشیار، خبردار، ہوشیار، خبردار غیروں کے جلسوں میں مت جاؤ ان کی تقریریں مت سنو، ان کے رسائل واخبارات مت پڑھو ورنہ پچھتاؤ گے۔ اگر تقریر سنو تو اس کی جس کا دل محبت مصطفیٰ ﷺ سے لبریز ہے، کتابیں اور رسالے پڑھو تو ان کے جن کے سینے عشق مصطفیٰ ﷺ سے معمور ہیں۔ سیدنا محمد بن سیرین رضی اللہ عنہ کے متعلق منقول ہے۔

یعنی حضرت ابن سیرین رضی اللہ عنہ بیٹھے ہوئے تھے کہ دو بدمذہب آئے اور انہوں نے عرض کی کہ حضرت اجازت ہو تو ہم آپ کو ایک حدیث سنائیں۔ آپ نے فرمایا نہیں۔ پھر انہوں نے عرض کیا کہ اجازت ہو تو ہم قرآن پاک کی ایک آیت پاک بیان کریں۔ آپ نے فرمایا ہرگز نہیں یا تو تم یہاں سے چلے جاؤ یا میں اٹھ کر چلا جاتا ہوں۔ اس پر وہ دونوں خائب وخاسر ہو کر چلے گئے تو کسی نے عرض کیا حضور اس میں کیا حرج تھا کہ وہ دو آدمی قرآن پاک کی کوئی آیت پاک سناتے۔ اس پر حضرت سیدنا محمد بن سیرین قدس سرہ نے فرمایا کہ یہ دونوں بدمذہب تھے۔ اگر یہ آیت پاک بیان کرتے وقت اپنی طرف سے اس میں پچر لگا دیتے تو مجھے ڈر تھا کہ کہیں وہ تحریف میرے دل میں بیٹھ جاتی اور میں بھی بدمذہب ہو جاتا۔ (فتاویٰ الحرمین)

سبحان اللہ! وہ امام بن سیرین جلیل القدر محدث، قوم کے پیشوا، وقت کا علامہ علم کا ٹھاٹھیں مارتا ہوا سمندر۔ وہ تو بدمذہبوں سے اتنا پرہیز کریں کہ قرآن پاک کی ایک آیت ان سے سننے کے روادار نہیں اور آج کے ان پڑھ، دین سے بے خبر اتنی بے باکی اور جرأت سے کہہ دیتے ہیں کہ جی صاحب ہر کسی کی بات سننی چاہئے۔ "ولا حول ولا قوة الا بالله العلى العظيم۔"

یوں ہی حضرت سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ سے کسی نے کوئی بات پوچھی تو آپ نے اس کو جواب نہ دیا۔ "فقيل له فقال از ایشاں۔" (فتاویٰ الحرمین)

کسی نے عرض کیا کہ حضرت آپ نے اس کو جواب کیوں نہیں دیا تو آپ نے فرمایا یہ بدمذہبوں میں سے ہے۔

حدیث پاک نمبر 2:

قال رسول الله ﷺ ان مجوس هذه الامه المکذبون باقد ارا الله ان مرضوا فلا تعود وهم وان ماتوا فلا تشهد وهم وان لقیتموهم فلا تسلموا علیهم (ابن ماجہ شریف)

"یعنی رسول اللہ ﷺ نے فرمایا قضاوقدر کو جھٹلانے والے اس امت کے مجوسی ہیں۔ (حالانکہ وہ نمازیں بھی پڑھتے ہیں، روزے بھی رکھتے ہیں) فرمایا کہ اگر وہ بیمار پڑیں تو ان کو پوچھنے مت جاؤ اور اگر وہ مرجائیں تو ان کے مرنے پر ان کے جنازہ وغیرہ میں مت شریک ہو، اگر تم سے ملیں تو ان کو سلام نہ کرو۔"

تیل کی جلی ہوئی تلچھٹ کی مثل سخت کھولتا پانی پینے کو دیا جائے گا کہ مونھ کے قریب ہوتے ہی اس کی تیزی سے چہرے کی کھال گرجائے گی۔ سر پر گرم پانی بہایا جائے گا۔ جہنمیوں کے بدن سے جو پیپ بہے گی وہ پلائی جائے گی۔ خاردار تھوہر کھانے کو دیا جائے گا، وہ ایسا ہوگا کہ اگر اس کا ایک قطرہ دنیا میں آئے تو اس کی سوزش و بدبو تمام اہل دنیا کی معیشت برباد کردے۔ اور وہ گلے میں جا کر پھندا ڈالے گا اس کے اتارنے کے لئے پانی مانگیں گے ان کو وہ کھولتا پانی دیا جائے گا کہ مونھ کے قریب آتے ہی مونھ کی ساری کھال گل کر اس میں گر پڑے گی اور پیٹ میں جاتے ہی آنتوں کو ٹکڑے ٹکڑے کردے گا اور وہ شوربے کی طرح بہہ کر قدموں کیطرف نکلیں گی۔ پیاس اس بلا کی ہوگی کہ اس پانی پر ایسے گریں گے جیسے تونس کے مارے ہوئے اونٹ۔ پھر کفار جان سے عاجز آکر باہم مشورہ کر کے مالک علیہ الصلاۃ والسلام داروغہ جہنم کو پکاریں گے اے مالک! (علیہ الصلوۃ والسلام) تیر رب ہمار قصہ تمام کردے۔ مالک علیہ الصلوۃ والسلام ہزار برس تک جواب نہ دیں گے۔ ہزار برس کے بعد فرمائیں گے مجھ سے کیا کہتے ہو اس سے کہو جس کی نافرمانی کی ہے۔ ہزار برس تک رب العزت کو اس کی رحمت کے ناموں سے پکاریں گے وہ ہزار برس تک جواب نہ دے گا۔ اس کے بعد فرمائے گا۔ تو یہ فرمائے گا "دور ہو جاؤ جہنم میں پڑے رہو مجھ سے بات نہ کرو" (بہار شریعت)

محمد انور قریشی

مولانا احمد رضا خان بریلوی رحمۃ اللہ علیہ اور تحفظ ختم نبوت

1: جزاء اللہ عدوہ بابائہ ختم نبوۃ:

(دشمن خدا کے ختم نبوت سے انکار پر خدائی جزاء)

امام احمد رضا محدث بریلوی رحمۃ اللہ علیہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ختم نبوت بہ دلائل مفصل طور پر تاریخی حوالہ جات سے ثابت کرنے کے لئے 111 صفحات پر مشتمل یہ کتاب 1317ھ بمطابق 1899ء میں تصنیف فرمائی جس میں سائل جناب شیخ خدا بخش سکنہ محلہ سوئی گری کی پول سے 19 رجب 1317ھ کو استفسار فرمایا تھا کہ۔۔۔

"حضرت علی و فاطمہ، وحسنین رضی اللہ عنہم کو انبیاء و رسول کہنے و ثابت کرنے والے کے لئے کیا احکام ہیں اسے سید کہنا روا ہے یا نہیں؟

اگرچہ مرزا قادیانی کی کسی کتاب کے جواب یا رد میں یہ کتاب نہیں لکھی گئی لیکن اصل مقصد حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ختم نبوت ثابت کرنا ہے۔ امام احمد رضا محدث بریلوی رحمۃ اللہ علیہ نے بعد رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کے کسی نبی جدید کی بعثت کو یقیناً قطعاً محال و باطل جاننا فرض قرار دیا ہے اور ختم نبوت کے منکر کو کافر قرار دیتے ہیں۔ آیات قرآن کریم کے علاوہ تقریباً تیس (30) نصوص تحریر فرمائیں جیسا کہ اس کے تعارف میں خود فرماتے ہیں۔

"اللہ و رسول نے مطلقاً نفی نبوت تازہ فرمائی۔ شریعت جدیدہ وغیرہ کی کوئی قید کہیں نہ لگائی اور صراحتاً خاتم بہ معنی آخر بتایا۔ متواتر احادیث میں اس کا بیان آیا ہے۔ صحابہ کرام سے اب تک تمام امت مرحومہ نے اسی معنی ظاہر و متبادر و عموم و استغراق حقیقی نام پر اجماع کیا۔ تمام انبیاء کے خاتم ہیں اور اسی بناء پر سلفاء خلفاء آئمہ مذاہب نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ہر مدعی نبوت کو کافر کہا۔"

فقیر غفرلہ المولی القدیر (احمد رضا) نے اپنی کتاب (جزاء اللہ عدوہ بابائہ ختم نبوۃ) جس میں

اس مطلب ایمانی پر صحاح وسنن، اسانید ومعاجیم وجوامع سے ایک سو بیس حدیثیں اور تکفیر منکر پر ارشادات، ائمہ، علمائے قدیم وحدیث مبارک عقائد واصول فقہ وحدیث سے 30 نصوص ذکر کیئے۔ الحمدللہ۔ ذ (فتاویٰ رضویہ، جلد 6، صفحہ 59)

مسند امام احمد شریف وترمذی سے رسول کریم ﷺ کی یہ حدیث پاک بھی نقل کر کے رافضی حضرات کا شک وشبہ دور کر دیا ہے کہ "لو کان بعد نبی لکان عمر بن الخطاب" اگر میرے (حضور ﷺ) بعد کوئی نبی ہوتا تو عمر بن خطاب ہوتا۔

آخیر میں مولانا شیخ احمد مکی مدرس مکہ مکرمہ کی زوردار تقریظ موجود ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی نبوت سے متعلق علمائے بدایوں، لاہور، حیدرآباد، دکن، دہلی، کانپور، سہارنپور، گنگوہ کے فتاویٰ جات درج ہیں۔ سائل کا جواب دیتے ہوئے فرماتے ہیں۔

"منافق کو سید نہ کہو، سید کفریہ عقیدہ نہیں رکھ سکتا۔"

(جزاء اللہ عدوہ باباۂ ختم نبوت، صفحہ 97، مطبوعہ لاہور)

2: السوء والعقاب علی المسیح الکذاب:

(جھوٹے مسیح پر عذاب وعتاب)

امام احمد رضا محدث بریلوی رحمۃ اللہ علیہ نے مرزا غلام احمد قادیانی کے رد میں یہ خاص رسالہ مشتمل بر صفحات 23 مستفتی مولوی عبدالغنی ساکن امرتسر کے جواب میں 21 ربیع الاخر، 1320ھ قریباً 1902ء میں قلمبند اور شائع فرمایا۔ یعنی مرزا قادیانی کے دعویٰ نبوت کے تقریباً ایک سال بعد سائل کا سوال تھا کہ مرد کا مرزائی ہونے کے بعد مسئلہ زوجیت کے کیا احکام ہیں۔ اول صفحات میں امرتسر کے دس علماء کے فتوؤں کے خلاصہ جات درج کیئے گئے ہیں جن میں بالاتفاق مرزا قادیانی کو کافر قرار دیا گیا ہے۔ نیز منکوحہ کے زوجیت سے علیحدہ ہونے اور مہر وغیرہ کے احکام صادر کیئے گئے ہیں۔

امام احمد رضا فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ صفحہ 6 پر مرزا کو مسیح دجال علیہ اللعن والنکال کا لقب دے کر مرزا قادیانی کی کتب (ازالہ اوہام، توضیح المرام، دافع البلاء، براہین احمدیہ، معیار الاحیاء) وغیرہا سے قادیانی کے بیشتر مشہور کفریہ عقائد تحریر فرماتے ہیں۔ ساتھ ہی زوردار رد بھی فرماتے گئے۔ ایک قادیانی تاویل کا جواب دیتے ہوئے فرماتے ہیں۔

"قادیانی اس تاویل کی آڑ لیں کہ یہاں نبی ورسول کے معنی لغوی مراد ہیں۔ یعنی خبردار، یا خبر دہندہ، اور فرستادہ، مگر یہ محض ہوس اول صریح لفظ میں تاویل نہیں سنی جاتی۔ فتاویٰ ہندیہ

میں ہے کہ کوئی اپنے آپ کو اللہ کا رسول کہے یا کہے کہ میں پیغمبر ہوں اور مراد یہ لے کہ میں پیغام پہنچانے والا ایلچی ہوں کافر ہو جائے گا۔ لغوی معنی ہرگز مراد نہیں بلکہ یقیناً وہی شرعی و عرضی رسالت نبوت مقصود اور کفر و ارتداد یعنی قطعی موجود۔"

آیت قرآنی، حدیث مبارکہ و دیگر فتاویٰ سے تحریر درج کرنے کے بعد واضح الفاظ میں قادیانوں سے متعلق احکام میں فرماتے ہیں۔

"ان اقوال مذکورہ کا قائل بے باک، کافر، مرتد، کذاب، ناپاک ہے۔ اگر یہ اقوال مرزا کی تحریروں میں اسی طرح ہیں تو واللہ وہ یقیناً کافر اور جو اس کے ان اقوال یا ان کے امثال پر مطلع ہو کر اسے کافر نہ کہے وہ بھی کافر ہے۔"

(السوء والعقاب علی مسیح الکذاب صفحہ 20، از امام احمد رضا علیہ الرحمہ مطبوعہ لاہور)

دوسری جگہ صرف کلمہ گوئی پر مدار اسلام رکھنے والے حضرات کو مخاطب کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

"اس مرزا قادیانی کی تکفیر میں چون و چرا کریں تو وہ کافر وہ اراکین بھی کفار، مرزا کے پیرو اگرچہ خود ان اقوال نجس الابوال کے معتقد بھی نہ ہوں مگر جبکہ صریح کفر وہ کھلے ارتداد دیکھتے سنتے پھر مرزا کو امام و پیشوا مقبول خدا کہتے ہیں۔ قطعاً یقیناً سب مرتد ہیں سب مستحق نار ہیں۔"

(السوء والعقاب علی مسیح الکذاب صفحہ 20، از امام احمد رضا علیہ الرحمہ مطبوعہ لاہور)

قادیانیوں کے احکام:

- یہ لوگ دین اسلام سے خارج ہیں اور ان (قادیانیوں) کے احکام بعینہ مرتدین کے احکام ہیں۔
- جو شخص باوصف کلمہ گوئی وادعائے اسلام کفر کرے وہ کافروں کی سب سے بدتر قسم مرتد کے حکم میں ہے۔
- جو اس (مرزا غلام احمد قادیانی) کے کفر و عذاب میں شک کرے یقیناً خود کافر ہے۔

(السوء والعقاب علی مسیح الکذاب صفحہ 21، از امام احمد رضا علیہ الرحمہ مطبوعہ لاہور)

آخر میں سائل کا جواب دیتے ہوئے فرماتے ہیں۔

"شوہر کے کفر کرتے ہی عورت فوراً نکاح سے نکل جاتی ہے۔ اب اگر بے اسلام لائے اپنے اس قول و مذاہب سے بغیر توبہ کئے یا بعد اسلام و توبہ عورت سے بغیر نکاح جدید کئے

اس سے قربت کرے زنائے محض ہے۔ جو اولاد ہو یقیناً ولد الزنا ہو، یہ احکام سب ظاہر اور تمام کتب میں دائر وسائر ہیں۔"

(السوء والعقاب علی مسیح الکذاب صفحہ 21، از امام احمد رضا رحمۃ اللہ علیہ مطبوعہ لاہور)

3: حسام الحرمین:

یہ کتاب امام احمد رضا محدث بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کی بڑی مشہور و معروف تصنیف ہے جو کہ عربی زبان میں ہے۔ اس کا اردو ترجمہ حسنین رضا خان صاحب نے "مبین احکام و تصدیقات اعلام" کے نام سے کیا ہے۔ یہ ایک مفصل فتویٰ پر مشتمل ہے جو کہ 158 صفحات پر محیط ہے۔

اسے مکتبہ نبوی گنج بخش روڈ لاہور نے شائع کیا۔ اس پر حجاز شریف کے 37 علمائے کرام و مفتیان شرع نے اپنی تصدیقات درج کیں۔ ان مفتیان کرام نے برملا آپ کی علمیت کا اعتراف کرتے ہوئے آپ (امام احمد رضا رحمۃ اللہ علیہ) کو "مجدد برحق" کا لقب عطا فرمایا۔ یہ کتاب ہند میں نئے پیدا ہونے والے فتنوں و فرقوں کے عقائد باطلہ کفریہ اور ان کے متعلق شرعی احکام پر مشتمل ہے۔ ان میں بھی سرفہرست یہی خاص فتنہ یعنی مرزا غلام احمد قادیانی ہے۔

1324ھ بمطابق 1904ء میں یہ کتاب منظر عام پر آئی۔ امام احمد رضا محدث بریلوی رحمۃ اللہ علیہ اس فتنہ کے متعلق فرماتے ہیں۔

> "ان میں سے ایک فتنہ (مرزائیہ) ہے اور ہم نے ان کا نام غلامیہ رکھا ہے۔ غلام احمد قادیانی کی طرف ۔۔۔ وہ ایک ۔۔۔ دجال ہے۔ جو اس زمانہ میں پیدا ہو کر ابتداً مسیح ہونے کا دعویٰ کیا اور واللہ اس نے سچ کہا کہ وہ مسیح دجال کذاب کا مثل ہے۔ اپنی کتاب (براہین غلامیہ) احمدیہ کو اللہ تعالیٰ کی کتاب بتانا یہ بھی شیطان ہی کی وحی سے ہے۔ پیشین گوئیوں میں اس کا جھوٹ نہایت کثرت سے ظاہر ہوتا ہے۔ یونہی شقاوت کی سیڑھیاں چڑھتا گیا۔ اس نے چاہا کہ مسلمان زبردستی اس کو ابن مریم بنالیں، مسلمان اس پر راضی نہ ہوئے اور عیسیٰ کے فضائل انہوں نے پڑھنا شروع کئے تو لڑائی کے لئے اٹھا اور عیسیٰ علیہ السلام میں عیب اور خرابیاں بتانا شروع کیں۔ اس کے کفریات ملعونہ اور بہت ہیں اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو اس کے اور تمام دجالوں کے شر سے پناہ دے۔"

(حسام الحرمین، صفحہ 20 از امام احمد رضا رحمۃ اللہ علیہ، مطبوعہ مکتبہ نبویہ لاہور۔)

عقائد مرزا کو مختصر طور پر تحریر کرنے کے بعد فتویٰ کے آخر میں فرماتے ہیں۔

"خلاصہ کلام یہ ہے کہ یہ (طائفہ مرزا قادیانی) سب کے سب کافر، مرتد ہیں۔ باجماع امت اسلام سے خارج ہیں۔"

(حسام الحرمین، صفحہ 20 از امام احمد رضا رحمۃ اللہ علیہ، مطبوعہ مکتبہ نبویہ لاہور۔)

4: الجراز الدیانی علی المرتد القادیانی:

(قادیانی مرتد پر خدائی تلوار:)

فاتح قادیانیت امام احمد رضا محدث بریلوی کی یہ کتاب مستطاب آخری تصانیف سے ہے جو کہ 3 محرم الحرام 1340ھ کو مستفتی شاہ میر خاں قادری ساکن پیلی بھیت کے سوال کے جواب میں کانپور سے شائع ہوئی۔ 1984ء مرکزی مجلس رضا لاہور نے اسے دوبارہ شائع کیا۔

یہ رسالہ خاص مرزا قادیانی کے مسئلہ وفات مسیح کے رد میں لکھا گیا ہے۔ سائل نے ایک آیت قرآنی اور ایک حدیث مبارکہ پیش کر کے (جس سے قادیانی عیسیٰ علیہ السلام کی وفات پر استدلال کرتے تھے) یہ دریافت فرمایا تھا کہ آخر اس استدلال کا جواب کیا ہے۔ امام احمد رضا فاضل بریلوی نے مذکورہ استدلال کا جواب دینے سے پیشتر قادیانیوں کے اس بحث میں الجھانے کے اغراض واسباب بتائے اور پھر سات وجہ سے واضح کیا کہ آیت قرآنی قادیانیوں کے لئے دلیل نہیں بن سکتی۔ فرماتے ہیں۔

"قبل جواب ایک امر ضروری ہے کہ اس سوال و جواب سے ہزار درجہ اہم ہے۔ معلوم کرنا لازم ہے۔ بے دینوں کی بڑی راہ فرار یہ ہے کہ انکار کریں ضروریات دین کا اور بحث چاہیں کسی ہلکے پھلکے مسئلے میں جس میں کچھ گنجائش دست و پازن ہو۔"

مولانا مولوی نعیم الدین صاحب مرادآبادی، مولانا مولوی ظفر الدین صاحب بہاری، مولوی احمد افتخار میرٹھی، احمد علی صاحب میرٹھی، مولوی رحم الٰہی، مولانا مولوی امجد علی صاحب اعظمی یہ خلفاء حضرات آریہ مناظر رام چندر وغیرہ سے مناظرہ کر کے مظفر و منصور واپس آ کر اعلیٰ حضرت امام احمد رضا رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں آئے تو امام احمد رضا رحمۃ اللہ علیہ نے ان کو نصیحت کرتے ہوئے فرمایا۔

"قادیانی وغیرہ تو یہی چاہتے ہیں کہ اصول چھوڑ کر فروعی مسائل میں گفتگو ہو۔ انہیں ہرگز یہ موقع نہ دیا جائے۔" (ملفوظات اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ، صفحہ 100)

"ان (مرزائیوں) کا مقصد اس افتراء سے وفات مسیح ثابت کرنا ہے اور جب وفات مسیح ثابت ہو جائے گی تو ان کے نزدیک نزول نہ ہوگا تو ایک مثیل کا نزول ماننا پڑے گا۔"

(ملفوظات اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ، صفحہ 436، از امام احمد رضا رحمۃ اللہ علیہ مطبوعہ پروگریسو بکس لاہور)

مسئلہ حیات ونزول مسیح کو ثابت کرنے کے لئے آپ نے اس رسالہ مبارکہ کے شروع میں تقریباً چھ آیات قرآنی، دو احادیث مبارکہ پیش کر کے ان مرزائیوں کے استدلال کا جواب دیا ہے۔

مرزا کے بارے میں امام احمد رضا رحمۃ اللہ علیہ کے تاثرات:

"بفرض باطل انتھم بر علم، پھر اس سے قادیان کا مرتد، رسول اللہ کا مثل کیونکر بن بیٹھا؟ کیا اس کے کفر، اس کے کذب، اس کی وقاحتیں، اس کی فضیحتیں، اس کی خباثتیں، اس کی ناپاکیاں، اس کی بیباکیاں کہ عالم آشکار ہیں چھپ سکیں گی اور جہاں میں کوئی عقل و دین والا ابلیس کو جبرائیل کا مثل مان لے گا؟"

(الجزاز الدیانی علی المرتد القادیانی، صفحہ 26، از امام احمد رضا رحمۃ اللہ علیہ)

قادیانیوں کی چالاکی:

"یہ مرزا نبیوں کی اعلانیہ تکذیب کرنے والا، یہ رسولوں کو فحش گالیاں دینے والا، یہ قرآن مجید کو طرح طرح رد کرنے والا، مسلمان بھی ہونا محال نہ کہ رسول اللہ کی مثل۔ قادیانیوں کی چالاکی کہ اپنے مسیلمہ کے نامسلم ہونے سے گریز کرتے اور اس کے ان صریح ملعون کفروں کی بحث چھوڑ کر حیات و وفات مسیح کا مسئلہ چھیڑتے ہیں۔"

(الجزاز الدیانی، صفحہ 26، از امام احمد رضا رحمۃ اللہ علیہ)

امام احمد رضا فاتح قادیانیت سیدنا مسیح علیہ السلام کے مشہور اوصاف جلیلہ و معجزات کریمہ جو کہ قرآن مجید میں مذکور ہیں لکھنے کے بعد قادیانی دجال کے بارے میں فرماتے ہیں۔

"ظاہر ہے کہ قادیانی ان میں سے کچھ نہ ہوا پھر وہ کیونکر مثیل مسیح ہو گیا۔"

ازالہ اوہام سے کفریات بے شمار نقل کر کے فرماتے ہیں۔

"بہر حال یہ تو ثابت ہوا کہ یہ مرتد مثیل مسیح نہیں۔"

قادیانی کے سفید جھوٹ:

قادیانی مدعی نبوت تھا اور سخت جھوٹا کذاب جس کے سفید چمکتے ہوئے جھوٹ وہ محمدی والے نکاح اور انبیاء کے چاندوالے بیٹے قادیان و قادیانیہ کے محفوظ از طاعون رہنے کے پیشن گوئی وغیرہا ہیں۔ (الجزاز الدیانی، صفحہ 41، از امام احمد رضا رحمۃ اللہ علیہ)

تقریباً 18 آیات قرآنی تین احادیث مبارکہ اور تفسیر العمادی انوار التنزیل، تفسیر عنایت القاضی و فتح الباری سے عبارات وغیرہ درج فرما کر قادیانیوں کے وفات مسیح کے مسئلہ کا زور دار رد فرمایا ہے۔

آخر میں امام احمد رضا فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

"والمرزائیۃ لعنا کبارا" میں (احمد رضا) کہتا ہوں کہ مرزائیوں پر بھی بڑی لعنت ہو۔

(الجزاز الدیانی، صفحہ 39 از امام احمد رضا رحمۃ اللہ علیہ)

5: الصارم الربانی علی اسراف القادیانی:

امام احمد رضا رحمۃ اللہ علیہ کے صاحبزادے جناب حجۃ الاسلام مولانا حامد رضا خان صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے سب سے پہلے قادیانی کے رد میں کانپور سے موصول ہونے والے ایک استفتاء کے جواب میں یہ رسالہ "الصارم الربانی علی اسراف القادیانی" قلمبند فرمایا جو کہ پہلے ماہنامہ "تحفہ حنفیہ" کے کئی شماروں میں مسلسل قسط وار شائع ہوتا رہا بعد ازاں یہ کتاب کی صورت میں 1315ھ بمطابق 1897ء میں بریلی سے شائع ہوا جس میں حیات مسیح کے متعلق مفصل بحث ہے۔ مرزا غلام احمد قادیانی کے مثیل مسیح ہونے کا زبردست رد کیا گیا ہے۔

6: المبین ختم النبیین:

18 ربیع الاوّل 1326ھ مولوی ابوطاہر نبی بخش صاحب سکنہ بہار شریف نے لفظ "خاتم النبیین" میں الف لام عہد خارجی سے متعلق ایک استفتاء مرتب کر کے امام احمد رضا فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں بھیجا جس کے جواب میں اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے یہ رسالہ تحریر فرمایا۔ آپ فرماتے ہیں۔

"حضور پر نور خاتم النبیین سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کا خاتم یعنی بعثت میں آخر جمیع الانبیاء و مرسلین بلا تاویل، و بلا تخصیص ہونا ضروریات دین سے ہے۔ جو اس کا منکر ہو یا اس میں ادنیٰ شک و شبہ کو بھی راہ دے کافر، مرتد، ملعون ہے۔" (المبین، ختم النبیین صفحہ 97)

یعنی جو ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں خواہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی کی نبوت کا اعادہ کرے کافر ہے۔

"یعنی تمام امت مرحومہ نے لفظ خاتم النبیین سے یہی سمجھا ہے، وہ بتاتا ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی نہ ہوگا۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی رسول نہ ہوگا اور تمام امت نے یہی مانا ہے کہ اس میں اصلاً کوئی تاویل یا تخصیص نہیں۔ تو جو شخص لفظ خاتم النبیین میں النبیین کو اپنے عموم اور استغراق پر نہ مانے بلکہ اسے کسی تخصیص کی طرف پھیرے اس کی بات مجنون کی بک یا سرسامی کی بہک ہے۔ اسے کافر کہنے سے کچھ ممانعت نہیں۔ اس نے نص قرآنی کو جھٹلایا جس کے بارے میں امت کا اجماع ہے کہ اس میں نہ کوئی تاویل

ہے۔نہ تخصیص۔"

(المبین خاتم النبیین صفحہ 99، بشمول رسائل ردمرزائیت از امام احمد رضا رحمۃ اللہ علیہ مطبوعہ رضا فاؤنڈیشن)

امام احمد رضا محدث بریلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

"جیسے آج کل دجال قادیانی بک رہا ہے کہ خاتم النبیین سے ختم نبوت شریعت جدیدہ مراد ہے۔اگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی اسی شریعت مطہرہ کا مروج و تابع ہو کر آئے کچھ حرج نہیں اور وہ خبیث اس سے اپنی نبوت جمانا چاہتا ہے۔"

(المبین خاتم النبیین، صفحہ 101، بشمول رسائل ردمرزائیت، از امام احمد رضا رحمۃ اللہ علیہ مطبوعہ رضا فاؤنڈیشن)

7: قہر الدین علی مرتد بقادیان:

(مرتد قادیانی پر قہر الہیٰ)

امام احمد رضا فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کی حیات مبارکہ میں آپ کے برادر گرامی جناب حضرت مولانا مولوی محمد حسن رضا خان رحمۃ اللہ علیہ کی زیرادارت قادیانیوں کی رد و مذمت میں ایک ماہوار رسالے کا اجراء فرمایا جس کا عنوان تھا۔"قہر الدین علی مرتد بقادیان" جو قادیانیوں کی اچھی طرح خبر لیتا تھا۔ اس 1323ھ بمطابق 1905ء کا ایک شمارہ جو کہ 1952ء میں لاہور سے دوبارہ سید ایوب علی رضوی کے زیراہتمام طبع ہوا ہمارے زیرنظر ہے۔

رسالے کے اجراء کی وجوہات بیان کرتے ہوئے حسن رضا خان صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

"رسالہ ماہواری ردقادیانی کی ابتدا حکمت الٰہیہ نے اس وقت پر رکھی تھی کہ یہاں دو چار جاہلان محض اس کے (مرزا) مرید ہو آئے۔مسلمانوں نے حسب حکم شرع شریف ان سے میل جول، ارتباط، سلام و کلام یک لخت ترک کر دیا۔دین میں مسلمانوں میں فتنہ پیدا کرنے والوں نے یہ العذاب الادنی دون العذاب اکبر چکھا۔"

(قہر الدین علی مرتد بقادیان، صفحہ 3، مطبوعہ لاہور طبع ثانی)

قادیانی "خانوادہ اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ" کے رد و مذمت سے عاجز ہو گئے۔اشتہارات میں گالی گلوچ، علمائے اہلسنت کو گالیاں، بدزبانی، اکاذیب بہتانی، کلمات شیطانی پر اتر آئے اور آخر کار تنگ آ کر ایک مناظرے کا چیلنج دے دیا۔

قادیانیوں کے مناظرہ کے اشتہار بنام (اطلاع ضروری) کے جواب میں مناظرے کے لئے حضرت مولانا حسن رضا خان صاحب کی طرف سے رسالہ "ہدایت نوری" بجواب اطلاع ضروری شائع

کیا گیا جس میں حسن رضا خان صاحب فرماتے ہیں۔

''ہاں ہاں قادیانیوں کو تیار رہنا چاہئے اس سخت وقت کے لئے جب واحد قہار اپنی مدد مسلمانوں کے لئے نازل فرمائے گا اور جھوٹے مسیح، جھوٹی وحی کا سب سے جال پیچ بعونہ کھل جائے گا۔'' (قہر الدین علی مرتد بقادیان صفحہ 6)

جبکہ دوسرے شمارے میں دعوت مناظرہ شرائط وطریق مناظرہ مندرج ہیں جن کا ذکر بھی کیا گیا ہے۔ قادیانیوں کے وہ رسائل پمفلٹ اشتہارات وغیرہ دستیاب نہ ہو سکے جن میں امام احمد رضا رحمۃ اللہ علیہ اور خانوادہ امام احمد رضا کو گالیاں، بدزبانی، کا نشانہ بنایا گیا ہے جس کا ذکر مولانا صاحب کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

''پیارے بھائیو! عزیز مسلمانو! کیا یہ خیال کرتے ہو کہ ہم گالیوں کا جواب گالیاں دیں۔ حاش للہ ہرگز نہیں بلکہ ان دل کے مریضوں اور ان کے ساختہ مسیح مرزا قادیانی کو گالی کے جواب میں یہ دکھائیں گے ان کی آنکھیں صرف اتنا دکھا کر کھولیں گے کہ شستہ وہنو! تمہاری گندی گالی تو آج کی نئی نرالی نہیں، قادیانی بہادر ہمیشہ سے علماء ائمہ کو سڑی گالیاں دینے کا دھنی ہے۔ استغفر اللہ'' (قہر الدین علی مرتد بقادیان، صفحہ 6، مطبوعہ لاہور)

بقیہ رسالے میں تفصیلاً دجال مرزا قادیانی کے کفریات، اللہ کے محبوبان، اللہ کے رسولوں حتیٰ کہ خود اللہ عزوجل پر قادیانی کی لچھے دار گالیاں نقل فرمائی ہیں۔ فرماتے ہیں۔

''کیوں مسلمانو! قرآن سچا یا قادیانی؟ ضرور قرآن سچا ہے اور قادیانی کذاب جھوٹا۔ کیوں مسلمانو! جو قرآن پاک کی تکذیب کرے وہ مسلمان ہے یا کافر؟ ضرور کافر ہے، ضرور کافر ہے۔'' (قہر الدین علی مرتد بقادیان، صفحہ 12)

مسلمان تو مکذب قرآن کو مسلمان بھی نہیں کہہ سکتے قطعاً کافر، مرتد، زندیق، بے دین ہے نہ کہ نبی ورسول بن کر اور کفر پر کفر چڑھے۔ اللہ لعنة اللہ علی الکفرین۔

(قہر الدین علی مرتد بقادیان، صفحہ 12، مطبوعہ لاہور)

8: الدمع الدیانی علی راس الوسواس الشیطانی:

امام احمد رضا محدث بریلی رحمۃ اللہ علیہ اور ان کے صاحبزادگان، برادر گرامی نے قادیانیوں کے خلاف جو کچھ لکھا اس کی مختصر جھلک آپ ملاحظہ کر چکے ہیں۔ اس کے علاوہ بہت سے ایسے رسائل، پمفلٹ، کتابیں ہیں جو کہ شائع ہونے کے بعد گوشہ گمنامی میں چلی گئیں۔ مذکورہ بالا رسالہ آپ امام احمد رضا خان رحمۃ اللہ علیہ کے صاحبزادے نے ردقادیانیت میں لکھا ہے۔ مگر افسوس کہ تلاش بسیار کے باوجود مذکورہ رسالہ دستیاب نہ ہوسکا۔

قادیانیوں کے احکام

قادیانی مرتد ھیں:

''احکام دنیا میں سب سے بدتر مرتد ہے اور مرتدوں میں سب سے خبیث تر مرتد منافق، قادیانی، نیچری، چکڑالوی کہ کلمہ پڑھتے، اپنے آپ کو مسلمان کہتے، نماز وغیرہ افعال اسلام بظاہر بجالاتے، بااینہمہ محمد رسول اللہ ﷺ کی توہین کرتے یا ضروریات دین سے کسی شے کا انکار رکھتے ہیں۔ ان کی اس کلمہ گوئی وادعائے اسلام اور افعال واقوال میں مسلمانوں کی نقل اتارنے ہی نے ان کو اخبث وافر اور ہر کافر اصل یہودی، نصرانی بت پرست، مجوسی سب سے بدتر کردیا کہ یہ آکر پلٹے، دیکھ کر الٹے، واقف ہو کر اوندھے۔'' (احکام شریعت، صفحہ 144، از امام احمد رضا m، مطبوعہ شبیر برادرز لاہور)

قادیانی کے پیچھے نماز:

''قادیانی، چکڑالوی وغیرہم ان کے پیچھے نماز باطل محض ہے۔''

(احکام شریعت، صفحہ 144، از امام احمد رضا رحمۃ اللہ علیہ، مطبوعہ لاہور)

قادیانی کا ذبیحہ:

''ان سب قادیانی کے ذبیحے نجس ومردار وحرام ہیں۔ اگرچہ لاکھ بار نام الٰہی لیں اور کیسے ہی متقی پرہیزگار بنتے ہوں کہ یہ سب مرتدین ہیں۔''

(احکام شریعت، صفحہ 142، از امام احمد رضا رحمۃ اللہ علیہ)

قادیانیوں کی زکوٰۃ:

''زکوۃ کا روپیہ قادیانی کو دینا حرام اور اگر ان کو زکوۃ دے زکوۃ ادا نہ ہوگی۔''

(احکام شریعت، صفحہ 159 از امام احمد رضا رحمۃ اللہ علیہ، مطبوعہ لاہور)

قادیانیوں کی نماز جنازہ:

''قادیانی وغیرہم کفار مرتدین کے جنازہ کی نماز انہیں جانتے ہوئے پڑھنا کفر ہے۔''

(ملفوظات اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ، صفحہ 98، از امام احمد رضا خان رحمۃ اللہ علیہ، مطبوعہ پروگریس بکس لاہور)

قادیانیوں کو مظلوم سمجھنے والوں کے احکام:

''قادیانی کو اس فعل مسلمانان سے (یعنی قادیانیوں سے بائیکاٹ) سے مظلوم جانتے اور

اس سے میل جول چھوڑنے کو ظلم و ناحق سمجھنے والا اسلام سے خارج ہے۔ بیوی اپنے شوہر پر حرام ہوگی۔ جب تک نئے سرے سے مسلمان ہو کر اپنے ان کلمات سے توبہ نہ کرے۔"

(احکام شریعت، صفحہ 197، از امام احمد رضا رحمۃ اللہ علیہ، مطبوعہ لاہور)

قادیانیوں سے قرابت داری:

"اگر ثابت ہو کہ وہ (لڑکی کا باپ) مرزائیوں کو مسلمان جانتا ہے، اس بناء پر یہ تقریب (شادی) کی تو خود کافر و مرتد ہے۔ علمائے کرام حرمین شریفین نے قادیانی کی نسبت بالاتفاق فرمایا کہ جو اس کے کافر ہونے میں شک کرے وہ بھی کافر، اس صورت میں فرض قطعی ہے۔ کہ تمام مسلمان موت حیات کے سب علاقے اس سے قطع کردیں۔ بیمار پڑے تو پوچھنے جانا حرام، مرجائے تو اس کے جنازے میں جانا حرام، اس کی قبر پر جانا حرام۔

(فتاویٰ رضویہ، جلد 6، صفحہ 51، از امام احمد رضا بریلوی رحمۃ اللہ علیہ)

مجدد وقت کے لئے:

"بہت سے لوگ مرزا غلام احمد قادیانی کو مجدد مانتے ہیں۔ امام احمد رضا محدث بریلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ مجدد کا کم از کم مسلمان ہونا تو ضروری ہے اور قادیانی کافر و مرتد تھا۔ ایسا کہ تمام علمائے حرمین شریفین نے بالاتفاق تحریر فرمایا کہ جو اس کے کافر ہونے میں شک کرے وہ بھی کافر ہے۔ (فتاویٰ رضویہ، جلد 6، صفحہ 8)

قادیانیوں کی نماز و خطبہ:

"نہ قادیانیوں کی نماز ہے نہ ان کا خطبہ، خطبہ کہ وہ مسلمان ہی نہیں۔ اہلسنت اپنی آذان کہہ کر اس مسجد میں اپنا خطبہ پڑھیں، اپنی جماعت کریں، یہی اذان و خطبہ و جماعت شرعاً معتبر ہوں گے اور اس سے پہلے جو کچھ قادیانی کر گئے باطل مردود و محض تھا۔" (فتاویٰ رضویہ، جلد 3، صفحہ 779، از امام احمد رضا رحمۃ اللہ علیہ، مطبوعہ فیصل آباد)

مرزائی کا نکاح:

"مرزائی مرتد ہیں۔ کما ھو بین فی حسام الحرمین اور مرتد مرد ہو یا عورت اس کا نکاح کسی مسلمان یا کافر اصلی یا مرتد غرض انسان یا حیوان جہاں بھر میں کسی سے نہیں ہوسکتا۔ جس سے ہوگا زنائے محض ہوگا۔

(فتاویٰ رضویہ جلد 5، صفحہ 143، از امام احمد رضا رحمۃ اللہ علیہ، مطبوعہ لاہور)

مرتد قادیانی:

''لا الہ اللہ محمد رسول اللہ'' کے بعد کسی کو نبوت ملنے کا جو قائل ہو تو وہ مطلقاً کافر و مرتد ہے۔ اگرچہ کسی ولی یا صحابی کے لئے مانے۔ ''قال الله تعالیٰ ولکن الرسول الله و خاتم النبیین و قال النبی الله صلی الله تعالیٰ علیه و اله و سلم انا خاتم النبیین لا نبی بعدی'' لیکن قادیانی تو ایسا مرتد ہے جس کی نسبت علمائے کرام حرمین شریفین نے بالاتفاق تحریر فرمایا ہے کہ ''من شك فی کفره فقد کفر'' اسے معاذ اللہ مسیح موعود یا مہدی یا مجدد یا ایک ادنیٰ درجہ کا مسلمان جاننا درکنار جو اس کے اقوال ملعونہ پر مطلع ہو کہ اس کے کافر ہونے میں ادنیٰ شک کرے وہ خود کافر مرتد ہے'' واللہ تعالیٰ اعلم۔

(فتاویٰ رضویہ جلد 5، صفحہ 148، از امام احمد رضا، رحمۃ اللہ علیہ)

قادیانی مناظر:

شیر بیشہ اہلسنت ابوالفتح مولانا محمد حشمت علی خان صاحب مناظر اسلام راوی ہیں کہ ایک روز بعد نماز عصر ایک قادیانی مناظر بغرض بحث و مباحثہ امام احمد رضا محدث بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کے پاس آیا۔ امام احمد رضا رحمۃ اللہ علیہ نے خبیث دجال قادیانی کے کفر قطعیہ تقیبہ پیش فرمائے تو قادیانی مناظر لاجواب ہو گیا اور آخر کار عاجز ہوتے ہوئے کہنے لگا۔

''وہ ہمارے حضرت مرزا صاحب (مرزا غلام احمد قادیانی) نے اپنی کتاب ''البریۃ'' میں لکھا ہے کہ خدا نے میرا نام غلام احمد قادیانی رکھ کر بتلایا کہ تیرہ سو سال بعد تیرا ظہور ہوگا، کیونکہ غلام احمد قادیانی کے عدد بھی تیرہ سو ہیں اور جس وقت ہمارے حضرت (مرزا قادیانی) نے دعویٰ نبوت کیا تھا اس وقت بھی 1300ھ کا زمانہ تھا۔

امام اہلسنت امام احمد رضا محدث بریلوی رحمۃ اللہ علیہ نے اس دجال کی اس تحریفانہ عددی حساب کے فوراً پرخچے اڑا دیئے۔ امام احمد رضا رحمۃ اللہ علیہ جامع علوم و فنون نے فرمایا۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

هل انبئكم علی من تنزل الشیطان تنزل علی كل افاك اثیم O یلقون السمع و اكثر هم كذبون O

ترجمہ ''کیا میں تمہیں بتا دوں کہ کس پر اترتے ہیں شیطان، اترتے ہیں بڑے بہتان والے گنہگار پر، شیطان اپنی سنی ہوئی ان پر ڈالتے ہیں اور ان میں اکثر جھوٹے ہیں۔''

اس آیت مبارکہ کے عدد مبارک بھی پورے تیرہ سو ہیں تو گویا رب عزوجل نے اس آیت کریمہ میں اس بات کی طرف اشارہ کر دیا کہ 1300ھ میں ایک شخص نبوت کا دعویٰ کرے گا جس کے مشہور نام کے عدد بھی تیرہ سو ہوں گے۔ وہ بھی انہی بڑے بہتان والے گنہگاروں میں سے ہوگا۔ وہ ہرگز ملہم رحمانی نہ ہوگا۔ بلکہ شیطانی وحی نازل ہوا کرے گی اور وہ اکثر جھوٹے ہیں۔

(تجانب اہل سنت، صفحہ 201، از قاری محمد طیب صاحب داناپوری)

قادیانی مناظر ناکام ہو کر واپس چلا گیا۔ یہاں یہ بات قابل ذکر ہے کہ امام احمد رضا خان بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کو علم الاعداد پر پوری دسترس حاصل تھی۔
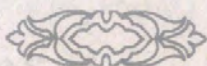
عقیدہ۔ نسخ کا مطلب یہ ہے کہ بعض احکام کسی خاص وقت تک کے لئے ہوتے ہیں مگر یہ ظاہر نہیں کیا جاتا کہ یہ حکم فلاں وقت تک کے لئے ہے۔ جب میعاد پوری ہو جاتی ہے تو دوسرا حکم نازل ہوتا ہے جس سے بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ وہ پہلا حکم اٹھا دیا گیا اور حقیقۃً دیکھا جائے تو اس کے وقت کا ختم ہو جانا بتایا گیا۔ منسوخ کے معنی بعض لوگ باطل ہونا کہتے ہیں یہ بہت سخت بات ہے۔ احکام الٰہیہ سب حق ہیں وہاں باطل کی رسائی کہاں۔

عقیدہ۔ قرآن کی بعض باتیں محکم ہیں کہ ہماری سمجھ میں آتی ہیں اور بعض متشابہ کہ ان کا پورا مطلب اللہ اور اللہ کے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کے سوا کوئی نہیں جانتا۔ متشابہ کی تلاش اور اس کے معنی کی کنکاش (سوچ بچار) وہی کرتا ہے جس کے دل میں کجی ہو۔

عقیدہ۔ وحی نبوت انبیاء کے لئے خاص ہے جو اسے کسی غیر نبی کے لئے مانے کافر ہے نبی کو خواب میں جو چیز بتائی جائے وہ بھی وحی ہے اس کے جھوٹے ہونے کا احتمال نہیں۔ ولی کے دل میں بعض وقت سوتے یا جاگتے میں کوئی بات القا ہوتی ہے اس کو الہام کہتے ہیں۔ اور وحی شیطانی کہ القا من جانب شیطان ہو۔ یہ کاہن ساحر اور دیگر کفار و فساق کے لئے ہوتی ہے۔

(بہار شریعت)

محمد صادق قصوری

ردِ مرزائیت میں صوفیائے کرام کا حصہ

صوفیائے کرام نے ہر دور میں باطل قوتوں اور طاغوتی طاقتوں کے خلاف علم جہاد بلند رکھا ہے۔ حضرت امام اعظم ابوحنیفہ، حضرت امام احمد بن حنبل، حضرت مجدد الف ثانی، حضرت مرزا مظہر جان جاناں شہید، حضرت امام علی الحق سیالکوٹی اور مولانا احمد اللہ شاہ مدراسی رحمۃ اللہ علیہم کی مثالیں روز روشن کی طرح عیاں ہیں۔ انگریزی دور میں جب برصغیر میں دینی اقدار کو پامال کرنے کی سازشیں کی گئیں تو بھی صوفیائے کرام میدان عمل میں آئے اور سر پر کفن باندھ کر دین وملت کا تحفظ کیا۔ انگریز کے خود کاشتہ پودے مرزا غلام احمد قادیانی نے نبوت کا دعویٰ کیا تو وہ صوفیاء ہی تھے جنہوں نے اس کے مکروفریب کے جال کو تار تار کیا۔ ذیل میں مختصراً ان صوفیائے کرام کی کوششوں کا ذکر کیا جاتا ہے جنہوں نے مرزا قادیانی کے خلاف جہاد کر کے اہم دینی فریضہ انجام دیا۔

حضرت پیر مہر علی شاہ گولڑوی رحمۃ اللہ علیہ:

مرزا قادیانی نے عیسائیوں اور آریوں سے مناظرے کر کے غیر معمولی شہرت حاصل کر لی تو اس

ایں وقت زیر سقف نیلگوں ہیچ متنفس قدرت ندارد کہ لاف برابری بامن زند من آشکارمی گوئم و ہرگز باک ندارم اے اہالیان اسلام، درمیان شما جماعتے می باشند کہ گردن بدعویٰ محدثیت و مفسریت برمی فرازند و طائفہ اند کہ از نازش ادب پا برزمین نگزارند و گروہے اند کہ دم بلند از خداشناسی زنند و خود را چشتی و قادری و نقشبندی و سہروردی چہا چہا مے گویند ایں جملہ طوائف رانزدمن بیارید۔

یعنی اس وقت آسمان کے نیچے کسی کی مجال نہیں جو میری برابری کی لاف مار سکے۔ میں اعلانیہ اور برملا کسی خوف کے کہتا ہوں کہ اے مسلمانو! تم میں بعض لوگ محدثیت و مفسریت کے بلند بانگ دعوے کرتے ہیں اور بعض ازراہ ناز زمین پر پاؤں بھی نہیں رکھتے اور کئی خدا شناسی کا دم مارتے ہیں وہ چشتی اور قادری اور نقشبندی اور سہروردی اور کیا کیا کہلاتے ہیں۔ ذرا ان سب کو میرے سامنے تو لاؤ۔

جب مرزا قادیانی کو بہت زیادہ شہرت حاصل ہوگئی اور ظاہر بین اور کم علم لوگ متاثر ہونے لگے تو علماء کی درخواست کو شرف قبولیت بخشتے ہوئے حضرت قبلہ عالم گولڑوی رحمۃ اللہ علیہ اس فتنے کی طرف متوجہ ہوئے۔ اور 1317ھ مطابق 1899۔1900ء ماہ شعبان ورمضان المبارک میں اوراد و اشغال روز مرہ سے کچھ وقت بچا کر ایک رسالہ بعنوان "شمس الھدایۃ فی اثبات حیات المسیح" تحریر فرمایا۔ جو رمضان شریف ہی میں زیور طبع سے آراستہ و پیراستہ ہوکر برصغیر کے علماء و مشائخ میں تقسیم ہوا اور ایک اور کاپی بذریعہ رجسٹری مرزا کو بھی قادیان بھیج دی گئی۔

اس کتاب میں حضرت گولڑوی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے آسمان پر زندہ اٹھائے جانے اور قیامت کے قریب بجسدِ عنصری زمین پر نازل ہوکر اسلام کی نصرت کا باعث ہونے کو قرآن مجید اور صحیح احادیث سے ثابت فرمایا اور اس عقیدہ کو امت اسلامیہ کے اجماعی اور متفق علیہ عقائد میں سے قرار دیا۔ نیز ثابت کیا کہ ان کے مثیل کے دنیا میں بطور مسیح موعود آنے کے قادیانی عقائد غلط اور باطل ہیں۔ آغاز کتاب میں آپ نے مرزا کی "ایام الصلح" والی تعلّی (جس کا ذکر ہو چکا ہے) کے مقابلہ میں ان سے کلمہ طیبہ لا الہ الا اللہ کے معنی دریافت کئے تھے۔

کتاب کا منصۂ شہود پر آنا تھا کہ قادیان میں تہلکہ مچ گیا۔ خصوصاً کلمہ طیبہ کے معانی کے سوال پر علمائے اسلام بھی انگشت بدنداں رہ گئے۔ اس کتاب کی مقبولیت اور قدردانی کا اندازہ اس بات سے ہوسکتا ہے کہ ملک کے طول و عرض سے حضرت قبلہ عالم کو مبارک باد کے خطوط آنے لگے۔ مشہور اہل حدیث مولانا عبدالجبار غزنوی کا خط قابل ذکر ہے۔ لفظ لفظ سے حضرت قبلہ عالم سے عقیدت و محبت کا اظہار ہوتا ہے۔

اس کے بعد حکیم نور الدین نے 20 فروری 1900ء کو حضرت قبلہ عالم کی خدمت میں بارہ سوالات بھیجے۔ حضرت نے ان کے جوابات ارسال کر دیئے اور حکیم نور الدین پر ایک سوال کیا۔ مگر وہ جواب نہ دے سکا۔ حضرت نے یہ خط و کتابت بصورت اشتہار شائع کرائی۔ حضرت کے جوابات نے ملک کے گوشہ گوشہ میں پہنچ کر علماء و فضلاء سے تحریری و تقریری خراج تحسین حاصل کیا۔ اس پر عوام کی طرف سے "شمس الہدایت" کے جواب پر مطالبہ زور پکڑ گیا تو مرزا نے جوش میں آ کر حضرت کو مناظرہ کی دعوت دے دی کہ میرے ساتھ عربی زبان میں تفسیر نویسی کا مقابلہ کر لو، چنانچہ مرزا نے 22 جولائی 1900ء کو بذریعہ اشتہار مقابلہ تفسیر نویسی کی دعوت دے دی۔

گولڑہ شریف میں مرزا کی دعوت کا اشتہار 25 جولائی 1900ء کو موصول ہوا۔ حضرت نے اگلے ہی روز اس دعوت کا جواب پانچ ہزار کاپیوں کی صورت میں چھپوا کر ملک کے طول و عرض میں پھیلا دیا اور مرزا کو بھی بذریعہ رجسٹرڈ ڈاک ارسال کیا۔ حضرت نے بمقام لاہور 25 اگست 1900ء تاریخ مقرر کر دی۔ ملک کے تمام علماء و مشائخ نے حضرت قبلہ عالم کی حمایت میں اشتہار شائع کیے اور تقریری مقابلے کا مطالبہ بھی کیا۔ تا کہ فیصلہ واضح طور پر ہو سکے لیکن قادیانی نہ مانے۔

جوں جوں مقابلے کا دن نزدیک آ رہا تھا، ملک کے اطراف و اکناف سے مسلمان لاہور پہنچ رہے تھے۔ تمام فرقوں کے رہنماؤں نے حضرت کو اپنا قائد منتخب کر لیا۔ 24 اگست کو حضرت لاہور پہنچ گئے اور آتے ہوئے راولپنڈی اور لالہ موسیٰ سے مرزا کو بذریعہ تار اپنی آمد کی اطلاع دے دی۔ جب آپ لاہور تشریف لائے تو لاکھوں مسلمان دیدہ و دل فراش راہ کیے ہوئے تھے۔ مباحثہ کا انعقاد شاہی مسجد میں قرار پایا۔ 25 اگست کو پولیس نے حفظ امن کے تمام انتظامات کر رکھے تھے لیکن مرزا کو میدان میں آنے کی جرأت نہ ہوئی۔ حضرت کو جب معلوم ہوا کہ مرزا نے قادیان سے باہر نکلنے سے انکار کر دیا ہے تو آپ قادیان جانے کے لئے تیار ہونے لگے مگر مسلمانوں کی کثیر تعداد کے منع کرنے سے رک گئے۔

مرزا نے یہ کہا کہ "میں کسی قیمت پر بھی لاہور آنے کو تیار نہیں ہوں، کیونکہ مولوی لوگ مجھے دعویٰ نبوت میں کاذب ثابت کرنے کے بہانے قتل کرانا چاہتے ہیں" جب قادیان کا وفد یہ پیغام لے کر لاہور پہنچا تو قادیانی جماعت میں شدید انتشار پیدا ہو گیا۔ بعض لوگوں نے اسی وقت توبہ کر لی اور بعض لوگ مایوس ہو کر خانہ نشیں ہو گئے۔ جب مرزا کی آمد سے قطعی مایوسی ہو گئی تو 27 اگست کو شاہی مسجد میں مسلمانوں کا ایک عظیم الشان جلسہ ہوا جس میں ممتاز علماء نے ختم نبوت پر تقاریر فرمائیں۔ مقررین حضرات میں حضرت محمد علی پوری، مفتی محمد عبداللہ ٹونکی، پروفیسر اورینٹل کالج، مولانا ثناء اللہ امرتسری، اور مولانا عبدالجبار غزنوی قابل ذکر ہیں۔

حضرت قبلہ عالم 24 اگست تا 29 اگست لاہور میں قیام فرما کر واپس گولڑہ شریف چلے گئے تو 30 یا 31 اگست کو مرزا نے ایک اشتہار لاہور میں تقسیم کروایا کہ پیر صاحب مقابلہ سے بھاگ گئے ہیں۔ اور الٹا یہ مشہور کروادیا ہے کہ مرزا بھاگ گیا ہے۔ اور میدان میں نہیں آیا۔ اگر اب بھی میری جان کے تحفظ کا بندوبست کیا جائے تو میں میدان میں آنے کو تیار ہوں۔ ملک کے علماء و مشائخ اور عوام نے چونکہ شاہی مسجد والے واقعے ہی سے مرزا کو مخاطب نہ کرنے کا فیصلہ کر لیا تھا۔ لہٰذا حضرت صاحب نے مرزا کے اس اشتہار کا نوٹس نہ لیا۔ مورخہ 15 دسمبر 1900ء کو مرزا نے ایک اور اشتہار نکالا جس میں لکھا تھا کہ "آج میرے دل میں ایک تجویز خدائے تعالیٰ کی طرف سے ڈالی گئی جس کو میں اتمام حجت کے لئے پیش کرتا ہوں اور وہ تدبیر یہ ہے کہ "آج میں ان متواتر اشتہارات کا جو پیر مہر علی شاہ صاحب کی تائید میں نکل رہے ہیں، یہ جواب دیتا ہوں کہ۔۔ میں اسی جگہ بجائے خود سورۂ فاتحہ کی عربی فصیح میں تفسیر لکھ کر اس سے اپنے دعویٰ کو ثابت کروں اور اس کے متعلق معارف اور حقائق سورۂ ممدوحہ کے بھی بیان کروں اور حضرت پیر صاحب میرے مخالف آسمان سے آنے والے مسیح اور خونی مہدی کا ثبوت اس سے ثابت کریں۔ یہ دونوں کتابیں دسمبر 1900ء کی پندرہ تاریخ سے 70 دن تک چھپ کر تیار ہو جانی چاہئیں۔ تب اہل علم لوگ خود مقابلہ اور موازنہ کر لیں گے۔ ساتھ ہی مرزا نے مبلغ پانچ صد روپیہ انعام رکھا کہ اگر حضرت صاحب کی تفسیر مقابلہ میں بہتر قرار دے دی جائے تو انعام ان کا حق ہوگا۔ حضرت کی ذات گرامی پر اس نئے چیلنج کا ذرہ بھر بھی اثر نہ ہوا۔

مرزا نے 15 دسمبر 1900ء کے ستر دن بعد "اعجاز المسیح" کے نام سے سورۂ فاتحہ کی تفسیر شائع کی۔ اس تفسیر نے مرزا کے تمام دعووں پر پانی پھیر دیا۔ اس تفسیر کی زبان محاورہ سے محروم، لغوی اور نحوی اغلاط سے مملو اور مسروقہ عبارات سے پر تھی۔ اس تفسیر سے مرزا کی مراد نہ بر آئی اور مسلمانوں نے شدید مطالبہ کیا کہ مرزا حیلوں بہانوں کو چھوڑ کر حضرت کی کتاب "شمس الہدایت" کا جواب دیں۔ چنانچہ مجبور ہو کر مرزا نے مولوی محمد احسن امروہی سے "شمس بازغہ" لکھوائی۔

اس کی اشاعت کے بعد حضرت نے "اعجاز المسیح" اور "شمس بازغہ" کے جواب میں اپنی شہرۂ آفاق کتاب "سیف چشتیائی" تصنیف فرمائی جو 1902ء میں شائع ہو کر برصغیر کے علماء و مشائخ، دینی مدارس اور مذہبی اداروں میں مفت تقسیم کی گئی۔ اس میں حضرت نے مرزا کی تفسیر پر تقریباً ایک سو اعتراضات فرمائے۔ "سیف چشتیائی" کی اشاعت کے موقعہ پر حضرت نے ایک بیان جاری فرمایا جسے یہاں تبرک کے طور پر نقل کیا جاتا ہے۔ اس بیان سے تمام معرکہ کا پس منظر سامنے آجاتا ہے۔

قابل توجہ اہل اسلام:

اس ہیچمدان، خوشہ چین علمائے کرام کو مطابق قول السلامہ فی الوحدہ گوشہ نشینی پسند رہی ہے۔ تصنیف وتالیف کا شوق نہیں۔ کیونکہ یہ امور یا تو بغرض شہرت ونام آوری یا بغرض حصول دولت کئے جاتے ہیں۔ سو اس خاکسار کو ان دونوں امور سے نفرت ہے۔ آج کے ابنائے زمان ان کمالات کو پسند کرتے ہیں۔ جو منجملہ تعلیمات یورپ کے ہیں اور جس سے یہ عاجز ناواقف ہے۔ اس طرز قدیم سے جس پر زمانہ سلف کے بزرگان دین تصنیف وتالیف کرتے آئے ہیں اور جس سے اس ہیچ مداں کو قدرے موانست ہے۔ نفرت رکھتے ہیں

باوجود ان موانعات کے چند احباب کے اصرار پر رسالہ ''شمس الہدایت'' لکھا گیا تھا جس سے مراد نہ تو طلب شہرت اور نہ حصول دولت تھی۔ بلکہ اصل غرض یہ تھی کہ اعلاء کلمہ الحق میں کوتاہی نہ ہو اور قیامت میں باز پرس سے بچ جاؤں تو عند اللہ مستحق ثواب ٹھہروں۔

اس رسالہ کے شائع ہونے سے کچھ مدت بعد مرزا قادیانی اور اس کے مریدوں کی طرف سے بجائے کسی جواب کے مباحثہ کے لئے اشتہار شائع ہونے شروع ہوئے۔ ہر چند مباحثہ کے لئے کل شرائط مرزا قادیانی نے خود ہی تجویز کی تھیں اس طرح سے نہ تو کوئی شرط پیش ہوئی اور نہ کسی شرط کی ترمیم کی درخواست کی گئی اور یہ خادم الفقراء معہ علمائے کرام اور مشائخ عظام تاریخ مقررہ پر لاہور پہنچ کر کئی روز تک محمڈن ہال انجمن اسلامیہ پنجاب لاہور میں بغرض انتظار مرزا قادیانی ٹھہرا رہا مگر مرزائے قادیانی، قادیان سے باہر نہ نکلا۔ اس تمام واقعہ کی عوام نے بلا اطلاع میری کے تشہیر کر دیا تھا۔ اس لئے اب اس تشریح کی ضرورت نہیں۔

بہت دیر بعد ''شمس الہدایت'' کے جواب میں مرزا قادیانی اور امروہوی مرید نے ''شمس بازغہ'' لکھی اور مرزا نے ''تفسیر فاتحہ'' چھپوائی تو دوبارہ اہل اسلام اور میرے احباب نے مجھے مجبور کیا کہ اس کے جواب میں قلم فرسائی کروں۔ گو بہت انکار کیا گیا اور کہا گیا کہ

آں کس کہ ز قرآں و خبر زو نہ رہی
آں است جوابش کہ جوابش نہ دہی

لیکن پھر بھی سوال پیش آیا کہ مرزا قادیانی اور اس کے مریدوں سے کیا غرض ہے۔ عوام مسلمانان ہندو پنجاب کے فائدے کے لئے ہی سیف الہدایہ چند اوراق لکھ کر مولوی محمد غازی صاحب کے حوالہ بغرض طبع کر دیئے کہ وہ اسے کتاب کی صورت میں چھپوا کر میرے پاس لائیں تا کہ یہ علمائے کرام اور معززین

اسلام میں بدستور سابق مفت تقسیم کی جائے۔ کیونکہ مجھے اس کی اشاعت سے مقصود نفع اہل اسلام ہے نہ کہ تجارت۔

وما علینا الا البلاغ۔

محب الفقراء
مہر علی شاہ عفی عنہ

حضرت پیر سید جماعت علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ:

حضرت امیر ملت پیر سید جماعت علی شاہ محدث علی پوری رحمۃ اللہ علیہ نے ردمرزائیت میں عظیم الشان کردار ادا کیا۔ جب مرزا قادیانی نے اپنے بال و پر نکالے تو حضرت نے مندرجہ ذیل اعلان جاری فرمایا۔

1: سچا نبی کسی استاد کا شاگرد نہیں ہوتا، اس کا علم لدنی ہوتا ہے وہ روح قدس سے تعلیم پاتا ہے۔ بلاواسطہ اس کی تعلیم و تعلم خداوند قدوس سے ہوتی ہے۔ جھوٹا نبی اس کے برخلاف ہوتا ہے۔

2: ہر سچا نبی اپنی عمر کے چالیس سال گزرنے کے بعد یکدم بحکم رب العالمین مخلوق کے روبرو دعوائے نبوت کر دیتا ہے اور بتدریج آہستہ آہستہ اس کو درجہ نبوت نہیں ملتا۔ وہ نبی ہوتا ہے، وہ پیدائش سے نبی ہوتا ہے۔ جھوٹا نبی برخلاف اس کے آہستہ آہستہ دعاوی کے بعد نبوت کا دعویٰ کرتا ہے۔ پہلے محدث، مجدد ہونے کا دعویٰ کرتا ہے۔

3: حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر حضور خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم تک جتنے نبی ہوئے، تمام کے نام مفرد تھے۔ کسی سچے نبی کا نام مرکب نہ تھا۔ برعکس اس کے جھوٹے نبی کا نام مرکب ہوا۔

4: سچا نبی کوئی ترکہ نہیں چھوڑتا ہے، اور جھوٹا نبی ترکہ چھوڑ کر مرتا ہے اور اولاد کو محروم الارث کرتا ہے۔

5: مرزائی جو مرزا غلام احمد کے پیرو ہیں، وہ ختم نبوت کے قائل نہیں ہیں اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی رسالت و نبوت میں کمی کرنے والے ہیں اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مدارج کو مرزا غلام احمد کے لئے مانتے ہیں۔ (بحوالہ ماہنامہ انوار الصوفیہ، قصور۔ اپریل، مئی 1961ء صفحہ 33)

اس کے بعد حضرت نے مرزائی فتنہ کی سرکوبی کے لئے ملک گیر دورے کئے اور مرزا قادیانی کی عیاریوں کو بے نقاب کیا۔ آپ کے دو خلفاء حضرت مولانا غلام احمد اخگر امرتسری، مدیر "الفقیہ" امرتسر اور سید محبوب احمد شاہ المعروف خیر شاہ امرتسری نے بارہا قادیان میں جا کر مرزائی عقائد کی تردید فرمائی۔ مرزا کو یا ان کے کسی حواری کو ان حضرات کے مدمقابل آنے کی جرأت نہ ہو سکی۔ اگست 1900ء میں

جب مرزا نے حضرت پیر مہر علی شاہ گولڑوی رحمۃ اللہ علیہ کو دعوت مناظرہ دی تھی تو حضرت امیر ملت محدث علی پوری قدس سرہ بھی حضرت گولڑوی رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ لاہور میں موجود تھے۔ مرزا کے فرار کے بعد بادشاہی مسجد لاہور میں حضرت گولڑوی رحمۃ اللہ علیہ کے اعزاز میں جو جلسہ منعقد ہوا تھا اس میں بھی حضرت امیر ملت نے ایک ایمان افروز اور باطل سوز تقریر فرمائی تھی۔ اسی طرح جب مرزا کے خلیفہ اول حکیم نورالدین نے نارووال ضلع سیالکوٹ میں اپنا تبلیغی کیمپ لگایا اور سادہ لوح لوگ اس کے دام فریب میں پھنسنے لگے تو حضرت امیر ملت اس وقت صاحب فراش تھے۔ چارپائی سے اٹھا نہیں جاتا تھا لیکن آپ نے حکم دیا کہ میری چارپائی اٹھا کر ہی نارووال لے چلو کہ اس فتنہ کی سرکوبی میں اپنا فرض ادا کر سکوں۔ چنانچہ متواتر چار جمعے آپ کی چارپائی نارووال اٹھا کر لے جاتے رہے اور آپ خطبہ جمعہ میں مرزائی عقائد کا تار و پود بکھیرتے رہے۔ ناچار حکیم نورالدین کو راستہ ناپنا پڑا۔

27 اکتوبر 1904ء کو مرزا بذات خود اپنے حواریوں کے انبوہ کثیر کے ساتھ سیالکوٹ میں اپنے مذہب کی تشہیر و اشاعت کے لئے وارد ہوا۔ ان دنوں یہاں مرزائیوں کا خوب شہرہ تھا۔ ڈپٹی کمشنر سیالکوٹ کے دفتر کا سپرنٹنڈنٹ مرزائی تھا، لہٰذا مرزا کو اپنے مشن میں کامیابی و کامرانی کی غالب امید تھی۔ حضرت امیر ملت نے سیالکوٹ میں تشریف لا کر تین ہفتے قیام فرمایا اور رد مرزائیت پر روزانہ شہر کے مختلف حصوں میں اپنے مخصوص مجاہدانہ انداز میں مجالس وعظ میں خطاب فرمایا۔ مرزا نے مقابلہ کی ٹھانی مگر ہمت نہ ہو سکی۔ مرزا کے ان کرتوتوں کو دیکھ کر بہت سے لوگ حضرت کے دست حق پر بیعت ہو کر تائب ہو گئے اور مرزا کو اپنا بوریا بستر لپیٹ کر راہ فرار اختیار کرنا پڑا۔

6 مئی 1908ء کو مرزا اپنی اہلیہ کے علاج کے لئے لاہور میں خواجہ کمال الدین کے مکان پر مقیم ہوا تو ساتھ ہی اپنا دام تزویر بھی پھیلانے لگا۔ اس کے ساتھیوں نے لاہور شہر کے مختلف گوشوں میں تبلیغی کام شروع کر دیا تو اہالیان لاہور نے حضرت محدث علی پوری رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں پہنچ کر مرزائیت کے سد باب کی درخواست کی۔ حضرت لاہور تشریف لائے اور موچی دروازہ کے باہر مرزا کی قیام گاہ کے سامنے کئی روز تک مجالس وعظ و تقریر منعقد کر کے معتقدات مرزائیت کی تردید فرماتے رہے اور مرزا کو مقابلے میں آ کر اپنی صداقت کا ثبوت بیان کرنے کی دعوت دی اور پانچ ہزار روپے انعام کا اعلان بھی فرمایا۔ لیکن مرزا کو مقابلہ میں آنے کی سکت نہ تھی، لہٰذا نہ آ سکا۔

کسی نے مرزا کے گوش گزار یہ بات کی کہ پیر جماعت علی شاہ لاہور میں اس مقصد کے لئے آئے ہیں کہ مرزا بھاگ جائے۔ مرزا نے کہا! میں یہ وہ شخص نہیں جو بھاگ جاؤں گا بلکہ اگر وہ بارہ برس بھی رہے تو قدم نہ ہلے گا۔ یہ خبر کسی نے حضرت امیر ملت کو پہنچا دی تو آپ نے فرمایا اگر وہ بارہ برس ٹھہر سکتا

ہے تو ہم چوبیس برس کا ڈیرہ جمائیں گے۔ مگر مرزا کا تو خدائی فیصلہ ہو چکا ہے۔

جب مرزا اپنے بہانگ دہل دعوؤں اور بے شمار لاف زنیوں کے باوجود میدان میں نہ آیا تو پھر 22 مئی 1908ء کو ہندوستان کے عظیم مسلمان فرمانروا حضرت ابوالمظفر محی الدین اورنگ زیب عالمگیر غازی رحمۃ اللہ علیہ کی بنا کردہ شاہی مسجد میں ایک عظیم الشان جلسہ کا انعقاد ہوا۔ اس جلسہ میں برصغیر کے نامور علماء بھی موجود تھے۔ آپ نے خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ مرزا تو حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ پر اپنی فوقیت جتاتا ہے۔ لیکن میں حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کا غلام ہوں۔ وہ تو اعلان کرنے پر بھی مقابلے کے لئے نہ آیا، لہٰذا آپ سب دیکھ لیں گے کہ وہ جلد ہی ذلیل وخوار ہو کر اس دنیا سے جائے گا۔ پھر 25، 26 مئی 1908ء کی درمیانی شب کو بوقت دس بجے رات دوران وعظ اسی مسجد میں آپ نے فرمایا کہ

''ہم نے مرزا کا بہت انتظار کیا ہے لیکن وہ سامنے نہیں آیا۔ پیشگوئی کرنا میری عادت نہیں لیکن میں یہ بتا دینا چاہتا ہوں کہ مرزا قادیانی کا خدائی فیصلہ ہو چکا ہے خدا کے فضل وکرم سے وہ میرے مقابلے میں نہیں آئے گا کیونکہ میرا نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) سچا ہے اور میں صدق دل سے اس سچے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا غلام ہوں۔ آپ دیکھیں گے کہ اللہ تعالیٰ آئندہ چوبیس گھنٹوں کے اندر اندر اپنے حبیب پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے صدقے میں ہمیں اس جھوٹے نبی سے نجات عطا فرمائے گا''۔

چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ مرزا 26 مئی کی صبح کو دس بج کر دس منٹ پر راہی ملک عدم ہوا۔ مرزا کی موت بہت بری ہوئی۔ چھ گھنٹے پہلے زبان بند ہو گئی مرض ہیضہ تھا، مگر ڈاکٹر نے ایسی دوا دے دی کہ نجاست کا رخ جو نیچے کی طرف تھا اوپر کو ہو گیا۔ جس وقت مرزا کی لاش کو نہایت بے کسی کی حالت میں قادیان کی طرف لے گئے تو اہل اسلام نے نہایت تذلیل وتحقیر کی۔

حضرت خواجہ محمد ضیاء الدین سیالوی رحمۃ اللہ علیہ:

حضرت خواجہ محمد ضیاء الدین سیالوی رحمۃ اللہ علیہ، شمس العارفین سراج السالکین حضرت خواجہ محمد شمس الدین سیالوی قدس سرہ کے پوتے اور حضرت شیخ الاسلام والمسلمین خواجہ محمد قمر الدین سیالوی مدظلہ کے والد گرامی تھے۔ آپ بیک وقت شیخ طریقت، عالم دین، مصنف اور سیاسی لیڈر تھے۔ آپ نے تحریک خلافت میں بڑی سرگرمی سے حصہ لیا تھا۔ ردمرزائیت میں آپ نے شاندار خدمات سرانجام دیں۔ ایک معرکۃ الآرا کتاب ''معیار المسیح'' مطبوعہ 1329ھ کے نام سے بھی لکھی جو اپنی مثال آپ ہے۔

پیر محمد شاہ ساھنپالوی رحمۃ اللہ علیہ (متوفی 1337ھ):

پیر محمد شاہ سجادہ نشین درگاہ حضرت نوشہ گنج قادری نوشاہی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی ردمرزائیت میں کافی کام کیا

تھا۔ ایک مرتبہ عید الفطر کے دن نماز عید کے بعد مشہور مرزائی مبلغ مولوی احمد بخش مولوی فاضل ساکن رنمل ضلع گجرات سے حلقہ دربار حضرت نوشہ گنج میں برگد کے درخت کے نیچے مناظرہ ہوا۔ بہت سے مواضعات مثلاً ساہن پال شریف، رنمل، کوٹ ککے شاہ، سارنگ، اگرویہ اور بھاگٹ کے لوگ اس مناظرہ کو دیکھنے کے لئے موجود تھے۔ آپ نے مرزائی مبلغ کو بالکل لاجواب کر دیا اور وہ راہ فرار اختیار کر گیا۔ (نقل از کتاب فیض محمد شاہی خطی از مولانا سید غلام مصطفیٰ نوشاہی ساہن پالوی مملوکہ سید شریف احمد شرافت نوشاہی مدظلہ)

خواجہ غلام دستگیر قصوری رحمۃ اللہ علیہ:

مشہور صوفی، بے مثال عالم دین، کتب کثیرہ کے مصنف، سنیوں کے مناظر بے بدل، خواجہ غلام دستگیر قصوری رحمۃ اللہ علیہ سے کون واقف نہیں۔ آپ کی کتاب ''تقدیس الوکیل'' رہتی دنیا تک یادگار رہے گی۔ آپ نے فتنہ مرزائیت کی تردید میں بھی عربی زبان میں ایک مایہ ناز کتاب لکھی تھی۔ جس کا جواب مرزائی حلقے آج تک نہیں دے سکے۔

پیر ظہور شاہ سجادہ نشین جلالپور جٹاں رحمۃ اللہ علیہ:

پیر ظہور شاہ رحمۃ اللہ علیہ جلالپور جٹاں ضلع گجرات کے سجادہ نشین تھے۔ آپ شیخ طریقت ہونے کے ساتھ ساتھ بہترین مصنف بھی تھے۔ فتنہ مرزائیت کی تردید میں آپ نے ایک کتاب ''قہر یزدانی برسر دجال قادیانی''، لکھی تھی۔

مولانا خواجہ محمد ابراهیم مجددی رحمۃ اللہ علیہ:

آپ موضع سیتھل ضلع گجرات کے رہنے والے تھے اور خواجہ غلام نبی للہ شریف ضلع جہلم سے اجازت وخلافت حاصل تھی۔ آپ نے قادیانیت کے رد میں ایک کتاب ''ردمرزا قادیانی''، لکھی تھی مگر افسوس کہ وہ زیور طبع سے آراستہ و پیراستہ ہو کر منصۂ شہود پر جلوہ افروز نہ ہوسکی۔

حضرت خواجہ محمد قمر الدین سیالوی رحمۃ اللہ علیہ:

حضرت شیخ الاسلام خواجہ محمد قمر الدین سیالوی رحمۃ اللہ علیہ نے قادیانی فتنہ کی سرکوبی کے لئے جو شاندار خدمات سرانجام دی ہیں وہ دوسرے صوفیہ کے لئے روشن مثال ہیں۔ 1953ء کی تحریک ختم نبوت میں آپ نے علمائے اہل سنت کے شانہ بشانہ بلکہ بڑھ چڑھ کر کام کیا۔ ملک گیر دورے فرما کر قادیانی مسئلہ کی اہمیت کو واضح کیا۔ 1974ء کی تحریک میں پیرانہ سالی کے باوجود جگہ جگہ دورے کیے۔ مسلمانوں کو قادیانیوں سے سماجی بائیکاٹ کرنے کی تلقین کی اور حکومت سے پرزور مطالبے کیے کہ مرزائیوں کو جلد از جلد اقلیت قرار دیا جائے۔ یکم ستمبر کو بادشاہی مسجد لاہور میں کل پاکستان مجلس عمل تحفظ ختم نبوت کے جلسہ عام میں آپ نے جو شاندار تقریر کی۔ وہ آپ کی ایمانی قوت اور عشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے جذبہ کی شاہکار ہے۔

محمد منشا تابش قصوری

ردمرزائیت میں علمائے اہلسنت کا حصہ

علماء ومشائخ کا مقدس گروہ نہایت نامساعد اور حوصلہ شکن مراحل میں بھی ہمیشہ پرچم اسلام بلند کرنے میں کوشاں رہا ہے۔ یہ علماء ومشائخ ہی کا نورانی گروہ تھا جنہوں نے دین اسلام کے خلاف کی جانے والی سازشوں کا قلع قمع کیا۔ گاندھی کی شاطرانہ چالوں کو ناکام بنایا۔ شدھی کی تحریک کو موت کے گھاٹ اتارا۔ تحریک پاکستان کو کامیابی سے ہمکنار کیا۔ جہاد کشمیر میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔ نظریہ پاکستان کے لئے پیش پیش رہے اور سب سے بڑھ کر یہ کہ تحریک ختم نبوت کے لئے متاع زیست کو وقف کر دیا۔

اور حقیقتاً اسلام میں یہی وہ مرکزی مسئلہ ہے جس کے گرد جملہ مسائل (دینی و دنیوی) طواف کرتے نظر آتے ہیں۔ چنانچہ مولانا عبدالستار خاں نیازی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے ایک مضمون کا اقتباس ملاحظہ فرمائیے۔ آپ مسئلہ ختم نبوت کی اہمیت و نزاکت پر نہایت مؤثر انداز میں اظہار خیال فرماتے ہوئے رقمطراز ہیں:۔

"ہر محب اسلام کا فرض ہے کہ ختم نبوت کے مسئلہ کو تمام دوسرے مسائل پر ترجیح دے۔ اگر ہم ناموس ختم نبوت کو محفوظ رکھنے کے ذریعے اپنی بقا کا اہتمام کر لیتے ہیں تو توحید، نماز، روزہ حج، زکوٰۃ، قرآن، شریعت کسی اصول دین کو ضعف نہیں پہنچ سکتا۔ لیکن خدانخواستہ مستشرقین یا منافقین اس تعریف کو ہماری لوح قلب سے ذرا بھی اوجھل کرنے میں کامیاب ہو جاتے ہیں (کہ اسلام محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر جو کچھ نازل ہوا، اس کی غیر مشروط اتباع کا نام ہے) تو پھر نہ ناموس صحابہ رضی اللہ عنہم ہمارا ایمان برقرار رکھنے میں مدد دے سکتا ہے، نہ محبت اہل بیت ہماری نجات کے لئے کافی ہو سکتی ہے، نہ ہی قرآن کے اوراق میں ہمارے لئے ہدایت باقی رہ جاتی ہے اور نہ ہی اولیاء کرام اور مشائخ عظام کی نسبتیں جاری رہ جاتی ہیں، نہ ہی علماء کرام کی تدریس و وعظ میں اثر باقی رہ جاتا ہے۔

نہیں نہیں صرف یہی نہیں خاکم بدہن امت محمدیہ (صلی اللہ علیہ وسلم) ملل میں تقسیم ہو جاتی ہے، ملتیں حکومتوں میں بٹ جاتی ہیں اور حکومتیں گروہوں کی سازشوں کا شکار ہو جاتی ہیں۔ فقط اتنا

ہی نہیں، خاندان ملت سے خارج ہو جاتے ہیں خود خاندان کے اندر صلہ رحمی، قطع رحمی سے مبدل ہو جاتی ہیں۔ اس لئے اگر خاتم النبیین ﷺ ایک نہیں تو پھر شریعت ایک نہیں۔ جب شریعت ایک نہیں تو حرام وحلال کی تمیز نہیں اور جب حرام وحلال میں تمیز نہیں تو باپ، بیٹے، ماں، بہن، خاوند، بیوی غرض دنیا کے سب رشتے اپنی تقدیس سے محروم رہ جاتے ہیں۔ ختم نبوت کا انکار آسمان پر فرشتوں کا انکار ہے، زمین پر قبلہ اور حج کا انکار ہے۔ سیاست میں مسلمانوں کے غلبے اور جداگانہ وجود کا انکار ہے۔ غرض ختم نبوت کے انکار سے مسلمان کے مسلمان ہونے کا انکار ہے۔ یہاں پہنچ کر زبان گنگ ہو جاتی ہے، قلم ٹوٹ جاتا ہے اور الفاظ کا ذخیرہ ختم ہو جاتا ہے۔"

مرزا قادیانی نے اس مسئلہ کے تاروپود بکھیرنے کی مکروہ سازش کی تو علماء اہلسنت نے فوراً آگے بڑھ کر اس کا تعاقب کیا۔ ہر چند فتنہ مرزائیت کے استیصال کے لئے علماء اہلسنت وجماعت کی خدمات جلیلہ کا احاطہ جوئے شیر لانے کے مترادف ہے تاہم اپنی بساط کے مطابق اکابر اہلسنت وجماعت نے ردمرزائیت میں جو کردار ادا کیا، اس کی ہلکی سی تصویر پیش کرنے کی جسارت کرتا ہوں۔

حضرت مولانا احمد رضا خان بریلوی رحمۃ اللہ علیہ:

اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی نے قادیانیت کو جڑ سے اکھاڑ پھینکنے کی طرح ڈالتے ہوئے مسئلہ ختم نبوت اور ردمرزائیت کے موضوع پر کئی بلند پایہ کتب تصنیف فرمائیں۔ یہاں صرف ان تصانیف کا تعارف پیش کیا جائے گا جو مرزا قادیانی کی زندگی ہی میں اس کی تردید کے لئے زیور اشاعت سے طبع ہو کر منصہ شہود پر جلوہ گر ہو چکی تھیں۔ مگر مرزا کو زندگی بھر جواب لکھنے کی جرأت نہ ہو سکی۔

1: جزاء اللہ عدوہ بابائہ ختم نبوۃ:

اس بے نظیر کتاب میں اعلیٰ حضرت بریلوی رحمۃ اللہ علیہ نے ختم نبوت کے ثبوت میں ایک صد مرفوع احادیث پیش کی ہیں۔ باقی ادلہ ان کے علاوہ ہیں۔ پاک وہند میں اس کتاب کے کئی ایڈیشن شائع ہوئے۔ پہلا ایڈیشن 1315ھ میں مطبع اہلسنت وجماعت میں بریلی شریف سے شائع ہوا جبکہ اس کا آخری ایڈیشن مکتبہ نبویہ لاہور کو شائع کرنے کا شرف نصیب ہوا۔ تحریک کے رہنماؤں نے اس سے کافی استفادہ کیا۔

2: السوء العقاب علی المسیح الکذاب

فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کی یہ تصنیف اپنے نام سے موضوع کا اظہار کر رہی ہے۔ پہلی بار یہ مبارک

تصنیف 1320ھ میں مطبع اہلسنت و جماعت بریلی شریف سے شائع ہوئی اور یہ بھی عجیب اتفاق ہے کہ اس کے آخری ایڈیشن کی اشاعت کا شرف بھی مکتبہ نبویہ کو حاصل ہوا۔ یہ مبارک کتاب پہلی کتاب ختم نبوت کے ساتھ شائع ہوئی ہے اور قابل دید ہے۔

3: حسام الحرمین علی منحر الکفر و المین:

فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت شاہ فضل رسول بدایوانی رحمۃ اللہ علیہ (1289ھ مطابق 1872ء) کی تصنیف "المعتقد المستند" (1270ھ مطابق 1853ء) پر تعلیقات وحواشی کا اضافہ فرمایا اور اس کا نام "المعتمد المستند" (1320ھ مطابق 1902ء) رکھا۔ اس زمانے میں ان تعلیقات کا خلاصہ علماء حجاز کی خدمت میں تصدیقات کے لئے پیش کیا۔ چنانچہ حرمین شریفین کے علماء وفضلا نے ان کو اپنی تقاریظ اور تصدیقات سے مزین فرمایا۔

خود فاضل بریلوی نے ان تقاریظ و تصدیقات کو مرتب فرما کر "حسام الحرمین" نام رکھا۔ مفید اضافے کئے اور شائع کیا۔

4: خلاصہ فوائد فتاویٰ:

مذکورہ بالا تصنیف علماء حرمین شریفین کے فتاویٰ کا خلاصہ ہے جو 1324ھ میں مطبع اہل سنت بریلی سے شائع ہوا۔

5: قہر الدیان علی مرتد بقادیان:

خباثات قادیانی کا رد بلیغ 1323ھ میں منصۂ شہود پر جلوہ گر ہوا۔ یہ تصنیف حنفیہ مطبع اہلسنت بریلی سے شائع ہوئی۔ پھر اسی نام سے اعلیٰ حضرت نے مرزا قادیانی کے مستقل رد کے لئے ماہوار رسالہ جاری فرمایا۔

6: المبین خاتم النبیین:

1325ھ کی تصنیف ہے۔ جس میں خاتم النبیین میں کلمہ "لام" کی تحقیق درج ہے۔ مولانا محمد ظفر الدین بہاری کی تحریر کے مطابق اس کتاب نے 1327ھ تک اشاعت کا لباس نہ پہنا بلکہ مسودہ کی شکل میں بریلی شریف اعلیٰ حضرت کے ذاتی کتب خانہ میں محفوظ تھی۔ الغرض اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کی حیات مبارکہ کا ایک ایک لحہ ناموس رسالت اور تحفظ ختم نبوت کے لئے وقف تھا۔

مولانا حامد رضا خان رحمۃ اللہ علیہ صاحب قادری:

آپ اپنے والد ماجد اعلیٰ حضرت بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کا آئینہ تھے۔ مسئلہ ختم نبوت پر آپ کی نہایت عمدہ تصنیف ''الصارم الربانی علی اسراف القادیانی'' 1315ھ میں مطبع حنفیہ پٹنہ سے شائع ہوئی۔ پھر بریلی اور لاہور سے شائع ہوتی رہی۔

حضرت مولانا غلام دستگیر قصوری رحمۃ اللہ علیہ:

حضرت مولانا غلام دستگیر قصوری قریشی ہاشمی کی تبلیغ اسلام میں خدمات نا قابلِ فراموش ہیں۔ تذکرہ اکابر اہلسنت میں مولانا شرف قادری نے آپ کی تیرہ عدد تصانیف کے نام درج کیے ہیں۔ جن میں ''فتح الرحمانی بہ دفع کید قادیانی'' بھی ہے جو رد مرزائیت میں بڑی مدلل اور عمدہ تصنیف ہے۔ مرزا قادیانی نے جن اکابر علماء کو اپنے مقابل چیلنج دیا۔ ان میں مولانا غلام دستگیر قصوری کا نام بھی ہے۔

حضرت مولانا غلام قادر بھیروی رحمۃ اللہ علیہ:

رد مرزائیت میں پنجاب میں سب سے پہلے آپ نے ہی یہ فتویٰ جاری فرمایا کہ قادیانیوں کے ساتھ مسلمان مرد یا عورت کا نکاح حرام و ناجائز ہے۔

بعد میں علماء دین و مفتیان شرح متین نے اسی فتویٰ مبارکہ سے استفادہ کرتے ہوئے مرزائیوں سے مناکحت، تزویج کو ناجائز اور ان سے میل جول اور ذبیحہ تک کو حرام قرار دیا۔ مرزا نے جب نبوت کا دعویٰ کیا اور حکیم نورالدین نے اس کی تائید کی تو آپ نے حکیم نورالدین کا ایسا ناطقہ بند کیا کہ آپ کی موجودگی میں اسے کبھی بھیرہ میں داخل ہونے کی جرأت نہ ہوئی۔

مجاهد اسلام مولانا فقیر محمد جهلمی رحمۃ اللہ علیہ:

حضرت مولانا فقیر محمد صاحب جہلمی رحمۃ اللہ علیہ نے 13 ذی الحجہ 1303ھ میں جہلم سے ایک ہفتہ وار پرچہ ''سراج الاخبار'' کے نام سے جاری کیا۔ اس اخبار نے اپنے دور کے اعتقادی فتنوں خاص طور پر فتنہ مرزائیت کی تردید میں بڑا کام کیا۔ مرزا قادیانی اور اس کے حواری ''سراج الاخبار'' کے کارناموں سے سٹپٹا اٹھے۔ چنانچہ انہوں نے ہر امکانی کوشش سے ''سراج الاخبار'' کو بند کرانے کے حربے استعمال کیے۔ آپ اور آپ کے رفیق کار حضرت مولانا محمد کرم دین صاحب دبیر پر مقدمات کا دور شروع ہوا۔ مگر یہ عالی قدر ہستیاں ان مصائب و آلام سے گھبرانے والی نہ تھیں۔ ابتلاء و آزمائش کی آندھیاں ان کے پائے استقلال میں کوئی لغزش پیدا نہ کر سکیں۔ گورداسپور کی عدالت میں مقدمہ چلا جو قادیانی اور اس کے حواریوں کی شکست پر منتج ہوا۔ مرزا قادیانی کی خوب گت بنی اور اللہ تعالیٰ نے مجاہد اسلام مولانا فقیر محمد جہلمی رحمۃ اللہ علیہ اور مولانا کرم دین صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو باعزت بری فرمایا۔ آپ نے بڑی اہم کتابیں یادگار

چھوڑی ہیں۔ جن میں ''حدائق حنفیہ'' کو خاص شہرت حاصل ہوئی۔

استاد العلماء مولانا حکیم محمد عالم صاحب آسی امرتسری رحمۃ اللہ علیہ:

حضرت مولانا محمد عالم آسی حضرت مولانا مفتی غلام قادر بھیروی سے شرف تلمذ رکھتے تھے۔ تبلیغ سنت اور رد مرزائیت میں آپ نے دو ضخیم جلدوں میں (1352ھ ربیع الاول بمطابق 1933، جولائی) وہ عظیم الشان تاریخی تصنیف ''الکاویہ علی الغاویہ'' (چودھویں صدی کے مدعیان نبوت) عربی اور اردو علیحدہ علیحدہ شائع فرمائی۔ یہ نادر روزگار کتاب ایک ہزار چھیاسٹھ صفحات پر پھیلی ہوئی ہے۔ پہلی جلد 8/22×18 سائز کے چار سو صفحات پر مشتمل ہے دوسری جلد اسی سائز کے چھ سو پچاس صفحات کو اپنے دامن میں سموئے ہوئے ہے۔ اس تصنیف میں یہ بڑی خوبی ہے کہ بڑی آزادی کے ساتھ مرزائی مذہب کا جتنا لٹریچر ہے (مع پوسٹر اشتہار وغیرہ) سب کا خلاصہ مع تنقیدات اہل اسلام درج کیا گیا ہے۔ علمائے امت اور اہل قلم حضرات نے اسے کمال نظر تحسین سے دیکھا۔

حضرت مولانا مفتی غلام مرتضیٰ صاحب رحمۃ اللہ علیہ:

حضرت مولانا مفتی غلام مرتضیٰ صاحب میانی ضلع شاہ پور کی وہ عظیم المرتبت شخصیت ہیں، جس نے فتنہ قادیانیت کا قلع قمع کرنے میں بے نظیر کارنامے انجام دیئے۔ آپ کو حضرت پیر مہر علی شاہ صاحب قدس سرہ سے بیعت کا شرف حاصل تھا۔ کئی سال مدرسہ نعمانیہ لاہور کے اول مدرس رہے۔ 14 یا 15 مئی 1908ء کو حکیم نور الدین بھیروی سے ابراہیم قادیانی کے مکان واقع کشمیری بازار میں حیات مسیح ابن مریم پر تاریخی مکالمہ ہوا۔ حکیم نور الدین بھیروی خلیفہ اول مرزا قادیانی، آپ سے سخت مرعوب ہو گیا اور ایسی کوئی دلیل پیش نہ کر سکا۔ جس پر اسے خود تسلی ہوتی، آخر اپنا سا منہ لے کر رہ گیا۔ یہ تاریخی مکالمہ الظفر الرحمانی میں آپ نے درج فرمایا۔

18، 19 اکتوبر 1924ء کو حضرت مولانا مفتی غلام مرتضیٰ صاحب کا مولوی جلال الدین شمس قادیانی سے بمقام ہریا تحصیل پھالیہ ضلع گجرات تاریخی مناظرہ ہوا۔ مسلمانوں کی طرف سے صدر جلسہ حضرت مولانا مفتی غلام محمد صاحب گھوٹوی ملتانی رحمۃ اللہ علیہ تھے۔ جب کہ قادیانیوں نے پہلے دن کرم داد صاحب اور دوسرے روز حاکم علی قادیانی کو صدر جلسہ بنایا۔

اس تاریخی مناظرہ کی کاروائی سننے کے لئے ہر مذہب و مسلک کے لوگ دور دور سے آئے۔ مناظرہ دو روز تک جاری رہا، مناظر اسلام حضرت مولانا مفتی غلام مرتضیٰ نے تحریری و تقریری دلائل کے

انبار لگا دیئے۔ آپ کی گرفت اتنی مضبوط تھی کہ مد مقابل مولوی شمس صاحب کی کوئی پیش نہ گئی اور گھبراہٹ کے عالم میں قادیانیوں نے جلسہ کو درہم برہم کرنے کی بھی ناکام کوشش کی، مگر حسن انتظام اور مفتی اسلام کے پر جوش خطاب سے ان کے سب منصوبے دھرے کے دھرے رہ گئے اور اللہ تعالیٰ نے مفتی غلام مرتضیٰ رحمۃ اللہ علیہ کے باعث اسلام کو غلبہ عطا فرمایا اور باطل ناکام و نامراد ہوا۔ قادیانی مناظر بڑی ذلت کی شکست سے دوچار ہوئے۔ حضرت مولانا مفتی محمد صاحب گھوٹوی صدر مناظرہ، مفتی غلام مرتضیٰ کے جوابی دلائل سے اس قدر متاثر ہوئے کہ پکار اٹھے۔

"میرا دل اس وقت یہ گواہی دیتا ہے کہ مفتی صاحب کی تقریر مرزا صاحب خود سنتے تو مسلمان ہو جاتے، مگر ہدایت مقدر نہ تھی۔"

اس تاریخی مناظرہ کے اختتام پر حضرت مولانا مفتی غلام مرتضیٰ صاحب نے مرزا محمود احمد خلیفہ ثانی مرزا قادیانی کو لاہور میں مناظرہ کا چیلنج دیا۔ مگر وہ بھی اپنے باپ کی طرح نام نہاد دارالامان قادیان سے باہر نہ نکل سکا۔ قادیانیوں پر اس مناظر اسلام کے علم و فضل اور مناظرہ کی دھاک بیٹھ گئی۔

20 اکتوبر 1924ء کو حضرت مولانا مفتی غلام محمد صاحب گھوٹوی کی فتح کی خوشخبری سنانے حضرت پیر مہر علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں گولڑہ شریف حاضر ہوئے۔ مناظرہ کی مفصل کاروائی اور فتح کی نوید سن کر حضرت قبلہ عالم پیر صاحب قدس سرہ نے حضرت مولانا مفتی غلام مرتضیٰ رحمۃ اللہ علیہ کی طرف مبارک باد کا مکتوب گرامی ارسال فرمایا جو من وعن یہاں درج کیا جاتا ہے۔

مخلص فی اللہ مفتی غلام مرتضیٰ حفظکم اللہ تعالیٰ

بعد سلام و دُعا کے الحمد للہ ای لمنہ کہ او سبحان و تعالیٰ نے آپ کو توفیق اظہار حق بوجہ اتم عنایت فرمائی۔ مخلصی مولوی غلام محمد صاحب سے مفصل کیفیت معلوم ہوئی۔ بل کے بل نے سب بل مبطلین کے نکال دیئے۔ اللھم و فقنا لما تحب و ترضی و صل وسلم وبارك علی سیدنا محمد والہ وصحبه والحمد لك اولاً و آخر سب احباب سے مبارک بادی۔

العبد لملتجی والمشتکی الی الله المد عو بمهر مہر علی شاہ بقلم خود۔

اس مناظرہ کی مفصل کاروائی حضرت مولانا مفتی غلام مرتضیٰ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے "الظفر رحمانی" نامی کتاب میں جمع فرمائی۔ یہ کتاب 22×8/18 کے 222 صفحات پر پھیلی ہوئی ہے۔

علامہ ابو الحسنات سید محمد احمد رحمۃ اللہ علیہ صاحب قادری:

آپ علماء میں واحد ہستی تھے جن کو تحریک ختم نبوت 1953ء میں تمام مکاتب فکر کے علماء نے

قائد تسلیم کیا۔ آپ نے اس تحریک میں پر جوش حصہ لیا اور تمام مسلمانوں کو دعوت عمل دی اور حکومت کے سامنے مذہبی مطالبات پیش کئے۔ آپ نے بحیثیت صدر مجلس عمل ان مطالبات کے لئے بڑی جدوجہد کی۔ سید مظفر علی شمسی بیان کرتے ہیں کہ:

"میں اس وقت مجلس عمل کا سیکرٹری تھا۔ ہر جلسہ میں مجھے موصوف کے قریب رہنے کا موقع ملا۔ میں ان سے بہت متاثر تھا۔ انہیں ہر سٹیج پر باعمل پایا۔ خواجہ ناظم الدین مرحوم وزیر اعظم سے ہر ملاقات میں مولانا کے ہمراہ رہا، جس شان سے موصوف نے قوم کے مطالبات پیش کئے، انہی کا حصہ تھا۔ ہر ملاقات کے بعد خواجہ صاحب اکثر حضرت مولانا کے پیچھے نماز ادا کرتے، ان کی شخصیت اور علم و فضل کا اقرار کرتے۔ مولانا ہر ملاقات میں ان سے ایک ہی خواہش کا اظہار کرتے کہ شمع رسالت ﷺ کے پروانوں کے مطالبات تسلیم کرلیں۔ اس سلسلہ میں مولانا نے پورے ملک کا دورہ کیا اور ختم نبوت کے سلسلے میں لاکھوں مسلمانوں سے خطاب کیا۔ میں حیران تھا کہ ایک گوشہ نشین عالم کس طرح اس مسئلہ کے لئے بے قرار ہے۔ میں نے اکثر موصوف کو مسلمانوں کے لئے رو رو کر دعائیں مانگتے دیکھا۔"

حکومت نے جب کوئی بات تسلیم نہ کی تو کراچی میں مجلس عمل نے ڈائریکٹ ایکشن کا اعلان کیا، جس کا ایک طریق یہ تھا کہ کارکن کتبے ہاتھ میں لئے گورنروں اور وزیر اعظم پاکستان کے بنگلوں پر خاموش احتجاج کریں۔ حکومت نے اسی رات حضرت مولانا کی قیادت میں ان کے رفقاء کو گرفتار کرلیا اور کراچی سنٹرل جیل میں بھیج دیا۔ اس گرفتاری کے بعد پورے ملک میں تحریک نے زور پکڑا۔ پنجاب سے روح فرسا خبریں پہنچنا شروع ہوئیں۔ آپ کو اچانک ایک دن اطلاع ملی کہ حضرت مولانا خلیل احمد قادری خطیب مسجد وزیر خان کو مارشل لاء حکومت نے پھانسی کی سزا سنادی ہے۔ مولانا اپنے اکلوتے فرزند کے متعلق یہ المناک خبر سن کر سجدے میں گر گئے۔ اور عرض کیا، الٰہی میرے بچے کی قربانی کو منظور فرما۔ ڈیڑھ ماہ تک کراچی میں قید و بند کی صعوبتوں سے دوچار رہنے کے بعد سکھر سنٹرل جیل میں نظر بند کردیئے گئے۔ سخت گرمیوں کے دن تھے۔ آٹھ مربع فٹ کوٹھڑی میں علامہ ابوالحسنات، مولانا عبدالحامد بدایونی، مولانا صاحبزادہ سید فیض الحسن صاحب، سید عطاء اللہ شاہ بخاری اور سید مظفر علی صاحب شمسی بند تھے۔ حیدر آباد جیل میں بھی قید رہے۔ چھ ماہ سی کلاس میں گزارنے کے بعد اے کلاس ملی۔ بعد ازاں لاہور منتقل کردیئے گئے جہاں تحقیقاتی عدالت میں پیش ہوئے۔ جناب مظفر علی صاحب شمسی بیان کرتے ہیں کہ

"جس ہمت اور اولوالعزمی سے علامہ ابوالحسنات نے قید میں دن گزارے، اس کی مثال ملنا بہت مشکل ہے۔ ناز و نعم میں پلا ہوا انسان، لاکھوں انسانوں کے دلوں کا بادشاہ، علم و عمل کا

شہنشاہ، مگر محبت رسول نے امتحان چاہا تو بے دریغ قید و بند کی صعوبتوں کو برداشت کرنے کے لئے تیار ہو گیا، اور اس شان سے قید کاٹی کہ مثال بن گیا۔ کیا مجال جو کسی سے شکایت کی یا کسی سے شکوہ کیا ہو یا اپنے مشن سے دستبرداری کا ارادہ کیا ہو۔ جیل میں آپ کا بہترین شغل قرآن کریم کی تفسیر لکھنا تھی۔ کئی برس قید کاٹے اور بہت شدت کے ساتھ قید و بند کی صعوبتیں برداشت کیں۔ جن کے باعث آپ کی زندگی پر بڑا برا اثر پڑا۔"

ردمرزائیت کے سلسلے میں آپ نے رسائل و جرائد اور اخبار و اشتہارات کے ذریعہ بھی بڑی خدمت انجام دی ہے۔ قادیانیت کے رد میں ذیل کی دو کتابیں، آپ کی مستقل یادگار ہیں۔

1، مرزائیت پر تبصرہ۔ 2، قادیانی مذہب کا فوٹو۔

مولانا عبدالحامد بدایونی رحمۃ اللہ علیہ:

حضرت مولانا بدایونی رحمۃ اللہ علیہ کی زندگی کا سب سے بڑا مشن عقیدہ ختم نبوت کی حفاظت تھا۔ چنانچہ اس تحریک میں آپ نے بڑا نمایاں حصہ لیا۔ تحریک تحفظ ختم نبوت کی حمایت اور مرزائیت کی تردید کی پاداش میں حکومت نے انہیں گرفتار کر لیا۔ ایک سال تک سکھر اور کراچی کی جیلوں میں علامہ ابوالحسنات قادری کے ساتھ نظر بند رہے۔ قید و بند کی سخت صعوبتوں کو بڑی جوانمردی سے برداشت کیا۔ ان کی مدبرانہ فراست نے پورے ملک میں اس تحریک کو مقبول بنایا۔

مولانا محمد عمر صاحب اچھروی رحمۃ اللہ علیہ:

ردمرزائیت میں آپ کی معرکہ آراء تصنیف "مقیاس النبوت" شامل ہے۔ تین ضخیم حصوں میں بڑے سائز کی تقریباً ڈیڑھ ہزار صفحات پر پھیلی ہوئی ہے۔ پہلی جلد مقیاس النبوۃ فی حقیقت من عاد الی غیر الابوۃ 424 صفحات پر مشتمل دوسری جلد مقیاس النبوۃ فی ثبوت انقطاع النبوۃ 280 صفحات پر مشتمل ہے۔ تیسری جلد مقیاس النبوۃ فی رد مدار النبوۃ 753 صفحات پر مشتمل ہے۔

حضرت مولانا مفتی مسعود علی صاحب قادری فرماتے ہیں کہ

"اس موضوع پر اتنی مفصل کتاب میری نظر سے نہیں گزری، پوری کتاب کی کتابت و طباعت معقول ہے۔ میرے خیال میں جس کسی کے پاس یہ کتاب ہو، اسے قادیانیت کے خلاف کوئی دوسری کتاب خریدنے کی زحمت گوارا نہ کرنا پڑے گی۔ مولانا مرحوم نے اہل سنت کی طرف سے عظیم الشان کارنامہ انجام دیا ہے۔"

مولانا عبدالستار خاں نیازی رحمۃ اللہ علیہ:

آپ نے تحریک ختم نبوت کے لئے اپنی زندگی کو وقف کر رکھا ہے، جب 1953ء میں تحریک ختم نبوت چلی تو آپ کراچی میں تھے۔ 13 فروری کو تحریک شروع ہوئی۔ 24، 25 فروری کو گرفتاریوں کا آغاز ہوا۔ چنانچہ آپ پولیٹیکل ورکرز کنونشن کے دورہ سے لاہور واپس آئے اور 27 فروری کو جامع مسجد داتا گنج بخش میں جمعہ کے بعد جلسہ عام سے خطاب کر رہے تھے کہ اطلاع ملی،

"تحریک کے تمام رہنما گرفتار کر لئے گئے ہیں۔"

رہنماؤں کی گرفتاری کے بعد یہ خطرہ پیدا ہو گیا تھا کہ پر امن تحریک تشدد کی راہ اختیار کر لے گی۔ چنانچہ آپ نے 13 مارچ 1953ء کو مسجد وزیر خاں میں تحریک کے مرکزی نظام کا دفتر قائم کیا اور حضرت مولانا مفتی محمد حسین صاحب نعیمی مدظلہ کے تعاون سے چار ہزار کا بیان تحریک کے اغراض و مقاصد کی شہر اور مضافات میں تقسیم کیں۔

ان دنوں روزانہ جلسے ہوا کرتے تھے۔ مسجد وزیر خاں کے جلسہ سے زیادہ تر آپ ہی خطاب کرتے تھے۔ ڈپٹی سپرنٹنڈنٹ پولیس فردوس شاہ پولیس فورس کے ساتھ آپ کو گرفتار کرنے آ رہا تھا کہ کسی نوجوان نے چھرا گھونپ کر ہلاک کر دیا۔

مارشل لاء لگا دیا گیا اور اس میں سب سے زیادہ ہاتھ اس وقت کے وزیر داخلہ سکندر مرزا کا تھا۔ 9 مارچ کو صوبائی اسمبلی کا اجلاس شروع ہو رہا تھا۔ فیصلہ یہ کیا گیا کہ مسئلہ کو اسمبلی میں پیش کیا جائے۔ مسجد وزیر خاں سے اسمبلی پہنچنا مشکل تھا کیونکہ جگہ جگہ پولیس اور ملٹری کا پہرہ تھا۔ آپ قصور ٹھہرے ہوئے تھے۔ وہیں سے کسی نے پولیس کو اطلاع کر دی اور آپ 16 مارچ کی صبح نماز فجر کے وقت گرفتار کر لئے گئے۔

گرفتاری کے بعد مولانا عبدالستار خان نیازی کو شاہی قلعہ لاہور میں منتقل کر دیا گیا، جہاں پولیس نے 23 مارچ سے 19 اپریل تک ایک لمحہ بھی سونے نہ دیا۔ 16 اپریل سے آپ کو پتہ چلا کہ آپ کے خلاف ڈپٹی سپرنٹنڈنٹ پولیس فردوس شاہ کے قتل اور بغاوت کا مقدمہ بنا دیا گیا ہے۔ 27، 28 اپریل کو ملٹری عدالت نے مقدمہ کی سماعت کی 7 مئی کو فیصلہ سنا دیا گیا ور آپ کو بغاوت کے الزام میں سزائے موت کا حکم ہوا۔ جب عدالت کے ایک رکن نے پوچھا کہ آپ کو موت کا کوئی خوف نہیں؟ تو آپ نے جواب دیا۔ سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم پر ایسی ہزاروں زندگیاں قربان کی جا سکتی ہیں۔ اسی شام آپ کو پھانسی کی کوٹھڑی میں منتقل کر دیا گیا۔ آپ 7 دن اور 8 راتیں اس کوٹھڑی میں رہے۔

خود فرماتے ہیں کہ 14 مئی کو عصر کی نماز سے فارغ ہوا ہی تھا کہ اطلاع ملی "سزائے موت

14 سال قید میں بدل دی گئی ہے۔ 10 مئی کو صبح آپ پھر جیل منتقل کر دیئے گئے، جہاں مولانا خلیل احمد قادری، مولانا نصر اللہ خاں عزیز، سید نقی علی اکٹھے ہو گئے تھے۔ پھر آپ کو راولپنڈی جیل میں منتقل کر دیا گیا۔ چودہ سال کی سزا بعد میں جسٹس شریف نے تین سال میں بدل دی۔ پھر آپ 2 سال بعد 29 اپریل 1955ء کو ضمانت پر رہا کر دیئے گئے۔

8 جولائی 1955ء کو رہائی سے صرف دو ماہ بعد شیرانوالہ گیٹ کی مسجد میں مسئلہ ختم نبوت پر تقریر کی، جس پر سکندر مرزا (وزیر داخلہ) نے بنگال ریگولیشن کے تحت گرفتار کر لیا اور ساہیوال جیل میں بھیج دیئے گئے۔ 26 جولائی کو جسٹس کیانی کے حکم سے رہائی ملی۔ 1953ء کی تحریک تحفظ ختم نبوت سے لے کر 1974ء کی تحریک تک آپ نے اپنے نصب العین کی خاطر بے پناہ قربانیاں دیں اور آخر اپنی زندگی میں 7 ستمبر کا دن بھی دیکھ لیا۔ 1974ء کی تحریک میں بھی آپ نے دن رات کام کیا۔

حضرت مولانا سید محمود احمد صاحب رضوی رحمۃ اللہ علیہ:

آپ کی ذات والا برکات کسی تعارف کی محتاج نہیں۔ تحریک ختم نبوت 1974ء میں کراچی سے پشاور تک لاہور سے کوئٹہ تک جگہ جگہ دورے کیے۔ مجلس عمل کے سیکرٹری جنرل کی حیثیت سے دن رات آپ نے ایک کر رکھا تھا۔ آخر اللہ تعالیٰ نے کامیابی و کامرانی سے ہمکنار کیا۔ آپ نے ردمرزائیت میں قلمی جہاد بھی فرمایا، خصوصاً ردمرزائیت میں ہفت روزہ ''رضوان'' لاہور کا ختم نبوت نمبر تاریخی اہمیت کا حامل ہے۔ 1953ء میں تحریک میں حصہ لینے پر آپ تین ماہ شاہی قلعے میں بھی محبوس رہے۔

ابو النصر منظور احمد صاحب ہاشمی

آپ جامعہ فریدیہ ساہیوال کے بانی و مہتمم ہیں۔ تردید قادیانیت میں آپ نے مثالی کارنامے انجام دیئے۔ 1953ء کی تحریک میں ساہیوال (منٹگمری) میں مجلس عمل کے صدر تھے اور تحریک کے جلوس کی قیادت کرتے ہوئے گرفتار کر لئے گئے۔ ساڑھے سات ماہ تک ساہیوال جیل میں قید با مشقت کی سزا ہوئی۔

1974ء کی تحریک کے دوران ساہیوال میں بھی آپ نے بڑا مجاہدانہ کارنامہ سرانجام دیا۔ سوشل بائیکاٹ کے جواز پر آپ نے سب سے پہلے رسالہ تصنیف فرمایا اور تحریک کے دوران پینتالیس ہزار کاپیاں چھپوا کر پورے ملک میں تقسیم کرائیں۔

صادق علی زاہد

امیر ملت حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ

(1840ء۔ 1951ء)

حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ برصغیر کے ان علماء کی صف اول میں شامل ہیں جنہوں نے قادیانیت کو اس کی پیدائش کے دن سے ہی للکارنا اور پچھاڑنا شروع کر دیا تھا۔ 1951ء میں جب آپ کی وفات ہوئی تو آپ کی وفات سے چندروز قبل ڈاکٹر نے آپ کی عمر شریف دریافت کی تو آپ نے فرمایا "ایک سودس اور بیس کے درمیان" اس سے صرف اتنا اندازہ ہوتا ہے کہ آپ کی ولادت باسعادت 1830ء اور 1840ء کے درمیان ہوئی (سیرت امیر ملت صفحہ 46 از سید اختر حسین شاہ علی پوری) آپ نے نہایت کم عمری میں قرآن پاک حفظ کر لیا۔ بچپن ہی سے آپ کو اتباع شریعت کی فکر دامنگیر رہتی۔ جس عمر میں بچے پر نماز فرض نہیں ہوتی اسی عمر میں آپ پابند صلوٰۃ تھے نیز اپنے ہم عمر بچوں کو امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا حکم کرتے رہتے تھے۔ آپ حافظ حدیث بھی تھے ایک دفعہ دوران خطاب آپ نے خود اعلان فرمایا کہ مجھے دس ہزار احادیث بمعہ اسناد یاد ہیں جس کا جی چاہے امتحان لے لے۔ (ایضاً صفحہ 64) مذاہب باطلہ کا رد اور مسلک حقہ اہل سنت کی ترویج و اشاعت کرنے والا یہ عظیم سپوت تقریباً سوا صدی تک آفتاب بن کر چمکنے کے بعد بقضائے الٰہی 31-30 اگست 1951ء کی درمیانی رات گیارہ بجے لاکھوں مسلمانوں کو سوگوار چھوڑ کر اپنے خالق حقیقی کے پاس جا پہنچا۔ (ایضاً 502)

گمراہ و باطل فرقوں کا رد آپ کی زندگی کا اہم مشن تھا خصوصاً قادیانیت و بانی قادیانیت کو تو آپ آڑے ہاتھوں لیتے تھے۔ رد قادیانیت کے سلسلے میں آپ کی خدمات جلیلہ کا تذکرہ کرتے ہوئے مولانا محمد عالم آسی (مصنف شہرہ آفاق کتاب الکاویہ علی الغاویہ) رقم طراز ہیں۔ "رد قادیانیت کے سلسلہ میں جو کوششیں حافظ پیر سید جماعت علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ نے کیں وہ تاریخ کا ایک اہم باب ہیں آپ نے اس فتنہ کی سرکوبی کیلئے تن من دھن کی بازی لگا دی اور ڈٹ کر مقابلہ کیا۔ بارہا مرزا قادیانی کو للکارا مگر وہ راہ فرار اختیار کرتا رہا۔ بالآخر حضرت قدس سرہ العزیز کی بددعا کے نتیجہ میں لقمہ اجل بنا"

(الکاویہ علی الغاویہ جلد اول صفحہ 3 مطبوعہ امرتسر 1931ء)

ذیل میں رد قادیانیت کے سلسلے میں آپ کی طرف سے کی جانے والی کوششوں کا اجمالی تذکرہ کیا جاتا ہے۔

27 اکتوبر 1904ء کو مرزا قادیانی بذات خود اپنے حواریوں کے انبوہ کثیر کے ساتھ سیالکوٹ میں اپنے مذہب کی تشہیر و اشاعت کیلئے وارد ہوا۔ ان دنوں یہاں مرزائیت کا بڑا شہرہ تھا۔ ڈپٹی کمشنر سیالکوٹ کے دفتر کا سپرنٹنڈنٹ مرزائی تھی۔ لہٰذا مرزا قادیانی کو اپنے مشن میں کامیابی و کامرانی کی غالب امید تھی۔ حضرت امیر ملت قدس سرہ، فوراً سیالکوٹ پہنچے اور مختلف بازاروں، محلوں اور مسجدوں میں بڑے پیمانے پر جلسے منعقد کیے اور تقریباً ایک ماہ تک سیالکوٹ میں قیام فرما کر اپنے مخصوص مجاہدانہ انداز میں خطاب فرماتے رہے۔ آپ دلائل قاہرہ کے ساتھ ختم نبوت کے مسئلے کو تفصیلاً سمجھاتے ہوئے دین متین اور عقائد حقہ پر قائم رہنے کی تاکید فرماتے تھے۔ آپ اکثر ارشاد فرماتے کہ

"دوسری نئی چیزوں کے اختیار میں کوئی مضائقہ نہیں لیکن دین اپنا وہی پرانا رکھو"

دوران قیام سیالکوٹ تمام اخراجات آپ نے اپنی جیب مبارک سے برداشت کیے۔ مرزا قادیانی کو مقابلہ میں آنے کی جرأت نہ ہوئی۔ جس قدر لوگ اسکی بیعت کیلئے تیار تھے وہ اس کی ذلت و رسوائی دیکھ کر بدظن ہو گئے اور حضرت امیر ملت قدس سرہ کے حلقہ ارادت سے وابستہ ہو گئے۔ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے مرزا قادیانی کو پھر تا زیست سیالکوٹ کا رخ کرنے کی ہمت نہ ہو سکی۔

("برکات علی پور شریف" از پیر خیر شاہ امرتسری، امرتسر 1326ھ صفحہ 9 "سیرت امیر ملت" مطبوعہ 1975ء صفحہ 245، "ایمان پرور یادیں" صفحہ 37)

سیالکوٹ کے اس عظیم معرکہ کے دوران ایک اہم واقعہ یہ بھی پیش آیا کہ مرزا قادیانی کے ایک پیرو کار مولوی عبدالکریم لنگڑا نے اپنے کیمپ کے اندر معراج النبی ﷺ پر لیکچر دیتے ہوئے بکواس کی کہ

"لوگ کہتے ہیں، براق آیا، براق آیا۔ لیکن ہم پوچھتے ہیں کہ جب ایڑیاں اور گھٹنے رگڑتے ہوئے وہی نبی (ﷺ) مکہ سے بھاگ کر پہاڑوں اور غاروں میں چھپتا پھرتا تھا تو اس وقت براق کیوں نہ آیا؟"

جب یہ گستاخانہ کلمات حضرت امیر ملت قدس سرہ نے اپنی جلسہ گاہ میں سنے تو آپ نے دوران تقریر پر جوش لہجے میں فرمایا۔

"وہ شخص بے دین ہے، جس نے حضور ﷺ کی شان میں گستاخی کی ہے۔ وہ بہت جلد ذلت کی موت سے مارا جائے گا۔"

دوسرے دن ایک صاحب نظر شخص نے مولوی عبدالکریم کو خواب میں دیکھا کہ وہ کہہ رہا ہے کہ مجھے حضرت امام زین العابدینؒ نے پنجہ مارا ہے اور اس وقت وہ یوں دکھائی دے رہا تھا کہ شانہ سے لے کر کمر تک پٹکا باندھے ہوئے دیوار سے سہارا لے کر کھڑا ہے اور انتہائی کرب کی حالت میں ہے۔

اس خواب کی تعبیر یوں کی گئی کہ حضرت امیر ملت قدس سرہ، دوران تقریر جوش میں آ کر سینہ پر اپنا ہاتھ مارا تھا جو رات کو حضرت امام زین العابدین رضی اللہ عنہ کا پنجہ بنکر ظاہر ہوا چنانچہ تھوڑے عرصہ بعد مولوی عبدالکریم، سرطان (گدوں دانہ) سے ہلاک ہو گیا۔ یہ بدبخت مولوی عبدالکریم سیالکوٹ میں پیدا ہوا تھا۔ ابتدائی تعلیم مڈل تک تھی بلکہ اس میں بھی حساب کے مضمون میں فیل ہو گیا تھا۔ پھر عربی، فارسی کی پرائیویٹ تیاری کر کے وہیں مشن سکول میں مدرس فارسی متعین ہو گیا۔ ایک روز ایک پادری سے الجھ کر مستعفی ہو گیا۔ اس وقت نیچری خیال کا حامل تھا۔ بعد میں مولوی نورالدین خلیفہ، اول مرزا قادیانی کی وساطت سے مرزائی ہو گیا اور قادیاں میں خطیب و امام مسجد بنا رہا۔ اور حضرت امیر ملت قدس سرہ کی بددعا سے ہلاک ہو کر سب سے پہلے قادیاں کے ''بہشتی مقبرہ'' میں دفن ہوا۔

(''الکاویہ علی الغاویہ'' جلد دوم از مولانا محمد عالم آسی مطبوعہ امرتسر 1934ء صفحہ 387, 388)

6 مئی 1908ء کو مرزا قادیانی اپنی اہلیہ کے علاج کیلئے لاہور میں خواجہ کمال الدین لاہوری کے مکان پر وارد ہوا تو اپنا دام فریب بھی پھیلانے لگا۔ اس کے ساتھیوں نے لاہور شہر کے مختلف گوشوں میں تبلیغی کام شروع کر دیا تو اہلیان لاہور نے حضرت امیر ملت قدس سرہ کی خدمت میں حاضر ہو کر مرزائیت کی بیخ کنی کی درخواست کی۔ آپ لاہور تشریف لائے اور آتے ہی برانڈرتھ روڈ پر خواجہ کمال الدین کے مکان کے سامنے والے باغ (اب باغ والی جگہ پر اسلامیہ کالج واقع ہے) میں ایک بہت بڑا اسٹیج قائم کیا۔ اور اسٹیج کے ساتھ ہی لنگر پکانے کا انتظام کیا تا کہ عوام و خواص بروقت کھانا کھا سکیں۔ اس جگہ کئی روز تک مجالس وعظ و تقریر ہوتی رہیں اور معتقدات مرزائیت کی تردید کی جاتی رہی۔ حضرت امیر ملت قدس سرہ نے مقامی علماء کے علاوہ بہت سے بیرونی علماء کو بھی مدعو کر کے مرزائیت کی اینٹ سے اینٹ بجا دی۔

ان جلسوں سے حضرت مولانا مفتی محمد عبداللہ ٹونکی (ف 1920ء) مولانا پروفیسر اصغر علی روحی (1954ء) جیسے مشہور زمانہ علماء کے علاوہ حضرت امیر ملت قدس سرہ، کے خلفاء مثلاً حضرت مولانا محمد حسین قصوری (ف 1927ء) مولانا امام الدین رائے پوری (ف 1952ء) مولانا محمد شریف کوٹلوی (ف 1951ء) مولانا نورالحسن سیالکوٹ (ف 1955ء) مولانا پیر خیر شاہ امرتسری (ف 1920ء) اور مولانا غلام احمد اخگر امرتسری (ف 1927ء) خطاب فرماتے تھے۔

حضرت امیر ملت نے مرزا قادیانی کو مقابلہ میں آ کر اپنی صداقت کا ثبوت دینے کی دعوت دی اور

پانچ ہزار روپے کے انعام کا اعلان بھی فرمایا لیکن مرزا قادیانی کو مقابلہ میں آنے کی سکت نہ تھی، لہٰذا نہ آسکا۔
مرزا قادیانی کو بتایا گیا کہ پیر جماعت علی شاہ صاحب، لاہور میں اس مقصد کیلئے آئے ہیں کہ مرزا بھاگ جائے۔ مرزا قادیانی بولا، یہ شخص وہ نہیں جو بھاگ جائے بلکہ اگر وہ بارہ برس بھی رہے تو قدم نہ ہلے گا۔ یہ خبر کسی نے حضرت امیر ملت کو پہنچادی تو آپ نے فرمایا:

"اگر وہ بارہ برس ٹھہر سکتا ہے تو ہم چوبیس برس کا ڈیرہ جمائیں گے مگر مرزا کا تو خدائی فیصلہ ہو چکا ہے"۔

جب مرزا قادیانی اپنے جھوٹے دعوؤں اور بے شمار لاف زنیوں کے باوجود میدان میں نہ آیا تو آپ نے 22 مئی 1908ء کو ہندوستان کے عظیم مسلمان فرمانروا حضرت اورنگزیب عالمگیر کی بنا کردہ شاہی مسجد (المعروف بادشاہی مسجد لاہور) میں ایک عظیم الشان جلسہ کا انعقاد کیا۔ اس جلسے میں برصغیر کے نامور علماء بھی موجود تھے۔ لاکھوں مسلمانوں نے آپ کی امامت میں نماز جمعہ ادا کی۔ بعد نماز جلسے کا آغاز ہوا، جس میں شمس العلماء مولانا مفتی محمد عبداللہ ٹونکی (استاد گرامی حضرت امیر ملت)، پروفیسر اورینٹل کالج لاہور مولانا پروفیسر اصغر علی روحی و دیگر بہت سے علمائے کرام نے خطاب فرمایا۔ آخر میں آپ نے صدارتی تقریر میں فرمایا:

"مرزا قادیانی تو حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ پر اپنی فوقیت جتاتا ہے۔ لیکن میں حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کا غلام ہوں، وہ تو اعلان کرنے پر بھی مقابلے پر نہ آیا میری عادت پیش گوئی کرنے کی نہیں ہے۔ البتہ اس سے قبل نومبر 1904ء میں ایک دفعہ مرزا کے مقابلے میں میری زبان سے چند کلمات بطور پیش گوئی کے نکل گئے تھے۔ جس کا ایک ایک لفظ اللہ تعالیٰ نے پورا فرما دیا اور تھوڑے ہی عرصے کے بعد مرزا کا حواری عبدالکریم ذلت کی موت مر گیا۔ اب پھر میرے دل میں بار بار خیال آرہا ہے جس کو میں باوجود کوشش کے ضبط نہیں کر سکتا۔ اور وہ خیال یہ ہے کہ مرزا قادیانی عنقریب ذلت اور رسوائی کی موت مرے گا اور تم اس کی موت اپنی آنکھوں سے دیکھو گے۔ میری اس پیش گوئی کو مرزا کی پیش گوئی کی طرح مت سمجھنا"۔

اس کے بعد آپ نے مزید ارشاد فرمایا:

"جب تک مرزا یہاں سے چلا نہ جاوے۔ میں لاہور سے نہیں جاؤں گا"۔

حضرت پیر مہر علی شاہ گولڑوی رحمۃ اللہ علیہ بھی اس جلسہ میں تشریف لائے تھے۔ جلسہ کے اختتام پر انہوں نے حضرت امیر ملت قدس سرہ سے کہا کہ۔

"شاہ صاحب! میں تو واپس جاتا ہوں، آپ اپنا کام جاری رکھیں"۔

حضرت امیر ملت رحمۃ اللہ علیہ نے ان سے کہا۔

"آپ مجھے اکیلا چھوڑ کر کیسے تشریف لے جائیں گے؟"

حضرت گولڑوی نے فرمایا:

"میں گھر سے شکار کرنے آیا تھا مگر مجھے معلوم ہوا کہ یہ شکار میرے مقدر میں نہیں ہے بلکہ آپ کے مقدر میں ہے۔ اس لئے آپ ٹھہریں اور اپنا کام کرتے رہیں"۔

چنانچہ اگلے دن حضرت گولڑوی رحمۃ اللہ علیہ واپس گولڑہ شریف تشریف لے گئے۔

آپ نے مرزا قادیانی کو ہر طرح سے للکارا۔ اسے دعوت دی کہ وہ میدان میں آ کر اپنے دعویٰ کو سچا ثابت کرے، مناظرہ کر لے یا مباہلہ کر لے۔ پانچ ہزار روپے کا انعام وصول کر لے اگر مرزا قادیانی میدان میں نہیں آ سکتا تو ہم اس کے پاس جانے کو تیار ہیں مگر مرزا قادیانی کو کوئی بات بھی ماننے کی جرأت نہ ہو سکی۔

آخر کار 25 مئی 1908ء بروز پیر رات کے جلسہ میں لاہور و بیرون لاہور کے ہزاروں مسلمانوں کے ٹھاٹھیں مارتے ہوئے سمندر سے خطاب کرتے ہوئے آپ نے ارشاد فرمایا کہ

"ہم نے مرزا کا بہت انتظار کیا ہے لیکن وہ سامنے نہیں آیا۔ پیشگوئی کرنا میری عادت نہیں لیکن میں یہ بتا دینا چاہتا ہوں کہ مرزا قادیانی کا خدائی فیصلہ ہو چکا ہے خدا کے فضل و کرم سے وہ میرے مقابلے میں نہیں آئے گا کیونکہ میرا نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) سچا ہے اور میں صدق دل سے اس سچے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا غلام ہوں۔ آپ دیکھیں گے کہ اللہ تعالیٰ آئندہ چوبیس گھنٹوں کے اندر اندر اپنے حبیب پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے صدقے میں ہمیں اس جھوٹے نبی سے نجات عطا فرمائے گا"۔

جب آپ نے یہ پیش گوئی فرمائی تو ہزاروں مسلمانوں نے یک زبان ہو کر آمین کی صدائیں بلند کیں۔ یہ پیش گوئی آپ نے رات دس بجے فرمائی اور 26 مئی کو صبح دس بج کر دس منٹ پر مرزا قادیانی آنجہانی ہو گیا۔ مولانا روم نے سچ فرمایا ہے۔

گفتہ ء گفتہ ء اللہ بود

گرچہ از حلقوم عبد اللہ بود

مرزا قادیانی اکثر اپنی تحریروں میں ہیضے کی موت کو عذاب خداوندی سے تعبیر کیا کرتا تھا چنانچہ آسمان کا تھوکا منہ پر آیا۔ جس رات حضرت امیر ملت قدس سرہ نے پیش گوئی فرمائی تھی، اسی رات تھوڑی

دیر بعد مرزا قادیانی کو ہیضہ ہوا۔ نصف شب گزرنے تک مرض نے شدت اختیار کرلی۔ مرنے سے چھ گھنٹے قبل زبان بند ہوگئی، نجاست منہ کے راستے نکلتی رہی اور اسی حالت میں (26 مئی 1908ء کو صبح دس بج کر دس منٹ پر) خاتمہ ہوگیا۔ مرزا قادیانی کی تاریخ مرگ ہے۔

لقد دخل فی قعر جھنم 1326ھ

جس وقت حضرت امیر ملت قدس سرہ نے مرزا قادیانی کی ہلاکت کی پیش گوئی فرمائی تھی تو لوگوں نے اسے پوری اہمیت نہ دی مگر جب پوری ہوگئی تو حد درجہ حیران ہوئے۔ اس پیش گوئی کا مرزائیوں نے آج تک ذکر نہیں کیا۔ مولوی مفتی محمد عبداللہ ٹونکی (ف 1920ء) نے فرمایا کہ ''ہم پہلے تو اس پیشگوئی کو معمولی سمجھتے تھے۔ آخر وہ تو سب سے بڑھ کر نکلی

(''الکاویہ علی الغاویہ جلد دوم'' صفحہ 358 تا 386''، ''سیرت امیر ملت، صفحہ 244 تا 249''، مہر منیر از مولانا فیض احمد فیض صفحہ ,406 ''برکات علی پور'' صفحہ 158، ''صوفیائے نقشبند'' صفحہ 356۔ ماہنامہ ''شمس الاسلام'' بھیرہ ضلع سرگودھا جنوری 1934ء صفحہ 11)

حضرت امیر ملت قدس سرہ نے جب مرزا قادیانی کی ہلاکت کی خبر سنی تو فوراً سجدۂ شکر بجالائے۔ اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا کہ اس نے مسلمانوں کے ایمان کو محفوظ رکھا۔ اپنے حبیب پاک ﷺ کی صداقت ظاہر فرمائی اور مسلمانوں کو صراط مستقیم پر قائم رکھا۔

مرزا قادیانی کی ہلاکت کی خبر آناً فاناً پورے لاہور میں پھیل گئی۔ مسلمانوں نے جگہ جگہ مسجدوں، بازاروں اور محلوں میں شکرانے کے جلسے منعقد کیے۔ ان بیشتر جلسوں میں حضرت امیر ملت خود شریک ہوئے، اور اپنے مواعظ حسنہ سے لوگوں کو مستفیض فرماتے رہے۔ اس سلسلے میں تین روز تک اسلامیہ کالج (ریلوے روڈ) کے میدان میں جلسے منعقد ہوتے رہے جن میں لاتعداد لوگ شریک ہوتے رہے بلکہ یوں کہنا مناسب ہوگا کہ لاہور شہر کا کوئی گھر ایسا نہ ہوگا جس کے ایک دو افراد نے ان جلسوں میں شرکت نہ کی ہو۔ اس کے بعد اکناف واطراف لاہور میں بڑے بڑے جلسے ہوئے۔ تقریباً ہر جلسے میں علمائے کرام کی تقریروں کے بعد حضرت امیر ملت قدس سرہ کا خصوصی خطاب ہوتا تھا۔ ان تمام جلسوں میں بے شمار لوگ قادیانی عقائد سے تائب ہوکر دوبارہ مسلمان ہوئے اور ان میں سے اکثر و بیشتر نے آپ کے دست حق پرست پر بیعت کرکے سلسلہ نقشبندیہ میں داخل ہونے کی سعادت حاصل کی۔ سلسلہ عالیہ میں داخل ہونے والوں کی تعداد ہر روز اتنی زیادہ ہوتی تھی کہ آپ سٹیج پر کھڑے ہوکر سب کو داخل سلسلہ فرماتے تھے۔ (''سیرت امیر ملت'' ص 249)

مرزا قادیانی کی ہلاکت کے بعد بھی حضرت امیر ملت رد مرزائیت میں جوش وخروش سے سرگرم عمل

رہے اور دلائل قاہرہ سے ختم نبوت، کے مسئلے کو ثابت فرماتے رہے۔ مرزائیوں نے بوکھلا کر آپ کے خلاف ہر قسم کے ہتھکنڈے استعمال کر کے اعلائے کلمۃ الحق سے باز رکھنے کی سعی نامشکور کی مگر نہ تو آپ پریشان ہوئے اور نہ ہی آپ کی سرگرمیوں میں سرِ مو فرق آیا۔ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے نصرت و کامیابی آپ کے شامل حال رہی۔

فانوس بن کر جس کی حفاظت ہوا کرے
وہ شمع کیا بجھے جسے روشن خدا کرے

ایک دفعہ رعیہ خاص ضلع سیالکوٹ کے ایک گاؤں میں حضرت امیر ملت قدس سرہ، خطاب فرما رہے تھے کہ محمد علی جولاہا مرزائی ساکن ستراہ نے حضور سید عالم ﷺ کی شان اقدس میں بے ادبی کے کچھ الفاظ کہے۔ حضرت اقدس ایسی گستاخی کی کب تاب لا سکتے تھے۔ آپ نے خود اس کو زدوکوب کیا۔ یہ دیکھ کر دوسرے مسلمان بھی اٹھ کھڑے ہوئے اور اس بدبخت اور خبیث جولاہے کو سخت سزا دی۔

مرزائی تو پہلے ہی آپ کی حق گوئی و بیباکی سے ذلیل و خوار ہو کر بدلہ لینے کی فکر میں تھے۔ اس واقعہ سے وہ نہایت ہی ذلیل حرکتوں پر اتر آئے اور تحصیلدار رعیہ (''رعیہ خاص'' ان دنوں ''تحصیل'' ہوا کرتی تھی اور ''تحصیل دار'' ہندو تھا) کی عدالت میں ایک جھوٹا مقدمہ دائر کر دیا کہ۔

''یہ شخص (حضرت امیر ملت قدس سرہ) مسلمانوں کو گاؤ کشی پر برانگیختہ کرتا ہے، حکومت برطانیہ کے خلاف بہت کچھ کہتا رہتا ہے۔ محمد علی جولاہا نے اسے ان حرکتوں سے ٹوکا تو اس نے محمد علی کو سخت زدوکوب کیا''۔

ماسٹر خواجہ محمد کرم الٰہی ایڈووکیٹ سیالکوٹ (ف 1959ء) خلیفہ مجاز حضرت امیر ملت و سیکرٹری مرکزی انجمن خدام الصوفیہ ہند) اور سیالکوٹ کے دیگر یاران طریقت نے سیالکوٹ کے انگریز ڈپٹی کمشنر کی عدالت میں تبدیلی مقدمہ کی درخواست پیش کی۔ اس نے درخواست قبول کرتے ہوئے ایک انگریز مجسٹریٹ کی عدالت میں مقدمہ منتقل کر دیا۔ سب سے پہلے حضرت اقدس امیر ملت کی حاضری عدالت کا معاملہ زیر بحث آیا۔ خواجہ کمال الدین وکیل مرزائی کو چونکہ آپ سے خصوصی عداوت و خصومت تھی بدیں وجہ اس نے زور دیا کہ ''یہ شخص معمولی حیثیت کا مالک ہے۔ اس کا عدالت میں حاضر ہونا ضروری ہے۔ حضرت امیر ملت: کی طرف سے کئی وکیل پیروی کر رہے تھے۔ انہوں نے اور ماسٹر محمد کرم الٰہی ایڈووکیٹ نے یہ مؤقف اختیار کیا کہ۔

''آپ مسلمانوں کے بہت بڑے مقتدا اور رہنما ہیں۔ آپ کے کئی لاکھ معتقدین سارے ملک میں پھیلے ہوئے ہیں۔ آپ کو حاضری عدالت سے مستثنیٰ کیا جائے''۔ انگریز مجسٹریٹ

نے فریقین کے وکلاء کے تفصیلی دلائل سننے کے بعد یہ فیصلہ کیا کہ "شاہ صاحب نہایت قابل تعظیم اور بزرگ ہستی ہیں۔ان کی شان اس سے ارفع ہے کہ وہ ایسے چھوٹے مقدمہ میں عدالت میں بلائے جائیں لہٰذا حکم کیا جاتا ہے کہ شاہ صاحب عدالت میں حاضر نہ ہوں اور ان کی طرف سے وکیل پیروی کرے"۔

محمد علی جولاہا نے مرزائی جماعت کی مدد سے سیشن جج کی عدالت میں نگرانی کی درخواست دے دی۔ وہاں سے بھی مقدمہ خارج ہوا تو مرزائیوں نے ہائی کورٹ سے رجوع کیا اور زور دیا کہ "آپ کا دوران مقدمہ حاضر عدالت ہونا لازم قرار دیا جائے"۔ فریقین کی طرف سے قابل وکیل اور لائق بیرسٹر پیروی کر رہے تھے۔آپ کی طرف سے کئی بیرسٹر بلا معاوضہ پیش ہوتے تھے جن میں سر میاں محمد شفیع بیرسٹر (ف 1932ء) بھی شامل تھے۔ بحث بھی انہوں نے ہی کی تھی۔ ہائی کورٹ میں بھی حضرت اقدس کو کامیابی ہوئی اور آپ کو حاضری عدالت سے مستثنیٰ رکھا گیا۔ جب اس اقدام میں مرزائیوں نے ہائی کورٹ تک منہ کی کھائی تو اصل مقدمہ میں ایڑی چوٹی کا زور لگا دیا۔ مگر سیالکوٹ کے مجسٹریٹ نے اصل مقدمہ میں بھی خارج کر دیا۔اس کے بعد مرزائیوں کو دوبارہ اپیل کرنے کی ہمت نہ ہوئی اور ذلیل وخوار ہو کر خاموش بیٹھ رہے۔ ("سیرت امیر ملت" صفحہ 251,250)

بار بار ذلیل وخوار ہونے کے بعد مرزائیوں نے حضرت امیر ملت کے منجھلے صاحبزادے حضرت پیر سید خادم حسین شاہ: (ف 1951ء) کے خلاف ایک فوجداری مقدمہ دائر کر دیا تاکہ اپنی بار بار کی تذلیل کا بدلہ لیا جا سکے۔ صاحبزادہ صاحب اس وقت اورینٹل کالج لاہور میں مولوی فاضل کا امتحان دے رہے تھے۔اس مقدمہ کی پیروی کیلئے حضرت اقدس تقریباً ایک سال تک مسجد پٹولیاں (اندرون لاہور دروازہ لاہور) میں قیام فرما رہے۔ مرزائیوں کی خواہش تھی کہ آپ کو طرح طرح سے پریشان کر کے تبلیغ وارشاد کا سلسلہ ختم کر دیا جائے مگر ان کی یہ خواہش پوری نہ ہو سکی۔ مسجد پٹولیاں میں قیام کے زمانے میں آپ کا فیض عام جاری رہا۔ ہزاروں کی تعداد میں لوگ جوق در جوق حاضر ہوتے اور اپنے دامن میں فیوض وبرکات سمیٹ کر لے جاتے۔ بے شمار لوگ سعادت بیعت سے بھی مشرف ہوئے۔ آپ کا لنگر بڑے وسیع پیمانے پر قائم تھا۔ ہر رات آپ وعظ وتقریر فرماتے جس میں دور ونزدیک کے لوگ شرکت کے لئے آتے اور فیض یاب ہوتے۔

مقدمہ کی پیروی کیلئے حضرت مولانا محرم علی چشتی (ف 1934ء) آپ کی طرف سے وکیل تھے، دوسرے وکلاء بھی موجود تھے لیکن بحث میاں سر محمد شفیع بیرسٹر نے کی اور پہلے کی طرح اب بھی وہ کسی قسم کے محنتانہ کے طلبگار نہ ہوئے۔ ماسٹر کرم الٰہی ایڈووکیٹ مقدمہ کی پیروی کیلئے سیالکوٹ سے برابر آیا

کرتے تھے۔ موخرالذکر نے جو خدمات انجام دیں وہ آب زر سے لکھے جانے کے قابل ہیں۔

جس رات کی صبح فیصلہ سنایا جانا تھا وہ رات حضرت امیر ملت قدس سرہ، نے حضور داتا گنج بخش علیہ الرحمۃ کے دربار گوہر بار میں بسر کی۔ صبح ہوتے ہی آپ نے خادم حاجی عبداللہ امرتسری کو حکم دیا کہ

"آج فیصلے کی تاریخ ہے، زردہ پلاؤ کی دیگیں چڑھادو"۔

حاجی صاحب نے عرض کیا کہ "بری ہونے کا فیصلہ ہو جائے تو دیگیں چڑھائیں گے"۔ آپ نے ارشاد فرمایا۔

"تم ابھی سے کام شروع کردو، اللہ تعالیٰ بری کرے گا"۔

چنانچہ انگریز جج نے باعزت بری ہونے کا فیصلہ سنایا تو حق کا بول بالا اور دشمنوں کا منہ کالا ہو گیا۔ جب فیصلے کی اطلاع حضرت امیر ملت قدست سرہ، کو پہنچائی گئی تو آپ کے ساتھ سب لوگ سجدۂ شکر بجا لائے۔ خوشیاں منائی گئیں، خیرات کی گئی۔ سارا دن اور رات زردہ و پلاؤ کا عام لنگر جاری رہا۔

(سیرت امیر ملت، صفحہ 252,251)

گذشتہ صفحات میں ذکر کیا جا چکا ہے کہ حضرت امیر ملت نے بادشاہی مسجد لاہور کے جلسہ عام میں اعلان فرمایا تھا کہ:

"اگر مرزائی اپنے دین کو سچا ثابت کردیں تو پانچ ہزار روپے انعام دوں گا"

یہ اعلان اخبارات میں بھی شائع ہوا اور اشتہارات کی شکل میں بھی عام کیا گیا۔ مگر کبھی کسی نے انعام حاصل کرنے کی جرأت نہ کی۔ البتہ ایک دفعہ مرزائیوں کی طرف سے اشتہار تقسیم کیے گئے کہ "ہم اپنا مسلمان ہونا ثابت کرتے ہیں، پہلے تم روپیہ بنک میں جمع کراؤ"۔ اس وقت حضرت اقدس، علی پور سیداں شریف سے سیالکوٹ تشریف لے جا رہے تھے۔ جب ٹرین سیالکوٹ اسٹیشن پر پہنچی تو بہت سے اشتہار اس سیکنڈ کلاس کے ڈبے میں ڈال دیئے گئے جس میں آپ سفر فرما رہے تھے۔ اشتہار دیکھا تو مطالبہ کا علم ہوا۔ چنانچہ دوسرے دن ہی بنک میں روپیہ جمع کروا دیا گیا، مگر مرزائیوں کو میدان میں آنے کی جرأت نہ ہو سکی۔ ("سیرت امیر ملت" صفحہ 253,252)

فتنہ ارتداد کے دور میں بھی آپ متواتر رد مرزائیت میں مصروف کار رہے۔ جھوٹے نبی کی جھوٹی نبوت پر ضرب کاری لگاتے رہے کیونکہ آپ کی زبان اقدس پر ہر وقت "قال اللہ" اور قال الرسول ہی ہوتا تھا۔

حضرت امیر ملت قدس سرہ، نے 1925ء میں آل انڈیا سنی کانفرنس مراد آباد کے موقع پر اپنے صدارتی خطبے میں بھی مرزائیت پر ضرب کاری لگائی تھی۔ اس اجلاس میں مرزائیوں کے خلاف ایک قرارداد بھی منظور کی گئی جو درج ذیل ہے۔

"یہ اجلاس عام جو سات کروڑ مسلمانان ہند کا قائم مقام اور ہر حصہ ملک کے علمائے اہلسنت وجماعت پر مشتمل ہے۔ مرزائیوں کی صدائے احتجاج کی بنا پر لیگ آف نیشنز اور گورنمنٹ آف انڈیا کو توجہ دلاتا ہے کہ "حکومت افغانستان" کا اہلاک قادیانیاں مذہبی مسئلہ ہے۔ اس میں کسی حکومت کی مخالفانہ آواز صریح مذہبی مداخلت ہوگی جس کو مسلمان کسی طرح بھی گوارا نہیں کر سکتے۔ لہٰذا لیگ اور گورنمنٹ کو اس مسئلہ میں ہرگز دخل نہ دینا چاہیے"۔

(ماہنامہ "اشرفی" کچھوچھہ شریف (انڈیا) بابت مئی 1925ء صفحہ 20، ماہنامہ "ترجمان اہلسنت کراچی" "سنی کانفرنس ملتان نمبر" صفحہ 67,68)

آل انڈیا سنی کانفرنس مراد آباد منعقدہ 19,18,17 مارچ 1925ء کو خطبہ صدارت کے دوران ہی گمراہ فرقوں کا تذکرہ کرتے ہوئے مرزا قادیانی کے جھوٹا اور گمراہ ہونے پر بحث کرتے ہوئے۔ آپ نے فرمایا:

"اب ہندوستان میں، جہاں ہر وقت آزادی مذہب کی ڈینگ ماری جاتی ہے، ہر روز نئے نئے مذہب حشرات الارض کی طرح پیدا ہو رہے ہیں۔ مرزا قادیانی کے دعویٰ پیغمبری کے بعد، کئی ایک پیروان مرزا نے پیغمبری کے دعوے کیے۔ مرزا قادیانی پہلے سیالکوٹ کی کچہری میں اہلمد ی کے عہدے پر ملازم تھا۔ وہاں سے مختار کاری کا امتحان دیا جس میں ناکامی ہوئی۔ پھر آہستہ آہستہ مریم عیسیٰ، مسیح مہدی، نبی، کل نبیوں کا نچوڑ، معاذ اللہ، خدا کا بیٹا، خدا کا پیدا کرنے والا وغیرہ پھر کرشن گوپال بن کر اس جہان سے سدھارا"۔

نیز سچے اور جھوٹے نبی کے درمیان موازنہ کرتے ہوئے آپ نے فرمایا:

1:۔ سچا نبی کسی استاد کا شاگرد نہیں ہوتا، اس کا علم لدنی ہوتا ہے۔ وہ روح قدس سے تعلیم پاتا ہے۔ بلاواسطہ اس کی تعلم و تعلیم خداوند قدوس سے ہوتی ہے۔ جھوٹا نبی اس کے برخلاف ہوتا ہے۔

2:۔ ہر سچا نبی اپنی عمر کے چالیس سال گزرنے کے بعد یکدم بحکم رب العالمین مخلوق کے روبرو دعویٰ نبوت کر دیتا ہے اور انی رسول اللہ کے الفاظ سے دعویٰ کرتا ہے بتدریج اور آہستہ آہستہ کسی کو درجہ نبوت نہیں ملا کرتا۔ جو نبی ہوتا ہے وہ پیدائش سے نبی ہوتا ہے۔ جھوٹا نبی اس کے برخلاف آہستہ آہستہ دعووں کے بعد نبوت کا دعویٰ کرتا ہے۔ پہلے محدث، مجدد ہونے کا دعویٰ کرتا ہے۔

3:۔ حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر حضور ختم الانبیاء ﷺ تک جتنے نبی ہوئے۔ تمام کے نام مفرد

تھے۔ کسی سچے نبی کا نام مرکب نہ تھے۔ برعکس اس کے جھوٹے نبی کا نام مرکب ہوا۔

4:۔ سچا نبی کوئی ترکہ نہیں چھوڑتا۔ سچا نبی اولاد کو محروم الارث نہیں کرتا۔ جھوٹا نبی ترکہ چھوڑ کے مرتا ہے اور اولاد کو محروم الارث کرتا ہے۔

(ماہنامہ "انوار الصوفیہ" قصور بابت اپریل مئی 1961ء صفحہ 33، ماہنامہ "ضیائے حرم" لاہور (ختم نبوت نمبر) دسمبر 1974ء صفحہ 45 "ایمان پرور یادیں" از مولوی اللہ وسایا مطبوعہ ملتان 1986ء صفحہ 36)

اعلان کے اختتام پر آپ نے مرزا قادیانی کے پیروکاروں کا تذکرہ کرتے ہوئے فرمایا۔

"مرزائی جو مرزا قادیانی کے پیرو ہیں، ختم نبوت کے قائل نہیں ہیں۔ اس طرح وہ حضور علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کے مدارج رسالت و نبوت میں کمی کرنے والے ہیں۔ یہ حضور ﷺ کے مدارج مرزا قادیانی کیلئے مانتے ہیں۔ پھر ان سے اہل سنت و جماعت کس طرح اتفاق کر سکتے ہیں؟ ہم نے انکو نہیں چھوڑا بلکہ وہ خود ہم سے علیحدہ ہو کر گمراہ ہو گئے۔ نہایت حیرت و استعجاب کی بات ہے کہ مرزائی خود سرکار دو عالم ﷺ کی غلامی کو چھوڑ کے اور کی غلامی اختیار کریں۔ اس پر بھی ان کو مسلمان سمجھا جائے! اتفاق تو وہ خود کرتے ہیں۔ جماعت ناجیہ کو خود انہوں نے چھوڑا۔ بمر جب فتویٰ اہل سنت و جماعت وہ خود دین اسلام سے منحرف ہو کر مرتد ہو گئے اور چاہ ضلالت میں جا گرے ہیں۔ بے وفائی تو انہوں نے خود کی جو راہ راست سے پھسل گئے۔ طوق غلامی نبی آخر الزمان ﷺ انہوں نے گلے سے اتار دیا۔ اس پر طرہ یہ کہ بعض نادان دوست ہم کو کہتے ہیں کہ ان سے اتفاق کرو۔ نا اتفاقی کے مرتکب وہ ہیں اور شکایت اُلٹی ہماری۔

گلہ ہم سے ہے بے وفائی کا
کیا طریقہ ہے آشنائی کا

(سیرت امیر ملت صفحہ 618-619، ملفوظات امیر ملت صفحہ 189 تا 191 خطبات آل انڈیا سنی کانفرنس 214,213)

انجمن خدام الصوفیہ ہند کے سیکرٹری جنرل خواجہ محمد کرم الٰہی ایڈووکیٹ نے 14 دسمبر 1928ء کو روزنامہ "سیاست" لاہور میں ایک بیان شائع کیا، جس میں تحریر کیا تھا کہ

"مرزا کی جماعت ابتداء سے حضرت قبلہ عالم روحی فداہ (حضرت امیر ملت) اور آپ کے غلاموں کی مخالفت پر کمر بستہ رہی ہے۔ 1926ء کے سالانہ جلسہ انجمن خدام الصوفیہ

کے موقع پر مرزا قادیانی کے چند معتقد علی پور شریف آئے۔ ان کی نیت فساد اور شرارت کی تھی۔ چنانچہ ان میں سے ایک نے مرزا کے اعتقادات اور الہامات کا ذکر کرنا شروع کر دیا۔ ایک مولوی صاحب نے جلسے میں مرزا کے اعتقادات کی تردید کی، ایمان کی حقیقت بیان کی اور مسئلہ ختم نبوت پر مکمل روشنی ڈالی۔ اس موقع پر حضرت قبلہ عالم امیر ملت نے اعلان فرمایا کہ "مرزا کے ایمان کو صحیح ثابت کرنے والے کو دس ہزار روپے انعام دیا جائے گا"۔ اس کے بعد سے سیالکوٹ کی مرزائی جماعت اور حضرت قبلہ عالم کے غلامان سیالکوٹ کے مابین اشتہار بازی ہوتی رہی ہے۔ اب ان کے مطالبہ پر ہم نے دس ہزار روپے امپیریل بنک سیالکوٹ میں جمع کرا کے اعلان کر دیا ہے اور دعوت دی ہے کہ مرزا بشیر الدین محمود، مرزا کے ایمان کو سچا ثابت کریں مگر مخالفین اس اعلان کے بعد سے خاموش ہیں۔ معلوم ہوتا ہے کہ سب کو سکتہ ہو گیا ہے۔ کوئی سامنے نہ آیا جو اپنا مدعا ثابت کر سکتا اور اتنا بڑا انعام حاصل کرتا"۔ (سیرت امیر ملت صفحہ 253)

مندرجہ بالا تفاصیل سے ظاہر ہوتا ہے کہ مرزا اور اس کے حواریوں کو کبھی بھی سامنے آ کر اپنا موقف اور عقیدہ ثابت کرنے کی جرأت نہ ہو سکی اور ہمیشہ حق کا بول ہی بالا رہا۔

حضرت امیر ملت قدس سرہ کی رد مرزائیت کی خدمات کا اعتراف خود انصاف پسند مرزائیوں نے بھی کیا ہے۔ آپ کے نبیرۂ اعظم، جوہر ملت حضرت سید اختر حسین شاہ (ف 1980ء) روایت فرماتے ہیں کہ "ایک بار ریل میں ایک مرزائی سینئر سب جج میرے ہم سفر تھا اس نے باتوں باتوں میں کہا کہ "ہندوستان میں تین طاقتوں نے بیک وقت اپنے اپنے عقائد کی تبلیغ کا کام شروع کیا تھا۔ (۱) انگریزوں نے عیسائیت کی (۲) مرزا نے اپنے مذہب کی اور (۳) شاہ صاحب (امیر ملت) نے دین حق کی تبلیغ شروع کی۔ انگریز کے پاس بہت زیادہ دولت، طاقت اور حکومت تھی۔ مرزا نے بھی چندہ جمع کر کے بڑی دولت جمع کر لی تھی اور تنخواہ دار مبلغین کی ایک مستقل جماعت قائم کی تھی اس کے برعکس شاہ صاحب اکیلے ہی سرگرم عمل تھے۔ آپ کے پاس کوئی سرمایہ بھی نہ تھا، آپ نے چندہ بھی نہیں جمع کیا اور مبلغین کی جماعت کو بھی ملازم نہیں رکھا مگر میں اپنے سیالکوٹ کے علاقے پر ہی غور کرتا ہوں تو نظر آتا ہے کہ بدوملہی کا صرف ایک زمیندار سدھ صاحب عیسائی ہوا ہے اور چوہدری عنایت اللہ، ترگ کا ذیلدار اور میرے والد صاحب اور صرف چند گھر گھٹیالیاں کے مرزائی ہوئے ہیں۔ علاقے کے باقی تمام لوگ جو لاکھوں کی تعداد میں ہیں، شاہ صاحب کے ہاتھ پر

بیعت ہوئے اور اپنے دین پر قائم رہے"۔

حضرت جوہر ملت: فرماتے ہیں کہ میں نے اس کی تقریر سن کر کہا کہ

"یہ اللہ کا دین ہے، جو کوئی اللہ کے بھروسے پر کام کرتا ہے اور اسباب ظاہر کا پابند نہیں ہوتا۔ اللہ تعالیٰ اسے کامیاب فرماتے ہیں"۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔

فان حزب الله هم الغالبون (المائدہ:56)

آگاہ رہو کے بے شک خدا کی جماعت ہی کو غلبہ حاصل ہوا کرتا ہے"۔

(سیرت امیر ملت صفحہ 253-254)

حضرت امیر ملت قدس سرہ کی ان بے مثال مذہبی اور دینی خدمات سے متاثر ہو کر حضرت صاحبزادہ سید فیض الحسن شاہ علیہ الرحمۃ (ف 1984ء) سجادہ نشین آلو مہار شریف نے یوں خراج تحسین پیش کیا تھا۔

"حضرت امیر ملت قبلہء عالم کی نوجوانی کے زمانے میں تمام ملک ہندوستان میں کفر و ظلمت کا دور دورہ تھا اور اسلام کو کسی ایسی اوالوالعزم ہستی کا انتظار تھا جو تاریکیوں کو مٹا کر نور ایمان سے دلوں کو روشن کر دے۔ کفر والحاد کا عقاب ہر طرف شکار کی تلاش میں سرگرم پرواز تھا۔ اور ڈرے سہمے کلمہ گو گوشہ نشینی میں عافیت سمجھ رہے تھے۔ اگر ایمان کی بجلی بھی گمراہی کے تاریک پردوں کو چاک کرتی، تو اپنی شپرہ چشمی کی وجہ سے خلقت اس روشنی سے فیض پانے سے محروم رہتی۔ عوام الناس عادات واخلاق اور اعمال وافعال کے لحاظ سے کفر میں ایسے رنگے ہوئے تھے کہ اسلامی شان وامتیاز سے یکسر بیگانہ تھے۔ غیر اسلامی رسوم وشعائر کو دین وایمان سمجھ بیٹھے تھے اور صبغۃ اللہ کے خداوندی رنگ کا ان کو احساس ہی نہ رہا تھا۔ کفر وشرک کے پجاری رشد وہدایت سے نبرد آزما تھے۔ اور ہندوستان سے اسلام کا نام مٹا دینے پر کمر بستہ۔ غرض پورا برصغیر شمال سے جنوب اور مشرق سے مغرب تک اسپین میں اسلام کے آخری دور سے مماثل نظر آتا تھا۔

ایسے وقت میں جبکہ روشیں ویران اور آبجوئیں خشک ہو چکی تھیں۔ کہ اچانک ابر رحمت نمودار ہوا۔ گلزار عالم میں آثار حیات ہویدا ہوئے۔ اس کا تقاطر بہار آفریں مردہ زمین کو حیات جاوداں بخشنے والا تھا۔ انسانیت کے پژمردہ چہرے پر رنگ شباب نکھرنے لگا۔ باد خزاں کے ہزیمت خوردہ درختوں کی عریاں شاخوں کو از سر نو خلعت برگ وبار عطا ہوا، کہ وہ آفتاب عالم طلوع ہوا۔ اس نیر اعظم نے شب وروز سفر کی صعوبتیں برداشت کر کے، ان

سرنگوں مسلمانوں کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر ان کو بینا اور روشن کر دیا۔ اور ان کے ظلمت کدوں میں پہنچ کر ان کے تاریک ترین گوشوں کو منور کر دیا۔ ان سیاہ ذروں کو تابندہ ستارے بنا دیا۔ اپنی تمازت عالمتاب سے پژمردہ دلوں کو گرمایا اور تازہ خون پیدا کیا۔ خوابیدہ احباب کو جگایا اور ہوشیار کیا۔ اور میدان عمل میں لا کھڑا کیا ان سے کام لیا۔ حالانکہ اس وقت نہ کوئی واعظ تھا نہ وعظ سننے والا، نہ جلسہ تھا نہ جلوس، نہ انجمن تھی اور نہ کارکن صرف حضرت امیر ملت قبلہ عالم ہی سب کچھ تھے اور آپ نے یک وتنہا احیاء دین کا بیڑا اٹھایا تھا"۔ ("سیرت امیر ملت" صفحہ 155,154)

ردمرزائیت کے بارے میں حضرت امیر ملت قدس سرہ کی خدمات جلیلہ کی چند جھلکیاں آپ نے ملاحظہ فرمائی ہیں آپ کی خدمات کا احاطہ کرنے کیلئے کئی دفتر درکار ہیں۔ برصغیر میں حضرت امیر ملت ہی وہ شخصیت ہے جس نے میدان عمل میں مرزائیت کا مقابلہ کر کے اس کا ناطقہ بند کیا۔ یہی وجہ ہے کہ مرزائی سب سے زیادہ دشمنی کا مظاہرہ بھی آپ کے ساتھ ہی کرتے تھے۔

مرزائی آپ سے اس حد تک مخالفت ومخاصمت رکھتے تھے کہ انہوں نے آپ کی مخالفت کا کوئی موقع بھی ہاتھ سے نہ جانے دیا۔ فتنہ ارتداد کے خطرناک موقع پر حضرت امیر ملت نے جو کارہائے نمایاں انجام دیئے تھے وہ تاریخ کا ایک روشن باب ہے۔ مذہب مرزائیہ نے اس فتنے میں حد درجہ بے غیرتی کا ثبوت دیا تھا اور اپنی معاندانہ کارروائیوں سے فساد کے اندر ایک اور فساد برپا کر دیا تھا۔ جو اسلامی جماعتیں شدھی کو روکنے میں سرگرم عمل تھیں۔ ان سب سے بدبخت مرزائیوں کی مخاصمت تھی لیکن خاص طور پر وہ حضرت امیر ملت کے دشمن تھے اور آپ کے ارسال کردہ مبلغین کیلئے مزاحمتوں کا سبب بنتے تھے مگر خدا کے فضل سے وہاں بھی ہر موقع پر ان کو شکست کا سامنا کرنا پڑا اور آپ کے مبلغین باوجود ان کی مخاصمت ومخالفت کے کامیابی سے ہمکنار ہوئے۔ ("سیرت امیر ملت" صفحہ 254)

الغرض حضرت امیر ملت قدس سرہ تادم واپسی مرزائیت کی تردید میں ہمہ وقت مشغول رہے۔ 1951ء میں آپ کی رحلت ہوئی اور 1953ء میں ملکی سطح پر تحریک ختم نبوت چلی۔ اس تحریک میں آپ کے فرزند اکبر اور سجادہ نشین اول سراج الملت حضرت پیر سید حافظ محمد حسین شاہ صاحب (ف 1961ء) سب سے چھوٹے صاحبزادے شمس الملت حضرت پیر سید نور حسین شاہ صاحب (ف 1978ء) اور جوہر ملت پیر سید اختر حسین شاہ صاحب (ف 1980ء) نے بھرپور کردار ادا کیا۔

1974ء میں جب "تحریک ختم نبوت" ساحل کامیابی سے ہمکنار ہوئی، ملک کے سب سے

بڑے بااختیار ادارے قومی اسمبلی نے مرزائیوں کو غیر مسلم قرار دے دیا تو میں نے چشم تصور سے دیکھا کہ حضرت امیر ملت قدس سرہ کی روح انور اس دن خوشی سے پھولے نہ سماتی تھی اور اپنی اولاد امجاد سے ارشاد فرما رہی تھی کہ۔

"میرے بیٹو! میں نے زندگی بھر حق وصداقت کا ساتھ دیا ہے اور جابر سے جابر سلطان کے سامنے کلمہ حق کہنے سے کبھی گریز نہیں کیا۔ لہٰذا تم ہر اس تحریک کو کچل دو، ہر اس جماعت کے خلاف جہاد کرو اور ہر اس شخص کو کیفر کردار تک پہنچا دو جو ختم نبوت پر یقین نہیں رکھتا اور جو جناب رسالت مآب ﷺ کی نبوت پر ڈاکے ڈالتا ہے۔

میرے بچو! تم پر تحفظ ختم نبوت کا دوہرا فرض ہے کیونکہ تم امت رسول ﷺ ہو اور آل رسول ﷺ بھی۔ جاؤ میدان عمل میں نکل کر ہر اس ہاتھ کو قلم کر دو جو توہین رسالت کیلئے اٹھتا ہے۔ ہر اس زبان کو کاٹ کر رکھ دو جو گستاخی رسول ﷺ کیلئے کھلتی ہے اور ہر اس تنظیم کو ملیامیٹ کر دو جس کا مقصد "دہر میں اسم محمد ﷺ سے اجالا کرنا" نہیں ہے۔

اٹھو! کمر ہمت باندھ کر نعرۂ تکبیر ورسالت بلند کرنے کیلئے تن من دھن کی بازی لگا دو، میری دعائیں تمہارے ساتھ ہیں"۔

حضرت امیر ملت قدس سرہ کے اس ارشاد گرامی پر عمل کرنے کیلئے تمام صاحبزادگان نے اپنی زندگی وقف کر رکھی ہے۔ اس وقت حضور فخر ملت حضرت پیر سید حافظ محمد افضل حسین شاہ صاحب سجادہ نشین، میدان عمل میں مصروف کار ہیں اور دنیائے اسلام کو صرف ایک ہی درس دے رہے ہیں کہ

قوت عشق سے ہر پست کو بالا کر دے
دہر میں اسم محمد ﷺ سے اجا کر دے

(اقبال)

عرفان محمود برق (نومسلم، سابق قادیانی)

قادیانیوں کا جشن صد سالہ خلافت جوبلی اوراُن کے شاطر خلفاء

قادیانیوں کا جھوٹا نبی مرزا غلام احمد قادیانی 26 مئی 1908 کو لاہور میں برانڈرتھ روڈ کی احمدیہ بلڈنگ میں لیٹرین کے اندر نقد جان ہار کر وادیٔ جہنم میں پہنچ گیا۔ مرزا قادیانی کے غلیظ مشن کو چلانے کے لئے اُس کے چیلے چانٹوں نے قادیان کے اندر ایک جعلی خلافت کی بنیاد رکھی۔ قادیانیوں کے پہلے خلیفہ حکیم نورالدین کے مرنے کے بعد خلافت کی گٹھڑی مرزا قادیانی کے خاندان میں مستقل طور پر منتقل ہوگئی۔ جواب مرزا مسرور احمد قادیانی کی صورت میں قائم ہے۔ 26 مئی 2008ء کے بعد قادیانی اپنی اس خلافت کے سو سال پورے ہونے کی خوشی میں 2008ء کا سال پورا ہونے تک ''صد سالہ جشن خلافت جوبلی'' منانا چاہتے ہیں۔ اور پوری دنیا میں یہ پراپیگنڈہ کرنا چاہتے ہیں کہ قادیانیت ہی صحیح اسلام ہے اور قادیانیوں کے خلفاء نے اس سو سال میں اسلام کا بڑا بول بالا کیا ہے (نعوذ باللہ)۔

قادیانی کافی عرصہ سے ''جشن صد سالہ خلافت جوبلی'' کو منانے کے لئے تگ و دو کر رہے ہیں کبھی اپنے چینل M.T.A پر اس حوالے سے مختلف نشریات پیش کی جارہی ہیں تو کبھی اپنے رسائل و جرائد میں اس کی کامیابی کے لئے دعائیں بتائی جارہی ہیں۔ مثال کے طور پر قادیانیوں کے رسالے ''ماہنامہ انصاراللہ'' ربوہ کے جنوری 2008ء کے شمارے میں ''خلافت احمدیہ صد سالہ جوبلی 2008ء کے لئے دعائیں اور عبادات کے عنوان سے مختلف دعائیں لکھیں ہیں جن میں ایک دعا یہ بھی ہے کہ

''ربنا افرغ علینا صبرا و ثبت اقدامنا و انصرنا علی القوم الکفرین
اے ہمارے رب! ہم پر صبر نازل کر اور ہمارے قدموں کو ثبات بخش اور کافر قوم کے خلاف ہماری مدد کر۔''

قادیانی چونکہ خود کو مسلمان کہتے ہیں اور تمام اُمت مسلمہ کو کافر کہتے ہیں اس لئے یہاں ان کی

کافر قوم سے مراد تمام اُمت مسلمہ ہے۔ (نعوذ باللہ) اس دُعا کو ہر قادیانی کو روزانہ کم از کم 11 مرتبہ پڑھنے کی تلقین کی گئی ہے تا کہ نفسیاتی طور پر ان کے دلوں میں مسلمانوں کے بارے میں نفرت پیدا ہو۔

قادیانیوں کا پانچواں خلیفہ مرزا مسرور احمد قادیانی برطانیہ کے اندر ''حدیقۃ المہدی'' کے مقام پر اس جشن کو بہت بڑے جلسے کی صورت میں 2008ء 26 مئی کے بعد کرنے کا اعلان کر چکا ہے۔ جس کے شرکاء کی تعداد کا اندازہ ایک لاکھ سے زائد لگایا گیا ہے۔ لیکن باوثوق اطلاع کے مطابق حکومت برطانیہ نے جماعت مرزائیہ کو تحریری حکم نامہ جاری کیا ہے جس میں ''حدیقۃ المہدی'' میں ہر قسم کے اجتماع کی ممانعت تا حکم ثانی ہے۔ ''نوٹس کے تحت جماعت کو حکم دیا گیا ہے کہ 2008ء میں جماعت اپنا سالانہ جلسہ ''حدیقۃ المہدی'' میں قطعی منعقد نہیں کر سکتی مزید برآں اس اراضی پر کسی قسم کا بھی اجتماع نہیں ہو سکتا۔

مرزا مسرور احمد قادیانی سر توڑ کوشش کر رہا ہے کہ حدیقۃ المہدی کے علاقے کے باسیوں کو کسی طرح رام کر سکے اور مقامی انتظامیہ کو یقین دلانے میں کامیاب ہو جائے کہ جماعت کے کسی بھی اجتماع سے آئندہ انہیں کوئی تکلیف نہ ہوگی اور وہ ہر وعدہ کرنے کو تیار ہے۔ وہ چاہتا ہے کہ اگر اُسے مستقل نہیں تو صرف ایک بار ہی یعنی 2008ء کے اجتماعات منعقد کر لینے دیئے جائیں تا کہ وہ ندامت اور شرمندگی سے بچ جائے۔ مگر جس کے مقدر میں قدرت ذلت اور رسوائی لکھ دے اُسے کون بدل سکتا ہے۔

اطلاع کے مطابق جماعت نے ساتھ ہی ساتھ نئی جگہ کی تلاش بھی شروع کر دی ہے۔ مگر سوال یہ ہے کہ وہ کون لوگ ہیں اور اُن کے کیا مفادات ہیں جو اس طرح کی جگہیں بغیر سوچے سمجھے بغیر مکمل تحقیق و اجازت کے خریدنے کا مشورہ دیتے ہیں؟ کیا مسرور کے گرد ایسے لوگوں کا دائرہ وسیع ہے جو جماعت کے مفاد کی بجائے اپنے مفادات کو ترجیح دیتے ہیں؟

اب صد سالہ خلافت جوبلی کے پروگرام کہاں اور کیسے ہوں گے؟ کیا وہ پروگرام اب کسی اور ملک یا جگہ پر ہونگے یا ہونگے ہی نہیں؟ کیا اب حدیقۃ المہدی ایک ذاتی جائیداد ہوگی یا اسے فروخت کیا جائے گا یا اس میں بھیڑ بکریوں کی فارمنگ ہوگی؟ قادیانیو! تم اس ممانعت کو اپنی کس کوتاہی، جہالت یا گناہ سے تشبیہ دو گے؟

امریکہ میں بھی قادیانی جماعت، ریاست میری لینڈ میں ایک جگہ جس کا رقبہ تقریباً 224 ایکڑ کے قریب ہے کو خریدنے کی کوشش کر رہی ہے۔ مگر اُس علاقے (Walkersville) کے باسی پوری کوشش کر رہے ہیں کہ جماعت وہ جگہ خرید نہ سکے کیونکہ انہیں خدشہ ہے کہ قادیانیوں کے اجتماعات کی وجہ سے اُن کے سکون اور معمولات زندگی میں ہلچل پیدا ہوگی۔

قادیانیوں کے خلفاء کے شرمناک کردار کی چند جھلکیاں:

قادیانیو! یہاں سوچنے کی بات ہے کہ مرزا فیملی آخر کیوں اتنی بڑی بڑی جائیدادیں خرید رہی ہے؟ حالانکہ تمہارا تو ایمان ہے کہ قادیانیت نے ہی پوری دُنیا میں چھا جانا ہے، قادیانیت کی ہی دُنیا پر حکومت اور غلبہ ہوگا (نعوذ باللہ)۔ تو پھر ان زمین کے بڑے بڑے قطعوں کو خریدنے کا کیا جواز ہے۔ مرزا فیملی کے پاس؟

کچھ عرصہ قبل مرزا مسرور احمد قادیانی کا خطبہ جُمعہ سُنا جس میں مایوسی اور دُکھ کی جھلک نمایاں تھی۔ اُس کے خطبے اور آواز سے اس بات کا واضح ثبوت مل رہا تھا کہ وہ مرزا خاندان کے اقتدار کے لئے خلافت کا نام لے کر بھیک مانگ رہا ہے۔ اُس کے الفاظ سے قادیانیوں کے خلافت یا مرزا فیملی کے بارے میں جو شکوک اور سوالات ذہنوں میں پیدا ہو رہے ہیں اُن کی جھلک صاف محسوس ہو رہی تھی اور وہ خلافت کا واسطہ دے کر قادیانیوں سے یہ وعدہ لینا چاہ رہا تھا کہ وہ مرزا فیملی کے اقتدار کو دوام بخشیں۔ یہ بڑی بڑی جائیدادیں جلسہ گاہوں اور مرزاڑوں (قادیانی عبادت گاہوں) کے نام پر خریدنا بھی ایک دھوکہ ہے جو سادہ لوح اور عقل کے اندھے قادیانیوں کو یہ خاندان دے رہا ہے، دراصل یہ مرزا خاندان دُنیا کے اُن اُمراء میں شامل ہونا چاہتے ہیں جن کو دُنیا ارب پتی کہتی ہے۔

لیکن قادیانیوں کی ایسی مت ماری گئی ہے کہ مرزا قادیانی سے لے کر ان کے پانچویں خلیفہ مرزا مسرور احمد تک سب کا بھیانک کردار ان کے سامنے ہونے کے باوجود یہ قادیانی خلافت کا صد سالہ جشن منانا چاہتے ہیں۔ یہ جانتے ہیں کہ قادیانی رائل فیملی اور قادیانی خلفاء ان کی بہنوں، بیٹیوں اور ماؤں کے ساتھ بدکاریاں کرتے رہے، انھیں خود ساختہ قوانین کی چکیوں میں پیستے رہے، ان گنت چندوں کی رائفل سے انھیں چھلنی کرتے رہے، ان پر ظلم و بربریت کے پہاڑ توڑے جاتے رہے۔ ایک ہی حرکت اپنے لیے جائز وحلال اور ان کے لئے ناجائز وحرام قرار دیتے رہے۔ ذرا سی لغزش پر جماعت سے نکالے جانے اور قتل کی دھمکیاں دیتے رہے۔ لیکن پھر بھی یہ بے حس طبقہ اپنی زبان کھولنا گناہ عظیم سمجھتا ہے۔

قادیانیوں کا تصور خلافت:

قادیانیوں کا مرزا خاندان اور قادیانی خلفاء کے بارے میں اُن کی ہر طرح کی خباثتیں دیکھنے اور جاننے کے باوجود بھی اعتراض نہ کرنے اور ''صد سالہ جشن خلافت جوبلی'' منانے کی ایک بڑی وجہ یہ بھی ہے کہ قادیانیوں کے شاطر خلفاء نے ان کے دماغوں میں یہ بات ڈالی ہوئی ہے کہ ''خلیفہ خدا بناتا ہے'' اس لئے خلیفہ کی کسی بھی حرکت، قول وفعل پر اعتراض کرنا خدا پر اعتراض کرنا ہے۔ قادیانیوں کے پہلے

خلیفہ حکیم نورالدین نے اپنی ایک تقریر میں کہا تھا۔

"دیکھو! میں خلیفۃ المسیح ہوں۔ اور خدا نے مجھے بنایا ہے۔ میری کوئی خواہش اور آرزو نہ تھی۔ اور کبھی نہ تھی۔ اب خدا تعالیٰ نے مجھے یہ ردا پہنا دی ہے میں ان جھگڑوں کو ناپسند کرتا ہوں سخت ناپسند کرتا ہوں۔ میں نہیں چاہتا کہ تم میں ایسی باتیں پیدا ہوں۔ جو تنازعہ کا موجب ہوں۔۔۔"

(بدر 25 جنوری 1916ء)

اب خدا تعالیٰ نے جو چاہا۔ کیا اس میں نہ تمہارا کچھ بس چلتا ہے اور نہ کسی اور کا۔ اس لئے تم ادب سیکھو۔ کیونکہ یہی تمہارے لئے بابرکت راہ ہے۔ خلیفہ بنانا انسان کا کام نہیں۔ یہ خدا تعالیٰ کا کام ہے۔ اللہ تعالیٰ نے چار خلیفے بنائے ہیں۔ آدم کو، داؤد کو۔ پس مجھے اگر خلیفہ بنایا ہے تو خدا نے بنایا ہے۔ اور اپنے مصالحہ سے بنایا۔ ہاں تمہاری بھلائی کے لئے بنایا ہے۔ خدا تعالیٰ کے بنائے ہوئے خلیفہ کو کوئی طاقت معزول نہیں کر سکتی۔ جھوٹا ہے وہ شخص جو کہتا ہے کہ ہم نے خلیفہ بنایا۔ مجھے یہ لفظ ہی دکھ دیتا ہے۔ جو کسی نے کہا کہ پارلیمنٹوں کا زمانہ ہے۔ دستوری حکومت ہے۔ ایران اور پرتگال میں بھی دستوری ہو گئی ہے۔ ترکی میں پارلیمنٹ مل گیا۔ میں کہتا ہوں وہ بھی توبہ کر لے جو اس سلسلہ کو پارلیمنٹ اور دستوری سمجھتا ہے۔ کیا تم نہیں جانتے کہ ایران کو پارلیمنٹ نے کیا سکھ دیا۔ اور دوسروں کو کیا فائدہ پہنچایا ہے۔ ترکی کو پارلیمنٹ کے بعد کیا نیند آئی ہے؟ ایرانیوں نے کیا فائدہ اٹھایا۔۔۔۔ میں تمہیں پھر یاد دلاتا ہوں کہ قرآن مجید میں صاف طور پر لکھا ہے کہ اللہ ہی خلیفے بنایا کرتا ہے۔ یاد رکھو کہ آدم کو خلیفہ بنایا۔ تو کہا۔ انی جاعل فی الارض خلیفة۔ فرشتے اس پر اعتراض کر کے کیا فائدہ اٹھا سکے۔ تم قرآن میں پڑھو۔ جب فرشتوں کی یہ حالت ہے۔ اور انہیں بھی سبحانك لا علم لنا کہنا پڑا۔ تو تم مجھ پر اعتراض کرتے ہو اپنا منہ دیکھ لو۔۔۔ پس میری سنو اور خدا کے لئے سنو! اس کی بات ہے جو میں سناتا ہوں۔ میری نہیں۔۔۔ واعتصموا بحبل الله جميعا ولا تفرقوا۔"

(قادیانی اخبار بدر یکم فروری 1913ء۔ ماہنامہ انصاراللہ ربوہ مئی 2008ء صفحہ 5)

آپ اندازہ کیجئے! کہ کس طرح قادیانیوں کی برین واشنگ کی جاتی ہے ان کے دل و دماغ کو کیسے اپنی مٹھی میں لیا جاتا ہے۔ خلیفۂ قادیان حکیم نورالدین مرتد کس بے باکی اور بے شرمی سے اپنی خلافت کو حضرت آدم نبی اللہ علیہ السلام کی نبوت و خلافت سے ملا رہا ہے۔ اور اپنی ذات پر اعتراض کرنے والے مرزائیوں کو کتنی سختی سے روک رہا ہے۔ اور یہ تاثر دے رہا ہے کہ میں جو کچھ بھی کہتا یا کرتا ہوں وہ بالکل

درست ہے۔ خدا کی طرف سے ہے لہٰذا مجھ پر اعتراض خدا پر اعتراض ہے۔

بے شرم بھی دیکھے اس جہاں میں بہت

سب پر سبقت لے گئی بے حیائی آپ کی

یہاں یہ بھی یاد رہے کہ قادیانی اپنے عیاش اور بدکار خلفاء کو خلفاء راشدین کہتے ہیں۔ اس لئے اپنے پہلے خلیفہ حکیم نور الدین مرتد کو یہ خلیفہ اوّل حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ مانتے ہیں۔ (نعوذ باللہ)

مرزا قادیانی کا بیٹا مرزا بشیر احمد اپنی کتاب ''سیرت المہدی'' میں لکھتا ہے۔

''خاکسار عرض کرتا ہے کہ مجھ سے ہماری ہمشیرہ مبارکہ بیگم صاحبہ نے بیان کیا ہے کہ جب حضرت صاحب (مرزا قادیانی) آخری سفر میں لاہور تشریف لے جانے لگے تو آپ نے ان سے کہا کہ مجھے ایک کام درپیش ہے۔ دعا کرو اور اگر کوئی خواب آئے تو مجھے بتانا۔ مبارکہ بیگم نے خواب دیکھا کہ وہ چوبارہ پر گئی ہیں اور وہاں حضرت مولوی نور الدین صاحب ایک کتاب لئے بیٹھے ہیں اور کہتے ہیں کہ دیکھو اس کتاب میں میرے متعلق حضرت صاحب کے الہامات ہیں اور میں ابوبکر ہوں اور دوسرے دن صبح مبارکہ بیگم سے حضرت صاحب (مرزا قادیانی) نے پوچھا کہ کیا کوئی خواب دیکھا ہے؟ مبارکہ بیگم نے یہ خواب سنایا تو حضرت صاحب نے فرمایا یہ خواب اپنی اماں کو نہ سنانا۔ مبارکہ بیگم کہتی ہیں کہ اس وقت میں نہیں سمجھتی تھی کہ اس سے کیا مراد ہے۔''

(سیرت المہدی، جلد سوئم صفحہ 37)

قادیانیو! افضل البشر بعد از انبیاء حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ تو اپنے خطبہ خلافت میں یہ ارشاد فرماتے ہیں۔

''اگر میں ٹھیک کام کروں تو میری مدد کیجئے۔ اور اگر غلط کام کروں تو مجھے سیدھا کیجئے''

اور یہ جھوٹے مدعی نبوت، قادیان کی نالی کے کیڑے مرزا قادیانی کا بدکار مرتد خلیفہ جو خود کو صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کہتا ہے۔ (نعوذ باللہ)۔ مرزائی ذریت کو یہ سبق دے رہا ہے کہ میں جو چاہے مرضی کروں تم نے مجھ پر اعتراض بالکل نہیں کرنا۔

لیکن کچھ عرصہ سے اکثر قادیانیوں میں اس شعور کی فضا قائم ہو رہی ہے کہ وہ اپنے مامور من اللہ خلیفہ کی حرکات و سکنات کا دل ہی دل میں تنقیدی جائزہ لے رہے ہیں اور ہدایت بھی ایسے لوگوں سے دور نہیں کچھ عرصہ قبل پتوکی ضلع قصور کے ایک قادیانی سیف الحق کو اللہ تعالیٰ نے ہدایت دی اور وہ قادیانیت سے تائب ہو کر مسلمان ہو گیا۔ سیف الحق صاحب اپنے قبول اسلام کی وجہ بیان فرماتے

ہوئے قادیانی خلیفہ کے بارے میں کہتے ہیں۔

''قادیانی جماعت کے خلیفہ کی سب سے بڑی پرابلم یہ ہے کہ وہ اپنے آپ کو جواب دہ محسوس نہیں کرتا۔ اس جماعت کے پاس سب سے بڑا ہتھیار جو ایٹم بم سے بھی زیادہ خطرناک ہے۔ وہ ہے جواب دہی سے بریت۔ ہر طبقہ کے احتساب کے لئے ایک ضابطہ ہے لیکن قادیانی جماعت کا سربراہ مادر پدر آزاد اور بے لگام ہے۔ میں ان لوگوں کے لئے خطرہ ہوں جو نام نہاد اولی الامر بنے بیٹھے ہیں۔ اور مخلوق خدا کو متکبرین کی طرح جبر اور تشدد کا نشانہ بنا رہے ہیں اور احبار اور راہبوں کی طرح مخلوق خدا کے اموال کو ہضم کر رہے ہیں اور جو لوگ ان کی نام نہاد سچائی کو للکارتے ہیں انہیں وہ اپنا دشمن سمجھتے ہیں۔''

(قادیانیت سے اسلام تک صفحہ 126)

اسی طرح ایک اور نو مسلم سابق قادیانی مرزا محمد سلیم اختر صاحب جو کہ پہلے قادیانیوں کے بڑے سرگرم مبلغ تھے اور 1974ء میں قادیانیوں کی طرف سے جو وفد پاکستان نیشنل اسمبلی میں پیش ہوا۔ اس کے ممبر بھی تھے آپ قادیانی خلیفہ کے کردار کے بارے میں فرماتے ہیں۔

''جس طرح بیگار کیمپ میں کسی نو گرفتار کو بے دست و پا کر دیا جاتا ہے اسی طرح جامعہ احمدیہ (ربوہ) چناب نگر میں بھی ہوتا ہے۔ طلباء کو بعض امتحانات کے لئے خلیفہ صاحب سے اجازت لینی پڑتی ہے۔ اور خلیفہ صاحب کی پوری کوشش ہوتی ہے کہ کوئی طالب علم پڑھ لکھ کر کارآمد وجود نہ بن جائے۔ اس لئے وہ اس راہ میں سد سکندری بن کر حائل ہو جاتے ہیں۔ مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ بعض طلباء نے خفیہ طور پر بعض امتحانات دیے تو ان سے بازپرس کی گئی۔ گویا علم حاصل کرنا بھی ایک جرم ہے۔ خلیفہ صاحب کا اصل مقصد یہ ہوتا ہے کہ یہ لوگ صرف ہماری دہلیز پر ہی جبہ سائی کرتے رہیں اور اپنی معیشت استوار کر کے معاشرہ میں باوقار زندگی گزارنے کے قابل نہ ہو سکیں۔''

یہی وجہ ہے کہ جب کسی مبلغ کو خلیفہ صاحب کی طرف سے سزا ملتی ہے تو اسے معافی مانگنے کے سوا کوئی چارہ کار نظر نہیں آتا۔ کیونکہ جو علم کلام اس نے پڑھا ہوتا ہے۔ مارکیٹ میں اس کی کوئی قیمت نہیں ہوتی۔ وفات مسیح ثابت کرنے پر ایک قادیانی جماعت ہی ہے جو ڈیڑھ سو روپیہ دیتی ہے۔ دوسرے لوگوں کو اس مسئلے کی ضرورت ہی نہیں ہے اور اسے خود بھی اچھی طرح یہ احساس ہوتا ہے کہ عمر کا قیمتی حصہ تو میں یہاں تباہ کر چکا ہوں۔ اب جاؤں کہاں؟ اپنے معاشرہ سے مصاہرت و مناکحت کے رشتے وہ پہلے ہی توڑ چکا ہوتا ہے اور ان کی تکلیف و اذیت پر استہزا کرنا اس کا معمول بن چکا ہوتا ہے۔ ایک شخص کو نبی

مان کر جس معاشرہ کے افراد کو وہ کافر اور دائرہ اسلام سے خارج اور ان کے پیچھے نماز اور جنازہ تک حرام سمجھتا ہے۔ ان کے ساتھ تعلق رکھنا، وہ کس طرح گوارا کر سکتا ہے؟ ناچار سدھائے ہوئے پرندے یا جانور کی طرح واپس آنے کا سوچتا ہے اور جب یہ ''محبوب ہزار شیوہ'' بھی اسے منہ نہیں لگاتا تو اسے زمین و آسمان گھومتے نظر آتے ہیں۔ ناچار وہ خلافت کی چوکھٹ پر سر ڈال دیتا ہے اور اس کا یہ معافی مانگنا خلیفہ صاحب کا معجزہ بن جاتا ہے کہ انھوں نے اپنی روحانیت کے زور پر اس بے کس کے کس بل نکال دیئے ہیں۔ ان مبلغین کو عمر بھر نان جویں کا محتاج رکھا جاتا ہے تاکہ یہ کہیں بھاگ نہ جائیں اور ان کی بے کسی سے فائدہ اٹھا کر ان کو سؤروں سے تشبیہ دی جاتی ہے اور ایسا اس لئے کیا جاتا ہے کہ کسی طرف جانے کے قابل ہی نہیں ہوتے اور اگر خلیفہ صاحب انھیں آزاد بھی کر دیں تو وہ خلافت کی ڈگڈگی بجانے پر سدھائے ہوئے، پھر وہیں آجاتے ہیں۔

اگر یہ لوگ دین دار ہوتے تو دین کی خاطر زندگی وقف کرنے والے ان میں سب سے زیادہ معزز ومکرم ہوتے۔ مگر خلیفہ صاحب ان کو مزید رسوا کرنے کے لئے انھیں ایسے امیروں کی نگرانی میں دے دیتے ہیں جو خلیفہ کی تعلی کو تجلی سمجھ کر اس پر واہ واہ کے ڈونگرے برسانے کے سوا کچھ نہیں جانتے۔ جس سے ان کی زندگی ایک مستقل عذاب بن جاتی ہے اور وہ ہر وقت ایک دوزخ میں پڑے رہتے ہیں۔ خلیفہ ربوہ کے نزدیک واقف زندگی کی وقعت ایک کوڑی کے برابر بھی نہیں۔ ہاں جو انھیں سینکڑوں ہزاروں روپے نذرانہ پیش کرے، خواہ رشوت لے کر ہی دے، وہ مخلصین کے زمرہ میں شامل ہو جاتا ہے۔

خلیفہ صاحب نے ''امور عامہ'' اور ''کار خاص'' دو شعبے قائم کئے ہوئے ہیں۔ جو ہر صبح ومساء لوگوں کی ''بداعمالیوں'' کی رپورٹ انھیں پہنچاتے رہتے ہیں۔ یوں سمجھئے کہ وہ نازی گسٹاپو ہے، جس سے ہر آدمی ہر وقت لرزہ براندام رہتا ہے کہ ابھی میری رپورٹ ہوئی اور میں ''ثریا سے تحت الثریٰ'' میں گرا، بیوی خاوند کے خلاف اور بچے باپ کے خلاف رپورٹیں کرتے رہتے ہیں۔ تاکہ خلیفہ صاحب کے عتاب سے مامون رہیں۔ خلیفہ کے اس گسٹاپو نے تمام لوگوں کا ذہنی اور قلبی سکون برباد کر کے رکھ دیا ہے۔ اس گسٹاپو کے پاس ایک فنڈ ہوتا ہے جسے ربوہ کی دفتری زبان میں غ۔م۔ا۔جی۔ایم یعنی غیر معمولی فنڈ کہتے ہیں۔ اس میں سے لاکھوں روپے سیاسی و غیر سیاسی مخصوص ''مقاصد'' کے حصول کے لئے خرچ کر دیئے جاتے ہیں۔ اس فنڈ کو کوئی آڈیٹر چیک نہیں کر سکتا۔ ہزار ہا روپیہ گورنمنٹ کے دفاتر میں کام کرنے والوں کو بطور ''نذرانہ'' پیش کیا جاتا ہے، تاکہ اگر ان کے خلاف گورنمنٹ کوئی کارروائی کر رہی ہو، تو وہ انھیں مطلع کر دیں۔

اس تعلق میں ایک واقعہ سماعت فرمائیے۔ گورنمنٹ کی طرف سے ربوہ میں سی۔آئی۔ڈی کا ایک

آدمی متعین تھا۔ اس نے ربوہ والوں کے خلاف گورنمنٹ کو کوئی رپورٹ بھجوائی۔ چند دنوں بعد ربوائی تھانیدار عبدالعزیز بھانبڑی نے اپنے دفتر میں اسے چائے پر مدعو کیا اور اس کی اصل رپورٹ میز پر رکھ کر کہا کہ یہ رپورٹ آپ نے گورنمنٹ کو ارسال کی تھی۔ وہ ملازم آدمی تھا۔ ان سے ایسا خوف زدہ ہوا کہ آئندہ اس نے ان کے خلاف رپورٹ بھجوانا ہی ترک کر دیا۔ اس سے آپ اندازہ فرما سکتے ہیں کہ ''تبلیغ اسلام'' کے نام پر حاصل کیا جانے والا چندہ کن ''کارہائے خیر'' میں صرف کیا جاتا ہے۔

صمدانی ٹریبونل میں چودھری امیر الدین نامی ایک قادیانی نے پیش ہو کر کہا کہ خلیفہ صاحب ہمارے فنڈز خورد برد کرتے ہیں۔ قادیانیوں کے وکیل اعجاز حسین بٹالوی نے اس سے سوال کیا کہ آپ کے پاس اس کا کیا ثبوت ہے کہ خلیفہ صاحب آپ کے فنڈز خورد برد کرتے ہیں؟ اس نے جواب دیا کہ ہم لوگ تبلیغ اسلام اور اشاعت قرآن کے لئے چندہ دیتے ہیں۔ ظاہر ہے کہ جس غرض کے لئے چندہ دیا جائے۔ وہ اسی جگہ پر خرچ ہونا چاہئے۔ مگر خلیفہ صاحب نے اس چندہ میں ہزاروں روپیہ آپ کو فیس دے دی ہے۔ کیا ہم نے آپ کو فیس دینے کے لئے چندہ دیا تھا۔ یہ خورد برد نہیں تو اور کیا ہے۔ اعجاز صاحب ایسے چپ ہوئے کہ پھر بول نہ سکے۔

ناگفتنی، گفتنی:

مجھے جامعہ احمدیہ میں داخل ہوئے ابھی تھوڑا ہی عرصہ گزرا تھا کہ میاں محمود صاحب کے ایک صاحبزادے نے، جو آج کل ''شعائر اللہ'' میں سے ہیں، ایک ایسے فعل کا ارتکاب کیا، جس پر شرعی حد واجب ہوتی ہے۔ اس نے خود تحریری طور پر اپنے جرم کا اعتراف بھی کیا اور اس کی رپورٹ ایک ''خالد احمدیت'' نے اپنے ریمارکس کے ساتھ خلیفہ صاحب کی خدمت میں پیش کی۔ رپورٹ کنندہ کو خلیفہ صاحب نے ایسی جھاڑ پلائی کہ اس کی آئندہ نسلیں بھی توبہ کر اٹھیں اور ساتھ ہی یہ بھی کہا کہ چونکہ یہ معاملہ میرے بیٹے کا ہے۔ اس لیے میں اسے محکمہ قضا کے سپرد کرتا ہوں۔ محکمہ قضا والے ''خالد احمدیت'' کی درگت بنتے دیکھ چکے تھے۔ پھر وہ خلیفہ صاحب کے ملازم بھی تھے۔ خلیفہ صاحب کے ایک اشارے سے ان کی قضا آجاتی تھی۔ انھوں نے ہمارے بعض اساتذہ کو محکمہ قضا میں بلوایا کہ وہ اس معاملہ کی شہادت دیں۔ کس کی جرأت تھی کہ شہادت دیتا اور محکمہ قضا کی کیا طاقت تھی کہ خلیفہ صاحب کے صاحبزادے کے خلاف فیصلہ کرتا۔ لہٰذا یہ معاملہ یونہی رفع دفع کر دیا گیا اور اس کا کچھ بھی فیصلہ نہ ہوا اور صاحبزادے صاحب اس ''کارخیر'' کے بعد اپنے ''حضور'' ہی کی کار میں فراٹے بھرنے لگے۔

ہم یہ سمجھے تھے کہ غالب کے اڑیں گے پرزے
دیکھنے ہم بھی گئے تھے، پر تماشا نہ ہوا

(قادیانیت سے اسلام تک)

قادیانی خلفاء کی مزید بداعمالیاں اور بھیانک کردار:

میں یہاں قادیانی خلفاء کے مزید بھیانک کردار اور ان کی بداعمالیاں پیش کر کے سادہ لوح قادیانیوں کو یہ دعوتِ فکر دینا چاہتا ہوں کہ وہ جتنی تگ ودو پیسہ اور وقت قادیانی خلافت کے صد سالہ جشن پرصرف کرنا چاہتے ہیں وہ اس سے کسی قدر کم محنت یہ سوچنے پر وقف کر دیں کہ مرزا غلام احمد قادیانی جسے وہ اللہ کا نبی اور رسول مانتے ہیں اور اس کے پانچوں خلیفہ جنھیں وہ خدا کی طرف سے مانتے ہیں۔ انھوں نے اسلام اور قادیانیوں پر کیا کیا ستم کیے، اُن کا بھیانک کردار کیا تھا اور ان کا عبرتناک انجام کیا ہوا تو یقیناً ہدایت ان سے دور نہیں۔

حق پہ رہ ثابت قدم باطل کا شیدائی نہ بن
گر تجھے ایمان پیارا ہے تو مرزائی نہ بن

قادیانی خلیفہ اول حکیم نور الدین مرتد:

جناب محمد متین خالد صاحب لکھتے ہیں۔

26 مئی 1908ء کو مرزا قادیانی کے عبرتناک موت مرنے کے بعد حکیم نور الدین قادیانیوں کا پہلا خلیفہ بنا اور چھ سال تک خلافت کی گدی پر بیٹھ کر اپنی آمریت کا سکہ چلاتا رہا۔ اور قادیانیوں کو بے وقوف بناتا رہا۔ اس نے قادیانیوں کو شروع سے ہی یہ تاثر دے دیا تھا کہ میں خدا کی طرف سے ہوں۔ قادیانی رسالہ ریویو آف ریلیجنز قادیان صفحہ 234 نمبر 6 جلد 14 پر حکیم نور الدین کا یہ بیان لکھا ہے کہ:

"میں (نور الدین) خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ مجھے خدا ہی نے خلیفہ بنایا۔ سو اب کسی میں طاقت ہے کہ وہ اس خلافت کی ردا کو مجھ سے چھین لے۔ اللہ تعالیٰ کی مشیت نے چاہا اور مصالح سے چاہا مجھے تمہارا امام وخلیفہ بنا دیا۔ ہزار نالائقیاں مجھے پر تھوپو۔ مجھ پر نہیں خدا پر لگیں گی۔ جس نے مجھے خلیفہ بنایا۔" (نعوذ باللہ)

حکیم نور الدین مرتد برطانوی انٹیلی جنس کا کارندہ تھا اور سیاسی جوڑ توڑ کے باعث کشمیر سے نکالا گیا تھا۔ اس نے مرزا قادیانی کی سیاسی پالیسی کو آگے بڑھانے میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا اور اس کے کفر وارتداد کو پھیلانے میں دن رات ایک کر دیا۔ یہ بھی مرزا قادیانی مردود کی طرح عیاش طبع اور رنگین

مزاج تھا۔ اس نے جنسی موج مستی کے علاوہ تین شادیاں کیں۔ مرزا قادیانی کی بیوی نصرت جہاں بیگم سے اس کے ناجائز مراسم تھے۔ مرزا قادیانی خود تو نامردی کے گھوڑے پر سوار تھا جس کا اعتراف اس نے حکیم نور الدین کے نام اپنے کئی خطوط میں کیا ہے۔ مرزا قادیانی کے علاوہ صرف حکیم نور الدین ہی مرزے کی بیوی کو ہمیشہ بیوی صاحبہ کہہ کر بلاتا، جبکہ مرزے کے دوسرے سارے مرید اُسے ام المومنین کہہ کر یاد کرتے۔ نصرت جہاں بیگم نے اپنی شوخ وشنگ اداؤں کے تیروں سے حکیم نور الدین کو خیرہ کر رکھا تھا۔ ایک دفعہ حکیم نور الدین نے جون 1912ء کو احمدیہ بلڈنگ لاہور میں اپنی تقریر میں کہا:

"میں ایک امر واقعہ کا اعلان کرتا ہوں کہ نصرت جہاں بیگم کے منہ سے بیسیوں مرتبہ میں نے سنا ہے کہ میں تو آپ کی لونڈی ہوں۔"

(سوانح فضل عمر از مرزا طاہر احمد قادیانی صفحہ 206)

یہ ناقابل تردید حقیقت ہے کہ مرزا قادیانی کی نصرت جہاں بیگم سے جتنی بھی اولاد ہے وہ در حقیقت حکیم نور الدین کی اولاد ہے اس پر اور بہت سے دلائل دیئے جاسکتے ہیں لیکن اگر آپ صرف مرزا قادیانی کی تصویر کے ساتھ اُس کے نام نہاد بیٹوں کی تصاویر سامنے رکھ لیں تو ان کی شکلیں آپس میں بالکل نہیں ملیں گی۔ لیکن جیسے ہی آپ مرزا قادیانی کی تصویر اٹھا کر اس کی جگہ حکیم نور الدین کی تصویر رکھ دیں تو ہر دیکھنے والا یہی کہے گا کہ یہ باپ بیٹے ہیں۔

18 نومبر 1910ء کو حکیم نور الدین گھوڑے پر سوار کہیں جا رہا تھا کہ گھوڑے نے پیٹھ سے زمین پر پٹخا دیا جس سے دائیں ٹانگ ٹوٹ گئی۔ زخم ٹھیک نہ ہوا اور بگڑ کر گنگرین میں تبدیل ہو گیا۔ اس کے علاوہ اس کی دماغی قوتیں شدت سے متاثر ہوئیں اور ذہنی توازن بری طرح بگڑنے لگا۔ وہ خالی خالی آنکھوں سے خلاء میں تکتا رہتا۔ ایک عرصے تک اس سے خلاف عقل اور توہم پرستانہ حرکات سرزد ہوتی رہیں۔ قوت گویائی ختم ہو گئی۔ اسی حالت میں اس کی بیوی اپنے کسی یار کے ساتھ فرار ہو گئی۔ جوان بیٹے کو بشیر الدین نے خلافت کی گدی سے ہٹانے کے لئے قتل کرا دیا۔ اور اسی قاتل نے خلافت حاصل کرنے کے لئے اس کی بیٹی سے شادی رچائی۔

مرزا بشیر الدین نے خلافت کے لئے اپنا راستہ مزید ہموار کرنے کے لئے حکیم نور الدین کے باقی بیٹوں کو دھکے دے کر جماعت سے نکال دیا۔

آخر میں چہرہ بالکل مسخ ہو گیا۔ فالج کا شدید دورہ پڑا جس سے سارا جسم مفلوج ہو گیا اور یہ غدار ختم نبوت انتہائی ذلت آمیز اور عبرتناک موت مر کر جہنم سدھار گیا۔

قادیانی اخبار روزنامہ الفضل نے حکیم نور الدین کی ذلت و رسوائی کی موت اور انجام کو ان الفاظ

میں لکھا۔

"کہاں مولوی نورالدین صاحب کا حضرت مسیح موعود (مرزا قادیانی) کو نبی اللہ اور رسول اللہ اور اسمہٗ احمد کا مصداق یقین کرنا، اور کہاں وہ حالت کہ وصیت کے وقت مسیح موعود کی رسالت کا اشارہ تک نہ کرنا۔۔۔ استقامت میں فرق آنا اور پھر بطورِ سزا کے گھوڑے سے گر کر بھری طرح زخمی ہونا، آخر مرنے سے پہلے کئی دنوں تک بولنے سے بھی لاچار ہو جانا اور نہایت مفلسی میں مرنا اور آئندہ جہاد میں بھی کچھ سزا اُٹھانا اور اس کے بعد اس کے فرزند عبدالحیٔ کا عنفوانِ شباب میں مرنا اور اس کی بیوی کا تباہ کن طریق پر کسی اور جگہ نکاح کر لینا یہ باتیں کچھ کم عبرت انگیز نہیں تھیں۔

(الفضل قادیانی شمارہ نمبر 19، جلد نمبر 9، مورخہ 23 فروری 1922ء)

مرزا بشیر الدین محمود:

ماں اور بہن کے مقدس رشتوں کی تمیز سے عاری قادیانی جماعت کا دوسرا خلیفہ مرزا بشیرالدین محمود (جسے قادیانی عمر فاروق (رضی اللہ عنہ) مانتے ہیں۔ (نعوذ باللہ) 12 جنوری 1889ء کو قادیان میں پیدا ہوا۔ وضع حمل کے وقت سب سے پہلے اس کے پیر باہر آئے یہ گویا اس بات کا اعلان تھا کہ یہ ایک فتنہ پرور بچہ ہے۔ اس کا بچپن آوارگی، شرارتوں، ایذارسانیوں اور بے لگام گھٹیا خواہشات کی تکمیل میں گزرا۔ وہ غلیل لے کر دوستوں کے ساتھ طوطوں کا شکار کرتا اور ان کا گوشت کھاتا۔ شیخ یعقوب علی عرفانی نے لکھا ہے کہ ایک دفعہ مرزا محمود طوطے اور چڑیاں پکڑ کر ان کے گلے مروڑ رہا تھا تو مرزا قادیانی نے دیکھ لیا اور کہا "جس میں رحم نہیں اس میں ایمان نہیں"۔ حالانکہ مرزا بشیر احمد ایم اے کے مطابق مرزا قادیانی خود بڑی بے رحمی سے سرکنڈے کے ساتھ چڑیوں کے گلے کاٹتا (یعنی جس طرح سکھ مذہب کے لوگ جانوروں کا جھٹکا کرتے ہیں) اور پھر ان کا گوشت پکا کر بڑے شوق سے کھاتا۔ مرزا محمود رات دیر تک قادیان کے آوارہ لڑکوں کے ساتھ پھرتا رہتا اور گھر نہ آتا۔ قادیان کے گندے تالاب میں نہاتا اور برسات کے موسم میں راہ چلتے لوگوں پر پانی پھینکتا اور خوش ہوتا۔ کھیلوں میں اسے میر وڈبہ یا گلی ڈنڈا بے حد پسند تھا۔

جب مرزا محمود کی عمر 12 سال تھی اور اسے اپنے اس مستقبل کی کوئی خبر نہ تھی جو اس کی زیرک اور خرانٹ ماں اس کے لئے محفوظ کرنے کی کوششیں کر رہی تھی۔ حکیم نورالدین کی موت (جس کا وہ اور اس کا خاندان شدت سے انتظار کر رہا تھا) کے بعد بے صبری، بے اطمینانی اور افتراق کی جو چنگاری پچھلے چھ سالوں یعنی (1908ء تا 1914ء) سے آہستہ آہستہ لگ رہی تھی، بھڑک کر شعلہ بن گئی۔ میر ناصر نواب

میر اسحاق اور انصار اللہ کے گروپ نے طاقت، غنڈہ گردی کے مظاہرے کے بعد مرزا محمود کو قادیان میں بطور خلیفہ تخت نشین کرا دیا۔ ایسی بدنظمی کی مثال پہلے قادیانی تحریک کی تاریخ میں نہیں ملتی۔ وہ 25 سال کی عمر میں ایک سازش کے تحت قادیانیوں کا خلیفہ بنا۔ شروع شروع میں اس نے ذرا احتاط روش اختیار کی لیکن اس کے بعد جلد ہی اس نے ثابت کر دیا کہ وہ اپنے باپ اور ماں کا ''ہونہار فرزند'' ہے۔ اسے وہ تمام اوصاف اور خصائل ورثے میں ملے جو اخلاق باختہ نصرت جہاں بیگم کا سرمایہ افتخار تھے۔ وہ عیش و عشرت اور بے لگام نفسانی خواہشات کا غلام تھا۔ لجنہ کی خوبصورت اور نوجوان لڑکیاں ایک ایک کر کے اس عیاش و بدکار خلیفہ کی شیطانی ہوس کے گھاٹ اترتی رہیں۔ ان کے قریبی رشتہ دار یہ سب کچھ دیکھتے اور سنتے مگر وہ آنکھیں اور کان بند کر لیتے۔ شاید وہ اپنی عقیدت کے ہاتھوں مجبور تھے۔ دوسری طرف نصرت جہاں بیگم بھی سب کچھ جانتی تھی اور یہ بھی جانتی تھی کہ اگر میں وعظ و نصیحت پر اتری تو ممکن ہے وہ مجھے بھی طعنے دے اور سب کچھ سنا دے جو اب تک پوشیدہ ہے۔ یہی وجہ ہے کہ روک ٹوک کے بجائے اس نے مرزا محمود کی مکمل حوصلہ افزائی کی اور خود بھی اس کی شیطانی سرگرمیوں کی بھرپور معاون اور شریک کار بن گئی۔

رات کی بات الٰہی توبہ
آپ سنئے گا تو شرمایئے گا

معروف سکالر جناب بشیر احمد اپنی کتاب ''تحریک احمدیہ'' میں لکھتے ہیں۔

''احمدیہ تحریک کی تاریخ کا یہ ایک سیاہ باب ہے۔ ہم دیکھتے ہیں کہ مرزا محمود کے تنخواہ دار غنڈے ان تمام سچی اور باخبر آوازوں کو خاموش کرا دیتے تھے جنہوں نے ان کی نجی زندگی پر تنقید کرنے کی جرأت کی۔ پھر بھی ان کے کئی پیروکاروں نے ان پر زنا کاری کے الزامات عائد کئے۔ شیخ عبدالرحمان مصری کو جو کہ ان کا اعلیٰ درجے کا مرید اور مدرسہ احمدیہ قادیان کا مہتمم تھا، کو حالات نے مجبور کر دیا کہ اس نے مرزا محمود کو تین خطوط لکھے کہ وہ اپنے کردار کی وضاحت کریں اور اپنے سابقہ کرتوتوں پر معافی مانگیں۔ وگرنہ مصری صاحب کے پاس کوئی چارہ کار نہ ہوگا کہ وہ احمدیہ جماعت کے قائم کردہ کمیشن کے سامنے سارا معاملہ تحقیقات کے لئے رکھیں مگر خلیفہ محمود احمد نے یہ تنبیہ نظر انداز کر دی اور اپنی غلط حرکتوں پر اڑے رہے۔ اس کے علاوہ انہوں نے شیخ عبدالرحمان اور ان کے چند دوستوں پر جو کہ ان کی اعانت کرتے تھے۔ مظالم کرنے شروع کر دیئے۔ حتیٰ کہ کچھ پر تو قاتلانہ حملے بھی کیے۔ مقاطعوں، حملوں، عورتوں کی بے حرمتی، گھروں کے جلانے کی ہولناک اور رونگٹے کھڑے کر دینے والی کہانیاں قادیانیت کو اس کے اصلی رنگ میں پیش کرتی ہیں۔

شیخ مصری کو قاتلانہ حملے کے خوف سے قادیان چھوڑنا پڑا۔ بعد میں انہوں نے قادیانی جماعت کو چھوڑنے اور خلیفہ محمود کے ساتھ کیئے گئے عہد کو توڑنے کی وجوہات بیان کیں۔ 1937ء میں بیان حلفی مصری صاحب نے ایک عدالت کے سامنے دیا تھا جو پنجاب کی عدالت عالیہ نے اپنے حکم میں درج کیا۔

''موجودہ خلیفہ (محمود احمد) سخت بد چلن ہے۔ یہ تقدس کے پردے میں عورتوں کا شکار کھیلتا ہے۔ اس کام کے لیئے اس نے بعض مردوں اور بعض عورتوں کو بطور ایجنٹ رکھا ہوا ہے۔ ان کے ذریعہ سے یہ معصوم لڑکیوں اور لڑکوں کو قابو کرتا ہے۔ اس نے ایک سوسائٹی بنائی ہوئی ہے جس میں مرد اور عورتیں شامل ہیں اور اس سوسائٹی میں زنا ہوتا ہے۔''

(تحریک احمدیت از جناب بشیر احمد صاحب، ترجمہ جناب احمد علی ظفر صاحب)

اس کے علاوہ مرزا محمود نے محفوظ الحق علمی اور اس کے تمام ساتھیوں کو قادیان بدر کیا۔ مولانا عبدالکریم مباہلہ پر قاتلانہ حملہ اور اس کی بلڈنگ کو نذر آتش کروایا۔ حاجی محمد حسین، حکیم عبدالعزیز اور محمد امین پر بھی عرصہ حیات تنگ کر کے انہیں قادیان سے دھکے دے کر نکال دیا۔ آنجہانی مرزا قادیانی کے دیرینہ ساتھی مسٹر محمد علی لاہور کی بیوی پر جاسوسی کا الزام لگایا۔ حکیم نور الدین کے بیٹے عبدالمنان عمر کی بیوی کو اسپرین کی جگہ چوہے مار گولیاں سپلائی کی گئیں۔ لاہور جماعت کو ''دوزخ کی چلتی پھرتی آگ''، ''دنیا کی بدترین قوم'' اور ''سنڈاس میں پڑے ہوئے چھلکے'' کا خطاب دیا۔

جناب بشیر احمد صاحب اپنی شہرہ آفاق کتاب ''تحریک احمدیہ'' میں لکھتے ہیں۔

''احمدیہ جماعت پر مرزا محمود کو پچاس سال تک مکمل کنٹرول حاصل رہا۔ وہ ایک مسلمہ سامراجی آلہ کار، یہودی چاکر اور تاج برطانیہ کے نہایت وفادار خادم تھے۔ تاہم انہوں نے احمدیوں کو ایک مضبوط جماعت کے طور پر منظم کیا اور غیر ملکی قوتوں کے ساتھ تعاون کی حکمت عملی کی وجہ سے انہوں نے دولت کے انبار حاصل کر لئے۔ انہوں نے اپنے کنبے کو پروان چڑھایا۔ زرعی جاگیریں حاصل کیں اور ان میں سرمایہ کاری کی۔ تجارتی اور صنعتی کمپنیوں کے وسیع پیمانے پر حصص خریدے۔ انہوں نے اپنے ذاتی کاروبار کو وسعت دی۔ انکے ذاتی صنعتی یونٹوں احمدیہ سٹور، گلوب ٹریڈنگ کمپنی، گیٹ فیکٹری، سٹار ہوزری، دار الصنعت، ہمالیہ گلاس فیکٹری، ویدک یونانی دواخانہ، سندھ ویجی ٹیبل آئل اور الائیڈ کمپنی شامل ہیں۔ انہوں نے بے تحاشہ دولت اکٹھی کر لی۔ آپ نے برطانوی نوآبادیات میں قائم تبلیغی وجاسوسی جال کے ذریعے اپنے غیر ملکی آقاؤں کی ہر پکار پر لبیک کہا، وہ ایک اوسط درجے کے عیار سیاستدان، ایک بد دیانت سودے باز اور اپنے وقتوں کے عظیم موقع

پرست انسان تھے۔ وہ اپنے مخالفین کو دبانا اور اپنے خلاف اٹھنے والی ہر تحریک کو کچلنے کا فن بخوبی جانتے تھے۔ ہز ہائی نس مبینہ طور پر ''راسپوٹین'' تھے اور قادیان کے ''مُنیا محل'' کے ''پیا جان'' تھے۔

انہیں اپنی سادہ لوح جماعت پر اتنا اختیار حاصل تھا کہ ان کی تمام تر کوتاہیوں پر وہ بیک آواز الاپتے کہ ''خلیفہ معصوم عن الخطاء ہے۔'' وہ ہر ایک خطاء سے مبراء اور خدا کے برگزیدہ خلیفہ سمجھے جاتے تھے۔ اسلام کے سیاسی ڈھانچے میں ناقابل مرمت دراڑ ڈالنے اور مرزا غلام احمد کی جھوٹی نبوت پر لوگوں کو پکا کرنے کا ''سہرا'' ان کے سر ہے۔

بدکردار سیاہ کار اور فسق و فجور کی دلدل میں گردن تک ڈوبا ہوا یہ ابلیسی صفات رکھنے والا خلیفہ جس عورت یا مرد کے ساتھ چاہتا، ہم بستری کرتا کیونکہ اس کی جنسی خواہش، گمراہی کا کوئی ایک خاص پہلو نہیں رکھتی تھی بلکہ ہمہ گیر تھی۔ اس کی سب سے بڑی کمزوری اس کی عیش پسندی تھی۔ وہ اس حد تک بدنام تھا کہ اس کے دوست مبلغین جماعت، رشتہ دار اور جاننے والے بھی اس سے اپنی بیویوں اور بیٹیوں کو چھپاتے تھے۔ وہ بچپن ہی سے لہو ولعب کا عادی ہو گیا تھا اور اس کی شکار عورتوں کی تعداد کا اندازہ لگانا دشوار ہے۔ اس نے اتنی عورتوں اور ایسی عورتوں سے تعلقات رکھے کہ لوگ بھی حیران رہ گئے۔ اس فہرست میں نوخیز لڑکیوں سے لے کر ادھیڑ عمر کی عورتیں تک شامل ہیں۔ وہ اخلاقی قدروں کا سرے سے قائل ہی نہیں تھا۔ عورت اس کے نزدیک عورت تھی۔ اسے قطعی غرض نہ ہوتی تھی کہ وہ کسی کی بیوی، بہن، بیٹی اور ماں ہے۔ دوستوں کی بیویوں سے کھلے بندوں عشق کے پیچ لڑاتا حتیٰ کہ اسکے اپنے سگے بھائی بشیر احمد ایم اے کی بیوی سرور سلطان سے بھی ناجائز تعلقات تھے۔ اس گھناؤنے کھیل میں اس نے بہت سارے ایسے لوگوں کی بھی دشمنی مول لے لی، جن کی دوستی کی اسے اشد ضرورت تھی۔ جنسی ہوس کے کھیل میں وہ حماقت کی حد تک اندھا ہو جاتا تھا۔

مرزا محمود کی بدکاریوں کے بارے میں عبدالرحمٰن مصری قادیانی، مستری عبدالکریم قادیانی، حکیم عبدالعزیز قادیانی، محمد علی ایم اے لاہوری جماعت، عمر الدین شملوی، راحت ملک، مسماۃ سلمیٰ ابوبکر اور دیگر بے شمار مرزائی لڑکوں، لڑکیوں اور مردوں و عورتوں نے جو حلفاً گواہیاں دی ہیں وہ قادیانی تاریخ کا شرمناک اور بھیانک باب ہے۔ (تفصیل کے لئے دیکھئے شہر سدوم، مصنفہ شفیق مرزا سابق قادیانی)

خان احمد دین خان قادیانی کی مرزائی بہو نے مرزا بشیر الدین محمود پر اپنی عصمت دری کا الزام لگاتے ہوئے کہا کہ

''وہ انتہائی خبیث، بدتمیز، بدقماش، سیاہ کار اور بدکردار ہے کہ اس کی گھٹیا حرکتوں سے

انسانی تاریخ وتمدن کی پوری تاریخ کا سر جھک گیا۔ اس نے میرے ساتھ زبردستی زنا کیا اور کہا کہ خلیفہ ہر عورت کے ساتھ جنسی عمل کا مکمل حق رکھتا ہے۔ کیونکہ یہ سلسلہ کی ترقی و کامیابی کے لئے ضروری ہے۔" (بدکار خلیفہ از عزیز احمد صفحہ 11)

مرزا محمود کے فالج میں مبتلا ہونے اور عبرتناک موت کا نقشہ معروف سکالر اور مجاہد ختم نبوت جناب محمد طاہر عبدالرزاق صاحب نے اس طرح کھینچا۔

"جب نام نہاد نماز کا وقت ہوتا تو مرزا بشیر الدین کو لا کر مصلیٰ امامت پہ کھڑا کر دیا جاتا۔ بشیر الدین کبھی ہاتھ باندھ لیتا کبھی چھوڑ دیتا۔ کبھی سجدے کھا جاتا اور کبھی سجدوں پر سجدے کئے جاتا۔ کبھی رکوع غائب ہوتے، کبھی چار کی بجائے دو رکعتیں اور کبھی دو کی بجائے چار رکعتیں پڑھ جاتا۔ وہ منہ میں اول فول بکتا رہتا۔ کوڑھ دماغ قادیانی اس کے پیچھے کھڑے اس کی حرکات دہراتے رہتے۔ لیکن کیا مجال کہ کوئی اس کے سامنے زبان کھول سکے۔

مرزا بشیر الدین ایک قادیانی جلسہ سے خطاب کر رہا تھا۔ ایک موقع پر وہ کہنے لگا "جب پاکستان بنا تھا اس وقت میری عمر 49 سال تھی اور آج میری عمر 105 سال ہے" باقی سامعین کو تو بولنے کی ہمت نہ ہوئی، صرف ایک شخص اٹھا اور اس نے کہا "مرزا بشیر الدین تیرا معاملہ ختم ہو گیا" یہ کہا اور جلسہ سے چل دیا۔

جب مرزا بشیر الدین کی حالت زیادہ بگڑ گئی تو اسے ایک کمرے میں بند کر دیا گیا۔ کمرے میں پاخانہ سے فارغ ہو کر بعد وہ پاخانہ کا کچھ حصہ کھا جاتا اور کچھ حصہ منہ پہ مل لیتا۔ کمرے میں چیختا چلاتا اور ڈراؤنی آوازیں نکالتا۔ کچھ دنوں کے بعد اس نے چیخ چیخ کر کہنا شروع کر دیا کہ مجھے میرے باپ کے پاس لے کر چلو، بڑے قادیانیوں نے اس کے شور سے تنگ آکر ایک رات جب وہ سو رہا تھا اس کے کمرے میں مٹی کی ایک ڈھیری بنا دی اور اسے کہا کہ یہ تیرے باپ کی قبر ہے۔ وہ قبر پہ بچھ بچھ جاتا، کبھی کبھی قبر کی مٹی سر میں ڈالتا اور کبھی منہ میں ڈالتا۔ آخر ایک دن سر ظفر اللہ کے کہنے پر یہ قبر ہٹا دی گئی۔"

گستاخ رسول مرزا محمود کے علاج کے لئے بیرون ملک سے ایک بہت بڑے ہومیو پیتھک ڈاکٹر کو بلایا گیا۔ ڈاکٹر نے مرزا بشیر الدین کا تفصیلی معائنہ کیا اور یہ کہہ کر چلا گیا۔

"میں بیماری کا علاج تو کر سکتا ہوں، لیکن خدائی پکڑ کا علاج نہیں کر سکتا۔"

انہی لاعلاج اور مہلک بیماریوں کے ہاتھوں سسک سسک کر اور ایڑیاں رگڑ رگڑ کر بشیر الدین جہنم واصل ہو گیا۔ کہتے ہیں کہ آخری وقت میں کتے کی طرح بھونکتا تھا۔ وہ شام

کے سات بجے مردار ہوا لیکن اس کی موت کا اعلان رات کے دو بجے کیا گیا۔ موت کا اعلان سات گھنٹے بعد کیوں کیا گیا؟ سات گھنٹے تک یہ خبر قصر خلافت سے باہر کیوں نہ آئی۔ وجہ یہ تھی کہ بشیر الدین کئی مہینوں سے نہایا نہیں تھا۔ ناخن، داڑھی اور سر کے بال کٹوائے نہیں تھے۔ جسم پر غلاظت کی پپڑیاں جمی ہوئی تھیں۔ قادیانی جب اسے ان امور کے بارے میں کہتے تو وہ انہیں ننگی گالیاں دیتا۔ مرنے کے بعد رگڑ رگڑ کر بشیر الدین کے جسم کو دھویا گیا۔ ناخن کاٹے گئے اور سر اور داڑھی کے بالوں کو کاٹ کر آراستہ کیا گیا۔ جسم کی بدبو ختم کرنے کے لئے بہترین خوشبوئیات چھڑکی گئیں۔ چہرے پر پوڈر لگایا گیا۔ ہونٹوں پر ہلکی ہلکی سرخی سجائی گئی۔ اس کے علاوہ منہ پر چمک پیدا کرنے والے کیمیکلز لگائے گئے اور اس کی چارپائی باہر دالان میں رکھ دی گئی۔ مرکری کا ایک بلب اس کے سر کی طرف اور دوسرا پاؤں کی طرف روشن کیا گیا۔ جب مرکری کے بلب کی چمکیلی شعاعیں اس کے چمکیلے کیمیکلز لگے منہ پر پڑتیں تو اس کا بدبودار منہ چمکتا اور قادیانی شکاری سادہ لوح قادیانیوں سے کہتے کہ دیکھو جی! حضرت صاحب کو کیسا روپ چڑھا ہے۔''

(قادیانیوں کے عبرتناک انجام از محمد طاہر عبدالرزاق)

میرے خیال میں مرزا محمود کا نہایت اذیت ناک اور بھیانک انجام اس لئے ہوا کہ ایک تو وہ خود گستاخ رسول تھا۔ اور دوسرا وہ اپنے باپ کے تمام کفریہ عقائد کی تبلیغ و تشہیر کرتا تھا۔ اس نے ختم نبوت کا انکار کرتے ہوئے اپنی کتاب میں لکھا۔

❁:۔ ''اگر میری گردن کے دونوں طرف تلوار بھی رکھ دی جائے اور مجھے کہا جائے کہ تم یہ کہو کہ آنحضرت ﷺ کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا۔ تو میں اسے کہوں گا۔ تو جھوٹا ہے، کذاب ہے، آپ کے بعد نبی آسکتے ہیں اور ضرور آسکتے ہیں۔''

(انوار خلافت صفحہ 65، از مرزا بشیر الدین محمود ابن مرزا قادیانی)

مکہ اور مدینہ کی توہین کرتے ہوئے اس نے لکھا:

❁:۔ ''حضرت مسیح موعود نے اس کے متعلق بڑا زور دیا ہے۔ اور فرمایا کہ جو بار بار یہاں نہیں آتے۔ مجھے ان کے ایمان کا خطرہ ہے۔ پس جو قادیان سے تعلق نہیں رکھے گا۔ وہ کاٹا جائے گا۔ تم ڈرو کہ تم میں سے نہ کوئی کاٹا جائے۔ پھر یہ تازہ دودھ کب تک رہے گا۔ آخر ماؤں کا دودھ بھی سوکھ جایا کرتا ہے۔ کیا مکہ اور مدینہ کی چھاتیوں سے یہ دودھ سوکھ گیا کہ نہیں۔''

(حقیقۃ الرویاء، صفحہ 46، از مرزا بشیر الدین محمود ابن مرزا قادیانی)

شہید ناموس رسالت ﷺ، غازی علم الدین شہید رحمۃ اللہ علیہ نے جب گستاخ رسول راجپال کو قتل کیا تو مرزا بشیر الدین محمود نے اس پر اپنی ناگواری کا اظہار کرتے ہوئے لکھا۔

❁:۔ ''اسی طرح اس قوم کا جس کے جوشیلے آدمی قتل کرتے ہیں، خواہ انبیاء کی توہین کی وجہ سے ہی وہ ایسا کریں، فرض ہے کہ پورے زور کے ساتھ ایسے لوگوں کو دبائے اور ان سے اظہار برأت کرے۔ انبیاء کی عزت کی حفاظت قانون شکنی کے ذریعہ نہیں ہو سکتی، وہ نبی بھی کیسا نبی ہے جس کی عزت کو بچانے کے لئے خون سے ہاتھ رنگنے پڑیں۔ جس کے بچانے کے لئے اپنا دین تباہ کرنا پڑے۔ یہ سمجھنا کہ محمد رسول اللہ کی عزت کے لئے قتل کرنا جائز ہے، سخت نادانی ہے۔ وہ لوگ (غازی علم الدین شہید رضی اللہ عنہ، ناقل) جو قانون کو ہاتھ میں لیتے ہیں، وہ بھی مجرم ہیں اور اپنی قوم کے دشمن ہیں اور جو ان کی پیٹھ ٹھونکتا ہے، وہ بھی قوم کا دشمن ہے۔ میرے نزدیک تو اگر یہی شخص (راجپال) کا قاتل ہے جو گرفتار ہوا ہے تو اس کا سب سے بڑا خیر خواہ وہی ہو سکتا ہے جو اس کے پاس جاوے اور اسے سمجھائے کہ دنیاوی سزا تو تمہیں اب ملے گی ہی لیکن قبل اس کے کہ وہ ملے، تمہیں چاہیے خدا سے صلح کر لو۔ اس کی خیر خواہی اسی میں ہے کہ اسے بتایا جائے کہ تم سے غلطی ہوئی ہے۔''

(خطبہ جمعہ میاں محمود احمد خلیفہ قادیان، مندرجہ الفضل قادیان جلد 16، نمبر 82، صفحہ 7۔8، مؤرخہ 19اپریل 1929ء)

ایک دفعہ ایک شخص نے مرزا محمود سے مطالبہ کیا کہ اپنے عقائد پر حلفیہ بیان دے۔ جس پر مرزا محمود نے حلفیہ اور مؤکد بعذاب بیان لکھا، جو روزنامہ الفضل قادیان کی اشاعت 4 ستمبر 1934ء کے صفحہ 5 پر شائع ہوا۔ یہ بیان مندرجہ ذیل الفاظ سے شروع ہوتا ہے۔

''میں مرزا بشیر الدین محمود احمد امام جماعت احمدیہ ساکن قادیان ولد مرزا غلام احمد صاحب مدعی ماموریت اللہ تعالیٰ کی قسم کھا کر جس کے ہاتھ میں میری جان ہے اور جس کی جھوٹی قسم کھانا انسان کو روحانی اور جسمانی ہلاکت میں ڈال دیتا ہے اور نا قابل برداشت عذابوں میں مبتلا کرتا ہے۔ کہتا ہوں کہ حضرت مرزا غلام احمد صاحب میرے یقین اور ایمان کے مطابق بلا شک وشبہ مسیح موعود اور مہدی مسعود تھے اور مقام نبوت پر فائز تھے۔ اگر میں اس دعویٰ میں جھوٹا ہوں تو اللہ تعالیٰ کا وہ وعید جو جھوٹوں کے لئے مقرر ہے مجھ پر نازل ہو۔''

مرزا قادیانی نے سچے لوگوں کا معیار صداقت پیش کرتے ہوئے کہا تھا۔

''صادقوں کی یہی نشانی ہے کہ نیک انجام انہی کا ہوتا ہے۔''

جبکہ مرزا محمود کا عبرتناک انجام آپ اوپر پڑھ چکے ہیں کہ وہ کیسی کیسی موذی اور خطرناک بیماریو
کا شکار رہا۔ مرزا قادیانی کا کہنا ہے کہ ان خبیث اور موذی امراض کا شکار خدا تعالیٰ کے محبوب نہیں ہوتے
۔ چہ جائیکہ "سچا مصلح موعود" ان کا شکار ہو۔

مرزا ناصر احمد:

قادیانی جماعت کا تیسرا خلیفہ مرزا ناصر احمد (جسے قادیانی حضرت عثمان غنی (رضی اللہ عنہ) کہتے ہیں
) 16 نومبر 1909ء کو مرزا محمود کی پہلی بیوی محمودہ بیگم کے بطن سے پیدا ہوا۔ ابتدائی تعلیم قادیان میں
حاصل کی۔ 1934ء میں گورنمنٹ کالج لاہور سے بی اے کا امتحان پاس کیا۔ اسے گھڑ سواری کا بھ
شوق تھا۔ ایک بار گھوڑے پر سوار ہوا گھوڑے کے بدکنے پر نیچے گرا اور کلائی کی ہڈی ٹوٹ گئی۔ اس کا ا
آخری عمر تک رہا۔

مرزا ناصر قادیانی ذریت کا تیسرا سربراہ بنا مرزا ناصر کو بڑا یقین تھا کہ اس کے زمانہ میں قادیا
مملکت قائم ہو جائے گی۔

وہ اکثر اپنی تقریروں میں کہا کرتا تھا کہ اس کے بارے میں بشارت ہے کہ
"اس کے زمانے میں فتوحات ہوں گی۔" قادیانیوں کی طرف سے انہیں "ناصر دین" اور
"فاتح الدین" کے خطابات سے نوازا جاتا تھا۔"

(ماہنامہ خالد بابت نومبر 86، صفحہ 15۔16

یہ خطابات بھی اس کے ہاتھوں قادیانی مملکت کے قیام کے لئے فاتح ہونے کی امید پر د
جاتے تھے۔ مرزا ناصر بھی اپنے والد کی طرح بہت اقتدار پسند تھا بلکہ اس نے اس سلسلے میں باپ
زیادہ پیش قدمی کی مثلاً اس نے پیپلز پارٹی کے لئے باقاعدہ کھلم کھلا سیاست میں حصہ لیا۔ پیپلز پارٹی ک
کامیابی کے بعد مرزا ناصر کو قادیانی حکومت کا خواب زیادہ ہی شرمندہ تعبیر ہوتا نظر آنے لگا اور اسی ترنگ
میں اس نے دسمبر 1973ء میں صد سالہ جوبلی اور جشن کا اعلان کیا۔ یعنی 1989ء میں جب قادیا
مذہب کو شروع ہوئے سو سال گزر چکے ہوں گے اور فتوحات بھی ہو چکی ہوں گی اور قادیانی مملکت بھی قا
ہو چکی ہوگی تو اس موقع پر فتح کے نشہ میں سرشار قادیانی مرزا ناصر کی سربراہی میں صد سالہ جوبلی کے نا
سے پوری دنیا میں جشن منائیں گے۔ مگر اے بسا آرزو کہ خاک شد۔ انہیں کیا پتہ تھا کہ جس پیپلز پارٹی
کامیابی کو وہ اپنی فتح سمجھ رہے ہیں۔ اسی کے سربراہ کے ہاتھوں قادیانیت کے تابوت میں آخری کیل ٹھک
والی ہے۔ اسے کہتے ہیں۔ تدبیر کند بندہ تقدیر زند خندہ۔ چنانچہ مرزا ناصر کی متوقع قادیانیت کی فتوحات

خوشی میں صد سالہ جوبلی جشن کے اعلان کے بعد اللہ تعالیٰ کی غیرت کس طرح جوش میں آئی اور مرزا ناصر اور اس کی فتوحات کے خوابوں کا کیسا عبرتناک حشر ہوا۔ اس کی مختصر جھلکیاں ملاحظہ فرمائیے۔

❁:۔ 29 مئی 1974ء ربوہ ریلوے اسٹیشن پر نشتر کالج ملتان کے طلباء سے تصادم، شام سے ملک بھر میں قادیانیوں کے خلاف احتجاج اور ہنگامے۔

❁:۔ 18 جولائی 1974ء ربوہ ریلوے اسٹیشن کے واقعہ کے متعلق تحقیقاتی ٹربیونل میں مرزا ناصر احمد کی پیشی۔

جون 1980ء میں قادیانی جماعت کے تیسرے خلیفہ مرزا ناصر نے یورپ کا دورہ کیا۔ وہاں اس نے کیسی تبلیغ کی؟ کون کون سے کارہائے نمایاں انجام دیئے۔ اس کا اندازہ آپ جناب سیف الرحمٰن صاحب کے اس بیان سے لگا سکتے ہیں۔

''خلیفہ ربوہ مرزا ناصر احمد جب فرینکفرٹ (جرمنی) آئے تو مجھے بھی ایک احمدی ساتھی کے ساتھ ائیر پورٹ جانا پڑا۔ وہاں پر امام مسجد فرینکفرٹ، ایک ساتھی ہیمبرگ، ایک احمدی اور راقم الحروف نے ان کا استقبال کیا۔ مرزا صاحب کے ساتھ عورتیں اور مرد تھے، ان سب مہمانوں کو فرینکفرٹ کی مسجد میں ٹھہرایا گیا۔ یہ مسجد پاکستانی مسجدوں کی طرح نہیں، جہاں جوتے اتار کر اندر جایا جاتا ہے بلکہ مذکورہ مسجد میں جوتے پہنے عام آدمی موجود تھے اور اسی مسجد میں ٹیلی وژن بھی لگا ہوا ہے۔ ننگے فوٹو دیکھے جاتے اور اسی مسجد میں قرآن مجید کی تلاوت کے ساتھ ساتھ ''پلے بوائے'' رسالہ جسے ایک شریف آدمی اپنے ہاتھ میں بھی نہیں پکڑ سکتا۔ وہاں پڑھا جاتا ہے اور میں نے اپنی آنکھوں سے یہ رسالہ وہاں کے امام مسجد کے پاس دیکھا ہے۔ اسی مسجد میں جرمن لڑکے اور لڑکیاں اکٹھے اٹھتے بیٹھتے اور راز و نیاز کی باتیں بھی کرتے ہیں اور وہاں گفتنی اور ناگفتنی سب کچھ ہوتا ہے۔ مرزا ناصر اور اس کی پارٹی نے دل کھول کر وہاں خریداری کی اور فرینکفرٹ کی مسجد میں ہی ایک دن جلسہ کے نام پر ایک جرمن نے ایسی فلم دکھائی جس میں درہ خیبر میں غریب پاکستانیوں کو پکوڑے بناتے اور سائیکلوں کو پنکچر لگاتے ہوئے دکھایا گیا تھا اور کراچی کے ایک بازار میں امریکن پرانے کپڑے فروخت کرتے ہوئے دکھائے جس پر ایک محب وطن پاکستانی مسلمان نے احتجاج کیا تھا کہ جلسہ کے نام پر اگر آپ نے تقریریں کرنے کی بجائے فلمیں ہی دکھانا تھیں تو آپ درہ خیبر میں پکوڑے بناتے اور پنکچر لگاتے پاکستانی دکھانے کی بجائے لاہور، راولپنڈی اور کراچی کی بڑی بڑی عمارتیں بھی دکھائی جا سکتی تھیں۔ مثلاً

ڈیم، تریموں ہیڈ، غلام محمد بیراج اور اسلام آباد سے بھی جرمن عوام کو روشناس کرایا جا سکتا تھا۔ آپ نے ذلیل فلمیں دکھا کر پاکستانی عوام اور حکومت پاکستان کی سخت توہین کی ہے۔

چنانچہ احتجاج مؤثر ثابت ہوا اور فلم بند کر دی گئی۔

کراچی کے جناب الیاس ستار سے مباہلہ میں شکست کے بعد اس موضوع پر مرزا طاہر کی طرف سے مکمل خاموشی اور خود منہ مانگی موت میں گرفتار ہونا۔

اس کی تفصیل یہ ہے کہ مرزا طاہر نے جولائی کی آخری تاریخوں میں لندن کے جلسہ سالانہ کے موقع پر علی الاعلان جناب الیاس ستار کے ساتھ مباہلہ قبول کیا تھا۔ اس مباہلہ میں بہت واضح طور پر لکھا گیا تھا کہ جھوٹے کو خدا ایک سال کے اندر سزا دے۔ چنانچہ مرزا طاہر اسی سال دو مہینوں کے اندر ہی شدید خدائی گرفت میں آ گیا۔ یہ سال اس پر خدائی ذلتوں اور مار کا سال تھا۔ جناب الیاس ستار، اس مباہلہ کی فتح کا جشن مناتے رہے لیکن مرزا طاہر پر خدائی مار کی گرفت اتنی شدید تھی کہ وہ آتھم سے بڑھ کر خوفزدہ حالت میں اس مباہلہ کے انجام کے بارے میں ایک لفظ بھی اپنی زبان سے نکالنے کی جرأت نہ کر سکا۔ مرزا طاہر کی مرتے دم تک اس مسئلے پر خاموشی خود اس کی ذلت آمیز شکست کا زندہ ثبوت ہے۔ مرزا طاہر نے جولائی میں مباہلہ قبول کیا۔ 20 اگست 1999ء کو باہمی طے شدہ عہد کے مطابق الفضل لندن میں مباہلہ کی دعوت قبول کرنے کا اعلان شائع کیا گیا۔ جمعہ کی صبح یہ اعلان الفضل لندن نے شائع کیا اور چند گھنٹوں کے بعد جمعہ کے خطبہ کے دوران ہی مرزا طاہر پر خدائی مار پڑ گئی۔ ایک سال کی مدت تو کیا چند گھنٹوں میں ہی مرزا طاہر خدائی گرفت میں آ گیا۔ اس پر فالج کا حملہ ہوا۔ پھر وہ ایم ٹی اے کی سکرین سے لمبے عرصے کے لئے غائب ہو گیا۔ یہ بہت اہم نکتہ ہے اور وہ قادیانی جو سچے خدا پر یقین رکھتے ہیں، مباہلے میں خدائی فیصلے سے خود ہی اس نتیجہ پر پہنچ سکتے ہیں کہ مرزا طاہر سرتاپا کاذب اور مفتری تھا۔ اس نے زندگی بھر مباہلے کا پرفریب چکر چلائے رکھا۔ اس کی اپنی کوشش یہی تھی کہ سچ مچ میں مباہلہ نہ ہونے پائے۔ لیکن آخر کار وہ اپنے مکروں کے جال میں خود ہی پھنس گیا۔ اور اس کے نتیجہ میں ذلت ناک انجام سے دوچار ہوا۔ جبکہ الیاس ستار صاحب آج کل کراچی میں ایمان وصحت کی بہترین کیفیات میں اپنی بھرپور خوشگوار زندگی بسر کر رہے ہیں۔ فللہ الحمد۔
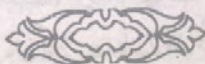
محمد بدیع الزماں بھٹی ایڈووکیٹ

آستین کے سانپ

پاکستان کا تصور حکیم الامت، ترجمانِ حقیقت، شاعرِ مشرق اور غرقابِ عشقِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم، حضرت علامہ محمد اقبال رحمۃ اللہ علیہ نے پیش کیا تھا۔ جہاں مفکر پاکستان نے پاکستان کا عظیم تصور پیش کیا وہاں پیکر حکمت و دانائی اقبال مرحوم نے خطرے کی گھنٹی بجاتے ہوئے واشگاف الفاظ میں امتِ مسلمہ کو دین اسلام اور ملت اسلامیہ کے خلاف یہود و نصاریٰ کی بہت بڑی، گھناؤنی سازش ''فتنہ قادیانیت'' سے بھی خبردار کیا تھا۔ محسن قوم علامہ اقبال فرنگی کی تیار کردہ جھوٹی نبوت اور جھوٹے نبی مرزا قادیانی کی سازشوں سے بخوبی آشنا تھے اس مرد قلندر نے قادیانیت کے غلیظ چہرے سے نقاب سرکا کر اس کی بے وفا آنکھوں میں جھانک کر، اس کی لوحِ دماغ پڑھ کر اور اس کے دل کی تہوں میں اسلام اور ملتِ اسلامیہ سے بغاوت کے سرکش ارادوں کو اپنی چشم بینا سے دیکھ کر دو تاریخی جملے کہے تھے۔

''قادیانیت، یہودیت کا چربہ ہے۔ قادیانی اسلام اور ملک دونوں کے غدار ہیں۔''

قیام پاکستان کے بعد قادیانی مرکز کفر والحاد ''قادیان'' سے ایک سازش کے تحت ربوہ منتقل ہو گئے۔ انگریز سر فرانسس موڈی نے اپنے چہیتوں کو ربوہ میں 1033 ایکڑ، سات کنال آٹھ مرلے اراضی، پرانا آنہ فی مرلہ کے حساب سے ملت اسلامیہ سے غداری کے عوض تحفۃً عنایت کی۔ ''ربوہ'' ضلع جھنگ دریائے چناب کے کنارے چاروں طرف پہاڑوں سے گھرا ہوا ''پاکستان'' کے مرکز میں واقع ہے اور دفاعی لحاظ سے ضلع سرگودھا کے قریب ایک اہم علاقہ ہے۔ قادیانی وزیر خارجہ سر ظفر اللہ کی وزارت نے حکومت کی نوازشات کا رُخ ربوہ کی طرف موڑ دیا۔ ربوہ میں ریلوے اسٹیشن قائم ہوا۔ سکولوں کی تعمیر شروع ہوگئی۔ تار گھر بنایا گیا۔ ہسپتال تعمیر ہوا۔ کالج معرض وجود میں آیا۔ بجلی پہنچائی گئی۔ سڑکیں بنائی گئیں اور دیگر تعمیر و ترقی کے بے شمار کام ہوئے ربوہ میں کسی مسلمان کو داخل ہونے کی اجازت نہ تھی نام نہاد قادیانی خلیفہ کی اپنی مطلق العنان خلافت تھی خلیفہ کی اپنی عدالتیں اور نظارتیں تھیں۔ ربوہ شہر کے اپنے الگ اشٹام پیپر تھے۔ سکولوں کالجوں کے اساتذہ کا تمام سٹاف قادیانی تھا۔ المختصر پاکستان میں ایک مضبوط اور ایک منظم قادیانی ریاست قائم ہو چکی تھی۔

اب ہم حقائق کی روشنی میں نہایت مختصر انداز میں ثابت کرتے ہیں کہ قادیانی اسلام اور ملک دونوں کے غدار ہیں۔

اکھنڈ بھارت:

''ہم ہندوستان کی تقسیم پر رضامند ہوئے تو خوشی سے نہیں بلکہ مجبوری سے اور پھر یہ کوشش کریں گے کہ کسی نہ کسی طرح پھر متحد ہو جائیں۔''

(الفضل، 17 مئی 1947ء)

قادیانی مردے امانتاً دفن ہیں:

قادیانیوں نے آج تک وجودِ پاکستان کو تسلیم نہیں کیا۔ کیونکہ ان کا الہامی عقیدہ ہے کہ ایک نہ ایک دن پاکستان ٹوٹ کر رہے گا اور ہم اپنے قبلہ و کعبہ قادیان ضرور جائیں گے اسی لئے قادیانی اپنے مُردوں کو ربوہ کے نام نہاد بہشتی مقبرہ میں امانتاً دفن کرتے ہیں کیونکہ جب پاکستان ٹوٹ جائے گا تو ہم اپنے مردے یہاں سے نکال کر قادیان لے جائیں گے۔ مرزا بشیر الدین محمود ابن مرزا قادیانی و دیگر قادیانی گرو گھنٹالوں کی قبروں پر ایسی ہی باغیانہ اور غدارانہ تحریریں رقم تھیں۔ جواب کسی مصلحت کے تحت مٹادی گئی ہیں۔

قائداعظم رحمۃ اللہ علیہ کی نماز جنازہ نہیں پڑھی:

محسن قوم، بانی پاکستان محمد علی جناح رحمۃ اللہ علیہ کا نماز جنازہ اس وقت کے قادیانی وزیر خارجہ سر ظفر اللہ مرتد نے نہیں پڑھا تھا بلکہ غیر ملکی سفیروں کے ساتھ باہر بیٹھا رہا (قائداعظم رحمۃ اللہ علیہ کو کافر سمجھتا تھا، کیونکہ قائداعظم مرزا قادیانی کو نبی نہیں مانتے تھے)

تقسیم ملک کے وقت قادیانیوں نے پاکستان میں شمولیت کرنے سے انکار کر دیا تھا۔ اور حد بندی کمیشن کے سامنے ایک الگ قادیانی ریاست کا مطالبہ کیا تھا اور اس میں اپنی تعداد، علیحدہ مذہب، اپنے سکول، فوجی ملازمین کی کیفیت اور آبادی وغیرہ کی تفصیلات درج کیں۔ حتیٰ کہ قادیانی جماعت نے باؤنڈری کمیشن کو قادیانی ریاست کا الگ نقشہ بھی پیش کیا یہ تمام تفصیلات حال ہی میں شائع ہونے والی کتاب ''Partition of the Punjab'' میں درج ہیں۔

بلوچستان پر قبضہ کرنے کا منصوبہ:

قادیانی جب اپنی علیحدہ ریاست قائم کرنے میں ناکام رہے تو پھر انہوں نے یہ منصوبہ بنایا کہ پاکستان میں ایک صوبہ قادیانی ہونا چاہئے اس کے لئے انہوں نے بلوچستان کا انتخاب کیا، انہوں نے سوچا کہ بلوچستان رقبہ کے لحاظ سے سب سے بڑا صوبہ ہے اور آبادی کے لحاظ سے سب سے چھوٹا اور

آبادی کی اکثریت ان پڑھ ہے۔ لہٰذا یہاں ہمارا کھوٹہ سکہ خوب چلے گا۔ لیکن علماء حق نے ان کی اس سازش کے پرخچے اڑا دیئے۔ ملاحظہ ہو قادیانی منصوبہ۔

''بلوچستان کی کل آبادی پانچ یا چھ لاکھ ہے زیادہ آبادی کو احمدی بنانا مشکل ہے لیکن تھوڑے آدمیوں کو تو احمدی بنانا کوئی مشکل نہیں۔ پس جماعت اس طرف اگر پوری توجہ دے تو اس صوبہ کو بہت جلد احمدی بنایا جاسکتا ہے۔ اگر ہم سارے صوبے کو احمدی بنالیں تو کم از کم ایک صوبہ تو ایسا ہوگا جس کو ہم اپنا صوبہ کہہ سکیں گے۔ پس تبلیغ کے ذریعہ بلوچستان کو اپنا صوبہ بنالو تاکہ تاریخ میں آپ کا نام رہے۔

(مرزا محمود احمد کا بیان مندرجہ ''الفضل'' 13 اگست 1948ء)

لیاقت علی خاں کا قتل:

گزشتہ سالوں قومی اخبارات میں اور کراچی سے شائع ہونے والے ایک جریدہ ہفت روزہ تکبیر (مارچ 1986ء) میں پاکستان کے سراغرساں جیمز سالومن ونسٹنٹ کی یادوں کے حوالہ سے بتایا گیا کہ پاکستان کے پہلے وزیر اعظم لیاقت علی خاں کو سید اکبر نے نہیں بلکہ ایک جرمن قادیانی کنزے نے قتل کیا ہے۔ اس قادیانی کی پرورش سر ظفر اللہ خاں نے کی تھی۔

لیاقت علی خاں نے سر ظفر اللہ کو وزیر خارجہ کے عہدہ سے علیحدہ کرنے کا پکا فیصلہ کر لیا تھا اور راولپنڈی کے جلسہ عام میں اس کا اعلان کرنے والے تھے ادھر قادیانی سازش قوتیں بھی تیار بیٹھی تھیں۔ جیمز کے بقول کنزے جلسہ عام میں سٹیج کے قریب ہی بیٹھا ہوا تھا اس نے پٹھانوں والا لباس پہن رکھا تھا جونہی شہید ملت سٹیج پر آئے کنزے نے فائرنگ کر کے انہیں شہید کر دیا۔ شور وغل میں سید اکبر کو قاتل مشہور کر دیا گیا اور سوچی سمجھی سازش کے تحت اسے ہلاک کر دیا گیا۔

کنزے راولپنڈی سے فرار ہو کر ربوہ پہنچا اس کے بعد وہ مغربی جرمنی فرار ہو گیا اور بقول جیمز ، کنزے آج بھی مغربی جرمنی کے شہر برلن میں زندہ ہے۔

اسرائیل میں چھ سو قادیانی فوجی:

اسرائیل نے مسلمانان عرب پر جو ظلم وستم توڑے ہیں انہیں پڑھ کر ہلاکو، چنگیز خاں کے مظالم بھی ماند پڑ جاتے ہیں۔ خصوصاً اسرائیل نے فلسطین میں خون ناحق کے جو دریا بہائے ہیں صرف وہی داستان ظلم پڑھ کر رعشہ طاری ہو جاتا ہے اور شریانوں میں خون منجمد ہوتا محسوس ہوتا ہے۔ لیکن آپ یہ پڑھ کر حیران رہ جائیں گے کہ 1972ء کی قومی اسمبلی میں مولانا ظفر انصاری نے پارلیمنٹ کو یہ بتا کر ورطہ

حیرت میں ڈال دیا کہ جہاں ننگ انسانیت یہودی درندے فلسطین ودیگر عرب ممالک کے مسلمانوں کے خون سے ہولی کھیل رہے ہیں وہاں 600 قادیانی فوجی بھی اسرائیل کی فوج میں باقاعدہ بھرتی ہیں اور اس چنگیزی فعل میں یہودی درندوں سے بھی دو ہاتھ آگے ہیں۔

اسرائیل میں قادیانی مشن:

اسرائیل میں کوئی بھی مذہبی مشن کام نہیں کرسکتا لیکن قادیانی مشن کو اسرائیل میں کام کرنے کی کھلی اجازت ہے حال ہی میں روزنامہ ''نوائے وقت'' کے اول صفحہ پر ایک چونکا دینے والی تصویر شائع ہوئی ہے جس میں اپنے فرائض قبیح سے سبکدوش ہونے والا قادیانی مشن کا سربراہ دوسرے نئے آنے والے قادیانی مشن کے سربراہ کا تعارف اسرائیلی صدر سے کروا رہا ہے۔ اخبار میں راز فاش ہونے پر دارالکفر ربوہ کے ایوانوں میں کھلبلی مچ گئی اور اس کے ساتھ ساتھ دنیا بھر کے مسلمانوں کی آنکھیں بھی کھل گئیں۔

امریکی ایجنٹ:

قادیانی دنیا کی ہر استعماری طاقت کے ایجنٹ ہیں۔ بڑی طاقتوں کے بغل بچے بن کر رہتے ہیں اور اپنے مفادات سمیٹتے رہتے ہیں۔ موجودہ حالات میں قادیانیوں کو روئے زمین پر ذلت کی خاک چاٹتے ہوئے دیکھ کر امریکہ اپنے ان پروردوں کی حمایت میں کھل کر سامنے آگیا اور امریکہ نے واشگاف الفاظ میں حکومت پاکستان یہ کہہ دیا ہے کہ امریکہ پاکستان کی امداد صرف اس شرط پر دے گا کہ حکومتِ پاکستان قادیانیوں کے خلاف اٹھائے گئے سارے قانونی اقدامات واپس لے لے اور انہیں حقائق سے نقاب اٹھاتے ہوئے پاکستان کے سابق وزیراعظم ذوالفقار علی بھٹو نے اپنے اقتدار کے آخری ایام میں قادیانیت کے نباض آغا شورش کشمیری کو بتایا کہ برسر اقتدار آنے کے بعد جب میں پہلی مرتبہ سربراہ مملکت کی حیثیت سے امریکہ کے دورہ پر گیا تو امریکی صدر نے مجھے ہدایت کی کہ پاکستان میں قادیانی جماعت ہمارا گروہ ہے۔ آپ ہر لحاظ سے ان کا خیال رکھیں

دوسری مرتبہ جب میں پھر امریکہ کے سرکاری دورہ پر گیا تو دوبارہ پھر یہی ہدایت ملی، بھٹو نے کہا کہ یہ بات میرے پاس قومی امانت تھی۔ ریکارڈ کے لئے پہلی مرتبہ انکشاف کر رہا ہوں۔

روسی ایجنٹ:

قادیانی بین الاقوامی سازشوں اور جاسوسی کے اتنے بڑے ماہر ہیں کہ دونوں سپر طاقتوں امریکہ اور روس کو اپنے انسانیت سوز اور اخلاق شکن منصوبوں کو پایہ تکمیل تک پہنچانے کے لئے اس بدنام زمانہ گروہ کی خدمات مستعار لینا پڑتی ہیں۔ قادیانی فتنے کا ایک ہاتھ امریکہ اور دوسرا ہاتھ روس نے تھاما ہوا ہے۔

گزشتہ دنوں رسوائے زمانہ مرزائی صنعت کار اور دارالکفر ربوہ کی ایک اہم شخصیت نصیر اے شیخ نے لاہور میں اپنی رہائش گاہ پر پاکستان میں مقیم روسی سفیر کے اعزاز میں ایک پُر تکلف عشائیہ کا اہتمام کیا جس میں ملک کی اہم شخصیات کو مدعو کیا دعوت کے بعد نصیر اے شیخ اور روسی سفیر کی ایک اہم اور خفیہ میٹنگ ہوئی۔

علاوہ ازیں اسلام آباد میں ایک قادیانی پروفیسر جمیل احمد روسی لٹریچر تقسیم کرتا ہوا پکڑا گیا اور اس وقت پاکستان میں قادیانی لابی پاکستان وافغانستان کے مابین تعلقات کی پوری رپورٹ روس کو پہنچا رہی ہے اور دوسری طرف قادیانیوں پر روسی نوازشات کی بارش بھی دیکھئے کہ ننگ وطن ڈاکٹر عبدالسلام کو نوبل پرائز سے نوازا گیا۔ درحقیقت یہ نوبل پرائز روسی اور یہودی لابی کی طرف سے قادیانیوں کو ان کی خدمات کے عوض دیا گیا۔

شاہ فیصل کی شہادت:

جب ایک خطرناک یہودی سازش کے تحت محسن اسلام، خادم امت محمدیہ، اور پاسبان حرم شاہ فیصل کو شہید کر دیا گیا تو روئے زمین پر بسنے والے تمام مسلمانوں کی آنکھیں خون کے آنسو رو رہی تھیں ہر مسلمان کا دل زخموں سے چور چور تھا۔ لیکن اس وقت قادیان وربوہ کی منحوس سرزمینوں پر قادیانی چراغاں کر رہے تھے کیونکہ 1974ء میں قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دلوانے میں فرزندِ اسلام کا بڑا ہاتھ تھا اس مجاہد ختم نبوت نے سابق وزیراعظم پاکستان ذوالفقار علی بھٹو کو خصوصی طور پر قادیانیوں کو کافر قرار دینے کے لئے کہا تھا چونکہ شاہ فیصل یہود کے ازلی دشمن تھے۔ اور وہ اسرائیل کے وجود کو برداشت نہ کرتے تھے۔ جبکہ قادیانی یہودیوں کے دیرینہ ایجنٹ ہیں اور ان کا آب ودانہ اسرائیل سے آتا ہے۔

سقوط ڈھاکہ:

جب سقوط ڈھاکہ ہوا تو ہر گھر میں صف ماتم بچھی ہوئی تھی۔ جذبہ حب الوطنی سے لبریز ہر پاکستانی مجسمہ غم بنا بیٹھا ہوا تھا کیونکہ آج اُن کے بھائی ان سے بچھڑ گئے تھے اور وطن عزیز کا ایک بازو کٹ گیا تھا۔ لیکن رنج والم کی ان گھڑیوں میں ربوہ وقادیان میں شہنائیاں بج رہی تھیں۔ جھوٹی نبوت کے ان قادیانی نوجوانوں نے ربوہ کے بازاروں میں بھنگڑا ڈالا اور مٹھائیاں تقسیم کیں۔ پاکستان کے ان ازلی دشمنوں نے وجود پاکستان کو اپنی منافقت کی تیغ سے جس طرح دولخت کیا وہ ایک دلدوز داستان ہے۔

غدار ملت مرزا قادیانی کا غدار پوتا اور قادیانی اُمت کی کفریہ مشینری کا اہم پرزہ ایم ایم احمد سقوط ڈھاکہ کے وقت ملک کی منصوبہ بندی کمیشن کا ڈپٹی چیئرمین تھا۔ یہ ملکی معیشت پر کالا ناگ بن کر بیٹھا ہوا تھا اس نے مشرقی پاکستان کو توڑنے کے لئے معاشی طور پر ایک خطرناک سازش تیار کی کہ بنگالی اپنی

معاشی زندگی اور احساس محرومی سے تنگ آ کر پاکستان کے دشمن بن گئے۔ ایم، ایم، احمد نے یہ تاثر پھیلا دیا کہ محنت مشرقی پاکستان کرتا ہے اور مغربی پاکستان اس کے خون پسینے سے کمائی ہوئی دولت سے گلچھرے اڑاتا ہے ملک کی ساری دولت پر مغربی پاکستان کا قبضہ ہے اور مشرقی پاکستان کے باشندے غربت وافلاس کی چکی میں پس رہے ہیں۔ دو بھائیوں کے درمیان نفرت وتفرقے کی یہ پہلی سنگین دیوار تھی جو مشرقی پاکستان کے قاتل ایم، ایم احمد نے اسرائیل کے اشارے پر تعمیر کی۔ وطن عزیز کا خون کرنے والے اس مجرم نے بحریہ کے لئے جدید ترین اسلحہ، آبدوزیں اور دیگر جنگی ساز وسامان نہ خریدا حالانکہ اس کی خریداری کے لئے رقم بھی مختص ہو چکی تھی

گزشتہ سے پیوستہ سال راؤ فرمان علی جو مشرقی پاکستان میں گورنر کے مشیر بھی تھے، انہوں نے ایک بیان میں کہا تھا کہ مشرقی پاکستان کی علیحدگی کی ایک بڑی وجہ عظیم قادیانی ریاست کے قیام کا نظریہ تھا۔ بنگالیوں کی علیحدگی کے کئی عوامل تھے جن میں غربت، ناخواندگی، پسماندگی، مواصلات کا فقدان بھی شامل تھا۔ یہ سبھی کچھ قادیانی امت کے فرزند ایم ایم احمد کے کمالات کا نتیجہ تھا۔ پروفیسر فرید احمد کے صاحب زادہ نے بھی یہ انکشاف کیا کہ مرزائی بھارت کے ایجنٹ اور آلہ کار ہیں اور انہیں سازشوں سے مشرقی پاکستان کی علیحدگی معرض وجود میں آئی۔

حکومت پر قبضہ کرنے کا منصوبہ:

انگریز نے جب اپنے خود کاشتہ پودے مرزا قادیانی کے سر پر جھوٹی نبوت کا ٹوکرا رکھا تو اس کے بعد قادیانیوں نے اپنی ایک خود مختار ریاست کے منصوبے بنانا شروع کر دیئے جہاں وہ اپنی انگریزی نبوت کے عقائد کو پھیلا سکیں چنانچہ ان کے خبث باطن کی چند جھلکیاں ملاحظہ فرمائیں۔

1: ''ہم احمدی حکومت قائم کرنا چاہتے ہیں۔''

(الفضل، 14 فروری 1922ء خلیفہ قادیان مرزا بشیر الدین محمود کی تقریر)

2: ''اس وقت تک کہ تمہاری بادشاہت قائم نہ ہو جائے تمہارے راستے سے یہ کانٹے ہرگز دور نہیں ہو سکتے۔'' (الفضل، قادیان 8 جولائی 1922ء)

ابوجھل کی پارٹی:

ہم فتح یاب ہوں گے۔ ضرور تم مجرموں کی طرح ہمارے سامنے پیش ہوں گے اس وقت تمہارا حشر بھی وہی ہوگا جو فتح مکہ کے دن ابوجہل اور اس کی پارٹی کا ہوا۔

(اخبار، الفضل، 3 جنوری 1952ء)

قیام پاکستان سے لے کر آج تک قادیانی اسلامی جمہوریہ پاکستان کو قادیانی ریاست (نعوذ باللہ) بنانے پر تلے ہوئے ہیں ان وطن دشمن عناصر نے کئی بار اقتدار پر قبضہ کرنے کی سازشیں تیار کیں۔ لیکن جسے اللہ رکھے اسے کون چکھے۔

مرزائیوں کا سالانہ جلسہ دسمبر 1973ء کو ربوہ میں ہو رہا تھا۔ نام نہاد قادیانی خلیفہ مرزا ناصر تقریر کر رہا تھا۔ پاکستان ائیر فورس کا ایک جہاز اڑتا ہوا آیا اس نے فضا میں غوطہ لگا کر مرزا ناصر کو سلامی دی۔ دوسرا آیا اس نے بھی یہی عمل دہرایا۔ تیسرے نے بھی یہی فعل قبیح کیا۔ یہ سارے مرزائی پائیلٹ تھے۔ جنہوں نے ائیر فورس کے ائیر مارشل ظفر چودھری کے حکم سے ایسا کیا اس پر قادیانی خلیفہ مرزا ناصر خوشی سے پھولا نہ سمایا اس نے اپنا دامن پھیلا لیا اور آسمان کی طرف منہ کر کے حاضرین سے مخاطب ہوا۔ ”میں دیکھ رہا ہوں کہ احمدیت کا پھل جلد ہی پک کر میری جھولی میں گرنے والا ہے۔“

یہ قادیانی ریاست کی خوشخبری تھی لیکن جس کے دادا مرتد عصر مرزا قادیانی اور باپ قائد المنافقین مرزا بشیر الدین محمود نے کبھی سچ نہ بولا ہو اس کی زبان پر سچ کیسے آ سکتا تھا اس بات کو تھوڑی ہی دیر گزری تھی کہ 1974ء کی تحریک ختم نبوت پورے زوروں سے اٹھی اور حکومت وقت نے انہیں کافر قرار دے دیا۔

سابق وزیر اعظم پاکستان ذوالفقار علی بھٹو کے عہد میں قادیانی جرنیل میجر آدم خان نے حکومت کا تختہ الٹنے کی خطرناک سازش تیار کی سادہ لوح مسلمان نوجوانوں کو بھی اس میں ملوث کر لیا گیا سازش پکڑی گئی قادیانی جرنیل جنرل آدم اور اس کے بیٹے میجر فاروق اور میجر افتخار جو ریٹائرڈ ائیر مارشل اصغر خان کے بھائی کے سالے ہیں قید کر لئے گئے اور قادیانی اُمت سردی میں سکڑے ہوئے سانپ کی طرح بیٹھ گئی۔

اے محبان پاکستان:

ہمارا وطن پاکستان۔ جان سے پیارا پاکستان جو کروڑوں قربانیوں کا ثمر ہے جسے حاصل کرنے کے لئے ہمارے اسلاف کو خون کی ندیاں عبور کرنا پڑیں جسے حاصل کرنے کے لئے ماؤں نے اپنے چہیتوں کو اپنے ہاتھوں سے کفن پہنا کر انہیں سوئے مقتل روانہ کیا جس کے حصول کے لئے طلباء کو اپنی تعلیم کو خیر باد کہنا پڑا۔ جس کے حصول کے لئے علماء کرام کو پھانسی کے پھندوں کو چومنا پڑا۔ جس کی آزادی کی قیمت بچوں نے نیزوں کی انیوں پر موت کا رقص کر کے ادا کی۔ جس کی آزادی کی تاریخ کے صفحات پر عفت مآب ماؤں بہنوں کی عزت و عصمت کے لٹے ہوئے قافلوں کی خونچکاں داستانیں پڑھ کر جسم پر کپکپی طاری ہو جاتی ہے لیکن.........

اے میرے وطن کے لوگو! قادیانی ہمارے اس گلستان پر قبضہ کرنا چاہتے ہیں جس کی مٹی ہمارے

شہداء کے خون سے گندھی ہوئی ہے۔قادیانی اس اسلامی ریاست کو قادیانی ریاست بنانا چاہتے ہیں۔وہ یہاں پر پرچم اسلام کو سرنگوں کر کے قادیانیت کا جھنڈا لہرانا چاہتے ہیں (نعوذ باللہ) وہ یہاں اسلام زندہ باد، تاجدار ختم نبوت زندہ باد، کے بجائے احمدیت (قادیانیت) زندہ باد اور مرزا قادیانی زندہ باد کے نعرے لگانا چاہتے ہیں (معاذ اللہ) ختم نبوت کے ڈاکوؤں کا یہ گروہ یہاں نبی آخر الزماں ﷺ کی عالمگیر نبوت کی جگہ انگریزی نبی مرزا قادیانی کی نبوت چلانا چاہتے ہیں (العیاذ باللہ) یہ حریصان اقتدار، کرسی اقتدار سے مسلمان حکمرانوں کو اتار کر وہاں اپنے نام نہاد خلیفہ کو بٹھانا چاہتے ہیں اور مسلمانوں کو ہمیشہ کے لئے یہودیوں کا غلام بنانا چاہتے ہیں۔

اے پاکستان کے سپاہیو! فدائیو! آستین کے ان سانپوں پر کڑی نگاہ رکھو! اور ان کے زہر قاتل سے ملت اسلامیہ کے ہر فرد کو بچاؤ۔انہیں کلیدی اسامیوں سے ہٹاؤ کیونکہ یہ یہود و نصاریٰ کے گماشتے ہیں افواج پاکستان سے انہیں نکال باہر کرو کیونکہ یہ جہاد کے منکر ہیں غرضیکہ زندگی کے ہر میدان میں ان کا سختی سے محاسبہ کرو۔رب العزت ہمیں غداران دین و ملت سے جہاد کرنے اور انہیں کیفر کردار تک پہنچانے کی توفیق عطا فرمائے۔(آمین)

عقیدہ۔ محال ہے کہ کوئی حضور کا مثل ہو جو کسی صفت خاصہ میں کسی کو حضور کا مثل بتائے گمراہ ہے یا کافر۔

عقیدہ۔ حضور کو اللہ عزوجل نے مرتبہ محبوبیت کبریٰ سے سرفراز فرمایا کہ تمام خلق جویائے رضائے مولا ہے اور اللہ عزوجل طالب رضائے مصطفیٰ ﷺ۔

عقیدہ۔ حضور کے خصائص سے معراج ہے کہ مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ تک اور وہاں سے ساتوں آسمان اور کرسی و عرش تک بلکہ بالائے عرش رات کے ایک خفیف حصہ میں مع جسم تشریف لے گئے اور وہ قرب خاص حاصل ہوا کہ کسی بشر ملک کو کبھی نہ حاصل ہوا۔نہ ہو اور جمال الٰہی بچشم سر دیکھا اور کلام الٰہی بلاواسطہ سنا اور تمام ملکوت السموات والارض کو بالتفصیل ذرہ ذرہ ملاحظہ فرمایا (بہار شریعت)

شیخ الحدیث حضرت علامہ مولانا محمد عبدالحکیم شرف قادری رحمۃ اللہ علیہ

پیر سید مہر علی شاہ گولڑوی رحمۃ اللہ علیہ اور معرکہ قادیانیت

لکل فرعون موسیٰ کے مطابق دنیا میں جب بھی کوئی باطل کا پرستار اُبھرا ہے اللہ تعالیٰ نے اس کی سرکوبی کے لئے کسی حق آگاہ شخصیت کو مقرر فرما دیا، سرزمین قادیان سے نبوت کا جھوٹا مدعی اٹھتا ہے اور کچھ لوگ دین سے بے خبری یا آزادی کی بناء پر اس کے زرخرید غلام بن جاتے ہیں تو وہ سمجھتا ہے کہ میں واقعی مسند نبوت پر فائز ہو گیا ہوں۔ اور دنیا میں کوئی میرے مدمقابل نہیں جم سکتا۔ اتنے میں گولڑہ کی مقدس سرزمین سے مہر عالم تاب حضرت پیر سید مہر علی شاہ گولڑوی رحمۃ اللہ علیہ کی جبروتی آواز حق کی حمایت میں بلند ہوتی ہے۔ جس کی ہیبت سے خانہ باطل میں صف ماتم بچھ جاتی ہے۔ انگریز کے تیار کردہ مدعی نبوت پر کیفیت مرگ طاری ہو جاتی ہے اور حق اپنی تمام تر رعنائیوں کے ساتھ جلوہ گر ہو جاتا ہے۔

1307ھ / 1890ء میں حضرت پیر سید مہر علی شاہ قدس سرہ حرمین شریفین کی زیارت سے مشرف ہوئے تو دل میں خیال آیا کہ یہیں مستقل قیام کیا جائے۔ لیکن حضور سید عالم نور مجسم حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی آپ کو خواب میں زیارت ہوئی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ مرزا قادیانی میری احادیث کو تاویل کی قینچی سے کتر رہا ہے اور آپ خاموش بیٹھے ہیں۔ فوراً واپس ہندوستان جایئے اور اس کے خلاف کام کیجیے۔ چنانچہ آپ واپس تشریف لے آئے۔ مرزا قادیانی نے حیات مسیح علیہ السلام کا انکار کرتے ہوئے خود مسیح ہونے کا دعویٰ کیا اور علماء و مشائخ کو اپنی بیعت کے دعوت نامے جاری کئے علماء حق تو اس کے دام تزویر میں نہ آئے البتہ کچھ جہلاء اور کچھ دنیا پرست اس کے جال میں پھنس گئے۔

مذاہب باطلہ کو ہر محاذ پر شکست فاش دینے والے حضرت پیر مہر علی شاہ گولڑوی رحمۃ اللہ علیہ ان حالات میں کیونکر خاموش رہ سکتے تھے آپ نے شمس الہدایہ فی اثبات حیات المسیح لکھی جس میں کتاب و سنت کے دلائل قاہرہ سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی حیات ثابت کر کے بتایا کہ مرزائے قادیان کا دعوائے مسیحیت فریب اور جھوٹ کا پلندہ ہے۔ اس کتاب کے شائع ہوتے ہی ایوان مرزائیت میں زلزلہ آ گیا اور مرزائی یہ سوچنے پر مجبور ہو گئے کہ اس کتاب کا ضرور کچھ تدارک ہونا چاہیے اس کا حل یہ نکالا گیا کہ مرزا نے ایک اشتہار شائع کر کے پیر صاحب کو مناظرہ کا چیلنج دیا اور طریقہ یہ تجویز کیا کہ فریقین قرآن پاک کی چالیس آیات کی تفسیر عربی

میں سات گھنٹوں میں لکھ کر پیش کریں مجوزہ علماء جس کی تفسیر اور عبارت، روح القدس کی تائید سے موید قرار دیں اسی کی فتح ہوگی۔

حضرت پیر مہر علی شاہ قدس سرہ کی جلالت شان کا مرزا پر اس قدر اثر تھا کہ اس نے لکھا کہ اگر پیر صاحب مناظرہ کے لئے رضامند نہ ہوں تو میں علماء کی ایسی جماعت سے مناظرہ کرنے کے لئے تیار ہوں جو چالیس سے کسی طرح کم نہ ہو۔ گویا مرزا نے یہ تسلیم کر لیا کہ صرف پیر صاحب کی ذات گرامی چالیس علماء کے برابر ہے۔

مرزا قادیانی کا خیال تھا کہ پیر صاحب اللہ اللہ کرنے والے کثیر المشاغل بزرگ ہیں وہ میدان مناظرہ میں آنے کو پسند نہیں کریں گے اور ہمیں اپنی فتح کے شادیانے بجانے کا زریں موقع مل جائے گا۔ لیکن مرزا کی تمام توقعات اس وقت خاک میں مل گئیں جب حضرت پیر صاحب نے نہ صرف تحریری مقابلے کو قبول کر لیا بلکہ یہ بھی فرمایا کہ پہلے مرزا کے انفرادی عقائد پر گفتگو ہوگی اور پھر تحریری مقابلہ ہوگا۔ اور مرزا کو بذریعہ اشتہار مطلع کیا گیا کہ 25 اگست 1900ء کو لاہور میں مناظرہ ہوگا اور اشتہار کے ملتے ہی منظوری یا نامنظوری کی اطلاع دینی لازم ہوگی۔ اس کے علاوہ متحدہ پاک و ہند کے مختلف مواضع کے ساتھ علماء نے ایک اشتہار جاری کیا کہ ہم 25 اگست کو پیر صاحب کے ساتھ لاہور پہنچ رہے ہیں اور ہمارے نزدیک پیر صاحب کی یہ شرط بالکل برمحل ہے کہ تحریری مقابلے سے پہلے تقریری گفتگو ہونی چاہئے۔

اب ہونا تو یہ چاہئے تھا کہ مرزا قادیانی منظوری کا اعلان کر کے میدان مناظرہ میں نکل آتا لیکن اس نے ایسا نہ کیا اور خاموشی کو امن و عافیت کا ذریعہ سمجھ کر چپ ہو رہا البتہ اس کے ایک مرید محمد احسن امروہی نے تاریخ مناظرہ سے چار دن پہلے ایک مطبوعہ خط گولڑہ شریف بھیجا جس میں لکھا کہ ہمیں تقریری مناظرہ کی شرط منظور نہیں۔ تحریری مقابلہ کرنا ہو تو پیر صاحب تشریف لے آئیں یہ ان کی طرف سے شکست کا پہلا اعتراف تھا۔ اس کے جواب میں حضرت پیر صاحب کے ایک مرید حکیم سلطان محمود نے ایک اشتہار شائع کیا جس کی ایک کاپی بذریعہ رجسٹری قادیان بھیجی گئی اس اشتہار میں اعلان کیا گیا کہ حضرت پیر صاحب مرزا کی شرائط کے مطابق تحریری مقابلے کے لئے لاہور تشریف لے جا رہے ہیں۔ چنانچہ 24 اگست کو پیر صاحب گولڑہ شریف سے عازم لاہور ہوئے پہلے راولپنڈی اسٹیشن سے اور پھر لالہ موسیٰ سے بذریعہ تار اپنی روانگی کی اطلاع مرزا کو بھجوائی۔

حضرت پیر مہر علی شاہ گولڑوی قدس سرہ لاہور پہنچے تو عوام کے علاوہ علماء کا جم غفیر جمع ہو گیا جس میں اہل سنت، دیوبندی، اہل حدیث، اور شیعہ ہر مکتب فکر کے افراد موجود تھے۔ جو حضرت پیر صاحب کی قیادت میں بیسویں صدی عیسوی کے متنبی کے ساتھ فیصلہ کن فکر لینے کے لئے تیار تھے گویا صحابہ کرام کے

مقدس لشکر نے جو حشر مسیلمہ کذاب اور اس کے حواریوں کا میدان جنگ میں کیا تھا۔ آج ختم نبوت ایسے قطعی عقیدہ کے حامی وہی حشر مرزا قادیانی اور اس کی ذریت کا میدان مناظرہ میں کرنا چاہتے تھے۔

اہل اسلام اور مرزائی دونوں ہی بڑی بے تابی سے مرزا کی آمد کا انتظار کر رہے تھے۔ لاہوری پارٹی کے بعض بااثر افراد نے انتہائی کوشش کی کہ مرزا قادیانی کسی صورت میں لاہور آ جائے مگر وہ نہ آیا اور عذر یہ پیش کیا کہ پیر صاحب خود اعلان کریں کہ میں تقریری مباحثہ کی شرط واپس لیتا ہوں تب میں لاہور آؤں گا۔ پیر صاحب نے فرمایا محمد احسن امروہی کے مطبوعہ مکتوب کے جواب میں ہمارے ایک رفیق حکیم سلطان محمود اس شرط کی واپسی کا اعلان کر چکے ہیں اب اگر مرزا قادیانی اپنے دستخط سے اعلان کرے کہ میں تقریری مباحثہ نہیں کرنا چاہتا تو میں بھی اعلان کر دوں گا کہ میں تقریری بحث کی شرط واپس لے چکا ہوں۔ لیکن اس طرف سے مکمل سکوت چھایا رہا۔

25 اگست کا دن انتظار کرتے کرتے گزر گیا لیکن مرزا کا دور دور کہیں نام و نشان نہ تھا بالآخر 27 اگست کو شاہی مسجد لاہور میں عظیم الشان اجلاس منعقد ہوا جس میں مختلف علماء نے اسلام کی سربلندی اور مرزا کے دجل و فریب اور پسپائی کو تفصیلاً بیان کیا۔ اس دن حق اپنی تمام تر زیبائی کے ساتھ جلوہ گر ہوا اور باطل سرنگوں ہو کر رہ گیا۔

﴿ان الباطل کان زھوقا﴾

مرزائے قادیانی نے خفت مٹانے کے لئے کچھ اشتہار شائع کئے جن میں مناظرہ کے لئے میدان میں نہ آنے کا عذر یہ بیان کیا کہ پیر صاحب کے مریدین میں جوش و خروش حد سے زیادہ ہے اس لئے بغیر مکمل حفاظتی انتظامات کے لاہور میں قدم رکھنا آگ میں کودنے کے برابر ہے۔ 15 دسمبر 1900ء کو ایک اشتہار شائع کر کے ایک اور چیلنج پیش کر دیا کہ میں فصیح عربی میں سورۂ فاتحہ کی تفسیر لکھ کر پیش کرتا ہوں۔ پیر صاحب بھی لکھیں پھر علماء خود ہی فیصلہ کر لیں گے کہ کون حق پر ہے۔ چنانچہ "اعجاز المسیح" کے نام سے سورۂ فاتحہ کی تفسیر لکھ کر شائع کر دی۔ اس کے علاوہ مرزا کے ایک مرید محمد احسن امروہی نے شمس الہدایہ کے جواب میں شمس بازغہ نامی ایک کتاب لکھی اور یقین کر لیا کہ مناظرہ میں شکست کا تدارک ہو گیا ہے۔ حضرت پیر صاحب نے ان دونوں کتابوں کے جواب میں مشہور زمانہ کتاب "سیف چشتیائی" لکھ کر 1902ء میں شائع فرما دی۔ اس میں آپ نے شمس بازغہ کے شبہات کا دندان شکن جواب اور اعجاز المسیح کی ایک سو سے زائد اغلاط کی نشاندہی کر کے مرزا کی عیاری کو طشت از بام کر دیا۔ حضرت پیر صاحب نے تفصیلاً بیان کیا کہ اس کتاب میں کہیں سرقہ ہے اور کہیں قواعد عربیہ کی خلاف ورزی ہے اس لحاظ سے اس کتاب کو معجزہ کہنا تو کجا اسے تو قابل ذکر کتب میں شمار بھی نہیں کیا جا سکتا۔

سیف چشتیائی کو اہل علم وفضل طبقہ نے سر آنکھوں پر رکھا اور زبردست خراج تحسین پیش کیا۔ آج تک مذہب مرزائیہ اس کتاب کے جواب سے عاجز ہے اور انشاء اللہ العزیز قیامت تک اس کا جواب نہیں دے سکے گا۔

اس جگہ یہ امر قابل ذکر ہے کہ مناظرہ شاہی مسجد میں شکست فاش کے باوجود مرزائی اپنی ضد پر قائم رہا اور آج بھی جبکہ پاکستان کی نیشنل اسمبلی نے اس کے کفر وارتد پر مہر تصدیق ثبت کردی ہے اپنی ضد پر قائم ہیں اور کہتے ہیں کہ جب ہم مسلمان ہیں تو ہمیں کوئی اسلام سے خارج نہیں کرسکتا وہ باقاعدہ اپنے غلط نظریات کا پرچار کررہے ہیں۔ ضرورت ہے کہ ارباب اقتدار مسلمانوں کے منظور شدہ مطالبے کے مطابق ربوہ کو کھلا شہر قرار دینے کے لئے عملی قدم اٹھائیں اور فوری طور پر مرزائیوں کو کلیدی عہدوں سے برطرف کریں۔ اس کے علاوہ علماء کا بھی فرض ہے کہ وہ ردمرزائیت کے محاذ پر پوری کوشش سے کام جاری رکھیں تاکہ کوئی مسلمان ارتداد کا شکار نہ ہو۔ اور مرزائیوں کو اسلام کی دعوت دینے کا پروگرام بنانا چاہئے تاکہ جو افراد غلط فہمی کی بناء پر مرزائیت کا شکار ہیں دولت اسلام سے مشرف ہوسکیں۔

عقیدہ ۔ وہ حی ہے یعنی خود زندہ ہے اور سب کی زندگی اس کے ہاتھ میں ہے۔ جسے جب چاہے زندہ کرے اور جب چاہے موت دے۔

عقیدہ ۔ جو چیز محال ہے اللہ عزوجل اس سے پاک ہے کہ اس کی قدرت اسے شامل ہو کہ محال اسے کہتے ہیں جو موجود نہ ہوسکے اور جب مقدور ہوگا تو موجود ہوسکے گا پھر محال نہ رہا۔ اسے یوں سمجھو کہ دوسرا خدا محال ہے یعنی نہیں ہوسکتا تو یہ اگر زیر قدرت ہو تو موجود ہوسکے اور ہوگا تو محال نہ رہا اور اس کو محال نہ ماننا وحدانیت کا انکار ہے۔ یوہیں فنائے باری محال ہے۔ اگر تحت قدرت ہو تو ممکن ہوگی اور جس کی فنا ممکن ہوگی اور جس کی فنا ممکن ہو وہ خدا نہیں تو ثابت ہوا کہ محال پر قدرت ماننا اللہ کی الوہیت سے ہی انکار کرنا ہے۔

عقیدہ ۔ ہر مقدور کے لئے ضرور نہیں کہ موجود ہوجائے البتہ ممکن ہونا ضروری ہے اگرچہ کبھی موجود نہ ہو۔

(بہار شریعت)

محمد بدیع الزماں بھٹی ایڈووکیٹ

غدار اسلام ۔۔۔۔ غدار وطن

سر ظفر اللہ خان قادیانی

اسے انگریز نے ایک خطرناک سازش کے ذریعے پاکستان کا پہلا وزیر خارجہ بنوایا۔ جس نے اسلام کو مرزا قادیانی سے زیادہ نقصان پہنچایا۔ جو ساری زندگی پوری دنیا میں مرزا قادیانی کو اللہ کا نبی اور رسول متعارف کراتا رہا۔ اس نے وزیر خارجہ ہونے کی حیثیت سے ناجائز فائدہ اٹھاتے ہوئے بیرونی ممالک میں پاکستان کے سفارت خانوں کو قادیانیت کے تبلیغی اڈوں میں تبدیل کر دیا۔ اس نے پاکستان کے کلیدی عہدوں پر قادیانیوں کو تعینات کروایا، جس سے سرکاری اداروں میں قادیانیوں کو زبردست اثر و رسوخ حاصل ہو گیا۔ انگریزوں نے اسے اپنا جاسوس بنا کر مسلمانوں کی صفوں میں داخل کیا تھا۔ اس کی اسلام دشمن فطرت دیکھتے ہوئے اسے سر فضل حسین جیسے غدار کے بعد وائسرائے کی ایگزیکٹو کونسل کا ممبر بنایا۔ وہ ڈسکہ ضلع سیالکوٹ کا ایک ناکام وکیل، بے کار مقرر، ناشائستہ گفتگو کرنے والا لیکن بلا کا چاپلوس اور عیار تھا۔ وہ پنجابی لہجے میں انگریزی بولتا تھا جس پر اس کے دوست اسے چھیڑا کرتے تھے کہ تم انگریزی کھیت میں ''پنجابی ہل'' چلاتے ہو۔ اسے اپنی ازدواجی زندگی میں ایک لمحہ بھی سکون میسر نہ ہوا۔ اس کا گھر ہمیشہ برباد رہا کیونکہ اس نے ہزاروں گھروں کو برباد کیا تھا۔ اس کی اپنی بیوی سے اس لئے نہ بن سکی کیونکہ وہ قادیانی خلافت کے گھرانوں میں دلچسپیاں رکھتا تھا۔ اس کی زندگی بھی مرزا قادیانی جیسی تھی اور اسے موت بھی مرزا قادیانی والی نصیب ہوئی۔ اس نے قائداعظم کی نماز جنازہ نہ پڑھی کیونکہ وہ قائداعظم کو کافر سمجھتا تھا کہ قائداعظم مرزا قادیانی کو نبی نہیں مانتے تھے۔ اس نے قادیانی مبلغین کی سینکڑوں جماعتیں بیرونی دنیا میں قادیانیت کی تبلیغ کے لئے بھجوائیں اور ''تبلیغ اسلام'' فنڈ کے نام پر کروڑوں روپے حکومت سے دلوائے۔ اس نے اپنے آقاؤں کی دی ہوئی پالیسی کے مطابق ساری زندگی برادر اسلامی ممالک سے پاکستان کے تعلقات کشیدہ رکھے۔ اس نے ایک گھناؤنی سازش کے

ذریعے ضلع گورداس پور بھارت میں شامل کروا کر وہاں بیٹھے لاکھوں مسلمانوں کو قتل کروایا اور بھارت کو کشمیر پر قبضہ کرنے کا موقع مل گیا۔ اس نے سلامتی کونسل کے پلیٹ فارم پر مسئلہ فلسطین کے بارے میں عربوں سے غداری اور اسرائیل سے وفاداری کی۔ وہ حکومت پاکستان کا وزیر خارجہ ہونے کے باوجود، قادیانی جلسوں میں جا کر کفریہ تبلیغی تقریریں کرتا اور اپنے ہاتھوں سے ارتدادی لٹریچر بانٹتا۔ جب اس کی ارتدادی سرگرمیوں سے تنگ آ کر پاکستان کے مسلمانوں نے 1953ء کی تحریک ختم نبوت چلائی، جس میں سر ظفر اللہ قادیانی کو وزارتِ خارجہ سے ہٹانے کا مطالبہ کیا لیکن اس وقت کے ہلاکو خانوں نے دس ہزار مسلمانوں کو تو شہید کر دیا۔ دو لاکھ عاشقانِ رسول ﷺ کو قید تو کر لیا لیکن اس استعماری مہرے کو وزارت خارجہ سے نہ ہٹایا۔ جب وزیر اعظم لیاقت علی خان کو اس کی غداریوں، خباثتوں اور پاکستان پر قادیانی قبضہ کرنے کی سازشوں کا علم ہوا تو انہوں نے اسے کابینہ سے نکالنے کا فیصلہ کر لیا۔ راولپنڈی کے لیاقت باغ میں ایک عظیم الشان جلسہ میں لیاقت علی خان نے اسے کابینہ سے نکالنے کا اعلان کرنا تھا۔ لیکن لیاقت علی خان ابھی سٹیج پر آ کر اپنی تقریر کے چند الفاظ بول سکے تھے کہ اس کے لے پالک جرمن نژاد قادیانی ''کنزے'' نے لیاقت علی خان پر فائرنگ کر کے انہیں شہید کر دیا۔ اس نے مرزا قادیانی کے پوتے اور منصوبہ بندی کمیشن کے ڈپٹی چیئرمین مسٹر ایم ایم احمد قادیانی اور فوجی جرنیلوں کے ساتھ مل کر مشرقی پاکستان کا سانحہ رونما کرایا۔ وہ اپنے اس کارِ سیاہ کو اپنی زندگی کا بہترین ''کارنامہ'' کہتا تھا۔

اُس غدار عظیم کا نام ''سر ظفر اللہ قادیانی'' ہے۔

ہم اختصار کو مدنظر رکھتے ہوئے ظفر اللہ خان قادیانی کی زندگی کے چند پہلو آپ کے سامنے رکھتے ہیں۔ جن سے آپ اندازہ کر لیں گے کہ ظفر اللہ قادیانی کی اخلاقی زندگی کیا تھی؟ وہ کس گھناؤنے کردار کا مالک تھا؟

ظفر اللہ خان قادیانی 1893ء میں ڈسکہ ضلع سیالکوٹ میں پیدا ہوا۔ اُس کا باپ بھی مرتد تھا۔ باپ اور حکیم نور الدین نے مل کر ظفر اللہ قادیانی کو بھی 14 سال کی عمر میں (1907ء) مرزا قادیانی کے ہاتھ پر مرتد بنا دیا اور ظفر اللہ قادیانی کا شاہی خاندان میں آنا جانا شروع ہو گیا تھوڑی ہی مدت میں ظفر اللہ کی آنکھیں شرارے چھوڑنے لگیں تو باپ نے اُسے قابو کرنے کے لئے ایک سادہ سی دیہاتی لڑکی سے اُس کی شادی کر دی لیکن ظفر اللہ قادیانی تو شوخ اور ماڈرن لڑکی کا آرزومند تھا۔ لیکن باپ کے سامنے اُس کی پیش نہ چلی۔ ظفر اللہ قادیانی نے اُس سادہ دیہاتی لڑکی کو کبھی بیوی نہ سمجھا اور اُس سے کوئی تعلق نہ رکھا۔ وہ باپ کی موت کا شدت سے انتظار کرنے لگا۔ 1926ء میں والد کا انتقال ہو گیا تو اُس نے ایک تیز طرار آزاد خیال اور تعلیم یافتہ لڑکی ''بدر'' سے ''لو میرج'' کر لی جس سے ایک بیٹی پیدا ہوئی

جس کا نام امت الحی ہے۔ قادیانی شاہی خاندان میں ظفر اللہ قادیانی کی سرگرمیاں بہت بڑھ گئیں۔ وہ کئی کئی دن گھر نہ آتا۔ بیوی بھی ہوشیار تھی اُس نے گھات لگا کر سب کچھ معلوم کر لیا۔ میاں بیوی میں لڑائی رہنے لگی۔ آخر ''بدر'' نے ظفر اللہ قادیانی کی کرتوتوں سے تنگ آ کر 1962ء میں اُس سے علیحدگی اختیار کر لی اور فوراً ایک کروڑ پتی مشہور قادیانی شاہنواز سے شادی کر لی۔ اُدھر ظفر اللہ قادیانی نے دو بیویاں اُجاڑنے کے بعد ایک نوعمر اور خوبرو فلسطینی دوشیزہ، بشریٰ ربانی سے شادی رچالی۔ تھرڈ ہینڈ بوڑھا دولہا اس تھرڈ لو میرج کو بھی نبھا نہ سکا اور نتیجتاً طلاق ہوگئی۔

کیا وجہ تھی کہ ظفر اللہ قادیانی کے تینوں گھر اُجڑ گئے۔ جو بیوی آئی طلاق کا داغ لے کر چلی گئی۔ اُس کی کیا وجوہات تھیں؟ دور نہیں جانا پڑتا۔ قادیانی لٹریچر سے ہی اُس کا جواب مل جاتا ہے۔ قادیانی ماہنامہ ''خالد'' کے ظفر اللہ خان نمبر میں قادیانی خلیفہ مرزا محمود کی سب سے چھوٹی بیوی ''مہر آپا'' چوہدری ظفر اللہ قادیانی سے اپنے تعلقات کا اظہار یوں کرتی ہے۔

''اپنی کوٹھی تعمیر ہونے سے قبل جب کبھی آپ حضرت فضل عمر (مرزا محمود) سے ملاقات کے لئے آتے اور مرکز سلسلہ میں قیام فرماتے تو اپنے جس گھر میں حضور (مرزا محمود) کی باری ہوتی (مرزا محمود کی کئی بیویاں تھیں۔ ہر بیوی کے گھر باری باری جاتا تھا) آپ بھی اسی گھر کے مہمان شمار ہوتے۔ جب کبھی مجھے آپ کی میزبانی کا موقع ملتا تو میں آپ کی بیماری کے پیش نظر مناسب غذا تیار کرواتی۔ ایک دفعہ آپ نے حضور سے کہا کہ مہر آپا میرے کھانے کا بہت تکلف سے اہتمام کرتی ہیں۔''

(مضمون چوہدری ظفر اللہ قادیانی کا اصل روپ ہفت روزہ ختم نبوت۔ ازقلم جناب م۔ب سابق قادیانی جلد5، شمارہ19، صفحہ 20-21)

مہر آپا جو مرزا محمود کی ساتویں بیوی تھی۔ مرزا محمود کی عمر 60 سال اور مہر آپا کی 19 برس تھی۔ ظفر اللہ قادیانی کی بہت سی سروس یورپ میں گزری۔ مہر آپا جب بھی مرزا محمود کے ساتھ یورپ سیر کے لئے جاتی تو ظفر اللہ قادیانی کے وارے نیارے ہو جاتے۔ وہ نوخیز مہر آپا کے آگے پیچھے بھاگتا کہ خدمت میں کوئی کمی نہ رہ جائے۔ مہر آپا ''ظفر اللہ خان'' نمبر میں لکھتی ہے۔

''اس احساس کے تحت کہ میں گوشت کی کوئی چیز نہیں کھا رہی۔ چوہدری صاحب (ظفر اللہ) نے حضور سے کہا میں حسب سابق شرع کی پابندی ملحوظ رکھتے ہوئے مہر آپا کے لئے ایک خاص ڈش کا انتظام کر رہا ہوں۔ ان کو وہ ضرور پسند آئے گی۔ یہ کہہ کر آپ نے اس ڈش کا آرڈر دیا۔ جب وہ ڈش تیار ہوگئی تو چوہدری صاحب نے حضور سے کہا۔ یہ خاص طور پر مہر آپا

کے لئے بنوائی گئی ہے۔ان سے کہیں اب تو کھالیں۔"

(چوہدری ظفر اللہ قادیانی کا اصل روپ ہفت روزہ ختم نبوت۔ جلد 5، شمارہ 18، صفحہ 19.20,21 از قلم جناب م۔ب سابق قادیانی)

مہر آپا مزید لکھتی ہے۔

"اسی طرح آسٹریا میں ایک دفعہ کھانے کا وقت ہوا تو ہم ہوٹل میں آ گئے۔ چوہدری صاحب نے میرے لئے بھی انڈوں کا سوپ منگوایا۔انہیں معلوم نہ تھا کہ مجھے یہ اچھا نہیں لگتا۔ جب چوہدری صاحب کو پتہ چلا کہ میں وہ نہیں پی رہی تو آپ نے "ذرمی خورم" کہتے ہوئے پی لیا۔" (حوالہ۔ایضاً)

"ایک بار وینس میں چوہدری صاحب نے ہم مستورات کے لئے کھلے سمندر کی سیر کا انتظام کیا۔۔سیر کے دوران چوہدری صاحب بہت سے اہم تاریخی مقامات دکھاتے چلے گئے اور ساتھ ساتھ ان کا تاریخی پس منظر بھی بتاتے رہے۔" (حوالہ۔ایضاً)

ظفر اللہ قادیانی کی ان آوارہ گردیوں نے اس کا گھر تباہ کیا۔ اس کے علاوہ اُس کے ساتھ نوعمر لڑکے بھی اکثر دیکھے جاتے تھے۔ ہوٹلوں کے کمروں میں بھی لڑکے اس سے ملاقات کے لئے آتے۔ وہ جب جہاز سے اُترتا اُسکے ساتھ ایک دولڑکے ضرور ہوتے۔ اُسے یہ عادت مرزا محمود اور حکیم نورالدین سے ملی تھی۔ ساری زندگی ظفر اللہ قادیانی رائل فیملی کے شعلہ رخوں کا اسیر رہا۔ اُس کا اپنا گھر بن بن کر اُجڑتا رہا لیکن اُس نے اپنے گھر کی طرف کبھی توجہ نہ کی۔ جب عمر نوے سال کے قریب پہنچ گئی۔ اب ہڈیوں کا ڈھانچہ اور بیماریوں کا پٹارہ جاتا تو کہاں جاتا؟ آخر بیٹی کا گھر یاد آیا۔ لیکن بیٹی کو چھوڑے بھی مدتیں گزر گئی تھیں۔ دوسری مصیبت یہ کہ اُس کی مطلقہ بیوی بھی بیٹی کے گھر میں ہی رہتی تھی۔ آخر ذلیل ہو کر گھر میں آنا پڑا۔ بیٹی کے گھر آ کر بہت رویا دھویا۔ آہ و بکا کی۔ سب سے معافیاں مانگیں۔ سابقہ بیوی سے بات کرنے کی کوشش کی تو اس نے سختی سے جھڑک دیا۔ ایک دن ظفر اللہ قادیانی اپنا بیمار وجود لئے کھانے کی میز پر بیٹھا تھا۔ بیٹی اور اُس کے بچے بھی ساتھ تھے کہ اچانک اُس نے اپنی مطلقہ بیوی کی طرف دیکھ کر کہا۔

"اگر آپ بھی اس پروگرام میں شامل ہو جائیں تو یہ مجھ پر عنایت ہوگی۔"

(ظفر اللہ خان نمبر صفحہ 47)

لیکن طلاق یافتہ بیوی نے اُسے دھتکارتے ہوئے کہا کہ تیرا میرا کوئی تعلق نہیں جس پر وہ مجسمہ بن کر رہ گیا۔

اختصار مدنظر ہے اس لئے میں ظفر اللہ قادیانی کی تاریک شخصیت پر روشنی ڈالنے کے لئے تاریخ سے صرف چار واقعات بیان کرتا ہوں۔ جس سے آپ جان جائیں گے کہ وہ کتنا گھٹیا انسان تھا اور وہ کس ابلیسی کردار کا مالک تھا؟

جب ظفر اللہ قادیانی نے انگریزی ٹاؤٹ فضل حسین کے جوتے اٹھائے:

یادش بخیر! ملک فیروز خان نون بھی بڑے مزے کے بزرگ ہیں۔ نوائے وقت کی اشاعت 13 اکتوبر میں ان کے کچھ رشحات قلم شائع ہوئے ہیں۔ ملک صاحب نے اپنے انہی قلم قلتوں میں ایک خاص واقعہ کا اشارہ بھی کیا ہے کہ:

ایک دفعہ وہ ظفر اللہ قادیانی کی دعوت پر ربوہ گئے اور مرزا بشیر الدین محمود سے ملے جب ملاقات کے کمرہ میں داخل ہوئے تو احتراماً جوتے اتار دیئے۔ ملاقات کے بعد جب اٹھے تو ظفر اللہ قادیانی نے ان کے جوتے اٹھا کر ان کے سامنے رکھ دیئے۔ ملک صاحب ظفر اللہ قادیانی کی اس انکساری اور تواضع سے بہت متاثر ہوئے۔

ملک صاحب بھی عجیب سادہ لوح بزرگ ہیں انہیں یہ معلوم نہیں کہ دراصل سر ظفر اللہ خان پاکستان کے وزیراعظم یعنی ملک کے دس کروڑ باشندوں کے نمائندوں کو اپنے گرو کے پاس لے جانے میں کامیاب ہو گیا اور اس طرح سے اس نے پورے ملک کی انتظامیہ اور افسروں کو یہ تاثر دیا کہ قادیانیوں کے متعلق بالملاحظہ ہوشیار ہو کر رہیے کیونکہ میرے گرو کے دربار میں ملک کا سب سے بڑا حاکم بھی پاپوش کشیدہ اور نفس گم کردہ حاضر ہوتا ہے۔

ملک صاحب کا خیال ہے کہ دربارِ ربوہ میں ظفر اللہ قادیانی نے ملک صاحب کا جوتا اُٹھا کر انکساری اور تواضع کی اعلیٰ مثال پیش کی۔۔ لیکن ہمارا خیال یہ ہے کہ ظفر اللہ قادیانی نے ملک نون کو ربوہ کی سرکار میں پیش کر کے پوری ملت اسلامیہ کے سر پر جوتے رسید کئے۔ اصل میں ملک فیروز نون بہت بھولے آدمی ہیں۔ تحریک پاکستان کے آخری ایام میں مسلم لیگ میں شامل ہو کر تحریک پاکستان کی تائید کرنے لگے تھے بلکہ تحریک پاکستان کے سلسلے میں گرفتار ہو کر کچھ دنوں کے لئے قید بھی ہو گئے تھے۔ ملک صاحب کی گرفتاری اور قید کا سن کر ہمارے ایک بزرگ نے غالب کا یہ شعر پڑھا تھا۔

ہر بوالہوس نے حسن پرستی شعار کی
اب آبروئے شیوہ اہل نظر گئی

ملک صاحب کا انہی دنوں کا ایک لطیفہ بڑا مشہور ہے کہ کسی جلسہ میں انہوں نے کہا تھا کہ مسلمانو! پڑھو کلمہ اللھم صلی علی محمد و علی آل محمد و بارک وسلم۔

چوہدری ظفر اللہ خان کے جوتے اٹھانے کی بات ہو رہی تھی چوہدری صاحب کے جوتے اٹھانے کا ایک اور واقعہ بھی سن لیجئے جس زمانے میں ان کو میاں سر فضل حسین کی جگہ وائسرائے کی ایگزیکٹو کونسل کا ممبر بنایا جا رہا تھا ان دنوں کا ذکر ہے کہ ایک وفد میاں سر فضل حسین کی خدمت میں حاضر ہوا۔ میاں صاحب اس وقت شملہ میں ٹھہرے ہوئے تھے۔ اس وفد میں 1، سید مرتضیٰ بہادر ممبر سنٹرا اسمبلی، 2۔ منظور علی تائب مالک آرمی پریس شملہ، 3۔ خطیب صاحب جامع مسجد شملہ، 4۔ مولانا لال حسین اختر، 5۔ احمد حسین شملوی شامل تھے۔

وفد نے میاں صاحب سے عرض کیا کہ ہمیں معلوم ہوا ہے کہ آپ وائسرائے کی ایگزیکٹو کونسل سے فارغ ہو کر پنجاب میں ہونے والے الیکشنوں میں حصہ لے کر وزیر اعلیٰ پنجاب بننا چاہتے ہیں۔ اور اپنی جگہ مسلمان نمائندے کے طور پر سر ظفر اللہ قادیانی کو کونسل کا ممبر بنوا رہے ہیں آپ کو ایسا نہیں کرنا چاہئے اور ظفر اللہ قادیانی کی جگہ کسی مسلمان کو کونسل کا ممبر بنوانا چاہئے۔

میاں صاحب نے وفد کی معلومات کی تصدیق کی اور کہا میں ظفر اللہ خان کے علاوہ کسی اور کو ممبر بنوانا پسند نہیں کروں گا۔ وفد مایوس ہو کر باہر نکلا تو میاں فضل حسین مرحوم کے ایک ملازم نے پوچھا کہ کہو بھائی، میاں صاحب نے تمہارا مطالبہ مان لیا، انہوں نے نفی میں جواب دیا۔ اس نے کہا میری ایک بات سنو پھر تمہاری سمجھ میں آجائے گا کہ میاں صاحب ظفر اللہ خان کو ہی کیوں ممبر بنوانا چاہتے ہیں۔ ہوا یہ کہ ایک دن میاں صاحب دفتر جانے کے لئے تیار ہو رہے تھے۔ اس وقت چوہدری ظفر اللہ خان بھی میاں صاحب کے پاس موجود تھے۔ میاں صاحب نے مجھے آواز دی اور کہا کہ میرا جوتا لاؤ۔ میں ساتھ والے کمرے میں تھا جلدی سے آیا۔ کیا دیکھتا ہوں کہ میرے آنے سے قبل ہی ظفر اللہ خان نے میاں صاحب کا جوتا اٹھا کر ان کے سامنے رکھ دیا۔

یہ واقعہ سنا کر وہ ملازم کہنے لگا نواب آف چھتاری یا سر علی امام یا نواب اسمعیل یا ہندوستان اور پنجاب کا کوئی اور بڑا مسلمان میاں صاحب کی اتنی خوشامد نہیں کر سکتا ہے جتنی سر ظفر اللہ خان کر رہے ہیں۔ اس لئے آپ جائیں یہ ظفر اللہ خان کو ہی ممبر بنوائیں گے۔ کسی اور کو ممبر بنوانا کبھی پسند نہیں کریں گے۔ اسی لئے تحریک آزادی کے دنوں میں مولانا ظفر علی خان ایسے لوگوں کے متعلق یہ کہا کرتے تھے کہ

''فلاں شخص انگریزوں کے بوٹ کی ٹو چاٹتا ہے۔''

ایسے کسی آدمی نے اگر ملک نون کا جوتا اٹھا کر رکھ دیا تو کون سی قیامت آگئی جس سے ملک نون

شرمائے جارہے ہیں۔

بے چارے چوہدری ظفر اللہ خان جس فرقہ سے تعلق رکھتے ہیں اس کی بنیاد ہی انگریز کی کفش برداری اور خوشامد پر ہے۔اور چوہدری صاحب اس فرقہ کے مخلص اور سچے پیروکار ہیں۔

ظفر اللہ خان قادیانی، سؤر کے گوشت کی گولیاں کھا گیا:

ہالینڈ پہنچ کر محکمہ پروٹوکول کے ایک افسر نے مجھے برسبیل تذکرہ یہ بتایا کہ اگر ہم سؤر کے گوشت (پورک، ہیم، ہیکن وغیرہ) سے پرہیز کرنا چاہتے ہیں تو بازار سے بنابنایا قیمہ نہ خریدیں۔ کیونکہ بنے ہوئے قیمہ میں ہر قسم کا ملا جلا گوشت شامل ہو جاتا ہے۔اس انتباہ کے بعد ہم لوگ ہالینڈ کے استقبالیہ کا من بھاتا ''کھاجا'' قیمہ کی گولیاں (Meat Balls) کھانے سے اجتناب کرتے تھے۔ایک روز قصر امن (Peace Palace) میں بین الاقوامی عدالت عالیہ کا سالانہ استقبالیہ تھا۔ چوہدری ظفر اللہ خان بھی اس عدالت کے جج تھے۔ہم نے دیکھا کہ وہ قیمے کی گولیاں، سرکے اور چٹنی میں ڈبو کر مزے سے نوش فرمارہے تھے۔ میں نے عفت سے کہا، آج تو چوہدری صاحب ہمارے میزبان ہیں۔اس لئے قیمہ ٹھیک ہی منگوایا ہوگا۔وہ بولی ذرا ٹھہرو پہلے پوچھ لینا چاہئے۔ہم دونوں چوہدری صاحب کے پاس گئے۔سلام کر کے عفت نے پوچھا، چوہدری صاحب یہ تو آپ کی (Reception) ہے۔قیمہ تو ضرور آپ کی ہدایت کے مطابق منگوایا ہوگا؟ چوہدری صاحب نے جواب دیا (Reception) کا موقع الگ ہے۔ قیمہ اچھا لائے ہوں گے۔ یہ کباب چکھ کر دیکھو۔عفت نے ہر قسم کے ملے جلے گوشت کا خدشہ بیان کیا۔چوہدری صاحب بولے ''بعض موقعوں پر بہت زیادہ کرید میں نہیں پڑنا چاہیے۔ حضور کا فرمان بھی یہی ہے۔'' دین کے معاملے میں عفت بے حد منہ پھٹ عورت تھی۔اس نے نہایت تیکھے پن سے کہا یہ فرمان آپ کے حضور (مرزا قادیانی) کا ہے یا ہمارے حضور ﷺ کا۔

(شہاب نامہ صفحہ 1003 تا 1004 مصنفہ قدرت اللہ شہاب)

قادیانی خلیفہ مرزا بشیر الدین محمود اور ظفر اللہ قادیانی، فرانسیسی سینما گھر میں:

جب میں ولایت گیا تو مجھے خصوصیت سے یہ خیال تھا کہ یورپین سوسائٹی کا عیب والا حصہ دیکھوں مگر قیام انگلستان کے دوران مجھے موقع نہ ملا۔واپسی پر جب ہم فرانس (France) آئے تو میں نے چوہدری ظفر اللہ خان سے جو میرے ساتھ تھے کہا مجھے کوئی ایسی جگہ دکھائیں جہاں یورپین سوسائٹی عریانی سے نظر آئے وہ بھی فرانس سے واقف نہ تھے مگر مجھے اوپیرا (ڈانس گھر) میں لے گئے اوپیرا سینما کو کہتے

ہیں جس کا نام مجھے یاد نہیں رہا یہ اعلیٰ سوسائٹی کی جگہ ہے جسے دیکھ کر آپ اندازہ لگا سکتے ہیں۔ میری نظر کمزور ہے اس لئے دور کی چیز اچھی طرح نہیں دیکھ سکتا۔ تھوڑی دیر بعد میں نے دیکھا تو معلوم ہوا کہ سینکڑوں عورتیں بیٹھی ہیں میں نے چوہدری صاحب سے کہا کیا یہ ننگی ہیں انہوں نے بتایا نہیں بلکہ کپڑے پہنے ہوئے ہیں مگر باوجود اس کے وہ ننگی معلوم ہوتی تھیں۔ (بیان خلیفہ محمود امام سلسلہ احمدیہ قادیانی اخبار الفضل 18 جنوری 1935ء)

قائداعظم رحمۃ اللہ علیہ کی نماز جنازہ نہ پڑھی:

بانی پاکستان قائداعظم محمد علی جناح رحمۃ اللہ علیہ کی نمازِ جنازہ پڑھی جارہی ہے لیکن ادھر ایک عجیب منظر ہے کہ پاکستان کا پہلا وزیر خارجہ ظفر اللہ قادیانی ملکی سفیروں کے جھرمٹ میں ٹانگیں پسارے بیٹھا ہے۔ وہ کنکھیوں سے جنازے کا سارا منظر دیکھ رہا ہے۔ اس کے ہونٹوں پر ایک زہریلی مسکراہٹ اور اس کی آنکھوں میں ایک شرارت ہے۔ اپنے قائد کا جنازہ پڑھ کر مسلمان فارغ ہوئے تو صحافیوں نے ظفر اللہ قادیانی سے پوچھا۔

''آپ نے بانی پاکستان حضرت قائداعظم کی نماز جنازہ کیوں نہ پڑھی''

ظفر اللہ قادیانی نے جواب دیا۔

''آپ مجھے ایک کافر ملک کا مسلمان وزیر خارجہ یا ایک مسلمان ملک کا کافر وزیر خارجہ سمجھ لیں۔''

ظفر اللہ قادیانی اس ذومعنی جملے میں بہت کچھ کہہ گیا۔ وہ قائداعظم کو کافر کہہ گیا وہ قائداعظم کے کافر ہونے کا اعلان کر گیا۔ وہ اپنے اس عقیدے کی تشہیر کر گیا کہ جو مرزا قادیانی کو نبی نہ مانے وہ کافر اور پکا کافر ہے۔ دنیا بھر کے قادیانیوں نے اس پر خوب بغلیں بجائیں۔ کہ ظفر اللہ قادیانی نے ڈٹ کر اپنے عقیدے کا اظہار کیا ہے۔

ظفر اللہ قادیانی کا ہولناک انجام:

فتنہ قادیانیت کا پوپ ظفر اللہ قادیانی بستر مرگ پر بے ہوش پڑا ہے۔ کبھی کبھی معمولی سی آنکھیں کھول کر اپنے اردگرد کھڑے لوگوں کو ہلکی سی نظر دیکھ لیتا ہے۔ کھانے پینے سے عاجز ہے۔ غذائی ضروریات پوری کرنے کے لئے گلوکوز کی بوتلیں چڑھا رکھی ہیں۔ لیکن گلوکوز کا پانی پیلے رنگ کا محلول بن کر منہ کے راستہ باہر نکل جاتا ہے اور اس پیلے رنگ کے محلول سے پاخانے جیسی بدبو اٹھ رہی ہے۔ ڈاکٹر ٹشو پیپر سے بار بار اس غلاظت کو صاف کر رہے تھے لیکن غلاظت رکنے کا نام نہیں لیتی۔ ظفر اللہ قادیانی بستر پر

پیشاب کر رہا ہے۔ کمرے میں اس شدت کی بدبو سے ٹھہرنا مشکل ہے۔ بدبو اور دیگر حفاظتی تدابیر کو مدنظر رکھتے ہوئے قادیانی ڈاکٹروں نے اپنے منہ پر ماسک چڑھا رکھے ہیں۔ عام ملاقات پر سخت پابندی ہے کیونکہ ظفر اللہ قادیانی کا یہ ہولناک انجام دیکھ کر کوئی بھی قادیانی قادیانیت سے تائب ہوسکتا ہے۔ اسی حالت میں ظفر اللہ قادیانی ایڑیاں رگڑ رگڑ کر مر جاتا ہے۔ لیکن مرنے کے بعد بھی اس کے منہ سے غلاظت جاری رہتی ہے اس سے بچنے کے لئے قادیانی ڈاکٹر اس کا منہ کھول کر گلے میں روئی کو گولہ ٹھونس دیتے ہیں۔ لیکن خدائی عذاب اس گولے سے کہاں رکتا ہے۔!!!

دیکھو گے برا حال محمد ﷺ کے عدو کا
منہ پر ہی گرا جس نے چاند پر تھوکا

فرشتے اجسام نوری ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو یہ طاقت دی ہے کہ جو شکل چاہیں بن جائیں کبھی وہ انسان کی شکل میں ظاہر ہوتے ہیں اور کبھی دوسری شکل میں۔

عقیدہ۔ وہ وہی کرتے ہیں جو حکم الٰہی ہے خدا کے حکم کے خلاف کچھ نہیں کرتے نہ قصداً، نہ سہواً، نہ خطاءً وہ اللہ کے معصوم بندے ہیں ہر قسم کے صغائر و کبائر سے پاک ہیں۔

عقیدہ۔ ان کو مختلف خدمتیں سپرد ہیں بعض کے ذمہ حضرات انبیائے کرام کی خدمت میں وحی لانا کسی کے متعلق پانی برسانا، کسی کے متعلق ہوا چلانا، کسی کے متعلق روزی پہنچانا، کسی کے ذمہ ماں کے پیٹ میں بچہ کی صورت بنانا، کسی کے متعلق بدن انسان کے اندر تصرف کرنا، کسی کے متعلق انسان کی دشمنوں سے حفاظت کرنا، کسی کے متعلق ذاکرین کا مجمع تلاش کر کے اس میں حاضر ہونا، کسی کے متعلق انسان کے نامہ اعمال لکھنا، بہتوں کا دربار رسالت میں حاضر ہونا، کسی کے متعلق سرکار میں مسلمانوں کی صلاۃ وسلام پہنچانا، بعضوں کے متعلق مُردوں سے سوال کرنا، کسی کے ذمہ روح قبض کرنا، بعضوں کے ذمہ عذاب کرنا، کسی کے متعلق صور پھونکنا، اور ان کے علاوہ اور بہت سے کام ہیں جو ملائکہ انجام دیتے ہیں۔

عقیدہ۔ فرشتے نہ مرد ہیں نہ عورت۔

عقیدہ۔ ان کو قدیم ماننا یا خالق ماننا کفر ہے۔ (بہارشریعت)

محمد حمزہ طاہر

ڈاکٹر عبدالسلام کون؟

ایک تعارف ایک تجزیہ

روزنامہ نوائے وقت میں جناب جی ایم پراچہ صاحب کا مضمون بعنوان ''ڈاکٹر عبدالسلام کی یاد میں'' تین قسطوں میں شائع ہوا۔ جس میں مصنف نے معروف قادیانی لیڈر آنجہانی ڈاکٹر عبدالسلام کی تعریف میں زمین و آسمان کے قلابے ملائے ہیں۔ اس کی علمیت کے قصیدے پڑھے ہیں، پاکستان سے اس کی محبت کے گیت گائے ہیں۔ نوبل انعام کے حوالے سے اس کی خوب تشہیر کی ہے اور اسے دین و دنیا کے اعتبار سے ایک کامیاب انسان قرار دیا ہے۔

میں اسے جناب پراچہ صاحب کی کمال سادگی کہوں یا کمال ہوشیاری یا کمال بے خبری کہ موصوف کو یہ بھی معلوم نہیں کہ ڈاکٹر عبدالسلام کا تعلق اس گروہ سے تھا، جس نے ہندوستان میں انگریز کی ایک خوفناک سازش کے تحت قصر ختم نبوت پر ڈاکہ زنی کی ناپاک جسارت کی اور ایک غدار ملت مرزا غلام احمد قادیانی سے دعویٰ نبوت کرایا۔ مرزا قادیانی نے خود کو اللہ کا نبی اور رسول کہا۔ انگریزی سلطنت کی بقا کے لئے جہاد کو حرام قرار دیا۔ انگریز کو اولی الامر بنایا، ظالم انگریزی گورنمنٹ کو رحمت کا سایہ کہا۔ ملکہ وکٹوریہ کو زمین کا نور کہا اور انگریزی سلطنت کے خلاف جہاد کرنے والوں کو خدا اور رسول کا باغی، حرامی اور بدکردار قرار دیا۔

کیا پراچہ صاحب کو معلوم نہیں کہ جس جماعت نے سامراجی ایجنٹ ہونے کا ناطے، یہود و نصاریٰ میں اپنا اثر ورسوخ استعمال کرتے ہوئے مسمی عبدالسلام کو ڈاکٹر عبدالسلام بنایا اور پھر اسے نوبل انعام دلوایا اور پھر یہودی پریس کے ذریعے پوری دنیا میں اس کی خوب تشہیر کرائی۔

- اس جماعت نے خلافت عثمانیہ کی تباہی پر قادیان میں چراغاں کیا تھا۔
- شاتم رسول راجپال کو قتل کرنے والے عظیم عاشق رسول غازی علم الدین شہید رحمۃ اللہ علیہ پر تنقید کرتے ہوئے جماعت کے سربراہ مرزا بشیر الدین محمود نے کہا تھا کہ ''وہ نبی بھی کیا نبی ہے، جس کی عزت کی حفاظت کے لئے خون میں ہاتھ رنگنے پڑیں۔''

- جس نے حد بندی کمیشن کے سامنے مسلمانوں سے ہٹ کر قادیان حاصل کرنے کے لئے اپنا ایک میمورنڈم پیش کیا، جس کے نتیجے میں ضلع گورداسپور بھارت کے قبضہ میں چلا گیا اور بھارت کو کشمیر پر قبضہ کرنے کا واحد زمینی راستہ مل گیا۔
- جس کے نمائندہ وزیر خارجہ سر ظفر اللہ نے بانی پاکستان حضرت قائداعظم کی نماز جنازہ اس لئے نہ پڑھی کیونکہ قادیانیوں کے نزدیک قائداعظم کافر تھے، کیونکہ قائداعظم مرزا قادیانی کو نبی نہیں مانتے تھے۔
- جنہوں نے وزیراعظم لیاقت علی خان کو اس لئے قتل کرایا کہ لیاقت علی خان، قادیانی وزیر خارجہ سر ظفر اللہ کو اس کی خرمستیوں کی وجہ سے کابینہ سے خارج کرنے کا اعلان کرنے والے تھے۔
- جنہوں نے وطن عزیز میں ایک الگ ریاست ''ربوہ'' کے نام سے بسائی اور وہاں مسلمانوں کا داخلہ ممنوع قرار دیا اور ربوہ کا قادیانی خلیفہ وہاں کا مطلق العنان حکمران ہوتا تھا جس کے سامنے ملکی قانون کوئی حیثیت نہیں رکھتا تھا۔
- جنہوں نے اسرائیل میں اپنا مشن قائم کر رکھا ہے اور اسرائیل کی فوج میں چھ سو قادیانی بھرتی ہیں۔
- جنہوں نے سقوط مشرقی پاکستان ربوہ کے بازاروں میں بھنگڑا ڈالا۔
- جنہوں نے شاہ فیصل کی شہادت پر جشن منایا۔
- جنہوں نے جناب ذوالفقار علی بھٹو کی موت پر خوشی مناتے ہوئے حلوے کی دیگیں تقسیم کیں اور بھٹو کو ایک غلیظ جانور سے تشبیہ دی۔
- جنہوں نے ضیاء الحق کی شہادت پر ایک دوسرے کو منہ میٹھا کرایا اور مبارک بادیں دیں۔
- جنہوں نے کہوٹہ ایٹمی پلانٹ کا ماڈل امریکہ پہنچایا۔
- اور جن کا مذہبی عقیدہ ہے کہ پاکستان ٹوٹ جائے گا اور اکھنڈ بھارت بنے گا۔ اسی لئے وہ اپنے مردے ربوہ میں امانتاً دفن کرتے ہیں کہ جب اکھنڈ بھارت بن جائے گا تو ہم ان کی لاشیں اپنے مذہبی مرکز قادیان پہنچائیں گے۔ مرزا بشیر الدین کی قبر پر ایسی ہی تحریر رقم تھی، جو اب کسی مصلحت کے تحت مٹا دی گئی ہے۔

کیا جناب پراچہ صاحب نے مصور پاکستان، مفکر پاکستان حکیم الامت حضرت علامہ اقبال کے یہ الفاظ کبھی نہیں پڑھے کہ

- قادیانی اسلام اور وطن دونوں کے غدار ہیں۔ اور
- قادیانیت یہودیت کا چربہ ہے۔
- حضرت حکیم الامت نے ہی سب سے پہلے قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دینے کا مطالبہ کیا تھا اور پاکستان کے خواب کی طرح حکیم الامت کا یہ خواب بھی 1974ء میں پورا ہو گیا جب پاکستان کی قومی اسمبلی نے قادیانیوں کو کافر قرار دیا۔

فرنگی سامراج کی خود ساختہ قادیانی جماعت کا تذکرہ ہو جانے کے بعد میں ڈاکٹر عبدالسلام آنجہانی کا ذکر کرنا چاہوں گا۔ ڈاکٹر عبدالسلام پچھلے کئی برسوں سے کئی کربناک بیماریوں میں مبتلا تھا۔ فالج سے اس کا جسم بید لرزاں کی طرح کانپتا تھا۔ موت سے چھ ماہ قبل تک اس پر بے ہوشی کے دورے پڑتے اور اسے مصنوعی طریقے سے غذا پہنچائی جاتی۔ پھر دماغ پر ہونے والے شدید فالج کے حملہ نے اسے یادداشتوں اور ہوش وحواس سے بھی محروم کر دیا۔ قادیانی ڈاکٹروں کی ایک مخصوص ٹیم اس کے علاج کے لئے مستعد رہتی لیکن کوئی علاج بھی کارگر نہ ہوتا۔ قادیانی جماعت نے اس کی اس خطرناک بیماری کو عام قادیانیوں سے چھپائے رکھا کیونکہ قادیانی جماعت کے پیشوا مرزا قادیانی نے فالج سے ہونے والی موت کو بہت بری موت قرار دیا ہے۔

ڈاکٹر عبدالسلام آنجہانی کا شمار چوٹی کے قادیانی مبلغین میں ہوتا تھا۔ اس نے تعلیم اور سائنس کی آڑ میں سینکڑوں مسلمان نوجوانوں کو قادیانی بنایا۔ یہود و نصاریٰ نے اس کی سائنسی خدمات کو سراہتے ہوئے اسے 1979ء میں نوبل انعام سے نوازا اور پھر ایک مخصوص پروگرام کے تحت پوری دنیا میں اس کے نام کی تشہیر کی گئی۔ ڈاکٹر عبدالسلام نے اس نوبل انعام کو اپنے ''نبی'' مرزا غلام احمد قادیانی کا معجزہ قرار دیا اور اس موقعہ پر اس نے کہا:

> ''میں سب سے پہلے مرزا غلام احمد قادیانی کا غلام ہوں، پھر مسلمان ہوں، اور پھر پاکستانی''

ڈاکٹر عبدالسلام نے کون سی سائنسی خدمات سرانجام دیں؟ انسانیت کو اس سے کیا فائدہ پہنچایا؟ پاکستان کو ان سے کیا عزت ملی؟ تاریخ پوچھتی ہے۔۔ زمانہ سوال کرتا ہے!!

اسلام دشمن نوبل انعام ہمیشہ اسلام دشمنوں کو ہی دیتے ہیں۔ کیونکہ نوبل انعام کا بانی، نوبل خود بھی یہودی تھا۔ کیا کبھی یہ انعام مسلمان مشاہیر کو ملا ہے؟ ادب کے شعبے میں حضرت علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ کے مقابلہ میں نوبل انعام ایک بنگالی ہندو ٹیگور کو دیا گیا۔ حالانکہ ٹیگور علامہ اقبال کی خاک راہ کو بھی نہیں پہنچ سکتا۔ ڈاکٹر عبدالسلام کو نوبل انعام ملنے پر تبصرہ کرتے ہوئے ملت اسلامیہ کے عظیم سائنس دان ڈاکٹر

عبدالقدیر خان فرماتے ہیں۔

''وہ بھی نظریات کی بنیاد پر دیا گیا۔ڈاکٹر عبدالسلام 1959ء سے اس کوشش میں تھے کہ انہیں نوبل انعام ملے۔ آخر کار آئن سٹائن کی صد سالہ یوم وفات پر ان کو مطلوبہ انعام دے دیا گیا۔ دراصل قادیانیوں کا اسرائیل میں باقاعدہ مشن ہے جو ایک عرصے سے کام کر رہا ہے۔ یہودی چاہتے تھے کہ آئن سٹائن کی برسی پر اپنے ہم خیال لوگوں کو خوش کر دیا جائے۔ سو ڈاکٹر عبدالسلام کو بھی انعام سے نوازا گیا۔''

(ہفت روزہ ''چٹان'' لاہور 6 فروری 1956ء)

یہ تو تذکرہ ہے یہودیوں کی نوازش کا، اب جہاں تک ڈاکٹر عبدالسلام کی اہلیت وقابلیت کا ذکر ہے تو آنجہانی جس دور میں گورنمنٹ کالج میں لیکچرار تھے تو ان کے طلباء ان کے پڑھانے کے طریقہ سے مطمئن نہ تھے اور کالج کے پرنسپل نے ان کی پرسنل فائل میں لکھا تھا کہ وہ ایک نااہل استاد ہیں جو اپنے شاگردوں کو مطمئن کرنے سے قاصر ہیں۔ وہ شخص جو اپنے کالج کے طلباء کو مطمئن نہ کر سکا لیکن وہ نوبل انعام کے لئے بین الاقوامی یہودی دماغوں کو مطمئن کر گیا، نوبل انعام کیا چیز ہے۔ یہود ونصاریٰ نے تو ڈاکٹر صاحب کے پرائمری فیل پیشوا مرزا غلام احمد قادیانی کو ''نبوت'' عطا کر دی تھی۔

جب 1974ء میں پاکستان کے مسلمانوں کے زبردست مطالبہ اور تحریک کے نتیجہ میں پاکستان کی قومی اسمبلی نے قادیانیوں کو کافر قرار دیا تو ڈاکٹر عبدالسلام اس فیصلے پر احتجاج کرتے ہوئے پاکستان چھوڑ کر انگلستان چلا گیا اور پھر پوری دنیا میں گھوم کر پاکستان کی قومی اسمبلی اور اس عظیم فیصلے کے خلاف خوب زہر اگلا۔ اس فیصلے کے کچھ مدت بعد پاکستان میں ایک بہت بڑی سائنسی کانفرنس ہو رہی تھی۔ وزیراعظم پاکستان ذوالفقار علی بھٹو نے ڈاکٹر عبدالسلام کو بھی کانفرنس میں شرکت کا دعوت نامہ بھیجا لیکن ڈاکٹر عبدالسلام نے انتہائی غصہ میں اس کا جواب بھیجا۔

''میں اس لعنتی ملک پر قدم نہیں رکھنا چاہتا، جب تک آئین میں کی گئی ترمیم (قادیانی ترمیم) واپس نہ لی جائے۔''

یہ زہریلا جواب سنکر پوری پاکستان قوم میں غم وغصہ کی شدید لہر دوڑ گئی۔

آنجہانی ڈاکٹر عبدالسلام کی بھارت کے سابقہ وزیراعظم راجیو گاندھی سے دوستی تھی۔ وہ کبھی پوشیدہ اور کبھی اعلانیہ بھارت کا دورہ کرتا۔ بھارت جب بھی کوئی نیا اسلحہ بناتا تو وہ ہمیشہ بھارت کو مبارک باد بھیجا کرتا تھا۔ یہی وجہ تھی کہ جب قادیانیوں نے اپنا سالانہ عالمی جلسہ بھارت میں کرنے کا فیصلہ کیا تو بابری مسجد شہید کرنے والے اور ہزاروں کشمیریوں کا خون پینے والے بھارت نے انہیں بخوشی اجازت دے دی اور ان کے راستے میں اپنی پلکیں بچھا دیں۔ بھارتی ٹی وی اور بھارتی اخبارات نے قادیانیوں کے

ارتدادی پروگرام کو خوب کوریج دی۔ پاکستان سے جانے والے ہزاروں قادیانیوں کی واہگہ بارڈر پر بڑی آؤ بھگت کی گئی اور انہیں باراتیوں کی طرح قادیان لے جایا گیا اور جلسہ ختم ہونے پر انہیں تحائف دے کر بڑی تکریم سے روانہ کیا گیا۔ سوال اٹھتا ہے کہ بھارتیوں اور قادیانیوں میں اتنی محبت کی کیا وجہ ہے؟ اس کی صرف ایک ہی وجہ ہے اور وہ ہے "اسلام اور پاکستان دشمنی"۔

اب ڈاکٹر عبدالسلام قادیانی کو پاکستان کی سرزمین میں دفن کیا گیا ہے تو شہیدوں کی یہ سرزمین اپنے بیٹوں سے سوال کرتی ہے کہ مجھے "لعنتی" کہنے والا میرے پیٹ میں کیوں دفن کیا گیا ہے؟

وائے ناکامی متاع کارواں جاتا رہا
کارواں کے دل سے احساس زیاں جاتا رہا

اے نوجوانان ملت اسلامیہ!

اے ختم نبوت کے شاہینو!

اے صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی تحفظ ختم نبوت کی فوج کے دلاور سپاہیو!

اے معاذ رضی اللہ عنہ اور معوذ رضی اللہ عنہ کے جذبوں کے امینو!

اے طارق وقاسم کی جرأتوں کے وارثو!

ایک خطرناک سازش کے تحت اس غدار اسلام، غدار وطن اور غدار ملت اسلامیہ کو سائنسی ہیرو بنا کر نصابی کتب میں شامل کرنے کی کوششیں ہو رہی ہیں۔ کالجوں کی لائبریریوں اور لیبارٹریوں کو اس کے نام سے منسوب کرنے کے لئے کچھ خفیہ چہرے سرگرم ہیں۔ نبوت محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کے اس باغی کے مکان واقع جھنگ کو ایک قومی یادگار کے طور پر محفوظ کرنے کے پروگرام بن رہے ہیں۔

اسلام کے بیٹو! آؤ عہد کریں کہ ہم اس غدار کے نام کو اپنی نصابی کتب میں شامل نہیں ہونے دیں گے۔ ہم اپنے کالجوں اور سکولوں کے کسی بھی شعبہ کو یہود ونصاریٰ کے ایجنٹ کے نام سے منسوب نہیں ہونے دیں گے۔ ہم اس کے منحوس اور ناپاک مکان یعنی "قادیان ہاؤس" کو قومی یادگار نہیں بلکہ "عبرت گاہ" بنا دیں گے۔ کیونکہ یہ ملک ہمارے آقا جناب محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کے نام پر بنا ہے۔ اس لئے اس ملک میں ہمارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے دشمن اور گستاخ کے لئے کوئی جگہ نہیں۔

جن کو نہ ہو کچھ پاس پیغمبر کے ادب کا
چن چن کے میں اس قوم کو مٹی میں ملادوں
اسلام سے جس قوم کو ہے کچھ بھی محبت
میں اس کے لئے راہ میں آنکھوں کو بچھا دوں

(ظفر علی خان)

عمران محمود (نومسلم، سابق قادیانی)
چیف ایڈیٹر روزنامہ "تبصرہ"

قادیانیوں کے بھیانک انجام

عقیدہ ختم نبوت سے انکار...... اللہ تعالیٰ پر بہتان طرازی
عقیدہ ختم نبوت سے انکار...... کتاب اللہ کی تکذیب
عقیدہ ختم نبوت سے انکار...... وحی الٰہی پر عدم اعتماد
عقیدہ ختم نبوت سے انکار...... جناب ختم النبیین محمد ﷺ کی صداقت کو جھٹلانا
عقیدہ ختم نبوت سے انکار...... احادیث رسول ﷺ سے بغاوت
عقیدہ ختم نبوت سے انکار...... انبیائے سابقین پر کذب وافتراء باندھنا
عقیدہ ختم نبوت سے انکار...... پہلی الہامی کتابوں پر ایمان لانے سے فرار
عقیدہ ختم نبوت سے انکار...... صحابہ کرامؓ کی مقدس ہستیوں کو خائن کہنا
عقیدہ ختم نبوت سے انکار...... ملت اسلامیہ کی وحدت پر ضرب کاری لگا کر اسے ٹکڑیوں میں بانٹنے کی سازش
عقیدہ ختم نبوت سے انکار...... نئی نبوت کا اجراء
عقیدہ ختم نبوت سے انکار...... نئے دین اور نئی شریعت کی تشکیل کرنا
عقیدہ ختم نبوت سے انکار...... نئی امت کی بنیاد رکھنا

مندرجہ بالا حقائق سے آپ اندازہ لگائیں کہ منکر ختم نبوت کتنا بڑا مجرم ہے۔ باغی ختم نبوت کس طرح دین اسلام کی رفیع الشان عمارت کی اینٹ سے اینٹ بجا کر اسے کھنڈرات میں بدل دینا چاہتا ہے۔ ہندوستان میں سب سے بڑا باغی ختم نبوت اور مدعی نبوت مرزا قادیانی تھا، جس نے ایک گہری انگریزی سازش کے تحت دعویٰ نبوت کیا۔ وہ کس طرح تاج وتخت ختم نبوت پر حملہ آور ہوا اور کس طرح مسلمانوں کے شجر وحدت کے تنے پر ارتداد کے کلہاڑے چلاتا رہا، یہ ایک کربناک اور خوفناک داستان ہے۔ یہاں ہم صرف مرزا قادیانی اور اس کی امت رذیلہ کے چند افراد کے چند واقعات رقم کر رہے

ہیں، جن کے لفظ لفظ سے عبرت کا دریا بہتا ہے۔ میری خواہش ہے کہ عبرت کے یہ چند واقعات قادیانی حضرات تک بھی پہنچ جائیں اور شاید خوف خدا کی تھرتھراہٹ سے کسی کے دل پر لگا کفر کا قفل ٹوٹ جائے اور یہ واقعات اس کی ہدایت اور میری نجات کا سامان بن جائیں۔ (آمین، ثم آمین)

جنازہ اور مکھیاں:

میرے ایک دوست محمد صفدر بھٹی کے تایا ایک قادیانی مربی کی صحبت میں بیٹھنے کی وجہ سے قادیانیت کی طرف مائل ہونا شروع ہو گئے۔ قادیانی کتابوں کا مطالعہ کرنا شروع کر دیا۔ ایک رات وہ مرزا قادیانی کی ایک کتاب پڑھتے پڑھتے سو گئے۔ اسی رات انہیں خواب آیا کہ رات کا گھٹا ٹوپ اندھیرا ہے اور وہ ایک سنسان جنگل میں کھڑے ہیں کہ اچانک انہوں نے دیکھا کہ ان کے بالکل قریب سے ایک جنازہ گزر رہا ہے۔ جنازے کے ساتھ صرف چار آدمی ہیں جنہوں نے چارپائی کے ایک ایک پائے کو اٹھا رکھا ہے۔ چاروں آدمیوں نے چہروں پر سیاہ نقاب اوڑھے ہوئے ہیں۔ میت پر کوئی چادر نہیں۔ لاکھوں مکھیاں میت پر بھنبھنا رہی ہیں۔ میت سے انتہائی غلیظ مادہ ٹپک رہا ہے، جس سے ناقابل برداشت بو اٹھ رہی ہے۔ انہوں نے بڑی ہمت سے جنازہ اٹھائے ہوئے ایک شخص سے پوچھا کہ یہ کس کا جنازہ جا رہا ہے؟ اس شخص نے بڑے درشت لہجے میں جواب دیا کہ یہ مرزا قادیانی کا جنازہ ہے۔ صفدر بھٹی صاحب کہتے ہیں کہ صبح اٹھتے ہی تایا جی زار و قطار رونے لگے۔ سارے گھر والے یکدم اکٹھے ہو گئے۔ تایا جی کو سنبھالا اور ماجرا پوچھا۔ انہوں نے کانپتے کانپتے سارا خواب سنا دیا۔ پھر تایا جی نے سارے اہل خانہ کو مخاطب کر کے کہا کہ تم سب گواہ رہنا میں تائب ہو گیا ہوں اور مرزا قادیانی دجال پہ کروڑوں لعنتیں بھیجتا ہوں۔

کتے:

مولانا عتیق الرحمٰن چنیوٹی مرحوم پہلے قادیانی تھے، بعد میں اللہ کے فضل سے مسلمان ہو گئے۔ مولانا مرحوم اپنے مسلمان ہونے کا واقعہ یوں سنایا کرتے تھے:

"ایک رات میں نے خواب دیکھا کہ میں قادیان میں مرزا قادیانی کے گھر سے چوک کی طرف آ رہا ہوں۔ چوک میں میں نے دیکھا کہ بہت سے لوگ ایک دائرے کی صورت میں اس طرح کھڑے ہیں کہ گویا کسی مداری کا تماشا دیکھ رہے ہوں۔ ان لوگوں کے درمیان میں کچھ لوگ کھڑے ہیں، جن کے دھڑ تو انسانوں جیسے ہیں لیکن منہ کتوں جیسے ہیں اور وہ آسمان کی طرف منہ اٹھا کر چیخ چیخ کر رو رہے ہیں۔ مجمع کے تمام لوگ انہیں بڑی حیرانی سے دیکھ رہے ہیں۔ میں نے ایک شخص کا کندھا ہلا کر اس سے پوچھا کہ یہ لوگ کون ہیں؟ اس

نے جواب دیا کہ یہ مرزا قادیانی کے مرید ہیں۔ پھر میں خواب سے بیدار ہو گیا۔ خوف کے مارے میرا جسم پسینے سے شرابور تھا۔ میں نے فوراً توبہ کی اور اعلاناً مسلمان ہو گیا"۔

قبر پھٹ گئی:

ڈیرہ غازی خان کے قصبہ الہ آباد میں ایک منہ پھٹ اور انتہائی بدزبان قادیانی ماسٹر رہتا تھا۔ اس شاطر کو جہاں موقع ملتا، وہ قادیانیت کی تبلیغ کرتا اور ختم نبوت کے بارے میں بک بک کرتا۔ ایک دن وہ اسی طرح بک بک کرتا مر گیا۔ قادیانیوں نے اسے مسلمانوں کے مقامی قبرستان میں دفن کرنے کا خفیہ پروگرام بنایا۔ لیکن کسی ذریعہ سے یہ خبر مسلمانوں تک پہنچ گئی اور مسلمانوں نے اپنے قبرستان میں اس ملعون کی تدفین نہ ہونے کا بندوبست کر لیا اور علاقہ پولیس کو بھی اطلاع کر دی۔ قادیانی خوفزدہ ہو گئے اور انہوں نے مجبوراً اس کو اس کی اپنی زمین میں دفن کر دیا۔ تدفین کے بعد قبر میں زبردست آگ لگ گئی اور یہ کیفیت تین دن تک مقامی لوگ دیکھتے رہے۔ آخر قبر پھٹ گئی اور وہاں ایک بہت بڑا گڑھا بن گیا۔ لوگ دور دور سے اس عبرت گاہ کو دیکھنے آتے۔ قادیانیوں نے اپنی بے عزتی ہوتے دیکھ کر پتھروں سے اس گڑھے کو بھروا دیا اور اس کے اوپر قبر کا پختہ چبوترہ قائم کر دیا لیکن بدبختوں نے اس ہولناک واقعہ سے کوئی عبرت حاصل نہ کی۔

دیکھو گے برا حال محمد ﷺ کے عدو کا
منہ پر ہی گرا جس نے چاند پہ تھوکا

مردے کا منہ قبلہ سے پھر گیا:

آدھی کوٹ ضلع خوشاب کے نزدیک امام الدین نامی ایک قادیانی رہتا تھا۔ جب 1974ء کی طوفانی تحریک ختم نبوت اٹھی تو مسلمانوں کے غیظ و غضب کو دیکھتے ہوئے امام الدین قادیانی نے قادیانیت سے تائب ہو کر اسلام قبول کر لیا۔ مسلمانوں نے اس کے اسلام قبول کرنے پر بڑی خوشی کا اظہار کیا۔ امام الدین مساجد میں نماز پڑھنے لگا۔ مسلمانوں کی شادی غمی میں شرکت کرنے لگا۔ لیکن وہ منافق اندر ہی اندر قادیانیوں سے رابطے رکھتا اور انہیں مسلمانوں کی ساری خبروں سے آگاہ کرتا۔ لیکن مسلمانوں کو اس جاسوس کا پتہ نہ چلتا۔ ایک دن امام الدین قادیانی بیمار ہوا اور چل بسا۔ مسلمانوں نے اسے غسل دیا، کفن پہنایا، نماز جنازہ پڑھائی، لحد تک ساتھ گئے۔ جب اسے قبر میں لٹایا گیا تو ایک مولوی صاحب قبر میں اترے اور انہوں نے اس کا چہرہ مخالف سمت سے قبلہ رخ کر دیا۔ ایک زوردار جھٹکا لگا اور مردے کا منہ دوسری طرف ہو گیا۔ مولوی صاحب سمجھے کہ شاید میرا پاؤں لگ گیا ہے۔ انہوں نے دوبارہ اس کا منہ قبلہ رخ کیا، لیکن پھر ایک جھٹکا لگا اور منہ دوسری طرف ہو گیا۔ مولوی صاحب کہتے ہیں: جب

تیسری دفعہ بھی اس کا چہرہ قبلہ کی طرف سے ہٹ گیا تو میرے دل میں یہ القاء ہو گیا کہ یہ شخص قادیانی ہے اور اس نے صرف مسلمانوں کو دھوکہ دیتے ہوئے اسلام قبول کرنے کا ڈرامہ رچایا تھا۔ سارے حاضرین اس واقعہ کو دیکھ کر خوفزدہ ہو گئے اور جلدی جلدی قبر پر مٹی ڈال کر اپنے گھروں کو بھاگ گئے۔

مرقد کی وحشت بتا رہی ہے
مدفن ہے یہ کسی گستاخ رسول ﷺ کا

کالا ناگ:

بھکر کے عمر الدین سائی کہتے ہیں کہ میرے پاس ایک قادیانی آیا اور مجھے قادیانیت کی تبلیغ کرنے لگا۔ مرزا قادیانی کو نبی اور قادیانیت کو مذہب حق ثابت کرنے لگا۔ میں اپنی علمی بساط کے مطابق اسے جواب دیتا رہا۔ ڈیڑھ دو گھنٹے بحث کرنے کے بعد وہ چلا گیا۔ میں نے اس واقعہ کا ذکر مولانا محمد نواز صاحب سے کیا۔ انہوں نے بڑی تفصیل کے ساتھ مجھے قادیانیوں کے کفریہ عقائد کے متعلق بتایا اور مرزا قادیانی و مذہب قادیانیت کی سیاہ تاریخ سے آگاہ کیا۔ اس واقعہ کو تقریباً ایک ہفتہ گزرا تھا کہ ایک دن میرے گھر کے دروازے پر دستک ہوئی۔ میں نے دروازہ کھولا تو دیکھا کہ وہی ملعون قادیانی کھڑا ہے۔ اس کے ہاتھوں میں قادیانی کتابوں کا ایک بنڈل تھا۔ اس نے کتابیں میری طرف بڑھاتے ہوئے کہا کہ ان کتابوں کا مطالعہ کرو، تمہیں بہت فائدہ ہوگا۔ میں نے اس سے کہا کہ میں ان کتابوں کو اپنے گھر نہیں رکھ سکتا۔ اگر میری بیوی یا میرے والدین کو ان کی بابت پتہ چل گیا تو وہ مجھے گھر سے نکال دیں گے اور پورا خاندان میرا بائیکاٹ کر دے گا۔ اس پر وہ مجھے کہنے لگا کہ تم فکر نہ کرو، میری جوان بھتیجی ہے، میں اس کے ساتھ تمہاری شادی کر دوں گا اور میں اپنی زمین بھی تیرے نام کر دوں گا۔ میں نے اسے ڈانٹتے ہوئے کہا کہ بے غیرت! تو زن اور زر کے عوض میرا ایمان خریدنا چاہتا ہے۔ میری نظروں سے دور ہو جا۔ میرا اگر جتا جواب سن کر وہ منہ سے بڑبڑاتا ہوا دفع ہو گیا۔ اسی رات مجھے خواب آیا کہ ایک بہت بڑا کالا ناگ میرے پیچھے بھاگ رہا ہے۔ میں جس طرف بھاگتا ہوں، وہ بڑی سرعت کے ساتھ میرے پیچھے بھاگتا ہے۔ بھاگ بھاگ کر میرا سانس پھول جاتا ہے اور میں پسینے میں شرابور ہو جاتا ہوں۔ اچانک میری نظر مولانا محمد نواز پر پڑتی ہے۔ میں لپک کر ان تک پہنچ جاتا ہوں اور ان سے لپٹ کر ان سے استدعا کرتا ہوں کہ مجھے اس ناگ سے بچائیں۔ اس افراتفری میں میری آنکھ کھل جاتی ہے۔ دیکھا تو پسینے میں نہایا ہوا تھا۔ دل اتنی تیزی سے دھک دھک کر رہا تھا گویا سینے سے ابھی باہر نکلا۔ حواس درست ہونے پر میں نے اپنے ایک دوست کے ذریعے اس قادیانی کو پیغام بھجوایا کہ اگر آئندہ مجھ سے ملاقات کی کوشش

کی تو مجھ سے برا کوئی نہ ہوگا۔ یوں ایک خواب کے ذریعے اللہ پاک نے میری رہنمائی فرمائی۔

توکل شاہ سے درخواست دعا:

مولوی محبوب عالم صحیفہ محبوب میں لکھتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں نے خواجہ توکل شاہ انبالوی سے عرض کیا کہ میں تو مرزا قادیانی کو برا جانتا ہوں، آپ کے نزدیک وہ شخص کیا ہے؟ ان دنوں مرزا کا دعویٰ مجددیت ومہدیت سے متجاوز نہ ہوا تھا۔ خواجہ صاحب نے فرمایا کہ ایک دفعہ میں نے دیکھا کہ گویا کوتوال کی حیثیت سے شہر لاہور کا گشت کر رہا ہوں۔ ایک مقام پر مرزا غلام احمد کو دیکھا کہ کانٹوں اور گندگی میں پڑا ہے۔ میں نے اس کے ہاتھ کو جنبش دی اور ڈانٹ کر کہا۔ تیرے پاس مجددیت اور مہدیت کا کیا ثبوت ہے؟ وہ سخت اداس اور غمزدہ دکھائی دیتا تھا۔ میرے سوال کا کچھ جواب نہ دے سکا۔ معلوم ہوتا ہے کہ اس نے کوئی عمل کیا تھا، مگر پھر کسی بدپرہیزی کے باعث اس عمل سے گر گیا۔ مولوی محبوب عالم لکھتے ہیں کہ یہ تو میرا اپنا مشاہدہ ہے کہ اس کے اکثر خط خواجہ توکل شاہ کی خدمت میں آیا کرتے تھے، جن کا یہ مضمون ہوتا تھا کہ "حضور میرے حق میں دعا فرمائیں"۔ خط کے سنتے ہی خواجہ صاحب کے چہرہ پر غصہ کے مارے شکن پڑ جاتے تھے، مگر ضبط کر کے خاموش ہو جاتے تھے۔ ("رئیس قادیان" جلد دوئم، صفحہ 19)

شاہ عبد الرحیم صاحب سہارنپوری:

شاہ عبد الرحیم صاحب سہارنپوری سے علماء لدھیانہ کی ملاقات ہوئی۔ شاہ صاحب نے فرمایا کہ میں نے قادیانی کے متعلق استخارہ کیا تھا۔ میں نے دیکھا کہ یہ شخص بھینسے پر اس طرح سوار ہے کہ منہ دم کی طرف ہے۔ جب غور سے دیکھا تو اس کے گلے میں زنار نظر آیا، جس سے اس شخص کا بے دین ہونا ظاہر ہے۔ (فتاویٰ قادریہ)

جب ایک قادیانی کی قبر کھولی گئی:

کوٹ قیصرانی، تحصیل تونسہ، ضلع ڈیرہ غازی خان میں ایک امیر مند نامی قادیانی مرگیا۔ اس مردود کو قادیانیوں نے مسلمانوں کی مسجد کے صحن میں دفن کر دیا۔ مقامی مسلمان اس حادثہ سے چیخ اٹھے۔ ان غریبوں کی احتجاجی آواز کو با اثر قادیانیوں نے دبانے کی کوشش کی۔ مسلمانوں کی پکار پر مختلف اسلامی تنظیمیں ان کی مدد کیلئے بجلی کی سرعت سے پہنچیں۔ خانقاہ تونسہ کے چشم و چراغ خواجہ مناف صاحب بھی عشق رسول ﷺ کے ہتھیار سے مسلح ہو کر خم ٹھونک کر میدان میں آگئے۔ جلوس نکالے گئے، کانفرنسیں ہوئیں اور حکومتی حکام سے مطالبہ کیا کہ قادیانی مردے کو مسجد سے نکالا جائے۔ حکومت نے ٹال مٹول کے ہتھیاروں سے کام لیا، لیکن عوام کے طوفانی احتجاج کے سامنے حکومت بے بس ہوگئی اور اسے مسلمانوں کا

مطالبہ تسلیم کرنا ہی پڑا۔ چوہڑوں کے ذریعے مردود کی قبر کشائی کی گئی۔ جونہی قبر کھلی، بدبو کے طوفان اٹھ کھڑے ہوئے۔ اس شدت کی بو کہ لوگوں کے سر چکرا گئے اور آنکھوں سے پانی نکل گیا۔ لوگوں میں بھگدڑ مچ گئی۔ غلیظ اور کٹا پھٹا لاشہ باہر نکلا تو مارے خوف کے چوہڑے بھی کانپ گئے۔ لاش قادیانیوں کے حوالے کر دی گئی، جنہوں نے چوہڑوں کے ذریعے ہی اسے اپنے گھر کے صحن میں دفن کر دیا۔ لیکن چند دنوں میں گھر میں ایسا تعفن پھیلا کہ گھر میں رہنا مشکل ہو گیا۔ آخر قادیانیوں نے تنگ آ کر اسے وہاں سے اکھیڑ کر اپنے کھیتوں میں دفن کر دیا۔ چشم دید گواہ کہتے ہیں کہ جب دوسری مرتبہ قادیانی کی لاش کو نکالا گیا تو اس کی بدبو کئی میل دور تک گئی اور لوگ کئی دنوں تک اس بدبو کو محسوس کرتے رہے۔ اس عبرتناک واقعہ کو دیکھ کر کئی قادیانی مسلمان ہو گئے، جن میں سے کچھ مردے کے خاندان میں سے بھی تھے۔

ظاہر کی آنکھ سے نہ تماشا کرے کوئی
ہو دیکھنا تو دیدۂ دل وا کرے کوئی

مرزا قادیانی کو چوہڑے کی شکل میں دیکھا:

مجوکہ ضلع خوشاب کے جناب ظفر اقبال صاحب کہتے ہیں کہ میں آٹھویں جماعت میں پڑھتا تھا۔ ہمارے گھر کے قریب ہی ایک قادیانی مبلغ غلام رسول رہتا تھا۔ ایک دن اس نے مجھے قادیانیت کی دعوت دی اور پڑھنے کیلئے قادیانی لٹریچر بھی دیا۔ میری عمر بھی پختہ نہ تھی اور مذہبی تعلیم بھی واجبی سی تھی۔ اس کی دجالی گفتگو سننے اور گمراہ کن لٹریچر پڑھنے کے بعد شیطان نے میرے دل میں وسوسہ پیدا کر دیا کہ کہیں قادیانی جماعت سچی ہی نہ ہو۔ عشاء کی نماز پڑھ کر بستر پر لیٹے یہی سوچتے سوچتے سو گیا۔ رات میں نے خواب میں مرزا قادیانی کو انتہائی غلیظ اور کریہہ الصورت چوہڑے کی شکل میں دیکھا۔ صبح بیدار ہوا تو زبان پر استغفار کے جملے جاری تھے۔ اللہ کا لاکھ لاکھ شکر ادا کیا اور قادیانی مبلغ کے گھر جا کر اس کا لٹریچر اس کے منہ پر دے مارا۔

سر ظفر اللہ کا ہولناک انجام:

فتنہ قادیانیت کا پوپ سر ظفر اللہ بستر مرگ پر بے ہوش پڑا ہے۔ کبھی کبھی معمولی سی آنکھیں کھول کر اپنے اردگرد کھڑے لوگوں کو ہلکی سی نظر دیکھ لیتا ہے۔ کھانے پینے سے عاجز ہے۔ غذائی ضروریات پوری کرنے کیلئے گلوکوز کی بوتلیں چڑھا رکھی ہیں۔ لیکن گلوکوز کا پانی پیلے رنگ کا محلول بن کر منہ کے راستے باہر نکل جاتا ہے اور اس پیلے رنگ کے محلول سے پاخانے جیسی بدبو اٹھ رہی ہے۔ ڈاکٹر ٹشو پیپر سے بار بار اس غلاظت کو صاف کر رہے ہیں لیکن غلاظت رکنے کا نام نہیں لیتی۔ سر ظفر اللہ بستر پر پیشاب کر رہا ہے۔

کمرے میں اس شدت کی بو ہے کہ ٹھہرنا مشکل ہے۔ بدبو اور دیگر حفاظتی تدابیر کو مدنظر رکھتے ہوئے قادیانی ڈاکٹروں نے اپنے منہ پر ماسک چڑھا رکھے ہیں۔ عام ملاقات پر سخت پابندی ہے کیونکہ سر ظفر اللہ کا یہ ہولناک انجام دیکھ کر کوئی بھی قادیانی، قادیانیت سے تائب ہو سکتا ہے۔ اسی حالت میں ظفر اللہ ایڑیاں رگڑ رگڑ کر مر جاتا ہے۔ لیکن مرنے کے بعد بھی اس کے منہ سے غلاظت جاری رہتی ہے۔ جس سے بچنے کیلئے قادیانی ڈاکٹر اس کا منہ کھول کر گلے میں روئی کا گولہ ٹھونس دیتے ہیں۔ لیکن خدائی عذاب اس گولے سے کہاں رکتا ہے!!!

قبر میں زلزلہ:

بھارت کے صوبہ بہار کے حکیم محمد حسین نے خواب دیکھا کہ مرزا قادیانی کی قبر میں تدفین ہوگئی ہے۔ لوگ مٹی ڈال کر گھروں کو چل رہے ہیں۔ قبر میں سخت اندھیرا اور خوف ہے۔ اللہ کے فرشتے سوال جواب کیلئے آ پہنچے ہیں۔ مرزا قادیانی سخت گھبرایا ہوا ہے اور تھر تھر کانپ رہا ہے۔ اللہ کے فرشتے اس سے سوال کر رہے ہیں اور جواب میں وہ اول فول بک رہا ہے۔ قبر میں قریب ہی شیطان کھڑا ہے۔ وہ مرزا قادیانی کو کہہ رہا ہے کہ اے مرزا قادیانی! تو میرا بہترین ساتھی تھا۔ تو نے میرے مشن کیلئے بہت کام کیا۔ شب و روز محنت کر کے لوگوں کو گمراہ کیا۔ مجھے تیری موت کا دکھ ہوا لیکن آج اس مشکل میں میں تیرے کسی کام نہیں آ سکتا۔ یہ عذاب تو اب تجھے سہنا ہی پڑے گا۔ یہ کہا اور شیطان غائب ہو گیا اور اس کے ساتھ ہی مرزا قادیانی سخت ترین عذاب میں مبتلا ہو گیا اور اس کی چیخوں سے قبر میں ایک زلزلہ بپا ہو گیا۔

آتش فشاں ہے زمین ایسی جگہوں سے کہ جہاں
لقمہ خاک ہوئے زہر اگلنے والے!

قادیانیت سے رہائی:

بھارت کے سید عبدالغفار کہتے ہیں کہ میں قادیانیوں کے ہاں ملازمت کرتا تھا۔ ان کی صحبت اور تبلیغ کی وجہ سے میں بھی قادیانی ہو گیا۔ مجھے قادیانی ہوئے ابھی تھوڑی ہی مدت گزری تھی کہ ایک رات مجھے خواب میں ایک بزرگ نظر آئے۔ انہوں نے مجھے کہا کہ مرزا قادیانی دجال اور کذاب تھا، تو قادیانی بن کر کیوں اپنی عاقبت خراب کر رہا ہے۔ سید عبدالغفار کہتے ہیں کہ میں نے اپنا یہ خواب قادیانیوں کو سنایا۔ قادیانی میرا خواب سن کر بجائے پریشان ہونے کے، بہت خوش ہوئے اور مجھے کہنے لگے کہ تم کتنے خوش قسمت ہو کہ تمہیں قادیانی ہوتے ہی بزرگوں کی زیارتیں ہونا شروع ہو گئی ہیں، حالانکہ اس سے قبل تمہیں کبھی زیارت نہ ہوئی تھی۔ میں ان کی تاویل کے پھندے میں پھر گرفتار ہو گیا۔ کچھ دنوں بعد پھر

مجھے خواب آیا۔ میں نے ریچھ کی شکل والا ایک شخص دیکھا۔ اس کی کھال جلی اور ادھڑی ہوئی تھی۔ پاؤں میں بھاری زنجیریں ڈلی ہوئی تھیں۔ گلے میں آگ کا سرخ طوق تھا۔ دو آدمی، جن کے ہاتھوں میں بڑے مضبوط کوڑے تھے، اسے تڑاخ تڑاخ پیٹ رہے تھے۔ یہ منظر بڑا ہولناک تھا۔ میں نے دیکھا کہ کچھ فاصلے پر وہی بزرگ کھڑے ہیں۔ میں نے ان سے پوچھا کہ یہ شخص کون ہے اور اسے کیوں عذاب دیا جا رہا ہے۔ وہ بزرگ فرمانے لگے کہ یہ شخص مرزا قادیانی ہے اور اگر تم نے اسے نہ چھوڑا تو تمہارا بھی یہی حشر ہوگا۔ نیند سے بیدار ہوا تو پسینے میں شرابور تھا اور تھر تھر کانپ رہا تھا۔ لہٰذا میں فوراً توبہ کی اور مرزائیت پر لعنت بھیج کر اسلام میں داخل ہو گیا۔

مرزے کی قبر:

جناب سراج الدین صاحب کہتے ہیں کہ میں مرزائی تھا۔ ایک رات خواب میں دیکھا کہ میں قادیاں میں مرزا قادیانی کی قبر پر کھڑا ہوں۔ اچانک مجھے اس کی قبر پر ایک تختی نظر آئی جس پر لکھا تھا فی نار جھنم خالدین ابدا۔ بس یہ تحریر پڑھ کر کانپ اٹھا۔ اس کے ساتھ ہی مرزا کی قبر پر چغد اور گدھ کی شکل میں جانور نظر آئے۔ میں بیدار ہوا اور سجدہ میں گر گیا کہ قدرت حق نے میری دستگیری فرمائی اور مسلمان ہو گیا۔

قادیانیت سے توبہ:

ایک شخص جیون خان ساکن تلونڈی موسیٰ خان ضلع سیالکوٹ اپنا واقعہ بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ میں شومئی قسمت سے قادیانی ہو گیا۔ ایک رات خواب دیکھا کہ ایک کارواں حج کیلئے مکہ مکرمہ جا رہا ہے۔ میں بھی کارواں میں شامل ہو گیا۔ کارواں بخیریت مکہ مکرمہ پہنچا' ور ہم حرم کعبہ میں پہنچ گئے۔ اذان ہوئی۔ ہم سب وضو کر کے نماز کیلئے کعبہ کی طرف منہ کر کے کھڑے ہو گئے۔ اچانک ایک قوی ہیکل انسان نمودار ہوا اور اس نے بڑی قوت سے مجھے گردن سے آ کر دبوچا اور میرا منہ موڑ کر دوسری طرف کر دیا۔ بے تحاشا مارنا شروع کر دیا۔ چہرہ لہولہان کر دیا۔ دائیں بائیں کی پسلیاں توڑ دیں۔ میں نے مار کھاتے کھاتے پوچھا کہ یہ مجھے کس جرم کی سزا مل رہی ہے؟ اس نے نہایت گرجدار آواز میں جواب دیا کہ تم مرزائی ہو، تمہارا کعبہ سے کیا تعلق؟ تم مرزے کے گھر کی طرف منہ کرو، تمہارا اللہ سے کوئی تعلق نہیں۔ جیون خان نے خواب میں ہی زور زور سے چلانا شروع کر دیا۔ پورے محلے کے لوگ اکٹھے ہو گئے۔ مجھے سہارا دیا اور بٹھایا۔ میں سخت خوف کی حالت میں تھا اور مجھ پر کپکپی طاری تھی۔ لوگوں نے مجھ سے پوچھا، کیا ہوا؟ میں نے کہا پہلے میرے جسم کو دباؤ، میرا جوڑ جوڑ درد کر رہا ہے۔ لوگوں نے میرے سارے جسم کو

اپنے ہاتھوں میں لے کر دبانا شروع کیا۔ کچھ دیر کے بعد اوسان بحال ہوئے تو میں نے سب کو واقعہ سنایا اور فوری طور پر قادیانیت پر لعنت بھیج کر مسلمان ہو گیا۔

مرزا قادیانی کی قبر پر کتے کا پیشاب:

جناب عبدالسلام دہلوی بیان کرتے ہیں کہ مجھے مرزائی بنانے کیلئے قادیانیوں نے ایڑی چوٹی کا زور لگایا لیکن میں ان کے قابو نہ آیا۔ ایک دن بیٹھے بیٹھے میرے دماغ میں سوال اٹھا کہ مجھے قادیان جانا چاہیے۔ میں نے فوراً قادیان کی تیاری شروع کر دی اور اگلے دن قادیان جا پہنچا۔ قادیان میں قادیانی مجھے بڑے تپاک سے ملے۔ مہمان خانہ میں ٹھہرایا گیا اور خوب خاطر مدارت کی گئی۔ مرزا بشیر الدین سے میری ملاقات بھی کرائی گئی۔ سوال و جواب کی نشست بھی جمتی رہی لیکن میرا دل مطمئن نہ ہوا۔ ایک دن عصر کی نماز کے بعد میں سیر کیلئے نکلا۔ اچانک میرے ذہن میں خیال آیا کہ مجھے ان کا بہشتی مقبرہ ضرور دیکھنا چاہیے۔ میں لمبے لمبے قدم اٹھاتا بہشتی مقبرہ میں جا پہنچا۔ بہشتی مقبرہ میں داخل ہوتے ہی میری حیرت کی انتہا نہ رہی کہ وہاں چار پانچ کتے آپس میں کھیل رہے تھے اور ان میں سے ایک کتا ایک قبر پر پیشاب کر رہا تھا۔ میں نے آگے بڑھ کر جب اس قبر کے کتبے کو پڑھا، تو وہ مرزا قادیانی کی قبر تھی۔ میرا دل بول اٹھا کہ یہ قبر کسی مہدی، مسیح یا نبی کی نہیں ہو سکتی۔ میں استغفار پڑھتا، ڈرتا ڈرتا واپس آ گیا۔ رات قادیان میں ہی گزاری، جو آنکھوں میں بسر کی اور صبح ہوتے ہی اس منحوس بستی سے کوچ کر گیا۔

مرزا قادیانی کو آتش جہنم میں دیکھا:

جناب جاوید اختر رضوی صاحب کہتے ہیں کہ ہمارے گاؤں بھوتہ ضلع گجرات میں ایک قادیانی خاندان رہتا ہے۔ اس خاندان کا ایک نوجوان، جو آنکھوں سے نابینا ہے اور گاؤں والے نابینا ہونے کی وجہ سے اسے حافظ کے نام سے پکارتے ہیں، ایک رات اس نابینا نوجوان کو خواب آیا۔ اس نے دیکھا کہ اس کا دادا آتش جہنم میں بری طرح جل بھن رہا ہے اور بری طرح چلا رہا ہے اور اس نابینا پوتے کو کہہ رہا ہے کہ میرے بیٹے یعنی اپنے باپ سے کہو کہ قادیانیت سے تائب ہو کر اسلام قبول کر لو ورنہ تمہارا انجام بھی مجھ سا ہو گا۔ اس نے یہ خواب اپنے والد صاحب کو سنایا۔ اسے یہ خواب مسلسل تین دن تک آتا رہا اور وہ اپنے باپ کو سناتا رہا۔ لیکن باپ کسی معبر سے تعبیریں پوچھنے کی باتیں کرتا رہا۔ آخر وہ نابینا نوجوان قادیانیت پر لعنت بھیج کر مسلمان ہو گیا ہے اور اب اللہ کے فضل سے اس نے قرآن پاک بھی حفظ کر لیا ہے۔ پہلے جس نوجوان کو لوگ نابینا ہونے کی وجہ سے حافظ کہتے تھے، اب اسے قرآن پاک کا حافظ ہونے کی وجہ سے حافظ کہتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ استقامت عنایت فرمائے۔ (آمین)

قبر سانپوں سے بھر گئی :

محمد رمضان صاحب گجرات کے رہنے والے ہیں اور آج کل سیالکوٹ میں قیام پذیر ہیں وہ کہتے ہیں کہ سیالکوٹ میں ایک بڑا گستاخ قادیانی رہتا تھا۔ قدرت نے دولت بھی خوب دے رکھی تھی، جس نے اسے انتہائی متکبر بنا رکھا تھا۔ میں اکثر قبروں کی کھدائی کا کام کرتا تھا۔ ایک دن کچھ قادیانی میرے پاس آئے اور مجھے قبر کھودنے کو کہا اور بتایا کہ فلاں قادیانی مر گیا ہے۔ میں نے اس قادیانی کی قبر کھودی۔ لیکن جب اس گستاخ رسول کو دفنانے لگے تو مجھ سمیت جنازے میں شامل تمام مرزائیوں نے یہ منظر دیکھا کہ اس کی قبر آہستہ آہستہ سانپوں سے بھرنے لگی اور تھوڑی دیر میں سانپ ہی سانپ ہو گئے۔ قادیانیوں نے مجھے دوسری جگہ قبر کھودنے کیلئے کہا۔ میں نے جب دوسری جگہ قبر کھودی تو قبر سے ڈراؤنی آوازیں آنے لگیں اور آگ کی چنگاریاں نکلنے لگیں۔ سب لوگ ڈر کر پیچھے ہٹ گئے۔ آخر اس مردود کو اسی قبر میں دفن کر دیا گیا۔

قادیانیوں کی زندگانی بھی ہے کتنی خراب
دنیا میں پھٹکار آخرت میں عذاب

قادیانی کی قبر پر آگ کے گولے :

روڈہ ضلع خوشاب میں ایک انتہائی گستاخ قادیانی حاجی ولد موندا رہتا تھا۔ وہ انتہائی فحش گالیاں بکتا۔ گلی کوچوں میں اسلام اور مسلمانوں کا مذاق اڑاتا۔ اس کی ناپاک زندگی کی صبحیں اور شامیں اسی غلاظت سے اٹی پڑی تھیں۔ یہ اس وقت کی بات ہے جب قادیانیوں کو ابھی آئینی طور پر کافر قرار نہیں دیا گیا تھا اور قادیانی حج پر جا سکتے تھے۔ یہ رذیل بھی مسلمانوں کے ساتھ مکہ مکرمہ چلا گیا۔ وہ وہاں بھی اسلام اور مسلمانوں کا تمسخر اڑاتا۔ جگہ جگہ پر کھسیانی ہنسی ہنستا۔ قہقہے لگاتا اور بکواس کرتا کہ میں تو یہاں صرف سیر کرنے آیا ہوں کیونکہ اب حج تو صرف ربوہ میں ہوتا ہے۔ یہ گستاخ رسول جب مرا تو اسے قادیانیوں کے الگ قبرستان میں دفن کیا گیا۔ سورج غروب ہونے کے بعد جلد ہی رات کا اندھیرا پہلے کی نسبت قدرے گہرا ہونا شروع ہو گیا۔ رات کو ارد گرد کی آبادیوں نے یہ خوفناک منظر اپنی آنکھوں سے دیکھا اور وہ چشم دید گواہ آج بھی اس واقعہ کے شاہد ہیں کہ آگ کا ایک بہت بڑا سرخ گولہ عین اس کی قبر کے اوپر آ کر گرا اور غائب ہو گیا۔ پھر پے در پے گولے برسنے لگے تو رات گئے تک یہ سلسلہ جاری رہا۔ اپنی آنکھوں سے اس قادیانی مردود کی قبر پر آگ برستے دیکھ کر قادیانیوں کو کوئی عبرت نہ ہوئی، شاید ان کے دلوں پر تالے پڑے ہیں۔

مرزا بشیر الدین محمود کا بھیانک انجام:

موت سے کافی عرصہ قبل قادیانیوں کا دوسرا خلیفہ مرزا بشیر الدین درجنوں بیماریوں کا شکار ہو چکا تھا۔ زناکاریوں اور شراب نوشی نے دماغ کا انجر پنجر ہلا دیا تھا۔ فالج نے رہی سہی کسر نکال دی تھی۔ اللہ کے عذاب نے اسے کس طرح اپنے جبڑوں میں پھنسایا ہوا تھا، چند مثالیں پیش خدمت ہیں۔

فاتر العقل:

جب نام نہاد نماز کا وقت ہوتا تو مرزا بشیر الدین کو لا کر مصلی امامت پر کھڑا کر دیا جاتا۔ بشیر الدین کبھی ہاتھ باندھ لیتا کبھی چھوڑ دیتا۔ کبھی سجدے کھا جاتا اور کبھی سجدوں پہ سجدے کیے جاتا۔ کبھی رکوع غائب ہو جاتے، کبھی چار کی بجائے دو رکعتیں اور کبھی دو کی بجائے چار رکعتیں پڑھ جاتا۔ وہ منہ میں اول فول بکتا رہتا۔ کوڑھ دماغ قادیانی اس کے پیچھے کھڑے اس کی حرکت دہراتے رہتے۔ لیکن کیا مجال کہ کوئی اس کے سامنے زبان کھول سکے۔

حواس باختہ:

مرزا بشیر الدین ایک قادیانی جلسہ سے خطاب کر رہا تھا۔ ایک موقعہ پر وہ کہنے لگا: ''جب پاکستان بنا تھا تو اس وقت میری عمر 49 سال تھی اور آج میری عمر 105 سال ہے''۔ باقی سامعین کو تو بولنے کی ہمت نہ ہوئی، صرف ایک شخص اٹھا اور اس نے کہا ''مرزا بشیر الدین تیرا معاملہ ختم ہو گیا''۔ یہ کہا اور جلسہ سے چل دیا۔

قبر:

جب مرزا بشیر الدین کی حالت زیادہ بگڑ گئی تو اسے ایک کمرے میں بند کر دیا گیا۔ کمرے میں پاخانہ سے فارغ ہونے کے بعد وہ پاخانہ کا کچھ حصہ کھا جاتا اور کچھ حصہ منہ پہ مل لیتا۔ کمرے میں چیختا اور ڈراؤنی آوازیں نکالتا۔ کچھ دنوں کے بعد اس نے چیخ چیخ کر کہنا شروع کر دیا کہ مجھے میرے باپ کے پاس قادیان لے کر چلو۔ بڑے قادیانیوں نے اس کے شور سے تنگ آ کر ایک رات جب وہ سو رہا تھا، اس کے کمرے میں مٹی کی ایک ڈھیری بنا دی اور اسے کہا کہ یہ تیرے باپ کی قبر ہے۔ وہ قبر پہ بچھ بچھ جاتا۔ کبھی قبر کی مٹی اپنے سر میں ڈالتا اور کبھی منہ میں ڈالتا۔ آخر ایک دن سر ظفر اللہ کے کہنے پر یہ قبر ہٹا دی گئی۔

پلنگ:

اب بشیر الدین چلنے پھرنے سے قاصر ہو چکا تھا۔ اٹھنے بیٹھنے کی بھی ہمت نہ تھی۔ وہ نیم جاں لاشے کی

طرح چار پائی پر پڑا رہتا لیکن کبھی کبھی وہ اچانک کروٹیں لینا شروع کر دیتا اور دھڑام سے بستر سے نیچے گر جاتا، جس سے اس کو چوٹیں بھی آتیں۔ اسے گرنے سے بچانے کیلئے اس کی چار پائی کے گرد لکڑی کی دیواریں لگا کر اسے جنازے والی چار پائی جیسا بنا دیا گیا۔

ڈاکٹر کا مشورہ:

باغی ختم نبوت مرزا بشیر الدین کے لاعلاج امراض پر قادیانیوں نے کروڑوں روپے خرچ کیے۔ ہوائی جہاز کے ذریعے بیرون ممالک سے بہترین سے بہترین دوائیں منگوائیں۔ اعلیٰ سے اعلیٰ ڈاکٹروں کو علاج کیلئے بلایا۔ ایک ماہر نفسیات کو جب علاج کیلئے بلایا گیا تو اس نے کہا کہ مریض کے جسم کے علاوہ اس کے خیال میں بھی فالج نفوذ کر چکا ہے، اسی لئے وہ قادیان کو یاد کر کر کے روتا ہے۔ اس کے خیالات کو ہٹانے کیلئے ڈاکٹر نے اس کیلئے نسخہ تجویز کیا کہ مریض ایک گیند لے کر اسے دیوار پر مارے، پھر پکڑے، پھر مارے اور دن میں کئی مرتبہ یہ مشق کرے۔ اس سے اس کے خیالات کا رخ بدل جائے گا لیکن جب ڈاکٹر کو یہ بتایا گیا کہ مریض چلنے پھرنے کے قابل نہیں تو پھر ڈاکٹر نے اس کے متبادل یہ علاج بتایا کہ مریض ربڑ کا گیند اپنے پاؤں کی محراب کے نیچے رکھ کر اسے دن میں کئی مرتبہ گھمائے۔ لیکن مریض یہ مشق کرنے کے بھی قابل نہیں تھا، لہٰذا ڈاکٹر مذکورہ کا علاج چھوڑ دیا گیا۔

خدائی پکڑ:

گستاخ رسول مرزا بشیر الدین کے علاج کیلئے بیرون ملک سے ایک بہت بڑے ہومیو پیتھک ڈاکٹر کو بلایا گیا۔ ڈاکٹر نے مرزا بشیر الدین کا تفصیلی معائنہ کیا اور یہ کہہ کر چلا گیا

''میں بیماری کا علاج تو کر سکتا ہوں لیکن خدائی پکڑ کا علاج نہیں کر سکتا''۔

عبرتناک انجام:

انہی لاعلاج اور مہلک بیماریوں کے ہاتھوں سسک سسک کر اور ایڑیاں رگڑ رگڑ کر بشیر الدین جہنم واصل ہو گیا۔ کہتے ہیں کہ آخری وقت میں کتے کی طرح بھونکنے لگا تھا۔ وہ شام کے سات بجے مردار ہوا لیکن اس کی موت کا اعلان رات کے دو بجے کیا گیا۔ موت کا اعلان سات گھنٹے بعد کیوں کیا گیا؟ سات گھنٹے تک یہ خبر قصر خلافت سے باہر کیوں نہ آئی۔ وجہ یہ تھی کہ بشیر الدین کئی مہینوں سے نہایا نہیں تھا۔ ناخن، داڑھی اور سر کے بال کٹوائے نہیں تھے۔ جسم پر غلاظت کی پپڑیاں جمی ہوئی تھیں۔ قادیانی جب اسے ان امور کے بارے میں کہتے تو وہ انہیں ننگی گالیاں دیتا۔ مرنے کے بعد رگڑ رگڑ کر بشیر الدین کے جسم کو دھویا گیا۔ ناخن کاٹے گئے، سر اور داڑھی کے بالوں کو آراستہ کیا گیا۔ جسم کی بدبو ختم کرنے کیلئے

بہترین خوشبویات چھڑکی گئیں۔ چہرے پر پاؤڈر لگایا گیا۔ ہونٹوں پر ہلکی ہلکی سُرخی سجائی گئی۔ اس کے علاوہ منہ پر چمک پیدا کرنے والے کیمیکلز لگائے گئے اور اس کی چارپائی باہر دالان میں رکھ دی گئی۔ مرکری کا ایک بلب اس کے سر کی طرف اور دوسرا پاؤں کی طرف روشن کر دیا گیا۔ جب مرکری کے بلب کی چمکیلی شعائیں اس کے چمکیلے کیمیکلز لگے منہ پر پڑتیں تو اس کا بدبودار منہ چمکتا اور قادیانی شکاری سادہ لوح قادیانیوں سے کہتے کہ دیکھو جی! حضرت صاحب کو کیسا روپ چڑھا ہے۔

مرزا قادیانی کا انجام:

قانون قدرت ہے کہ جب کوئی شخص گناہ کے راستہ پر چلتا ہے تو قدرت اس کے راستے میں ایک چھوٹی سی رکاوٹ رکھ دیتی ہے۔ اگر وہ پھلانگ کر نکل جائے تو پھر اس سے بڑی رکاوٹ رکھ دی جاتی ہے۔ اگر وہ اسے بھی روندتا ہوا نکل جائے تو رکاوٹ اور بڑی کر دی جاتی ہے۔ اگر شاہراہ معصیت کا مسافر قدرت کی رکھی ہوئی چھوٹی بڑی رکاوٹوں کو توڑتا، روندتا نکل جائے تو پھر اسے کھلا چھوڑ دیا جاتا ہے۔ مرزا قادیانی جب جھوٹی نبوت کیلئے دعوے بازی شروع کرتا ہے تو قدرت اس کے راستے میں سینکڑوں رکاوٹیں کھڑی کرتی ہے لیکن وہ کلہ توڑ کر بھاگنے والی بھینس کی طرح شاہراہ کفر وارتداد پر سرپٹ بھاگتا ہی گیا اور ان ساری رکاوٹوں کو توڑتا ہوا جہنم میں جا گرا۔

مرزا قادیانی کو انتہائی خوفناک ہیضہ ہوا۔ منہ اور مقعد دونوں راستوں سے غلاظت بہنے لگی۔ اتنی ہمت بھی نہ تھی کہ رفع حاجت کیلئے لیٹرین تک جا سکے، اس لیے چارپائی کے پاس ہی غلاظت کے ڈھیر لگ گئے۔ مسلسل پاخانوں اور الٹیوں نے اس قدر نچوڑ کر رکھ دیا کہ اپنی ہی غلاظت پر منہ کے بل گرا اور زندگی کی بازی ہار گیا۔ کائنات میں شاید ہی کسی کو ایسی ہولناک اور عبرتناک موت آئی ہو۔ تدفین تک منہ سے غلاظت بہتی رہی جسے بڑی کوشش کے باوجود بند نہ کیا جا سکتا۔ جس تابوت میں مرزے کا جنازہ لاہور سے قادیاں گیا، اس تابوت اور تابوت میں پڑے بھوسے (توڑی) کو حکومت نے آگ لگوا کر خاکستر کرا دیا تاکہ اس تابوت سے علاقہ میں کوئی بیماری نہ پھیل جائے۔

حکیم نور الدین کا انجام:

سب سے پہلے جس خبیث الفطرت انسان نے مرزا قادیانی کی نبوت کو تسلیم کیا اور اس کے ہاتھ پر بیعت کی، وہ حکیم نور الدین تھا۔ قادیانی جماعت میں مرزا قادیانی کے بعد اس کا مقام ہے۔ مرزا قادیانی کی موت کے بعد وہ مرزا قادیانی کی جھوٹی نبوت کا پہلا خلیفہ کہلایا۔ قادیانی اسے سیدنا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے برابر قرار دیتے ہیں (نعوذ باللہ)۔ ساری زندگی سائے کی طرح مرزا قادیانی کے ساتھ رہا

اور بنا سپتی نبوت کی منصوبہ سازی میں پیش پیش رہا۔ ایک دن گھوڑے پر سوار کہیں جارہا تھا کہ گھوڑے نے پیٹھ سے زمین پر پٹخا جس سے ٹانگ ٹوٹ گئی۔ زخم ٹھیک نہ ہوا اور بگڑ کر گنگرین ہوگئی۔ اسی حالت میں اس کی بیوی کسی کے ساتھ فرار ہوگئی۔ جوان بیٹے کو بشیر الدین نے قتل کرادیا اور اسی قاتل نے خلافت حاصل کرنے کیلئے اس کی بیٹی سے شادی رچائی۔ مرزا بشیر الدین نے باقی بیٹوں کو دھکے دے کر جماعت سے نکال دیا۔ آخری وقت میں زبان بند ہوگئی اور چہرہ مسخ ہوگیا۔ اسی حالت میں ختم نبوت کا غدار اس جہان فانی سے اپنی بقایا سزا پانے کیلئے اس دار باقی میں پہنچ گیا۔

مولانا لال حسین اختر کی قادیانیت سے توبہ:

مولانا لال حسین اختر کالج میں پڑھتے تھے کہ تحریک خلافت چلی۔ کالج کو خیر باد کہہ کر تحریک خلافت میں شامل ہوگئے۔ خلافت کمیٹی بٹالہ کے زیر ہدایت گورداسپور ضلع بھر میں خوب تحریک کا کام کیا۔ بالآخر گورداسپور کی عدالت میں تقریریں کرنے پر مقدمہ چلا۔ ایک سال کی سزا ملی، جو گورداسپور کی جیل میں کاٹی۔ رہا ہوئے تو آریہ سماج اور شدھی کی تحریک کے مقابلہ پر کام کرنے کا عزم کیا۔ مرزائیوں کے ہتھے چڑھ گئے۔ مرزائیوں کی نام نہاد تبلیغ اسلام کے دام تزویر میں پھنس گئے۔ ان کی بیعت کی۔ انجمن کے کالج میں داخل ہوگئے۔ سنسکرت، وید وغیرہ بھی اسی دوران پڑھے۔ سیکرٹری احمدیہ ایسوسی ایشن ایڈیٹر ''پیغام صلح'' لاہور وغیرہ کے اہم عہدوں پر فائز ہوئے اور آٹھ سال تک لاہور میں مرزائیوں کے مبلغ کی حیثیت سے مرزائی عقائد کی تبلیغ کرتے رہے۔ بالآخر ترک مرزائیت کرنے پر خود لکھتے ہیں: ''اللہ رب العزت نے فضل فرمایا۔ 1931ء کے وسط میں چند خواب دیکھے، جن میں مرزا قادیانی کی نہایت گھناؤنی شکل دکھائی دی اور اسے بری حالت میں دیکھا۔ آخرکار ان خوابوں سے متاثر ہوکر فیصلہ کیا کہ خداوند کریم کو حاضر وناظر سمجھ کر، محبت وعداوت کو چھوڑ کر مرزا قادیانی کی مشہور تصنیفات کا مطالعہ کیا۔ خالی الذہن ہوکر جوں جوں مطالعہ کرتا، مرزا کی صداقت مشتبہ ہوتی گئی۔ یہاں تک کہ مجھے یقین کامل ہوگیا کہ مرزا قادیانی جھوٹا تھا''۔

ان خوابوں کی تفصیل مولانا عبدالرحیم اشعر کی زبانی سنئے۔ جو حضرت موصوف کے نامور شاگرد اور رفیق سفر اور مجلس کے مناظر اسلام ہیں۔ حضرت مولانا لال حسین اختر استاذی مرحوم فرمایا کرتے تھے کہ ایک دفعہ خواب میں میں نے دیکھا کہ ایک رسی ہے، جس کا ایک سرا میرے ہاتھ میں اور دوسرا مرزا قادیانی کے ہاتھ میں ہے۔ وہ مجھے اپنی طرف کھینچ رہا ہے۔ خواب میں دیکھا کہ ایک بزرگ آئے اور انہوں نے کوئی چیز مار کر درمیان سے رسی کاٹ ڈالی۔ یک دم دھڑام ہوا۔ میں گھبرایا تو بزرگ نے کہا کہ

وہ دیکھو مرزا قادیانی جہنم میں جل رہا ہے۔ میں نے دیکھا تو آگ کے الاؤ میں مرزا قادیانی جل رہا تھا اور اس کی شکل خنزیر کی سی تھی۔

دوسری دفعہ خواب میں دیکھا کہ جہنم میں مرزا قادیانی خنزیر کی شکل میں رسیوں سے جکڑا ہوا جل رہا ہے۔ میں ڈر گیا۔ غیب سے آواز آئی کہ یہ شخص مرزا قادیانی اور اس کے ماننے والے سب اسی طرح جلیں گے۔ تم بچ جاؤ۔ چنانچہ یکم جنوری 1932ء کو مرزائیت سے تائب ہو کر اسلام قبول کرنے کا اعلان کر دیا۔

حضرت میاں شیر محمد شرق پوری رحمۃ اللہ علیہ کا کشف:

حضرت میاں شیر محمد شرقپوری رحمۃ اللہ علیہ نے ایک دفعہ مراقبہ کیا اور مرزا قادیانی کو قبر میں باؤلے کتے کی شکل میں دیکھا کہ اس کے منہ سے جھاگ نکل رہی ہے اور وہ انتہائی خوفناک آوازیں نکال رہا ہے۔ بڑی پھرتی سے گھوم گھوم کر منہ سے دم پکڑنے کی کوشش کر رہا ہے۔ غصہ میں آکر کبھی اپنی ٹانگوں کو کاٹتا ہے اور کبھی سر زمین پر پٹختا ہے۔ (اللہ تعالیٰ اس لعین کے عذاب میں مزید اضافہ فرمائے۔ آمین)

عبد الکریم قادیانی کا انجام:

جسم کا موٹا، قد کا چھوٹا، نیت کا کھوٹا، مرزا قادیانی کے استنجے کا لوٹا۔ ایک آنکھ نہیں تھی، ایک کان نہیں تھا، ایک بازو نہیں تھا، بے ڈھبے چہرے پر چیچک کے داغ تھے، سر کے ایک طرف کے بال کچھ یوں اڑے ہوئے جیسے جل گئے ہوں، ایک پاؤں کی ہڈی تھوڑی سی ٹیڑھی، نیم وا آنکھیں جنہیں دیکھ کے پتہ بھی نہیں چلتا تھا کہ سو رہا ہے یا جاگ رہا ہے۔ پیٹ اس انداز سے پھولا ہوا جیسے بکرے کو اپھارا ہو جائے۔ اگر یہ نقوش اور خدوخال کسی مصور کو دے دیئے جائیں تو جو لاجواب تصویر بنے گی وہ عبدالکریم ہو گا۔ مرزا قادیانی کے عبادت خانے کا امام تھا۔ اس کی شکل اور وجود کو دیکھ کر محسوس ہوتا تھا کہ مرزا قادیانی کے جسم سے نکلنے والی لعنتی شعاعوں کو سب سے زیادہ اس نے اپنے وجود میں جذب کیا ہے۔ سیالکوٹ کا رہنے والا تھا۔ حکیم نورالدین مرتد کی ارتدادی تبلیغ سے مرتد ہوا اور حکیم نورالدین مرتد اس کے ایمان کا قاتل ٹھہرا۔ بڑا جوشیلا مقرر تھا۔ جب زیادہ جوش میں آتا تو منہ سے جھاگ اور تھوک کا سلسلہ شروع ہو جاتا جس سے قریبی سامعین خوب مستفید ہوتے۔ جب زیادہ جوش میں آتا تو اپنے ''باقی ماندہ'' اعضاء کو یوں حرکت دیتا کہ ابھی اڑ کر سامنے والی دیوار پر جا بیٹھے گا۔ مرزا قادیانی پہ یوں فدا تھا جیسے شیطان مرزے پہ فدا تھا۔ اپنے نام نہاد جمعہ کے خطبہ میں مرزا قادیانی کو اللہ کا نبی اور رسول کہتا اور دجل و فریب کی کالی اور زہریلی زبان سے قرآن وحدیث سے اس کی نبوت ثابت کرنے کی ناپاک جسارت کرتا۔ ایک دن عبدالکریم کے جسم پر ایک پھوڑا نمودار ہوا۔ بڑا علاج معالجہ کرایا گیا لیکن پھوڑا مرزا قادیانی کی

زبان کی طرح بڑھتا ہی گیا اور آخر اس کا پورا وجود پھوڑا بن گیا۔ ڈاکٹروں نے چیر پھاڑ کر کے بدن کاٹ کاٹ کے رکھ دیا۔ مرتد عبدالکریم اور مرزا قادیانی ایک ہی مکان میں رہتے تھے۔ اوپر کی منزل پر مرتد عبدالکریم اور نیچے کی منزل میں مرزا قادیانی۔ درد کی شدت سے مرتد عبدالکریم ذبح ہوتے بکرے کی طرح چیخیں مارتا جس سے سارا مکان ہل ہل جاتا۔ اس کا کٹا پھٹا اور چیر اپھاڑا وجود تڑپ تڑپ کر چارپائی سے نیچے گرتا جسے پھر چارپائی پر رکھ دیا جاتا۔ وہ چیخ چیخ کر مرزا قادیانی کو ملنے کیلئے آوازیں دیتا۔ لوگ مرزا قادیانی سے کہتے کہ تم اس سے مل لو، وہ تمہاری یاد میں روتا ہے۔ مکار مرزا جواب دیتا کہ مجھے اس کی تکلیف کا انتہائی دکھ ہے اور میرا دل اسے ملنے کیلئے تڑپتا ہے لیکن میں اسے نہیں مل سکتا کیونکہ میں ایک کمزور دل کا آدمی ہوں اور مجھ سے اس کی حالت نہیں دیکھی جائے گی۔ درحقیقت مرزا اس سے ملنے صرف اس لیے نہیں جاتا تھا کہ کہیں اس کے قریب جانے سے یہ مہلک بیماری اسے بھی نہ لگ جائے۔ جب مرتد عبدالکریم کی چیخوں کی صدائیں زیادہ ہولناک ہوئیں تو مرزا قادیانی نے اپنا رہائشی کمرہ بدل کر اس کمرے میں رہائش اختیار کر لی جہاں چیخوں کی آواز کم آتی تھی۔ مرتد عبدالکریم مرزا قادیانی کو ملاقات کیلئے پکارتا رہا لیکن مرزا قادیانی اسے ملنے نہ آیا۔ آخر یہی حسرت دل میں لیے وہ تڑپتا تڑپتا جہنم واصل ہو گیا۔ مرزا قادیانی مرے ہوئے عبدالکریم کا چہرہ بھی ڈر کے مارے دیکھنے نہ گیا۔ مرتد عبدالکریم کا جنازہ میدان میں پڑا ہے۔ مرزا قادیانی وہاں آتا ہے۔ مرزے کا ایک مرید کفن سے عبدالکریم کا منہ نکال کر مرزے کو کہتا ہے کہ حضرت صاحب چہرہ دیکھ لیں۔ عیار مرزا قادیانی رونی صورت بنا کر کہتا ہے کہ مجھ سے دیکھا نہیں جاتا۔ آخر جھوٹے نبی کا جھوٹا صحابی، جھوٹی مسجد کا جھوٹا امام، جھوٹے بہشتی مقبرہ میں دفن کر دیا جاتا ہے۔ مرتد عبدالکریم وہ پہلا مردہ تھا جو سب سے پہلے قادیانی بہشتی مقبرہ میں دفن ہوا۔ یعنی قادیانی بہشتی مقبرہ کا ''بہترین افتتاح'' اس ''بہترین مردہ'' سے کیا گیا۔

ایک قادیانی کی قبر کو تین دن تک آگ لگتی رہی بالآخر پھٹ گئی:

اللہ تبارک وتعالیٰ کی یہ عادت ہے کہ وہ گستاخان رسول ﷺ کو ڈھیل دیتا ہے کہ وہ گستاخی سے باز آ جائیں اور اپنی گمراہی سے توبہ کر کے مسلمان ہو جائیں۔ یہ الگ مسئلہ ہے کہ اگر کوئی شخص رسول خدا حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی شان میں گستاخی کرے تو اس کی توبہ بھی قبول نہیں ہوتی اور اس کا ابدی ٹھکانہ جہنم ہے۔ کبھی کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ ایسا بدباطن شخص مرتا ہے تو اس کی موت اس کے پیروکاروں بلکہ پوری دنیا کیلئے سامان عبرت بن جایا کرتی ہے۔ مرزا قادیانی نے آنحضرت ﷺ کے بعد نہ صرف نبوت

کا دعویٰ کیا بلکہ اس نے یہاں تک جسارت کی کہ خود محمد رسول اللہ بن بیٹھا۔ نعوذ باللہ۔

خدا نے اسے ڈھیل دی لیکن وہ اپنی غلط حرکتوں اور گستاخی رسول سے باز نہ آیا آخر اس حالت میں مرا کہ اس کے دونوں راستے جاری تھے۔ اور آخر وقت میں اس کی زبان پر کسی نیک اور پاک کلمہ کی بجائے یہ الفاظ تھے کہ "مجھے وبائی ہیضہ ہو گیا ہے" یہ الفاظ اس کی زبان سے نکلے اور سر تڑاخ سے چارپائی کے ساتھ جا لگا۔ اس حالت میں اس کی موت واقع ہوئی کہ کمرے میں ہر طرف غلاظت بکھری ہوئی تھی۔ اس کے پیروکاروں کیلئے تازیانہ عبرت ہے۔ اگر وہ سمجھیں یہ تو مرزا قادیانی کا حال تھا۔ مرزا قادیانی کے پیروکاروں کے ساتھ بھی ایسے واقعے پیش آتے رہتے ہیں۔ ذیل میں جو واقعہ ہم پیش کر رہے ہیں وہ ڈیرہ غازی خان کے قصبہ الہ آباد کا ہے۔ ہوا یوں کہ اس قصبے میں ایک قادیانی ماسٹر تھا جو انتہائی متعصب اور گستاخ تھا جب فرشتہ اجل نے اسے آدبوچا تو مسئلہ پیدا ہوا کہ اسے کہاں دبایا جائے۔ مسلم قبرستان میں اگر دباتے تو مسلمانوں میں اشتعال کا پھیل جانا ضروری امر تھا آخر اس کے عزیز و اقارب نے اسے اس کی اپنی زمین میں دبا دیا۔ دبانے کے ٹھیک تین دن بعد اس کے گڑھے کو آگ لگ گئی اور یہ کیفیت تین دن تک جاری رہی اور بالآخر وہ جگہ پھٹ گئی۔ اس کے بعد قادیانیوں نے اس نئے گڑھے کو پختہ کر دیا۔ اس واقعہ کی تصدیق وہاں کے علماء کرام حتیٰ کہ اس قادیانی ماسٹر کے بھتیجے نے بھی کی ہے۔

پھگلہ میں مباھلہ اور مرزائیوں کا انجام:

آپ مانسہرہ سے اگر بالاکوٹ کی طرف جائیں تو "عطر شیشہ" کے قریب ایک گاؤں پھگلہ نامی ہے جس میں اکثر آبادی سادات کی ہے۔ اس قصبہ میں سب سے پہلے عبدالرحیم شاہ نامی ایک شخص نے مرزائیت قبول کی اور مرزائیت کا مبلغ بن کر مرزائیت کی تشہیر شروع کر دی، لیکن علماء کرام نے ہر دور میں باطل کے خلاف زبان و سنان سے جہاد کیا۔ خدا کی شان ہے اس علاقہ میں علماء حق کثیر تعداد میں تھے، خاص کر پھگلہ میں بھی مولانا قاضی عبداللطیف سے اکثر و بیشتر مرزائیوں کا مباحثہ چلتا رہتا تھا۔ شدہ شدہ معاملہ مباہلے تک پہنچا۔ طے یہ پایا کہ تین تین آدمی دونوں طرف سے لے لیے جائیں۔ مسلمانوں کی جانب سے تین علماء کرام تھے، جو مندرجہ ذیل ہیں:

1۔ حضرت مولانا کریم عبداللہ صاحب
2۔ حضرت مولانا عبدالجلیل صاحب
3۔ حضرت مولانا قاضی عبداللطیف صاحب

مرزائیوں کی جانب سے (1) عبدالرحیم شاہ (2) غلام حیدر (3) عبدالرحیم عرف کھیم چنے گئے۔

یہ تاریخی مباہلہ 26 فروری 1943ء جمعہ کے دن طے پایا اور اردگرد کے مضافات میں بھی اطلاعات بھیج دی گئیں۔ عوام کا عظیم اجتماع حق و باطل کے اس معرکے کو دیکھنے کیلئے امڈ آیا اور جگہ بھی ایسی منتخب کی گئی جو کہ علاقہ کا مشہور ترین مزار تھا، جو ''غازی بابا'' کے نام سے مشہور تھا۔ مباہلہ شروع ہونے سے قبل حضرت مولانا کریم عبداللہ صاحب نے مباہلہ کی حقیقت بیان کی اور غرض و غایت سے عوام کو روشناس کرایا۔ نیز قادیانیت کے بارے میں تفصیل سے روشنی ڈالی کہ ہم نبی کریم ﷺ کو خاتم النبیین مانتے ہیں، جبکہ مرزائی مرزا قادیانی کو نبی مانتے ہیں۔ ہمارا عقیدہ ہے کہ حضرت عیسیٰ آسمان پر زندہ ہیں، جبکہ مرزائیوں کا عقیدہ ہے کہ وہ انتقال کر چکے ہیں اور مرزا قادیانی حضرت عیسیٰ کی جگہ ''مسیح'' بن کر آیا ہے۔ ہم اس لیے یہاں جمع ہوئے ہیں کہ سب مل کر عاجزی، زاری اور خلوص سے دعا کریں کہ جس کا عقیدہ غلط ہے اور جو باطل پر ہے، خداوند قدوس اس پر ہلاکت کی صورت میں (ایک سال کے اندر اندر) عذاب نازل کرے اور سخت سزا دے۔

چنانچہ تمام حاضرین نے اپنے سروں کو ننگا کر کے دعا شروع کر دی اور بیس منٹ لگاتار دعا ہوتی رہی اور مجمع سے آمین آمین کی آواز آتی رہی۔ دعا کے درمیان غلام حیدر نامی قادیانی پر غشی کا دورہ پڑا اور بیہوش ہو کر گر پڑا۔ عبدالرحیم شاہ قادیانی نے اس کو ہوش میں لانے کے بعد کھڑا کیا اور حوصلہ دیا۔ ایک دوسرا قادیانی عبدالرحیم، جو دکاندار تھا اور مباہلہ میں شریک تھا، اسی دعا کے دوران کہنے لگا کہ میں تو دعا کرتا ہوں کہ خداوند قدوس، جو ہم میں جھوٹا ہے، اس کو پاگل کر دے تاکہ دیکھے سچا کون ہے اور جھوٹا کون ہے اور دوسروں کو بھی عبرت ہو۔

حضرت مولانا کریم عبداللہ صاحب مدظلہ نے بیان فرماتے ہیں کہ مباہلہ سے قبل میں نے عبد الرحیم شاہ قادیانی سے، جو وہاں مرزائیوں کا سرغنہ تھا، کہا کہ آؤ تم اور میں ایک آسان طریقہ اختیار کرتے ہیں۔ یہ جو چیڑ کے بلند و بالا درخت ہیں، ان درختوں پر چڑھ کر ایک دوسرے کا ہاتھ پکڑ کر اوپر سے چھلانگ لگاتے ہیں، جو سچا ہوگا وہ بچ جائے گا اور جو جھوٹا ہوگا وہ نیچے گرتے ہی مر جائے گا۔ لیکن عبدالرحیم شاہ قادیانی نے اس بات سے بالکل انکار کر دیا اور کہا کہ نہیں، ہم مباہلہ ہی کریں گے۔

اب سنئے! مباہلہ کرنے والے قادیانی لوگوں کے ساتھ کیا بیتی اور ان کا انجام کیا ہوا۔ عبدالرحیم قادیانی نے دوران مباہلہ خود کہا تھا کہ خدا جھوٹے کو پاگل کر دے۔ ایک ماہ کے بعد وہ پاگل ہو گیا اور اول فول بکنے لگا۔ قریب ''جابہ'' نامی بستی میں فوج کا کیمپ تھا۔ وہ وہاں بغیر اجازت داخل ہوا اور شور شرابا شروع کر دیا۔ انگریز کمانڈر تھا۔ اس نے عبدالرحیم قادیانی کو پکڑ کر پولیس کے حوالے کر دیا اور کافی دنوں تک جیل میں رہا۔ جب جیل سے رہا ہوا تو خود کہنے لگا کہ میں نے مرزا قادیانی کو سور کی شکل میں دیکھا

ہے اور قادیانی عقیدے کو ترک کر کے اسلام قبول کیا۔ غلام حیدر نامی قادیانی کو اس کے بھتیجوں نے ٹھیک ایک مہینہ کے بعد جمعہ کے دن 26 مارچ 1943ء کو بالکل معمولی بات پر جہنم واصل کر دیا۔ غلام حیدر کی کوئی اولاد نہ تھی۔ بھتیجوں کو سیشن کورٹ کے سپرد کر دیا گیا۔ چنانچہ چند مہینے ہی گزرے تھے کہ پولیس نے بغیر کسی سزا اور جرمانہ کے بری کر دیا اور اس کے وہ بھتیجے تا حال زندہ ہیں۔ حضرت مولانا کریم عبداللہ صاحب مدظلہ فرماتے ہیں کہ اس سال سے ہم تینوں علماء کے سر میں بھی کبھی درد نہیں ہوا، بلکہ پہلے اگر کوئی تکلیف تھی تو وہ بھی اللہ تعالیٰ نے دور فرمادی۔

تیسرے قادیانی عبدالرحیم شاہ کو 1974ء میں اللہ تعالیٰ نے ایسی مہلک بیماری میں مبتلا کیا کہ اس کے جسم میں کیڑے پڑ گئے اور عام لوگ اس کے کمرہ میں نہ جاسکتے تھے۔ کمرے میں داخل ہونے سے بھی بدبو آتی تھی۔ بالآخر کافی مدت ایسی کیفیت میں رہنے کے بعد عبدالرحیم شاہ اپنے انجام کو پہنچ گیا۔

مباہلین علماء میں سے صرف مولانا کریم عبداللہ صاحب مدظلہ بقید حیات ہیں۔ بقیہ دو حضرات کچھ عرصہ قبل اس دنیا سے تشریف لے جا چکے ہیں۔ میں نے یہ روئیداد مولانا کریم عبداللہ صاحب سے سن کر قلمبند کی ہے۔ (مولانا منظور احمد شاہ آسی، تذکرہ مجاہدین ختم نبوت، صفحہ 307 تا 310)

قادیانیو! اگر تم اپنی روش سے باز نہ آئے تو ایسا ہی عذاب منہ کھولے اور پنجے پھیلائے بڑی بے تابی سے تمہارا انتظار کر رہا ہے...... قبر میں آگ لگنے کا عذاب...... گرزوں کا عذاب...... پیاس کی شدت کا عذاب...... کھولتا پانی پینے کا عذاب...... خون اور پیپ نوش کرنے کا عذاب...... کھال جل جانے کا عذاب...... انتڑیاں کٹ جانے کا عذاب...... دماغ ابل جانے کا عذاب...... سانپ بچھوؤں کا عذاب ...... لیکن ابھی تمہارے اور عذاب کے درمیان مہلت کی دیوار حائل ہے...... ابھی سانسوں کی ڈور نہیں ٹوٹی...... ابھی زیست کا چراغ نہیں بجھا...... ابھی عزرائیل پیغام موت لے کر نہیں آیا...... لحظہ لحظہ...... لمحہ لمحہ...... گھڑی گھڑی تمہارے ہمدرد اور غمگسار بن کر تمہارے دل و دماغ کے دروازوں پر دستخط دیتے ہوئے کہہ رہے ہیں۔

نہ جا اس کے تحمل پہ کہ ہے بے ڈھب گرفت اس کی
ڈر اس کی دیر گیری سے کہ ہے سخت انتقام اس کا

محمد بدیع الزماں بھٹی (ایڈووکیٹ)
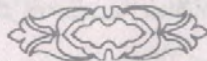
مرزا قادیانی کا عبرت ناک انجام

مرزا قادیانی کے بیٹے مرزا بشیر احمد قادیانی نے "سیرت المہدی" نامی کتاب میں اپنے باپ کی موت کے واقعات اپنی ماں کی زبانی تفصیل سے لکھے ہیں جن کا خلاصہ یہ ہے کہ

"جب میں نے پہلی نظر حضرت مسیح موعود (مرزا قادیانی) کے اوپر ڈالی تو میرا دل بیٹھ گیا۔ کیونکہ میں نے ایسی حالت آپ کی اس سے پہلے نہ دیکھی تھی۔ آپ کی حالت سخت قرب اور گھبراہٹ کی تھی آپ بول نہ سکتے تھے۔ (یعنی زبان بند ہوگئی) آپ نے بائیں ہاتھ کا سہارا لے کر بستر سے اُٹھ کر کچھ کہنا چاہا مگر بمشکل دو چار الفاظ ہی لکھ سکے۔ یہ آخری تحریر تھی۔ جس میں غالباً زبان کی تکلیف کا اظہار تھا اور کچھ حصہ پڑھا نہیں جاتا تھا۔ تھوڑی دیر بعد آپ کو غرغرہ شروع ہوگیا۔ سانس لمبا لمبا اور کھینچ کھینچ کر آتا۔ غالباً ایک یا دو دفعہ آپ رفع حاجت کے لئے پاخانہ تشریف لے گئے اتنے میں آپ کو ایک دست آیا۔ مگر اب اس قدر ضعف تھا کہ آپ نہ جا سکتے تھے۔ اس لئے میں نے چارپائی کے پاس ہی انتظام کر دیا اور آپ وہیں بیٹھ کر فارغ ہوئے۔ اس کے بعد ایک اور دست آیا پھر آپ کو ایک قے آئی۔ جب آپ قے سے فارغ ہو کر لیٹنے لگے تو اتنا ضعف تھا کہ آپ پشت کے بل چارپائی پر گر گئے اور آپ کا سر چارپائی کی لکڑی سے ٹکرایا اور حالت دگرگوں ہوگئی۔"

(سیرت المہدی جلد 1، صفحہ 9)

مرنے سے پہلے مرزا قادیانی کو بڑا خوفناک ہیضہ ہوا۔ منہ اور مقعد دونوں راستوں سے غلاظت بہنے لگی اتنی ہمت بھی نہ تھی کہ لیٹرین تک جا سکتا اس لئے چارپائی کے پاس اینٹیں رکھ دی گئیں۔ وہیں مرزا نجاست انڈیلتا رہا۔ جب آخری دست کیا تو ساتھ ہی قے آئی جس سے زندگی کا آخری چکر آیا اور چکرا کر اپنی ہی غلاظت میں گر کر 26 مئی 1908ء کو بروز منگل بوقت 10:30 بجے رات جہنم واصل ہوگیا۔

پہنچی وہیں پہ خاک جہاں کا خمیر تھا

پھر مرزے کی گندی بدبودار لاش کو مال گاڑی میں رکھ کر قادیان روانہ کیا گیا اور مرزے کے تابوت اور اس میں پڑے ہوئے بھوسے کو بعد میں حکومت نے آگ لگا کر خاکستر کر دیا تا کہ علاقے میں ہیضہ کی وباء نہ پھیلے۔ بچوں نے سچ ہی کہا تھا۔

دو لکڑیاں دو کانے۔۔۔ مرزا مریا ٹٹی خانے

عمران محمود (نومسلم، سابق قادیانی)
چیف ایڈیٹر: روزنامہ ''تبصرہ''

قادیانی نواز اسلام کا موذی دشمن

فتنہ قادیانیت عہد رواں میں اسلام کے خلاف سب سے بڑا فتنہ ہے۔ اس فتنہ نے جسد اسلام پر اپنے نوکیلے پنجوں سے اتنے زخم لگائے ہیں کہ جسم اسلام زخمی زخمی اور لہولہو ہے۔ آج بھی اس فتنہ نے اسلام کے سینہ کو اپنا تختہ مشق بنا رکھا ہے اور ارتدادی تیروں کی بارش جاری ہے۔

گزشتہ ایک صدی سے امت مسلمہ نے اپنے آقا و مولا جناب رسول عربی ﷺ کی ختم نبوت کے خلاف اٹھنے والے اس فتنہ سے بڑی جاندار لڑائی لڑی ہے۔ اس سلسلہ میں کبھی بھی کسی بڑی سے بڑی قربانی سے دریغ نہیں کیا۔ امت کے بہترین علماء نے اپنا علم اس فتنہ کے خلاف وقف کر دیا اور دلائل و براہین سے اس سازش کے پرخچے اڑا دیئے۔ خطیبوں نے اپنی خطابتوں سے اس فتنے کو طشت از بام کیا اور اپنی شعلہ نوائیوں سے مرزائیت کے خرمن میں آگ لگا دی۔ ادیبوں نے نوک قلم سے قادیانیت کے چہرے پر چڑھے ہوئے منافقت و عیاری کے دبیز پردے تار تار کر دیئے۔ شاعروں نے اپنے رزمیہ کلام سے ملت کے خون میں بجلیاں دوڑا دیں اور ملت کو قادیانیت کے خلاف صف آراء کیا۔ لاکھوں عاشقان ختم نبوت نے جیلوں کی اذیتیں برداشت کیں۔ گبھرو جوانوں نے اپنے سینے گولیاں اگلتی مشین گنوں کے سامنے رکھ دیے اور سڑکوں پر اپنی جوانی کے گرم خون کا چھڑکاؤ کر دیا۔ بوڑھوں نے اپنی خمیدہ کمروں پر ظالم پولیس کی لاٹھیوں کی برسات سہی۔ ماؤں نے اپنے لاڈلے بیٹوں کو اپنے ہاتھوں سے پھول پہنا کر انہیں سوئے مقتل روانہ کیا۔ بچوں نے گلیوں بازاروں میں ختم نبوت زندہ باد کے فلک شگاف نعرے لگائے۔ لیکن افسوس صد افسوس کہ اتنی جدوجہد اور اتنی قربانیوں کے باوجود قادیانیت اپنے منطقی انجام تک نہیں پہنچی۔ قادیانی سانپ زخمی تو ضرور ہوا ہے۔ لیکن موت کے گھاٹ نہیں اترا۔ 1974ء کے قومی اسمبلی کے فیصلہ اور 1984ء کے امتناع قادیانیت آرڈیننس نے قادیانیت کے نجس وجود کے دست و بازو تو کاٹے ہیں لیکن ہنوز شہ رگ محفوظ ہے۔

دوستو آؤ! فکر کے اعتکاف میں بیٹھتے ہیں اور بھرپور غور کرتے ہیں کہ ایک صدی کی گھمسان کی

لڑائی لڑنے کے باوجود بھی قادیانیت موت کے غار میں کیوں نہیں اتری؟

اس کی وجوہات کیا ہیں؟

اس کے اسباب کیا ہیں؟

اس کے محرکات کیا ہیں؟

اس کی صرف ایک ہی وجہ ہے۔ اس کا صرف ایک ہی سبب ہے۔

اور وہ ہے قادیانی نواز ٹولہ۔ جس نے اسلام کو قادیانیوں سے زیادہ نقصان پہنچایا ہے۔ ملت کے وجود پر ان کے لگائے ہوئے چرکوں کی تعداد قادیانیت کے چرکوں سے زیادہ ہے۔

کفر کے بادشاہوں نے جب عربوں کے سینے پر اسرائیل کا انگارہ رکھا۔ تو پھر اس اسرائیل کی حفاظت بھی خوب کی۔ اسے زندگی کے تمام وسائل مہیا کیے۔ اسے جدید اسلحہ سے لیس کیا۔ آج وہ اسرائیل عربوں کے سینے پر مونگ دل رہا ہے۔ مسلمانوں کا گوشت کھا رہا ہے، خون پی رہا ہے۔ اور فضا میں خونی قہقہے لگا لگا کر بدمست ہو رہا ہے۔ یہ ساری انسانیت سوز کاروائیاں کفر کے بادشاہ اپنی زیر سرپرستی کروا رہے ہیں۔

اسی طرح جب کفر کے بادشاہوں نے ملت اسلامیہ کی وحدت کو پارہ پارہ کرنے کے لئے، جذبہ جہاد سے تہی دامن کرنے کے لئے اور ان کے بدن سے روح محمد نکالنے کے لئے قادیانیت کا خنجر گھونپا تو پھر قادیانیت کی خوب پرورش کی۔ نوازشات کی موسلا دھار بارش برسائی۔ دولت کے انبار لگا دیئے۔ اپنی سنگینوں کے سائے تلے اسے پروان چڑھایا۔ اپنی سرپرستی کی چھتری اس کے سر پر رکھی۔ اس کی حفاظت کے لئے تمام وسائل میدان میں جھونک دیئے۔ آج بھی جب بھی پاکستان میں قادیانیت کا مسئلہ اٹھتا ہے اور مسلمان قادیانیت کی گرفت کرتے ہیں تو قادیانیوں کی حمایت میں بہت سی زبانیں حرکت میں آجاتی ہیں۔ بہت سے قلم متحرک ہو جاتے ہیں۔ کوئی انسانی حقوق کا رونا روتا ہے، کوئی اقلیتوں کا راگ الاپتا ہے، کوئی پاکستانیت کے نام پر دھائی دیتا ہے۔ کوئی برادری کی وجہ سے قادیانیوں کی حمایت کرتا ہے۔ کوئی دوستی کے ناطے قادیانیوں سے ہمدردی کرتا ہے۔ کوئی محلے داری کی وجہ سے قادیانیوں کی طرف داری کرتا ہے۔ کوئی مالی مراعات کی وجہ سے قادیانیوں کی فیور میں کام کرتا ہے اور کوئی وکیل چند ٹکوں کے عوض عدالت میں قادیانیوں کی وکالت کرتا ہے۔

- قادیانی نواز! کا وجود وہ وجود ہے، جس کے سہارے قادیانیت کا وجود کھڑا ہے۔
- قادیانی نواز! قادیانی کے پاؤں ہیں، جن کے سہارے قادیانی مسلم معاشرے میں چلتا پھرتا ہے۔

- قادیانی نواز! قادیانی کی زبان ہے، جس سے قادیانی بولتا ہے۔
- قادیانی نواز! قادیانی کی آنکھیں ہیں، جن سے وہ مسلمانوں کو گھورتا ہے۔
- قادیانی نواز! قادیانی کے دست وبازو ہیں، جن سے وہ اسلام کی تخریب کا کام کرتا ہے۔
- قادیانی نواز! قادیانیت کی رگوں میں دوڑنے والا خون ہے جس سے قادیانیت کے نجس وجود میں زندگی کی رمق باقی ہے۔
- قادیانی نواز! قادیانیت کے جسم میں روح ہے، جس سے قادیانیت زندہ ہے۔
- قادیانی نواز! قادیانیوں کے ہاتھوں میں وہ سفاک خنجر ہے، جس سے قادیانی اسلام پر حملہ آور ہیں۔
- قادیانی نواز! قادیانیوں کے لئے ڈھال ہے، جس سے وہ اپنا دفاع کرتے ہیں۔
- قادیانی نواز! قادیانیت کے لئے مورچہ ہے، جس میں بیٹھ کر قادیانی مسلمانوں پر حملہ کرتے ہیں۔
- قادیانی نواز! قادیانیوں کے لئے قلعہ ہے، جس کی فصیل پر چڑھ کر قادیانی مسلمانوں پر سنگ باری کرتے ہیں۔
- قادیانی نواز! قایانیوں کے لئے زرہ ہے، جسے پہن کر قادیانی اسلام سے لڑتے ہیں۔
- قادیانی نواز! قادیانی گدھوں کے پر ہیں، جن کے سہارے یہ گدھیں مسلمانوں کے سروں پر منڈلاتی رہتی ہیں۔
- قادیانی نواز! قادیانیوں کے لئے اس مادہ کنگرو کی طرح ہیں، جس کے بچے جنگل میں ادھر اُدھر شرارتوں میں مصروف ہیں اور جونہی کوئی خطرہ محسوس کرتے ہیں، فوراً بھاگ کر ماں کے پاس آجاتے ہیں اور ماں کے وجود سے لگے ہوئے تھیلے میں چھپ جاتے ہیں اور پھر خطرہ دور ہوجانے پر باہر نکل کر اپنی شرارتوں میں مصروف ہوجاتے ہیں۔
- قادیانی نواز! اس بدقماش ڈیرہ دار کی طرح ہیں، جہاں مجرم جرم کرنے کے بعد پناہ حاصل کر لیتے ہیں اور اگر کبھی کبھار پولیس کسی مجرم کو پکڑ لے تو وہ ڈیرہ دار فوراً جا کر مجرم کو اپنے اثر و رسوخ سے پولیس سے چھڑ والاتا ہے۔
- قادیانی نواز وکیل! وہ ظالم مجرم ہے جو چند ٹکوں کی خاطر عدالت میں کھڑا ہو کر قادیانی مجرم کی حمایت میں منہ بنا بنا کر دلائل دیتا ہے۔ کسی بزرگ نے کیا خوب کہا ہے کہ قیامت کے دن قادیانی کی حمایت کرنے والا وکیل مرزا قادیانی کے کیمپ میں ہوگا اور مسلمانوں کی حمایت

کرنے والا وکیل حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے کیمپ میں ہوگا۔ سوال اٹھتا ہے کہ قادیانی نواز کون ہے۔

جواباً عرض ہے کہ:

- جو زبان قادیانیوں سے میٹھی میٹھی باتیں کرتی ہے، وہ زبان قادیانی نواز ہے۔
- جو ہاتھ قادیانی سے مصافحہ کرتے ہیں وہ ہاتھ قادیانی نواز ہیں۔
- جو بازو قادیانی سے بغلگیر ہوتے ہیں وہ بازو قادیانی نواز ہیں۔
- جو قدم قادیانی کے گھر جاتے ہیں، وہ قدم قادیانی نواز ہیں۔
- جو شخص قادیانی کے ساتھ کھاتا پیتا ہے، وہ قادیانی نواز ہے۔
- جس شخص کے گھر شادی غمی کے موقعوں پر قادیانی آتے ہیں، وہ شخص قادیانی نواز ہے۔
- جو افراد قادیانیوں کی مصنوعات خریدتے ہیں، وہ قادیانی نواز ہیں۔
- جو شخص قادیانیوں کو تعلیم دیتا ہے، وہ قادیانی نواز ہے۔
- جو شخص قادیانیوں سے سلام دعا لیتا ہے، وہ قادیانی نواز ہے۔
- جو شخص قادیانیوں کی دکان سے سودا سلف خریدتا ہے، وہ قادیانی نواز ہے۔
- جو شخص قادیانیوں کو اپنے ہاں ملازم رکھتا ہے، وہ شخص قادیانی نواز ہے۔
- اور جو شخص حق و باطل کی اس جنگ میں خاموش رہتا ہے، وہ بھی قادیانی نواز ہے

آیئے اس آئینہ میں دیکھیں!!!

کہیں میں قادیانی نواز تو نہیں؟

کہیں آپ قادیانی نواز تو نہیں؟

کہیں ہمارے والد صاحب قادیانی نواز تو نہیں؟

کہیں ہماری والدہ صاحبہ قادیانی نواز تو نہیں؟

کہیں ہمارے بھائی اور بہنیں قادیانی نواز تو نہیں؟

کہیں ہمارا کوئی عزیز یا دوست قادیانی نواز تو نہیں؟

خدارا! خود بھی اس ملعون کام سے رکیئے اور دوسروں کو بھی اس دینی بے غیرتی سے روکیئے۔ قادیانی سے دوستی اللہ کے عذاب کو للکارنا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بے وفائی کرنا ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نظر رحمت سے محروم ہونا ہے۔

صاحبو! آج اگر برادری کا جرگہ بلایا جائے اور برادری کے بڑے یہ فیصلہ کریں کہ آج سے

برادری کا کوئی فرد قادیانی سے کسی قسم کا کوئی تعلق نہیں رکھے گا اور ساری برادری قادیانی کا مکمل بائیکاٹ کرے گی۔

- آج اگر محلے کے لوگ یہ فیصلہ کریں کہ ہم قادیانی دکاندار سے سودا سلف نہیں لیں گے۔
- آج اگر کسی مارکیٹ کے تاجر یہ فیصلہ کریں کہ ہم کسی قادیانی تاجر کو اپنی ایسوسی ایشن کا ممبر نہیں بنائیں گے اور زندگی کی ہر سطح پر ان کا بائیکاٹ کریں گے۔
- آج اگر کسی دفتر کے ملازمین اپنی میٹنگ بلا کر یہ فیصلہ کریں کہ ہم اپنے دفتر میں ملازم ہر قادیانی کا مکمل بائیکاٹ کریں گے۔
- آج اگر کسی سکول، کالج یا یونیورسٹی کے طلباء یہ فیصلہ کریں کہ ہم قادیانی طلباء کا ہر طرح سے مقاطعہ کریں گے۔
- آپ دیکھیں گے کہ قادیانیت صرف چند ہفتوں میں دم توڑ جائے گی۔ ہزاروں قادیانیوں کو اپنے جرم کا احساس ہوگا اور یہ احساس انہیں حقیقت پر سوچنے پر مجبور کرے گا اور انشاء اللہ ہزاروں قادیانی قادیانیت پر لعنت بھیج کر اسلام کے دامن میں آ بسیں گے۔ اور جو بد بخت رہ جائیں گے، وہ پاکستان چھوڑ کر کسی اور ملک میں بسنے کے لئے بوریا بستر باندھیں گے۔

دوستو! مندرجہ بالا صورت حال سے یہ اخذ ہوتا ہے کہ قادیانیت ہماری بے غیرتی اور بے حسی کی وجہ سے زندہ ہے اور ہم خود ہی قادیانیت کو زندگی کا سامان مہیا کر رہے ہیں۔

اے فرزندان اسلام! ایک شخص دیوار میں کیل ٹھونک رہا تھا۔ ہتھوڑے سے کیل پر زوردار ضربیں لگا رہا تھا۔ دیوار نے کیل سے کہا۔

”اے کیل! تو کیوں میرے سینے کو پھاڑ رہا ہے؟“

”اے دیوار! مجھ سے کیوں شکوہ کر رہی ہے۔ شکوہ ہتھوڑے سے کرو جو مجھ پر پے در پے ضربیں لگا کر تیرا سینہ پھاڑ رہا ہے۔“ کیل نے جواب دیا۔

آج ہمارے معاشرے میں قادیانی نواز کا کردار ”ہتھوڑے“ کا ہے جو قصر اسلام میں چھید کرنے کے لئے قادیانی کیل سے پورا تعاون کر رہا ہے۔ اگر یہ ”ہتھوڑا“ کیل کا ساتھ چھوڑ دے تو یہ کیل کچھ بھی نہیں کر سکتا۔

اے قادیانی نواز! بہت ظلم کر چکا۔ اب بس کر دے۔ اللہ کا خوف کر۔ رسول اللہ ﷺ سے حیا کر۔ کتاب اللہ سے شرم کر۔ اہل بیت اور صحابہ کرام کا پاس کر۔ ملت اسلامیہ پر رحم کر۔ آخرت کی آہنی پکڑ کی فکر کر۔ عذاب قبر کا احساس کر۔ اور نہ اپنے ایمان کا ستیاناس کر۔

اے قادیانی نواز! دیکھ یہ ہیں قادیانی عقائد، جن کی تو حمایت کرتا ہے۔

❁ ”خدا نے آج سے بیس برس پہلے براہین احمدیہ میں میرا نام محمد اور احمد رکھا ہے اور مجھے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ہی وجود قرار دیا ہے۔“ (نعوذ باللہ)

(ایک غلطی، ازالہ، صفحہ 10 مصنفہ مرزا قادیانی)

محمد پھر اتر آئے ہیں ہم میں
اور آگے سے ہیں بڑھ کر اپنی شان میں
محمد دیکھنے ہوں جس نے اکمل
غلام احمد کو دیکھے قادیان میں

(نعوذ باللہ)

(مندرجہ ”اخبار بدر“ قادیان، 25 اکتوبر، 1907ء)

❁ ”مسیح موعود درحقیقت محمد اور عین محمد ہیں اور آپ میں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم میں باعتبار نام، کام اور مقام کے کوئی دوئی یا مغائرت نہیں۔“ (نعوذ باللہ)

(اخبار الفضل، قادیان، جلد 3، نمبر 76، مورخہ یکم جنوری 1906ء)

مرزا قادیانی کہتا ہے۔

❁ ”مجھے خدا اس طرح مخاطب کرتا ہے اور اس طرح کی باتیں کرتا ہے اگر کچھ باتیں بیان کر دوں تو جتنے معتقد نظر آتے ہیں سب پھر جائیں۔“ (نعوذ باللہ)

(”سیرت المہدی“ جلد اول، صفحہ 88، مصنفہ مرزا بشیر احمد قادیانی، ابن مرزا قادیانی)

❁ ”نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے دین کی مکمل اشاعت نہ ہو سکی، میں نے پوری کی ہے۔“ (نعوذ باللہ)

(”حاشیہ تحفہ گولڑویہ“ صفحہ 165، مصنفہ مرزا قادیانی)

❁ ”قرآن خدا کی کتاب اور میرے (مرزا قادیانی) منہ کی باتیں ہیں۔“ (نعوذ باللہ)

(تذکرہ، صفحہ 102، 103)

❁ ”جو حدیث میرے خلاف ہے، وہ ردی کی ٹوکری میں ڈال دو۔“ (نعوذ باللہ)

(اعجاز احمدی، صفحہ 30، مصنفہ مرزا قادیانی)

❁ ”جو میری جماعت میں داخل ہوا، وہ دراصل صحابہ کرام کی جماعت میں داخل ہو گیا۔“ (نعوذ باللہ)

خطبہ الہامیہ، صفحہ 171، مصنفہ مرزا قادیانی)

❁ ”یہ بالکل صحیح بات ہے کہ ہر شخص ترقی کر سکتا ہے اور بڑے سے بڑا درجہ پا سکتا ہے، حتیٰ کہ محمد

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی بڑھ سکتا ہے۔" (نعوذ باللہ)

(بیان مرزا بشیر الدین محمود قادیانی ابن مرزا قادیانی "اخبار الفضل" قادیان 17 جولائی 1922ء)

❁ "خدا عرش پر تیری (مرزا قادیانی) تعریف کرتا ہے، ہم تیری تعریف کرتے ہیں اور تیرے پر درود بھیجتے ہیں۔" (نعوذ باللہ)

(رسالہ درود شریف، بحوالہ از "اربعین" نمبر 2، صفحہ 15 تا 18، نمبر 3، صفحہ 24 تا 26، مصنفہ مرزا قادیانی)

❁ "بعض نادان صحابہ جن کو درایت سے کچھ حصہ نہ تھا۔" (نعوذ باللہ)

(ضمیمہ نصرت الحق، صفحہ 120)

❁ "ابوبکر و عمر کیا تھے وہ حضرت مرزا قادیانی کی جوتیوں کے تسمے کھولنے کے لائق بھی نہ تھے۔" (نعوذ باللہ)

(ماہنامہ "المہدی)) بابت جنوری فروری، 1915ء 2،3 صفحہ 57)

❁ "کربلا میرے روز کی سیرگاہ ہے۔۔ حسین جیسے سینکڑوں میرے گریبان میں ہیں۔" (نعوذ باللہ) (نزول المسیح، صفحہ 96، مصنفہ مرزا قادیانی)

اے قادیانی نواز! تیری قادیانیت نوازی کا مطلب قادیانیوں کے ان غلیظ اور روح فرسا عقائد کی حفاظت کرنا ہے۔ تیری قادیانیت نوازی سے مراد قادیانیوں کے ان ایمان سوز عقائد کی حمایت کرنا ہے۔ بتا کچھ آنکھیں کھلی کہ نہیں۔ بتا ذہن کی گرہیں کھلیں یا نہیں۔ بتا! ضمیر نے کوئی انگڑائی لی یا نہیں۔ جلدی بتا! ورنہ وہ وقت آنے میں کوئی دیر نہیں۔ جب تو زمین کے جبڑوں میں جکڑا جائے گا۔ جب منکر نکیر گرز مار مار کر تیرے وجود کو دھنی ہوئی روئی کا ڈھیر بنا دیں گے۔ جب سانپوں اور بچھوؤں کے اژدھام تجھ پر ٹوٹ پڑیں گے۔ جب جہنم کی چنگھاڑتی بھوکی آگ تجھے جلا کر خاک سیاہ بنا دے گی۔ اور جہنم میں جلتا ہوا مرزا قادیانی تیرا تماشہ دیکھے گا۔

خواب میں سور کے ریوڑ چرانا:

بھارت کے شہر مونگیر میں ایک خدا رسیدہ ذاکر و شاغل شخص ماسٹر خدابخش تھے، مونگیر کے حکیم فضل احمد سے ان کے تعلقات تھے، جو مرزائی ہو گئے، ان کے پاس مرزائیوں کا آنا جانا شروع ہو گیا، ماسٹر خدا بخش نے خواب میں دیکھا کہ حکیم فضل احمد مرزائی سؤر کے ریوڑ چرا رہے ہیں۔

عبدالباسط

قادیانیت، خطرہ، جائزہ، تجاویز

7 ستمبر 1974ء کے قومی اسمبلی کے تاریخی فیصلے کے بعد گزشتہ 14 سالوں میں قادیانی تحریک کن مراحل سے گزری اور اس آئینی ترمیم اور 1984ء میں نافذ کیے گئے صدارتی آرڈی نینس کے بعد قادیانیت کن سازشوں میں ملوث ہے۔ یہ ایسے امور ہیں جن کا جائزہ لینا ضروری ہے۔ اس جائزے کی نوعیت اگرچہ اجمالی ہے۔ لیکن ہم بعض ایسے امور کی نشاندہی کریں گے جن کی طرف اس وقت توجہ دینا از حد اہم ہے۔

قادیانی تحریک جس کی ابتداء 1880ء کے اوائل میں ہوئی۔ برصغیر کی ایک ایسی تحریک تھی جس نے پاک و ہند کے سیاسی اور مذہبی ماحول میں ایک مخصوص کردار ادا کیا۔ اس تحریک کے بانی مرزا غلام احمد قادیانی نے 1880ء سے لے کر اپنی وفات 1908ء کے عرصے میں تحریک کو سیاست پر مبنی ایسا مذہبی رنگ دیا جو قدرے تبدیلی کے ساتھ اُس کے جانشینوں نے اپنائے رکھا اور انہی اعتقادات اور ہدایات کو آج کے قادیانی اپنائے ہوئے ہیں۔

مرزا غلام احمد قادیانی ایک عام شخص تھا جو نہ تو ذہنی طور پر کسی اعلیٰ صلاحیت کا مالک تھا اور نہ اس میں کوئی فکری انقلاب پیدا کرنے کی اہلیت تھی۔ قادیان کے دیہاتی ماحول میں اس نے آنکھ کھولی۔ باپ کی مسلمانوں سے غداری اور بھائی کی سکھوں اور انگریزوں سے وفاداری کو بنظر غائر دیکھا اور پھر اپنی محرومیوں اور مسلسل پریشانیوں کے ازالے کے لئے کوئی ایسی راہ اختیار کرنے کی ٹھانی جس سے اس کی خاندانی وجاہت قائم رہے۔ اس کے لیے ایمان فروشی اور انگریز کی غلامانہ تابعداری ترقی کا زینہ تھی۔ اس کے سوا اسے کوئی راہ سجھائی نہ دی۔ رفتہ رفتہ وہ دین فروشی کے دھندے کا امام بن گیا۔ مسلسل بیماریوں کا شکار آدمی جو ہسٹیریا، مراق، ذیابیطس، مرگی، کثرت بول، اسہال وغیرہ جیسے امراض میں مبتلا ہو۔ اس کے ذہنی قویٰ اور نفسیاتی احوال و افکار کا اندازہ لگانا مشکل نہیں۔ اس کے الہامات، پیش گوئیاں، دعاوی اور دیگر واقعات تحریک کے خدوخال کی وضاحت کے لئے کافی ہیں۔ البتہ اس کاروبار میں مرزا قادیانی نے ایک تو اپنے لئے عمدہ زندگی گزارنے کی راہ نکالی۔ دوسرے انگریز کی سیاسی خدمت کر کے جماعتی تنظیم بنائی اور

ایک الگ امت کی نیو اٹھائی۔

مرزا قادیانی نے انگریزی سامراج کی زبردست حمایت کی۔ جہاد کو جس سے مراد انگریز کے خلاف بغاوت وتشدد پسندانہ تحریکات تھیں، منسوخ کر دیا۔ دنیا کے ان تمام ممالک میں جہاں مسلمان انگریزوں کے خلاف جہاد کے نام پر سیاسی تحریکیں چلا رہے تھے، اپنا لٹریچر روانہ کر کے ان کو انگریز کی غلامی کا درس دیا۔ یہود کی استعماری تحریک صیہونیت کے لئے سیاسی خدمات انجام دیں اور اپنے دعاوی (مجدد، مہدی، مسیح موعود، محدث، نبی، کرشن، اوتار) کی بھول بھلیوں میں اُلجھا کر نامور علماء اور حریت پسند افراد کو انگریز کی مخالفت سے ہٹا کر اپنی طرف متوجہ کر لیا اور ان کی سامراج، دشمن تحریکوں کا رخ مرزائیت کی طرف موڑ کر ان کی فعال اور حریت پسندانہ توانائیوں کو برباد کیا۔

یہ حقیقت پوری طرح آشکار ہو چکی ہے کہ مرزا قادیانی نے انگریز آقاؤں کے اشارے پر نبوت کا دعویٰ کیا۔ یہودی تخریب کاروں کی حمایت سے آگے بڑھا اور اسلام دشمن طاقتوں کی شہ پر دیگر ممالک میں پھلا پھولا۔ برطانوی ہند کے علاقے پنجاب میں جو کہ انگریز کی وفاداری اور فوجی بھرتی کے لئے مشہور تھا۔ ایک ایسی تحریک کا وجود بہت بڑی سیاسی اہمیت کا حامل تھا۔ جس کے نتیجے میں مختلف طبقوں اور مذاہب میں مسلسل تصادم ہو۔ ہر اقلیتی فرقہ یا گروہ اپنے زندہ رہنے کے لئے انگریز کی طرف دیکھے اور اس کی رواداری کو اپنی بقا کی ضمانت جانے۔ اس تحریک سے یہ مقصد حاصل ہونے کے ساتھ ساتھ انگریز کو یہ بھی معلوم ہو رہا تھا کہ قادیان کا یہ مجہول مدعی اسلام کی جڑوں کو کھوکھلا کر رہا ہے۔ اسلامیان ہند کو خوگر غلامی کر رہا ہے۔ اسلامی فکر کے احیاء کی راہ میں رکاوٹیں ڈال رہا ہے۔ اور ایک ایسی جماعت تیار کر رہا ہے جو مستقبل میں اُن کے اقتدار کے لئے ڈھال بنے گی۔ یہی وجہ ہے کہ برطانوی انٹیلی جنس نے ہر سطح پر قادیانیت کی آبیاری کی اور اس خود کاشتہ پودے کو بڑھنے پھولنے کے مواقع بہم پہنچائے۔

قادیانیت کے دام ہم رنگ زمین میں جو لوگ پھنسے ان میں زیادہ تعداد پنجاب کے لوگوں کی تھی اور ان میں نچلے طبقے کے لوگ زیادہ تھے۔ جو انگریز کے دور حکومت میں معاشرتی ترقی اور اعلیٰ عہدے حاصل کرنے کے خواہاں تھے۔ اس میں ہمیں عدالتی نظام سے وابستہ چھوٹے اہل کار منشی، نائب کورٹ، محرر، اہلمد وغیرہ نظر آتے ہیں۔ پنجاب اور برطانوی ہند کے دور کے محکموں مثلاً محکمہ نہر، ریلوے، پوسٹ آفس وغیرہ کے بابو اور کلرک بھی اس تحریک سے وابستہ ہوئے۔ چونکہ انگریز کی زبردست حمایت اور مدح وتوصیف مرزا قادیانی کا ایمان تھا۔ اس لئے استحصالی طبقوں کے لوگ جیسے جاگیردار، انگریز کے مقرر کردہ اہل کار، سفید پوش، نمبردار، ضلع دار وغیرہ بھی اس تحریک کو اپنے اقتدار کے تحفظ کا ذریعہ سمجھتے تھے اور بظاہر جماعت میں شامل نہ ہونے کے باوجود قادیانیت نواز تھے۔ کئی لوگ محض اس لئے قادیانی

بن گئے کہ انہیں انگریز کی نوکری کی ضرورت تھی۔ وہ درخواست میں اپنی اس وفاداری کا ذکر کر کے دل سے نہ سہی مجبوری کے تحت قادیانی بن جاتے تھے۔ زیادہ پڑھے لکھے لوگ تحریک سے دور رہے۔ صرف خواجہ کمال الدین وکیل، مولوی محمد علی ایم اے وکیل اور دو چار اور آدمیوں کے نام ملتے ہیں جو انگریزی تعلیم سے آراستہ تھے اور کسی مخصوص مقصد یا سرکار کے اشارے پر مرزا قادیانی کی حوصلہ افزائی اور خدمت کے لئے مقرر تھے۔ ایسے ہی بعض گروہوں کے نفس پرست مولوی قادیانی بنے۔ ایک قلیل تعداد ایسے جوانوں کی تھی جو دل کے ہاتھوں مجبور ہو کر قادیانی بن گئے۔ ان میں سے بعض ''عاشقان پاک طینت'' اسلام کی آغوش میں واپس بھی آئے۔ ہندوؤں، سکھوں عیسائیوں وغیرہ سے اکا دکا لوگ مرزائی ہوئے۔ 1901ء قادیانیوں کی تعداد چند ہزار سے تجاوز نہ کر سکی۔ پنجاب میں یہ تعداد 3450 تھی اور یو۔ پی میں 931 تھی۔

1908ء میں مرزا کے مرنے کے بعد چھ سال تک حکیم نور الدین نے قادیان کی گدی پر بیٹھ کر اپنی آمریت کا سکہ چلایا۔ نور الدین برطانوی انٹیلی جنس کا کارندہ تھا اور سیاسی جوڑ توڑ کے باعث کشمیر سے نکالا گیا تھا۔ اس نے مرزا کی سیاسی پالیسی کو آگے بڑھانے میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا اور اس کے کفر و ارتداد کو پھیلانے میں کوئی کمی نہ چھوڑی ابتداء میں یہ شخص نیچری اور نیم ملحد تھا۔

1914ء میں نور الدین کے مرنے کے بعد یہ سیاسی طائفہ باہمی چپقلش کا شکار ہو گیا۔ لاہوری جماعت خواجہ کمال الدین اور مولوی محمد علی کی سربراہی میں پروان چڑھنے لگی۔ اور مرزا قادیانی کی گدی مرزا کے بیٹے مرزا محمود کے قبضے میں آ گئی۔ قادیانیت کی ترقی کا اصل دور مرزا محمود کے زمانے سے شروع ہوا۔ مرزا محمود کو ابتدائی دس سالوں تک محض مسیح موعود کے فرزند کے طور پر گدی پر بٹھایا گیا۔ حقیقی اقتدار پر اس گروپ کا قبضہ رہا، جس میں مرزا محمود کے نانا ناصر نواب، ماموں میر اسحاق اور انصار اللہ پارٹی کے بعض ممبر تھے۔ ان لوگوں کے انگریز لیفٹیننٹ گورنر پنجاب اور دیگر برطانوی حکام سے قریبی روابط تھے۔ پہلی جنگ عظیم کے خاتمے پر تحریک خلافت کے زمانے میں مرزا محمود نے اپنی ''کونسل آف ایجنسی'' سے نجات حاصل کر کے بذات خود حکومت سنبھال لی۔ خاص طور پر 1924ء کی لندن یاترا کے بعد مرزا محمود اپنی اور جماعت کی سیاسی اہمیت سے پوری طرح آگاہ ہو چکا تھا اور انگریز کی سیاسی ضروریات کو پورا کرنے کے لئے ہر وقت مستعد رہتا تھا۔

مرزا محمود مڈل فیل تھا۔ بیماریوں کا شکار اور احساس برتری کا مریض تھا۔ اس کے علاوہ بچپن ہی سے جنسی بداعتدالیوں کا شکار تھا۔ اس نے ایک تو اپنے اور اپنے خاندان کی دنیاوی خواہشات کے لئے ہر ممکن ذرائع سے دولت سمیٹی۔ دوسرے اپنے باپ کی پالیسی کے مطابق انگریز کی خدمت میں اپنی اور

اپنی جماعت کی بقا سمجھی۔ اس نے 1914ء سے قبل (کانپور مسجد) اور اس کے بعد انگریز کے خلاف اٹھنے والی تحریک کو سبوتاژ کرنے کے لئے اپنے وسائل اور عقیدت مندوں کی توانائیاں استعمال کیں۔ تحریک ہجرت، خلافت، عدم تعاون، سائمن کمیشن، گول میز کانفرنس، نہرو رپورٹ، 1935ء کے آئین کے تحت ہونے والے انتخابات، مطالبہ پاکستان، غرضیکہ آزادی کے ہر موڑ پر انہوں نے برطانوی سامراج کی حمایت اور مسلمانوں کے مطالبہ حریت کے خلاف کام کیا۔ قادیانیت نے علماء حق کے خلاف بدزبانی کی، منافرت اور کشیدگی پھیلا کر انگریز کی ''لڑاؤ اور حکومت کرو'' کی پالیسی کو استحکام بخشا۔ دنیا کے ان تمام علاقوں میں جہاں برطانیہ نے نوآبادیاں قائم کر رکھی تھیں۔ وہاں اپنے جاسوس بھیجے اور برطانوی سامراج کے خلاف اٹھنے والی تحریکوں کو جاسوس مبلغوں کے ذریعے ناکام کرایا۔

مرزا محمود مسلمانوں کی تکفیر کا زبردست داعی تھا۔ اس نے اپنے باپ کی طرح ملت اسلامیہ کو کفر اور دائرہ اسلام سے خارج قرار دیا۔ ان کے بچوں کے جنازے پڑھنے کو ممنوع قرار دیا۔ رشتہ ناطہ کی ممانعت کر دی۔ مسلمانوں کے پیچھے نماز حرام قرار دی اور مرزا قادیانی کی تحریرات کو بنیاد اور اس کے الہامات کے بل بوتے پر قادیانیت کو ایسی تحریک کے رنگ میں پیش کیا جس کا اپنا ایک ''اصلی اور مکمل'' نبی اور رسول تھا۔ ارض حرم تھی، مدینۃ النبی تھا، خاندان نبوت، صحابی و صحابیات تھیں۔ کتاب مقدس تھی۔ بہشتی مقبرہ تھا۔ اور وہ تمام چیزیں اس کے پاس موجود تھیں جس سے ایک امت تشکیل پاتی ہے۔

مرزا محمود کے دور میں انگریز کے ادنیٰ خدمت گاروں، ایمان فروش اور جاہ وطلب مولویوں اور برطانوی جاسوسوں کی ایک کھیپ پروان چڑھی۔ جماعتی فنڈ میں برطانوی اور یہودی ذرائع سے پیسہ آیا اور جماعت کی سیاست سے دلچسپی کے باعث ''قادیان'' سامراج کا پولیٹیکل سنٹر بن گیا قادیانیت مذہبی لحاظ سے انگریز کی ایسی ایجنسی تھی، جس کا کام تمام گندے امور (Dirty Tricks) کی انجام دہی تھا۔ ضمیر فروش مولویوں کی جو کھیپ قادیانیت سے وابستہ تھی۔ اس کا کام مناظروں میں حصہ لینا، روایتی بدزبانی اور بدکلامی کر کے طبقاتی انتشار پھیلانا اور مذہبی تحریکوں کی آڑ میں انگریز کی سیاسی خدمت انجام دینا تھا۔ ان مرزائی گماشتوں میں حافظ روشن علی، میر قاسم علی، جلال الدین شمس، اللہ دتہ جالندھری، غلام رسول راجیکی جیسے عاقبت نااندیش لوگ شامل تھے۔ ان میں سے شمس اور جالندھری فلسطین میں مبلغ کے روپ میں یہودیت کی خدمت میں مصروف رہے۔

اگرچہ مرزا محمود خود انگریز افسران کو خطوط لکھتا رہتا تھا اور ان کی ہدایات حاصل کرتا تھا۔ لیکن پنجاب میں سر فضل حسین کے عروج اور ان کے قادیانیوں اور ظفر اللہ کے ساتھ تعلقات کے بعد سر ظفر اللہ، انگریز اور قادیانی سربراہ کے درمیان ایک رابطہ کی صورت اختیار کر گیا۔ سر ظفر اللہ برطانوی سامراج کے

نہایت وفادار خادم تھا۔ اس نے وائسرائے کی ایگزیکٹو کونسل کے ممبر اور عدالت عالیہ ہند کی ججی کے زمانے میں ہر سطح پر انگریز کی خدمت کو ایمان کا جزو سمجھا اور کسی مرحلے پر بھی تحریک آزادی ہند اور مسلمانوں کے سیاسی مفاد کے لئے آواز بلند نہ کی۔

مطالبہ پاکستان یا تحریک پاکستان میں قادیانیوں کا کردار قطعاً منفی تھا۔ شاطر سیاست مرزا محمود نے نہایت عیاری کے ساتھ 1946ء کے انتخابات میں مکروہ کردار ادا کیا۔ مسلم لیگ کی حمایت کا ڈھونگ رچا کر قادیانیوں نے یونی نسٹ آزاد اور زمیندار لیگ کے پنجاب کی صوبائی اسمبلی کے امیدواروں کی بھرپور حمایت کی۔ کیونکہ محض اسی صوبے میں وہ کسی حد تک سیاسی کردار ادا کرنے کے اہل تھے۔

پاکستان بننے کے بعد مرزا محمود نے جو کچھ کیا وہ کوئی پوشیدہ امر نہیں رہا۔ جنگ کشمیر 1947ء اور پاک بھارت 1965ء کی سازشیں، بلوچستان کو قادیانی صوبہ بنانے کے عزائم، جارحیت پر مبنی ارتداد کی تبلیغ، سیاسی، مذہبی، اقتصادی و فوجی اداروں اور سول محکموں میں اثر و نفوذ کی خفیہ کاروائیاں، انتشار و افتراق پھیلانے والے لٹریچر کی تیاری اور تقسیم سمیت صوبائی و علاقائی فتنوں کی آبیاری بعض ایسے امور ہیں جو محتاج تعارف نہیں۔ سر ظفر اللہ نے وزیر خارجہ کی حیثیت سے ہماری خارجہ پالیسی کے ایسے خدوخال مرتب کئے جن کے باعث پاکستان سامراجی طاقتوں کا حاشیہ بردار بن گیا اور اسلامی بلاک سے کٹ کر رہ گیا۔

نومبر 1965ء میں جب مرزا محمود واصل جہنم ہوا تو قادیانی جماعت کی تعداد میں کافی اضافہ ہو چکا تھا۔ یہ اضافہ قادیانی مبالغہ آرائی کے لحاظ سے ہزاروں میں تھا اور جماعت کے اراکین کی تعداد پچاس لاکھ جو صریح جھوٹ ہے۔ البتہ یہ کہا جا سکتا ہے کہ ایک تو پہلے سے مرتدین کی ذریت کے باعث ہوا اور دوسرے لاہوری جماعت کے کہنے کے مطابق نوکری اور چھوکری کے طلب گاروں نے جماعت میں شمولیت اختیار کی۔ جماعت کے چندوں میں نا معلوم اور معلوم ذرائع سے اضافہ ہوا اور یورپی ممالک میں نئے مشن قائم کئے گئے۔ مرتد اعظم سر ظفر اللہ نے قادیانیت کی ترقی میں کافی مدد دی۔

مرزا ناصر احمد نے 1965ء سے 1982ء تک ربوہ کے راج بھون پر قبضہ کئے رکھا۔ اس کے بارے میں بھی بہت سی رنگین داستانیں مشہور ہیں۔ جن کے بیان کا یہاں موقع نہیں۔ مرزا ناصر نے اسرائیل میں قائم قادیانی مشن کو مضبوط بنانے کی پوری کوشش کی اور 1967ء کی عرب اسرائیل جنگ کے بعد صیہونی اشارے پر مشرق وسطیٰ میں سازشوں کے جال بچھائے، افریقہ میں قادیانی مشنوں کو برطانوی اور امریکی سامراج کی بھرپور حمایت حاصل رہی جس کے باعث کئی افریقی غربت و پسماندگی کے ازالے کے لئے قادیانیت کی آغوش میں چلے گئے۔ گولڈ کوسٹ، سیرالیون، نائیجریا، جنوبی افریقہ

وغیرہ قادیانی ارتدادی تبلیغ کی آماجگاہ بن گئے۔

پاکستان کی شکست وریخت اور علاقائی اور لسانی عصبیتوں کو ہوا دینے میں قادیانی ہمیشہ سے پیش پیش تھے۔ ایوب خان کی مربیت کے خاتمے کے بعد انہوں نے نئے سیاسی مربیوں کے حصول کے لئے دوڑ دھوپ شروع کی۔ مشرقی پاکستان کی علیحدگی میں گھناؤنے کردار کے بعد بھٹو حکومت میں اچھے عہدے حاصل کیے۔ لیکن اسلامی سربراہی کانفرنس 1974ء کے بعد ان کی سازشیں منظر عام پر آنے لگیں۔ 7 ستمبر 1974ء ان کا یوم احتساب بنا اور بعد کے چند سال قادیانیت کی اصلیت کو بے نقاب کرنے میں ممد ومعاون ثابت ہوئے۔

اسرائیل، مغرب کی سامراجی طاقتیں اور ان کے حاشیہ نشین قادیانیت کی افریقہ، مشرق وسطیٰ اور یورپ میں ترقی کے خواہاں رہے اور پاکستان میں علمائے اسلام اس دشمن استعمار نواز اور ارتداد پر مبنی اس تحریک کا محاسبہ کرنے میں سرگرم عمل رہے۔ جولائی 1978ء میں مرزا ناصر احمد سویڈن، ڈنمارک، مغربی جرمنی اور لندن کے دوروں کے بعد اکتوبر میں ربوہ آیا۔ استعماری طاقتوں نے ان کی خوب پذیرائی کی اور مالی وسائل کی فراہمی کے وعدے کیے گئے۔ لندن میں جماعت کا اکاؤنٹ جلد ہی لاکھوں پونڈ تک پہنچ گیا۔

اسرائیل کے قادیانی مشن نے مشرق وسطیٰ میں کذاب قادیان کا لٹریچر عربی زبان میں تیار کر کے مشاہیر کے نام روانہ کیا اور بعض لائبریریوں میں رکھوایا۔ مرزا ناصر نے اپنے جاسوس مبلغ لبنان میں تعینات کیے۔ ایران میں شہنشاہیت کے خاتمے اور بہائیت کے خلاف ایرانی حکومت کی مہم کے بعد قادیانیوں نے بہائیوں کے ساتھ خفیہ معاہدہ کیا۔ 1980ء میں مرزا ناصر نے امریکہ کے دورے کے دوران بہائی رہنماؤں سے ملاقات کی اور باہمی یگانگت کے معاہدے کیے۔ جون 1982ء میں مرزا ناصر جہنم واصل ہوا۔

مرزا طاہر احمد قادیانی جماعت کا چوتھا سربراہ بنا۔ اپنے بھائی رفیع احمد کو پچھاڑ کر ربوے کی گدی پر بیٹھ گیا۔ اس نے اپنے حواریوں کی مدد سے جن میں سر ظفر اللہ پیش پیش تھا۔ انتہائی درجہ کی غنڈہ گردی کے بعد کامیابی حاصل کی۔ یہ اسی قسم کی غنڈہ گردی تھی جو اس کے باپ مرزا محمود نے 1916ء میں قادیان میں انصار اللہ پارٹی کی مدد سے کی تھی۔ مرزا رفیع احمد کے حواری الزام لگاتے ہیں کہ مرزا طاہر غاصب، بزدل اور سیاسی جوڑ توڑ کا ماہر ہونے کے باعث تخت خلافت چھین لے گیا۔ بہر حال قادیانیت کے نئے سربراہ نے 1982ء سے 1984ء تک اپنے اقتدار کو مضبوط بنانے اور استعماری اڈے بشارت معبد کے قیام کے علاوہ کوئی نمایاں کام نہ کیا۔ 1984ء میں صدارتی آرڈیننس کے اجراء کے بعد مرزا طاہر

خفیہ طور پر ہماری غفلت کے باعث برقعہ پہن کر لندن بھاگنے میں کامیاب ہو گیا۔ کہا جاتا ہے کہ بیرونی خفیہ ایجنسیوں کے بعض اراکین نے اس کو "پیش آمدہ خطرات" سے آگاہ کر دیا تھا۔ قادیانیوں کو ڈر تھا کہ حکومت مرزا طاہر کو تخریبی کاروائیوں کے الزام، اسلم قریشی کیس اور صدارتی آرڈی نینس 1984ء کی خلاف ورزی کرنے کے جرم میں گرفتار کرنے کی تیاری کر رہی تھی۔ جس کا ان کو بعض بیوروکریٹس اور پولیس اہل کاروں سے علم ہو گیا اور مرزا طاہر لندن جا کر ایک تو جماعت اور خلافت کو بچا لے گیا۔ دوسرے اپنا تحفظ کرنے میں کامیاب ہو گیا۔ قادیانی خدشات کچھ بھی ہوں لیکن یہ بات افسوس ناک ہے کہ مرزا طاہر دھوکہ دینے میں کامیاب ہو گیا۔ جس طیارے میں مرزا طاہر سوار ہونے والا تھا اس کے پائیلٹ نے اس کو اپنے ساتھ لے جا کر KLM کے جہاز میں سوار کرایا۔ اتفاق سے اسی طیارے میں مصطفیٰ گوکل صاحب سابق وزیر جہاز رانی سفر کرتے تھے۔ انہوں نے اسلام آباد، لندن سے فون کیا تو معلوم ہوا کہ مرزا طاہر اپنے برطانوی آقاؤں کے پاس پہنچ گیا ہے۔ اور ان کے چرنوں میں بیٹھ گیا ہے۔ ربوے کے پالتو مبلغ اس کو "نشان" قرار دینے لگے۔

مرزا طاہر نے لندن میں جعلی نبوت کے نام پر جو کاروبار شروع کیا ہے اس کے گزشتہ تین سال کی ایک جھلک پیش کی جاتی ہے۔

اس نے لندن کو اپنا مستقل اڈا بنانے کے بعد چیدہ چیدہ قادیانی مبلغوں کو لندن بلایا۔ اسرائیل سے جلال الدین قمر، کلکتہ سے مولوی امینی، قادیان سے وسیم احمد وغیرہ نے اس میٹنگ میں شرکت کی، ان مبلغوں کو ہدایات دی گئیں کہ وہ صدارتی آرڈی نینس کے خلاف پروپیگنڈا مہم چلائیں۔ پاکستان کی فوجی حکومت کو بدنام کریں اور قادیانیت سے ہمدردی رکھنے والے لوگوں اور پریس سے رابطہ بڑھائیں۔ پاکستان میں قادیانیت کو جن مسائل کا سامنا تھا۔ ان کے لئے ایک الگ لائحہ عمل تیار کیا گیا۔ جس میں سیکولر اور اشتراکیوں کی اعانت سے آرڈی نینس کے خلاف رائے عامہ کو تیار کرنا، طلباء اور وکلاء کی تنظیموں سے ساز باز کرنا اور جعلی تنظیموں کے نام سے مختلف طبقوں کے خلاف نفرت پیدا کرنا شامل تھا۔ گزشتہ تین سالوں میں دیوبندی، بریلوی وغیرہ فرقوں کے خلاف جو فتاویٰ چھپ رہے ہیں اور ایک دوسرے کے اکابر کے خلاف جو سخت کلمات فوٹو سٹیٹ پرچوں کی صورت میں گردش کر رہے ہیں۔ ان میں سے اکثر کے پیچھے قادیانیت کا خفیہ ہاتھ ہے۔ لسانی، گروہی، طبقاتی اور علاقائی عصبیتوں کو ہوا دینے میں بھی قادیانی عناصر پیش پیش ہیں اور نہایت خفیہ اور منظم طریقے سے ملک کی سالمیت کے خلاف سازشوں میں مصروف ہیں۔ علماء کرام سے عرض ہے کہ وہ ان کی سازشوں کو سمجھیں اور عوام کو باہمی اتحاد و یک جہتی کا درس دیں۔

مرزا طاہر نے بین الاقوامی جاسوسی اداروں سے معقول مالی امداد حاصل کی اور ان کی ہمدردیاں

حاصل کرنے میں وہ کافی حد تک کامیاب رہا۔ اسرائیلی انٹیلی جنس موساد (Mossad)، امریکی سی آئی اے، برطانوی ایم آئی فائیو (MI-5) جرمن اور ڈچ سیکرٹ سروس قادیانیت کو مالی ذرائع مہیا کرنے میں پیش پیش ہیں۔ 1982ء میں بیرونی مشنوں سے قادیانیوں کو سات کروڑ بارہ لاکھ روپے حاصل ہوئے۔ 1987ء میں یہ رقم 18 کروڑ چھتیس لاکھ تک پہنچ گئی جو اڑھائی گنا سے زیادہ اضافہ ہے۔ یہ رقم کہاں سے آئی اور ایک دم اس میں اتنا اضافہ کیسے ہوا؟ ابھی تو یہ وہ اعداد و شمار ہیں جو قادیانیوں نے خود شائع کیے ہیں۔ درپردہ کہانی کچھ اور ہوگی۔

پاکستان میں 1982ء میں قادیانی چندوں کی مقدار ایک کروڑ ستاون لاکھ روپے تھی۔ جو 1987ء میں سات کروڑ بارہ لاکھ روپے ہوگئی ہے۔ یہ سات گنا اضافہ کہاں سے ہوا ہے۔ اس کے علاوہ مختلف تحریکوں سے حاصل ہونے والے قادیانی چندے جو 1982ء میں 9 کروڑ تھے۔ اب 21 کروڑ 90 لاکھ تک پہنچ چکے تھے۔ دیگر تحریکوں کے چندوں سے 10 کروڑ 3 لاکھ روپے ان سے علاوہ ہیں۔

کیا حکومت پاکستان قادیانیوں کے ان چندوں کے بارے میں معلوم نہیں کر سکتی؟ یہ کہاں سے آ رہے ہیں؟ اور وہ کون سے ایسے قادیانی امراء و صنعت کار ہیں جو ہزاروں روپے جماعت کو دے رہے ہیں۔ پاکستان کے آڈیٹر جنرل آف پاکستان ریونیو AGPR کو فوری طور پر قادیانی فنڈز منجمد کر کے اس کی مکمل پڑتال کرنی چاہئے اور قادیانیوں کو مجبور کیا جائے کہ وہ اپنے حسابات اے۔ جی (A.G) آفس کو پیش کریں اور ان کو شائع کیا جائے۔ اگر سیاسی جماعتوں کے فنڈز کی تحقیقات کی جا سکتی ہیں تو مذہب کے نام پر چلنے والے اس یہود نواز سیاسی تنظیم کے خفیہ مالی ذرائع کی تحقیق کیوں نہیں کی جا سکتی؟ یہ شبہ بھی کیا جاتا ہے کہ امریکہ کے پی ایل 480 کے تحت جمع پاکستانی بیلنس سے قادیانیوں کو روپیہ دیا جاتا ہے۔

قادیانی جماعت کے مرکزی مبلغین دنیا بھر کے ممالک میں قادیانیت کی ترویج اور سیاسی پخت و پز میں لگے ہوئے ہیں۔ ان کی کل تعداد 182 ہے۔ یہ مبلغ ربوہ سے تیار ہو کر باہر جاتے ہیں۔ افریقہ میں ان کی سب سے زیادہ کھپت ہے۔ جہاں سکیم کے تحت قائم قادیانی ہسپتالوں میں جماعت کو سوا آٹھ کروڑ روپے سالانہ کی آمدن ہے۔ 31 قادیانی سکول ہائیر سیکنڈری تعلیم دے رہے ہیں۔ اور سو پرائمری سکول افریقی بچوں کے ذہنوں کو زہر آلود کر رہے ہیں۔

برطانیہ نے اپنے پرانے سیاسی خادموں کو بڑھنے پھولنے کے مواقع بہم پہنچانے کے لئے ٹل فورڈ (Tillford) کے علاقے میں کئی ایکڑ زمین پر مشتمل اراضی الاٹ کر دی ہے۔ وہاں قادیانی مرکز ''اسلام آباد'' قائم ہو گیا ہے۔ یہ زمین ان کو کوڑیوں کے مول دی گئی ہے۔ مرزا طاہر نے قادیانیت کی تبلیغ کے لئے ہزاروں کی تعداد میں کیسٹ تیار کرائے ہیں۔ ان کی اپنی تقریروں کے کیسٹ اور ویڈیو فلم

پاکستان اور دنیا کے دیگر ممالک میں تقسیم کی جارہی ہیں۔ گزشتہ تین سالوں میں 2720 کیسٹ دنیا کی 18 زبانوں میں تیار کرا کے قادیانی مشنوں کو مہیا کر رہے ہیں۔ جو ارتداد کی تبلیغ کا ذریعہ بنے ہوئے ہیں۔ ان کے علاوہ اتنا قادیانی لٹریچر تیار کیا گیا ہے جو قادیانیوں کے بقول دس سال میں بھی تیار نہ ہوا تھا۔ یہ تمام امور قادیانیت کے مستقبل کے جارحانہ عزائم کی نشاندہی کرنے کے لئے کافی ہیں۔

قادیانیوں کی ارتدادی مہم کا سب سے شرمناک پہلو عرب ممالک میں کیسٹ اور لٹریچر کی ترسیل ہے۔ قادیانی اسرائیل امداد سے عرب مسلمانوں میں اپنا اثر و نفوذ بڑھانے میں کوشاں ہیں۔ قادیانی جریدہ سویز کراچی 1986ء، 1987ء میں لکھتا ہے کہ

"حضرت امام جماعت احمدیہ نے عربوں کی طرف تبلیغ کے لئے جماعت کو خصوصی توجہ دلائی۔ باقاعدہ فارم کے لحاظ سے اب تک بانوے عرب جماعت احمدیہ میں شامل ہو چکے ہیں۔ لیکن حضرت امام احمدیہ نے فرمایا کہ میرے ذاتی علم کے لحاظ سے ان کی تعداد سو سے تجاوز کر چکی ہے۔"

عربوں کو مرزا غلام احمد کی لعنتی تحریک میں شامل کر کے ان کے ایمان پر ڈاکہ ڈالنا بہت بڑی جسارت ہے۔ عرب ممالک کو اس خطرے کی طرف فوری توجہ دینا چاہئے۔ اور قادیانیت کے دام تزویر میں پھنسنے والوں کو صحیح صورت حال سے آگاہ کرنا چاہئے یہ عرب لازمی طور پر زر، زن یا زمین کے چکر میں متاع دین لٹا چکے ہوں گے۔ ان کی وجہ سے مزید گمراہی پھیل سکتی ہے۔

مغربی ممالک اور امریکہ اپنے آپ کو آزاد دنیا قرار دیتے ہیں۔ یہاں کے لوگوں کو آزادی، سیکولرازم اور انسانی حقوق کا علمبردار کہا جاتا ہے۔ اگرچہ یہ اصطلاحات اپنی کوئی مستقل حیثیت نہیں رکھتیں اور مغربی ادارے اپنی مرضی کے مطابق ان کا استعمال کرتے رہتے ہیں۔ اسرائیل کے صیہونی اگر فلسطین کے حریت پسندوں کو ہلاک کریں اور ان پر مظالم کے پہاڑ توڑیں تو نہ تو انسانی حقوق کو کوئی خطرہ لاحق ہوتا ہے اور نہ ہی اسے ظلم گردانا جاتا ہے۔ مغرب میں رنگ و نسل کی تمیز اور جنوبی افریقہ کی نسل پرستی کی حمایت وغیرہ ان اصطلاحات کی زد میں نہیں آتے۔ مرزا طاہر اور اس کے حواری پاکستان میں قادیانیوں کو درپیش آنے والے واقعات کو بڑھا چڑھا کر یہود نواز پریس میں اچھالتے ہیں۔ اور یہ تاثر دیتے ہیں کہ پاکستان میں احمدی اقلیت کے انسانی حقوق سلب کئے جا چکے ہیں۔ ان کی عبادت گاہیں بند کی جارہی ہیں۔ ان کو اپنے عقائد کی ترویج و تشہیر کی اجازت نہیں اور ان سے امتیاز برتا جارہا ہے۔ ان واقعات کو یک طرفہ طور پر بیان کیا جاتا ہے۔ قادیانیوں کی طرف سے کی جانے والی کارروائیوں کا کوئی ذکر نہیں کیا جاتا۔

یورپی ممالک اور امریکہ نے چونکہ قادیانیت کی پشت پناہی کرنی ہوتی ہے اس لئے وہ حقوق انسانی کی آڑ لے کر پاکستان پر مختلف نوع کے دباؤ ڈالتے ہیں۔ قادیانی انسانی حقوق کی تنظیم ایمنسٹی انٹرنیشنل، انسانی حقوق کے کمیشن (اقوام متحدہ) اور بین الاقوامی پریس میں پاکستان میں کئے جانے والے نام نہاد قادیانی مظالم کو خوب اچھالتے ہیں۔ اور جب ایسی مبالغہ آمیز خبریں شائع ہوتی ہیں تو یہود نواز پریس اپنی حکومتوں پر دباؤ ڈالتا ہے کہ وہ اس ''مظلوم اقلیت'' کا تحفظ کریں۔ کئی قادیانیوں نے اس بنیاد پر بیرون ملک خصوصاً مغربی ممالک جرمنی میں سیاسی پناہ لے رکھی ہے اور کئی مراعات حاصل کئے ہوئے ہیں۔ امریکہ اور یورپ نے قادیانیت کی کھلی حمایت کے لئے انسانی حقوق کے تحفظ کا جو ڈھونگ رچا رکھا ہے۔ اسی قسم کا ڈھونگ بہایت کی حمایت میں بھی جاری ہے۔ مغربی پریس بہائیوں کو مظلوم اور ایرانی حکومت کو ظالم قرار دیتا ہے اور ان کے حقوق کے تحفظ کے لئے رائے عامہ کو متاثر اور تیار کرتا ہے۔ بہائی ایران سے بھاگ کر پاکستان میں اپنے اڈے قائم کر رہے ہیں۔

قادیانیت چونکہ جہاد کی مخالف، سامراج کی حاشیہ بردار، یہودیوں کی پروردہ استعماری ایجنسی ہے۔ اس لئے اسلام دشمن طاقتیں اس کی ترقی کو اسلام کی جڑیں کھوکھلی کرنے کے مترادف سمجھتے ہیں جو ان کے نزدیک انقلاب کا درس دیتا ہے اور سامراج اور صیہونیت کا دشمن ہے۔ قادیانیت کا فروغ اسلامی اقدار پر ضرب لگانے کے ساتھ ساتھ اسلامی بنیاد پرستوں کی سرگرمیوں کو کمزور کر سکتا ہے۔ قادیانی تحریک کی بنیاد ایک ایسے نظریے پہ قائم ہے جس میں اسلام کی انقلابی روح کو مکمل ختم کر کے اسے سامراج کی داشتہ بنا دیا گیا ہے۔ اس لئے ایسی تحریک، اس ''تشدد پسندانہ'' اسلام کا ایک توڑ تو ثابت ہو سکتی ہے اور مشرق وسطیٰ میں سامراجی اور یہودی مفادات کا تحفظ کر سکتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اسلام دشمن طاقتیں قادیانیت کی ترقی کے لئے اسے ہر طرح کی مدد بہم پہنچاتی ہیں۔ اسی لئے مرزا طاہر کو امریکہ ''اسلام'' پیش کرنے کی دعوت دے رہا ہے۔

یہ تو ایک اجمالی سا خاکہ ہے۔ جس سے قادیانیوں کے عزائم اور ان کی گزشتہ پالیسیوں کی نشاندہی ہوتی ہے۔ سوال یہ ہے کہ ایک ایسی اسلام مخالف تحریک جس نے گزشتہ صدی میں استعماری اور یہودی مدد سے اتنی بڑی قوت حاصل کر لی ہے اور جس کی پشت پر امریکہ، اسرائیل اور یورپ کا تعاون اور سرمایہ ہے۔ اس کے زہریلے اثرات کو زائل کرنے کے لئے اسلامی طاقتیں اور علمائے کرام کیا کوششیں کر رہے ہیں۔ ہمارے خیال میں یہ جس قدر بڑا چیلنج ہے اتنا بڑا مقابلہ نہیں کیا جا رہا۔ ہماری حکمت عملی بعض خامیوں کا شکار ہے۔ ان خامیوں کو مدنظر رکھتے ہوئے بعض تجاویز پیش کی جاتی ہیں۔ جن پر غور کرنے کی ضرورت ہے۔ ان میں کئی طرح کی ترامیم کی جا سکتی ہیں۔ اس لئے اس وقت ان کو ڈرافٹ کے طور پر

سمجھا جائے اور مستقبل کے لائحہ عمل کی بنیاد قرار دیا جائے۔

1: قادیانی اپنی تعداد کے بارے میں بہت مبالغہ آرائی سے کام لیتے ہیں۔ ان کی مکمل مردم شماری کی جائے اور ان کے شناختی کارڈ اور شہریت (Domiclie) سرٹیفکیٹ میں اس کا اندراج کیا جائے۔

2: تمام سرکاری اداروں اور وفاعی محکموں میں قادیانیوں کی صحیح تعداد معلوم کی جائے۔ اہم اور حساس محکموں میں ان کی بھرتی بند کی جائے اور دیگر محکموں میں ان کا اقلیتی کوٹہ مقرر کر دیا جائے۔

3: قادیانی پرچوں اور ان کے جرائد و رسائل میں جان بوجھ کر ایسا مواد شائع ہوتا ہے جس سے صدارتی آرڈی نینس کی خلاف ورزی ہو حکومت پرچہ شائع ہونے کے کئی ماہ بعد اسے ضبط کرتی ہے جو کہ مضحکہ خیز امر ہے۔ ایسے پرچوں کو فوراً ضبط کیا جائے اور پریس کے خلاف تادیبی کاروائی کی جائے۔

4: حکومت سے مطالبہ کیا جائے کہ وہ پاکستانی مشنوں کو ہدایت جاری کرے کہ وہ قادیانیوں کے گمراہ کن پروپیگنڈے سے وزارت خارجہ کو پورے طور پر آگاہ کریں اور اس کا مؤثر جواب دیں اور یہ جواب پاکستانی پریس میں لازمی طور پر شائع ہو۔

5: لندن کے پاکستانی سفارتخانے کو مضبوط بنایا جائے تاکہ وہ قادیانی سرگرمیوں سے حکومت کو مطلع کرے اور لندن میں قائم اسلامی مشنوں سے اشتراک پیدا کر کے ان کی حوصلہ افزائی کرے تاکہ وہ اس فتنے کا مؤثر سدباب کر سکیں۔

6: قادیانیوں کے خفیہ فنڈز کی تحقیقات کی جائے ان کو منجمد کر کے ان کا مکمل آڈٹ کیا جائے اور حساب کتاب کی تفاصیل اے۔ جی آفس کے ذریعے حاصل کر کے کتابی صورت میں شائع کی جائیں۔ تاکہ اس میں کروڑوں کے اضافے کی حقیقت معلوم ہو سکے۔

7: قادیانی کتب و رسائل لندن اور بھارت میں چھپ کر پاکستان آ رہے ہیں۔ ان کی آمد کو روکا جائے اور کسٹم کے محکمے کو خصوصی ہدایات دی جائیں کہ وہ ان کو ضبط کرے۔

8: قادیانیت کو ایک سیاسی جماعت قرار دیا جائے۔ حقیقت یہی ہے کہ یہ ایک خفیہ سیاسی جماعت ہے۔ اس کے بعد ایک سپیشل ٹریبونل قائم کر کے خاص سیاسی نقطہ نظر سے ان کی کاروائیوں کو بے نقاب کیا جائے اور انٹیلی جنس اداروں کو گزشتہ تمام خفیہ رپورٹوں کو ٹریبونل کے ریکارڈ میں شامل کیا جائے۔ سیاسی جماعت قرار پانے کے بعد اس کی مذہب کے

پردے میں کی گئی کاروائیاں بے نقاب ہو جائیں گی۔

9: علمائے کرام، دانشوروں اور صاحب قلم لوگوں پر مشتمل ایک پینل مقرر کیا جائے جو قادیانیت کے متعلق مختلف زبانوں میں لٹریچر تیار کرے یہاں اس امر کی وضاحت ضروری ہے کہ دنیا کو جدید تحقیقی انداز میں تیار کئے گئے لٹریچر سے دلچسپی ہوتی ہے جو ٹھوس حقائق پر مبنی ہو اور جس کے پڑھنے کے بعد تحریک کے بنیادی خطوط اور مضمرات واضح ہوں۔ وہ لٹریچر جو ایک عرصہ پاک و ہند میں چھپتا رہا اور محض مذہبی مناظرہ بازی کی پیداوار تھا۔ وہ باہر کی دنیا کے لئے قابل قبول نہ ہوگا۔ محمدی بیگم سے نکاح، پیش گوئیوں کے پورا نہ ہونے کی بحث، حیات و وفات مسیح وغیرہ پہ بہت کم زور دیا جائے اور دنیا کو بتایا جائے کہ مرزا غلام احمد قادیانی ایک دائم المرض نفسیاتی مریض تھا۔ جس کو شوگر، مرگی، ہسٹیریا، کثرت بول، اسہال وغیرہ کی بیماریاں تھیں۔ حصول زر اور جاہ طلبی کے لئے اس نے نبوت کے نام پر برطانوی سامراج کی خدمت کا بیڑہ اٹھایا۔ نفسیاتی لحاظ سے اس شخص کا تجزیہ اور اس کے اوٹ پٹانگ کشف والہامات کا تنقیدی جائزہ لوگوں کو بانی قادیانیت اور تحریک کے پس منظر کے بارے میں صحیح معلومات مہیا کرے گا۔ اس سلسلے میں محترم جناب عرفان محمود برق صاحب (نومسلم، سابق قادیانی) کی کتاب ''قادیانیت اسلام اور سائنس کے کٹہرے میں'' کا مطالعہ کرنا چاہئے اور ہر شخص تک یہ کتاب پہنچانی چاہیئے۔

تحفظ ختم نبوت کی تنظیموں سے ایک دردمندانہ اپیل کروں گا کہ وہ قادیانیت کے سیاسی احتساب کے لئے فوری طور پر معقول وظائف کا اعلان کریں اور ریسرچ سکالروں کو یہ کام سونپیں کہ وہ انڈیا آفس لائبریری لندن میں بیٹھ کر قادیانیت کے اصل پس منظر کو بے نقاب کرنے کا عظیم کام شروع کر دیں۔ یہ ہماری بڑی بدقسمتی ہے کہ ہم نے اس اہم ذخیرے سے قادیانی تاریخ مرتب نہیں کی۔ اس منصوبے پر فوراً عمل کی ضرورت ہے۔ کچھ وظائف ان سکالروں کو دیئے جائیں جو بھارت میں جا کر وہاں خفیہ رپورٹوں سے استفادہ کر کے ان کی روشنی میں قادیانیت کے سیاسی اور مذہبی عوامل سے عوام کو واقف کرائیں اور دنیا کے سامنے یہ حقیقت ٹھوس ثبوت کے ساتھ پیش کریں کہ قادیانیت برطانوی سامراج کی سازش کا دوسرا نام ہے۔ ''کذاب پنجاب'' یہود کا سیاسی اجیر تھا اور قادیانی مبلغ جاسوسوں کا ایک گروہ تھا۔ قادیانیوں کو احمدیہ تحریک کی جوبلی کے موقع پر یہ تحفہ پیش کرنا ضروری ہے۔ پڑھا لکھا طبقہ اس ٹھوس تحقیقی کام سے متاثر ہوگا۔ عام مناظر جو طریق اختیار کرتے ہیں اور جس طرح کی مذہبی مباحث چھیڑتے ہیں وہ مغربی دنیا کو متاثر نہیں کر سکتیں جو قادیانیت کی اسلام دشمنی کے باعث پہلے سے اس کی اعانت پر ادھار کھائے بیٹھے ہیں۔

10: قادیانیت نے 1880ء تک جو سیاسی اور پاکستان مخالف کاروائیاں اور سازشیں کیں اور ملکی سالمیت کے خلاف جو کام کیا ہے۔ اس کی تفاصیل بھی منظر عام پر لائی جائیں۔

11: قادیانی جماعت کا دوسرا سربراہ مرزا محمود 1916ء سے 1925ء تک اپنی آمریت کا سکہ چلاتا رہا۔ یہ شخص برطانیہ کا ذلیل خوشامدی، آزادی ہند کا دشمن، مسلمان کی تکفیر کا مبلغ اور مرزا قادیانی کی لعنتی نبوت کا زبردست پرچارک تھا۔ سیاسی کردار کے ساتھ ساتھ اس کا ایک نہایت ہی گھناؤنا اخلاقی کردار تھا اس کی سوانح قادیان کے راسپوٹین کے عنوان سے مرتب کی جائے اور اس کا اصل چہرہ دنیا کو دکھایا جائے۔ وہ چہرہ جو لاہوری جماعت کے اخبار "پیغام صلح" لاہور مباہلہ کے پرچوں، مصری کے بیانوں اور حقیقت پسند پارٹی میں صاف جھلکتا ہے۔ راحت ملک کی کتاب "ربوہ کا مذہبی آمر" کو ایڈٹ کر کے فوری طور پر دوبارہ شائع کیا جائے اور اس کے انگریزی تراجم باہر کے ملکوں میں بھیجے جائیں۔

12: اسرائیل میں قادیانی مشن کی 1968ء سے 1987ء تک کی کاروائیوں کو طشت از بام کرنے کے لئے ربوہ میں براجمان قادیانی مبلغ چوہدری محمد شریف سے پوچھ گچھ کی جائے۔ دو جاسوس مبلغ اللہ دتہ اور جلال الدین شمس واصل جہنم ہو چکے ہیں۔ رشید چغتائی اور نور احمد شاید ربوہ ہی میں ہیں اور اسرائیل کے قیام 1948ء کے وقت وہاں سازشوں میں مصروف رہے ہیں۔ ان کے تفصیلی بیانات لئے جائیں اور ان کی وہ تمام رپورٹیں جو یہ جاسوس اسرائیل سے پاکستان بھیجتے تھے وہ حاصل کر کے منظر عام پر لائی جائیں۔ ان کے ملک چھوڑنے پر پابندی عائد کی جائے اور ان کے نام ای۔سی۔ایل (Exit Control List) میں شامل کئے جائیں۔

13: جن عرب ممالک میں قادیانی اپنا لٹریچر اور مبلغ بھیج رہے ہیں۔ ان کے سربراہوں اور تنظیموں کو خطوط لکھ کر اور رسائل و جرائد میں مضامین کے ذریعے قادیانی فتنہ کی سرکوبی کے لئے ضروری اقدامات کرنے کے لئے تیار کیا جائے۔ اسلامی ممالک کی تنظیم (OIC) کے نوٹس میں یہ بات لائی جائے تاکہ موثر قدم اٹھایا جاسکے۔

14: مرزا طاہر اور اس کے پاکستانی حواری ملک دشمن سرگرمیوں میں ملوث ہیں اور لندن میں بیٹھ کر وطن عزیز کے خلاف زہر افشانی اور سازشیں کر رہے ہیں۔ ان کے پاسپورٹ ضبط کئے جائیں اور شہریت ختم کر دی جائے۔

15: وزارت خارجہ امریکہ اور یورپی ممالک کو حقوق انسانی وغیرہ کے نام پر چلائی گئی قادیانیت کی

حمایت میں مہم بند کرنے کے لئے مجبور کرے۔ ان کو اصل صورت حال سے آگاہ کرے اور سفارتی اثر ورسوخ بروئے کار لائے۔ ان ممالک کے سفارت خانوں کو قادیانی تحریک کی حقیقت بتائی جائے اور مناسب لٹریچر فراہم کیا جائے۔ اسلامی تنظیموں کے ذریعے ایسا لٹریچر تیار کرا کے ان کو روانہ کیا جائے، جس سے وہ قادیانیت کا اصل چہرہ دیکھ سکیں۔

ہم امید کرتے ہیں کہ ان معروضات پر غور کر کے ایک ایسا لائحہ عمل مرتب کیا جا سکے گا جو اس فتنے کی سرکوبی کے لئے ضروری ہے۔

عقیدہ۔ حضور اقدس ﷺ کی تعظیم یعنی اعتقاد عظمت جز وایمان ورکن ایمان ہے۔ اور فعل تعظیم بعد ایمان ہر فرض سے مقدم ہے۔ اس کی اہمیت کا پتا اس حدیث سے چلتا ہے کہ غزوہ خیبر سے واپسی پر منزل صہبا پر نبی ﷺ نے نماز عصر پڑھ کر مولیٰ علی کرم اللہ وجہہ کے زانو پر سر مبارک رکھ کر آرام فرمایا۔ مولیٰ علی نے نماز عصر نہ پڑھی تھی آنکھ سے دیکھ رہے تھے کہ وقت جا رہا ہے مگر اس خیال سے کہ زانو سرکاؤں تو شاید خواب مبارک میں خلل آئے زانو نہ ہٹایا یہاں تک کہ آفتاب غروب ہو گیا۔ جب چشم اقدس کھلی مولیٰ علی نے اپنی نماز کا حال عرض کیا۔ حضور نے حکم دیا، ڈوبا ہوا آفتاب پلٹ آیا، مولیٰ علی نے نماز ادا کی پھر ڈوب گیا۔ اس سے ثابت ہوا کہ افضل العبادات نماز اور وہ بھی صلوٰۃ وسطیٰ نماز عصر علی نے حضور کی نیند پر قربان کر دی کہ عبادتیں بھی ہمیں حضور ہی کے صدقہ میں ملیں۔ دوسری حدیث اس کی تائید میں یہ ہے کہ غار ثور میں پہلے صدیق اکبر رضی اللہ عنہ گئے۔ اپنے کپڑے پھاڑ پھاڑ کر اس کے سوراخ بند کر دیئے۔ ایک سوراخ باقی رہ گیا اس میں پاؤں کا انگوٹھا رکھ دیا پھر حضور اقدس ﷺ کو بلایا تشریف لے گئے اور ان کے زانو پر سر اقدس رکھ کر آرام فرمایا۔ اس غار میں ایک سانپ مشتاق زیارت رہتا تھا اس نے اپنا سر صدیق اکبر کے پاؤں پر ملا۔ انہوں نے اس خیال سے کہ حضور کی نیند میں فرق نہ آئے پاؤں نہ ہٹایا۔ آخر اس نے پاؤں میں کاٹ لیا جب صدیق اکبر کے آنسو چہرۂ انور پر گرے، چشم مبارک کھلی تو عرض حال کیا حضور نے لعاب دہن لگا دیا فوراً آرام آ گیا ہر سال وہ زہر عود کرتا بارہ برس بعد اسی سے شہادت پائی۔

ثابت ہوا کہ جملہ فرائض فروع ہیں ۔۔۔ اصل الاصول بندگی اس تاجور کی ہے

(بہار شریعت)

یونس خلش

پاکستان کا ایٹمی پروگرام اور قادیانی

جن دنوں ڈاکٹر عبدالسلام قادیانی زندہ تھا۔ محترم ابن نظام نے چٹان کے جنوری کے شمارے میں انکشاف کرتے ہوئے لکھا کہ ڈاکٹر عبدالسلام قادیانی کو سائنس فاؤنڈیشن میں کام کرنے کے لئے اسلامی کانفرنس نے 5 کروڑ ڈالر کی منظوری دی ہے۔ جبکہ ڈاکٹر سلام نے اسلامی کانفرنس سے ایک ارب ڈالر کا تقاضا کیا تھا۔ ڈاکٹر سلام نے ٹریسٹی اٹلی میں نظریات طبیعات کا بین الاقوامی مرکز قائم کیا ہے۔ جس کے وہ ڈائریکٹر ہیں۔ اس مرکز کو بین الاقوامی ایٹمی ادارے یونیسکو کا تعاون بھی حاصل ہے۔ ڈاکٹر سلام کے بقول یہ غیر سیاسی ادارہ ہوگا اور اسے مسلم ممالک کے سائنس دان چلائیں گے۔

ڈاکٹر سلام نے سائنس فاؤنڈیشن کے بارے میں یہ گمراہ کن تاثر دینے کی کوشش کی ہے جیسے اس ادارے کی پالیسی اور ورکنگ ان کے مشوروں کی مرہون منت ہے۔ اسلامک سائنس فاؤنڈیشن کے ڈائریکٹر جنرل جناب احمد قطانی (مراکش) بڑے زیرک اور محب اسلام ایٹمی سائنس دان ہیں۔ انہوں نے ڈاکٹر سلام کی چرب زبانی کا بھانڈا بیچ چوراہے میں پھوڑ دیا ہے اور ان کے ہتھکنڈوں میں آنے سے صاف انکار کر دیا۔ ڈاکٹر سلام آج کل اسی نوع کا تاثر کویت میں دے رہے ہیں۔ کویت میں موصوف کی حیثیت اقوام متحدہ کے نمائندے کی سی ہے جس پر حکومت کویت کو کوئی کنٹرول نہیں ہے۔ اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ یہ قادیانی گماشتہ کس عیاری سے اسلامی ممالک کے ایٹمی اداروں میں نقب لگا رہا ہے۔

اسلامک فاؤنڈیشن جدہ میں واقع ہے۔ سعودی عرب کے بارے میں مشہور ہے کہ کوئی قادیانی وہاں پر نہیں مار سکتا۔ مگر ڈاکٹر سلام کے وہاں آنے جانے پر کوئی پابندی نہیں۔ وہ پوری یکسوئی اور اعتماد کے ساتھ جدہ میں تمام اسلامی ممالک کے ایٹمی پروگراموں پر نگاہ رکھے ہوئے ہے۔ اندازہ لگائیے کہ قادیانی کس قیامت کی چال چلتے ہیں اور سادہ لوح مسلمان کتنے وثوق سے فریب کا شکار ہو رہے ہیں۔

ڈاکٹر سلام کس پایہ کا سائنس دان ہے اور اسے نوبل پرائز کس تحقیق کے سلسلہ میں ملا۔ اُس نے عالمی انعام حاصل کرنے کے بعد پاکستان کی کیا خدمات سرانجام دیں۔ یہ معمہ بھی حل ہو چکا ہے کہ پاکستان کے ایک ''مایہ ناز'' ایٹمی سائنس دان نے انکشاف کیا تھا کہ یہودیوں نے آئن سٹائن کی صد

سالہ برسی کے موقع پر فیصلہ کیا تھا کہ نوبل پرائز اپنی لابی میں جانا چاہئے۔ چنانچہ قرعہ ڈاکٹر سلام کے نام نکلا۔ یوں ڈاکٹر سلام نوبل انعام یافتہ ہوا۔ ورنہ اہلیت کے اعتبار سے وہ اس عالمی انعام کا سزاوار نہ ہو سکتا تھا۔ ڈاکٹر سلام نے عالمی اعزاز تو حاصل کر لیا ہے مگر یہاں سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ ایٹمی میدان میں انتہائی استعداد کے بعد اس نے ملک کے لئے کون سا کارنامہ سرانجام دیا۔ کس سائنسی شعبہ میں اس کی دریافت سامنے آئی۔ کون سا معرکہ سر ہوا؟ یہ سوالات آج تک تشنہ جواب ہیں۔ ہم نے اس کے گلے میں پھولوں کے ہار تو ڈال دیئے۔ سرکاری سطح پر اس کا پرتپاک استقبال کیا۔ صدر پاکستان اس کے خیر مقدم میں بچھ بچھ گئے۔ ملت اسلامیہ کے جذبات سے بے نیاز ہو کر اس کی راہ میں پھولوں کی کہکشاں سجا دی گئی مگر اب تک یہ معلوم نہ ہو سکا کہ وہ پاکستان کے ایٹمی اداروں میں کون سی انقلابی تبدیلی لایا ہے۔ میری معلومات کے مطابق وہ کوئی خدمت انجام دینے کے بجائے پاکستان کے بارے میں ایٹمی معلومات ہندوستان منتقل کرنے کا فریضہ سرانجام دے رہا ہے۔ وہ پوری طرح نگاہ رکھے ہوئے ہے کہ پاکستان میں کوئی قابل اور ذہین سائنس دان ایٹمی اداروں تک رسائی حاصل نہ کر سکے۔ آخر کیا وجہ ہے کہ ڈاکٹر سلام پاکستان آتا ہے تو چند ہفتے قیام کے بعد وہ ہندوستان کو عازم سفر ہو جاتا ہے۔ جہاں اس کی راہ میں آنکھیں بچھا دی جاتی ہیں۔ کہا جاتا ہے کہ وہ بنگلور، بنارس اور ہندوستان کی دیگر بڑی درسگاہوں میں جدید سائنسی علوم پر لیکچر دیتا ہے۔ لیکچر محض بہانہ ہے وگرنہ حقیقت یہ ہے کہ وہ پاکستان کے کٹر غنیم ہندوستان کو اپنی تازہ ترین معلومات سے آگاہ کرتا ہے۔

انڈیا انہی معلومات کی بنا پر لوک سبھا اور عالمی سطح پر نوحہ کرنے لگتا ہے اور ان کے اخبارات پاکستان کے ایٹمی پروگرام کے خلاف زہر اگلنا شروع کر دیتے ہیں۔ یہ گھر کے بھیدی اس طرح لنکا ڈھاتے ہیں۔ لطف یہ ہے کہ پاکستان کے سیاسی دانشور ڈاکٹر سلام کی علمیت کے قصیدے پڑھتے تھکتے نہیں۔

ڈاکٹر سلام ایک طویل عرصہ تک پاکستان میں صدر کا سائنسی مشیر رہ چکا ہے۔ وہ مسٹر بھٹو کا سائنسی مشیر بھی رہ چکا ہے۔ جناب بھٹو نے اسی کے ایما پر ڈاکٹر شہزاد صادق کو فرش سے اٹھا کر عرش پر بٹھا دیا تھا اور آئل اینڈ گیس ڈویلپمنٹ کارپوریشن کے تمام وسائل ان کی تحویل میں دے دیئے تھے۔ ڈاکٹر شہزاد برسوں او جی ڈی سی میں سیاہ و سفید کے مالک رہے اور رفتہ رفتہ قادیانی لابی کے لوگوں کو اوپر لاتے رہے۔ بھٹو کے بعد انہیں ملک سے فرار ہونا پڑا۔ مگر آج تک تیل و گیس کی کارپوریشن قادیانی لابی کے تصرف سے آزاد نہیں ہو سکی۔ اب بھی انہی عنایات کی بارش ہو رہی ہے اور ہم اپنی کوتاہی اور غفلت پر کف افسوس مل کر رہ گئے ہیں۔ ڈاکٹر سلام جب تک مسٹر بھٹو کے مشیر رہے، ان کی تمام صلاحیتیں قادیانی لابی کے لئے سرگرم رہیں۔ جناب بھٹو کچھ کچھ قادیانیوں کے عزائم سے باخبر ہو گئے تھے۔ انہیں احساس ہو گیا

تھا کہ ان کے اقتدار کے گرد ان کا دائرہ تنگ ہوتا جارہا ہے۔

مسٹر بھٹو کے دور میں ایک سائنسی کانفرنس ہو رہی تھی۔ شرکت کے لئے ڈاکٹر سلام کو دعوت نامہ بھیجا گیا۔ یہ اُن دنوں کی بات ہے کہ جب قومی اسمبلی نے آئین میں قادیانیوں کو غیر مسلم قرار دیا تھا۔ یہ دعوت نامہ جب ڈاکٹر سلام کے پاس پہنچا تو انہوں نے مندرجہ ذیل ریمارکس کے ساتھ اسے وزیر اعظم سیکرٹریٹ کو بھیج دیا۔

I do not want te set foot on this accursed land until the constitutional amendment is withdrawn.

”میں اس لعنتی ملک پر قدم نہیں رکھنا چاہتا جب تک آئین میں کی گئی ترمیم واپس نہ لی جائے۔“

مسٹر بھٹو نے جب یہ ریمارکس پڑھے تو غصہ سے ان کا چہرہ سرخ ہو گیا۔ انہوں نے اشتعال میں آ کر اسی وقت اسٹیبلشمنٹ ڈویژن کے سیکرٹری وقار احمد کو لکھا کہ ڈاکٹر سلام کو فی الفور برطرف کر دیا جائے اور بلا تاخیر نوٹیفکیشن جاری کر دیا جائے۔ وقار احمد نے یہ دستاویز ریکارڈ میں فائل کرنے کے بجائے اپنی ذاتی تحویل میں لے لی۔ تا کہ اس کے آثار مٹ جائیں۔ وقار احمد بھی قادیانی تھا۔ یہ کس طرح ممکن تھا کہ اتنی اہم دستاویز فائلوں میں محفوظ رہتی۔ اتنی دریدہ ذہنی اور ڈھٹائی کے باوجود جب ڈاکٹر سلام پاکستان آتا ہے تو اس کی پذیرائی میں سرکار کی باچھیں کھل جاتی ہیں۔ اور اس کا شایانِ شان خیر مقدم کیا جاتا ہے۔ وطن عزیز کی رسوائی اور حد درجہ بے حرمتی کرنے والے اس ڈاکٹر کی پذیرائی کا سلسلہ آج بھی جاری ہے۔

مارشل لاء کے فیض یافتہ اور سابق وزیر تعلیم مسٹر محمد علی ہوتی کو ڈاکٹر سلام کا کلاس فیلو ہونے کا افتخار حاصل ہے۔ ڈاکٹر سلام جب پنجاب یونیورسٹی میں تعلیم حاصل کر رہا تھا، تو جناب ہوتی نے ان دنوں سخت احتجاج کیا تھا کہ سلام قادیانی ہے۔ اس کا کھانا الگ کیا جائے۔ چند دن ہوئے مجھے ڈاکٹر سلام کے ایک پرانے رفیق اور ہم جماعت سے ملاقات کا موقع ملا۔ انہوں نے کہا ڈاکٹر سلام جب بھی پاکستان آتے ہیں تو یونیورسٹی کی پرانی یادیں تازہ کرنے کے لئے ان کے پاس مختصر قیام ضرور کرتے ہیں۔ ڈاکٹر سلام نے انہیں بڑے فخر سے بتایا کہ محمد علی ہوتی جس نے ہوسٹل میں ان کا کھانا الگ کر دیا تھا۔ آج کل اسلام آباد ائیر پورٹ پر گاڑی لے کر حاضر ہو جاتا ہے اور خوش آمدید کا یہ منظر دیدنی ہوتا ہے۔ نفرت محبت کے قدموں میں کس طرح سجدہ ریز ہوئی۔ اس اسرار سے سابق وزیر تعلیم ہی پردہ اٹھا سکتے ہیں۔ تاہم دانائے راز یہی کہتے ہیں کہ ڈاکٹر سلام کی خوشنودی کے طالب اچھی طرح جانتے ہیں کہ عہدہ و منصب کی تقسیم میں ڈاکٹر سلام کی کرم فرمائی اور نوازش شامل ہوتی ہے۔

مجھے اس نابغہ روزگار کی بات دل کو لگتی ہے۔ جس نے کہا تھا کہ پاکستان میں کوئی سیاسی جماعت اس وقت تک برسر اقتدار نہیں آسکتی جب تک اسے قادیانیوں کا غیر معمولی التفات میسر نہ ہو۔ انگلستان کا یہ پودا اب تناور پیڑ کی شکل اختیار کر چکا ہے۔ اور اس کا زہر اور جڑیں ملک کے چاروں طرف پھیل رہی ہیں۔ انگریز کا آفتاب جب تک برصغیر پر قائم رہا، اس نے انہی افراد کو عہدوں سے نوازا، جو یا تو قایانی تھے یا ان کے منظور نظر تھے۔ اس طرح وہ ایک ایسی لابی قائم کرنے میں کامیاب ہو گئے جو آج بھی ان کے افکار اور مفادات کی پروٹیکشن کر رہی ہے۔ مجھے اس میں کوئی شبہ نظر نہیں آتا کہ آج ملک میں ہماری دینی جماعتوں کے درمیان جو اختلافات پیدا ہوئے ہیں، ان کے پیچھے قادیانی منصوبہ بندی اور سازشوں کی بساط کام کر رہی ہے۔

انگریز کی پروردہ یہ تنظیم زندگی کے ہر شعبہ میں اپنی شاخیں پھیلا رہی ہے اور سرکاری محکموں میں دخیل ہونے کی حد تک اثر انداز ہو رہی ہے۔ اس کے اثرات ختم کرنے کے لئے صحیح طریقہ سے منصوبہ بندی نہیں کی گئی۔ حساس محکمے اس کی دست برد سے کل محفوظ تھے نہ آج۔ اس کے ایجنٹ خود کو لبرل ثابت کرتے ہیں اور قادیانیوں کو غیر مسلم قرار دینے کے عمل کو محض ملاؤں کی تنگ نظری اور کج اندیشی سے منسوب کرتے ہیں۔ ملا کا لفظ گالی بن کے رہ گیا ہے اور کوئی فرد رجعت پسند کہلوانے کے لئے آمادہ نہیں۔ بعض لوگ بڑی معصومیت اور سادہ لوحی سے سوال کرتے ہیں کہ ان مولویوں نے کیا ہنگامہ کر رکھا ہے۔ کیا پاکستان میں اقلیت کو تحفظ حاصل نہیں۔ کیا یہاں ہندو، سکھ، عیسائی اور پارسی نہیں رہتے۔ انہیں اگر شہری حقوق اور تحفظات حاصل ہیں تو قادیانی اس سے کیوں محروم ہیں۔

تان یہاں آکر ٹوٹ جاتی ہے کہ یہ چند گمراہ مولویوں کے ذہن کا شاخسانہ ہے۔ ایک معروف کالم نویس نے قادیانیوں کا دفاع کرتے ہوئے لکھا کہ انہیں تو پاکستان میں بسنے والی تمام اقلیتوں سے زیادہ حقوق اور تحفظ ملنا چاہئے۔ کوئی شک نہیں کہ پاکستان میں کئی اقلیتیں سکونت پذیر ہیں اور ریاست نے ان کے حقوق محفوظ کئے ہیں مگر آج تک کسی عیسائی یا ہندو نے اٹھ کر یہ باطل دعویٰ نہیں کیا کہ وہ مسلمان ہے۔ عیسائی اپنے آپ کو عیسائی سمجھتے ہیں اور ہندو خود کو ہندو کہلواتے ہیں۔ اگر کوئی شخص برسر عام اعلان کرے کہ صدر پاکستان جنرل محمد ضیاء الحق کے علاوہ وہ بھی صدارت کے عہدے پر متمکن ہے تو 9 کروڑ عوام اسے پاگل سمجھنے میں ایک لمحہ کے لئے بھی دریغ نہیں کریں گے۔ کیا حکومت یا ریاست اس قسم کے باغیانہ نعرے کو برداشت کر سکتی ہے؟

مرزا غلام احمد نے ببانگ دہل اپنے آپ کو نبی کہا ہے۔ نبوت کے جھوٹے دعویدار اور فرقہ دجل کو کس تحمل سے برداشت کیا گیا، اس کے پیروکار اور ان کے خیر اندیش ملت اسلامیہ کو تلقین کرتے ہیں کہ قادیانیوں

کو تمام اقلیتوں سے زیادہ حقوق دیئے جائیں جبکہ وہ اعلانیہ اور واشگاف الفاظ میں کہتے ہیں کہ اسرائیل میں ہمارے مشن ہیں۔ یہودیوں کے وہی دوست ہو سکتے ہیں جو پاکستان اور عالم اسلام کے دشمن ہیں۔

پچھلے دنوں اسرائیل کے ایک اخبار یروشلم پوسٹ کے صفحہ اول پر تصویر شائع ہوئی جس میں قادیانی مشن کے سربراہ نے اسرائیل کے صدر کا اس بات پر شکریہ ادا کیا کہ اس نے انہیں مکمل آزادی دی اور ان سے تعاون کیا۔ فلسطینیوں کو بے گھر کرنے اور بیت المقدس کی بے حرمتی کرنے والے یہودیوں کے انہی کے ساتھ تعلقات قائم ہو سکتے ہیں جو 90 کروڑ مسلمانوں کے دینی جذبات سے کھیل رہے ہیں۔

ہمارے یہ لبرل دانشور جو قادیانیوں کو فتنہ اور غیر مسلم قرار دینے والے پر رجعت پسندی کی پھبتی کستے ہیں۔ انہیں معلوم ہونا چاہیے کہ مسٹر بھٹو کوئی مولوی نہ تھے۔ اور نہ کوئی رجعت پسند لیڈر، بلکہ سزائے موت پانے سے پہلے انہوں نے شیو کا سامان طلب کرتے ہوئے کہا تھا کہ میں مولوی کی موت نہیں مرنا چاہتا۔

I do want to die like moolvie death

مسٹر بھٹو سے ہزار اختلافات کی گنجائش ہے مگر کوئی شخص ان سے یہ اعزاز نہیں چھین سکتا انہوں نے قادیانیوں کے خلاف تحریک کی پرورش کی اور بالآخر انہیں 1973ء کے آئین میں غیر مسلم قرار دے کر دم لیا۔ یہ اتنا بڑا کریڈٹ ہے کہ آخرت میں ان کے لئے ذریعہ نجات بھی بن سکتا ہے۔ چٹان کے بانی آغا شورش کاشمیری نے مسٹر بھٹو کے نظریات کے خلاف ایک طوفانی جنگ لڑی۔ جیل میں گئے اور ناقابل برداشت صعوبتیں برداشت کیں مگر جب بھٹو نے آئین میں ترمیم کی تو انہوں نے تمام اختلافات سے بالاتر ہو کر انہیں زبردست خراج تحسین پیش کیا۔ حالانکہ ان کے رفقاء ان سے متفق نہ تھے مگر آغا صاحب نے انہیں کہا! آج مسٹر بھٹو کے اچھے کاموں کی حوصلہ افزائی نہ کی گئی تو وہ آئندہ کوئی اچھا کام نہ کریں گے۔ تم اگر میرا ساتھ نہیں دینا چاہتے تو نہ دو، میں تنہا اس شخص کو مبارک باد پیش کروں گا جس نے ناموس رسالت ﷺ کی حرمت کو قائم رکھا۔ چنانچہ یہ کہنا کہ قادیانیوں کو کافر قرار دینا محض علماء کی بصیرت کی تنگی ہے، سراسر خلاف حقیقت ہے۔

مسٹر بھٹو نے اپنے دور میں کہوٹہ ریسرچ سنٹر کا سنگ بنیاد رکھا اور ممتاز ایٹمی سائنسدان جناب اے کیو خان کو ہالینڈ سے بلا کر کہا آپ کام کریں اور اس سلسلہ میں بھاری اخراجات کی فکر نہ کریں۔ کہوٹہ سنٹر کے قیام کے فوراً بعد یہودی حرکت میں آگئے۔ انہوں نے ڈاکٹر عبدالقدیر خان کے خلاف سازشوں کا جال پھیلانا شروع کر دیا۔ یہ ڈاکٹر صاحب کے علم و فن کا اعجاز ہے کہ وہ نہایت قلیل مدت میں پاکستان کو یورانیم کی افزودگی میں بھارت کے مقابلے میں بہت آگے لے آئے۔ یہ بات یہود کے دل میں کانٹے کی طرح کھٹکتی رہی۔ چنانچہ ایک منظم منصوبہ کے تحت ڈاکٹر صاحب پر ایٹمی راز چرانے کا شوشہ چھوڑا گیا۔ ہالینڈ کی

عدالت میں ڈاکٹر صاحب کی عدم موجودگی میں مقدمہ چلا کر یک طرفہ فیصلہ کرایا گیا۔ تاکہ ڈاکٹر صاحب کو قوم کی نظروں سے گرادیا جائے۔ اہل پاکستان نے ڈاکٹر صاحب کے گلے میں گولڈ میڈل پہنا کر اپنے جذبات کا نذرانہ پیش کیا۔ وہ اس سے بھی بڑے اعزاز کے مستحق ہیں کہ گولڈ میڈل ان کی خدمات کے صلے میں بڑی حقیر چیز ہے۔ نوبل پرائز بھی ان کے جاوداں کارنامے اور خدمات کا متحمل نہیں ہوسکتا۔ لیکن 9 کروڑ پاکستانیوں کے دل ڈاکٹر صاحب کے لئے دھڑکتے ہیں۔ جذبوں کا یہ خراج تمام عالمی انعامات سے سوا ہے۔ ڈاکٹر صاحب کے لئے فقط اہل پاکستان کی محبتیں اور جذبات سے معمور دھڑکنیں ان کی آسودگی کے لئے کافی ہیں۔ ویسے بھی ان کے پایہ کی شخصیت عالمی اعزاز اور میڈلوں سے بالاتر ہے۔ اہل وطن کی نگاہیں ہر وقت ان کے لئے فرش راہ رہتی ہیں۔ یہ افتخار بانی پاکستان کے بعد اگر کسی شخص کے حصہ میں آیا ہے تو وہ فقط ڈاکٹر قدیر خان ہیں جو 9 کروڑ آنکھوں میں محو خرام ہیں۔

ڈاکٹر اے کیو خان کے خلاف قادیانی ٹولہ اس لئے بھی سرگرم ہے کہ انہوں نے کہوٹہ ریسرچ سنٹر میں کسی قادیانی فرد کو ملازمت نہیں دی۔ جبکہ ایٹمی توانائی کمیشن میں 25 کے قریب قادیانی اعلیٰ مناصب پر فائز ہیں جن میں ڈاکٹر عبدالسلام کا بھائی بھی شامل ہے۔

معتبر ذرائع سے اطلاعات ملی ہیں کہ ڈاکٹر عبدالسلام جب پاکستان آتے ہیں تو ایٹمی توانائی کمیشن کراچی کے گیسٹ ہاؤس میں ان کے قیام وطعام کا انتظام کیا جاتا ہے۔ وہ جناب منیر احمد کو فون کرتے ہیں تو موصوف عالم شوق میں کراچی پہنچ جاتے ہیں۔ وہیں اہل دل کی محفل بجتی ہے اور کسی نامہ وقاصد کے بغیر پیغام پہنچتے ہیں۔ ڈاکٹر سلام وہیں سے ہندوستان کے لئے رخت سفر باندھتے ہیں۔ وہ وہاں کی معروف درس گاہوں میں اپنے بلیغ وفصیح لیکچر سے اہل علم کی تشنگی بجھاتے ہیں۔

ایک دانائے راز کا کہنا ہے کہ ڈاکٹر سلام کی نگاہ ملک کے ان تمام افراد پر مرکوز ہے جو جدید ایٹمی علوم پر دستگاہ رکھتے ہیں۔ ڈاکٹر صاحب کا کام یہ ہے کہ وہ ایسے تمام حضرات کو ایٹمی اداروں سے دور رکھیں۔ تاکہ پاکستان میں کوئی جوہر قابل سامنے نہ آسکے۔ مجھ تک موصول ہونے والی اطلاعات کے مطابق ایسے کئی ذہین سائنس دان ڈاکٹر سلام کی بھینٹ چڑھ چکے ہیں۔ ڈاکٹر سعید زاہد اس سلسلے میں سر فہرست ہیں۔ ڈاکٹر زاہد، ملک کے مایہ ناز ایٹمی سائنس دان ہیں۔ انہوں نے آسٹریلیا کے ایٹمی توانائی کمیشن کے چیئرمین مسٹر جان فلپ بیکٹر کے ساتھ کام کیا ہے۔ اس کے بعد امریکہ چلے گئے جہاں انہوں نے نہایت امتیازی حیثیت سے دو کورسز کئے۔ شکاگو کی شہرت یافتہ ایٹمی تجربہ گاہ آرگان نیشنل لیبارٹری سے نیوکلیئر انجینئرنگ کا کورس مکمل کیا اور اوکرج میں نیوکلیئر ری ایکٹر ہیزرڈ کا کورس کیا۔ ڈاکٹر زاہد اپنی فیلڈ میں یکتا سائنس دان ہیں جنہوں نے نیوکلیر ری ایکٹر ہیزرڈ کی ڈگری حاصل کی۔ پاکستان

میں پلنگ کی منصوبہ بندی اور بلڈنگ کو ڈیزائن کرنے میں اس یکتائے روزگار سائنس دان کی شبانہ روز مساعی اور کاوشوں کا گہرا دخل ہے۔ امریکہ کے چوٹی کے ایٹمی سائنس دانوں نے ڈاکٹر سعید زاہد کی غیر معمولی صلاحیتوں کا اعتراف کیا ہے۔ بلکہ نیوکلیری ری ایکٹر کے بارے میں ان کی بیش قیمت رائے کا احترام کیا ہے۔ آج پاکستان کا یہ عظیم سائنس دان اسلام آباد میں کسمپرسی کی زندگی بسر کر رہا ہے۔ اسے پنشن تک سے محروم کر دیا گیا ہے۔ اسلام آباد میں نیوکلیئر سائنس دانوں کے لئے کہوٹہ میں انہیں ایک کنال کا پلاٹ دیا گیا جسے بعد ازاں واپس لے لیا گیا۔ ڈاکٹر سعید زاہد کی وہ خطا کیا تھی جس کی پاداش میں انہیں پنشن اور رہائشی سہولت سے بھی محروم کر دیا گیا۔ ان کا قصور صرف اتنا تھا کہ وہ ڈاکٹر سلام کو استقبالیہ دینے کے لئے آمادہ نہیں تھے۔ جبکہ حکومت کی طرف سے انہیں ری سپشن دینے کی ہدایت کی گئی تھی۔ ڈاکٹر سلام ان کی گستاخی کس طرح برداشت کر سکتے تھے۔ ڈاکٹر زاہد کا انکار سلام کی طبع نازک پر گراں گزرا۔ چنانچہ انہیں سائنس فاؤنڈیشن سے فارغ کر دیا گیا۔ کیونکہ ڈاکٹر سلام کی ہر بات آج بھی جان غزل کی حیثیت رکھتی ہے۔

یہ بھی معلوم ہوا ہے کہ افریقہ کی ایک ریاست میں حکومت پاکستان کے مصارف پر جو تبلیغی مشن روانہ کیا جا رہا ہے۔ ان کا کثیر زرمبادلہ قادیانیوں کے لئے استعمال ہو رہا ہے۔ تبلیغی مشن پر جانے والے وفد کے تمام اراکین قادیانیوں پر مشتمل ہوتے ہیں۔ اسلامی ریاست کا خزانہ غیر مسلموں کے لئے آج بھی کھلا ہے۔ نہ کوئی احتساب، نہ باز پرس۔ کس سے داد فریاد کی جائے۔

کون سنتا ہے فغاں درویش

ایم ایم احمد کے زمانے میں یہی دستور رائج تھا۔ اس وقت کسی سرپھرے نے قومی اسمبلی میں سوال اٹھا دیا کہ قوم کو اعتماد میں لیا جائے کہ حکومت پاکستان قادیانیوں کے تبلیغ دین کے لئے بھاری اخراجات کیوں برداشت کر رہی ہے۔ جب یہ سوال متعلقہ وزارت میں پہنچا تو ایم ایم احمد نے اس کا گلہ گھونٹ دیا تھا۔ ان دنوں وزارت خزانہ کے سیکرٹری یہی تھے۔ اس کے بعد کسی مرد حر نے جرأت نہ کی۔ آج بھی قومی اسمبلی میں یہ سوال اٹھ جائے تو ایوان کی آنکھیں خیرہ ہو جائیں۔ اہل وطن کو معلوم ہو جائے کہ کتنا کثیر زرمبادلہ قادیانیوں کے مشن پر اٹھ رہا ہے۔ یہ سوال بھی جاں گسل ہے کہ ڈاکٹر سعید زاہد کو ڈاکٹر سلام کی خواہشات اور مفادات کی نذر کیوں کیا گیا۔ انہیں راستے کا پتھر سمجھنے والے اپنے کن آقاؤں کے لئے دست تعاون دراز کئے بیٹھے ہیں۔

یہ کس کافر کا غمزۂ خون ریز ہے ساقی

میری معلومات کے مطابق حکومت عراق اپنے ایٹمی پروگرام کے فروغ کے لئے ڈاکٹر زاہد کی علمی

اور سائنسی استعداد سے استفادہ کرنا چاہتی ہے۔ مگر پاکستان کا یہ ممتاز سائنس دان قادیانی سازش کا شکار ہو کر گمنامی اور گوشہ نشینی کی زندگی بسر کرنے پر مجبور ہے۔ نوکر شاہی کی چیرہ دستیوں سے اس کا سینہ فگار اور دل چھلنی ہو چکا ہے۔ جس شخص نے نیوکلیئر فیکٹری کو ابتدائی مرحلے میں نئی زندگی دی، اس کی ڈیزائنگ میں اپنی صلاحیتیں صرف کیں، سائنس فاؤنڈیشن کو نئی سمتیں عطا کیں، جدید سائنسی علوم پر ید طولیٰ رکھنے والا یہی شخص دیار وطن میں بے یار و مددگار ہے اور شہر خوباں میں اپنے بنیادی حقوق سے محروم ہے اور ادھر جناب جونیجو کچی آبادیوں کے مکینوں کو مالکانہ حقوق دینے چلے ہیں۔ نظام اسلام کا چرچا ہے اور حقوق العباد سے بے نیازی کا بھی مظاہرہ ہو رہا ہے۔

بیان کیا جا چکا ہے کہ ڈاکٹر سعید زاہد کا قصور فقط یہ تھا کہ انہوں نے ڈاکٹر سلام کو ریسپشن دینے اور اس میں شرکت کرنے سے معذوری ظاہر کی تھی۔ استقبالیہ میں عدم شرکت پر انہیں سیکرٹری کی طرف سے ناپسندیدگی ڈسپلیشن کا پیغام پہنچایا گیا۔ ڈاکٹر سلام نے اپنی راہ کا کانٹا صاف کر کے ہی سکھ کا سانس لیا۔ تاہم ڈاکٹر اے کیو خان کو وہ اب تک اسیر نہیں کر سکے۔ حالانکہ ڈاکٹر قدیر ان کی عقابی نگاہوں میں شروع دن سے ہی کھٹک رہے ہیں۔ ڈاکٹر صاحب نے مجھ سے ایک بالمشافہ ملاقات میں ڈاکٹر سلام کے نوبل پرائز کی پردہ داری کرتے ہوئے کہا تھا کہ یہودیوں نے آئن سٹائن کی صد سالہ برسی کے موقع پر ڈاکٹر سلام کو عالمی انعام دینے کا فیصلہ کیا تھا۔ اس انٹرویو کی اشاعت پر قادیانیوں نے طوفان کھڑا کر دیا تھا۔ صدر پاکستان پر دباؤ ڈالا گیا تھا کہ ڈاکٹر قدیر اپنے بیان کی تردید کریں۔ اس سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ قادیانیوں کی براہ راست رسائی کہاں تک ہے اور وہ چلمن کے پیچھے بیٹھ کر کہاں سے تار ہلاتے ہیں۔

پاکستان کے ممتاز جیالوجسٹ نے نوائے وقت کے چیف رپورٹر جناب انور فیروز سے انٹرویو کے دوران لرزہ خیز انکشاف کیا تھا۔ ان کا یہ بیان ''نوائے وقت'' کے جمعہ میگزین میں شائع ہوا۔ جس کی تردید آج تک نظر سے نہیں گزری۔

''میں نے 1967ء میں پہلی بار یورینیم دریافت کیا اور اس کی اعلیٰ کوالٹی کے نتائج حاصل کئے۔ یہ سابق صدر ایوب کے لئے چونکا دینے والا انکشاف تھا۔ کیونکہ ایٹمی توانائی کمیشن کے چیئرمین ڈاکٹر عثمانی کہہ چکے تھے کہ پاکستان میں یورینیم نہیں ہے۔ ایوب خان سے میری ملاقات کے چند دن بعد ڈاکٹر عثمانی کو چیئرمین کے عہدے سے فارغ کر دیا گیا۔ اس نے ایوب خان کو اندھیرے میں رکھا کہ یورینیم کی مدد سے کمیشن کو بھاری رقم مل سکتی تھی۔ ایوب خان نے ایٹمی ادارے کے ڈاکٹر غنی سے کہا کہ وہ میرے ساتھ گلگت جائیں۔ ڈاکٹر غنی نے میری کوششوں کی تعریف کی۔ ان کی واپسی کے بعد میں نے کوششیں تیز کیں

اور 200 کلو یورینیم نکالا اور پھر ایوب خان سے ملا۔ ایوب خان نے ہدایت کی کہ فرانس سے ماہرین کی ٹیم بلائی جائے جو ان علاقوں کا سروے کرے۔ ٹیم گلگت گئی اور صدر کو رپورٹ دی۔ میں ایوب خان کو 1968ء کے شروع میں پھر ملا۔ جنہوں نے مجھے راولپنڈی بلا کر بھاری انعام دینے کا اعلان کیا مگر انہیں مہلت نہ مل سکی۔ ان کے خلاف تحریک شروع ہو گئی۔ وہ اقتدار چھوڑ کر چلے گئے۔ ان کے جانے کے بعد یورینیم کی تلاش کا منصوبہ غائب ہو گیا۔ صرف ایک جیالوجسٹ یورینیم کی تلاش میں دلچسپی رکھتا تھا۔ اسے برطرف کر دیا گیا۔ وہ ملک سے باہر چلا گیا اور دوسرے ملک کو فائدہ پہنچا رہا ہے۔

ایٹمی توانائی کمیشن کے موجودہ چیئرمین نے عہدہ سنبھالا تو مجھے -/2400 روپے ماہانہ کی پیش کش کی۔ پہلے ماہ تنخواہ دی گئی۔ دوسری بار مشروط کر دی گئی کہ میں اخباری بیان دوں کہ میرا پہلا موقف جو سرکاری فائلوں میں تھا، وہ غلط تھا۔ میرے انکار پر میری ملازمت ایک ماہ بعد ختم کر دی گئی۔“

ملاحظہ فرمایا آپ نے شیر خان کے پاس 8 ہزار کلوگرام یورینیم پڑا ہے جسے ایٹمی توانائی کمیشن خریدتی ہے نہ حکومت فروخت کرنے کی اجازت دیتی ہے۔ یاد رہے کہ ایک ایٹم بم کی تیاری میں دس کلوگرام یورینیم درکار ہے۔ ایٹمی توانائی کمیشن کے چیئرمین نے محض اس لئے شیر خان کو ملازمت سے برطرف کر دیا کہ اس نے پاکستان میں یورینیم کے بھاری ذخائر کی تردید سے صاف انکار کر دیا تھا۔ شیر خان نے سابق وزیر پٹرولیم اور راولپنڈی یونین آف جرنلسٹس کے گولڈ میڈلسٹ کو متعدد خطوط لکھے۔ امریکہ سے قومیت حاصل کرنے والے ڈاکٹر اسد نے مکتوب نگار کو جواب تک دینے کی زحمت نہ کی۔ شیر خان نے صدر سے کہا کہ اگر مجھے ملاقات کا وقت عنایت کیا جائے تو وہ ان تمام چہروں کو بے نقاب کر سکتے ہیں۔ جو پاکستان میں ایٹمی پروگرام کے خلاف سرگرم عمل ہیں۔ اور نہیں چاہتے کہ ہمارا ملک ایٹمی قوت بنے۔

ایٹمی توانائی کمیشن کے چیئرمین جناب منیر احمد خان نے تادم تحریر شیر خان کے الزام کی تردید نہیں کی۔ راولپنڈی کے ایک مقامی ہفت روزہ نے یہ شدید الزام عائد کیا ہے کہ اس ادارے میں قادیانی یعنی بھارت اور اسرائیل کے ایجنٹ موجود ہیں۔ ایک منصوبہ کے تحت قادیانیوں کی ایک بڑی کھیپ کو ایٹمی توانائی کمیشن میں انتہائی اہم مقامات پر فائز کیا گیا ہے۔

جناب منیر احمد خان نے اردو ڈائجسٹ سے ایک تفصیلی انٹرویو میں یہ خوش رنگ دعویٰ کیا تھا کہ وہ ایٹمی ری پروسیسنگ پلانٹ مقامی طور پر تیار کر سکتے ہیں۔ ان کا دعویٰ ابھی تک شرمندہ تعبیر نہیں ہو سکا۔ 1977ء میں روزنامہ جنگ میں قوم سے وعدہ کیا تھا کہ وہ اب ہر سال ایٹمی ری ایکٹر لگائیں

ہے۔ وقت نے اس دعویٰ کو بھی باطل ثابت کر دیا۔ ہمارے پاس لے دے کے صرف ایک ایٹمی ری ایکٹر موجود ہے جو برقی توانائی کے لئے کراچی میں نصب کیا گیا ہے۔ 175 میگاواٹ کا یہ ری ایکٹر ناقص کارکردگی کے باعث رواں حالت میں نہیں ہے۔ ماہرین کا کہنا ہے کہ 175 میگاواٹ کا پوری دنیا میں یہ واحد ری ایکٹر ہے جبکہ بالعموم 500 یا 1000 میگاواٹ کا حامل ری ایکٹر ہوتا ہے۔ تحریک استقلال کے سربراہ جناب اصغر خان نے بھی ایٹمی توانائی کمیشن کو چیلنج کیا ہے اور کہا ہے کہ 175 میگاواٹ کا حامل یہ ری ایکٹر صحیح حالت میں کام کرنے سے قاصر ہے۔ یہ بات قابل ذکر ہے کہ بھارت کے پاس ایٹمی ری ایکٹروں کی تعداد بارہ کے لگ بھگ ہے۔

ڈاکٹر عفاف نے روزنامہ ''مسلم'' کے 9 مارچ کے شمارے میں پاکستان کے نیوکلیئر پروگرام کی ناکامی کے اسباب کا تجزیہ کرتے ہوئے لکھا ہے کہ

''ہندوستان کے ایٹمی توانائی کے کمیشن میں بے شمار پی ایچ ڈی سائنس دان کام کر رہے ہیں۔ جبکہ منیر احمد خان جو گزشتہ چودہ سال سے مسلسل ایٹمی توانائی کمیشن کے سربراہ چلے آ رہے ہیں۔ نہ تو ڈاکٹر ہیں نہ ہی نیوکلیئر انجینئرنگ میں کوئی ڈگری حاصل کی ہے۔ وہ صرف الیکٹریکل انجینئرنگ میں ایم ایس سی ہیں۔ انہوں نے چودہ سال میں کوئی قابل ذکر کارنامہ سرانجام نہیں دیا۔

منیر احمد خان کی عمر ساٹھ سال کے قریب ہے۔ وہ ریٹائرمنٹ کے قریب پہنچ چکے ہیں۔ لیکن اپنی ملازمت کی توسیع کرنے کے لئے انہوں نے ہاتھ پاؤں مارنے شروع کر دیئے ہیں۔ داد دیجئے کہ انہوں نے سفارش کے لئے کیا خوبصورت منصوبہ تیار کیا ہے۔ کچھ عجب نہیں کہ اب تک اپنے منصوبہ میں کامیابی ہو بھی چکی ہو۔

مارچ کے آخر میں ایٹمی توانائی کے بین الاقوامی ادارے کے ڈائریکٹر جنرل ڈاکٹر سیگواڈ ایکلونڈ کو خصوصی طور پر پاکستان آنے کی دعوت دی گئی۔ ڈاکٹر سیگواڈ نے صدر پاکستان سے بھی ملاقات کی اور بعد ازاں نیوز کانفرنس سے خطاب کیا۔ انہوں نے اخباری نمائندوں کے سوالات کا جواب دیتے ہوئے کہا کہ

پاکستان نے ایٹمی توانائی کے پرامن مقاصد خصوصی طور پر میڈیسن اور زراعت کے شعبوں میں زبردست ترقی کی ہے۔ پاکستان کی ایٹمی تنصیبات کے معائنہ کا ذکر کرتے ہوئے انہوں نے کہا کہ وہ ان تنصیبات کی دیکھ بھال اور سب سے بڑھ کر پاکستانی سائنس دانوں سے متاثر ہوئے ہیں۔ پاکستان کے ایٹمی توانائی کمیشن کو اس عظیم الشان کارکردگی کے پیش نظر بجا طور پر کہا جا سکتا ہے کہ ایٹمی ٹیکنالوجی میں پاکستان کا مستقبل بڑا

روشن ہے۔ ڈاکٹر سیکو اراڈ نے پنسٹک کا بطور خاص حوالہ دیتے ہوئے کہا کہ پنسٹک ٹریننگ اسکول میں سائنس دانوں کی تعلیم و تربیت کا معیار بڑا قابل تعریف ہے۔

ڈاکٹر سیکو اراڈ کا یہ ستائشی بیان باخبر لوگوں کے لئے موجب حیرت ہے۔ یہ وہی صاحب ہیں جو قبل ازیں پاکستان کے پرامن ایٹمی پروگرام پر شکوک و شبہات کا اظہار کر رہے تھے۔ آج اسی زبان سے تعریف کے ڈونگرے برسا رہے ہیں۔ زبانی تنقید و توصیف کے ستائش میں کیسے ڈھل گئے۔ ڈاکٹر سیکو اراڈ نے پنسٹک کا بطور خاص حوالہ دیا اور منیر احمد خان کی خدمات اور علمی صلاحیتوں کو سراہا۔ یہ بات قابل ذکر ہے کہ جناب منیر کی عمر ساٹھ کے ہندسے کو چھو رہی ہے۔ اور وہ ملازمت سے ریٹائر ہونے کے قریب پہنچ چکے ہیں۔ توسیع ملازمت کے لئے ان کے دل میں تمنا جوان ہو رہی ہے۔ بعض باخبر لوگوں کا کہنا ہے کہ وہ براہ راست اپنی ملازمت میں توسیع کی استدعا نہیں کرنا چاہتے بلکہ بلواسطہ جناب صدر اور وزیر اعظم کے دل میں نرم گوشہ پیدا کرنا چاہتے ہیں۔ وہ خود کہنا نہیں چاہتے تھے۔ زبان غیر سے اس کی شرح کر دی گئی ہے۔ واقفان حال کا کہنا ہے کہ ڈاکٹر سیکو اڈا ایکلونڈا کا ایسے وقت میں پاکستان کا دورہ، جب جناب منیر احمد خان ریٹائرمنٹ کے قریب پہنچ چکے ہیں۔ بڑا ہی پہلودار اور معنی خیز ہے۔ کچھ لوگ منیر احمد خان اور ڈاکٹر سیکو اڈا کے درمیان گہرے مراسم اور ربط باہم کو بھی خیال آفریں سمجھتے ہیں۔

ہمارے قومی رہنماؤں میں اصغر خان وہ واحد سیاست دان ہیں۔ جنہوں نے پاکستان کے ایٹمی پروگرام پر بڑی فراوانی سے بیانات جاری کئے ہیں۔ انہوں نے گزشتہ سال امریکہ میں قیام کے دوران کہا تھا کہ یہ پاکستان کی حماقت ہوگی کہ وہ ایٹم بم بنائے۔ اسرائیلی ریڈیو ان کے کلام کو لے اڑا تھا اور حضرت اصغر خان کے اس جرأت مندانہ بیان پر خراج تحسین پیش کیا تھا۔ اصغر خان بہت مسرور ہیں کہ ستائش کی سند مل گئی۔ یہ اعزاز ان کو مبارک ہو۔ رقیب بھی خوش ہے کہ میرا کارواں خوئے دل نوازی رکھتا ہے۔ اصغر خان کا سیکولرازم جو کل تک دل نشیں لفظوں میں دستور تھا، آج ان کے تکلم سے چھلک پڑا ہے۔

ہم برسبیل تذکرہ یا تفریحاً یہ بات نہیں کہہ رہے ہیں بلکہ قصداً انہوں نے گداز گوشہ رکھا ہے تاکہ اہل قادیان ان سے الرجک نہ ہوں اور انہیں قربت کا احساس رہے۔ بیان کیا جا چکا ہے کہ اسرائیل اور قادیان کوئی غیر نہیں ہیں۔ قادیانیوں نے جبکہ اسرائیل میں اپنے مشن قائم کر رکھے ہیں تو کیا اسرائیل اپنی موساد کے ذریعے قادیانیوں کی صفوں میں داخل نہیں ہو سکا؟ قادیانی اور یہودی اصل میں دونوں ایک ہیں۔ ایک کو قادیان کی بازیافت کی تڑپ ہے اور دوسرے کو ہیکل سلیمانی کی جستجو بے چین کر رہی ہے۔ شاہین پاکستان نے روزنامہ جنگ کو ایک طویل انٹرویو دیا۔ فرماتے ہیں۔

صدر نے قوم کو پر فریب تاثر میں مبتلا کر رکھا ہے۔ یہ تاثر سراسر غلط ہے۔ میری معلومات کے

مطابق پاکستان کے سائنس دانوں کو ایٹم بم تیار کرنے کی تمام صلاحیتیں رکھنے کے باوجود ایسے کسی پروگرام کو تکمیل کے آخری مراحل تک پہنچانے کی ہدایات نہیں ہیں۔ نہ ہی موجودہ حکومت اس قسم کے منصوبے میں سنجیدگی کے ساتھ دلچسپی رکھتی ہے۔ بڑی طاقتیں جانتی ہیں کہ ضیاء الحق رائے عامہ اور پاکستانی قوم دونوں کو دھوکہ میں رکھے ہوئے ہیں۔ ویانا میں سبرامنیم اور ڈاکٹر سلام کے درمیان ہونے والی گفتگو صورت حال کو واضح کر دیتی ہے۔"

(روزنامہ جنگ 15 مارچ 1982ء)

اصغر خان کے اس بیان سے واقعی صورت حال واضح ہو جاتی ہے۔ انہوں نے ڈاکٹر سلام اور سبرامنیم کی گفتگو کا حوالہ دیا۔ جو ویانا میں ان کے درمیان ہوئی۔ مقام فکر ہے کہ پاکستان کی طرف سے ڈاکٹر سلام کو بات کرنے پر کس نے مامور کیا۔ خلوت میں ہونے والی ملاقات اصغر خان تک کیسے پہنچی۔ یہ رازنہاں ان پر کیسے عیاں ہوا۔ اصغر خان کے بیان پر تبصرہ تو بعد میں ہوگا مگر یہ حقیقت کسی ثبوت کی محتاج ہے کہ ڈاکٹر سلام اپنے آقاؤں کو ایٹمی خبروں کی ترسیل کا فریضہ انجام دے رہے ہیں۔ کہاں ڈاکٹر سلام اور کہاں سبرامینم۔ یہ سبرامینم وہ شخص ہے جو پاکستان کے ایٹمی پروگرام کو میلی آنکھ سے دیکھتا ہے۔ اور ہماری رسوائی کے درپے ہے۔ سبرامینم کو تو بھارت کی نمائندگی کا حق حاصل ہے۔ مگر پاکستان کی طرف سے ڈاکٹر سلام کو ترجمانی کا حق کس نے دیا۔ یہ سوال حقائق کا پردہ چاک کر کے رکھ دیتا ہے۔ کیا سربراہ مملکت اس کی وضاحت فرما سکتے ہیں۔ کیا وہ اہل وطن کو اعتماد میں لینے کے لئے تیار ہیں؟ اگر جواب نفی میں ہے تو پھر بتایا جائے کہ شاہین پاکستان، ڈاکٹر سلام کی وضاحت کو کیوں قبول کر رہے ہیں۔ انہیں ڈاکٹر سلام کی وکالت کیوں مقصود ہے؟ اگر اصغر خان اس پہیلی کے سیاق وسباق سے آگاہ ہیں تو وہی وضاحت فرما دیں۔ مجھے ان کے جواب کا شدت سے انتظار رہے گا۔

اصغر خان اس سلسلے میں کیا دلائل رکھتے ہیں۔ ان کی سب سے بڑی دلیل یہ ہے کہ پاکستان کو ایٹم بم بنانے کی بجائے اقتصادی پروگرام پر توجہ دینے کی ضرورت ہے۔ نیز ایٹم بم بنانے کی حماقت سے باز آ جانا چاہئے۔ دلیل بظاہر دل کش اور دل میں اتر جانے والی ہے مگر یہ بات کہتے وقت لائق احترام سیاسی قائد کو ہندوستان کے خوفناک عزائم سے چشم پوشی نہیں کرنی چاہئے۔ ہندوستان 1974ء میں ایٹمی دھماکہ کر کے نیو کلیئر کلب میں شامل ہو چکا ہے۔ اس نے اعلانیہ ایٹم بم بنایا ہے اور ہائیڈروجن بم کے تجربات میں مصروف ہے۔ اس نے روس کی ننگی جارحیت سے مشرقی پاکستان کو ہڑپ کر لیا ہے اور برملا عالمی پریس کے سامنے اظہار فخر کرتے ہوئے کہا کہ ہم نے پاکستان کے دوقومی نظریہ کو خلیج بنگال میں غرقاب کر دیا ہے دشمن جب اس قدر بھیانک تیور سے پڑوسی ملک سے مخاطب ہو تو شاہین پاکستان کا ٹائٹل حاصل کرنے والے سیاسی قائد

ان کے لئے دل بستگی کا سامان پیدا کریں اور قوم کو اپنی آنکھ نیچی کرنے کے مشورے سے نوازیں تو پھر وطن کی بقا صرف دعاؤں ہی کے سہارے قائم رہ سکتی ہے۔

اصغر خان مزید کہتے ہیں۔

''میں اب تک 65 جلسے کر چکا ہوں۔ اس بارے میں پاکستان کی حساسیت مجھے کہیں نظر نہ آئی۔ ایٹم بم بنانے میں کسی غیر معمولی دلچسپی کا اظہار نہیں کیا البتہ اخبارات میں غیر معمولی جذباتیت کا اظہار ضرور کیا جاتا ہے۔ بنگلہ دیش کا مسئلہ بھی جذباتی تھا، اس طرح نیوکلئیر پروگرام بھی۔ پاکستان کے لئے اہم اقتصادی مسئلہ ہے۔ ہمارے پاس صرف ایک ایٹمی ری ایکٹر ہے اور وہ بھی صحیح طریقے سے کام نہیں کر رہا۔ اس وقت بڑی طاقتیں ہماری مدد کو اس وقت تک نہیں آئیں گی جب تک انہیں ہماری نیت کے بارے میں یقین نہیں ہو جاتا۔ ضیاء الحق اب تک جو کچھ کہتے رہے ہیں، ان طاقتوں کو ان کی زبان پر اعتماد نہیں۔ وہ سمجھتے ہیں کہ ضیاء الحق جھوٹ بول رہے ہیں۔''

تحریک استقلال کے قائد پاکستان کے ایٹمی پروگرام کے سلسلے میں پاکستانی عوام کے تغافل پر شکوہ کر رہے ہیں کہ وہ نیوکلئیر پروگرام پر حساس نہیں ہے۔ اسے ایٹم بم سے کوئی دلچسپی نہیں۔ صرف اخبارات نے اسے مسئلہ بنایا ہوا ہے۔ اصغر خان کے لئے یہ بات سورج کو چراغ دکھانے کے مترادف ہوگی کہ قومی اخبارات عوام کے جذبات کی ترجمانی کرتے ہیں۔ اگر اخبارات پاکستان کے نیوکلئیر پروگرام کے بارے میں متجسس ہیں تو اس لئے کہ اہل وطن کے لئے یہ نہایت جذباتی مسئلہ بن چکا ہے۔ اگر قوم اتنی بے حس اور جذبات سے بے نیاز ہے جیسے اصغر خان سمجھ رہے ہیں تو کہوٹہ کے ہزاروں لوگ جن میں ناخواندہ بھی یقیناً شامل ہوں گے۔ وفور شوق میں پاکستان کے رجل عظیم جناب قدیر خان کے گلے میں گولڈ میڈل نہ ڈالتے اور ان کی عظمت کو سلام عقیدت نہ پیش کرتے۔ اصغر خان مزید فرماتے ہیں کہ بنگلہ دیش کو تسلیم نہ کرنے کے سلسلے میں بھی پاکستانی عوام نے جذبات کا سہارا لیا۔ ابھی لوگوں کا حافظہ محفوظ ہے۔ اسے سیاست دانوں کی طرح دیمک نہیں لگی۔ انہیں معلوم ہونا چاہئے۔ کہ پوری قوم نے خیبر سے کراچی تک بیک زبان ہو کر بنگلہ دیش کو تسلیم کرنے کی مخالفت کی تھی۔ مسٹر بھٹو جہاں بھی گئے انہیں شدید مخالفت کا سامنا کرنا پڑا۔ وہ بڑے فیاض سیاست دان تھے۔ انہوں نے جب قوم کا بپھرا ہوا موڈ دیکھا تو وہ اس مسئلے کو قومی اسمبلی میں لے آئے۔ پیپلز پارٹی کے ارکان کی اکثریت نے پارلیمنٹ میں بنگلہ دیش کو تسلیم کر لیا۔ نوائے وقت نے اگلے روز شہ سرخی کے ساتھ خبر شائع کی کہ وزیر اعظم بھٹو نے بنگلہ دیش کو تسلیم کر لیا۔ یعنی قوم نے اس سلسلے میں مسٹر بھٹو کو مینڈیٹ نہیں دیا بلکہ یہ فرد واحد اور ایک آمر مطلق

کا ذاتی فیصلہ تھا جسے ایوان کے نام سے قوم پر مسلط کر دیا گیا۔ بنگلہ دیش کو تسلیم کرنے کے بعد 90 ہزار جنگی قیدیوں کی واپسی کا کیا جواز رہ گیا تھا۔ ہندوستان یہی چاہتا تھا کہ پاکستان بنگلہ دیش کو تسلیم کر لے۔ اصغر خان اپنے دلائل سے یہ ثابت کرنا چاہتے ہیں کہ اہل پاکستان کے جذبات کی کوئی اہمیت نہیں۔

یہ استدلال پیش کرتے ہوئے اصغر خان اپنی کہہ مکرنی بھول گئے کہ انہوں نے قوم کے جذبات سے مجبور ہو کر بنگلہ دیش کے تسلیم کئے جانے کے اپنے پہلے موقف سے توبہ کر لی تھی۔ بنگلہ دیش کی مثال دے کر وہ اب اپنا سیسہ انڈیل رہے ہیں کہ پاکستان کو ایٹمی پروگرام کے سلسلے میں اپنی عوام کی کوئی تائید حاصل نہیں۔ اور اگر ہے بھی تو ایک سچے لیڈر کو دو ٹوک بات کہنی چاہئے۔ عوام ہی ان قائدین کو لیڈر بناتے ہیں اور اصغر خان الٹا عوام کو سرزنش کرتے ہیں کہ ایک سچے لیڈر کو عوام کے جذبات اور امنگوں کی فکر دامن گیر نہیں ہونی چاہئے۔

جہاں تک ایٹمی ری ایکٹر کا تعلق ہے، اس میں کوئی شک نہیں کہ پاکستان میں گذشتہ دس بارہ سال سے 175 میگاواٹ کا ایک ہی ایٹمی ری ایکٹر ہے۔ کمال یہ ہے کہ اس ری ایکٹر نے آج تک 175 میگاواٹ پر اپنی کارکردگی کا مظاہرہ نہیں کیا۔ اگر ری ایکٹر مذکور کی صلاحیت کا رخ صحیح نہیں ہے تو اس میں اہل وطن کا کیا قصور؟ یہ تو منیر احمد خان بہتر بتا سکتے ہیں جن کا دعویٰ تھا کہ مزید ری ایکٹر لائیں گے۔ چنانچہ امریکہ اور فرانس کے ماہرین کو یہ کہنے کا موقع مل گیا کہ جب پاکستان کے نامور سائنس دان واحد ری ایکٹر کو کام میں نہیں لا سکتے تو مزید فراہم کرنے کی کیا ضرورت رہ جاتی ہے۔ یہ رویہ پاکستانی سائنس دانوں کو نااہل اور مشکوک بنانے کے مترادف ہے اور اصغر خان وہی جواز پیش کر رہے ہیں جو امریکہ اور فرانس شروع دن سے کہتے چلے آ رہے ہیں۔

ہندوستان پاکستان کے خلاف تین چار مرتبہ جارحیت کر چکا ہے۔ ہمارے مدمقابل ایک ایسا دشمن ہے جو کسی بھی لحہ شب خون مارنے سے گریز نہیں کرے گا۔ ہم دشمن کے بھیانک عزائم اور اس کے ایٹمی پروگرام کی خوفناک تیاریوں سے آنکھیں بند نہیں کر سکتے۔ اسے جس دن ہماری کمزوری کا ادراک ہوگا۔ وہ جنگ وجدل سے گریز نہیں کرے گا۔ اسی باعث تو پاکستانی عوام جذباتی ہو رہے ہیں۔ پاکستانی عوام کو جنگ وقتال سے کوئی دلچسپی نہیں مگر وہ یہ بھی نہیں چاہتے کہ کوئی ان کو ہڑپ کر جائے۔ انہیں وطن کے دفاع کا پورا پورا حق حاصل ہے۔ سیاست دان جو پبلک کے جذبات اور حمایت سے اقتدار کی کرسی پر بیٹھنے کے خواب دیکھتا ہے اسے عوام کے اجتماعی احساسات کی ترجمانی کا فریضہ ادا کرنا چاہئے۔ ہندوستان کی وکالت کا طوق گلے میں لٹکا کر قوم کی خدمت نہیں کی جا سکتی۔ یہ محض اغیار کو خوش کرنے کے حیلے ہیں۔ میں اس دل گرفتہ داستان کو بادل نخواستہ سمیٹ رہا ہوں۔ خدا گواہ ہے کہ مجھے کسی شخص کے ساتھ کوئی

ذاتی عناد ہے نہ پرخاش۔ فقط اصلاح مقصود ہے۔ وطن کی محبت نے مجبور کیا ہے کہ میں اہل وطن کو قادیانیوں کی خوفناک سازش سے آگاہ کردوں جو دیمک کی طرح تمام اداروں کو چاٹ رہے ہیں۔
پاکستان کے تمام ایٹمی ادارے اس کی دستبرد سے محفوظ نہیں ہیں۔ کہوٹہ ریسرچ سنٹر ایک ایسا ادارہ ہے جو محض ڈاکٹر قدیر خان کی شدید حب الوطنی اور والہانہ محبت کی وجہ سے ان یہودی گماشتوں سے بچا ہوا ہے۔ اگرچہ مردے کھانے والے کرگس کی طرح قادیانی اس عظیم ترین ادارے کے گرد بھی چکر لگا رہے ہیں۔
قدیر خان قوم کی متاع حیات اور سرمایہ زندگی ہیں۔ ان کی حفاظت کی جائے کہ وہ قوم کی زندگی ہیں۔

میں صدر پاکستان سے وطن کے نام پر اپیل کرتا ہوں کہ وہ اپنی پہلی فرصت میں اصلاح احوال کی طرف توجہ دیں۔ وطن کی مٹی ان سے اپنا قرض طلب کرتی ہے۔ یہ قرض جتنی جلدی بے باق ہو۔ اتنا ہی اچھا ہے۔

لوگ ایک بازار میں جائیں گے جسے ملائکہ گھیرے ہوئے ہیں۔ اس میں وہ چیزیں ہوں گی کہ ان کی مثل نہ آنکھوں نہ دیکھی نہ کانوں نے سنی، نہ قلوب پر ان کا خطرہ گزرا، اس میں سے جو چاہیں گے ان کے ساتھ کر دی جائے گی۔ اور خرید و فروخت نہ ہوگی اور جنتی اس بازار میں باہم ملیں گے چھوٹے مرتبہ والا بڑے مرتبہ والے کو دیکھے گا اور لباس پسند کرے گا اور ہنوز گفتگو ختم بھی نہ ہوگی کہ خیال کرے گا میرا لباس اس سے اچھا ہے اور یہ اس وجہ سے کہ جنت میں کسی کے لئے غم نہیں۔ پھر وہاں سے اپنے اپنے مکانوں کو واپس آئیں گے۔ ان کی بی بیاں استقبال کریں گی اور مبارک باد دے کر کہیں گی کہ آپ واپس ہوئے اور آپ کا جمال اس سے بہت زائد ہے کہ ہمارے پاس سے آپ گئے تھے۔ جواب دیں گے کہ پروردگار جبار کے حضور بیٹھنا نصیب ہوا تو ہمیں ایسا ہو جانا سزاوار تھا۔ جنتی باہم ملنا چاہیں گے تو ایک کا تخت دوسرے کے پاس چلا جائے گا۔ اور ایک روایت میں ہے کہ ان کے پاس نہایت اعلیٰ درجہ کی سواریاں اور گھوڑے لائے جائیں گے۔ اور ان پر سوار ہو کر جہاں چاہیں گے جائیں گے۔ سب سے کم درجہ کا جو جنتی ہے اس کے باغات اور بی بیاں اور نعیم و خدام اور تخت ہزار برس کی مسافت تک ہوں گے اور ان میں اللہ عزوجل کے نزدیک سب میں معزز وہ ہے جو اللہ تعالیٰ کے دیدار سے ہر صبح و شام مشرف ہوگا۔ (بہار شریعت)

حامد میر

آزادی کشمیر کے خلاف قادیانیوں کی سازشیں

بہت کم لوگ جانتے ہیں کہ وادی کشمیر میں صرف ہندوؤں کی ہی نہیں بلکہ یہودیوں اور قادیانیوں کی بھی گہری دلچسپی ہے۔ گزشتہ 63 سال سے یہودی اور قادیانی مل کر وادی کشمیر میں اپنا اثر ورسوخ قائم کرنے کی کوششوں میں مصروف ہیں۔ یہودیوں اور قادیانیوں نے عالمی سطح پر مسئلہ کشمیر کے سلسلے میں ہمیشہ ہندوستان کی مدد کی ہے۔ چند روز قبل اقوام متحدہ کی جنرل اسمبلی میں کشمیر قرارداد کو پیش ہونے سے روکنے میں بھی یہودیوں اور قادیانیوں نے ہندوستان کی بھرپور مدد کی اور بعض اسلامی ممالک کے وزرائے خارجہ کو قرارداد پیش کرنے سے روکنے میں اہم کردار ادا کیا۔ میں مذہب کی بنیاد پر تعصب اور الزام بازی کو برا سمجھتا ہوں۔ لیکن جس طرح علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ جیسا روشن خیال اور آزاد منش شخص بھی یہ کہنے پر مجبور ہو گیا تھا کہ قادیانیت دراصل یہودیت کا چربہ ہے اور جس طرح ذوالفقار علی بھٹو جیسا سیکولر شخص بھی قادیانیوں کو غیر مسلم قرار دینے پر مجبور ہو گیا، اسی طرح آج میں بھی اللہ تعالیٰ کی رضا اور وسیع تر ملکی مفاد میں یہودیوں اور قادیانیوں کے بارے میں سچ بولنے پر مجبور ہوں۔ میں یہاں ان کے عقیدے کو اچھا یا برا نہیں کہوں گا۔ بلکہ یہودیوں اور قادیانیوں میں شامل انتہا پسندوں کی سرگرمیوں کا ذکر کروں گا جو اپنے مذموم مقاصد کی تکمیل کے لئے نہ صرف کشمیر پر اپنا غلبہ قائم کرنے کی کوشش میں مصروف ہیں بلکہ پاکستان کو بھی اندر ہی اندر سے کمزور کر رہے ہیں۔ کسی بھی مذہب، فرقے یا نظریے کے ماننے والوں میں انتہا پسند ہمیشہ اقلیت میں ہوتے ہیں۔ لیکن ان کی سرگرمیوں سے اکثریت بھی متاثر ہوتی ہے۔ اس لئے اکثریت کو اقلیت کے متعلق کڑوے سچ پر ٹھنڈے دل سے غور کرنا ہوگا۔

1890ء کے اواخر میں قادیانیت کے بانی مرزا غلام احمد نے دعویٰ کیا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نہ صلیب پر فوت ہوئے نہ آسمان کی طرف اٹھائے گئے۔ بلکہ جب وہ صلیب پر زخمی ہوئے تو ان کے شاگردوں نے انہیں مجروح حالت میں صلیب سے اتار لیا، ان کا علاج کیا۔ جس کے بعد حضرت عیسیٰ علیہ السلام کشمیر چلے گئے۔ اور وہیں پر ان کی طبعی موت واقع ہوئی۔ مرزا غلام احمد قادیانی نے اُس عقیدے کو غلط قرار دیا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام قیامت سے پہلے اپنے اصلی جسم عنصری کے ساتھ دوبارہ ظاہر

ہوں گے۔ مرزا غلام احمد قادیانی نے دعویٰ کہ کیا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے دوبارہ ظہور کا مطلب دراصل یہ ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی صفات رکھنے والا ایک اور شخص امت محمدیہ میں پیدا ہوگا اور وہ شخص میں ہوں۔

مرزا غلام احمد قادیانی نے 1901ء میں جماعت احمدیہ قائم کی۔ 1908ء میں مرزا غلام احمد قادیانی کا انتقال ہوگیا تو مولوی نورالدین جماعت کا خلیفہ اول مقرر ہوا۔ 1914ء میں مولوی نورالدین کے انتقال کے بعد مرزا غلام احمد قادیانی کا بیٹا مرزا بشیر الدین محمود قادیانی خلیفہ ثانی بنا دیا گیا۔ مرزا بشیر الدین نے بڑی خاموشی کے ساتھ دنیا بھر میں قادیانیوں کو منظم کرنا شروع کیا اور وادی کشمیر پر خصوصی توجہ دی۔ 31 جولائی 1931ء کو سری نگر جیل کے باہر مسلمانوں پر وحشیانہ فائرنگ کے بعد شملہ میں نواب ذوالفقار علی کی کوٹھی پر ایک اجلاس ہوا۔ اس اجلاس میں مرزا بشیر الدین کے علاوہ علامہ اقبال، خواجہ حسن نظامی، مولانا اسماعیل غزنوی، مولانا نورالحق، سید حبیب شاہ اور مولانا عبدالرحیم درد سمیت متعدد اہم شخصیات نے شرکت کی۔ اجلاس میں آل انڈیا کشمیر کمیٹی تشکیل دی گئی۔ مرزا بشیر الدین نے کمیٹی کے انتظامات چلانے کی پیشکش کی۔ چنانچہ انہیں کمیٹی کا صدر اور ایک قادیانی مولانا عبدالرحیم کو سیکرٹری بنا دیا گیا۔ لیکن تھوڑے ہی عرصے میں مسلمان عمائدین کو پتہ چل گیا کہ مرزا بشیر الدین وادی کشمیر میں فلاحی کاموں کے نام پر اپنے ساتھیوں کی مدد کر رہا ہے اور انہیں منظم کر رہا ہے۔

انہوں نے الزام لگایا کہ مرزا بشیر الدین محمود قادیانی کا یہودیوں سے رابطہ ہے۔ یہودی فلسطین پر اور قادیانی کشمیر پر قبضہ چاہتے ہیں۔ آہستہ آہستہ علامہ اقبال بھی مرزا بشیر الدین محمود قادیانی کے خلاف ہو گئے اور انہوں نے مرزا بشیر الدین قادیانی کو کشمیر کمیٹی سے الگ کروا دیا اس دوران جماعت قادیانیہ بھی دو گروپوں میں تقسیم ہوگئی۔ خواجہ کمال الدین اور مولوی محمد علی نے مرزا بشیر الدین محمود قادیانی کے مقابلے میں لاہور جماعت قائم کر لی اور مؤقف اختیار کیا کہ مرزا غلام قادیانی نبی نہیں بلکہ مجدد اور محدث تھا۔ اس گروپ بندی کے باعث مرزا بشیر الدین محمود نے سیاسی سرگرمیاں ترک کر دیں۔ اور خاموشی سے اپنی جماعت کو منظم کرتا رہا۔ مشہور کمیونسٹ دانشور عبداللہ ملک نے اپنی کتاب ''پنجاب کی سیاسی تحریکیں'' میں لکھا ہے کہ

''سامراجیوں کی سازشوں پر نگاہ رکھنے کے لئے قادیانیوں پر نگاہ رکھنا ضروری ہے۔''

ہندوستان کے مسلمانوں میں قادیانیوں کے متعلق بڑھتے ہوئے شعور کا نتیجہ تھا کہ قادیانیوں نے اپنا ہیڈ کوارٹر برطانیہ منتقل کر دیا۔ قیام پاکستان کے بعد قادیانیوں نے برطانیہ میں بیٹھ کر وادی کشمیر میں جڑیں مضبوط کرنے کی کوشش کی جبکہ دوسری طرف اسرائیل سے یہودیوں کے مختلف وفود نے بھارت آنا شروع کر دیا۔ جن میں اکثر وفود کشمیر کا دورہ ضرور کرتے تھے۔

1977ء میں اے فیبر قیصر کی انگریزی تصنیف ''حضرت عیسیٰ علیہ السلام کشمیر میں فوت ہوئے'' لندن سے شائع ہوئی۔ اس کتاب میں مرزا غلام قادیانی کے اس دعویٰ کو سچا ثابت کیا گیا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کشمیر میں فوت ہوئے اور یہ بھی لکھا ہے کہ سری نگر میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا مزار ہے۔ جسے ''روضہ بل'' کہا جاتا ہے۔ کتاب میں دعویٰ کیا گیا ہے حضرت موسیٰ علیہ السلام کا مزار بھی کشمیر کی ایک پہاڑی ''نیل ٹوب'' پر واقع ہے۔ جس کے بعد یہودیوں کی کشمیر میں دلچسپی واضح ہوگئی۔ کیونکہ یہودی حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اپنا نبی مانتے ہیں۔

فیبر قیصر کو یہ کتاب لکھنے کے لئے سری نگر کے ایک قادیانی صاحبزادہ بشارت سلیم، بمبئی کے ایم عبدالرزاق، سوئٹزرلینڈ کے یہودی ایرک وان ڈینی گن، نیویارک کے یہودی میگزین، اسلام پاکستان کے الحاج ایم ایم فاروق اور دیگر افراد نے مدد اور مشاورت فراہم کی۔ اس کتاب سے یہودیوں اور قادیانیوں کی کشمیر میں دلچسپی کی تمام وجوہات سامنے آتی ہیں۔ بعض حلقے یہ بھی جانتے ہیں کہ یورپی ممالک اور امریکہ میں آباد قادیانی اسرائیل کے ساتھ تجارت کرتے ہیں اور اسرائیل قادیانیوں کو پیسہ بھی فراہم کرتا رہا ہے۔ اسرائیل کی کوشش ہے کہ امریکی سٹیٹ ڈیپارٹمنٹ اور اقوام متحدہ میں موجود یہودی لابی اور قادیانیوں کی مدد سے وادی کشمیر میں اپنا اثر و رسوخ قائم کیا جائے۔ اس سلسلے میں امریکی یہودی سٹیفن سولارز نے چند سال قبل وادی کشمیر کو خودمختار ریاست میں تبدیل کرنے، جموں اور لداخ بھارت کے حوالے اور آزاد کشمیر پاکستان کے حوالے کرنے کا منصوبہ پیش کیا تھا۔ لیکن اس فارمولے کو تمام کشمیری تنظیموں نے مسترد کر دیا تھا۔

حال ہی میں یہودیوں اور قادیانیوں کے انٹرنیشنل نیٹ ورک نے بعض اسلامی ممالک کو بھی جنرل اسمبلی میں کشمیر قرارداد کے خلاف استعمال کیا ہے۔ جہاں مسلمانوں کے مقامات مقدسہ موجود ہیں۔ جبکہ ترک وزیراعظم تانسو چیلر نے چند روز قبل اسرائیل کے دورے میں اسحاق شامیر کو یقین دلایا تھا کہ ترکی قرارداد کی حمایت نہیں کرے گا۔ اسی انٹرنیشنل نیٹ ورک میں پاکستان کے کچھ ریٹائرڈ اور حاضر سروس بیوروکریٹ بھی شامل ہیں جو مسئلہ کشمیر کے حوالے سے خارجہ پالیسی پر اثر انداز ہوتے ہیں۔ اور ہو رہے ہیں۔ اس انٹرنیشنل نیٹ ورک میں کچھ سیاسی شخصیات بھی شامل ہیں جن پر گہری نظر رکھنے کی ضرورت ہے۔ قومی سلامتی کے ذمہ دار ادارے اس پہلو پر بھی غور کریں کہ پاکستان میں بڑھتی ہوئی لسانی اور فرقہ وارانہ کشیدگی کے پیچھے کون ہو سکتا ہے؟ کیا کوئی شیعہ کسی مسجد یا کوئی سنی کسی امام باڑے پر حملہ کر سکتا ہے؟ نہیں! یہ کام کسی تیسرے کا ہے جو دونوں کو لڑا کر اپنے کام میں مصروف ہے۔ میں قادیانیوں کے خلاف بلاجواز انتقامی کاروائیوں کی نہیں بیوروکریسی اور سیاست میں موجود ان کے اہم کل پرزوں پر نظر رکھنے کی

بات کر رہا ہوں۔

قادیانیت ایک ایسا فتنہ ہے جسے ختم کرنے کے لئے ہمیں اپنی صفوں میں اتحاد پیدا کرنا ہوگا۔ یہ فتنہ پاکستان کی سلامتی کے علاوہ جہاد کشمیر کے لئے بھی ایک بڑا خطرہ بنتا جا رہا ہے۔ کشمیر میں قادیانیوں کی دن بدن بڑھتی ہوئی دلچسپی قابل غور ہے۔ "جہاد ختم نبوت کے جانثار" کشمیر میں قادیانیوں کی بڑھتی ہوئی دلچسپی کا نوٹس لیں۔ حال ہی میں قادیانی پس منظر رکھنے والے ایک امریکی دانشور منصور اعجاز کی حزب المجاہدین کے سپریم کمانڈر سید صلاح الدین سے ملاقات نے کئی سوال پیدا کیے ہیں۔ منصور اعجاز نے سید صلاح الدین سے قبل سری نگر میں فاروق عبداللہ سے بھی ملاقات کی۔ سید صلاح الدین نے اعتراف کیا کہ منصور اعجاز نے کلنٹن کے نام ان سے ایک ایسا خط لکھوانے کی کوشش کی جس میں اٹل بہاری واجپائی کے لئے اظہار عقیدت شامل تھا۔ لیکن سید صلاح الدین نے اس خط پر دستخط کرنے کی بجائے خود ایک نیا خط تیار کیا۔ یہ پہلو قابل غور ہے کہ سری نگر میں منصور اعجاز کے قادیانی رشتہ دار بھی رہائش پذیر ہیں۔ یقیناً منصور اعجاز تقسیم کشمیر کے امریکی منصوبے پر عمل پیرا ہے۔ منصور اعجاز کی شان میں قلمی گستاخیاں کرنے پر پاکستان کی قادیانی لابی میرے خلاف بھی سرگرم عمل ہے۔ قادیانیوں کی مخالفت کے منفرد اور اچھوتے انداز نے مجھے انہیں مزید سمجھنے کا موقع دیا۔ قادیانی حضرات اپنے جعلی عقیدے میں موجود کمزوریوں اور خرابیوں پر پردہ ڈالنے کے لئے جھوٹ کا بے دریغ استعمال کرتے ہیں اور اپنے مخالفین کے خلاف بھی جھوٹ سے مدد لیتے ہیں۔ پاکستان کے اخبارات میں اگر کوئی کالم نگار قادیانیوں پر تنقید کرے تو یہ اخبار کے ایڈیٹر کو کالم نگار کے خلاف جعلی ناموں سے خطوط لکھتے ہیں اور اگر ایڈیٹر ان کے خلاف اداریہ لکھ دے تو چیف ایڈیٹر کے سامنے دُہائی دیتے ہیں کہ ہم آپ کے اخبار کو اشتہار دیتے ہیں لیکن آپ ہمارے ساتھ زیادتی کرتے ہیں۔ قادیانی مختلف حیلے بہانوں اور طریقوں سے اخبارات کو دباتے ہیں اور کوئی نہ دبے تو پھر اس پر طرح طرح کے الزامات کی بارش کر دیتے ہیں۔ مادیت پرستی کے اس دور میں قادیانی لالچ اور طمع کے ذریعے سادہ لوح مسلمانوں کو بے وقوف بناتے ہیں اور اگر کوئی لالچ میں نہ آئے تو پھر مکاری، دھونس، دھاندلی سے کام لیتے ہیں۔

ڈاکٹر وحید عشرت، ڈپٹی ڈائریکٹر اقبال اکادمی، پاکستان

فرمانِ اقبال

قادیانی۔۔۔اسلام اور پاکستان کے غدار ہیں

قادیانی دجال کے دجل وفریب سے دنیا بھر کے انسانوں، مسلمانوں اور خود قادیانیوں کو آگاہ کرنا عین عبادت ہے۔ تاکہ وہ اس گمراہی اور کفر وضلالت سے محفوظ رہ سکیں۔ تاجدار ختم نبوت جناب رسالت مآب حضرت محمد ﷺ سے عقیدت اور محبت کا تقاضا ہے کہ ہم ان کی عزت وناموس کی جان ومال سے حفاظت کریں اور سارق تاج ختم نبوت کا ہر کہیں تعاقب کریں۔ مبارک ہیں وہ لوگ جنہوں نے قادیانیت کے خلاف جہاد میں حصہ لیا اور نبی پاک ﷺ سے اپنی محبت کو امر بنادیا۔ ایسے تمام عشاق رسول ﷺ کے لئے دین ودنیا کی بشارتیں ہیں اور مردود ہیں وہ لوگ جو اس قادیانی دجال کو کسی بھی درجے میں انسان گردانتے ہیں۔

مرزا قادیانی ہذیان بکتے ہوئے کبھی خود کو مجدد کہتا، کبھی مسیح موعود، کبھی مہدی، کبھی ظلی نبی، کبھی بروزی نبی، کبھی خدا بن جاتا ہے، کبھی رسول، یہ شخص جو انسانیت کے معیار پر بھی پورا نہیں اترتا، ان مقدس مراتب کا جس قدر بے غیرتی سے استعمال کرتا رہا ہے۔ اس پر تو اسے راجپال سے بھی بدتر سزا دینی چاہیے تھی تاکہ ایسے کذاب جنم لینا قیامت تک کے لئے بند ہو جاتے مگر شاید قدرت کو اسے لعنت و ملامت کے ذریعے قیامت تک نشانِ عبرت بنانا تھا۔ لہٰذا اس پلید اور ننگ انسانیت کی رسی کو دراز رکھا۔

اسلام کے اندر اس فتنہ ارتداد کے بانی مرتد غلام قادیانی کی سزا رجم اور قتل ہونی چاہیے تھی۔ افسوس راجپال تو واصل جہنم ہو گیا مگر مرتدین کی یہ اولاد انگریز کی چھتر چھایا تلے قوت پکڑتی رہی اور آج کل بین الاقوامی اسلام دشمن قوتیں اور عالمی صیہونیت اس کی مربی اور پشت پناہ ہے اور وہ پوری دنیا میں کفر و ضلالت پھیلا رہے ہیں۔ یہ اسرائیل کے ایجنٹ، ہندو کے گماشتے، مغربی طاقتوں کے آلہ کار اور پاکستان اور عالم اسلام کے دشمن نمبر ایک ہیں۔

اقبال نے جن کے قرب و جوار میں قادیانیوں کے گڑھ تھے، سب سے پہلے سیاسی، عمرانی اور تہذیبی سطح پر ان کے خطرناک عزائم کا ادراک کیا اور انہیں اسلام اور ہندوستان (مراد مسلم ہندوستان جو آج کل پاکستان ہے) کا غدار قرار دیا۔ اس لئے کہ قادیانی اسلام کے بنیادی عقیدے ختم نبوت کے سارق تھے اور ہندوؤں، انگریزوں اور یونینسٹوں کے ساتھ مل کر 1935ء کے آئین کی آڑ میں مسلم نشستوں پر قبضہ کر کے تحریک پاکستان کو سبوتاژ کرنا چاہتے تھے۔ اقبال نے اسی بنا پر ان کو کافر قرار دے کر ان کو الگ اقلیت قرار دینے کا مطالبہ کیا جبکہ علماء کرام دینی اور مذہبی حوالے سے ان کے خلاف مورچہ بند تھے۔

اقبال نے 1902ء میں سب سے پہلے قادیانیت پر وار کیا۔ 1902ء میں انجمن حمایت اسلام کے جلسے میں انہوں نے مرزا قادیانی کے دعویٰ نبوت کو جھٹلاتے ہوئے کہا کہ

اے کہ بعد از تو نبوت شد بہ ہر مفہوم شرک
بزم را روشن ز نور شمع عرفان کردہ

اپنی مرتبہ کتاب ''سرور رفتہ'' میں صفحہ 30 پر غلام رسول مہر نے ایک رپورٹ میں کہا کہ یہ 1902ء کا کلام ہے اور ظاہر ہے کہ اس کے لکھنے کی ضرورت مرزا غلام احمد قادیانی کے دعویٰ بروزیت کی بنا پر ہوئی۔ یعنی کہتے ہیں کہ تیرے بعد نبوت کا دعویٰ ہر لحاظ سے شرک فی النبوت ہے۔ خواہ اس کا مفہوم کوئی ہو۔ یعنی ظلی اور بروزی نبوت بھی اس سے باہر نہیں۔

مئی 1902ء میں مخزن لاہور اور 11 جون 1902ء میں محمد دین فوق کے رسالے ''پنجہ فولاد'' میں قادیانی مذہب کے نتائج کا تجزیہ یوں کیا۔ یاد رہے کہ یہ قادیان کی طرف سے بیعت کے جواب میں شعر لکھے۔

تو جدائی پہ جان دیتا ہے
وصل کی راہ سوچتا ہوں میں
بھائیوں میں بگاڑ ہو جس سے
اس عبادت کو کیا سراہوں میں
مرگ اغیار پر خوشی ہے تجھے
اور آنسو بہا رہا ہوں میں

یاد رہے مرزا قادیانی اپنے مخالفین کی موت کی پیش گوئیاں کرتا رہتا تھا۔

1903ء انجمن حمایت اسلام کے جلسے میں ''فریاد امت'' منعقدہ مارچ 1903ء میں اقبال نے

ایک نظم پڑھی جس کا دوسرا عنوان ابر گہر بار تھا۔ اس میں انہوں نے یہ شعر پڑھا۔

مجھ کو انکار نہیں آمد مہدی سے مگر
غیر ممکن ہے کوئی مثل ہو پیدا تیرا

اقبال نے اس شعر کے ذریعے مرزا قادیانی کے اس دعوے کو رد کر دیا کہ وہ مثل مسیح علیہ السلام یا مثل محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔

1911ء ملت بیضا پر ایک عمرانی نظر میں انہوں نے قادیانیوں کو ٹھیٹھ اسلامی سیرت کا نمونہ کہنے کے ساتھ ساتھ انہیں نام نہاد قادیانی فرقہ کہا۔ مولانا ظفر علی خان نے اس مقالے کے ترجمے میں "So-Called" نام نہاد کا لفظ غلطی سے چھوڑ دیا۔ جس کو قادیانیوں نے ایکسپائٹ کیا اور اصل انگریزی مضمون دیکھنے کی کسی نے زحمت نہ کی۔ کیونکہ قادیانیوں نے اس مضمون کا انگریزی ورشن مارکیٹ سے غائب کر دیا تھا۔

1914ء میں اقبال نے لکھا کہ قادیانی جماعت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد نبوت کی قائل ہے تو وہ دائرہ اسلام سے خارج ہے۔

رموز بے خودی 1915ء میں شائع ہوئی۔ اقبال نے عقیدہ ختم نبوت کا واشگاف اعلان کیا۔

پس خدا برما شریعت ختم کرد
بر رسول ما رسالت ختم کرد
لا نبی بعدی ز احسان خدا ست
پردۂ ناموس دین مصطفیٰ است
حق تعالی نقش ہر دعوئ شکست
تا ابد اسلام را شیرازہ بست

اقبال نے 1916ء میں ایک بیان میں کہا۔

"جو شخص نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی ایسے نبی کا قائل ہو جس کا انکار مستلزم کفر ہو تو وہ خارج از اسلام ہوگا۔ اگر قادیانی جماعت کا بھی یہی عقیدہ ہے تو وہ بھی دائرہ اسلام سے خارج ہے۔" (7 جون 1933، اقبال نامہ حصہ اول)

20 جون 1933ء کو اقبال نے کشمیر میں قادیانیوں کی ریشہ دوانیوں کی بنا پر کشمیر کمیٹی کی صدارت سے استعفیٰ دے دیا۔

2 اکتوبر 1933ء اقبال نے قادیانی اہل قلم جن میں ڈاکٹر مرزا یعقوب بیگ پیش پیش

تھے، کی سازشوں کے خلاف بیان دیا اور کشمیر کمیٹی کے عہدہ صدارت کی پیش کش کو فریب قرار دیا اور کہا کہ میری سمجھ میں نہیں آتا کہ ان حالات کے پیش نظر ایک مسلمان کسی ایسی تحریک میں شامل ہو سکتا ہے جس کا اصل مقصد غیر فرقہ واری کی ہلکی سی آڑ میں کسی مخصوص جماعت کا پراپیگنڈہ کرنا ہے۔ (حرف اقبال، صفحہ 204)

1934ء نو فروری 1934ء کو نعیم الحق وکیل پٹنہ کو لکھتے ہیں۔

جس مقدمے کی پیروی کے لئے میں نے آپ سے درخواست کی تھی، اس کی پیروی چوہدری ظفر اللہ کریں گے۔ چوہدری ظفر اللہ خان کیونکر اور کس کی دعوت پر وہاں جا رہے ہیں، مجھے معلوم نہیں۔ شاید کشمیر کانفرنس کے بعض لوگ ابھی تک قادیانیوں سے خفیہ تعلقات رکھتے ہیں۔ (اقبال نامہ صفحہ 435)

1935ء اقبال نے ضرب کلیم میں اپنی نظم جہاد میں قادیانیوں پر تنقید کی۔

فتویٰ ہے شیخ کا یہ زمانہ قلم کا ہے
دنیا میں اب رہی نہیں تلوار کارگر
ہم پوچھتے ہیں شیخ کلیسا نواز سے
مشرق میں جنگ شر ہے تو مغرب میں بھی ہے شر
حق سے اگر غرض ہے تو زیبا ہے کیا یہ بات
اسلام کا محاسبہ یورپ سے درگزر

دوسری نظم نبوت میں لکھتے ہیں۔

وہ نبوت ہے مسلماں کے لئے برگ حشیش
جس نبوت میں نہیں قوت و شوکت کا پیام

ایک نظم امامت میں لکھتے ہیں۔

فتنہ ملت بیضا ہے امامت اس کی
جو مسلمان کو سلاطین کا پرستار کرے

انگریز کی قادیانیوں کی چاکری پر لکھتے ہیں۔

ہو اگر قوت فرعون کی در پردہ مرید
قوم کے حق میں ہے لعنت وہ کلیم الہی
محکوم کے الہام سے اللہ بچائے
غارت گر اقوام ہے وہ صورت چنگیز

1936: 7 اگست 1936ء کو ایک خط میں لکھتے ہیں۔

"الحمد للہ کہ اب قادیانی فتنہ پنجاب میں رفتہ رفتہ کم ہو رہا ہے۔"

پس چہ باید کرد 1936ء میں شائع ہوئی۔ اقبال لکھتے ہیں۔

عصر من پیغمبرے ہم آفرید
آنکہ در قرآں بغیر از خود ندید
شیخ او مرد فرنگی را مرید
گرچہ گوید از مقام بایزید
گفت دیں را رونق از محکومی است
زندگانی از خودی محرومی است
دولت اغیار را رحمت شمرد
رقص ہا گرد کلیسا کرد و مرد

1937: قادیانی مذہب از پروفیسر الیاس برنی، موصول ہونے پر اقبال نے لکھا۔

"قادیانی تحریک یا یوں کہئے کہ بانی تحریک کا دعویٰ مسئلہ بروز پر مبنی ہے۔ مسئلہ بروز کی تحقیق تاریخی لحاظ سے از بس ضروری ہے۔ جہاں تک مجھے معلوم ہے، یہ مسئلہ عجمی مسلمانوں کی ایجاد ہے اور اصل اس کی آرین ہے۔ نبوت کا سامی تخیل اس سے بہت ارفع و اعلیٰ ہے۔ میری ناقص رائے میں اس مسئلہ کی تاریخی تحقیق قادیانیت کا خاتمہ کر دے گی۔"

ہماری اس تحریر سے واضح ہو گیا ہو گا کہ اقبال نے کسی اضطراری کیفیت میں قادیانیوں کے خلاف مہم جوئی نہیں کی تھی بلکہ ایک پورے تسلسل کے ساتھ 1902ء سے اپنی وفات تک قادیانیت کے خلاف جہاد کیا۔ علمائے عظام نے دینی اور مذہبی محاذ پر اور اقبال نے عمرانی، تہذیبی، اور سیاسی محاذ پر اس کفرستان پر پیہم حملے کئے اور 1935ء میں تحریک پاکستان جو مسلمانوں کی برصغیر میں آزادی کی آخری کوشش تھی، کو سبوتاژ کرنے کی قادیانی کوششوں کی وجہ سے کھل کر انہیں اقلیت قرار دینے کا مطالبہ کیا تا کہ وہ مسلمانوں کی نشستوں پر منتخب ہو کر مسلمانوں کو ہندو اور انگریز کا غلام نہ بنا دیں۔ برصغیر میں قادیانی ریاست کی تشکیل کے لئے قادیانیوں نے کبھی پنجاب، کبھی کشمیر اور کبھی بلوچستان کو اپنی سرگرمیوں کا مرکز بنایا جنہیں بندگان خدا نے ناکام بنا دیا۔

اقبال کے نزدیک قادیانی ۔۔۔۔ اسلام اور پاکستان کے غدار ہیں۔ یہ بھارت کے ایٹمی دھماکوں پر ایک دوسرے کو مبارک بادیں دیتے ہیں اور پاکستان کے ایٹمی دھماکوں کے خلاف بھارت کی حمایت

کرتے ہیں اور اسے امن کے لئے خطرہ قرار دیتے ہیں۔

گزشتہ دنوں ''قادیانیت کے کرتوت'' کے نام سے روزنامہ امت کراچی میں میرا کالم شائع ہوا۔ جو نقیب ختم نبوت ملتان میں بھی شائع ہوا۔ یہ مضمون اس وقت تک مکمل نہیں ہوگا جب تک اس میں میں اپنا کالم شامل نہ کردوں۔ تو وہ نذر قارئین ہے۔

امت مسلمہ سے جذبہ جہاد کو ختم کرنے اور مسلمانوں کی وحدت کو پارہ پارہ کرنے کے لئے انگریز استعماریت نے برصغیر بالخصوص پنجاب میں قادیانیت کا شرمناک پودا کاشت کیا جو مسلمانوں کے لئے برگ حشیش سے بھی زیادہ زہرناک اور افسوس ناک ثابت ہوا ہے۔ یہ مسلمانوں کے سینے کا ناسور ہے جو گزشتہ ایک صدی سے فتنہ در فتنہ پھیل رہا ہے۔ انگریز کی غلامی کو مرغوب بنانے کی رومانیت اس کا بنیادی وظیفہ رہا ہے۔ ختم نبوت کے چور جسے اقبال نے شرک فی النبوت قرار دیا، ایک ایسے بدبخت، بذبان گو، جنس پرست اور غلیظ انسان کو نبی، مجدد اور مسیح موعود کے طور پر پیش کرتے رہے جو اپنی اخلاقی باختگی کے سبب انسان کہلانے کا بھی مستحق نہیں تھا۔ انگریز کی ٹوہ چاٹنے والا یہ شخص اور اس کی کافر امت شروع سے ہی مسلمانوں کو کافر قرار دیتی اور ان کے خلاف سازشیں بنتی نظر آتی ہے۔ اسی لئے اقبال نے اسے غیر مسلم اقلیت قرار دینے کا اعلان کیا تاکہ عام مسلمان ان سے دھوکہ نہ کھائیں اور یہ مسلمانوں کے اندر نقب نہ لگا سکیں۔

مرزا بشیر الدین محمود جو قادیانیوں کا دوسرا خلیفہ تھا، ایک بہت بڑا سازشی ذہن تھا۔ اس نے کشمیر کمیٹی کی آڑ میں اور کشمیری مسلمانوں کی آزادی کے پردے میں کشمیر میں قادیانی مبلغ بھیجے اور انگریز کی ملی بھگت سے کشمیر کو قادیانی ریاست میں تبدیل کرنے کا کھیل کھیلتا رہا۔ وہ کشمیر کمیٹی کی کاروائیوں کا مخبر تھا اور کشمیر کی آزادی کے لئے ہونے والی کوششوں سے انگریزوں کو آگاہ رکھتا۔ علامہ اقبال اور کچھ دوسرے لوگوں نے اسی لئے اس کشمیر کمیٹی سے علیحدگی اختیار کرلی اور اس بدبخت کو اس کی صدارت سے مستعفی ہونا پڑا۔ قادیانیوں کی فرمانبرداری کے صلے میں چودھری ظفر اللہ کے ذریعے پنجاب میں قادیانیت کو منظم کیا۔ ظفر اللہ نے اور دوسرے بااثر قادیانیوں نے مسلمان نوجوانوں کو نوکریوں، عورتوں اور دولت کے لالچ دے کر قادیانیت کی طرف راغب کیا۔ خود شیخ اعجاز احمد جو علامہ اقبال کے سگے بھتیجے تھے، ظفر اللہ کی طرف سے سب ججی کے لالچ میں آکر قادیانی ہوگئے۔ خاندان اقبال میں یہ واحد روسیاہ تھا جس نے اپنے مقدر میں قادیانیت کی ذلت لکھی۔ جبکہ اس کے باپ، بیٹوں اور بیٹیوں نے قادیانیت کو دھتکار دیا۔

قادیانیت نے سر فضل حسین اور چودھری ظفر اللہ کے توسط سے یونینسٹ پارٹی اور مسلم لیگ میں گھس کر 1935ء کے دستور کے تحت ہونے والے انتخابات میں مسلم نشستوں پر قادیانی امیدوار

کھڑے کرنے کا منصوبہ بنایا تا کہ یہ قادیانی مسلم نشستوں پر منتخب ہو کر اور مسلم عوام کے نمائندے بن کر قیام پاکستان کے مطالبے کو سبوتاژ کر سکیں اور انگریز کی غلامی کو رحمت قرار دے کر برصغیر کی تقسیم کو ناکام بنا دیں۔ علامہ اقبال نے 1935ء سے جب شدومد سے قادیانیوں کے کافر اور غیر مسلم اور امت اسلامیہ سے اخراج کا جو مطالبہ کیا، اس کے پیچھے ان کی تحریک پاکستان کو ناکام بنانے کی سازش کو توڑنا تھا۔ چنانچہ قیام پاکستان کے بعد جب انہیں غیر مسلم قرار دیا گیا تو یہ بھی اقبال ہی کے خواب کی تعبیر تھی۔ کیونکہ برصغیر کے تمام علماء متفقہ طور پر انہیں غیر مسلم اور کافر قرار دے چکے تھے۔ خود قادیانی بھی اپنی تحریروں میں مسلمانوں کو کافر کہتے ہیں۔ صرف وہ مسلمانوں میں نقب لگانے کے لئے چولے پہ چولا بدلتے ہیں کتنی ستم ظریفی ہے کہ وہ تو مسلمانوں کو کافر سمجھیں۔ مسلم قائدین اور عوام کے جنازوں میں شرکت نہ کریں۔ (چوہدری ظفر اللہ نے وزیر خارجہ ہوتے ہوئے بھی قائداعظم کی نماز جنازہ میں شرکت نہیں کی تھی) مگر چاہیں کہ انہیں مسلمانوں سے الگ نہ کیا جائے۔ ختم نبوت کی ان کی بھونڈی اور ناکارہ تاویلات جھوٹ اور فریب کاری کا پلندہ ہیں۔ اقبال کے بقول۔

اے کہ بعد از تو نبوت شد بہ ہر مفہوم شرک

نبی پاک ﷺ کے بعد نبوت کا خفی، جلی، بروزی، ظلی، مہدویت، مسیح موعود اور مجددیت کا دعویٰ کفر وزندقہ کے سوا کچھ معنی نہیں رکھتا جبکہ اس کا مدعی قادیانی کذاب جیسا جھوٹا، جنس پرست، انگریز کے تلوے چاٹنے والا، اخلاق باختہ انسان ہو۔ یہ امت مسلمہ میں نفاق کا فتنہ تھا جو ذلیل ورسوا ہوا۔

غلام قادیانی کی امت کاذبہ نے بلوچستان میں بھی اپنی مرکزیت قائم کرنے کی کوشش کی مگر کشمیر اور پنجاب کی طرح یہاں بھی وہ ذلیل وخوار ہوئی۔ ان کی پاکستان دشمنی یوں تو ان کے ہر اقدام سے واضح ہے تاہم ان کے چند بیانات ملاحظہ ہوں۔

''میں قبل ازیں بتا چکا ہوں کہ ہم ہندوستان کی تقسیم پر رضامند ہوئے تو خوشی سے نہیں بلکہ مجبوری سے اور ہم کوشش کریں گے کہ کسی نہ کسی طرح پھر متحد ہو جائیں۔''

(الفضل، 16 مئی 1947ء خطبہ مرزا محمود)

''ہم نے یہ بات پہلے بھی کئی بار کہی ہے اور اب بھی کہتے ہیں کہ ہمارے نزدیک پاکستان کا بننا اصولاً غلط ہے۔'' (الفضل، 12۔13 اپریل 1947ء)

''ممکن ہے عارضی طور پر کچھ افتراق (علیحدگی) ہو اور کچھ وقت کے لئے دونوں قومیں (ہندو مسلم) جدا جدا رہیں، مگر یہ حالت عارضی ہوگی اور ہمیں کوشش کرنی چاہئے کہ جلد دور ہو جائے۔ بہرحال ہم چاہتے ہیں اکھنڈ ہندوستان بنے''

(الفضل، 17 مئی 1947ء)

قادیانی خود مسلمانوں کو کافر سمجھتے ہیں۔ مرزا محمود لکھتا ہے۔

''کل مسلمان جو حضرت مسیح موعود کی بیعت میں شامل نہیں ہوئے، خواہ انہوں نے حضرت مسیح موعود کا نام بھی نہیں سنا، وہ کافر اور دائرہ اسلام سے خارج ہیں۔''

(آئینہ صداقت، صفحہ 35، قادیانیوں کی کتاب)

قادیانیت سے بیزاری کے بارے میں علامہ اقبال لکھتے ہیں۔

''ذاتی طور پر میں اس تحریک سے اس وقت بیزار ہوا جب ایک نئی نبوت ''بانی اسلام کی نبوت سے اعلیٰ تر نبوت'' کا دعویٰ کیا گیا اور تمام مسلمانوں کو کافر قرار دیا گیا۔ بعد میں یہ بیزاری بغاوت کی حد تک پہنچ گئی جب میں نے تحریک کے ایک رکن کو اپنے کانوں سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق نازیبا کلمات کہتے سنا''

(اقبال اور احمدیت، صفحہ 59، بی۔اے ڈار)

مندرجہ بالا اقتباسات سے یہ بات واضح ہے کہ یہ گستاخان نبوت کافر اور پاکستان دشمن ہیں اور اکھنڈ بھارت کے منصوبے پر عمل کر رہے ہیں لہٰذا ان کا وجود پاکستان میں ناقابل برداشت ہے اور وہ پاکستان میں بیٹھ کر اور پاکستان سے باہر آئین پاکستان کو اس لئے ختم کرنے کے درپے ہیں کہ اس میں انہیں کافر اور غیر مسلم قرار دیا گیا ہے اور یہ آئین پاکستان میں ان کے لئے کوئی گنجائش نہیں رکھتا۔ مرزا طاہر نے موجودہ عدلیہ، انتظامیہ اور صدر لغاری کے تنازعے میں قادیانیت کے اس مذموم مقصد کو حاصل کرنے کی کوشش کی کہ کس طرح یہ بحران شدید ہو، آئین معطل ہو جائے اور قادیانیوں کو کھل کر کھیلنے کا موقع مل جائے۔ مگر خدا نے انہیں ننگا کر کے ان کے مقاصد ناکام بنا دیئے ہیں۔ مشہور قادیانی سائنس دان عبدالسلام نے بھی پاکستان دشمنی میں ایٹمی پلانٹ کے راز حکومت امریکہ کو پہنچائے جس پر جنرل ضیاء نے کہا کہ

''اس کتیا کے بچے کو کبھی میرے سامنے نہ لانا۔ یہ امریکہ، برطانیہ اور یہودیوں کا گماشتہ ہے۔''

اور اس لئے اسے نوبل انعام دیا گیا۔

یہ واقعہ اس وقت پیش آیا جب شہید اسلام صدر جنرل محمد ضیاء الحق امریکہ تشریف لے گئے اور انہوں نے کہا کہ پاکستان ایٹم بم نہیں بنا رہا۔ ہم تو پرامن مقاصد کے لئے ایٹمی پراجیکٹ پر کام کر رہے ہیں تو امریکیوں نے غصے میں آکر جنرل ضیاء کو ایک کمرے میں جانے کو کہا جہاں کہوٹہ کے ایٹمی پلانٹ کا ماڈل رکھا ہوا تھا۔ جب جنرل ضیاء اس کمرے میں داخل ہو رہے تھے تو دوسرے دروازے سے نکلتے

ہوئے جنرل ضیاء نے ڈاکٹر عبدالسلام کو دیکھ لیا تھا۔

صدر ایوب خان مرحوم کی بڑی خواہش تھی کہ پاکستان ایٹمی طاقت بن جائے۔ چنانچہ انہوں نے وفاقی وزیر قانون شیخ خورشید کے بھائی منیر احمد خان کی سربراہی میں ایٹمی کمیشن تشکیل دیا مگر ڈاکٹر عبدالسلام کے یہ شاگرد تھے اور حلقہ اثر میں تھے۔ چنانچہ ان دونوں کی وجہ سے اس سمت میں کوئی پیش رفت نہ ہوسکی۔ یہ دونوں امریکہ اور برطانیہ کو پاکستان کی ان سرگرمیوں سے باخبر رکھتے رہے۔ 1971ء کے بعد جب ذوالفقار علی بھٹو اقتدار پر آئے تو انہوں نے ایٹمی طاقت بننے کا فیصلہ کیا۔ چنانچہ ڈاکٹر عبدالقدیر کو اس منصوبے پر کام سونپا گیا۔ ان کے خلاف بھی ڈاکٹر عبدالسلام اور ڈاکٹر منیر احمد خان سازشیں کرتے رہے۔ جنہیں جنرل ضیاء الحق نے ناکام بنایا۔ جب تک ڈاکٹر عبدالسلام زندہ رہا، پاکستان ایٹمی طاقت نہ بن سکا۔ اس مردود کے واصل جہنم ہونے کے بعد ڈاکٹر عبدالقدیر کی سربراہی میں پاکستان ایٹمی طاقت بن گیا۔ یوں قادیانیوں کی پاکستان کے خلاف یہ سازش بھی ناکام ہوئی۔ ذوالفقار علی بھٹو کا یہ اعزاز ہے کہ انہوں نے پاکستان میں ایٹمی توانائی کا آغاز کیا اور انہوں نے ہی قادیانیوں کو سیاسی مصلحت کے تحت ہی سہی، اقلیت قرار دے کر اس فتنے کا گھیراتنگ کر دیا۔

ہر قادیانی جہاں بھی بیٹھا ہے، وہ کافر اور غدار ہے۔ پاکستان اور اسلام کا دشمن ہے۔ رسول پاک ﷺ کا گستاخ ہے۔ لہٰذا انہیں تمام اہم اور کلیدی مناصب سے فوراً الگ کر دیا جائے۔ ان پر کڑی نگاہ رکھی جائے تاکہ ان کی سازشوں کو ناکام بنایا جاسکے اور اگر ممکن ہو تو انہیں آہستہ آہستہ پاکستان سے نکال دیا جائے۔ اس لئے کہ ہمارے ایمان اور پاکستان کی سلامتی کا یہ تقاضا ہے۔ پاکستان کے خلاف سازشوں میں عیسائیوں، ہندوؤں اور یہودیوں کے ایجنٹ ہیں۔ ان کو پالنا اور ان سے صرف نظر خودکشی کا راستہ ہے۔ حکومت پاکستان کو فوری طور پر ایسے اقدامات کرنے چاہئیں کہ ان کے گرد گھیرا تنگ سے تنگ ہوتا چلا جائے۔ یہ ہمارے ایمان اور ملک کی سلامتی کا تقاضا ہے۔ ان سے ہر رعایت خود سے دشمنی کے مترادف ہے۔

پروفیسر منور احمد ملک

انسانی حقوق اور قادیانی جماعت

1974ء میں پاکستان کی قومی اسمبلی نے متفقہ طور پر قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دے دیا اس فیصلے سے قبل قادیانی جماعت کے اس وقت کے سربراہ مرزا ناصر احمد کو اپنا مؤقف پیش کرنے کا پورا پورا موقع دیا گیا' کئی دن تک قادیانی جماعت نے تفصیل سے زبانی اور تحریری طور پر اپنا مؤقف پیش کیا اس کے بعد قومی اسمبلی کے ممبران نے فیصلہ کیا۔ 1984ء میں جنرل ضیاء الحق مرحوم نے اس فیصلہ کی روشنی میں اس کے تقاضے پورے کرتے ہوئے نیا آرڈیننس جاری کر دیا جس میں قادیانیوں کو اپنے آپ کو مسلمان ظاہر کرنے' اپنی عبادت کے لیے مسلمانوں کی طرح اذان دینے' اپنی عبادت گاہ کو مسجد کہنے' مرزا غلام احمد قادیانی کے ساتھیوں کو صحابی کہنے' مرزا غلام احمد قادیانی کے جانشینوں کو امیر المومنین کہنے اور مرزا قادیانی کی ازواج کو اُم المومنین کہنے سے روک دیا گیا۔

1974ء سے مسلسل اور 1984ء سے خصوصی طور پر قادیانی جماعت نے باضابطہ طور پر دنیا میں دہائی کا سلسلہ شروع کر رکھا ہے جس میں دنیا کو یہ باور کروانے کی کوشش کی جاتی ہے کہ پاکستان میں قادیانیوں پر ظلم ہو رہا ہے۔ انسانی حقوق کے حوالے سے سخت قسم کی خلاف ورزیاں ہو رہی ہیں' قادیانیوں کا جینا حرام کر دیا گیا ہے اور کسی قسم کا انصاف قادیانیوں کو میسر نہیں اس پروپیگنڈا سے قادیانی جوق در جوق یورپ میں داخل ہو رہے ہیں مگر داخل ہونے کے آداب سے عاری ہیں۔ یعنی جعلی کاغذات کی بناء پر داخل ہونا پھر جعلی کاغذات تیار کر کے اپنے آپ کو مظلوم ظاہر کرنا اور پھر پناہ حاصل کرنا قادیانیوں نے مشغلہ بنا رکھا ہے۔ نوبت یہاں تک پہنچ چکی ہے کہ یورپ کا قادیان پر اعتماد اُٹھ گیا ہے اب انہوں نے دھڑا دھڑ کیس مسترد کرنے شروع کر دیئے ہیں اس سے پاکستان بدنام ہو رہا ہے۔ 98 فیصد قادیانیوں کے کیس جھوٹے اور جعلی کاغذات پر مشتمل ہوتے ہیں۔ قادیانی تو ترستے ہیں کہ ان پر ظلم ہو اور وہ اس کا ثبوت دنیا کو دکھا سکیں مگر ظلم کی عدم دستیابی پر وہ پیسے دے دلا کر جعلی ایف آئی آر درج کروا کر اس کی نقل حاصل کر کے گزارا کرتے ہیں۔ اس لحاظ سے برملا قادیانی مظلوم ہیں کہ ان کی ضرورت پوری کرنے کے لیے مقدور بھر ظلم بھی دستیاب نہیں۔

آیئے دیکھتے ہیں کہ قادیانی جو دنیا میں اپنے مظلوم ہونے کا ڈھنڈورا پیٹتے ہیں' خود کتنے منصف مزاج' نرم دل' صلح جو اور انسانی حقوق کا تحفظ یا خیال کرنے والے ہیں۔ یہ ایک ایسا موضوع ہے جس پر اتنا کچھ لکھا جا سکتا ہے کہ لکھاری لکھتے لکھتے تھک جائے اور قاری پڑھتے پڑھتے "رَج" جائے۔ سمجھ نہیں آتی کہ قادیانیوں کے کس کس ظلم کی تصویر پیش کروں۔ عدل جماعت کے عنوان پر ایک تفصیلی مضمون بعد میں آئے گا اس وقت انسانی حقوق کے حوالے سے چند گزارشات پیش کرنا چاہتا ہوں۔

پاکستانی عدالتیں اور قادیانی جماعت کا نظام:

قادیانیوں کا سب سے بڑا اعتراض اور دنیا میں پاکستان کو ظالم ثابت کرنے کے حوالے سے سب سے بڑی دلیل یہ دی جاتی ہے کہ پاکستان میں قادیانیوں کے ساتھ انصاف نہیں ہوتا' کوئی قادیانی چوری کے جرم میں سزا پائے یا بدعنوانی کی وجہ سے گرفت میں آئے' قادیانی جماعت میں سب لوگ اس سے ہمدردی کرتے ہوئے کہیں گے کہ قادیانی جو ہوئے سزا تو ہونی ہی تھی۔ یہ سزا صرف قادیانی ہونے کی وجہ سے ملی ہے۔

قیام پاکستان سے لے کر آج تک کبھی ایسا نہیں ہوا بلکہ ایک کیس بھی ایسا نہیں ہوگا کہ کسی قادیانی کے خلاف عدالت میں کیس گیا ہو اور جج قادیانی کو بتائے بغیر اس کو صفائی کا موقع دیئے بغیر براہ راست سزا سنا دے اور پھر وہ چیلنج بھی نہ ہو سکے۔ آج تک ایک کیس بھی ایسا نہیں گزرا اس حوالے سے قادیانی ایک مثال بھی پیش نہیں کر سکتے۔

ہوتا یوں ہے کہ کسی نے کسی قادیانی کے خلاف عدالت میں کیس کر دیا' عدالت قادیانی کو بذریعہ نوٹس کیس کے بارے میں مطلع کرے گی اور اسے مقررہ تاریخ پر طلب کرے گی۔ وہ قادیانی عدالت میں پیش ہوگا' اسے کیس (الزامات) کی پوری تفصیل بتائی جائے گی بلکہ کیس کی نقل دی جائے گی۔ اسے وکیل کرنے کا موقع دیا جائے گا' وہ قادیانی وکیل کی مدد سے جواب تیار کرے گا اور مقررہ تاریخ کو جمع کروا دے گا۔

کچھ دنوں' ہفتوں بعد دونوں فریقوں کے وکیل آمنے سامنے اس کیس سے متعلق بحث کریں گے پھر جج دونوں فریقوں کو باری باری گواہ لانے اور دیگر ثبوت مہیا کرنے کا موقع دے گا۔ قادیانی کو پورا اختیار ملے گا کہ وہ نہ صرف اپنی صفائی بیان کرے بلکہ اپنے مخالف اور اس کے گواہوں پر خوب جرح کرے۔

اس طرح یہ کیس چلتے چلتے چھ ماہ' ایک سال یا پانچ سال تک کا عرصہ لے گا۔ خوب بحث و تکرار کے بعد اگر فیصلہ قادیانی کے خلاف ہو جاتا ہے تو اس فیصلے کو درست سمجھا جانا چاہئے کیونکہ قادیانی کو خوب صفائی

کا موقع ملا ہے مگر اس کے باوجود قادیانی کو یہ اختیار دیا جائے گا کہ سیشن کورٹ میں اس فیصلے کے خلاف اپیل کرے اس اپیل پر (چیلنج پر) کیس دوبارہ شروع ہوگا۔ قادیانی کو ایک بار پھر صفائی کا موقع ملے گا، وکلاء دوبارہ بحث کریں گے، چار چھ ماہ تک دوبارہ کیس چلنے اور واقعات کو کھنگالنے کے بعد اگر قادیانی کے خلاف فیصلہ ہو جاتا ہے تو اب فیصلے کو درست سمجھا جانا چاہیے مگر قادیانی کو اختیار دیا گیا ہے کہ وہ ہائی کورٹ میں چیلنج کر دے۔ ہائی کورٹ میں ایک بار پھر کیس چلے گا اور کچھ عرصہ بعد اگر فیصلہ قادیانی کے خلاف ہو جاتا ہے تو اب قادیانی کو فیصلہ تسلیم کر لینا چاہیے مگر اس کے باوجود قادیانی کو مزید چانس یہ ملے گا کہ وہ سپریم کورٹ میں نظر ثانی کی درخواست دے کر ایک بار پھر انصاف کے لیے دستک دے سکے۔

اب اگر لوئر کورٹ سے سپریم کورٹ تک کیس چلنے میں چار یا چھ سال لگ جائیں اور قادیانی کو خوب صفائی کا موقع ملے تو اس فیصلے کو انصاف پر مبنی سمجھا جانا چاہیے اس طرح کی صفائی کا موقع قادیانیوں کو ملتا رہا ہے اور ملتا ہے مگر اس کے باوجود قادیانی یہ شکوہ کرتے ہیں کہ ہم پر ظلم ہو رہا ہے اور انصاف نہیں ملتا۔ پاکستانی عدالتوں کو یہ اعزاز حاصل ہے کہ انہوں نے آج تک ایک فیصلہ بھی ایسا نہیں دیا جس میں قادیانی کو صفائی کا موقع دیئے بغیر فیصلہ سنا دیا گیا ہو۔

قادیانیوں کا انصاف:

اب ذرا قادیانیوں کا انصاف ملاحظہ کیجئے۔ قادیانی جماعت میں عدالت نام کی کوئی چیز نہیں البتہ دھوکہ دہی کہ لیے دار القضاء ایک ادارہ قائم ہے جس کے اختیارات امراء کو پریشان نہیں کرتے۔ قادیانیوں میں یہ عام بات ہے کہ امیر جماعت نے کسی کے خلاف لکھ دیا۔ قادیانی جماعت نے اس پر ایکشن لیتے ہوئے متعلقہ قادیانی کو سزا دے دینی ہے نہ کوئی انکوائری ہوگی اور نہ ہی قادیانی کو جرم بتا کر صفائی کا موقع دیا جائے گا۔ بغیر جرم بتائے، بغیر انکوائری کے اور بغیر صفائی کا موقع دیئے سزا دینا اور پھر وہ سزا کسی طرح بھی چیلنج نہ کرے تو یہ کہاں کا انصاف ہے؟ کیا یہ انسانی حقوق کی پامالی نہیں؟ دوسروں سے انصاف کی بھیک مانگنے والے خود کتنا ظالمانہ نظام رکھتے ہیں؟ ''اوروں کو نصیحت اور خود میاں فضیحت'' (اُردو دانوں سے درخواست ہے کہ قول وفعل میں اتنا ظالمانہ فرق رکھنے والوں کے لئے کوئی مناسب سا محاورہ ایجاد کریں، درج بالا محاورہ بہت نرم ہے) ذرا قادیانی جماعت کے امام اور سربراہ کا انصاف اور عدل کا معیار ملاحظہ کیجئے۔

قادیانی جماعت کے امام کا عدل:

قادیانی جماعت کا سربراہ مرزا طاہر احمد اپنے ایک ایسے عہدے دار کے بارے میں فیصلہ دیتا ہے جس کے بارے میں قادیانی جماعت کے ادارے نظارت امور عامہ، نظارتِ مال، نظارتِ اصلاح و ارشاد اور نظارتِ علیا کی طرف سے این او سی (NOC) جاری ہونے کے بعد خود اسے مقرر کیا ہے۔ (واضح رہے کہ قادیانی جماعت کے درج بالا ادارے حکومت کی منسٹری کے برابر کے ہیں) پورے ضلع میں کل تین عہدے داروں کی تقرری درج بالا اداروں کی سفارش اور کلیرنس کے بعد کی تھی، ان میں سے ایک عہدے دار کے بارے میں فیصلہ سنا رہے ہیں، کہتے ہیں کہ:

''جہاں تک میری معلومات ہیں، آپ خرابی پیدا کرنے والے گروہ کے سربراہ ہیں۔ خواہ آپ مانیں یا نہ مانیں مگر بتاتے سبھی یہی ہیں''۔

(نوٹ) مرزا طاہر احمد کے دستخطوں سے جاری ہونے والا اصل خط میرے پاس موجود ہے۔

قادیانی جماعت میں گھسا پٹا جو نظام چل رہا ہے (نظام جماعت پر الگ مضمون پیش کیا جائے گا) اس کے مطابق جس قادیانی کے بارے میں کوئی فیصلہ کرنا ہو، اس کے خلاف لوکل جماعت کی مجلس عاملہ قرارداد پاس کرے گی یا سزا کی سفارش کرے گی پھر لوکل امیر جماعت اس سفارش کو امیر ضلع پھر ناظر امور عامہ اور ناظر اعلیٰ تک پہنچائے گا پھر ناظر اعلیٰ امام جماعت سے سزا کی سفارش کرے گا مگر درج بالا کیس میں مرزا طاہر احمد تمام حدود و قیود عبور کرتے ہوئے جو کہہ رہے ہیں نہ اس بارے میں کوئی انکوائری ہوتی ہے نہ ہی الزام علیہ کو جرم یا الزام کا پتہ ہے نہ ہی خرابی کی تفصیل بتائی ہے اور نہ ہی اس کی کسی درخواست یا کیس کے جواب میں بلکہ ''سوال گندم اور جواب چنا'' کے مصداق ایک علیحدہ مضمون کے خط کے جواب میں یہ فیصلہ فرما رہے ہیں۔

غور فرمائیے کہ کہتا ہے کہ جہاں تک میری معلومات ہیں اب ان کی معلومات کے ذرائع یا تو نظارتیں ہیں یا پھر امیر ضلع۔ مقامی صدر جماعت اور مجلس عاملہ ہے جبکہ درج بالا کیس میں ان میں سے کسی نے کچھ کہا نہ لکھا، ان کے علاوہ کسی ذریعہ کی قانونی یا اخلاقی حیثیت نہیں ہے۔

غور فرمائیے کہتا ہے کہ خواہ آپ مانیں یا نہ مانیں گویا فیصلہ سنا دیا اب یہ فیصلہ چیلنج بھی نہیں ہوسکتا نہ صفائی کا موقع نہ چیلنج کے قابل اور نہ جرم بتایا گیا ہے کہ کس جرم میں سزا دی جا رہی ہے پھر کہتے ہیں ''مگر بتاتے سبھی یہی ہیں'' (کنوں کچا)

گویا سنی سنائی بات پر ایسا فیصلہ دیا جا رہا ہے جو نہ صرف چیلنج نہیں ہو سکتا بلکہ بغیر انکوائری کے بغیر جرم بتائے اور بغیر صفائی کا موقع دیئے سنی سنائی بات پر فیصلہ؟؟؟

یہ ہے قادیانی جماعت یا قادیانی جماعت کے امام کے عدل کی ہلکی سی جھلک۔ یہ جماعت کیسے دوسروں کو انسانی حقوق کا درس دے سکتی ہے۔ کیا یہاں انسانی حقوق پامال نہیں ہوئے کہ الزام علیہ کو پتہ ہی نہیں کہ اس نے کیا جرم کیا ہے نہ اس سے کوئی جواب طلب کیا گیا ہے نہ کوئی انکوائری ہوئی نہ مجلس عاملہ نے مداخلت کی نہ امیر جماعت نے نہ نظارتیں اثر انداز ہوئیں۔ یہ کیسا انصاف ہے؟ اور وہ بھی امام جماعت کی طرف سے جسے قادیانی ''خلیفہ وقت'' کہتے ہیں بلکہ ''خدا کا خلیفہ'' کہتے ہیں (اگر کسی قادیانی کو شک ہو تو اس مذکورہ خط کی فوٹو کاپی حاصل کر سکتا ہے)

قادیانی بتائیں کہ قیام پاکستان سے آج تک کسی جج یا عدالت میں کبھی قادیانیوں کے خلاف ایسا فیصلہ دیا ہے؟ یقیناً نہیں تو پھر اپنے گھر کو سنبھالو دوسروں کو عدل اور انسانی حقوق کا سبق نہ دو، انسانی حقوق کے حوالے سے شور اور واویلا بند کرو۔

عقیدہ۔ نبی اس بشر کو کہتے ہیں جسے اللہ تعالیٰ نے ہدایت کے لئے وحی بھیجی ہو۔ اور رسول بشر ہی کے ساتھ خاص نہیں بلکہ ملائکہ میں بھی رسول ہیں۔

عقیدہ۔ اللہ عزوجل پر نبی کا بھیجنا واجب نہیں۔ اس نے اپنے فضل و کرم سے لوگوں کی ہدایت کے لئے انبیاء بھیجے۔

عقیدہ۔ نبی ہونے کے لئے اس پر وحی ہونا ضروری ہے خواہ فرشتہ کی معرفت ہو یا بلا واسطہ۔

عقیدہ۔ بہت سے نبیوں پر اللہ تعالیٰ نے صحیفے اور آسمانی کتابیں اتاریں، ان میں سے چار کتابیں بہت مشہور ہیں۔ توراۃ حضرت موسیٰ علیہ السلام پر، زبور حضرت داؤد علیہ السلام پر، انجیل حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر، قرآن عظیم کہ سب سے افضل کتاب ہے سب سے افضل رسول حضور پرنور احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر۔ کلام الٰہی میں بعض کا بعض سے افضل ہونا۔ اس کے یہ معنی ہیں کہ ہمارے لئے اس میں ثواب زائد ہے ورنہ اللہ ایک، اس کا کلام ایک، اس میں افضل و مفضول کی گنجائش نہیں۔ (بہار شریعت)

حاجی محمد امجد کمبوہ

اٹھو مسلمانو! قادیانی قرآن بدل رہے ہیں

برادرانِ اسلام! قرآنِ مجید فرقانِ حمید جو کائنات کے تمام جن وانس کے لئے دستورِ حیات و منبع ہدایت ہے جو حق کے متلاشیوں کے لئے شمع فروزاں ہے۔ جس کی تابانیوں اور ضیاپاشیوں میں ہم زندگی کے تمام مسائل کا حل ڈھونڈ سکتے ہیں جو دین و دنیا میں مسلمانوں کا امام ہے۔ جس کی صداقت بیان کرتے ہوئے رب ذوالجلال نے قرآن حکیم کے آغاز ہی میں اعلان کر دیا کہ

ذالك الكتاب لا ريب فيه

''یہ وہ کتاب ہے جس میں کوئی شک نہیں''

خدا کی عظیم ترین اور آخری کتاب جو اس کے عظیم ترین اور آخری نبی ﷺ پر نازل ہوئی۔ اس کے بارے میں معلم کائنات نبی رحمت ﷺ نے اپنی اُمت کو یہ سرٹیفکیٹ دے دیا۔

''میرے بعد دو چیزوں کو تھام کر رکھنا تم کبھی گمراہ نہیں ہوگے۔ 1، اللہ کا قرآن، 2، میری سنت۔''

برادران اسلام!

قرآن اور مسلمانوں کا تعلق روح اور جسم کا تعلق ہے۔ اگر قلب میں قرآن کی مشعل روشن ہو تو جسم میں زندگی کا نور موجود ہے اور اگر نعوذ باللہ دل میں قرآن کی شمع کا نور نہیں ہے تو پھر جسم میں ہر طرف موت کا اندھیرا ہے۔ المختصر قرآن ہی مسلمان کا سرمایہ ایمان اور دستور حیات ہے۔

لیکن دشمنانِ اسلام اس بات سے بخوبی آشنا ہیں کہ جب تک اُمت مسلمہ کا تعلق اس عظیم کتاب کے ساتھ ہے دنیا جہاں کی ساری شیطانی اور طاغوتی طاقتیں مل کر بھی اسے زیر نہیں کر سکتیں۔ لہٰذا ظہور اسلام سے لے کر آج تک اس ''کتاب مبین'' کے خلاف بڑی سنگین اور بھیانک سازشیں تیار کی گئیں لیکن خاک قادیان سے اٹھنے والے ایک جھوٹے مدعی نبوت مرزا غلام احمد قادیانی جہنم مکانی نے اپنی جھوٹی اور انگریزی نبوت چلانے اور چمکانے کے لئے قرآن مجید میں تحریفات کا ایک ایسا طوفان برپا کیا جسے دیکھ کر اسلام کے ازلی دشمن یہود و نصاریٰ بھی دنگ رہ گئے۔ اس کذاب نے قرآن کی پوری کی پوری آیات کو

حذف کر دیا۔ جہاں چاہا قرآن سے الفاظ نکال لئے اور اپنے من گھڑت الفاظ لگا لئے۔ جہاں جی چاہا قرآن کے معانی کو اپنی مرضی کے مطابق بدل دیا۔ جہاں طلب محسوس کی قرآنی آیات کی شان نزول کو بدل کر اسے اپنے تئیں منسوب کر لیا۔

مرتد عصر اور زندیق زماں مرزا قادیانی ہیضہ کے مرض میں گرفتار ہوا اور 26 مئی 1908ء کو برانڈرتھ روڈ لاہور کی ایک بلڈنگ کے ٹٹی خانہ میں اوندھے منہ گرا اور ختم نبوت کا یہ ڈاکو سوئے جہنم روانہ ہوا اور نبوت کے جھوٹے دعویداروں اسود عنسی و مسیلمہ کذاب وغیرہم کے ساتھ جہنم کا ایندھن بنا۔

مرزا قادیانی تو لعنتوں کا طوق پہن کر اور ذلت و رسوائی کی گٹھڑی اٹھا کر اس دار فانی سے چلا گیا لیکن اپنے پیچھے مرتدوں اور زندیقوں کی ایک جماعت چھوڑ گیا آج بھی مرزا قادیانی کی اولاد اور اس کے چیلے اپنے گرو گھنٹال کے کفریہ طریقہ کار پر چلتے ہوئے قرآن میں تحریفات کے قبیح دھندے میں مصروف ہیں۔

آج کل جنوبی افریقہ ان کی گھناؤنی سازش کا مرکز بنا ہوا ہے۔ قادیانیوں نے ہزاروں کی تعداد میں تحریف شدہ قرآن تقسیم کر دیئے ہیں جن میں قرآنی آیات میں رد و بدل کر کے اپنی مرضی کے مطابق پیش کیا ہے اور مرزا قادیانی کو خدا کا نبی اور رسول ثابت کیا ہے۔ افریقہ کے مسلمان اس صورتحال سے سخت پریشان ہیں۔ خاص کر نو مسلموں کی اصلی قرآن اور تحریف شدہ قرآن میں تمیز کرنا مشکل ہو رہا ہے۔ ان سنگین حالات سے نمٹنے کے لئے افریقہ کے مسلمانوں نے عالم اسلام کے تمام مسلمان بھائیوں کو مدد کے لئے پکارا۔ تحفظ ختم نبوت کی تنظیموں نے فوری طور پر ان کی مدد کا سامان کیا۔ رسائل میں اشتہارات دیئے، مخیر حضرات سے اپیلیں کیں۔ جس کے نتیجہ میں جناب خاتم النبیین ﷺ کے پروانوں نے ہزاروں کی تعداد میں قرآن پاک خرید کر افریقہ روانہ کئے ہیں تا کہ تحریف قرآن کے اس سیلاب کو روکا جا سکے۔

دیکھئے قرآن پاک کی وہ آیات جو آنحضرت ﷺ سے متعلق ہیں۔ ان آیات بینات پر مرزا قادیانی کس طرح غاصبانہ قبضہ کرتا ہے چند نمونے پیش کئے جاتے ہیں۔

1:۔ ''میرے پر وحی ہوئی۔''قل یا ایھا الناس انی رسول اللہ الیکم جمیعا''

(تذکرہ صفحہ 352، مصنفہ مرزا قادیانی)

2:۔ ''الہام ہوا۔ تو، سراجا منیرا' یعنی چمکتا ہوا چراغ ہے۔''

(تذکرہ صفحہ 52، مصنفہ مرزا قادیانی)

3:۔ الہام ہوا۔''یا ایھا المدثر'' (تذکرہ صفحہ 51، مصنفہ مرزا قادیانی)

4:۔ الہام ہوا۔ ''وما ارسلنك الا رحمة للعالمين''

(تذکرہ صفحہ 51، مصنفہ مرزا قادیانی)

5:۔ الہام ہوا۔ ''انا اعطينك الكوثر''

اے مرزا ہم نے آپ کو کوثر دیا۔ (تذکرہ صفحہ 94، مصنفہ مرزا قادیانی)

تمام مسلمان جانتے ہیں کہ مندرجہ بالا تمام آیات میں رسول رحمت ﷺ سے خطاب ہے لیکن مسیلمہ پنجاب مرزا قادیانی ان تمام آیات کو اپنے تئیں منسوب کرتا ہے۔ (لعنت برتو وبر کارتو)

اب ذرا دل پر ہاتھ رکھ کر اور جگر کو تھام کر مرزا قادیانی کی قرآن میں تحریفات دیکھئے اور قرآن کے اس ڈاکو پر بے شمار لعنتیں بھیجئے۔

تحریف قرآنِ حکیم لفظی:

1:۔ اصل آیت قرآن:

وَمَا اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رَّسُوْلٍ وَّلَا نَبِيٍّ اِلَّآ اِذَا تَمَنّٰى اَلْقَى الشَّيْطٰنُ فِيْ اُمْنِيَّتِهٖ (سورہ حج پارہ 17، ع 7، آیت 52)

تحریف شدہ آیت۔

وَمَا اَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُوْلٍ وَّلَا نَبِيٍّ اِلَّآ اِذَا تَمَنّٰى اَلْقَى الشَّيْطٰنُ فِيْ اُمْنِيَّتِهٖ

(ازالہ اوہام صفحہ 629 دافع الوساوس مقدمہ حقیقت اسلام صفحہ 330۔ روحانی خزائن صفحہ 439)

مرزا قادیانی نے قرآن شریف کی آیت سے مــن قبــلك خارج کر دیا ہے کیونکہ اگر من قبلک یہاں رہتا تو مرزا کی نبوت کا ٹھکانہ نہ رہتا۔

2: اصل آیت قرآن شریف۔

وَجَاهِدُوْا بِاَمْوَالِكُمْ وَاَنْفُسِكُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ..........

(سورۃ توبہ رکوع نمبر 6، پارہ 10، آیت 41)

مرزا قادیانی کی تحریف کردہ آیت۔

اَنْ يُّجَاهِدُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ...... (سورہ توبہ رکوع 6)

(اہل اسلام اور عیسائیوں میں مباحثہ) صفحہ 194، (جنگ مقدس 5 جون 1893ء)

مرزا قادیانی نے اَنْ يُّجَاهِدُوْا بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ اپنی طرف سے داخل کیا اور وَجَاهِدُوْا بِاَمْوَالِكُمْ وَاَنْفُسِكُمْ کو خارج کر کے فی سبیل اللہ کو آخر سے اٹھا کر درمیان میں رکھ دیا۔

یہاں مسلمانوں سے خطاب اور جہاد کا حکم تھا۔ مرزا قادیانی نے مخاطب سے صیغے حذف کر کے جہاد کے حکم کو ختم کرنے کی کوشش کی۔ مرزا قادیانی کے نزدیک جہاد حرام ہے۔ ملاحظہ ہو۔

''چھوڑ دو اے دستو! جہاد کا خیال'' (درثمین، مرزا قادیانی کا شعری مجموعہ)

3: آیت قرآن حکیم۔

كُلُّ مَنْ عَلَيْهَا فَانٍ O وَّيَبْقٰى وَجْهُ رَبِّكَ ذُو الْجَلَالِ وَالْاِكْرَامِ (الرحمٰن، پارہ 27)

مرزا قادیانی کی تحریف کردہ آیت۔

كُلُّ شَيْءٍ فَانٍ وَّيَبْقٰى وَجْهُ رَبِّكَ ذُو الْجَلَالِ وَالْاِكْرَام (ازالہ اوہام صفحہ 136)

مَنْ عَلَيْهَا غائب، شَيْءٍ زائد اور دو آیتوں کو ایک آیت تحریر کیا۔

4: اصل آیت قرآن مجید

وَلَقَدْ اٰتَيْنٰكَ سَبْعًا مِّنَ الْمَثَانِيْ وَالْقُرْاٰنَ الْعَظِيْمَ (الحجر، پارہ 14، آیت 87)

تحریف شدہ آیت۔

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا۔ ''اِنَّا اٰتَيْنَاكَ سَبْعًا مِّنَ الْمَثَانِيْ وَلْقُرْاٰنِ الْعَظِيْمِ''

(براہین احمدیہ صفحہ 558)

وَلَقَدْ غائب اِنَّا زائد قرآن میں ن پر زبر ہے اور کتاب میں زیر ہے۔ العظیم کے م پر زبر اور مرزا کی کتاب میں زیر ہے۔

عجیب بات ہے کہ اشاریہ براہین احمدیہ صفحہ 37 میں اس آیت کو صحیح لکھا گیا ہے۔

5: اصل آیت قرآن شریف

اَلَمْ يَعْلَمُوْا اَنَّهٗ مَنْ يُّحَادِدِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَاِنَّ لَهٗ نَارَ جَهَنَّمَ خَالِدًا فِيْهَا ذٰلِكَ الْخِزْيُ الْعَظِيْمُ (الجزء نمبر 10، سورہ توبہ)

قادیانی تحریف۔

قَوْلِهٖ تَعَالٰى - اَلَمْ يَعْلَمُوْا اَنَّهٗ مَنْ يُّحَادِدِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ خَالِدًا فِيْهَا ذٰلِكَ الْخِزْيُ الْعَظِيْمُ (حقیقۃ الوحی صفحہ 130)

مرزا قادیانی نے یہ خلہ اپنی طرف سے داخل کیا اور فَاِنَّ لَهٗ نَارَ جَهَنَّمَ کو خارج کر دیا۔

6: اصل آیت قرآن شریف

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنْ تَتَّقُوا اللّٰهَ يَجْعَلْ لَّكُمْ فُرْقَانًا وَّيُكَفِّرْ عَنْكُمْ سَيِّاٰتِكُمْ وَيَغْفِرْ لَكُمْ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ (انفال، رکوع 7)

مرزا قادیانی کی تحریف کردہ آیت۔

يَآ اَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اِنْ تَتَّقُوْا اللّٰهَ يَجْعَلْ لَّكُمْ فُرْقَانًا وَّيُكَفِّرْ عَنْكُمْ سَيِّاٰتِكُمْ وَيَجْعَلْ لَّكُمْ نُوْرًا تَمْشُوْنَ بِهٖ (دافع الوساوس 177، آئینہ کمالات)

وَيَجْعَلْ لَّكُمْ نُوْرًا تَمْشُوْنَ بِهٖ مرزا قادیانی نے داخل کیا۔ وَ يَغْفِرْ لَكُمْ وَ اللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْم خارج کیا۔

7: اصل آیت قرآن شریف۔

وَمَا اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا نُوْحِيْٓ اِلَيْهِ اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنَا فَاعْبُدُوْنِ

مرزا قادیانی کی تحریف کردہ آیت۔

وَمَا اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رَّسُوْلٍ وَّلَا نَبِيٍّ وَّلَا مُحَدَّثٍ اِلَّا اِذَا تَمَنّٰٓى اَلْقَى الشَّيْطٰنُ فِيْٓ اُمْنِيَّتِهٖ فَيَنْسَخُ اللّٰهُ مَا يُلْقِى الشَّيْطٰنُ ثُمَّ يُحْكِمُ اللّٰهُ اٰيٰتِهٖ

(براہین احمدیہ 348، اشاریہ براہین احمدیہ 38)

وَمَا اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رَّسُوْلٍ وَالنِّسَآء

(21، 25، 528 ح ح حصہ چہارم)

ناظرین دیکھئے اصل آیت من رسول تک تحریر کی گئی آگے اپنی طرف سے ساری عبارت لگائی اور محدث کا لفظ جو سارے قرآن مجید میں نہیں ہے داخل کر دیا۔ یہ سارا ڈھونگ مرزا قادیانی نے اپنے آپ کو محدث و ملہم من اللہ ثابت کرنے کے لئے رچایا۔

کلمہ طیبہ اور درود شریف میں تحریف:

مسلمانوں کا کلمہ:

لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ

اللہ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں، حضرت محمد اللہ کے رسول ہیں

قادیانی امت کا کلمہ:

لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ اَحْمَدُ رَّسُوْلُ اللّٰهِ

اللہ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں، احمد (مرزا غلام احمد) اللہ کے رسول ہیں

نوٹ: محمد حذف کر کے احمد لگا دیا ہے۔ مرزا ناصر احمد کے دورہ افریقہ پر تصویری کتاب (Africa Speaks) پر "احمدیہ سنٹرل ماسک" نائیجیریا کا فوٹو موجود ہے وہاں پر یہ کلمہ لکھا ہوا ہے۔

مسلمانوں کا درود شریف:

اللهم صلی علی محمد وعلی ال محمد کما صلیت علی ابراهیم وعلی ال ابراهیم انك حمید مجید۔ اللهم بارك علی محمد وعلی ال محمد کما بارکت علی ابراهیم وعلی ال ابراهیم انك حمید مجید

قادیانی امت کا درود:

اللهم صلی علی محمد واحمد وعلی ال محمد و احمد کما صلیت علی ابراهیم وعلی ال ابراهیم انك حمید مجید۔ اللهم بارك علی محمد و احمد وعلی ال محمد واحمد کما بارکت علی ابراهیم وعلی ال ابراهیم انك حمید مجید

ضیاء الاسلام پریس قادیان کے مطبوعہ رسالہ درود شریف صفحہ 44 پر یہ درود شریف لکھا ہوا ہے۔

قادیانیوں کے قرآن کے بارے میں کفریہ عقائد:

قصے کہانیوں کی کتاب:

"قرآن پہلوں کی قصے کہانیاں ہیں" (نعوذ باللہ) (آئینہ کمالات مطبع لاہور صفحہ 294)

صرفی ونحوی غلطیاں:

"قرآن میں صرفی ونحوی غلطیاں ہیں" (معاذ اللہ) (حقیقۃ الوحی صفحہ 304)

قرآن اور میری وحی ایک ہیں:

"قرآن کریم اور میری وحی میں کوئی فرق نہیں" (معاذ اللہ) (نزول مسیح صفحہ 99)

میرے الفاظ خدا کے الفاظ ہیں:

"میرے منہ کے لفظ خدا کے لفظ تھے" (معاذ اللہ) (تذکرہ صفحہ 20)

قرآن اٹھالیا گیا ہے:

قادیانیوں کا عقیدہ ہے کہ قرآن حکیم 1857ء میں اٹھالیا گیا تھا۔ (کلمۃ الفضل)

ہم نے قرآن کو قادیان کے قریب نازل کیا ہے:

"انا انزلنا قریبا من القادیان" یعنی ہم نے قرآن کو قادیان کے قریب نازل کیا۔

(ازالہ اوہام صفحہ 75/32۔ صفحہ 77/34 مرزا قادیانی)

"تین شہروں کا نام قرآن شریف میں اعزاز کے ساتھ لکھا ہوا ہے۔ مکہ، مدینہ، قادیان"

(تذکرہ مرزا غلام احمد)

مرزا قادیانی کا بیٹا مرزا بشیر احمد ایم۔اے لکھتا ہے۔

''ہم کہتے ہیں کہ قرآن مجید کہاں موجود ہے؟ اگر قرآن موجود ہوتا تو کسی کے آنے کی کیا ضرورت تھی۔ مشکل تو یہی ہے کہ قرآن دنیا سے اٹھ گیا ہے۔ اس لئے تو ضرورت پیش آئی کہ محمد رسول اللہ کو بروزی طور پر دوبارہ دنیا میں مبعوث کر کے آپ پر قرآن اتارا جائے۔''

(کلمۃ الفصل صفحہ 103 ریویو آف ریلیجنز)

نوٹ: قادیانیوں کا قرآن مرزا قادیانی جہنم مکانی کے شیطانی الہامات کا مجموعہ ہے۔

اے صاحب قرآن ﷺ کے امتیو! آج قرآن تمہیں اپنی حرمت کی حفاظت کے لئے پکارتا ہے۔ آج قرآن اپنے پڑھنے والوں سے اپنے تقدس کا سوال کرتا ہے، وہی قرآن جس کا تعارف اب کائنات نے یوں کرایا۔

قد جاء کم من اللہ نور و کتب مبین O

بے شک آئے ہیں تمہارے پاس اللہ کی طرف سے ایک نور (یعنی محمد ﷺ) اور روشن کتاب۔

کبھی اس کی شان یوں بیان کی۔

تبرك الذی نزل الفرقان علی عبدہ لیکون للعلمین نذیرا O

بڑی برکت والا ہے وہ کہ جس نے اتارا قرآن اپنے بندہ پر جو سارے جہان کو ڈر سنانے والا ہے۔

اور کبھی اس کی عظمت یوں بیان کی۔

لو انزلنا ھذا القران علی جبل لرایتہ خاشعا متصدعا من خشیۃ اللہ

اگر ہم یہ قرآن کسی پہاڑ پر اتارتے تو ضرور اسے دیکھتا جھکا ہوا پاش پاش ہوتا اللہ کے خوف سے۔

وہی قرآن جسے ملائکہ کے سردار جبریل امین علیہ السلام سنایا کرتے تھے اور انبیاء کے سردار جناب محمد مصطفیٰ ﷺ سنا کرتے تھے۔ وہی قرآن جسے ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اکٹھا کر کے امت پر احسانِ عظیم کیا۔ وہی قرآن جسے سن کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا دل نور ایمان سے جگمگا اٹھا اور وہ اسلام کا شیدائی و فدائی بن گیا۔ وہی قرآن جسے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے بوقت شہادت بھی نہ چھوڑا اور عثمان رضی اللہ عنہ کا خون مقدس قرآن کے مقدس اوراق پر گرا اور قرآن شہادت عثمان رضی اللہ عنہ کا گواہ ہو گیا۔ وہی قرآن جسے پڑھتے پڑھتے اور گریہ زاری کرتے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی راتیں گزر جاتی تھیں۔ لیکن افسوس صد افسوس! آج ہمیں قرآن سے و

عقیدت و محبت نہیں رہی۔ آج ہمارے سامنے قادیانی قرآنی آیات کو اپنے کفر کی قینچی سے کاٹ کاٹ کر پھینک رہے ہیں۔ تحریف قرآن کا طوفان برپا کیا ہوا ہے لیکن محمد عربی ﷺ کی امت اپنے عظیم نبی پر اترنے والی اس عظیم کتاب کے ساتھ بدترین سلوک ہوتے دیکھ کر خاموش ہے اور اس پر طرہ یہ کہ تحریف قرآن کے ذلیل مجرموں کے ساتھ مسلمانوں کے دوستانہ تعلقات قائم ہیں۔ مسلمان ان کے ساتھ اٹھتے بیٹھتے چلتے پھرتے اور کھاتے پیتے ہیں۔ ان سے سلام لیتے ہیں۔ ان کی شادیوں اور دیگر تقریبات میں جاتے ہیں حتیٰ کہ بعض ناعاقبت اندیش ان کے جنازوں میں بھی شریک ہوتے ہیں (جو کہ سب حرام ہے)

مسلمانو! ہماری زندگی کا یہ چمکتا ہوا آفتاب جلد ہی غروب ہو کر موت کی وادیوں میں داخل ہو جائے گا اور بروز محشر جب خدا تعالیٰ اپنے محبوب ﷺ کو منصب شفاعت پر فائز کریں گے اور سرکار دو عالم ﷺ کے دربار میں اگر قرآن نے ہماری شکایت کردی تو پیارے مصطفیٰ ﷺ کے سامنے ہم کیا منہ لے کر جائیں گے؟

اے خاتم النبیین ﷺ کے امتیو! تمہاری غیرت کو مصلحت پسندی کی دیمک کیوں چاٹ رہی ہے؟ تمہاری بے حسی پر آج تاریخ اسلام ماتم کناں ہے۔ تحریف قرآن کے جرم پر تمہاری خاموشی تمہارے اسلاف کی روحوں کو تڑپا رہی ہے۔

اے مسلمان اٹھ! اس ہاتھ کو کاٹ دے جو تحریف قرآن کرے۔ اس زبان کو کاٹ دے جو تحریف شدہ قرآن کی تبلیغ کرتی ہے۔ اس دماغ کو کچل دے جو تحریف قرآن کے منصوبے تیار کرتا ہے۔ اس دل کے ٹکڑے کردے جس میں قرآن کے خلاف بغاوت کے جراثیم ہوں۔ آؤ مسلمانو آج ہم قادیانیوں کے خلاف جہاد کا عہد کرتے ہیں کہ جب تک روئے زمین پر ایک بھی قادیانی موجود ہے ہم چین سے نہیں بیٹھیں گے تاکہ حشر کے روز آقائے نامدار ﷺ کے دربار عالیہ میں سرخرو ہوسکیں۔ آمین۔ ثم آمین۔

مرزا کی قبر پر فی نار جہنم ...... کی تختی:

سراج الدین نے خواب میں دیکھا کہ: میں قادیان میں مرزا کی قبر پر فاتحہ کے لئے بہشتی مقبرہ گیا، تو اس قبر پر تختی نظر آئی جس پر: "فِیْ نَارِ جَهَنَّمَ خٰلِدِیْنَ فِیْهَا اَبَدًا" لکھا دیکھا اور ساتھ ہی مرزا کی قبر پر چغد اور گدھ کی شکل میں جانور نظر آئے، لرزاں ترساں خواب سے بیدار ہوئے، قدرتِ حق نے مدد کی اور مسلمان ہوگئے۔

انٹرویو۔ مولانا سیّد خلیل احمد قادری رحمۃ اللہ علیہ
ترتیب۔ شفقت عثمانی۔ خلیل احمد رانا

جب مجھے سزائے موت سُنائی گئی

تحریک ختم نبوت 1953ء کی

لمحہ بہ لمحہ داستان

تعارف

ابن الحسنات مولانا سیّد خلیل احمد قادری رحمۃ اللہ علیہ، مفسر قرآن حضرت مولانا ابوالحسنات سیّد احمد قادری رحمۃ اللہ علیہ ابن مولانا سیّد دیدار علی الوری محدّث لاہوری علیہ الرحمہ (خلیفہ مجاز امام احمد رضا خاں قادری بریلوی قدس سرہٗ) کے اکلوتے فرزند ارجمند اور اپنے والد محترم کی رحلت کے بعد تادم حیات تاریخی مسجد وزیر خاں (لاہور) کے خطیب رہے، مرکزی دارالعلوم حزب الاحناف لاہور سے دستار فضیلت حاصل کی اور طب وحکمت میں اپنے والد ماجد کے مخصوص نسخوں اور طریق علاج کے امین رہے، آپ نے جوانی کے دور میں دینی تحریکوں میں حصہ لیا، ''تحریک ختم نبوت 1953ء'' میں ایک مجاہد کی حیثیت سے جلوہ گر ہوئے، گرفتار ہوئے، لاہور کے قلعہ کے عقوبت خانہ میں رہے، مارشل لاء نے انہیں سزائے موت کا حکم سنایا مگر ثابت قدم رہے، تحریک ختم نبوت میں ایک طویل عرصہ تک پسِ دیوارِ زنداں رہے، لاہور میں مسجد وزیر خاں کے پاس ''جامعہ حسنات العلوم'' قائم کیا، مسجد کی خطابت کو تادم زیست اپنایا، اپنے والد مکرم کی تفسیر قرآن ''تفسیر الحسنات'' کے آخری حصوں کو مکمل کیا اور انہیں چھپوایا، مولانا امین الحسنات سیّد محمد خلیل احمد قادری اشرفی خطیب جامع مسجد وزیر خاں لاہور وامیر جامعہ حسنات العلوم کا ایک کتابچہ ''عید الضحیٰ مع احکام ومسائل قربانی'' مطبوعہ لاہور، سن طباعت درج نہیں، صفحات 44، راقم الحروف کی نظر سے گزرا ہے، مجاہد تحریک ختم نبوت مولانا سیّد خلیل احمد قادری اشرفی رحمۃ اللہ علیہ نے 27/ ذیقعد 1418ھ/ 27/ مارچ 1998ء بروز جمعہ لاہور میں وفات پائی۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

مجاہد تحریک ختم نبوت امین الحسنات مولانا سیّد خلیل احمد قادری علیہ الرحمہ بیان کرتے ہیں:

1951ء کے اواخر ہی میں مرزائیوں کے اخبار ''الفضل'' (ربوہ) نے محمود بشیر کی نہایت اشتعال انگیز تقریروں کی اشاعت کا سلسلہ شروع کر دیا تھا، سر ظفر اللہ کے وزیر ہونے کے باعث مرزائی اپنے آپ کو بہت زیادہ طاقتور تصور کرنے لگے تھے اور وہ غالباً اس زعم میں بھی مبتلا ہو چکے تھے کہ پاکستان میں ان کے ناپاک عزائم کا مقابلہ کرنے کے لئے کوئی مؤثر قوت موجود نہیں ہے، چنانچہ ''الفضل'' نے سرخیاں جمائیں ''جب تک اپنے دشمنوں کو قدموں پر نہ جھکا لو چین سے نہ بیٹھو''، ہمارے پاس عسکری قوت موجود ہے''، '' 1953ء گزرنے نہ پائے گا کہ ہم اپنے مخالفین کو مجبور کر دیں گے کہ وہ ہمارے قدموں پر آ کر گریں'' وغیرہ وغیرہ۔

ان اشتعال انگیز تحریروں سے مسلمانوں میں ایک ہیجان پیدا ہوا اور ان کے سینوں میں ایک لاوا سا پکنے لگا جو ایک بہت بڑے طوفان کا پیش خیمہ تھا، مختلف شہروں سے علماء کرام اور دیگر حضرات وفود کی صورت میں میرے والد محترم مولانا ابوالحسنات سیّد محمد احمد قادری رحمۃ اللہ علیہ کے پاس آئے اور انہوں نے مرزائیوں کے خلاف تحریک چلانے کا مطالبہ کیا، علماء اہل سنت کے علاوہ دیگر مکاتیب فکر کے اکابر علماء مثلاً سیّد عطاء اللہ شاہ بخاری نے قبلہ والد صاحب کو اس بات پر رضامند کرنے کی کوشش کی کہ وہ مرزائیوں کے خلاف تحریک کی قیادت کریں، یہ سب حضرات اس بات سے بخوبی آگاہ تھے کہ والد محترم قبلہ سیّد صاحب کے تحریک پاکستان میں مجاہدانہ کردار اور دیگر قومی وملی خدمات کے باعث ان کا سواد اعظم میں بہت زیادہ اثر و رسوخ ہے، چنانچہ تمام مکاتیب فکر کے زعماء نے ان سے تحریک ختم نبوت کی قیادت قبول کر لینے پر اصرار کیا، اور پھر برکت علی محمدن ہال میں ایک عظیم الشان کنونشن کا اہتمام کیا گیا جس میں تمام مکاتیب فکر کے اکابر علماء شریک ہوئے، اس موقع پر جلسہ کی صدارت صاحبزادہ غلام محی الدین رحمۃ اللہ علیہ سجادہ نشین آستانہ عالیہ گولڑہ شریف نے فرمائی جو مسئلہ ختم نبوت کی اہمیت کے پیش نظر پہلی بار عوامی اجتماع میں تشریف لائے تھے، تونسہ شریف اور علی پور شریف کے سجادہ نشین حضرات کے علاوہ ملک بھر سے جیّد مشائخ اس کنونشن میں شریک ہوئے، اس کنونشن میں یہ طے پایا تھا کہ تمام مکاتیب فکر کے نمائندوں پر مشتمل ایک مجلس عمل تشکیل دی جائے، چنانچہ اس موقع پر تمام جماعتوں نے ابوالحسنات علامہ سیّد محمد احمد قادری کو صدر منتخب کیا، سیّد داؤد غزنوی کو جنرل سیکرٹری کے فرائض سونپے گئے اور دیگر سرکردہ حضرات میں سیّد عطاء اللہ شاہ بخاری، ماسٹر تاج الدین، شیخ حسام الدین اور صاحبزادہ فیض الحسن (مجلس احرار) شامل تھے، مجلس عمل میں جمعیت علماء پاکستان کے مولانا عبدالحامد بدایونی، مولانا

غلام محمد ترنم اور حافظ خادم حسین، جمعیت اہل حدیث کے مولانا محمد اسماعیل اور مولانا عطاء اللہ حنیف، جماعت اسلامی کے میاں طفیل محمد، امین احسن اصلاحی اور نصر اللہ خاں عزیز، جمعیت علماء اسلام کے مولانا احمد علی لاہوری اور قاضی احسان احمد شجاع آبادی کے علاوہ مجلس تحفظ ختم نبوت کے لال حسین اختر اور محمد علی جالندھری شامل تھے، مرکزی تنظیم کے قیام کے بعد صوبائی اور ضلعی کمیٹیاں بناوی گئیں اور مختلف مقامات پر کنونشوں کے انعقاد کا سلسلہ شروع ہوگیا، ان کنونشوں میں جو تین مطالبات حکومت کے سامنے رکھے گئے ان میں قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دینے، ظفر اللہ سمیت تمام قادیانیوں کو کلیدی آسامیوں سے ہٹانے اور ربوہ کو کھلا شہر قرار دینے پر زور دیا گیا تھا، پنجاب اور ملک کے دوسرے صوبوں میں جلسوں کا سلسلہ شروع ہو چکا تھا۔

1952ء میں مرکزی انجمن حزب الاحناف کا سالانہ اجلاس مسجد وزیر خاں میں شروع ہوا، نماز جمعہ کے بعد پہلی نشست سے حضرت علامہ ابوالحسنات نے خطاب کرنا تھا لیکن چند گھنٹے قبل اس وقت کے وزیر اعلیٰ پنجاب ممتاز دولتانہ نے دفعہ ۱۴۴ کے تحت جلسوں وغیرہ پابندی عائد کروادی، حضرت علامہ ابوالحسنات نے دفعہ ۱۴۴ کی خلاف ورزی کرتے ہوئے تقریر کی اور انہوں نے دولتانہ کو چیلنج کیا کہ وہ ختم نبوت کی حق آواز کو نہیں روک سکتے، انہوں نے نہایت پُر جوش انداز میں فرمایا!

”اگر چہ دولتانہ تحریک پاکستان میں ہمارے ہم سفر رہے ہیں لیکن آج کلمہ حق بلند کرنے کے جرم میں وہ ہمیں بخوشی گرفتار کر سکتے ہیں ہم پاکستان کی بقاء اور استحکام کے لئے تحریک ختم نبوت کو جاری رکھیں گے“۔

دفعہ 144 کی کھلی خلاف ورزی کے باوجود انہیں گرفتار نہ کیا گیا اور سہ روزہ اجلاس بخیر وخوبی اختتام پذیر ہوا، اس کے بعد تحریک چلتی رہی اور اجتماعی جلسوں کا سلسلہ جاری رہا۔

1953ء کے اوائل میں مجلس عمل نے یہ فیصلہ کیا کہ ایک وفد کی صورت میں خواجہ ناظم الدین وزیر اعظم پاکستان سے ملا جائے اور انہیں اپنے مطالبات اور ملکی صورت حال سے آگاہ کیا جائے، چنانچہ علامہ ابوالحسنات کی قیادت میں ایک وفد ترتیب دیا گیا جس میں مولانا عبد الحامد بدایونی، عطاء اللہ شاہ بخاری، سید داؤد غزنوی، صاحبزادہ فیض الحسن، ماسٹر تاج الدین انصاری، شیخ حسام الدین، سید مظفر علی شمسی اور مولانا محسن فقیہ شافعی شامل تھے، یہ وفد کراچی پہنچا اور وزیر اعظم پاکستان خواجہ ناظم الدین سے ملاقات کر کے قوم کے مطالبات ان کے سامنے رکھے گئے، خواجہ صاحب نے مطالبات کو سننے کے بعد کہا:

”میرے لئے ان مطالبات کو مان لینا بہت مشکل ہے کیونکہ اگر میں سر ظفر اللہ کو کیبنٹ سے نکال دوں تو امریکہ ناراض ہو جائے گا اور جو امداد پاکستان کو مل رہی ہے وہ بند ہو

جائے گی"

قائد وفد علامہ ابو الحسنات رحمۃ اللہ علیہ نے جواباً فرمایا:

"ہم تو سمجھے تھے کہ آپ کا ناصر اور رازق اللہ تعالیٰ ہے لیکن آج معلوم ہوا کہ آپ سب کچھ امریکہ کو سمجھتے ہیں...... حکومت کو ہمارے مطالبات بہر حال منظور کرنا ہوں گے ورنہ ہمیں موجودہ تحریک کو ڈائریکٹ ایکشن کی طرف لے جانا پڑے گا، ہاں البتہ ہم آپ کو سوچنے کے لئے وقت دینے کو تیار ہیں، اس وقت تک ہم تحریک کو نرم رکھ سکتے ہیں"

لیکن خواجہ ناظم الدین پر ان باتوں کا کوئی اثر نہ ہوا اور اس نے واضح طور پر مطالبات کو منظور کرنے سے انکار کر دیا، اس کے بعد کراچی ہی میں مجلس عمل کا ایک اجلاس بلایا گیا جس میں متذکرہ وفد کے ارکان کے علاوہ مولانا مودودی اور مولانا احتشام الحق تھانوی بھی شامل تھے، اس اجلاس کی کئی نشستیں ہوئیں اور آخری نشست میں ڈائریکٹ ایکشن کا فیصلہ کیا گیا، 26/فروری 1953ء کی شام کو نشتر پارک کراچی میں جلسۂ عام کا اعلان کیا گیا، مولانا مودودی ڈائریکٹ ایکشن کے فیصلے پر دستخط کرنے کے بعد لاہور واپس آگئے اور 26 فروری کی شام کو پروگرام کے مطابق نشتر پارک میں عظیم الشان جلسہ ہوا جس میں مولانا مودودی اور مولانا احتشام الحق تھانوی کے علاوہ باقی تمام اکابرین نے تقاریر کیں، 26 اور 27 فروری کی درمیانی شب کو جلسہ سے فارغ ہونے کے بعد یہ حضرات جب واپس اپنی قیام گاہ پر پہنچے تو انہیں گرفتار کر لیا گیا، 27 فروری کو جمعہ کے روز اکابرین کی گرفتاریوں کی خبر پورے ملک میں جنگل کی آگ کی طرح پھیل گئی اور لوگ مشتعل ہو کر سڑکوں پر نکل آئے، لاہور میں دلی دروازہ کے باہر ایک بہت بڑا اجتماع ہوا اور مشتعل ہجوم نے مرزائیوں کے اداروں اور ان کے مکانوں کو آگ لگانے کا پروگرام بنایا، نماز جمعہ ادا کرنے کے بعد میں مولانا غلام محمد ترنم اور حافظ خادم حسین کے ہمراہ اجتماع میں پہنچا اور ہم نے لوگوں سے اپیل کی کہ وہ اعلیٰ سطح کی میٹنگ کے فیصلے کا انتظار کریں، 27 اور 28 فروری کی درمیانی شب مولانا غلام محمد ترنم اور حافظ خادم حسین کو بھی گرفتار کر لیا گیا، اگلے روز 28 فروری کو صبح نو بجے کے قریب میں مولانا مودودی سے ملاقات کر کے صورت حال کے متعلق مشورہ کرنے کے لئے ان کی اقامت گاہ پر پہنچا، مولانا عبدالستار خان نیازی بھی اس موقع پر موجود تھے، مولانا مودودی سے ملاقات ہوئی تو انہوں نے تحریک میں حصہ لینے سے صاف انکار کر دیا، انہوں نے فرمایا!

"مولانا احتشام الحق تھانوی کا رات ٹیلی فون آیا تھا ڈائریکٹ ایکشن کی تجویز سے انہیں اور مجھے اتفاق نہیں تھا اس لئے ہم نے فیصلہ کیا ہے کہ ہم تحریک میں حصہ نہ لیں" میں نے عرض کی آپ کے تو دستخط موجود ہیں پھر یہ فیصلہ کیسا؟ مولانا نے جواباً فرمایا! وہ میٹنگ کا

فیصلہ تھا، اب صورت حال مختلف ہے، بہر حال میں تحریک میں حصہ نہیں لے سکتا، مولانا عبدالستار خان نیازی نے اس موقع ان سے کہا لوگ اس وقت بہت مشتعل ہیں اور وہ جذبات میں اِدھر اُدھر بھٹک رہے ہیں کوئی ان کی قیادت کرنے والا نہیں، آپ مجلس عمل کے رکن ہیں، اگر اب آپ آگے نہیں آنا چاہتے تو ہمیں اختیار دیجئے تا کہ ہم تحریک چلا سکیں، مولانا مودودی ہمیں تحریری طور پر اختیارات دینے پر رضامند ہو گئے، مولانا داؤد غزنوی دل کے عارضہ میں مبتلا تھے، انہوں نے بھی ہمیں اختیارات لکھ کر دے دیئے، اس کے بعد میں مولانا احمد علی لاہوری کے پاس گیا، انہوں نے کہا، میرا بستر ابندھا ہوا رکھا ہے ،مولانا ابوالحسنات میرے صدر ہیں، میں نے ان کو تار دے دیا ہے اور ان کا جواب ملنے پر میں ان کے حکم کی تعمیل کروں گا،، اس کے جواب میں میں نے کہا، مولانا ابوالحسنات تو اس وقت جیل میں ہیں، نہ آپ کا تار انہیں پہنچے گا اور نہ ان کا جواب آپ کو ملے گا، لہٰذا اگر ٹالنا مقصود ہے پھر تو الگ بات ہے اور اگر آپ کا ارادہ عملاً حصہ لینے کا ہے تو آپ وعدہ فرمایئے، انہوں نے کہا میں تیار ہوں جو حکم مجھے دیا جائے گا میں اس کی تعمیل کروں گا، اس کے بعد میں مفتی محمد حسن (نیلا گنبد) کے پاس گیا تو انہوں نے اپنی معذوری ظاہر کی اور کہا میں ٹانگوں سے معذور ہوں اس لئے عملاً حصہ نہیں لے سکتا، میں نے اُن سے کہا! جناب آپ معذور ضرور ہیں لیکن قیامت کے دن میرے آقا گنبد خضریٰ کے مکین حوض کوثر پر جلوہ افروز ہوں گے اور آپ سے فرمائیں گے کہ میرے نام پر کھاتے رہے، عزت کرواتے رہے اور مفتی کہلواتے رہے لیکن جب میری ناموس کا مسئلہ آیا تو معذوری ظاہر کر دی، اس وقت آپ کیا جواب دیں گے؟ یہ سن کا مفتی صاحب کا چہرہ متغیر ہو گیا، انہوں نے میرے ہاتھوں کو پکڑ کر چوما اور پھر کہنے لگے، آپ مجھے جب چاہیں گرفتار کروا دیں، اگر آپ ابھی چاہیں تو میں اسی وقت آپ کے ساتھ چلنے کو تیار ہوں، اس گفتگو کے بعد میں وہاں سے دلی دروازہ کی طرف روانہ ہوا۔

یہاں میں نے دیکھا کہ تقریباً ایک لاکھ افراد کا جم غفیر موجود تھا اور لوگ منتظر تھے کہ کوئی انہیں پروگرام بتائے، میں وہاں سے فوراً مولانا غلام دین صاحب خطیب انجن لوکوشیڈ کے پاس پہنچا، اس وقت ظہر کا وقت تھا اور مولانا نماز کے انتظار میں بیٹھے ہوئے تھے، میں نے ان سے کہا! مولانا آپ کو آج ہی اور اسی وقت گرفتاری پیش کرنا ہے، مولانا نے بلا حیل وحجت فرمایا ''نماز پڑھ لوں یا پہلے چلوں'' میں نے عرض کی وہاں لوگ منتظر ہیں، نماز آپ وہیں پڑھیں اور تقریر کے بعد جلوس کی قیادت کرتے ہوئے چیئرنگ

کراس پہنچ کر گرفتاری دیں، مولانا نے گھر پر اطلاع دے دی اور فوراً میرے ساتھ دہلی دروازہ کی طرف روانہ ہو لئے، وہاں پہنچ کر انہوں نے نماز ظہر پڑھائی اور ایک نہایت ایمان افروز تقریر فرمائی، اس کے بعد انہوں نے ایک عظیم الشان جلوس کی قیادت کرتے ہوئے چیئرنگ کراس پہنچ کر گرفتاری دے دی۔

اسی روز شام کو مسجد وزیر خاں میں رضا کاروں کا اجتماع شروع ہو گیا، میں بھی بستر لے کر مسجد وزیر خاں پہنچ گیا اس کے بعد پروگرام کچھ اس طرح ترتیب دیا گیا کہ صبح دس بجے مسجد وزیر خاں میں اجلاس ہوتا اور دس رضا کار جلوس کے ساتھ گرفتاریاں پیش کرتے اور نماز ظہر کے بعد دہلی دروازہ کے باغ سے (جو اس وقت اکبری دروازہ تک پھیلا ہوا تھا) دس رضا کار گرفتاریاں پیش کرتے، روزانہ گرفتاریاں پیش کرنے والوں کی قیادت کوئی ایک عالم دین کرتا تھا، مولانا عبدالستار خان نیازی اور مولانا بہاء الحق قاسمی بھی میرے ساتھ مسجد وزیر خاں میں تھے، 29 فروری کو مولانا احمد علی لاہوری نے دہلی دروازے کے اجلاس میں تقریر کر کے گرفتاری پیش کی۔

ظفر علی خاں کے صاحبزادے اور ''زمیندار'' کے ایڈیٹر اختر علی (جو کہ مجلس عمل کے خازن بھی تھے) نے پہلے تو تحریک کی پُر زور حمایت کی لیکن جب دولتانہ وزارت کی طرف سے ان پر دباؤ ڈالا گیا تو ان کا رویہ بدل گیا، عوام نے ''زمیندار'' کی کاپیاں جلا کر احتجاج کیا، اور پھر 30 فروری کی شام کو مشتعل ہجوم نے ان کا گھیراؤ کر لیا، انہوں نے جان بچانے کے لئے برقعہ پہنا اور گھر کے پچھلے دروازے سے نکل کر مسجد وزیر خاں پہنچ گئے اور اگلے روز انہوں نے بھی تقریر کر کے گرفتاری پیش کر دی۔

مارچ کے پہلے ہفتے میں رضا کاروں کا ایک جلوس دہلی دروازے سے حسب معمول نکلا اور جب یہ جلوس برانڈرتھ روڈ پہنچا تو پولیس نے بلا جواز سخت تشدد کیا جس کے باعث بہت سے رضا کار شدید زخمی ہو گئے، ہم نے مسجد وزیر خاں میں ڈسپنسری کا انتظام پہلے سے ہی کر رکھا تھا، چنانچہ ان کا علاج شروع ہو گیا، اسی دوران شہر میں یہ افواہ گردش کرنے لگی کہ ڈی ایس پی فردوس شاہ نے قرآن پاک کی توہین کی ہے، چنانچہ اگلے روز ظہر کے اجلاس میں ایک صاحب نے مجمع عام میں قرآن پاک کے پھٹے ہوئے اوراق پیش کئے جس سے لوگوں میں اشتعال پیدا ہوا اور ان کو قابو میں رکھنا مشکل ہو گیا۔

چوک وزیر خاں کے قریب پولیس کا ایک سپاہی کشمیری بازار کی طرف سے آ رہا تھا، لوگوں نے اسے گھیر لیا، اس نے جان بچانے کے لئے ایک قریبی مکان میں پناہ لی، جب وہ کھڑکی سے باہر سر نکالتا تو لوگ نعرے لگاتے، یہ خبر ڈی ایس پی فردوس شاہ تک پہنچی تو وہ اس سپاہی کو بچانے کے لئے ایک گارڈ کے ہمراہ چوک وزیر خاں کی طرف چلا، اور پھر اس کا ایک مشتعل جلوس سے آمنا سامنا ہو گیا، کسی شخص نے زور سے کہا کہ یہی وہ شخص ہے جس نے قرآن پاک کی توہین کی ہے، اتنا سننا تھا کہ پورا جلوس اس پر پل

پڑا اور اُس کو وہیں قتل کر دیا گیا، درحقیقت یہ ساری واردات حکومت نے ایک باقاعدہ منصوبے کے تحت کروائی تھی، کیونکہ دولتانہ وزارت چاہتی تھی کہ اسے تشدد کا کوئی بہانہ ہاتھ آئے تا کہ تحریک کو کچلا جاسکے، چنانچہ اس واقع کے بعد وسیع پیمانے پر تشدد کا سلسلہ شروع کر دیا گیا اور رات بھر گولیاں چلنے کی آوازیں آتی رہیں، فردوس شاہ کے قتل کے بعد کرفیو لگا دیا گیا تھا، لیکن ہم نے مسجد وزیر خاں کا اجلاس جاری رکھنے اور بدستور گرفتاریاں پیش کرنے کا فیصلہ کیا، اسی روز مولانا غلام محمد ترنم، مولانا غلام دین، حافظ خادم حسین صاحب اور مولانا احمد علی لاہوری کو ہتھکڑیاں لگا کر لاہور سے ملتان لے جانے کے لئے اسٹیشن پر لایا گیا، جس سے عوام کا اشتعال اور زیادہ بڑھ گیا، رات کو مسجد وزیر خاں میں میری صدارت میں ایک اجلاس ہوا جس میں فردوس شاہ کے قتل اور حکومت کی اشتعال انگیز کاروائیوں کی مذمت کی گئی۔

تحریک کی نظامت اس وقت میرے پاس تھی، حکومت کے کچھ نمائندے میرے پاس آئے اور انہوں نے دورانِ گفتگو بتایا کہ دولتانہ حکومت نے آپ کے مطالبات منظور کر لئے ہیں اس لئے آپ تحریک کو ختم کرنے کا اعلان کر دیں، میں نے جواباً انہیں یہ بتایا کہ تحریک کی باگ ڈور اور اس کے متعلق فیصلہ کرنے کا اختیار ان لوگوں کے پاس ہے جو کراچی اور سکھر جیل میں محصور ہیں لہذا آپ ان سے رابطہ قائم کیجئے، اگر انہوں نے ہمیں تحریک ختم کرنے کا حکم دے دیا تو ہم کوئی پس وپیش نہیں کریں گے، بصورت دیگر ہم پوری قوت کے ساتھ مطالبات منوانے کے لئے جدو جہد جاری رکھیں گے، اس کے بعد حکومت کے نمائندے مایوس ہو کر واپس چلے گئے۔

3 مارچ کو مسجد وزیر خاں میں مسلم لیگ کی کچھ خواتین آئیں، انہیں دراصل ایک سازش کے تحت بھیجا گیا تھا تا کہ کوئی ہنگامہ آرائی ہو اور تشدد کرنے کا بہانہ ہاتھ آسکے، لیکن ہم نے عوام پر کنٹرول کرتے ہوئے ان خواتین کو مسجد سے محفوظ جگہ تک پہنچا دیا اور اس طرح حکومت کی سازش ناکام ہو کر رہ گئی، مسجد وزیر خاں میں ہر روز بعد نماز عشاء بھی جلسہ عام کا اہتمام ہوتا تھا جس میں بڑی ایمان افروز تقاریر ہوتیں، 5 مارچ تک تحریک نے پورے پنجاب میں زور پکڑ لیا تھا سندھ اور سرحد میں بھی ہنگاموں کا سلسلہ جاری تھا، 4 مارچ 1953ء کو سارا دن گولیاں چلنے کی آوازیں آتی رہیں، جس مکان سے ختم نبوت کی آواز بلند ہوتی اس کے مکینوں کو وحشیانہ تشدد کا نشانہ بنایا جاتا، 4 مارچ کی رات کو مسجد وزیر خاں کے اجلاس میں ہم نے ''پہیہ جام ہڑتال'' کا اعلان کر دیا، انتہائی مختصر نوٹس کے باوجود اس اپیل کے نتیجے میں اگلے روز ایسی شاندار ہڑتال ہوئی کہ اس کی مثال نہیں ملتی، حتیٰ کہ اخبارات میں خبر پڑھنے کے بعد گورنمنٹ ہاؤس سیکرٹریٹ کے سرکاری ملازمین نے بھی قلم چھوڑ دیئے، کسی بس یا ٹرک کا تو ذکر ہی کیا تانگہ یا رکشہ تک نظر نہ آتے تھے، غرضیکہ اس ہڑتال نے حکومت کو ہلا کر رکھ دیا۔

5 مارچ کی شام کو پورے ملک میں ایک عجیب سناٹا تھا عورتیں، بچے، بوڑھے سبھی میدان میں نکل آئے تھے، سیالکوٹ، گوجرانوالہ، راولپنڈی اور سندھ کے بہت سے علاقوں میں تھانوں پر شمع ختم نبوت کے پروانوں نے قبضہ کرلیا تھا، دولتانہ کی صوبائی اور خواجہ ناظم الدین کی مرکزی حکومت بالکل بے بس ہوکر رہ گئی تھی، اسی روز پولیس نے دہلی دروازے کے اجلاس پر پابندی عائد کردی اور لوگوں کو اس میں شرکت سے روکا، جب پولیس کو کامیابی نظر نہ آئی تو اس نے گولی چلادی، اس موقع پر محمد عربی ﷺ کے غلاموں نے سینے تان تان کر گولیاں کھائیں اور جام شہادت نوش کیا، مسجد وزیر خاں زخمیوں اور شہداء سے بھر چکی تھی، زخمیوں کی مرہم پٹی اور شہداء کے کفن دفن کا انتظام بڑی سرگرمی سے جاری تھا، ایک عجیب منظر تھا، ہر طرف خون میں نہائے ہوئے نوجوان لیٹے تھے، اس موقع پر عوام کے تعاون کا یہ عالم تھا کہ خوراک اور مالی امداد کے علاوہ جس چیز کی بھی اپیل کی جاتی فوراً مہیا ہوجاتی، زخمیوں کی مرہم پٹی اور دیکھ بھال کے لئے کثیر تعداد میں ڈاکٹر اور ڈسپنسر پہنچ چکے تھے اور انہوں نے رضا کارانہ طور پر تمام خدمات انجام دیں، اس روز تقریباً چالیس مجاہدین نے جام شہادت نوش کیا اور سینکڑوں کی تعداد میں زخمی ہوئے، شہداء کو تدفین کے لئے جلوس کی شکل میں قبرستان میانی صاحب اور دیگر قبرستانوں میں لے جایا گیا، دو شہداء کی قبریں سنہری مسجد کشمیری بازار کے عقب میں بنادی گئیں، اس وقت ملت اسلامیہ کے جوش وجذبے کا یہ عالم تھا کہ انہیں مرنے مارنے کے سوا کچھ نہیں سوجھ رہا تھا، ہماری طرف سے لوگوں کو پُر امن طور احتجاج کرنے کی اپیلیں مسلسل جاری کی جارہی تھیں۔

دولتانہ وزارت نے اس موقع پر ایک اور چال چلی کہ ہوائی جہاز کے ذریعے اشتہارات پھینکے گئے کہ حکومت نے مطالبات منظور کر لئے ہیں اور تحریک ختم ہوگئی ہے لیکن یہ چال بھی کامیاب نہ ہوسکی اور عوام حکومت کے ہتھکنڈے کو فوراً سمجھ گئے۔

6 مارچ کو جنرل اعظم کی قیادت میں مارشل لاء نافذ کردیا گیا، یہ مارشل لاء انتہائی سخت تھا اور ریڈیو سے دھمکی آمیز اعلانات نشر ہورہے تھے، دن کے بارہ بجے ریڈیو پاکستان سے اعلان ہوا ''مولانا عبدالستار خاں نیازی اور مولانا خلیل احمد قادری اپنے آپ کو گرفتاری کے لئے پیش کردیں ورنہ انہیں دیکھتے ہی گولی ماردی جائے گی'' مولانا عبدالستار خان نیازی اس وقت صوبائی اسمبلی کے ممبر تھے اور ہماری خواہش تھی کہ وہ اس مسئلہ پر اسمبلی میں تقریر کریں، اسمبلی کا اجلاس چند روز میں ہی شروع ہونے والا تھا، چنانچہ ہم نے مولانا عبدالستار خان نیازی کو مشورہ دیا کہ وہ اپنے آپ کو کسی محفوظ مقام پر پہنچادیں، مولانا نیازی نے اس تجویز سے اتفاق کیا، مولانا نیازی چند افراد کے ہمراہ مسجد کے مغربی اور جنوبی مینارہ سے متصل مکان میں منتقل ہوئے اور پھر دیہاتیوں کا سا لباس پہن کر لاہور سے باہر چلے

گئے، اس موقع پر تحریک دشمن عناصر نے یہ افواہیں پھیلائیں کہ مولانا نیازی دیگ میں بیٹھ کر گئے ہیں اور یہ کہ انہوں نے داڑھی منڈوالی ہے، یہ افواہیں صرف تحریک کو ناکام بنانے کے لئے پھیلائی گئیں اور پولیس نے اپنی خفت مٹانے کے لئے انہیں ہوا دی حالانکہ ان باتوں کا حقیقت سے کوئی تعلق نہیں تھا۔

6 مارچ کو مسجد وزیر خاں میں تقریباً تین چار ہزار رضا کار موجود تھے، مسجد میں پروگرام کے مطابق اجلاس ہوتے رہے اور 5، 6 رضا کار گرفتاریاں پیش کرتے رہے، 7 مارچ کو نماز ظہر کے بعد مسجد میں اجلاس ہو رہا تھا اور رضا کار جلوس کی تیاری کر رہے تھے کہ مسجد سے متصل سڑک پر جنرل محمد ایوب خاں (جو بعد میں سربراہ مملکت بھی بنے) چند دیگر فوجی افسران کے ہمراہ آئے اور انہوں نے لاؤڈ اسپیکر کے ذریعے اعلان کیا کہ مولانا خلیل احمد قادری اور مسجد کے اندر موجود تمام رضا کار خود کو گرفتاری کے لئے پیش کر دیں ورنہ ہم انہیں مسجد کے اندر داخل ہو کر گرفتار کر لیں گے اور اس طرح جو کشت وخون ہوگا اس کی ذمہ داری انہی افراد پر ہوگی، اس کے جواب میں مَیں نے لاؤڈ اسپیکر پر تقریر کی اور حضرت امام یوسف رحمۃ اللہ علیہ کا ایک واقعہ پیش کیا کہ جب بادشاہِ وقت نے اپنی بیگم زبیدہ کو ان الفاظ میں مشروط طلاق دی کہ سورج غروب ہونے سے پہلے پہلے میری سلطنت سے باہر چلی جاؤ ورنہ تم پر میری طلاق ہو جائے گی، غصے کے عالم میں تو بادشاہ نے یہ بات کہہ دی لیکن جب غصہ ختم ہوا تو وہ پریشان ہو گیا اور اس نے علماء سے فتویٰ پوچھا، علماء نے جواب دیا کہ حدودِ سلطنت سے نکلنا لازم ہے ورنہ طلاق ہو جائے گی، حضرت امام یوسف رحمۃ اللہ علیہ کے سامنے جب یہ مسئلہ پیش کیا گیا تو آپ نے سارا واقعہ سننے کے بعد فرمایا کہ بادشاہ سے کہو وہ بےفکر ہو جائے سورج غروب ہونے سے پہلے اس کی بیگم اس کی حدود سے نکل جائے گی اور یہ شرط پوری ہو جانے کے بعد طلاق نہیں ہوگی، سورج غروب ہونے میں چند گھنٹے باقی رہ گئے تو بادشاہ بہت گھبرایا اور اس نے اپنے نمائندے دوبارہ امام صاحب کی خدمت میں بھیجے، آپ نے فرمایا کہ بیگم کو مسجد میں لے آؤ اور علماء سے پوچھ لو کہ مسجد بادشاہ کی حدودِ مملکت سے باہر ہے یا نہیں؟ چنانچہ بیگم صاحبہ کو مسجد میں لایا گیا اور تمام علماء نے بالاتفاق یہ فیصلہ دے دیا کہ مسجد اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کی مملکت نہیں ہے، اور اس طرح طلاق نہیں ہوئی، اس واقعہ کو بیان کرنے کے بعد میں نے کہا کہ مسجد خانہ خدا ہے اور اگر مارشل لاء حکام نے مسجد میں قدم رکھنے کی کوشش کی تو اس کا بڑی سختی سے جواب دیا جائے گا اور تمام تر ذمہ داری فوجیوں پر عائد ہوگی، میں نے یہ بھی کہا کہ فوج اور پولیس کو مسلمانوں پر گولیاں چلانے کا کوئی حق نہیں پہنچتا، ایک مسلمان کا خون دوسرے مسلمان پر حرام ہے، اس کے بعد خدا کے فضل وکرم سے فوجی افسران کسی کارروائی کے بغیر ہی واپس چلے گئے، اس موقع پر یہ بات بھی سننے میں آئی کہ ایک مرزائی فوجی افسر نے مسجد کو ڈائنامیٹ سے اُڑا دینے کا منصوبہ بنایا تھا، لیکن وہ ناکام رہا اور یہ اللہ

تعالیٰ کا خاص فضل تھا، اس روز بھی حسب معمول جلسہ ہوا اور رضا کاروں نے گرفتاریاں پیش کیں۔

ریڈیو اور اخبارات پر حکومت کا مکمل کنٹرول تھا اور ہمارے خلاف مسلسل پروپیگنڈا کیا جارہا تھا، لیکن اس موقع پر مولانا سیّد محمود احمد رضوی (لاہور) اور ان کے رفقاء نے تحریک کی حمایت میں اشتہارات سائیکلوسٹائل کر کے شہر کے مختلف حصوں میں لگانے کی ذمہ داری سنبھال رکھی تھی، حکومت نے مسجد وزیر خاں میں کچھ ایسے افراد بھیج دیئے تھے جو رضا کاروں کے حوصلے پست کرنے کے لئے سرگرم عمل تھے۔

8 مارچ کو فجر کی نماز کے بعد جب کرفیو کھلا تو میں نے ایک مختصر سی تقریر کی اور اعلان کیا کہ ہم لوگ ناموس مصطفےٰ کی خاطر اپنی جانیں قربان کرنے کے لئے یہاں جمع ہوئے ہیں لہٰذا جو شخص اپنے دل میں ذرا سی بھی کمزوری محسوس کرتا ہے اسے میری طرف سے اجازت ہے وہ جا سکتا ہے، وہ یہیں سے لوٹ جائے جسے زندگی ہو پیاری، میری تقریر کے بعد مسجد میں صرف ڈیڑھ ہزار جانثار رہ گئے اور باقی سب گھروں کو چلے گئے، اس وقت صورت حال یہ تھی کہ مسجد وزیر خاں کی بجلی اور پانی بند کر دیا گیا تھا اور خوراک کے تمام راستے بھی مسدود تھے، لیکن ہمارے پاس مسجد کے حوض میں پانی کا کافی ذخیرہ موجود تھا، اس کے علاوہ گڑ اور چنے کی بوریاں ہم نے پہلے سے ہی مسجد میں محفوظ کر لی تھیں، چنانچہ یہ خوراک استعمال کی گئی، امیر الدین قدوائی ایڈووکیٹ دوپہر کے وقت میرے پاس آئے اور انہوں نے گورنر پنجاب نواب چندریگر کا یہ پیغام مجھے دیا کہ وہ مجھ سے ملاقات کرنا چاہتے ہیں، میں نے مسجد سے باہر نکلنے سے انکار کر دیا اور وہ واپس چلے گئے۔

8 مارچ کی شام کو رنگ محل، شیرانوالہ گیٹ اور موچی دروازہ سے مسجد تک ریت کی بوریاں چن دی گئیں اور خاردار تار بچھا دیئے گئے تاکہ نہ تو کوئی مسجد کے اندر آسکے اور نہ کوئی واپس جا سکے، مسجد کے شمالی اور مغربی حصے کا مکانات خالی کروا کر ان پر سٹین گنیں اور دیگر ہتھیار نصب کر دیئے گئے، رات بھر مسجد میں ذکر الٰہی جاری رہا، نعرہ ہائے تکبیر و رسالت اور ختم نبوت زندہ باد کے فلک شگاف نعرے فضاء میں گونجتے رہے۔

9 مارچ کو صبح دس بجے امیر الدین قدوائی ایڈووکیٹ میرے پاس دوبارہ تشریف لائے، موصوف تحریک پاکستان راہنما اور قبلہ والد صاحب کے دوست تھے، انہوں نے مجھے کہا کہ سارے شہر میں فوج کا کنٹرول ہو چکا ہے اور اگر آپ نے مزاحمت جاری رکھی تو جانوں کا بھی نقصان ہوگا اور مسجد کی بے حرمتی کا بھی خطرہ ہے، قدوائی صاحب سے گفتگو کے بعد میں نے رضا کاروں سے مشورہ کیا تو فیصلہ ہوا کہ سب سے پہلے میں اپنی گرفتاری پیش کر دوں، چنانچہ میں گرفتاری پیش کرنے کے لئے قدوائی صاحب کے ہمراہ مسجد کے جنوبی دروازے سے باہر آیا، ایک کرنل، دو کیپٹن اور کثیر تعداد میں فوجی باہر موجود تھے،

انہوں نے پستول اور ریوالور ہماری طرف کر کے ہم کو گھیرے میں لے لیا، میں ہنس پڑا اور میں نے ان سے کہا! میں تو خود گرفتاری پیش کر رہا ہوں، اتنے تکلف کی کیا ضرورت ہے، کرنل نے جواب دیا آپ ہم کو مسلمان نہیں سمجھتے، آپ نے مسجد میں اسلحہ جمع کر رکھا ہے اور میناروں پر پوزیشن لی ہوئی ہے اس لئے یہ کچھ کرنا پڑا، میں نے اس کرنل کو کہا! اگر آپ مرزائی ہیں تو پھر یقیناً مسلمان نہیں اور اگر مسلمان ہیں تو پھر کسی مسلمان کو غیر مسلم سمجھنا بہت بڑا ظلم ہے، رہا مسجد میں پوزیشن سنبھالنے اور اسلحہ جمع کرنے کا سوال تو یہ ہوائی کسی دشمن نے اڑائی ہوگی، دروازے کھلے ہیں اور آپ اندر جا کر دیکھ سکتے ہیں، اس پر وہ ہنس پڑا اور اس نے مجھے ساتھ چلنے کو کہا، قدوائی صاحب بھی میرے ہمراہ تھے، کپڑے جو میں نے پہن رکھے تھے کافی پھٹ چکے تھے، کیونکہ 28 فروری کو مسجد میں منتقل ہونے کے بعد مجھے گھر جانے کا موقع نہیں مل سکا تھا، جب مجھے خرادی محلّہ کی طرف لایا گیا تو میں نے فوجیوں سے کہا کہ میرا مکان قریب ہے اگر آپ اجازت دیں تو میں کپڑے تبدیل کرلوں، کرنل نے رضامندی ظاہر کردی، لیکن جب ہم چند قدم آگے آئے تو کرفیو کے باوجود عورتیں، مرد اور بچے گھروں سے باہر نکل آئے اور انہوں نے نعرے لگانے شروع کر دیئے، اس صورت حال کو دیکھ کر کرنل نے مجھے کہا اب آپ ہمارے ساتھ چلیں کپڑے ہم بعد میں آپ کو منگوادیں گے، چوہٹہ مفتی باقر سے ہمیں پُرانی کوتوالی لایا گیا، یہاں تک ہم پیدل ہی آئے، پرانی کوتوالی میں فوجیوں نے بڑے بڑے وائرلیس لگا رکھے تھے انہوں نے وائرلیس پر اپنے ہیڈ کوارٹر کو اطلاع دی کہ ملزم کو پکڑ لیا گیا ہے اور اسے ہم لے کر آرہے ہیں، پھر ہمیں پرانی کوتوالی سے دہلی دروازے تک پیدل ہی لایا گیا، ہمیں زیر حراست دیکھ کر لوگ مکانوں کی چھتوں سے نعرے لگانے لگے، دہلی دروازے سے جیپ میں بٹھا کر شاہی قلعہ کی طرف لے جایا گیا، مارشل لاء حکام کو ہماری گرفتاری کی اطلاع تو ہو ہی چکی تھی، شاہی قلعہ میں داخل ہوئے تو عام خاص دربار کے بالائی حصے میں تین چار لمبے لمبے قد والے فوجی افسران کو بیٹھے ہوئے دیکھا، پھر وہ نیچے آئے میز اور کرسیاں بچھائی گئیں اور وہ فوجی افسران کرسیوں پر بیٹھ گئے (غالباً ایک فوجی افسر کا نام سرفراز تھا)، مجھے بھی کرسی پر بیٹھنے کو کہا گیا، قدوائی صاحب میرے ساتھ والی کرسی پر بیٹھ گئے، ایک فوجی افسر نے سب سے پہلا سوال مجھ پر کیا کہ کیا آپ غیر ملکی ایجنٹ ہیں اور یہ تحریک کسی ملک کے ایما پر چلائی جارہی ہے؟ میں نے جواباً کہا 1947ء میں تحریک پاکستان کی حمایت میں خضر وزارت کے خلاف جو ایجی ٹیشن ہوا تھا کیا وہ بھی غیر ملکی سازش تھی؟ جن لوگوں نے اس تحریک میں گرفتاریاں پیش کیں کیا وہ بھی غیر ملکی ایجنٹ تھے؟ ہماری تحریک تو ان لوگوں کے خلاف ہے جو غیر ملکی ایجنٹ ہیں اور مذہبی اور سیاسی لحاظ سے پاکستان کے دشمن ہیں، ان لوگوں نے بانی پاکستان قائداعظم کی نماز جنازہ تک پڑھنے سے گریز کیا، آج یہ لوگ ملک کے کلیدی عہدوں پر فائز

ہو گئے ہیں، ہم نے یہ تحریک ان کو کلیدی عہدوں سے علیحدہ کرنے کے لئے چلائی ہے۔

پھر اس فوجی افسر نے دوسرا سوال کیا کہ کیا آپ قادیانیوں کو مسلمان نہیں سمجھتے؟ میں نے جواب دیا ''نہیں''، اس نے پوچھا کیوں؟ میں نے جواب دیا سرکار دو جہاں صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد نبوت کا دروازہ بند ہو چکا ہے اور قادیانیوں نے ایک بنا پتی نبی پیدا کر لیا ہے اور ان کا فقہ بھی مسلمانوں سے علیحدہ ہے، ضابطہ اخلاق بھی جدا ہے اور سیاسی نظام بھی مختلف ہے، اس نے پوچھا فقہ کیسے علیحدہ ہے؟ میں نے جواباً کہا زانی کو ہم مسلمان حکم قرآنی کے مطابق کوڑوں کی سزا کا حق دار سمجھتے ہیں اور قادیانیوں نے زنا کی سزا دس جوتے مقرر کی ہے جو زانیہ زانی کو لگاتی ہے، اس طرح قادیانیوں نے زنا کا بھی دروازہ کھول دیا ہے، یہ جواب سن کر تو وہ آگ بگولہ ہو گیا اور اس نے انگریزی میں گالیاں دینی شروع کر دیں۔

قدوائی صاحب نے اسے ٹوکا تو دونوں کے درمیان تلخ کلامی ہو گئی، فوجی افسر نے قدوائی صاحب کو کہا، اب تم بھی اپنے آپ کو گرفتار سمجھو میں تمہارے ساتھ نپٹ لوں گا، قدوائی صاحب نے اس سے پوچھا، کیا آپ قادیانی ہیں؟ اس جواب دیا پورا ملک قادیانیوں کا ہے، اور یہ کہہ کر وہ چلا گیا، تقریباً ایک بج چکا تھا اور ہمیں سخت بھوک لگی ہوئی تھی، پھر کرسیاں اُٹھالی گئیں اور ہم نیچے فرش پر بیٹھ گئے، چاروں طرف پٹھان فوجی ہماری نگرانی کر رہے تھے، اسی دوران ظہر کا وقت ہو گیا اور ہم نے وضو کے لئے پانی مانگا، ہمیں شمالی حصے میں لایا گیا جہاں نلکا لگا ہوا تھا، وہاں سے وضو کرنے کے بعد میں نے اذان دی، اذان کی آواز سن کر کچھ فوجی اور کچھ رضا کار جو پہلے ہی گرفتار ہو کر آئے ہوئے تھے، نماز پڑھنے کے لئے آ گئے، چنانچہ میں نے امامت کروائی اور سب نے باجماعت نماز ادا کی، نماز کے بعد میں نے خشوع وخضوع کے ساتھ دعا کی، دعا کے بعد فوجی میرے گرد جمع ہو گئے اور انہوں نے مجھ سے گرفتاری کی وجوہات پوچھیں، میں نے قادیانیوں کا پول کھولا اور تحریک کا پس منظر بیان کیا، میری باتیں سن کر فوجیوں نے اپنی چادریں بچھا دیں اور نہایت محبت کے ساتھ پیش آئے، ایک فوجی میس میں گیا اور ہمارے لئے کھانا لے آیا، پھر ہم نے نماز عصر بھی اسی طرح باجماعت ادا کی، نماز عصر کے بعد پہلے فوجیوں کی ڈیوٹیاں تبدیل کر دی گئیں اور نئے فوجی آ گئے، انہوں نے پھر ہمیں نیچے بٹھا دیا اور نہایت سختی کا مظاہرہ کیا، ملنے تک کی ممانعت تھی، نماز مغرب کا وقت ہوا تو میں نے پھر اسی طرح اذان دی اور باجماعت نماز ادا کرنے کے بعد دعا میں مشغول ہو گیا، یہ نئے فوجی بھی دعا سے بڑے متاثر ہوئے انہوں نے بھی ہم سے سوالات کئے، ہم نے تفصیلات بتائیں تو ان کا رویہ فوراً بدل گیا اور وہ بڑے اخلاق کے ساتھ پیش آئے، نماز مغرب کے بعد مجھے اور قدوائی صاحب کو جیپ میں بٹھا کر مغربی حصے میں واقع سی آئی اے کے دفتر میں لایا گیا، جہاں ہمارا نہایت فحش اور غلیظ گالیوں سے استقبال ہوا، قدوائی صاحب کو مجھ سے علیحدہ کر دیا گیا

اور مجھے اوپر کے حصے میں لے جا کر ایک چھوٹی سی حوالات میں بند کر دیا گیا جس میں پانی کا کوئی انتظام نہیں تھا، رات کو مجھے کھانا بھی نہیں دیا گیا اور میں بھوکا ہی سو گیا۔

حوالات کے قریب کوئی سپاہی نہیں تھا جس سے پانی مانگا جا سکے، چنانچہ اگلے روز فجر کے وقت میں نے تیمم کر کے نماز ادا کی، نماز کے بعد میں نے قدوائی صاحب کی آواز سنی جس سے اندازہ ہوا کہ وہ نچلے حصے کی حوالات میں ہیں، تھوڑی دیر کے بعد ایک شخص ایک کپ چائے اور ایک چھوٹی سی روٹی رکھ کر چلا گیا، میں نے اسے غنیمت جان کر ناشتہ کیا، دس گیارہ بجے کے قریب سی آئی اے کا ایک افسر آیا اور مجھے حوالات سے نکال کر اپنے دفتر میں لے آیا، چھوٹے قد کے اس افسر کا نام غالباً چوہدری اصغر تھا، اس نے مولانا عبدالستار خاں نیازی کے متعلق پوچھ گچھ شروع کی، میں نے لاعلمی کا اظہار کیا، درحقیقت مجھے اس وقت مولانا کے متعلق کچھ علم نہ تھا کہ وہ کہاں ہیں، جب میں کچھ نہ بتا سکا تو اس نے مغلظات سنانا شروع کر دیں، کچھ دیر تو میں خاموشی سے سنتا رہا لیکن پھر مجھ سے نہ رہا گیا اور میں نے اس سے کہا وہ میرے بزرگوں کے متعلق ایسے الفاظ استعمال نہ کرے ورنہ نتیجہ اچھا نہ ہوگا، یہ بات سننے کے بعد وہ بکتا ہوا چلا گیا اور مجھے ایک دوسری حوالات میں تنہا بند کر دیا گیا، شام کے وقت سی آئی اے کا ایک اور افسر آیا اور اس نے دفتر میں لے جا کر قدرے نرمی سے تحریک کے متعلق سوالات پوچھے جس کے میں نے مناسب جوابات دیئے، پوچھ گچھ کا یہ سلسلہ تقریباً 15 مارچ تک جاری رہا، اس دوران مجھے قید تنہائی میں ہی رکھا گیا، دوپہر اور شام کو دال روٹی دی جاتی، ایک روز مجھے جب حوالات میں بند کرنے کے لئے لے جایا گیا تو متصل حوالات میں مفتی محمد حسین نعیمی نظر آئے، ہم دور سے ہی ایک دوسرے کو سلام کر سکے اس سے زیادہ کی اجازت نہ تھی، مجھے بعد میں علم ہوا کہ گرفتاری کے اگلے روز ہمارے مکان پر چھاپہ مارا گیا، اس زمانے میں جمعیت علمائے پاکستان کا مرکزی دفتر ہمارے گھر میں ہی تھا، مرزائیوں کے خلاف سارا لٹریچر، جمعیت کی فائلیں، لاؤڈ اسپیکر، سائیکلوسٹائل مشین اور کئی دوسری چیزیں پولیس نے قبضہ میں لے لیں، اس وقت مکان پر مستورات کے علاوہ اور کوئی نہ تھا، مستورات کو پردے میں کرا دیا گیا، اور دفتری سامان کے ساتھ ساتھ گھریلو سامان کی بھی تلاشی لی گئی۔

15 مارچ سے 25 مارچ تک معمول یہ رہا کہ دن کے وقت مجھے قید تنہائی میں رکھا جاتا اور رات کو تقریباً دس گیارہ بجے تیز روشنی میں بٹھا کر نہایت بدتمیزی سے سوالات کئے جاتے، اس کے بعد مجھے پریشان کرنے کے لئے ایک نیا طریقہ اختیار کیا گیا، حوالات کی پچھلی طرف ایک کھائی تھی اس میں فائر کئے جاتے اور پھر ایک افسر سپاہیوں سے پوچھتا آج کتنے اُتارے؟ سپاہی جواب میں چار یا چھ کہتا اور پھر مجھے کہا جاتا اب آپ کی باری بھی آنے والی ہے، پھر پوچھ گچھ کے لئے یہ طریقہ اختیار کیا گیا کہ مجھے

ہتھکڑی لگا کر ایک تہہ خانے میں لے جایا جاتا اور وہاں اوٹ پٹانگ سوالات کر کے پریشان کرنے کی کوشش کی جاتی، اسی دوران ایک بڑا عجیب واقعہ پیش آیا، ایک روز مجھے تہہ خانے میں اُتارا جارہا تھا، جب تین چار سیڑھیاں باقی رہ گئیں تو میں نے دیکھا کہ تقریباً ڈیڑھ گز لمبا سانپ پھن پھیلائے فرش پر پڑا ہے، میرے ساتھ آنے والے افسر نے مجھے دھمکی دی کہ اگر میں نے معافی نہ مانگی تو مجھے اس سانپ کے اُوپر ڈال دیا جائے گا، میں نے اپنے حوصلے کو قائم رکھا اور معافی مانگنے سے صاف انکار کر دیا، اس نے مجھے دھکا دینے کی کوشش کی تو میں نے اس کا ہاتھ مضبوطی سے تھام لیا، چنانچہ اتفاق یہ ہوا کہ وہ اپنے ہی زور سے نیچے کی طرف لڑھک گیا اور پھر بدحواسی کے عالم میں اوپر کی طرف بھاگا، میرے ہاتھوں میں ہتھکڑی لگی ہوئی تھی، جب مجھے حوالات میں بند کرنے کے لئے پولیس کی بارک کے سامنے سے گزارا گیا تو میں نے دیکھا کہ وہ سب مجھے حیرت سے دیکھ رہے تھے، میں نے اپنے دونوں ہاتھ اُوپر اُٹھائے اور پھر ہتھکڑی کو چوم کر آنکھوں سے لگا لیا، میرے ساتھ چلنے والے سپاہیوں نے اس کی وجہ پوچھی تو میں نے انہیں کہا خدا کا شکر ہے کہ میں نے یہ ہتھکڑیاں کسی اخلاقی جرم کی پاداش میں نہیں پہنیں اور مجھے فخر ہے کہ میں نے آج اللہ کے پیارے حبیب شافع محشر صلی اللہ علیہ وسلم کی ناموس اور عظمت کے تحفظ کی خاطر یہ زیور پہنا ہے، یہ سن کر وہ سپاہی خاصے متاثر ہوئے اور انہوں نے کہا دل تو ہمارے آپ کے ساتھ ہیں لیکن ہم کر کچھ نہیں سکتے، ملازمت کا معاملہ ہے، میں نے ان سے کہا یزیدی فوج بھی یہی کہتی تھی اگر تم مجھے حق پر سمجھتے ہو تو اسوۂ حر رضی اللہ عنہ پر عمل کرو، یہ سن کر وہ شرمندہ ہو گئے۔

30 مارچ کو حوالات میں سو رہا تھا تو میں نے خواب میں دیکھا کہ مغرب کی جانب سے ایک کوا اڑتا ہوا آرہا ہے اور اس کے منہ میں ایک چھوٹا سا سانپ ہے، یہ کوا اُڑتا ہوا دوسری سمت چلا گیا، جب میں بیدار ہوا تو اس خواب کا اثر ذہن پر موجود تھا، میں اس خواب کی تعبیر سوچنے لگا، چند لمحے بعد ماشکی گھڑے میں پانی ڈالنے کے لئے آیا تو اس نے بتایا کہ خواجہ ناظم الدین کی وزارت ختم ہو گئی ہے، یکم اپریل کو ایک افسر نے آکر مجھ سے کہا کہ آپ کے والد نے معافی مانگ لی ہے اور وہ گھر واپس آگئے ہیں، لہٰذا آپ بھی معافی مانگ لیں، میں اس کی چال فوراً سمجھ گیا اور میں نے کہا میں ایک بہادر اور غیور باپ کا بیٹا ہوں، آپ غلط بیانی کر رہے ہیں میرا والد ہرگز معافی نہیں مانگ سکتا، میرا جواب سن کر وہ ناکام واپس چلا گیا۔

2 اپریل سے اذیت کا سلسلہ اور بڑھا دیا گیا، رات دن مجھے قلعے کے مختلف حصوں میں تبدیل کر دیا جاتا، رات کو جگایا جاتا اور تیز روشنی میں بٹھا کر ایک افسر سوال کرتا، ابھی میں اس کا جواب دینے نہ پاتا تھا کہ دوسرا سوال کر دیا جاتا، حوالات کے دروازے پر رائفل بردار فوجی ہر وقت موجود رہتے تھے، اگر میں ان سے کوئی بات کرنے کی کوشش کرتا تو وہ گردن ہلا کر معذرت کا اظہار کر دیتے تھے، ماشکی گھڑے میں

پانی لا کر ڈالتا اور خاموشی سے واپس چلا جاتا، گویا وہ ماحول صُمٌّ بکمٌ عمٌّ فھم لا یرجعون کا سا تھا، لیکن حوصلہ اور ہمت اس لئے بلند تھی کہ تاجدارِ ختم نبوت کی ناموس کا معاملہ تھا، ایک روز میرے اصرار پر ایک پہرے دار فوجی نے بتایا کہ انہیں سختی سے آرڈر ہے کہ میری نقل و حرکت کی نگرانی کی جائے اور میرے ساتھ کوئی بات نہ کی جائے، اس نے بتایا کہ اگر کسی افسر نے اسے میرے ساتھ باتیں کرتے دیکھ لیا تو اس کا کورٹ مارشل ہو جائے گا۔

7 اپریل کی شب مجھے قلعے کے اندر ایک بڑی حوالات میں لے جایا گیا، یہاں مختلف علاقوں کے رضا کار موجود تھے، یہاں پہنچ کر یہ انکشاف ہوا کہ مسجد وزیر خاں میں جو شیلے نعرے لگانے اور سائے کی طرح ہر وقت ہمارے ساتھ رہنے والے رضا کار دراصل سی آئی ڈی کے ملازم تھے، سی آئی ڈی کے کچھ ملازم اس حوالات میں بھی ہماری جاسوسی کے لئے موجود تھے، رضا کاروں کے اس اجتماع میں کئی شناسا چہرے بھی تھے، لاہور کے علاوہ راولپنڈی اور کراچی کے وہ کارکن بھی موجود تھے جنہوں نے تحریک میں سرگرم حصہ لیا تھا، یونس پہلوان اور ان کے ساتھیوں سے بھی یہیں ملاقات ہوئی، ایک مدت کے بعد کارکنوں سے گفتگو کرنے کا موقع نصیب ہوا تھا، چنانچہ ہم سب رات تین بجے تک تحریک کے مختلف پہلوؤں پر بات چیت کرتے رہے، سی آئی ڈی کے ملازم پوری توجہ سے ہماری گفتگو سنتے رہے، لیکن اب چونکہ ان کے چہرے بے نقاب ہو چکے تھے اس لئے ہم نے بڑے محتاط انداز میں باتیں کیں، پھر اچانک ایک پولیس انسپکٹر آیا اور اس نے میرا نام پکارا، پھر اس نے یونس پہلوان اور بلال گنج کے کارکن غلام نبی کا نام بھی پکارا اور کہنے لگا کہ مزنگ میں ایک قتل ہوا ہے اور اس میں آپ تینوں کا نام بھی آرہا ہے، لہذا آپ ہمارے ساتھ چلیں اور اپنی صفائی پیش کریں، ہمیں یہ بات سن کر بہت حیرانی ہوئی اور ہم نے اسے جواباً کہا کہ ہم نو مارچ سے قلعے میں بند ہیں اور باہر کرفیو لگا ہے، قتل کرنے کے لئے ہم کیسے چلے گئے، ہم نے پولیس افسر پر واضح کر دیا کہ ہم رات کے وقت کہیں جانے کو تیار نہیں ہیں اور اگر اس نے کوئی انکوائری کرنی ہے تو صبح آئے، ہمارا جواب سن کر اس نے کہا کہ وہ اپنے افسران بالا کو بتا دے گا اور اگر انہوں نے اسی وقت بلایا تو پھر ہمیں بلا حیل و حجت چلنا ہوگا، یہ کہہ کر وہ چلا گیا اور پھر واپس نہیں آیا۔

8 اپریل کو عصر کے بعد ڈی ایس پی، سی آئی اے نے مجھے اپنے دفتر میں بلایا اور کاغذ اور قلم میرے سامنے رکھ دیا اور مجھے کہا کہ میں جو کچھ بھی چاہتا ہوں کاغذ پر لکھ دوں، میں نے اس سے پوچھا کہ اس کی ضرورت کیوں پیش آگئی، تو اس نے جواب میں مغلظات سنانا شروع کر دیں، میں یہ گالیاں برداشت نہ کر سکا اور میں نے اسے کہا آپ میرے ساتھ جو سلوک چاہیں کریں لیکن میرے بزرگوں کو گالی نہ دیں ورنہ آپ کو اس کی بڑی سخت سزا ملے گی کیوں کہ میرے بزرگوں کا تعلق اہل بیت سے ہے، یہ باتیں سن کر

وہ مرعوب سا ہو گیا، اس کے بعد فائرنگ کی آواز آئی اور پھر دو سپاہی دفتر میں داخل ہوئے، ڈی ایس پی نے ان سے پوچھا آج کتنے اُتارے؟ انہوں نے جواب دیا ''دو''، سپاہی واپس چلے گئے اور پھر فائرنگ کی آواز آنے لگی، ڈی ایس پی نے فون اُٹھایا اور پھر وہی سوال دہرایا اب کتنے اُتارے؟ اور پھر اس نے مجھ سے مخاطب ہو کر کہا اب مزید چار افراد کو گولی ماردی گئی ہے، حکومت کے باغیوں کا یہی حشر ہوتا ہے، اور پھر اس نے بڑی لجاجت سے کہا آپ تو شریف آدمی ہیں اس کاغذ پر معافی نامہ لکھ دیجئے ہم آپ کو ابھی رہا کروادیں گے، میں نے اسے جواب دیا کہ جو حکومت ختم نبوت کی منکر ہو اور محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی باغی ہو میں اس سے ہرگز معافی نہیں مانگ سکتا، میرا جواب سن کر اس نے کہا میں اپنے یہی الفاظ کاغذ پر لکھ دوں، چنانچہ میں نے یہ الفاظ کاغذ پر لکھ دیئے، ڈی ایس پی نے یہ عبارت پڑھی تو غصے سے پاگل ہو گیا، اس نے قلم زور سے زمین پر مارا اور کاغذ پھاڑ دیا پھر مجھے مارنے کے لئے کرسی سے اُچھلا، میں بھی اُٹھ کھڑا ہوا اور جلدی میں کرسی کا تکیہ ہی پکڑ سکا، لیکن اس پر اللہ کے فضل سے ایسا رعب طاری ہوا کہ وہ مجھے کچھ کہے بغیر دفتر سے باہر چلا گیا، پھر ایک سپاہی آیا اور اس نے مجھے قلعے کے دروازے کے پاس حوالات میں لے جا کر بند کر دیا، اس روز دوپہر کو مجھے نہ تو کھانا دیا گیا اور نہ ہی پانی مل سکا، ظہر اور عصر کی نماز میں نے تیمم سے ادا کی، مغرب کے وقت مجھے وضو کے لئے پانی دے دیا گیا اور پھر مجھے کھانا بھی دیا گیا جس میں خلاف معمول پھل بھی تھے، تقریباً نو بجے مجھے ہتھکڑی لگا کر ایک بڑے کمرے میں لایا گیا، یہاں میری ہتھکڑی کھول دی گئی اور پھر مجھے سیدھا کھڑا رہنے کا حکم دیا گیا، تھوڑی دیر کے بعد ایک سپاہی نے میرے بازو پکڑ کر اوپر کر دیئے اور ٹانگیں چوڑی کرنے کو کہا، اسی عالم میں دو تین گھنٹے گزر گئے پھر وہ سپاہی چلا گیا اور اس کی جگہ دوسرا آ گیا، اسی طرح تین تین گھنٹے کے بعد ڈیوٹیاں بدلتی رہیں، جونہی میں ہاتھ ذرا نیچے کرتا ڈیوٹی پر موجود سپاہی فوراً میرا بازو پکڑ کر ہاتھ اوپر کر دیتا، یہ اذیت ناک سلسلہ ساری رات جاری رہا، فجر سے دو گھنٹے قبل میرے پیٹ اور سینے میں شدید درد اُٹھا اور میں کراہنے لگا، لیکن ان لوگوں پر اس کا کوئی اثر نہ ہوا، پھر میں نے تہجد کے نفل ادا کرنے کی اجازت مانگی، لیکن اس سے بھی انکار کر دیا گیا، درد سے نجات حاصل کرنے کے لئے میں نے دُرود شریف کا ورد شروع کر دیا، چند ہی لمحے بعد کافی افاقہ ہو گیا، نماز فجر ادا کرنے کی اجازت بھی مجھے نہ مل سکی، رات کے نو بجے سے صبح گیارہ بجے تک یہی عالم رہا، طبیعت نہایت مضمحل تھی اور تھکاوٹ سے بدن چور چور ہو رہا تھا، میں نے سیدی سرکار غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے استغاثہ کیا اور یہ اشعار پڑھنے شروع کیے:

غوثِ اعظم بمنِ بے سرو ساماں مددے
قبلۂ دیں مددے کعبۂ ایماں مددے

اتنے میں ایک پولیس افسر آیا اور مجھے ہتھکڑی لگا کر حوالات میں لے گیا، یہاں ایک سپاہی کی ڈیوٹی لگادی گئی کہ وہ مجھے سونے نہ دے، پانی کا گھڑا تولا کر رکھ دیا گیا مگر کھانا نہ ملا، نماز ظہر کے بعد میں نے داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ کے مزار اقدس کی طرف رخ کیا اور اس شعر کا ورد شروع کر دیا:

گنج بخش فیض عالم مظہر نور خدا

ناقصاں را پیر کامل کاملاں را راہنما

عصر کے بعد وہ سپاہی چلا گیا اور میری آنکھ لگ گئی، خواب میں کیا دیکھتا ہوں کہ ایک بہت بڑا کمرہ ہے جس میں سبز رنگ کی روشنی ہے، اس کمرے کی سیڑھیاں ہیں جس پر والد محترم حضرت علامہ ابو الحسنات (جو اس وقت سکھر جیل میں تھے) کھڑے ہیں، مجھے دیکھ کر انہوں نے سینے سے لگالیا، میں نے ان سے پوچھا آپ کا کیا حال ہے؟ تو انہوں نے جواباً فرمایا مجھے بھی انہوں نے رات بھر کھڑا رکھا ہے، اس گفتگو کے بعد میں اُن سیڑھیوں سے نیچے کمرے میں اترا تو میں نے دیکھا کہ شمالی جانب ایک دروازہ ہے جو کہ کھلا ہوا ہے، میں اس کمرے میں دوزانو بیٹھ گیا اتنے میں ایک بزرگ سپید نورانی چہرہ، کشادہ پیشانی، درمیانہ قد، سفید داڑھی، کھلی آستینوں کا سبز کرتہ زیب تن کیے میری طرف تشریف لائے اور پیچھے سے ایک آواز آئی "سرکار غوث اعظم رضی اللہ عنہ تشریف لا رہے ہیں" میں نے دست بستہ حضرت سے عرض کی، حضور ان کتوں نے بہت تنگ کر رکھا ہے، سرکار غوث اعظم نے میری داہنی طرف پشت پر تھپکی دی اور فرمایا شاباش بیٹا گھبراؤ نہیں، سب ٹھیک ہو جائے گا، میں نے دوبارہ عرض کی حضور! انہوں نے بہت پریشان کر رکھا ہے، رُخ انور پر مسلسل شگفتگی تھی فرمایا کچھ نہیں، سب ٹھیک ہے اور یہ کہہ کر آپ واپس تشریف لے گئے، اس واقعہ کے بعد میرا حوصلہ بہت بلند ہو گیا ورنہ اس رات کی اذیت سے ممکن تھا کہ میں ڈگمگا جاتا، لیکن سرکار غوث پاک کے روحانی کرم نے مجھے ذہنی اور قلبی سکون سے مالا مال کر دیا، مغرب کے بعد مجھے کھانا دیا گیا اور پھر رات کو کسی نے مجھے پریشان نہیں کیا، دوسرے روز اعلیٰ فوجی افسر راؤنڈ کرتے ہوئے آئے اور انہوں نے مجھ سے پوچھا کوئی تکلیف تو نہیں ہے؟ میں نے انہیں تمام واقعات بتائے، اور انہوں نے میرے سامنے متعلقہ پولیس افسران کی سرزنش کی اور کچھ ہدایات جاری کیں، پھر مجھے ایک دوسری حوالات میں منتقل کر دیا گیا جو قدرے بہتر تھی، وہاں میں نے مولانا عبدالستار خاں نیازی کی آواز سنی مولانا تلاوت کلام پاک فرما رہے تھے، اور میں نے اندازہ لگایا کہ وہ کسی قریبی حوالات میں ہیں، دوپہر کے وقت مجھے ایک بارک میں منتقل کر دیا گیا جہاں سے بالکل سامنے مولانا عبدالستار خاں نیازی تھے، مولانا نیازی نے اشارے سے سلام کیا اور خیریت پوچھی، فاصلہ چونکہ خاصا تھا اس لئے مزید کوئی بات نہ ہو سکی، پھر سی آئی اے کے ایک افسر اعجاز حسین (جو کہ میرے واقف کار تھے

اور چوک نواب صاحب میں رہتے تھے) میرے پاس آئے اور انہوں نے مجھے ایک چادر اور کچھ کپڑے دیئے، انہوں نے بتایا کہ یہ کپڑے میرے تایا حافظ غلام احمد نے بھیجے ہیں، اس سے پہلے میرے کپڑے بہت زیادہ پھٹ چکے تھے اور بنیان میں جوئیں پڑ گئی تھیں، میں نے ان سے پوچھا کہ کیا آپ کے تایا حافظ صاحب سے ملاقات ہوسکتی ہے؟ تو انہوں نے جواب دیا کہ کپڑے بھی وہ اپنی ذمہ داری پر لے آئے ہیں ورنہ اس کی بھی اجازت نہیں ہے، مغرب کے بعد میں بیٹھا ہوا تھا کہ معاً دل میں خیال آیا کہ یہاں خشک روٹی اور چنے کی دال کے سوا کچھ نہیں مل رہا اگر اپنے گھر میں ہوتے تو حسب منشا کھانا کھاتے، لیکن دوسرے ہی لمحے ضمیر نے ملامت کی اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی قربانیوں کا نقشہ آنکھوں کے سامنے آگیا، میں نے سربسجود ہوکر توبہ کی اور اس وسوسے کا ازالہ چاہا، لیکن خدا کی قدرت دیکھئے کہ چند لمحے بعد اندھیرے میں ایک ہاتھ آگے بڑھا اور آواز آئی شاہ جی! یہ لے لو، اور پھر ایک لفافہ مجھے دیا گیا جس میں کچھ پھل اور مٹھائی تھی، میں حیران رہ گیا کہ اتنے سخت پہروں کے باوجود یہ سب کچھ مجھ تک کیسے پہنچ گیا، لیکن میرے دل کو یہ یقین ہوگیا کہ یہ غیبی دعوت قاسم عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے صدقے میں ملی ہے، وہ پھل اور مٹھائی تین روز تک میں استعمال کرتا رہا۔

دس اپریل کو تقریباً گیارہ بجے مجھے چارج شیٹ دی گئی، میرے خلاف 29 مختلف دفعات کے تحت مقدمات قائم کئے گئے تھے، ان میں قتل وغارت اور فوج میں بدامنی پیدا کرنے کے مقدمات بھی شامل تھے، دوپہر ایک بجے کے قریب مجھے ہتھکڑی لگا کر ایک بند گاڑی میں بٹھایا گیا اور بوسٹل جیل کے قریب ایک فوجی عدالت میں پیش کیا گیا، فوجی عدالت میں کیپٹن شفیق نے پولیس افسر سے پوچھا کہ ہتھکڑی کیوں لگائی گئی ہے؟ پولیس افسر نے کچھ وضاحت کرنے کی کوشش کی، لیکن اس نے حکم دیا کہ ہتھکڑی کھول دی جائے، چنانچہ عدالت ہی میں میری ہتھکڑی کھول دی گئی اور پھر مختصر سی عدالتی کاروائی کے بعد مجھے سنٹرل جیل (شادمان کالونی) پہنچا دیا گیا۔

سنٹرل جیل میں پہنچا تو وہاں ایک میلے کا سا سماں تھا، بارکوں کے باہر ہزاروں افراد کا اجتماع تھا، بارکوں میں جگہ ختم ہوجانے کے باعث خاردار تار لگا کر شمع رسالت کے پروانوں کو حراست میں رکھا گیا تھا، جیل کے مختلف حصوں میں عجیب کیف وسرور کی محفلیں برپا تھیں، کہیں نعت خوانی ہورہی ہے تو کہیں ختم نبوت کے موضوع پر تقاریر، کہیں درود وسلام پڑھا جارہا ہے تو کہیں ذکر واذکار کا غلغلہ ہے، غرض ایک عجیب منظر دیکھنے میں آیا۔

مجھے سی کلاس کی ایک بیرک میں اخلاقی مجرموں کے ساتھ رکھا گیا، دوسرے روز میں نے دیکھا کہ جیل کے گیٹ سے قطار کی صورت میں کچھ لوگ آرہے ہیں، جنہوں نے کندھوں پر بستر اُٹھا رکھے تھے،

میں آگے بڑھا تو دیکھا کہ ان میں میاں طفیل محمد، مولانا کوثر نیازی، مولانا امین احسن اصلاحی، نصر اللہ خاں عزیز، نقی علی اور جماعت اسلامی کے بہت سے کارکن ہیں، ان حضرات سے علیک سلیک ہوئی اور میں نے پوچھا حضرت! آپ کیسے تشریف لائے، جماعت اسلامی کے ایک سرکردہ رہنما نے جواب دیا، ہم تو گھروں میں بیٹھے ہوئے تھے، ہمیں پکڑ کر لے آئے ہیں، میں نے کہا آپ کا جرم کیا ہے (یعنی کس جرم میں آپ کو پکڑ کر لائے ہیں؟) وہ بولے جرم کا خود ہمیں بھی علم نہیں......، ان حضرات کو بھی مختلف بارکوں میں جگہ دی گئی۔

جیل کے اندر ہی کچھ فوجی عدالتیں قائم کی گئی تھیں اور جو لوگ یہ تحریر لکھ دیتے تھے کہ ان کا تحریک کے ساتھ کوئی تعلق نہیں، ان کی رہائی فوراً عمل میں آجاتی تھی، باوجودیکہ کافی لوگ اس طرح رہا ہونے میں کامیاب ہو گئے لیکن جیل کی رونق اور گہما گہمی میں کوئی خاص فرق نہ آیا تھا، تیسرے روز مولانا عبدالستار خاں نیازی کو بھی قلعے سے سنٹرل جیل میں منتقل کر دیا گیا، مولانا مودودی کو بھی گرفتار کر کے جیل پہنچا دیا گیا، ان دونوں حضرات کو اے کلاس دے دی گئی اور ملاقات پر پابندی عائد کر دی گئی، میرے ساتھ سی کلاس میں اندرون دہلی دروازہ چنگڑ گلی کے ننھا پہلوان اور کچی دروازہ کے چند نامی گرامی غنڈوں کو رکھا گیا تھا، ایک روز مجھے جیل میں علم ہوا کہ میرے چچا زاد بھائی علامہ سید محمود احمد رضوی (جو کہ بعد میں مجلس عمل تحریک ختم نبوت 1973ء کے مرکزی جنرل سیکرٹری بنے) کو بھی گرفتار کر کے جیل میں لایا گیا ہے، میں نے مہر محمد حیات ڈپٹی سپرنٹنڈنٹ جیل سے مطالبہ کیا کہ انہیں میرے ساتھ رکھا جائے، انہوں نے فوراً یہ مطالبہ تسلیم کر لیا، محمود رضوی صاحب مجھے دیکھتے ہی بغلگیر ہو گئے اور میں نے ان کی خیریت دریافت کی، معلوم ہوا کہ پھیپھڑوں کے مرض مبتلا ہیں، انہوں نے مجھے بتایا کہ سائیکلو سٹائل کے ذریعے جو ہدایات پورے شہر میں پہنچائی جاتی تھیں وہ ان کے قلم سے ہی لکھی جاتی تھیں اور ان کی گرفتاری اسی بنا پر عمل میں آئی ہے، محمود صاحب سے تحریک کی صورت حال اور گھر کی خیریت کا علم ہوا، ہمیں بم کیس کی بارکوں میں رکھا گیا تھا، ہماری قریبی بارکوں میں مولانا غلام محمد ترنم صدر جمعیۃ علمائے پاکستان (مغربی پاکستان) بھی تھے، اور ان سے اکثر ملاقات ہوتی رہتی تھی، انہی بارکوں میں ایک نو سالہ بچہ خالد بھی تھا جس کے خلاف بغاوت، ڈاکہ اور آتش زنی وغیرہ سنگین نوعیت کے مقدمات بنائے گئے تھے، آٹھ روز بعد فوجی عدالت نے اسے رہا کر دیا۔

مجھے ابھی تک اپنے والد محترم کے بارے میں کوئی اطلاع نہ مل سکی تھی کہ وہ کہاں ہیں اور کس حال میں ہیں، اور نہ ہی میرے متعلق انہیں کوئی علم تھا، البتہ مجھے بعد میں پتہ چلا کہ کراچی جیل میں انہیں میرے قتل کی اطلاع دی گئی تھی، اور سید عطاء اللہ شاہ بخاری اور سید مظفر علی شمسی کا بیان ہے کہ چند روز تک تو

ہم نے یہ خبر علامہ ابوالحسنات سے چھپائے رکھی اور پھر آخر کار ایک روز ہم نے انہیں بتا ہی دیا کہ آپ کے صاحبزادے کو کو موت کی نیند سلا دیا گیا ہے،، علامہ ابوالحسنات یہ سنتے ہی سجدے میں گر گئے اور انہوں نے فرمایا میرے آقا گنبد خضراء کے مکیں صلی اللہ علیہ وسلم کو میرے اکلوتے بیٹے خلیل کی قربانی قبول ہے تو میں بارگاہِ ربی میں سجدۂ شکر ادا کرتا ہوں، ناموس رسالت پر ایک خلیل تو کیا میرے ہزاروں فرزند بھی ہوں تو اسوۂ شبیری پر عمل کرتے ہوئے سب کو قربان کردوں، اس کے بعد انہوں نے قرآن پاک کی تفسیر کا آغاز کر دیا، بعد میں والد صاحب کو سکھر جیل منتقل کر دیا گیا تھا، اور خود ان کا بیان ہے کہ جیل میں جب بھی مجھے تمہاری یاد آئی تو میں قرآن پاک کی تفسیر شروع کر دیا کرتا تھا اور اس سے دل کو تسکین ہو جاتی تھی، چنانچہ جیل میں انہوں نے نصف قرآن کی تفسیر مکمل کی اور باقی رہائی کے بعد تحریر فرمائی۔

چارج شیٹ میں فردوس شاہ ڈی ایس پی کے قتل کا الزام مجھ پر اور مولانا عبدالستار خاں نیازی پر عائد کیا گیا تھا، اور اس کی تفصیل یہ بتائی گئی تھی کہ مسجد وزیر خاں میں مولانا عبدالستار خاں نیازی جلسۂ عام سے خطاب کر رہے تھے اور صدارت میں کر رہا تھا، فردوس شاہ ڈی ایس پی پولیس کے سپاہیوں کے ساتھ مسجد میں داخل ہوا ہی تھا کہ مولانا نیازی نے کہا ان کتوں کو مسجد سے نکالو، میں نے صدارت کی کرسی سے کہا جانے نہ پائیں، یہیں ختم کردو، یہ سن کر نتھا پہلوان اور تقریباً نو دیگر افراد فردوس شاہ پر پل پڑے اور اسے وہیں قتل کر دیا، حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ اس وقت مسجد میں نہ تو کوئی جلسہ ہو رہا تھا اور نہ تقریر، بلکہ ایک جلوس چوہٹہ بستی بھگت سے نکلا، فردوس شاہ ایک سپاہی کے تحفظ کے لئے آ رہا تھا کہ قتل کر دیا گیا۔

میرے خلاف مقدمہ قتل ایک فوجی عدالت میں چلایا گیا جو کہ سنٹرل جیل اور بوسٹل جیل کے درمیان لگائی گئی تھی، یہ مقدمہ تقریباً 19 روز تک فوجی عدالت میں زیر سماعت رہا، حکومت کی طرف سے جو گواہ پیش ہوئے تھے وہ جرح کے دوران پسینے سے شرابور ہو جاتے اور ان کا جسم تھر تھر کانپنے لگتا، مولانا عبدالستار خاں نیازی اور میری طرف سے چودھری نذیر احمد (سابق اٹارنی جنرل) میاں غیاث الدین، رفیق احمد باجوہ، چوہدری کلیم الدین اور چند دیگر وکلاء فوجی عدالت میں پیش ہوئے، چوہدری نذیر احمد جب گواہوں پر جرح کرتے تو گواہوں کی حالت دیدنی ہوتی تھی، ایک گواہ نے اپنے بیان میں کہا کہ فردوس شاہ کی لاش مسجد وزیر خاں کے دروازے پر پڑی تھی اور میں اس کو اٹھا کر چوک وزیر خاں میں لے آیا اور پھر میں نے پولیس کو اطلاع دے دی، اس نے ایک شیشی میں جائے وقوعہ سے لی گئی خون آلود مٹی بھی عدالت میں پیش کی، فوجی عدالت نے جو کہ ایک بریگیڈیر اور دو کرنلوں پر مشتمل تھی، مجھ سے مسجد وزیر خاں میں جمعہ کا وقت پوچھا جو میں نے بتا دیا اور پھر عدالت نے کہا کہ وہ خود اگلے روز دس بجے صبح جائے وقوعہ کا معائنہ کرے گی۔

چنانچہ اگلے روز مولانا عبدالستار خاں نیازی اور میں، فوجی عدالت اور چند دیگر افراد کے ہمراہ مسجد وزیر خاں میں آئے، ہمیں دیکھ کر مکانوں کی چھتوں اور مکانوں سے محبان تاجدار ختم نبوت نعرے لگانے لگے اور فوجی عدالت نے اپنی آنکھوں سے ملت اسلامیہ کے جذبات کا مشاہدہ کیا، جب عدالت جائے وقوعہ پر پہنچی تو وہاں پر گواہ کے بیان کے بالکل برعکس مٹی کے بجائے سنگ سرخ کی سیڑھیاں تھیں، ۱۹ روز کی عدالتی کارروائی کے بعد عدالت نے ہمیں مقدمہ قتل سے بری کر دیا۔

بری ہونے کے بعد ہم جیل سے سامان لینے کے لئے گئے تو ڈپٹی سپرنٹنڈنٹ جیل نے مجھے اور مولانا نیازی کو کہا کہ آپ جلدی سے گھر ہو آئیں کیوں کہ دوبارہ گرفتاری کا خدشہ ہے، چنانچہ ہم سامان لئے بغیر ہی جیل سے چلے آئے، گھر پہنچ کر میں نے غسل کیا اور کپڑے تبدیل کئے اور پھر حضرت داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ کے مزار اقدس پر پہنچ کر حاضری دی، واپسی پر دربار شریف کے باہر لوگوں نے گھیر لیا اور پھولوں کے ہار پہنائے، یہاں کئی دوستوں سے بھی ملاقات ہوگئی، مارشل لاء کی پابندیاں اگرچہ کافی نرم ہو چکی تھیں لیکن مارشل لاء کے اثرات ابھی بہت زیادہ باقی تھے، چوراہوں پر فوجیوں نے ریت کی بوریوں سے مورچے بنائے ہوئے تھے، میں دربار شریف سے گھر جانے کے لئے تانگے پر بیٹھا، ابھی تانگہ لوہاری گیٹ تک ہی پہنچا تھا کہ پیچھے سے ایک فوجی جیپ آئی اس نے ہارن دیا اور رکنے کا اشارہ کیا، ایک فوجی افسر نے میرے قریب آکر وارنٹ دکھائے اور کہا تشریف لے آئیے آپ کو دوبارہ گرفتار کیا جارہا ہے، مجھے چند گھنٹے تھانہ ٹکی گیٹ میں رکھنے کے بعد شاہی قلعے میں پہنچا دیا گیا، اسی روز لوہاری دروازے کے کچھ افراد گرفتار ہو کر آئے تھے اور ان کے پاس گھر کا کھانا بھی موجود تھا، چنانچہ ان کے ساتھ میں نے بھی کھانا کھایا، ایک رات قلعے میں گزارنے کے بعد اگلے روز مجھے سنٹرل جیل پہنچا دیا گیا، مولانا محمود احمد رضوی صاحب کو جیل سے ہسپتال کے ٹی بی وارڈ میں منتقل کر دیا گیا تھا اور ملاقات پر پابندی لگا دی گئی تھی، پھر تقریباً ایک ماہ تک فوجی عدالت میں 7 مارچ کو مسجد وزیر خاں میں ہونے والی میری تقریر کے خلاف مقدمہ زیر سماعت رہا، اس مقدمہ میں بھی میری پیروی ان وکلاء صاحبان نے ہی کی جو کہ مقدمہ قتل میں پیش ہوئے تھے، اگرچہ سرکاری گواہیاں جرح کے دوران ساقط ہو چکی تھیں لیکن مجھے سات سال قید بامشقت کی سزا سنائی دی گئی اور مجھے جیل میں قیدیوں کا لباس پہنا دیا گیا، پہلے بان اور چرخے کی مشقت دی گئی، اسی دوران مولانا عبدالستار خاں نیازی (جنہیں دوبارہ گرفتار کر لیا گیا تھا) اور مولانا مودودی کو سزائے موت کا حکم سنا دیا گیا، مولانا عبدالستار خاں نیازی کو جس وقت سزائے موت سنائی گئی میں فوجی عدالت میں موجود تھا، انہوں نے سزائے موت کا فیصلہ سننے کے بعد گرج کر کہا! بس... اس سے بھی زیادہ کوئی سزا آپ کے پاس ہے تو دے دیجئے، میں ناموس مصطفیٰ کی خاطر سب کچھ

میں اللہ تعالیٰ نے اولیاء اللہ کرام کی شان میں واضح طور پر فرمایا ہے "الا ان اولیاء اللہ لا خوف علیھم ولاھم یحزنون" اوراس کے علاوہ بھی قرآن پاک میں اولیاء کرام کے متعلق بہت سی آیات موجود ہیں، لہٰذا آپ کے اس کتابچہ کی اصلاح ہونی چاہئے، مودودی صاحب کچھ جواب دینا چاہتے تھے لیکن اسی اثناء میں ان کے کچھ رفقاء آگئے اور بات دوسری طرف چل نکلی، اس کے بعد بھی ان سے کئی بار نہایت خوشگوار ماحول میں گفتگو کا موقع ملتا رہا۔

ایک روز جیل میں یہ اطلاع ملی کہ کچھ قیدیوں نے جیلر کی توہین کی ہے اوراس جرم کی پاداش میں انہیں ٹکٹکی لگائی جائے گی، ہم اپنی بارک سے اس مقام کے قریب پہنچنے میں کامیاب ہو گئے جہاں پانچ چھ افراد کو نہایت بے دردی سے بید لگائے گئے، ہم نے چھپ کر یہ سارا منظر اپنی آنکھوں سے دیکھا، ملزموں کے جسم سے گوشت قیمے کی طرح کٹ کر فضا میں اُڑتا ہوا نظر آیا، اس دردناک واقعہ کی مکمل تفصیل ہم نے لکھ کر ممبران اسمبلی کو ارسال کی اور صوبائی اسمبلی میں حکومت کی طرف سے باقاعدہ یہ یقین دہانی کرائی گئی کہ آئندہ جیل میں کسی ملزم کے ساتھ ایسا وحشیانہ سلوک نہیں کیا جائے گا۔

اسی دوران مولانا احمد علی لاہوری کو ملتان سے سنٹرل جیل لاہور میں منتقل کر دیا گیا، وہ کچھ علیل تھے اس لئے انہیں جیل کے ہسپتال میں داخل کر دیا گیا اور پھر دو روز بعد معلوم ہوا کہ انہیں رہا کر دیا گیا ہے، ان کی رہائی کی کوئی وجہ سمجھ میں نہیں آرہی تھی، چنانچہ اس سلسلہ میں جیل میں یہ افواہ گردش کرنے لگی کہ وہ معافی مانگ کر رہا ہوئے ہیں۔

1954ء میں حکومت نے ایک انکوائری کمیشن قائم کیا، اس کمیشن کے قیام سے دو روز قبل مجھے جیل میں بی کلاس دے دی گئی اور اب میرا قیام جیل کے اس حصے میں تھا جہاں مولانا عبدالستار خاں نیازی، مولانا مودودی اور نصر اللہ خاں عزیز وغیرہ تھے، انکوائری کمیشن کے قیام کے بعد سکھر جیل میں نظر بند تمام راہنماؤں کو سنٹرل جیل لاہور میں منتقل کر دیا اور ان تمام حضرات کو سنٹرل جیل کے اس حصے میں رکھا گیا جسے دیوانی گھر کہا جاتا ہے، جب میں پہلی بار ان حضرات سے ملاقات کے لئے دیوانی گھر کے دروازے پر پہنچا تو سب سے پہلے سید عطاء اللہ شاہ بخاری سے ملاقات ہوئی، انہوں نے مجھے "شہید اعظم" کہہ کر پکارا اور بغل گیر ہو گئے، چند قدم آگے بڑھا تو شیخ حسام الدین اور تاج الدین انصاری سے ملاقات ہوئی، میں نے اپنے والد محترم کے متعلق دریافت کیا تو سید عطاء اللہ شاہ بخاری میرا ہاتھ پکڑ کر مجھے بڑ کے درخت کی طرف لے گئے جہاں میرے والد محترم ایک چارپائی پر بیٹھے قرآن پاک کی تفسیر لکھ رہے تھے، پہلی نظر میں تو میں انہیں پہچان بھی نہ سکا کیونکہ وہ بہت کمزور ہو گئے تھے اور ہڈیوں کا ڈھانچہ نظر آرہے تھے، والد محترم نے مجھے دیکھا تو اُٹھ کر سینے سے لگا لیا میں نے عرض کی آپ اتنے کمزور کیوں

ہو گئے؟ والد محترم نے فرمایا سکھر جیل سنٹر جیل تھی، 125 ڈگری گرمی تھی اور جس بارک میں ہمیں رکھا تھا اس کے اوپر لوہے کی چادریں تھیں، پانی بھی وقت کی پابندی کے ساتھ ملتا تھا، اکثر پسینے سے ہی غسل کر کے تفسیر کا کام شروع کر دیتا تھا۔

قائدین کی آمد کے بعد جیل میں بہت زیادہ رونق اور چہل پہل ہو گئی تھی، اکثر علماء والد محترم سے ملاقات کے لئے آتے رہتے تھے، والد صاحب قبلہ جیل سے ملنے والے راشن سے مٹھائی وغیرہ تیار کر کے گیارھویں شریف کے ختم کا اہتمام کرتے تھے، ایک روز مولانا غلام محمد ترنم (جنہیں دیوانی گھر سے کچھ فاصلے پر واقع ''بم کیس'' کی بارکوں میں رکھا گیا تھا) معروف اہل حدیث عالم مولانا محمد اسماعیل کا ہاتھ پکڑ کر انہیں والد صاحب کے پاس لے آئے اور انہوں نے ازراہ مذاق فرمایا کہ آج اس وہابی کو گیارھویں شریف کا تبرک کھلانا ہے، مولانا اسمٰعیل ہنستے ہوئے گیارھویں شریف کی محفل میں بیٹھ گئے، ان کے علاوہ عطاء اللہ شاہ بخاری اور کئی دیگر دیوبندی اور وہابی علماء بھی اس محفل میں شریک تھے سوائے مولانا محمد علی جالندھری (ملتان) کے جو بدعت بدعت کی گردان کرتے ہوئے کمرے سے باہر چلے جاتے تھے، اور تبرک لینے سے بھی انکار کرتے تھے، مولانا اسماعیل صاحب نے فاتحہ خوانی میں شرکت کرنے کے بعد کہا کہ اگر یہی گیارھویں شریف ہے تو آپ میرے گھر روزانہ آیئے اور گیارھویں شریف کی فاتحہ کیجئے، پھر انہوں نے تبرک بھی کھایا اور اس کے بعد وہ اکثر والد صاحب سے علمی گفتگو کرتے رہتے تھے، ایک روز گیارھویں شریف کی محفل میں مودودی صاحب بھی شریک ہوئے اور انہوں نے تبرک بھی کھایا، اس دوران ان کی والد صاحب سے چند علمی موضوعات پر گفتگو بھی ہوئی، شام کو میں مودودی صاحب سے ان کی بارک میں ملا تو وہ مجھے کہنے لگے، مولانا ابوالحسنات سے ملاقات کر کے مجھے بڑی خوشی ہوئی ہے اور ان کے تبحر علمی نے مجھے بے حد متاثر کیا ہے، میرا ارادہ ہے کہ میں اپنا لٹریچر ان کے سپرد کر دوں تا کہ وہ اس کی اصلاح کر دیں، میں نے مودودی صاحب سے کہا کہ اگر ایسا ہو جائے تو یہ بہت بڑا کام ہوگا۔

دوسرے روز میں والد محترم کی خدمت میں حاضر ہوا تو میں نے مودودی صاحب سے گزشتہ روز کی گفتگو کا ذکر کیا، سید عطاء اللہ شاہ بخاری بھی اس موقع پر موجود تھے انہوں نے کہا یہ سب منافقت ہے مودودی کی کسی بات پر اعتبار نہیں کیا جا سکتا، انہوں نے اس موقع پر مودودی صاحب کیخلاف اور بھی بہت سخت الفاظ استعمال کئے اور پھر جیل میں ان کے ورکروں نے مودودی صاحب کے خلاف محاذ آرائی شروع کر دی، جیل سے باہر مولانا احمد علی لاہوری نے مودودی صاحب کے خلاف اپنی مہم تیز تر کر دی اور روزنامہ ''نوائے پاکستان'' کے ذریعے پروپیگنڈے کا اچھا خاصہ محاذ قائم کر لیا، لیکن میں بدستور کسی

مناسب موقع کی تلاش میں رہتا تاکہ مودودی صاحب سے اس کی اصلاح کروائی جاسکے۔

پھر جسٹس منیر (لاہور ہائی کورٹ) انکوائری کمیشن نے تحریک ختم نبوت کے مقدمہ کی باقاعدہ سماعت شروع کردی، عدالت میں مودودی صاحب کا رویہ انتہائی افسوس ناک اور خلاف توقع تھا، انہوں نے یہ موقف اختیار کیا کہ انہیں ڈائریکٹ ایکشن اور تحریک کے دیگر پہلوؤں سے کوئی اتفاق نہیں تھا، اس پر حافظ خادم حسین، مولانا غلام محمد ترنم اور حضرت والدمحترم نے سخت جرح فرمائی، مودودی صاحب تو یہاں تک کہہ گئے کہ انہوں نے ڈائریکٹ ایکشن کے فیصلے پر دستخط ہی نہیں کئے تھے، لیکن والد صاحب نے کہا کہ ہمارے پاس وہ دستاویز اب بھی موجود ہے جس میں ڈائریکٹ ایکشن کے فیصلے پر آپ نے دستخط کئے تھے، یہ بات سن کر مودودی صاحب نے کہا ہاں میں نے چھوٹے سے دستخط کئے تھے، والد صاحب نے فرمایا تو کیا ہمیں آپ کے دستخطوں کا بورڈ لکھوا کر لگانا چاہئے تھا، مودودی صاحب لاجواب ہو گئے اور والد صاحب نے وہ دستاویز عدالت میں پیش کردی جس پر ڈائریکٹ ایکشن کا فیصلہ تحریر تھا، مودودی صاحب کے علاوہ کسی راہنما نے اس بات کا انکار نہیں کیا کہ اس نے ڈائریکٹ ایکشن کے فیصلے پر دستخط نہیں کئے تھے۔

بہرحال میں پہلے پہل تو مودودی صاحب کے اخلاق سے بہت متاثر تھا لیکن ان کی اس صریح غلط بیانی اور بزدلانہ روش سے مجھے بڑی مایوسی ہوئی، انکوائری کا سلسلہ جاری رہا لیکن چونکہ ایک سوچی سمجھی سکیم کے تحت یہ کمیشن بٹھایا گیا تھا اس لئے کوئی واضح نتیجہ سامنے نہ آیا، چنانچہ ممتاز صحافی مرتضٰے احمد خاں میکش نے اپنی کتاب "محاسبہ" میں اس کمیشن کی کارکردگی پر تفصیلی تبصرہ کیا اور تمام پہلوؤں کو واضح کیا۔

انکوائری کے دوران ایک روز والد محترم دیوانی گھر میں تشریف فرما تھے، مولانا عبدالحامد بدایونی، سید عطاء اللہ شاہ بخاری، ماسٹر تاج الدین انصاری، شیخ حسام الدین، صاحبزادہ فیض الحسن، سید مظفر علی شمسی اور کچھ دیگر حضرات بھی ان کے قریب آ کر بیٹھ گئے، ماسٹر تاج الدین انصاری نے والد صاحب سے کہا حضرت موسم بہار ہے اور مجھے موچی دروازے کی یاد ستا رہی ہے، ہمیں کسی طرح جیل سے باہر جانا چاہئے، حضرت والد صاحب نے فرمایا یہاں ہم ایک عظیم مشن کی تکمیل کے لئے آئے ہوئے ہیں اور پھر میں تو کلام پاک کی تفسیر میں بھی مصروف ہوں باہر جا کر ہم لوگ نہ جانے کن مصروفیات میں اُلجھ جائیں، آیئے بارگاہ الٰہی میں دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ اپنے حبیب پاک کے صدقے اس مقدس مقصد کو پورا فرمائے، جس کی خاطر ہم جیل آئے ہیں، سب نے آمین کہی اور پھر والد صاحب نے دعا فرمائی! الٰہی اپنے حبیب کریم کے صدقے اس جیل کے قیدیوں کو آزادی کی نعمت سے متمتع فرما، اس جیل کی دیواروں کو گرادے اور یہاں باغ و بہار بنادے، سب نے اس دعا پر بھی آمین کہی، یہ کچھ ایسی مقبول ساعت تھی

کہ آج اس دعا کا ایک ایک لفظ مقبول ومنظور ہو کر ہمارے سامنے آرہا ہے، وہی سنٹرل جیل آج شادمان کالونی میں تبدیل ہو چکی ہے، اس کی اونچی اونچی دیواریں گر چکی ہیں اور جیل کی بارکیں اب باغ وبہار کا نقشہ پیش کر رہی ہیں۔

شادمان کالونی کے مشرقی حصے میں وہ بڑ کا درخت اب بھی موجود ہے جس کے نیچے یہ دعا کی گئی تھی اور جس کے نیچے بیٹھ کر والد صاحب تفسیر لکھا کرتے تھے، تقریباً ایک سال بعد ہائی کورٹ نے کراچی میں گرفتار ہونے والے تمام رہنماؤں کو رہا کر دیا، لیکن مولانا نیازی، مولانا مودودی اور مجھے رہا نہیں کیا گیا تھا۔

ایک طویل عرصے تک جیل میں رہنے سے تقریباً سبھی حضرات ذیابیطس کے مریض ہو گئے تھے، ادھر عوام کے دلوں میں تحریک کے جذبات ابھی تک موجود تھے لیکن جمہوریت کا گلا گھونٹ دیا گیا تھا اور بے انتہا تشدد کر کے تحریک کو کچلنے میں کوئی کسر روا نہ رکھی گئی تھی، ہمارے علاوہ تحریک کے دیگر بہت سے رضا کار بھی ابھی تک جیلوں میں تھے، جیل سے رہا ہونے والے زعماء نے اپنے مطالبات کے احیاء کے لئے دہلی دروازے کے باہر ایک عظیم الشان جلسہ کیا، اس جلسہ کی صدارت قبلہ والد صاحب نے کی، اور مختلف راہنماؤں نے اس جلسہ سے خطاب کیا اور تحریک کے حامیوں کی رہائی کا مطالبہ کیا، اس کے تقریباً ڈیڑھ سال بعد (جون ۱۹۵۵ء) میں ایک روز میں نماز عصر کے بعد بیٹھا ہوا تھا کہ اچانک جیل کے ایک آفیسر نے آکر کہا کہ آپ کی رہائی کے آرڈر آئے ہیں، میرے لئے یہ بات خلاف توقع تھی اور پہلے میں نے اسے مذاق ہی سمجھا لیکن پھر جیل کے آفیسر نے چلنے کو کہا تو مولانا نیازی اور مولانا مودودی نے مجھے مبارکباد دی، میری رہائی کے تقریباً چھ سات ماہ بعد مولانا نیازی اور مولانا مودودی کو بھی رہا کر دیا گیا۔

جیل سے رہائی کے بعد مودودی صاحب نے ایک دعوت کا اہتمام کیا جس میں انہوں نے دیگر معززین شہر کے علاوہ مجھے بھی مدعو کیا، میں نے اس موقع پر مودودی صاحب سے کہا اب حالات معمول پر آچکے ہیں اپنا وعدہ پورا کیجئے اور اپنا سارا لٹریچر مجھے دیجئے تاکہ والد صاحب سے اس کی اصلاح کروادوں، لیکن مولانا مودودی نے ٹالنے کی کوشش کی، میں نے اصرار کیا تو کہنے لگے جیل میں میرا ارادہ تو بنا تھا لیکن اب جو چیز چھپ چکی ہے اس کو بدلنا بہت مشکل ہے۔

(بشکریہ، ماہنامہ ''فیضان'' فیصل آباد شمارہ اگست 1978ء، شمارہ ستمبر، اکتوبر 1978ء)

پیش کش:۔ عاطف ندیم سندھو

تحریک ختم نبوت 1953ء کے مخالفین کے عبرتناک انجام

مرزا قادیانی کے جہنم رسید ہو جانے کے بعد حکیم نور الدین، درحقیقت ''فتور الدین'' (گدھی نشین) ہوا اور اُس نے عانہ ساز نبوت کا کاروبار شنیع سنبھالا۔ چھ سال تک اپنے غلیظ ہاتھوں سے منزہ و پاکیزہ منصب نبوت و رسالت سے کھیلتا رہا اور آخر 1914ء میں موت کے آہنی ہاتھوں نے جانشین مرزا قادیانی کو آتش جہنم میں ہم نشین مرزا قادیانی بنا دیا۔ فتور الدین کی فتنہ ساز زندگی کے بعد مرزا قادیانی کا بیٹا بشیر الدین محمود اپنی موروثی نبوت کی مسند فراڈ پر نمودار ہوا۔ 1947ء میں جب پاکستان معرض وجود میں آیا تو مرزا بشیر الدین رات کی تاریکی میں برقع پہن کر ''شہر ارتداد'' قادیاں سے فرار ہو کر لاہور آ گیا اور پاکستان کے اندر قادیانیت کا دام تلبیس بڑی مہارت سے بچھانا شروع کر دیا۔ بے شمار کلیدی عہدے، جائدادیں اور مراعات لوٹیں، ظفر اللہ خان قادیانی کو اسلامی مملکت پاکستان کا وزیر خارجہ بنایا اور اسلام اور ملت اسلامیہ کا مذاق اڑایا گیا۔

جب قادیانیوں کی خرمستیاں اور چیرہ دستیاں حد سے بڑھ گئیں تو مسلمانوں کا پیمانہ صبر لبریز ہو گیا اور 1953ء میں ملت اسلامیہ پاکستان نے ایک طوفانی اور تاریخی تحریک چلائی۔ مسند حکومت پر بیٹھے ہوئے جابر حکمرانوں نے مجاہدین ختم نبوت پر ظلم و ستم کے وہ پہاڑ توڑے کہ انہیں دیکھ کر ہلاکو و چنگیز کی گردنیں بھی شرم کے مارے جھک جائیں۔ لاہور میں مارشل لاء نافذ کر دیا گیا۔ درندہ صفت جنرل اعظم خان کو مارشل لاء ایڈمنسٹریٹر مقرر کیا گیا۔ اس پتھر دل مرزائی نواز جرنیل نے صرف شہر لاہور میں دس ہزار عاشقان مصطفیٰ ﷺ کو شہید کیا، اور ہزاروں علماء اور عوام کو جیلوں میں ٹھونس دیا۔

شہداء کی لاشوں کو سڑکوں پر گھسیٹا جاتا اور انہیں کارپوریشن کی کوڑا کرکٹ اٹھانے والی گاڑیوں میں بھر کے دور دراز کے علاقوں میں گڑھے کھود کر دفن کر دیا جاتا، دریائے راوی کی لہروں کے سپرد کر دیا جاتا۔ پولیس

کے انتہائی ظلم وتشدد اور فوج کی گولیوں کی بوچھاڑ میں تحریک کو دبادیا گیا لیکن دلوں کے اندر مچلنے والا طوفان اپنی زبوں حالی سے پکار پکار کر کہہ رہا تھا۔

ہری ہے شاخ تمنا ابھی جلی تو نہیں
جگر کی آگ دبی ہے مگر بجھی تو نہیں
جفا کی تیغ سے گردن وفا شعاروں کی
کٹی ہے بر سر میداں، مگر جھکی تو نہیں

تحریک کے مخالفوں کا انجام:

اگرچہ تحریک قہراً کچل دی گئی اور حکمران بظاہر ظفریاب ہوئے لیکن لاکھوں مسلمانوں کا جیلوں میں جانا، ہزاروں مسلمانوں کا خاک وخون میں تڑپ کر شہید ہونا چھوٹے چھوٹے بچوں کا سینوں پر گولیاں کھانا اللہ تعالیٰ کے ہاں ہرگز ضائع نہیں ہوسکتا تھا۔ اور نہ ہی قدرت نے ان لوگوں کو معاف کیا جنہوں نے معصوم ومظلوم مسلمانوں پر ستم ڈھائے تھے۔ سردار عبدالرب نشتر مرحوم نے ایک تقریب میں آغا شورش کاشمیری مرحوم سے فرمایا۔ شورش جو لوگ خوش ہیں کہ تحریک ختم نبوت کچل دی گئی، وہ احمق ہیں۔ ہم میں سے جس شخص نے اس مقدس تحریک کی جتنی مخالفت کی تھی اتنی سزا اسے قدرت نے اس دنیا میں دے دی ہے اور ابھی عاقبت باقی ہے۔ تحریک کے سب مخالفین روح کے سرطان میں مبتلا ہیں۔ یہ ایک حقیقت ہے کہ تحریک ختم نبوت کی مخالفت کرنے والے اس کو کچلنے والے، ظلم کرنے اور بے گناہوں کا خون بہانے والوں کو قدرت نے دنیا ہی میں اس کی عبرتناک سزا دی۔

ملک غلام محمد:

ملک کے اس وقت کے گورنر جنرل تھے۔ اس وقت ارباب اقتدار کے اس گروہ کے سرغنہ تھے جو تحریک کا دشمن اور مخالف تھا۔ پھر انہوں نے تحریک کے بعد اپنے رشتہ دار جسٹس منیر کو انکوائری کمیشن کا چیئرمین بنا کر وہاں علماء اور اہل حق کی تذلیل کا سامان کیا۔ اس غلام محمد کو فالج ہوا۔ مفلوج حالت میں نہایت ذلت کی زندگی کا آخری حصہ گزارا۔ اس کی آخری زندگی ایک جانور سے بھی بدتر ہوگئی مرنے کے بعد لوگوں نے اسے چوڑھوں کے قبرستان میں دفن کردیا۔ آج کوئی مسلمان اس کی قبر پر نہ سلام کہتا ہے اور نہ دعائے مغفرت۔

سکندر مرزا:

دوسرے نمبر پر تحریک کا دشمن سکندر مرزا تھا۔ یہ تحریک کے دنوں، ڈیفنس سیکرٹری تھا۔ مرزائی

سیکرٹریوں سے مل کر تحریک کو تباہ کرنے کے درپے ہوا۔ حتیٰ کہ جب پنجاب حکومت لوگوں کے احتجاج اور قربانیوں سے زچ ہوگئی تو حکومت پنجاب نے ریڈیو پر اعلان کر دیا کہ لوگوں کو صبر وتحمل سے کام لینا چاہئے۔ حکومت پنجاب کے دو نمائندے مرکزی حکومت کے پاس مطالبات منوانے کے لئے جارہے ہیں۔ سکندر مرزا نے اس وقت خواجہ ناظم الدین کو مجبور کر کے اور اونی پونی اجازت لے کر لاہور فوج کے حوالے کر دیا اور کرفیو لگا دیا۔ جنرل اعظم نے ظلم کی انتہا کر دی اور اس سے بھی بڑھ کر میجر ضیاء الدین قادیانی نے تو یہاں تک کیا کہ مرزائی نوجوانوں کو فوجی جیپوں میں سوار اور مسلح کر کے فوجی وردی کے ساتھ شہر میں گشت کے لئے بھیج دیا اور حکم دیا کہ جہاں کہیں مسلمانوں کا اجتماع دیکھیں اس پر گولیوں کی بوچھاڑ کر دیں۔ جیسا کہ منیر انکوائری رپورٹ میں پنجاب اسمبلی کے ڈپٹی سپیکر کی شہادت سے معلوم ہوتا ہے۔ سکندر مرزا پر بھی خدا کی گرفت آئی۔ اس کا جوان بیٹا جو ائیر فورس کا آفیسر تھا جہاز تباہ ہونے سے بھسم ہوگیا۔ کچھ عرصہ بعد ایوب خان کمانڈر انچیف نے سکندر مرزا سے اقتدار چھین لیا اور اسے مال بردار جہاز میں سوار کر کے انتہائی ذلت کے ساتھ کوئٹہ اور وہاں سے لندن بھیج کر جلاوطن کر دیا۔ سکندر مرزا کی یا تو یہ ٹھاٹھ کہ ڈیفنس سیکرٹری کے بعد گورنر جنرل بنے یا پھر یہ ذلت و بے بسی کہ لندن میں ایک معمولی ہوٹل کے معمولی ملازم کے طور پر بقیہ زندگی برتن دھو کر گزاری۔ اسی بے کسی میں لندن میں مر گیا۔ اس کی بیوی نے امانتاً لندن میں دفن کیا پھر شہنشاہ ایران سے رابطہ کر کے اسے ایران لا کر دفن کیا۔ کیونکہ سکندر مرزا کی بیوی ناہید ایرانی تھی۔ اس لئے ایران میں دفن کی اجازت مل گئی لیکن شہدائے ختم نبوت کے خون کا رنگ دیکھئے اور قدرت کا انتقام ملاحظہ کیجئے۔ تھوڑے دنوں بعد شہنشاہ ایران کو اپنا تخت چھوڑنا پڑا۔ وہاں پر خمینی کی حکومت آگئی اس کے رضا کاروں نے سکندر مرزا کی قبر اکھاڑ کر میت کا تابوت باہر پھینک دیا، جسے کتے اور جنگلی جانور کھا گئے۔ ہڈیاں وغیرہ سمندر میں ڈال دی گئیں۔ **فاعتبروا یا اولی الابصار۔**

مسٹر دولتانہ:

پنجاب کا وزیر اعلیٰ تھا اس نے بھی تحریک کو کچلنے اور بدنام کرنے میں بہت زیادہ حصہ لیا۔ قدرت کا انتقام دیکھئے پہلے وزارت گئی، پھر مسلم لیگ چھٹی گوشہ گمنامی میں چلا گیا حالانکہ پاکستان کی بانی ٹیم کا رکن تھا۔ اس کی ذلت کی انتہا یہ ہے کہ وہ ایک دفعہ ٹرین سے کراچی جا رہا تھا۔ اس ٹرین میں ذوالفقار علی بھٹو بھی سفر کر رہا تھا۔ جب بھٹو صاحب کو علم ہوا کہ اس ٹرین کے کسی ڈبے میں ممتاز احمد دولتانہ بھی سوار ہیں تو کسی اسٹیشن پر بھٹو صاحب نے اخباری نمائندوں سے باتیں کرتے ہوئے کہا کہ اس ٹرین کے کسی ڈبے میں ایک ''چوہا'' بھی سفر کر رہا ہے۔ اور پھر اس سے بڑھ کر دولتانہ کی ذلت دیکھئے کہ دولتانہ نے اپنے اسی حریف

ذوالفقار علی بھٹو کا ملازم بن کر انگلستان کی سفارت قبول کر لی اور بھٹو صاحب کا کورنش بجالانے لگا۔ پھر وزارت کی طرح سفارت بھی گئی۔ آخر ذلت ورسوائی کی گٹھڑی سر پر اُٹھائے انتہائی عبرتناک موت مرگیا۔

خان عبدالقیوم خان:

یہ سرحد کا مرد آہن تھا۔ اس نے بھی تحریک ختم نبوت کے مجاہدین پر ظلم وستم کیا اس کی وزارت بھی چھین لی۔ مسلم لیگی ہو کر مسٹر بھٹو کے ساتھ شریک اقتدار رہا۔ ایک میٹنگ میں بھٹو صاحب نے ایسا ذلیل کیا کہ دم بخود ہو گیا۔ دربدر کے چکر صبح وشام موقف میں تبدیلی نے اُس کی عزت بھی خاک میں ملا دی۔

خواجہ ناظم الدین:

ایک اعلیٰ خاندان سے تعلق رکھتا تھا لیکن مرزائیت نوازی کی طرف اتنا راغب تھا کہ ظفر اللہ خاں مرتد قادیانی کو پورے ملک کے احتجاج کے باوجود وزارت سے نکالنے پر آمادہ نہ ہوا۔ حالانکہ جہانگیری پارک کراچی کے مرزائیوں کے جلسہ میں جب ظفر اللہ خاں مرتد قادیانی شرکت کے لئے جانے لگا تو خواجہ صاحب نے ان کو منع کیا۔ ظفر اللہ خاں مرتد قادیانی نے کہا کہ میں وزارت چھوڑ سکتا ہوں اپنی جماعت (قادیانیوں) کا جلسہ نہیں چھوڑ سکتا۔ اس جلسہ میں بہت بڑا فساد ہوا۔ مرزائیوں کے کئی ہوٹل اور دوسرے تجارتی ادارے مشتعل جلوس نے پھونک دیئے ظفر اللہ خان کی اس شرکت اور حکم نہ ماننا وزارت سے علیحدگی کا باعث قرار دیا جا سکتا تھا۔ مگر خواجہ صاحب کی شرافت یا بزدلی مانع ہوئی۔ چنانچہ خواجہ صاحب بھی ہمیشہ کے لئے اقتدار سے محروم ہو گیا۔

میاں انور علی:

ڈی آئی جی، سی آئی ڈی پنجاب تھے۔ تحریک کے دنوں میں مرکزی حکومت نے ان کو کراچی طلب کیا اور تھپکی دی کہ تمہیں آئی جی بنا دیا جاتا ہے۔ تم اس تحریک کو کچلنے میں کیا کردار ادا کر سکتے ہو۔ میاں انور علی نے سکندر مرزا ایسے سازشیوں کے ذریعے خواجہ ناظم الدین کو جواب دیا کہ میں صرف ایک ہفتہ میں تحریک کو کچل سکتا ہوں۔ یہ آئی جی بنا دیئے گئے۔ اس نے اسلامیان لاہور اور پنجاب کے دوسرے اضلاع کے مسلمانوں پر ظلم وستم کی ایک نئی داستان رقم کی۔ وقت گزر گیا خدا کی لاٹھی بے آواز ہے۔ اس کے ساتھ اپنی گھریلو زندگی میں ایک ایسا بدترین سانحہ پیش آیا جس سے اس کی ساری زندگی کی عزت خاک میں مل گئی۔ (اس کی ایک۔۔۔ جناب۔۔۔ کے صاحبزادے کے ساتھ۔۔۔) اس سانحہ سے اس کی غیرت رسوائی کے گہرے گڑھے میں دفن ہو گئی۔ وہ سانحہ چونکہ ایوب خان مرحوم کے صاحبزادوں سے متعلق تھا اس لئے اسنے اس سانحہ کی اطلاع ایوب خان کو دی اور کسی خاص غرض سے دی (کہ اب ان دونوں کو شرعی

طریقہ پر منسلک کر دیا جائے) ایوب خاں مرحوم برہم ہو گئے اور اپنے سامنے اُسے ''گٹ آؤٹ'' کہہ کر نکال دیا۔ اور ایسے ہتک آمیز الفاظ استعمال کئے جو زیب قلم نہیں۔ (ان گدھیوں کو باندھ کر رکھو کہ گدھوں کے پاس نہ جایا کریں) اور ساتھ ہی اس کی موقوفی کے آرڈر بھی بھیج دیئے ایک ہفتہ میں تحریک کو کچلنے والا ایک لحظہ میں دنیا و آخرت کی رسوائیاں لے کر واپس آ گیا۔ اس طرح خونخوار بھیڑیئے کا حشر ہوا۔

جنرل اعظم:

لاہور میں مارشل لاء کا انچارج بنایا گیا اس نے میجر ضیاء الدین قادیانی کو مارشل لاء کا نظم و نسق سپرد کر دیا۔ پیچھے سے سکندر مرزا تار ہلا رہے تھے اور یہ پوچھتے تھے کہ آج کتنی لاشیں اٹھائی گئی ہیں۔ قادیانی میجر نے قادیانی فرقان فورس کے قادیانیوں کو مسلح کر کے لاہور میں مجاہدین ختم نبوت کا قتل عام کرایا۔ یہ کافی عرصہ یہ جنرل اعظم ''پھرتے ہیں میر خوار کوئی پوچھتا نہیں'' کی تصویر بنا بیٹھا رہا۔ جس مرزائیت کے تحفظ کے لئے اس نے مسلمانوں کا قتل عام کرایا وہ مرزائیت اس کے سامنے اور یہ اس کے سامنے اپنی موت کے دن گنتا رہا۔ ایک دو مرتبہ سیاست کو منہ مارنے کی کوشش کی لیکن لاہور کے مارشل لاء کی ابدی لعنت سے اس کا سیاہ چہرہ لوگوں کو کبھی پسند نہیں آیا۔ آخر کار انتہائی عبرتناک موت مر کر جہنم سدھار گیا۔

ڈپٹی کمشنر غلام سرور:

یہ سیالکوٹ میں تعینات تھا اس نے تحریک کے رضا کاروں پر بے تحاشہ ظلم و ستم کیا۔ قدرت کا انتقام دیکھئے کہ یہ پاگل ہو گیا ڈپٹی کمشنر ہاؤس سے لا کر پاگل خانے میں بند کر دیا گیا۔

راجہ نادر خان:

تحریک ختم نبوت کے ایک مجاہد بیان کرتے ہیں، میری گرفتاری کے وقت پولیس کے ساتھ یہ صاحب بھی تھے۔ فقیر نے ان کے لئے کبھی بد دعا نہیں کی لیکن قدرت کا انتقام دیکھئے کہ کار کے ایک حادثہ میں ٹانگ ٹوٹ گئی۔ پاکستان سے لندن تک ڈاکٹروں نے جواب دے دیا۔ قابل رحم حالت میں انتقال ہوا۔ ہو سکتا ہے کہ ان کی یہ تکلیف کسی اور آزمائش اور سلسلے کی کڑی ہو مگر اس مظلوم کا دل گرفتاری کے وقت ان کی طرف سے آزردہ ضرور ہوا تھا۔

قدرت کی قہاریت کا عجیب واقعہ:

اسی تحریک کے ایک اور مجاہد بیان کرتے ہیں، مجھے فیصل آباد سے لاہور لے جا کر قلعہ میں بند کیا گیا تو میرے پاس چوہدری بہاول بخش ڈی، ایس، پی تشریف لائے اور مجھے بتایا کہ میرا لڑکا ایم، سی ہائی سکول میں آپ کا شاگرد رہا ہے۔ میں آپ کی کیا خدمت کر سکتا ہوں۔ میں نے شکریہ ادا کیا اور کہا کہ اس سے

بڑھ کر اور کیا خدمت ہو سکتی ہے کہ وحشت نگری میں آپ نے میری خیریت دریافت کی ہے۔ اگلے روز پھر وہ تشریف لائے اور کہا مولانا انہوں نے کچھ فارم چھپوائے ہیں آپ ان پر دستخط کر دیں اور گھر جائیں۔ میں سمجھ گیا کہ چوہدری صاحب کا اشارہ معافی نامہ کی فارموں کی طرف ہے۔ میں نے کہا چوہدری صاحب کہ جو لوگ میرے ہمراہ سینوں پر گولیاں کھا کر حضور ﷺ کے نام و ناموس پر شہید ہو گئے۔ فیصل آباد کی سڑکوں پر ابھی تک ان کا خون خشک نہیں ہوا۔ یہ کیسے ممکن ہے کہ میں ماؤں کے بچے مروا کر خود معافی نامہ پر دستخط کر کے گھر چلا جاؤں۔ چوہدری صاحب شرمندہ ہوئے، معذرت کی اور کہا کہ اگر آپ یہ حوصلہ رکھتے ہیں تو پھر آپ کا ڈٹ جانا ہی اصولی طور پر درست ہے۔ شیخ محمد شفیع انارکلی فیصل آباد والے چوہدری صاحب کے گہرے دوست تھے۔ وہ ان سے ملنے کے لئے شاہی قلعہ میں آئے۔ ان دونوں کے درمیان میرا بھی ذکر آیا اور خدا جانے آپس میں کیا باتیں ہوئیں۔ شیخ محمد شفیع نے فیصل آباد واپس جا کر یہ مشہور کر دیا کہ مولانا تاج محمود کو شاہی قلعہ میں پولیس نے اتنا مارا ہے کہ ان کی دونوں ٹانگیں اور دونوں بازو توڑ دیئے ہیں۔ یہ بات اڑتے اڑتے چک نمبر 138 جھنگ برانچ نزد چنیوٹ جہاں میرے والد صاحب مرحوم مقیم تھے ان تک پہنچ گئی۔ ان کو یہ سن کر انتہائی صدمہ ہوا۔ میری والدہ بتاتی تھیں کہ تمہارے ابا جی نے یہ دردناک خبر سن کر 3 ماہ تک رات کو تکیہ پر سجدے کی حالت میں راتیں گزاریں۔ انہیں یہ صدمہ سیدھے سونے نہیں دیتا تھا۔ برداشت نہ تھا۔ تین ماہ بعد میرے بڑے بھائی موضع ہری پور ہزارہ سے مجھے ملنے کے لئے حکومت کی اجازت ملنے پر آئے۔ کیمبل پور جیل میں ملاقات ہوئی۔ اس ملاقات میں سی۔ آئی۔ ڈی کا انسپکٹر رپورٹنگ کے لئے حکومت کی طرف سے موجود تھا۔ میرے بڑے بھائی گفتگو کرتے ہوئے میرے دونوں بازوؤں اور ٹانگوں کو بڑے غور سے دیکھتے تھے۔ بار باران کے ایسا کرنے پر مجھے شبہ ہوا تو میں نے پوچھا کہ بھائی جان آپ بار بار غور سے میرے بازوؤں اور ٹانگوں کو کیوں دیکھتے ہیں۔ انہوں نے کہا کہ میں یہ معلوم کرنا چاہتا ہوں کہ شاہی قلعہ میں آپ کی ٹانگ کہاں سے توڑی گئی اور بازو کہاں سے؟ میں نے کہا اللہ کا شکر ہے۔ میری دونوں ٹانگیں و بازو صحیح سالم ہیں۔ انہوں نے ایک لمبی آہ بھری اور کہا کہ یہ جھوٹی خبر تھی کہ آپ کو قلعہ میں ظلم و تشدد کا نشانہ بنایا گیا ہے۔ میں نے کہا کہ بالکل جھوٹ ہے مگر آپ تک یہ خبر کیسے پہنچی، انہوں نے ساری حقیقت حال کہہ سنائی، جس کا مجھے بہت دکھ ہوا کہ میرے ضعیف باپ کو کس قدر شدید اذیت اور ذہنی کوفت پہنچائی گئی۔ خدا کی قدرت دیکھئے کہ میں نظر بندی کے دن پورے کر کے گھر رہا ہو کر آ گیا اور اس واقعہ کا شیخ صاحب مرحوم سے تذکرہ تک نہ کیا۔ کچھ عرصہ بعد وہ شیخ صاحب جیپ کے ایک حادثہ کا سرگودھا روڈ پر شکار ہوئے اور ان کے دونوں بازو اور دونوں ٹانگیں ٹوٹ گئیں، جس کی میرے دل میں ہرگز خواہش و تمنا نہ تھی۔ لیکن اللہ تعالیٰ کی قدرت کے عجیب و غریب نظارے سامنے آتے ہیں۔

لمحہ فکریہ:

اے فرزندانِ اسلام! دین اسلام کی حفاظت اور تبلیغ ہر مسلمان کا فرض ہے۔ اب کسی نئے نبی نے تو دنیا میں آنا نہیں، اس لئے یہ ذمہ داری امت محمدیہ کے کندھوں پر ڈال دی گئی ہے کہ وہ اس کی تبلیغ واشاعت دنیا کے کونے کونے اور گوشے گوشے میں کرے اور اسلام کو ادیان باطل پر غالب کرے۔

ذرا چشم عبرت سے ثمرقند، بخارا اور تاشقند کی خونچکاں تاریخ دیکھئے کہ جب وہاں کے مسلمانوں نے اس فریضہ عظیم کو انجام دینے میں سستی اور غفلت کا مظاہرہ کیا تو روسی کمیونزم کے بلڈوزروں نے اسلامی تہذیب وثقافت کو روند ڈالا اور اسلام کے ہاتھوں میں دیس نکالا تھما دیا۔ مسجدوں کے بلند مینارے اذانوں سے محروم ہو گئے۔ مدارس قال اللہ وقال رسول اللہ کی روح پرور صداؤں کو ترسنے لگے۔ خانقاہوں کے دروازوں پر بھاری تالے لٹکنے لگے۔ قرآن اپنے قاریوں کی آوزیں سننے کے لئے سراپا انتظار بن گیا۔ مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ کی مقدس سرزمینیں روسی مسلمان حاجیوں کی صورتیں دیکھنے کے لئے بے قرار ہو گئیں۔ جہاں اللہ کی بڑائی بیان ہوتی تھی، وہاں اللہ کے وجود کے انکار کی روح سوز آوازیں اٹھنے لگیں۔ علماء پھانسی کے پھندوں پر جھولتے نظر آنے لگے۔ مشائخ عظام کو جیل کی کوٹھڑیوں میں اذیتیں دے دے کر موت کی نیند سلایا گیا۔ لائبریریوں کو تاخت وتاراج کر دیا گیا۔ اسلامی لٹریچر نذر آتش کر دیا گیا۔ مسلمانوں کی نئی نسل کے ذہنوں کی زمین میں الحاد کی تخم ریزی کر دی گئی۔ جن فضاؤں میں اسلام کا پرچم صدیوں لہراتا رہا وہاں لینن وسٹالن کے منحوس نعرے گونجنے لگے۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ اور امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ کی سرزمین پر شیطنت نے پنجے گاڑ لئے۔ بخارا اور ثمرقند کے وہ چشمے جہاں اطراف عالم سے علم کے پیاسے اپنی پیاس بجھانے کے لئے امڈ امڈ کر آیا کرتے تھے، خشک ہو گئے۔ اسلام کے خون سے سینچا ہوا چمنستان اسلام اجڑ گیا۔

اے اسلامیان پاکستان! آج قادیانی، یہود، ہنود اور نصاریٰ کے ساتھ مل کر پاکستان میں ثمرقند، بخارا کی ہولناک تاریخ دہرانا چاہتے ہیں۔ اس کے لئے خوفناک منصوبہ تیار ہو چکا ہے۔ ملک کے اقتدار پر قبضہ کرنے کے لئے ایک گہری سازش کے تحت سول اور فوج کے کلیدی عہدوں پر قادیانیوں کو بٹھایا جا رہا ہے۔ حساس ترین محکموں میں قادیانی گھس چکے ہیں اور وہ اپنے آقاؤں کو وطن عزیز کے سارے راز پہنچا رہے ہیں۔ مغربی ذہن رکھنے والے مسلمانوں کے گھروں میں اپنا لٹریچر پہنچا کر انہیں اپنا ہمنوا بنا رہے ہیں۔ نوجوانوں کو اندرون وبیرون ملک روزگار مہیا کر کے انہیں قادیانی بنایا جا رہا ہے۔ وہ اس دن کا بڑی شدت سے انتظار کر رہے ہیں جب اس ملک کی کرسی اقتدار پر کوئی قادیانی حکمران براجمان

ہوگا۔ وہ ان ساعتوں کے منتظر ہیں جب شریعت محمدیہ ﷺ کے نفاذ کے لئے حاصل کردہ اس ملک میں "مرزا قادیانی" کی جے کے نعرے لگیں۔

مسلمانو! اُٹھو اب بھی موقع ہے قادیانیوں کے خلاف محاذ آراء ہو جاؤ اور انھیں بتادو کہ ابھی محمد عربی ﷺ کے غلام زندہ ہیں۔ تاکہ کل مرتے وقت اہلِ دنیا کے سامنے سربلندی سے یہ کہہ سکو۔

لحد میں عشقِ رخِ شاہ کا داغ لے کر چلے
اندھیری رات سُنی تھی چراغ لے کر چلے

عقیدہ۔ اسکی ذات کا ادراک عقلاً محال کہ جو چیز سمجھ میں آتی ہے عقل اس کو محیط ہوتی ہے اور اس کو کوئی احاطہ نہیں کرسکتا البتہ اس کے افعال کے ذریعہ سے اجمالاً اس کی صفات پھر ان صفات کے ذریعہ سے معرفت ذات حاصل ہوتی ہے۔

عقیدہ: اس کی صفتیں نہ عین ہیں نہ غیر یعنی صفات اسی ذات ہی کا نام ہوا ایسا نہیں اور نہ اس سے کسی طرح کسی نحو وجود میں جدا ہوسکیں کہ نفس ذات کی مقتضیٰ ہیں اور عین ذات کو لازم۔

عقیدہ۔ اسکی صفات نہ مخلوز ہیں نہ زرقدر داخل۔

عقیدہ۔ ذات وصفات کے سوا سب چیزیں حادث ہیں یعنی پہلے نہ تھیں پھر موجود ہوئی۔ ۔ صفات الٰہی کو جو مخلوق کہے یا حادث بتائے گمراہ بددین ہے۔

عقیدہ۔ جو عالم میں سے کسی شے کو قدیم مانے یا اس کے حدوث میں شک کرے کافر ہے۔

عقیدہ۔ نہ وہ کسی کا باپ ہے نہ بیٹا نہ اس کے لئے بی بی۔ جو اسے باپ بیٹا بتائے یا اس کے لئے بی بی ثابت کرے کافر ہے بلکہ جو ممکن بھی کہے گمراہ بددین ہے۔

عقیدہ ۔ وہ جی ہے یعنی خود زندہ ہے اور سب کی زندگی اس کے ہاتھ میں ہے۔ جسے جب چاہے زندہ کرے اور جب چاہے موت دے۔

عقیدہ۔ وہ ہر ممکن پر قادر ہے کوئی اس کی قدرت سے باہر نہیں۔

(بہار شریعت)

ملک کاشف علی

قادیانی شبہات کے دندان شکن جواب

فتنہ انکار ختم نبوت کے مبلغین کہتے ہیں کیونکہ آنحضرت ﷺ کی نبوت پرانی اور فرسودہ ہو چکی۔ لہٰذا جدید پیدا شدہ مسائل کے حل کے لئے نئے نبی کا آنا ضروری تھا۔ سنت خیر الانام ﷺ عصر حاضر کے بے چین انسانوں کے سلگتے ہوئے مسائل کو حل کرنے کے لئے کافی نہیں۔ (نعوذ باللہ)

اس عقیدہ باطل کو بیان کرتے ہوئے مرزائی کہتے ہیں

”نبی اکرم ﷺ کی ذہنی استعدادوں کا پورا ظہور، بوجہ تمدن کے نقص کے، نہ ہوا اور نہ قابلیت تھی۔ اب تمدن کی ترقی سے حضرت مسیح موعود کے ذریعے ان کا پورا ظہور ہوا۔“

(ریویو مئی 1922ء بحوالہ قادیانی مذہب صفحہ 266، اشاعت نہم مطبوعہ لاہور)

مزید زہرافشانی سنئے۔

”ہمارے نبی اکرم ﷺ کی روحانیت نے پانچویں ہزار میں (یعنی مکی بعثت میں) اجمالی صفات کے ساتھ ظہور فرمایا۔ اور وہ اس روحانیت کی ترقیات کی انتہا نہ تھا بلکہ اس کے کمالات کے معراج کے لئے پہلا قدم تھا۔ پھر اسی روحانیت نے چھٹے ہزار کے آخر میں یعنی اس وقت پوری طرح سے تجلی فرمائی۔“ (خطبہ الہامیہ صفحہ 177)

ان عقل کے اندھوں سے کوئی پوچھے کہ نبوت کے تمام مراتب تو رسول اللہ ﷺ پر ختم ہو چکے، نبوت اپنی تکمیل پر پہنچ گئی، دین مکمل ہو گیا۔ تم کون سی نبوت کی بات کرتے ہو؟ احمقوں کی کس جنت کے باسی ہو؟ تمہیں تو شیطان نے ریشمی دھاگوں سے بنے ہوئے دلفریب جال میں پھنسایا ہوا ہے۔ جاؤ عقل کے ناخن لو۔ اپنے قلب میں ایمان کی شمع فروزاں کرو اور تعصب و جہالت کی عینک اتار کر کلام اللہ اور کلام خاتم النبیین ﷺ کا مطالعہ کرو تو پھر تم لسان وقلب سے پکار اٹھو گے۔

فرما گئے یہ ہادی لانبی بعدی

اور جہاں تک تمہارے مسائل کا تعلق ہے تو جاؤ تمہیں چیلنج ہے۔ اپنے معاشی مسائل لے کر آؤ، اپنے معاشرتی مسائل لے کر آؤ، دنیا بھر کے مسائل کا پلندہ لے کر دوڑتے ہوئے آؤ، اور آفتاب ختم

نبوت کی روشنی میں پلک جھپکنے میں اپنے مسائل حل کرلو۔

طب وصحت کے میدانوں میں ساری زندگی سرگرداں رہنے والو! اگر دنیا کو صحت کی دولت سے مالامال کرنا چاہتے ہو تو طب نبوی ﷺ کا مطالعہ کرو۔

چاند پر پہنچنے اور مریخ کا عزم رکھنے والو! اگر خلائی سائنس پر عبور چاہتے ہو تو معراج النبی ﷺ کا مطالعہ کرو۔

معاشیات کے ماہرو! اگر خطہ ارضی پر بسنے والے انسانوں کو معاشی سکون دینا چاہتے ہو تو خاتم الانبیاء ﷺ کے نظام زکوٰۃ کو اپنالو۔

عالمی عدالت کے ججو! اگر دنیا میں انصاف کا بول بالا کرنا چاہتے ہو تو مدینہ کے قاضی کی سیرت کو اپنالو۔

لاشوں کے انبار اور سروں کے مینار تعمیر کرنے والے مغرور فاتحو! کیا تم نے فاتح مکہ کی جھکی ہوئی گردن کو نہ دیکھا؟

اولاد سے سختی کرنے والو اور رزق کے خوف سے اسے قتل کرنے والو! کیا تم نے مصطفیٰ ﷺ کے لبوں کو حسین رضی اللہ عنہ کے رخساروں کو چومتے نہیں دیکھا؟

ماں سے گستاخانہ رویہ برتنے والو! کیا سرور دو عالم ﷺ نے جنت کو ماں کے قدموں تلے نہیں بتایا؟

مزدوروں کے حقوق کے لئے صدائیں بلند کرنے والو لیڈرو! کیا تم نے رحمت دو عالم ﷺ کا یہ فرمان نہیں سنا کہ مزدور کی مزدوری اس کا پسینہ خشک ہونے سے قبل ادا کرو؟

معاشرے میں یتیموں کے حقوق کی باتیں کرنے والو! کیا معلم انسانیت ﷺ نے یتیم سے شفقت کرنے والے کو جنت میں اپنی رفاقت کا مژدہ جانفزا نہیں سنایا؟

غرضیکہ تاجدار ختم نبوت ﷺ نے قیامت تک کے لئے آنے والے انسانوں کو زندگی کے ہر ہر سلیقے سے آشنا کر دیا۔ زندگی کو مہد سے لحد تک علم کی روشنی سے منور کر دیا۔ اس دنیا کے باسیوں کو ہر زہر کے لئے تریاق فراہم کر دیا۔ آج بھی ختم نبوت کا آفتاب اپنی تابانیوں کے ساتھ روشن ہے اور ہم ہر گھڑی ہر لحہ اس آفتاب عالم تاب سے روشنی حاصل کر سکتے ہیں۔

اب کبھی الجھن نہ ہوگی دین اکمل کی قسم
زندگی کی الجھنیں سلجھا گیا بطحا کا چاند ﷺ

قادیانی اپنی دجل وفریب کی زبان استعمال کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ مرزا قادیانی ظلی اور بروزی نبی ہے اور وہ نبی اکرم ﷺ کا بروز ہے۔ تاریخ انبیاء شاہد ہے کہ مالک کائنات نے اہل کائنات کی رشد و ہدایت کے لئے تقریباً ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیائے کرام علیہم السلام کو اس خاکدان ارضی پر مبعوث فرمایا۔

ان سارے نبیوں میں سے کوئی بھی کسی کا ظل یا بروز نہیں تھا۔ اور نہ ہی دین اسلام میں ظل اور بروز کا کوئی تصور ہے۔ عیار مرزا قادیانی نے یہ تصور ہندوؤں سے مستعار لیا۔ ہم قادیانیوں سے سوال کرتے ہیں کہ بتاؤ دنیا کے کس گوشے اور معاشرے میں ظل و بروز کے عقیدے کو عملی حیثیت حاصل ہے؟ کتنے لوگ بروزی زندگی گزار رہے ہیں اور انہیں کس کا بروز تسلیم کیا جا رہا ہے؟

قادیانیو! ذرا توجہ دینا، اگر کوئی عورت اپنے گھر میں کام کاج میں مصروف ہے دروازے پر کوئی شخص دستک دیتا ہے۔ عورت دروازے کے قریب جا کر پوچھتی ہے کون؟ وہ شخص جواب دیتا ہے میں تیرا بروزی خاوند ہوں۔ بتاؤ اس شخص کی کیسی ''چھترول'' ہوگی؟ اگر کوئی نوجوان کسی گاڑی میں سفر کر رہا ہو۔ سامنے کی نشست پر کوئی بوڑھا آدمی آ کر بیٹھ جائے اور نوجوان سے کہے بیٹا؟ مجھے پانچ سو روپیہ دے۔ نوجوان سوال کرے کہ جناب میں تو آپ کو جانتا ہی نہیں۔ بوڑھا پلٹ کر بولے بیٹا! کمال کرتے ہو تم بھی، تم مجھے جانتے ہی نہیں، میں تمہارا بروزی ابا ہوں۔ بتایئے نوجوان کے جذبات کا کیا عالم ہوگا اور اس کی غیرت اس بوڑھے سے کیا سلوک کرے گی؟

اگر ہمارے معاشرے میں ظل و بروز کا چکر چل جائے تو پورا معاشرہ جہنم بن جائے اور معاشرتی زندگی تباہ و برباد ہو جائے۔ ملک کا نظام تلپٹ ہو جائے۔ کوئی بروزی صدر بن جائے کوئی بروزی وزیراعظم بن جائے، کوئی بروزی کمشنر بن جائے، کوئی بروزی سفیر بن جائے، کوئی بروزی مشیر بن جائے، کوئی بروزی ایم۔ این۔ اے بن جائے اور کوئی بروزی ایس پی بن جائے وغیرہم۔ کیا ان لوگوں کی سرکاری یا عملی حیثیت ہوگی؟ یہ تو بہت بڑے عہدوں کا تذکرہ ہے۔ اگر کوئی خاکروب کارپوریشن کے دفتر میں آ کر کہے کہ جناب! آج خاکروب ''مہنگا مسیح'' نہیں آیا اور وہ پورا ایک مہینہ نہیں آئے گا۔ میں ''سستا مسیح'' اس کا بروز ہوں اور میں اس کی جگہ پورا مہینہ کام کروں گا اور اس کی تنخواہ بھی وصول کروں گا۔ یقینی بات ہے کہ کارپوریشن آفیسر اسے فوراً تھانے یا پاگل خانے بھجوائے گا۔ اگر کوئی چوہڑا کسی چوہڑے کا بروز نہیں ہو سکتا تو چوہڑوں کا ''چوہڑہ'' مرزا قادیانی مردود کس طرح سید الاولین و آخرین جناب محمد عربی ﷺ کا بروز ہو سکتا ہے؟ اگر وہ چوہڑا تھانے یا پاگل خانے جانے کا مستحق ہے تو یہ ''سپر چوہڑا'' بھی تھانے یا پاگل خانے جانے کا سزاوار ہے۔

قادیانی کہتے ہیں کہ خاتم کے معنی ''مہر'' سے یہ مراد ہے کہ نبی اکرم ﷺ کی مہر نبوت لگانے سے نبی بنتے ہیں۔ لیکن عقل کے مارے اور نصیبوں کے ہارے قادیانیوں کو سوچنا چاہیے کہ حضور ﷺ تو خاتم النبیین ہیں اور النبیین تو جمع ہے اور اس سے یہ معنی لینے چاہئیں کہ نبی پاک ﷺ کی مہر سے بہت سے نبی بنتے ہیں اور یہاں صدیوں کی مسافت کے بعد مہر نبوت سے ایک ہی نبی ''مسٹر گاماں'' معرض وجود میں

آیا!!الامان والحفیظ۔

ڈھیٹ اور بے شرم بھی عالم میں ہوتے ہیں مگر
سب پہ سبقت لے گئی بے حیائی آپ کی

قادیانی سوال اٹھاتے ہیں کہ جب قرب قیامت عیسیٰ علیہ السلام نزول فرمائیں گے تو اس وقت عقیدہ ختم نبوت پرزد پڑے گی کیونکہ عیسیٰ علیہ السلام جناب محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد تشریف لائیں گے۔

جواباً عرض ہے کہ عقیدہ ختم نبوت کا مفہوم یہ ہے کہ سرورکائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی بھی نبی پیدا نہیں ہوگا۔ جناب عیسیٰ علیہ السلام حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے قبل پیدا ہوئے اور ان کی نبوت کا زمانہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے کا ہے۔ اس کے بعد رب العزت نے انہیں زندہ آسمانوں پر اٹھالیا۔ قرب قیامت، دجال کے قتل اور اسلام کی تبلیغ کے لئے دوبارہ تشریف لائیں گے۔ لیکن اپنی شریعت لے کر نہیں بلکہ شریعت محمدی کے تابع ہوکر، اپنی نبوت کے تحت نہیں بلکہ نبوت محمدی کے تحت!! علماء نے لکھا ہے کہ ساری کائنات کے انسانوں کا آخرت میں صرف ایک دفعہ حساب ہوگا۔ لیکن عیسیٰ علیہ السلام کا دو دفعہ حساب ہوگا۔ ایک دفعہ نبی ہونے کی حیثیت سے، دوسری مرتبہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے امتی ہونے کی حیثیت سے! اس گفتگو سے ہر صاحب عقل سمجھ سکتا ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام کی آمد سے عقیدہ ختم نبوت پر کوئی آنچ نہیں آتی۔

قادیانیوں کے لاہوری گروپ نے مسلمانوں کو دھوکہ دینے کے لئے ایک عجیب ڈرامہ رچا رکھا ہے۔ وہ اپنی دجالی زبان استعمال کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ ہم مرزا قادیانی کو نبی ورسول نہیں بلکہ مجدد و امام مہدی مانتے ہیں (حالانکہ یہ بھی پرلے درجے کا کفر ہے۔ کیونکہ جو شخص مدعی نبوت ہو، اسے مجدد یا امام مہدی تو کجا، مسلمان ماننا بھی کفر ہے) ہم ان سے پوچھتے ہیں اے ماہرین دجل وفریب! کیا تمہیں مرزا قادیانی کی کتابوں میں بار بار اس کا اعلان نبوت نظر نہیں آتا۔ اگر تمہیں نظر نہیں آتا تو لو ہم دکھائے دیتے ہیں۔ مرزا قادیانی اعلان کررہا ہے۔

- ''سچا خدا وہی ہے جس نے قادیان میں اپنا رسول بھیجا۔'' (نعوذ باللہ)

(دافع البلاء، صفحہ 11، از مرزا قادیانی)

- ''میں خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں جس کے ہاتھ میں میری جان ہے۔ کہ اس نے مجھے بھیجا ہے اور اسی نے میرا نام نبی رکھا ہے اور اسی نے مجھے مسیح موعود کے نام سے پکارا ہے، اور اس نے میری تصدیق کے لئے بڑے بڑے نشان ظاہر کئے جو تین لاکھ تک پہنچے ہیں۔'' (نعوذ باللہ)

(تتمہ حقیقت الوحی صفحہ 68)

- ''اس زمانہ میں خدا نے چاہا کہ جس قدر نیک اور راست باز مقدس نبی گزر چکے ہیں، ایک ہی

شخص کے وجود میں ان کے نمونے ظاہر کئے جائیں، سو وہ میں ہوں۔" (نعوذ باللہ)

(براہین احمدیہ، حصہ پنجم صفحہ 90، مباحثہ راولپنڈی صفحہ 135)

"حق یہ ہے کہ خدا کی وہ پاک وحی جو میرے اوپر نازل ہوتی ہے اس میں ایسے لفظ رسول اور مرسل اور نبی کے موجود ہیں نہ کے ایک دفعہ بلکہ ہزار دفعہ۔" (نعوذ باللہ)

(براہین احمدیہ صفحہ 498)

"میں کوئی نیا نبی نہیں مجھ سے پہلے سینکڑوں نبی آچکے ہیں۔" (نعوذ باللہ)

(الحکم 10 اپریل 1908ء مباحثہ راولپنڈی صفحہ 133)

اب بتاؤ، کیا سوچ ہے؟ کیا فکر ہے؟ آئندہ کیا لائحہ عمل ہے؟

قادیانیو! قادیانیت کے گندے جوہڑ کو چھوڑ کر اسلام کے چشمہ صافی پر آؤ، تم نے ارتداد کی جھاڑیوں میں پھنس کر اپنے دامن کو تار تار کیا ہے۔

آؤ! ایمان کے دھاگوں سے اسے رفو کر لو۔ ندامت کے چند آنسو بہا کر اپنے گناہوں کی سیاہی دھو لو۔ ارتداد کے گھٹاٹوپ اندھیروں میں ٹھوکریں نہ کھاؤ۔

آؤ! قرآن کے آفتاب اور نبوت کے ماہتاب کی روشنی میں صراط مستقیم پر گامزن ہو جاؤ۔ کیوں جھوٹی نبوت کی باد صرصر میں جھلس رہے ہو اسلام کی باد صبا تمہارا انتظار کر رہی ہے۔ "لا نبی بعدی" کا نعرہ مستانہ لگا کر جھوٹی نبوت کی آہنی زنجیریں توڑ دو۔ جعلی نبی اور جعلی نبوت کے منحوس چہروں پر زناٹے دار تھپڑ رسید کر دو۔

ختم نبوت کے باغیو! زندگی کے ایام باقی ہیں، در توبہ کھلا ہے، تمہارا رحمٰن و رحیم رب تمہیں بلا رہا ہے۔ اپنے رب کی بات سن لو۔ قرآن تمہیں رشد و ہدایت کی روشنی دینے کے لئے پکار رہا ہے۔

خدارا! قرآن کی پکار سن لو۔ جناب خاتم النبیین ﷺ تمہیں جنت کے لئے صدائیں دے رہے ہیں۔ خدارا! ان کی صدائے رحمت پر گوش ہوش رکھ دو۔ وقت تمہیں لپک لپک کے اور جھنجھوڑ جھنجھوڑ کر دہائی دے رہا ہے۔

ادھر آ زندگی کا بادہ گلفام پیتا جا
ذرا میخانہ "محمد ﷺ" سے اک جام پیتا جا

علامہ قاری محمد ریاض احمد فاروقی

مرزا قادیانی کی حمایت میں مرزائی دلائل کے منہ توڑ جوابات

قادیانی دلائل کا تعاقب

قادیانیوں کی دلیل اول:

آنحضرت ﷺ نے کفار مکہ کو جواب دیتے ہوئے بطور دلیل ارشاد فرمایا:

فقد لبثت فیکم عمرا من قبلہ افلا تعقلون ۔

"اس سے پہلے بھی ایک بڑا حصہ عمر تک تم میں رہ چکا ہوں پھر کیا تم اتنی عقل نہیں رکھتے۔"

یعنی صداقت نبی کیلئے بعثت سے قبل کی زندگی کا بے داغ ہونا کافی ہے۔ بعد میں کچھ بھی الزامات لگائے جائیں تو اس کا کوئی اعتبار نہیں۔ یہی ہم بھی کہتے ہیں کہ مرزا صاحب کے دعویٰ نبوت سے قبل اس کی زندگی بے داغ تھی۔ بعد میں لوگوں نے الزامات لگائے جو غیر معتبر ہیں، اس لئے وہ بہرحال سچے ہیں۔

جوابات ملاحظہ ہوں:

جواب 1:

ہرقل شاہ روم نے عرب وفد سے حضور ﷺ کے بارے میں جو سوال کیے، ان میں سے بعض آپ کی بعثت سے بعد کی زندگی سے تعلق رکھتے ہیں۔ مثلاً کیا آپ کے متبعین میں سے کوئی آپ کے دین سے ناراض ہو کر آپ سے علیحدہ ہوا ہے اور کیا آپ کے متبعین بڑھتے جا رہے ہیں یا کم بھی ہوتے جاتے ہیں۔ صحابہ رضی اللہ عنہم نے اس حدیث کی روایت کرنے کے بعد ہرقل کی اس سوچ پر کسی قسم کی نکیر نہیں کی۔

جواب 2:

اس دلیل میں قادیانی مبلغ نے مرزا کو حضور ﷺ پر قیاس کرنے کی گستاخی کی ہے۔ اس کے جواب

میں ہم مرزا کی یہ عبارت پیش کرنا کافی سمجھتے ہیں۔

''ماسواء اس کے جو شخص ایک نبی متبوع کا متبع ہے اور اس کے فرمودہ پر اور کتاب اللہ پر ایمان لاتا ہے اس کی آزمائش انبیاء کی آزمائش کی طرح کرنا ایک قسم کی نا سمجھی ہے''۔

(آئینہ کمالات اسلام صفحہ 239، روحانی خزائن ج 5 صفحہ 339)

لہٰذا مرزا قادیانی کو ہم حضور ﷺ پر قیاس نہیں کر سکتے۔

جواب 3:

مرزا لکھتا ہے۔

فلا تقیسونی علی احد ولا احدابی۔

''پس مجھے کسی دوسرے کے ساتھ مت قیاس کرو اور نہ کسی دوسرے کو میرے ساتھ''۔

(خطبہ الہامیہ صفحہ 52)

اس لئے مرزائیوں کو آنحضرت ﷺ پر مرزا قادیانی کو قیاس کرنے کی جسارت نہیں کرنی چاہیے۔ اگر وہ ایسا کریں گے تو مرزا قادیانی کی نافرمانی کے مرتکب ہوں گے۔

جواب 4:

بعثت سے قبل اور بعثت کے بعد نبی کی دونوں قسم کی زندگی پاک اور بے داغ ہوتی ہے۔ پہلی زندگی کو بے داغ ثابت کرنا اس لئے ہوتا ہے کہ اس سے اگلی زندگی کو بے داغ بتایا جائے اور دعویٰ نبوت کو صحیح مانا جائے۔

بعثت کے بعد کی زندگی کو موضوع بحث بنانے سے فرار اختیار کرنا نہایت ہی کمزور بات ہے اور یہ اس پر دال ہے کہ اس کی زندگی میں واقعی کچھ کالا ضرور ہے۔

جواب 5:

مرزا نے اپنی پہلی زندگی میں انگریز کی عدالت میں مقدمہ لڑ کر کچھ مالی وراثت حاصل کی حالانکہ نبی کسی کا وارث نہیں ہوتا۔

نحن معشر الانبیاء لا نرث[1] ولو نورث۔

''ہم جماعت انبیاء نہ کسی کے وارث ہوتے ہیں اور نہ ہمارا کوئی وارث ہوتا ہے''۔

جواب 6:

یہ حقیقت ہے کہ نبی کی نبوت سے پہلے کی زندگی بھی پاک ہوتی ہے اور دعویٰ نبوت کے بعد کی زندگی بھی بے داغ اور صاف ہوتی ہے۔ لیکن یہ ضروری نہیں کہ جس کی پہلی زندگی پاک وصاف اور بے

عیب ہو وہ نبی بھی ہو جائے۔ جس طرح نبی کیلئے ضروری ہے کہ وہ شاعر نہ ہو وہ کسی سے لکھنا پڑھنا نہ سیکھے، جھوٹ نہ بولتا ہو، لیکن یہ ضروری نہیں کہ جو کوئی شاعر نہ ہو، کسی سے لکھنا پڑھنا نہ سیکھا ہو وہ نبی بھی ہو جائے۔ کیونکہ اگر یہ بات تسلیم کر لی جائے تو آج ہزاروں ایسے ملیں گے جو اپنی پہلی زندگی کے پاک و صاف ہونے کے مدعی ہیں کیا ان سب کو نبی مانا جائے گا؟

جواب 7:

مرزا قادیانی خود تسلیم کرتا ہے کہ انبیاء علیہم السلام کے علاوہ کوئی معصوم نہیں اور نہ ہی میں معصوم ہوں اور یہ مسلم قاعدہ ہے۔ المرء یؤخذ باقرارہٖ۔ (1)

ملاحظہ ہو: کرامات الصادقین صفحہ 5۔

(لیکن افسوس کہ بٹالوی صاحب نے یہ نہ سمجھا کہ نہ مجھے نہ کسی انسان کو بعد انبیاء علیہم السلام کے معصوم ہونے کا دعویٰ ہے)

کیا یہ اپنے معصوم نہ ہونے کا کھلا اقرار نہیں؟

جواب 8:

مرزا قادیانی خود اقرار کرتا ہے کہ میں نے ایک زمانہ دراز گمنامی میں گزارا ہے۔

"یہ وہ زمانہ تھا جس میں مجھے کوئی بھی نہیں جانتا تھا نہ کوئی موافق تھا نہ مخالف کیونکہ میں اس زمانہ میں کوئی بھی چیز نہ تھا اور ایک احد من الناس اور زاویہ گمنامی میں پوشیدہ تھا"۔

اسی صفحہ پر آگے چل کر مزید صراحت کرتا ہے:

"اس قصبہ کے تمام لوگ اور دوسرے ہزار ہا لوگ جانتے ہیں کہ اس زمانہ میں درحقیقت میں اس مردہ کی طرح تھا جو صدہا سال سے مدفون ہو اور کوئی نہ جانتا ہو کہ یہ کس کی قبر ہے"۔

(تتمہ حقیقۃ الوحی در روحانی خزائن صفحہ 460 ج 22)

اب آپ ہی بتائیں کہ جو شخص غیر معروف مردہ کی طرح ہو اور اسے کوئی نہ جانتا ہو اس کی زندگی کا کیا اعتبار؟ کیا اس گمنام زندگی کو اس کے کسی دعویٰ کی دلیل بنایا جا سکتا ہے۔

اس سے یہ بھی پتا چلا کہ جو صدہا سال سے مدفون ہو اس کی قبر کا عام پتہ نہیں چلتا ہے کہ وہ کس کی قبر ہے؟ پھر سری نگر میں ایک قبر کیسے مانی جا سکتی تھی؟

اس کے علاوہ مختلف مقامات پر مرزا قادیانی نے اس بات کا اعتراف کیا ہے کہ ملہم و مامور ہونے سے پہلے اسے کوئی نہیں جانتا تھا، نہ کوئی اس کا مخالف تھا نہ موافق بلکہ مرزا قادیانی عام لوگوں کی طرح ہی

زندگی گزارتا تھا، اس کو دوسرے لوگوں میں کوئی فوقیت اور خصوصیت حاصل نہ تھی تو اب ایسی زندگی کا بطور صفائی دعویٰ پیش کرنا کیسے صحیح ہو سکتا ہے؟

جواب 9:

مرزا قادیانی پہلی زندگی میں اپنی ماں کا نافرمان تھا اس کیلئے حوالہ ملاحظہ ہو:

"بیان کیا مجھ سے والدہ صاحبہ نے کہ بعض بوڑھی عورتوں نے مجھ سے بیان کیا کہ ایک دفعہ بچپن میں حضرت صاحب نے اپنی والدہ سے روٹی کے ساتھ کچھ کھانے کو مانگا۔ انہوں نے کوئی چیز شاید گڑ بتایا کہ یہ لے لو۔ حضرت نے کہا نہیں، یہ میں نہیں لیتا۔ انہوں نے کوئی اور چیز بتائی۔ حضرت صاحب نے اس پر بھی وہی جواب دیا۔ وہ اس وقت کسی بات پر چڑی ہوئی بیٹھی تھیں سختی سے کہنے لگیں کہ جاؤ پھر راکھ سے روٹی کھالو۔ حضرت صاحب روٹی پر راکھ ڈال کر بیٹھ گئے اور گھر میں ایک لطیفہ ہو گیا"۔

(سیرۃ المہدی صفحہ 255 ج 1 مطبوعہ 1935ء)

دیکھئے جو کھانے کی چیز تھی جیسے گڑ وہ تو نہ کھائی اور جو نہ کھانے کی تھی (جیسے راکھ) اسے روٹی پر ڈال لیا یہ سوائے اس کے کہ جس کی انسانی فطرت سوچکی ہو اور کس کا کام ہو سکتا ہے؟ ہر عقل مند بخوبی سمجھ سکتا ہے کہ مرزا کی ماں کا مقصد ہرگز یہ نہیں تھا کہ سچ مچ راکھ ہی سے روٹی کھاؤ، بلکہ مرزا کی ضد اور ہٹ دھری سے تنگ آ کر بطور زجر کے کہا گیا تھا۔ اس حوالہ سے جہاں مرزا قادیانی کی حماقت و بے وقوفی اور کج فطرت ہونا ثابت ہوتا ہے وہاں اپنی ماں کا نافرمان ہونا بھی ثابت ہوتا ہے۔ کیا واخفض لھما جناح الذل کا یہ مقصد ہو سکتا ہے؟ بتائیے کیا کسی نبی نے اپنی ماں کی نافرمانی کی ہے اور وہ بھی معروف کام میں؟

جواب 10:

مرزا اپنی پہلی (گمنامی) کی زندگی میں اوباش قسم کا تفریح باز تھا۔ خود اس کا اپنا لڑکا لکھتا ہے:

"بیان کیا مجھ سے حضرت والدہ صاحبہ نے کہ ایک دفعہ اپنی جوانی کے زمانہ میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام تمہارے دادا کی پنشن وصول کرنے گئے تو پیچھے پیچھے مرزا امام الدین بھی چلا گیا۔ جب آپ نے پنشن وصول کر لی تو وہ آپ کو پھسلا کر اور دھوکہ دے کر بجائے قادیان لانے کے باہر لے گیا اور ادھر ادھر پھراتا رہا پھر جب اس نے سارا روپیہ اڑا کر ختم کر دیا تو آپ کو چھوڑ کر کہیں اور چلا گیا حضرت مسیح موعود اس شرم سے گھر واپس نہیں آئے"۔ (سیرۃ المہدی حصہ اول صفحہ 43 مطبوعہ کتاب گھر قادیان 1935ء)

واضح ہو کہ مرزا کی عمر اس وقت 24-25 برس کی تھی کیونکہ اس کا سن پیدائش حسب تحریر خود 1839ء یا 1840ء ہے۔(دیکھئے حاشیہ کتاب البریہ ص ۱۵۹ روحانی خزائن جلد 13 صفحہ 177) اور تاریخ ملازمت حسب تحریر سیرت المہدی ص 154 ج ا 1864ء ہے اور یہ واقعہ ملازمت سے کچھ پہلے کا ہے نیز واضح ہو کہ یہ پنشن کی رقم معمولی رقم نہ تھی بلکہ 700 سو روپیہ تھی جو آج کل کے سات لاکھ کے برابر ہے۔(دیکھئے سیرۃ المہدی حصہ اول ص 131)

اب مرزا قادیانی کی عمر کو ملحوظ رکھیے اور اتنی خطیر رقم کو بھی ذہن میں رکھیے اور خط کشیدہ الفاظ پر غور کیجئے کہ آخر اتنی بڑی رقم کہاں کی سیر و تفریح میں خرچ ہوئی ؟ کیا مرزا اس وقت بچہ تھا کہ کوئی دھوکہ دے سکتا ہے یا پھسلا سکتا ہے؟ اور پھر ادھر ادھر پھرانے کا کیا مطلب ہے؟ یہ بات تو قطعی ہے کہ کسی دینی کام یا مسجد و مدرسہ میں نہیں گئے ہوں گے اور نہ یہ رقم کسی اچھی جگہ خرچ کی ہوگی۔"ادھر ادھر" سے اگر بازار حسن مراد نہیں تو اور کون سی جگہ ہوگی جو مرزا کو پسند آئی ہوگی۔اگر یہ کوئی شرمناک وارداتیں نہ تھیں تو مرزا کو شرم کیوں آئی جو وہ سیالکوٹ بھاگ گیا؟

اب مرزائیوں سے ہمارا سوال یہ ہے کہ وہ اتنی خطیر رقم کا حساب دیں کہ کہاں کہاں خرچ ہوئی، بصورت دیگر مرزا کی عصمت باقی نہیں رہتی اور یہ دعویٰ کہ مرزا صاحب کے دعویٰ نبوت سے قبل کی زندگی بالکل بے داغ تھی بالکل باطل ہو جاتا ہے۔

جواب 11 :

محمد عربی ﷺ نے سب سے پہلے اپنے گھر کے آدمیوں کو بلا کر ان کے سامنے اپنی صفائی کا اعلان کیا تھا۔انہوں نے یک زبان ہو کر اعلان کیا:

جربناك مرار افما وجدنا فيك الا صدقا۔

کہ ہم نے بار بار آپ کو آزمایا اور ہر بار ہم نے آپ ﷺ میں سچائی ہی پائی۔

اس کے برعکس مرزا قادیانی نے اپنی صفائی مولوی محمد حسین بٹالوی سے پیش کروائی ہے جو کہ کچھ عرصہ ہی اس کے ساتھ رہے تھے پھر وہ مرزا قادیانی کے شہر اور گاؤں کے رہنے والے بھی نہ تھے اور اس میں بھی شک نہیں ہو سکتا کہ مرزا کی حقیقت واضح ہونے پر انہوں نے اپنی سابقہ تحریر سے رجوع کر لیا۔(دیکھئے آئینہ کمالات اسلام حوالہ مذکورہ) اسی طرح حضور ﷺ کی صفائی آپ کے قبیلہ کے سردار حضرت ابو سفیان رضی اللہ عنہ نے ہرقل بادشاہ کے سامنے اسلام لانے سے قبل پیش کی تھی، اور اسی طرح حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا جو آپ ﷺ کی رفیقہ حیات ہیں انہوں نے آپ کی پہلی زندگی کی صفائی پیش کی جب حضرت جبرئیل

ن علیہ السلام آپ ﷺ کی طرف پہلی دفعہ تشریف لائے تھے اور اسی طرح آپ کی آخری اور پوری زندگی کی غائی حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا پیش کر رہی ہیں۔

کان خلقه القران۔ آپ ﷺ کا اخلاق قرآن ہے۔

مرزا قادیانی کا اپنی بیویوں کے ساتھ خلاف شرع برتاؤ:

مرزا قادیانی اپنی پہلی بیوی فضل احمد اور سلطان احمد کی ماں المعروف (پھجے دی ماں) سے فضل احمد لی پیدائش کے بعد تقریباً 33 سال عملاً مجرد رہا نہ تو مرزا نے اسے طلاق دی اور نہ بیوی کی طرح اس کو سایا بلکہ عملاً مجرد رہ کر فلا تمیلوا کل المیل فتذروھا کالمعلقة، الخ (ترجمہ) ''تم بالکل ایک ہی لرف نہ ڈھل جاؤ جس سے اس کو ایسا کر دو جیسے آدھ میں لٹکی ہو۔ وعاشروھن بالمعروف۔ اور نورتوں کے ساتھ خوبی کے ساتھ گزرا کیا کرو، کی مخالفت کرتا رہا دیکھئے۔

حوالہ 1:

''حافظ نور محمد متوطن فیض اللہ چک نے مجھ سے بیان کیا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کئی دفعہ فرمایا کرتے تھے کہ سلطان احمد (یعنی مرزا سلطان احمد صاحب) ہم سے سولہ سالہ چھوٹا ہے اور فضل احمد بیس برس اور اس کے بعد ہمارا اپنے گھر سے کوئی تعلق نہ رہا''۔

(سیرۃ المہدی ج 2 صفحہ 63 مطبوعہ کتاب گھر قادیان 1935ء)

حوالہ 2:

''بیان کیا مجھ سے حضرت والدہ صاحبہ نے کہ حضرت مسیح علیہ السلام کو اوائل سے ہی مرزا فضل احمد کی والدہ سے جن کو لوگ عام طور پر (پھجے دی ماں) کہا کرتے تھے بے تعلقی سی تھی جس کی وجہ یہ تھی کہ حضرت صاحب کے رشتہ داروں کو دین (یعنی مرزا کے خود ساختہ دین ......از ناقل) سے سخت بے رغبتی تھی اور اس کا ان کی طرف میلان تھا اور وہ اسی رنگ میں رنگین تھیں اسی لئے مسیح موعود نے اس سے مباشرت ترک کر دی تھی''۔

(سیرت المہدی حصہ اول صفحہ 33 مطبوعہ کتاب گھر قادیان 23ء)

1: واضح رہے کہ کتب حدیث میں مذکورہ روایت میں لانرث کے الفاظ نہیں ملتے لانورث کے الفاظ ملتے ہیں۔ لیکن مرزائیوں کی (تبلیغی پاکٹ بک) کے صفحہ 245 پر باغ فدک کے عنوان کے ذیل میں لانرث و لانورث دونوں الفاظ نقل کئے گئے ہیں۔ اس لئے ہم نے بھی جواب میں اسے ہی بنیاد بنایا ہے۔ اس کے ثبوت کی ذمہ داری مرزائیوں پر ہے نہ کہ ہم پر۔ اور صحیح روایت لانورث کے الفاظ سے بھی مرزا کا جھوٹا ہونا معلوم ہوتا ہے بایں طور کہ اس کے مرنے کے بعد اس کی اولاد اس کے مال کی وارث ہوئی۔ الغرض ہر اعتبار سے یہ حدیث مرزا کے کذب پر دلیل ہے۔ 12 منہ

مرزا کے ہاں ان لوگوں کا آنا جانا کیوں ہوا جو اس بیچاری کو بھیجے کی ماں کہہ کر بلا لیتے تھے اس وقت یہ ہمارا موضوع نہیں ہے۔

پھر چند سطروں کے بعد لکھا ہے:

''حتیٰ کہ محمدی بیگم کا سوال اٹھا اور آپ کے رشتہ داروں نے مخالفت کر کے محمدی بیگم کا نکاح دوسری جگہ کرا دیا اور فضل احمد کی والدہ (مرزا کی بیوی......از ناقل) نے اس سے قطع تعلق نہ کیا بلکہ ان کے ساتھ رہیں تب حضرت صاحب نے ان کو طلاق دے دی''۔

(سیرت المہدی حصہ اول صفحہ 33-34)

یہ جھوٹ ہے قطع تعلقی نہ کرنے کی وجہ سے طلاق نہیں دی۔ بلکہ محمدی بیگم کے شوق میں اسے طلاق دی۔

مرزا قادیانی کے راز ہائے سربستہ سے واقف کار مرزا کی بیوی مرزا قادیانی کے رچائے ہوئے ڈھونگ پر بھلا کب ایمان لا سکتی تھی جب کہ مرزا قادیانی نے اس کی جوانی کی 33 سالہ زندگی کو پہلے برباد کیا اور پھر جب بڑھاپا قریب آیا تو طلاق بھی دے دی۔ یہ ہے مرزا قادیانی کا اخلاق؟

جواب 12:

آنحضرت ﷺ پر جو لوگ آپ کے دعوئے نبوت کے سات آٹھ سال بعد ایمان لائے ان کیلئے یہ آیت کس طرح صداقت بن سکتی ہے۔

فقد لبثت فیکم عمراً من قبلہ افلا تعقلون ۔

یہ سوائے اس کے نہیں کہ آپ کی دعویٰ نبوت سے بعد کی زندگی بھی بالکل بے داغ رہے ورنہ یہ آیت صرف ان سے خاص ہوگی جو اس وقت کے لوگ تھے جب آپ نے ان سے یہ بات کہی۔

سوال پیدا ہوتا ہے کہ پھر اس آیت کی مخصص کون سی آیت ہوگی۔ ہم قادیانیوں سے یہ بات پوچھتے پوچھتے تھک گئے مگر انہوں نے اب تک ایسا کوئی ثبوت پیش نہیں کیا اور پھر لطف یہ ہے کہ وہ اپنے اس غلط استدلال سے رجوع بھی نہیں کرتے ان کی بے حیائی کی انتہا ہو چکی ہے۔

صداقت کی دوسری دلیل:

قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے یہ ارشاد فرمایا:

لو تقول علینا بعض الاقاویل لا خذنا منہ بالیمین ثم لقطعنا منہ الوتین ۔

1: آدمی کو اس کے قول و قرار سے پکڑا جاتا ہے۔

(حاشیہ)

اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں کہ اگر محمد ﷺ مجھ پر کوئی جھوٹا افتراء باندھتے تو میں ان کی شہ رگ کو کاٹ کر ہلاک کر دیتا، اس سے ثابت ہوا کہ اگر مرزا قادیانی نے خدا تعالیٰ پر جھوٹا افتراء کیا تھا تو اسے 23 سال کے اندر اندر ہلاک کر دیا جاتا اور اس کی شہہ رگ کاٹ دی جاتی کیونکہ نبی کریم ﷺ نبوت کے بعد 23 سال تک بقید حیات رہے اور یہ بات آپ کی اس زندگی سے متعلق ہے۔

جواب 1:

مرزائی مبلغ مرزا قایانی کو حضرت انبیاء کرام کے معیار پر قیاس کرنا چاہتے ہیں۔ حالانکہ مرزا خود قرار کرتا ہے کہ میری نبوت پہلے نبیوں والی نہیں ہے۔ تو اس پر قیاس کرنا بے سود ہوگا۔

اس دلیل سے ہم نے مرزائیوں کی پہلی دلیل کاٹی تھی اب ان کی دوسری دلیل تھی وہ بھی اسی چھری سے کٹ گئی۔

(1) "مانعنی من النبوة ما یعنی فی الصحف الاولی"۔

(الاستفتاء ضمیمہ حقیقۃ الوحی صفحہ 16، روحانی خزائن، جلد 22 صفحہ 637)

(2) یاد رہے کہ بہت سے لوگ میرے دعویٰ میں نبی کا نام سن کر دھوکہ کھاتے ہیں اور خیال کرتے ہیں کہ گویا میں نے اس نبوت کا دعویٰ کیا ہے۔ جو پہلے زمانوں میں براہ راست نبیوں کو ملی ہے۔ لیکن وہ اس خیال میں غلطی پر ہیں۔ (حقیقۃ الوحی حاشیہ صفحہ 154)

سو جب اس کی نبوت پہلوں والی نبوت نہیں تو ان مومنوں کو اس نبوت کیلئے مقیس علیہ بنانا کہاں تک درست ہوگا۔

جواب 2:

اس آیت کا سیاق وسباق دیکھیں تو یہ بات واضح ہو جائے گی کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد کسی قاعدہ کلیہ کے لور پر نہیں ہے بلکہ یہ قضیہ شخصیہ ہے اور صرف حضور اکرم ﷺ کے متعلق یہ بات کہی جا رہی ہے اور یہ بھی س بنا پر کہ بائبل میں موجود تھا کہ اگر آنے والا پیغمبر اپنی طرف سے کوئی جھوٹا الہام یا نبوت کا دعویٰ کرے تو ہ جلد مارا جائے گا چنانچہ درج ذیل عبارت ملاحظہ ہو

"میں ان کیلئے انہیں کے بھائیوں میں سے تجھ سا ایک نبی برپا کروں گا اور اپنا کلام اس کے منہ میں ڈالوں گا اور جو کچھ میں اسے فرماؤں گا (مراد محمد عربی ﷺ ہیں) وہ سب ان سے (یعنی اپنی امتوں سے) کہے گا اور ایسا ہوگا کہ جو کچھ میری باتوں کو جنہیں وہ میرا نام

لے کر کہے گا نہ سنے گا تو میں اس کا حساب اس سے لوں گا، لیکن جو نبی گستاخ بن کر کوئی ایسی بات میرے نام سے کہے جس کے کہنے کا میں نے اس کو حکم نہیں دیا یا اور معبودوں کے نام سے کچھ کہے تو وہ نبی قتل کیا جائے گا"۔
(انجیل مقدس عہد نامہ قدیم صفحہ 188 کتاب استثناء باب 18 آیت 18 تا 21)

جواب 3:

اگر مرزا قادیانی کے اس اصول کو تسلیم کر لیا جائے تو کئی سچے نبی نعوذ باللہ جھوٹے بن جائیں گے۔ مثلاً حضرت یحییٰ علیہ السلام اور ان کے علاوہ کئی اور اسرائیلی پیغمبر بھی بہت تھوڑی عمر میں دعویٰ نبوت کے بعد شہید کر دیئے گئے۔ مرزا کے اصول کو اگر تسلیم کر لیا جائے تو گویا یہ انبیاء سچے نہ ٹھہرے۔ اس کے برخلاف بہاء اللہ ایرانی (جو صاحب شریعت نبی ہونے کا مدعی تھا) دعویٰ نبوت کے بعد چالیس سال زندہ رہا۔ مرزا قادیانی کے اس اصول کے مطابق وہ سچا ٹھہرے گا۔ حالانکہ مرزائی اس کو جھوٹا مانتے ہیں (بہا اللہ ایرانی کے چالیس سال تک زندہ رہنے کا حوالہ دیکھو اخبار الحکم قادیان صفحہ 4، 24 اکتوبر 1904ء) "بہا اللہ نے مسیح موعود ہونے کا دعویٰ 1269ھ میں کیا تھا اور 1309ھ تک زندہ رہا۔" یہ بعد نبوت کی زندگی چالیس سال بنتی ہے۔ یہ 23 سال سے کہیں زیادہ کی مدت ہے۔

جواب 4:

مرزا قادیانی اپنی اس دلیل کی روشنی میں خود جھوٹا ثابت ہوتا ہے۔ اس کا دعویٰ نبوت اگرچہ محل نزاع ہے کیونکہ اس کے ماننے والے دو جماعتوں میں منقسم ہیں، لاہوری گروپ اس کو نبی تسلیم نہیں کرتا۔ گو اس کا اپنا دعوے نبوت ہر شک سے بالا ہے۔ اس کے برعکس قادیانی گروپ اس کو نبی تسلیم کرتا ہے اور نبی تسلیم کرنے والے گروپ کی تحقیق یہ ہے کہ مرزا قادیانی نے 1901ء میں دعویٰ نبوت کیا ہے مرزا قادیانی کی موت 1908ء میں ہو گئی تھی۔ لہٰذا یہ بات ثابت ہو گئی کہ مرزا قادیانی 23 سال پورے کرنے سے پہلے ہی ہیضہ کی موت سے مر کر اپنی اس دلیل کو جھوٹا کر گیا۔

جواب 5:

بالفرض اگر یہ قانون عام بھی تسلیم کر لیا جائے تو یہ قانون سچے نبیوں کے متعلق ہوگا نہ کہ جھوٹے نبیوں کے متعلق کیونکہ جھوٹے نبیوں کو مہلت ملنے سے یہ قانون مانع نہیں۔ فرعون ونمرود، بہا اللہ ایرانی وغیرہ کو خدائی اور نبوت کے دعویدار ہونے کے باوجود کافی مہلت ملی اور جب مرزا کا دیگر دلائل سے جھوٹا ہونا ثابت ہو گیا تو اس پر بھی یہ قانون لاگو نہ ہوگا۔

مرزائی عذر:

مرزا قادیانی پر جب علماء نے یہ اعتراض کیا کہ اگر تمہارا یہ قانون عام اور صحیح ہے تو پھر تیئس سال کے اندر اندر یہ جھوٹے مدعیان نبوت کیوں نہ قتل کر دیے گئے۔ اتنی زیادہ ان کو مہلت کیوں ملی۔ تو مرزا قادیانی نے یہ جواب دیا کہ آپ لوگ یہ ثابت کریں کہ انہوں نے نبوت کے دعوے کیساتھ ساتھ اپنے اوپر وحی نازل ہونے کا بھی دعویٰ کیا ہو۔ پھر بھی وہ تیئس سال تک زندہ رہے ہوں کیونکہ ہماری تمام تر بحث وحی نبوت میں ہے۔ مطلق دعوے میں نہیں۔ ملاحظہ ہو کتاب تتمہ اربعین در روحانی خزائن جلد 17 صفحہ 477۔ مرزا لکھتا ہے:

"اس مقام سے ثابت ہوتا ہے کہ خدا تعالیٰ کی تمام پاک کتابیں اس بات پر متفق ہیں کہ جھوٹا نبی ہلاک کیا جاتا ہے اب اس کے مقابل یہ پیش کرنا کہ اکبر بادشاہ نے نبوت کا دعویٰ کیا یا روشن دین جالندھری نے دعویٰ کیا۔ یا کسی اور شخص نے دعویٰ کیا اور وہ ہلاک نہیں ہوئے یہ ایک دوسری حماقت ہے جو ظاہر کی جاتی ہے بھلا اگر یہ سچ ہے کہ ان لوگوں نے نبوت کے دعوے کیے اور تیئس برس تک ہلاک نہ ہوئے تو پہلے ان لوگوں کی خاص تحریر سے ان کا دعویٰ ثابت کرنا چاہیے اور وہ الہام پیش کرنا چاہیے جو الہام انہوں نے خدا کے نام پر لوگوں کو سنایا یعنی یہ کہا کہ ان لفظوں کے ساتھ میرے پر وحی نازل ہوئی ہے۔ کہ میں خدا کا رسول ہوں۔ اصل لفظ ان کی وحی کے کامل ثبوت کے ساتھ پیش کرنے چاہئیں۔ کیونکہ ہماری تمام بحث وحی نبوت میں ہے"۔

(ومثلہ، ضمیمہ تحفہ گولڑویہ در روحانی خزائن صفحہ 39، 40 جلد 17)

الجواب:

یاد رہے کہ یہ عبارت ہمارے حق میں ہے کیونکہ مرزائی اس بات کے کامل ثبوت میں "کہ مرزا خدا کے رسول ہیں" 1900ء یا اسکے بعد کی تحریر پیش کرتے ہیں اور صحیح یہی بات ہے کہ مرزا نے 1901ء میں نبوت کا دعویٰ کیا اور 1908ء میں منہ مانگا خدائی عذاب یعنی ہیضہ کی موت سے واصل بہ جہنم ہوا۔ لہٰذا مرزا کی اپنی تحریر سے اس کے کذب پر پختہ مہر لگ گئی۔

الجھا ہے پاؤں یار کا زلف دراز میں
لو آپ اپنے دام میں صیاد آ گیا

صداقت کی تیسری دلیل:

پیغمبر ﷺ نے فرمایا کہ مہدی کی نشانی یہ ہے کہ اس کے زمانہ میں رمضان شریف کے مہینہ میں چاند اور سورج دونوں کو گرہن لگے گا یہ نشان مرزا قادیانی پر پورا ہوتا ہے اور اس سے پہلے جب سے زمین وآسمان بنے یہ کبھی نہیں ہوا۔ اس سے ثابت ہوا کہ مرزا قادیانی حدیث نبوی کے مطابق سچا مہدی ہے۔

جواب 1:

قطعی طور پر یہ حدیث رسول نہیں بلکہ ضعیف درجے میں یہ امام محمد باقر کا قول ہے جو دار قطنی نے اپنی کتاب میں نقل کیا ہے۔ لہٰذا اس کو حدیث رسول بنا کر پیش کرنا نہ صرف یہ کہ سرکار دو عالم ﷺ پر بہتان عظیم اور کذب وافتراء ہے بلکہ حسب حدیث من کذب علی متعمداً الخ اپنا ٹھکانہ بدست خود جہنم میں بنانا ہے۔

جواب 2:

امام باقر کا یہ قول سند کے اعتبار سے انتہائی ساقط اور مردود ہے۔ ملاحظہ ہو:

"عن عمرو بن شمر عن جابر عن محمد بن علی قال ان لمهدينا آيتين لم تكونا منذ خلق الله السموت والارض تنكسف القمر لاول ليلة من رمضان و تنكسف الشمس فی النصف منه ولم تكونا منذ خلق الله السموات والارض"۔ (دار قطنی جلد اول صفحہ 188، انصار دہلی)

اس عبارت میں پہلا راوی عمرو بن شمر ہے جس کے متعلق میزان الاعتدال جلد 2 صفحہ 262 میں لکھا ہے۔

"ليس بشیء، زائغ، كذاب رافضی، يشتم الصحابة ويروی الموضوعات عن الثقات منكر الحديث، لا يكتب حديثه، متروك الحديث۔"

علامہ شمس الدین ذہبی امام فن رجال کے ان نو جملوں سے یہ واضح ہو جاتا ہے کہ یہ راوی ہرگز قابل اعتبار نہیں۔

دوسرا راوی جابر ہے اس نام کے بہت سے راوی ہیں یہاں کون سا جابر مراد ہے کسی کو کچھ پتا نہیں یہ ایک مجہول آدمی ہے ہاں انہیں میں سے ایک جابر جعفی ہے جس کے متعلق امام ابو حنیفہ نے کہا ہے کہ مجھے جس قدر جھوٹے لوگ ملے ہیں جابر جعفی سے زیادہ جھوٹا میں نے کسی کو نہیں دیکھا۔ یہی حال تیسرے راوی کا ہے محمد بن علی نام کے بہت سے راوی ہیں اس کی کوئی دلیل نہیں کہ اس محمد سے محمد باقر ہی مراد ہوں کیونکہ عمرو بن شمر کی عادت تھی کہ ثقہ راویوں کی جانب موضوع روایت منسوب کر کے نقل کیا کرتا تھا

......اب بتائیے جس روایت کی سند کا یہ حال ہو وہ کیسے قابل حجت ہو سکتی ہے؟

جواب 3:

بفرض محال اگر اسے محمد باقر کا قول مان لیا جائے تو مرزا قادیانی کے جھوٹا ہونے کی ایک علامت یہ بھی ہے، کہ مرزا قادیانی کے زمانے میں رمضان کی جن تاریخوں میں یہ گرہن لگا تھا وہ اس قول کے مطابق نہیں ہے۔ مرزا قادیانی کے زمانے میں رمضان کی تیرہ (۱۳) تاریخ کو چاند گرہن اور اٹھائیس تاریخ کو سورج گرہن لگا تھا۔ حالانکہ اس قول میں یہ بات واضح ہے کہ چاند گرہن رمضان المبارک کی پہلی تاریخ کو لگے گا اور سورج گرہن پندرہ کو لگے گا اور ایسا پہلے کبھی نہ ہوا ہوگا۔

مرزائی عذر

قانون قدرت یہ ہے کہ چاند گرہن ہمیشہ تیرہ، چودہ، پندرہ چاند کی ان تاریخوں میں سے کسی ایک میں لگتا ہے۔ اور سورج گرہن 27/28/29، ان تاریخوں میں سے کسی ایک میں لگتا ہے۔ لہٰذا اوّل لیلۃ سے مراد گرہن کی ان تاریخوں میں سے پہلی رات یعنی تیرہویں کی رات مراد ہے اور نصف منہ سے اٹھائیسویں رات مراد ہے اور مرزا کے زمانہ میں تیرہ اور اٹھائیس کو گرہن لگا جو امام محمد باقر کے قول کے مطابق ہے۔

جواب 1:

روایت کے الفاظ اس بیہودہ اور بودی تاویل کے ہرگز ہرگز متحمل نہیں آپ نے اول لیلۃ من رمضان فرمایا ہے جس سے مراد رمضان کی پہلی تاریخ ہوگی۔ نہ کہ اول لیلۃ من لیالی الکسوف فرمایا ہے جس سے تیرہ کی رات مراد لی جائے۔ تیرہ رمضان کو کوئی اول رمضان نہیں کہتا۔ ایسے ہی فی نصف منہ سے رمضان کی نصف یعنی پندرہویں تاریخ مراد ہوگی نہ کہ اٹھائیسویں تاریخ جو کہ رمضان کی آخری تاریخ کہلاتی ہے (نہ کہ نصف) عقل کے اندھے صورت کے کانے اور جاہل لوگوں کو کون سمجھائے۔

نصف اور وسط کا فرق:

وسط درمیانی چیز کو کہتے ہیں اور نصف دو برابر حصوں میں سے ایک حصہ کو کہتے ہیں۔ امام باقر نے رمضان کا نصف فرمایا ہے جو پندرہ تاریخ بنتی ہے۔ 29,28,27 گرہن کے تین دن ہیں، ان میں سے 27,28 اور 29 کا درمیانہ دن ہے۔ نہ یہ ان تین دنوں کا نصف ہے اور نہ رمضان کا نصف ہے۔ 28 تاریخ کو رمضان کا نصف قرار دینا کسی طریق سے بھی درست نہیں یہ محض دجل و فریب ہے۔

جواب 2:

مرزا قادیانی کی تاویل اس لئے بھی باطل ہے کہ اس قول میں دو مرتبہ یہ جملہ آیا ہے: لم تکونا

منذ خلق اللہ السمٰوت والارض۔ یعنی ہمارے مہدی کے دونشان ایسے ہوں گے کہ جب سے آسمان وزمین بنے ہیں تب سے ایسے نشان ظاہر نہیں ہوئے ہوں گے۔ یہ قول تو اسی صورت میں صحیح ہوسکتا ہے کہ جب اسے ظاہری الفاظ کے مطابق رکھا جائے۔ یعنی پہلی رمضان اور پندرہ تاریخ رمضان کی مراد لی جائے کیونکہ جب سے آسمان وزمین بنے ہیں ان تاریخوں میں کبھی چاند اور سورج کا گرہن نہیں لگا۔ تیرا رمضان کو چاند گرہن اور اٹھائیس رمضان کو سورج گرہن مرزا قادیانی سے پہلے ہزاروں مرتبہ لگ چکا ہے۔ مرزا قادیانی سے قبل 45 سال کے عرصہ میں تین مرتبہ ان ہی تاریخوں میں گرہن لگا ہے۔ چنانچہ مسٹر کیتھ کی کتاب (Use of the Globes) یوس آف دی گلوبز اور حدائق النجوم دونوں کتابوں میں 1801ء سے لے کر 1901ء تک ایک صدی کے گرہنوں کی فہرست دی ہے جس میں سے 45 سالوں کی فہرست کتاب (دوسری شہادت آسمانی) مؤلفہ سید ابو احمد رحمانی میں ص ۱۵ سے ص ۲۲ تک دی گئی ہے۔ ان پینتالیس برسوں میں پہلی مرتبہ 13 جولائی 1851ء بمطابق تیرہ رمضان المبارک 1267ھ کو چاند گرہن اور 28 رمضان کو سورج گرہن لگا تھا۔ پھر دوسری مرتبہ 21 مارچ 1894ء بمطابق 1311ھ تیرہویں رمضان کو چاند گرہن اور چھ اپریل بمطابق 28 رمضان 1311ھ کو سورج گرہن لگا تھا...... پھر تیسرا گرہن 1895ء میں 11 مارچ مطابق 1312ھ 13 رمضان کو چاند گرہن اور 26 مارچ مطابق 1312ھ 28 رمضان کو سورج گرہن لگا تھا۔ مسٹر کیتھ کی کتاب (یوز آف دی گلوبز) اور حدائق النجوم ان دونوں کی فہرست کے مطابق پینتالیس (45) سال کے قلیل عرصہ میں تین مرتبہ گرہن لگنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اس سے قبل انہیں تاریخوں میں کئی مرتبہ اور لگ چکا ہوگا۔

ایک اہم قاعدہ:

انسائیکلو پیڈیا آف برٹینکا کی 27 ویں جلد میں گرہن کے متعلق حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے سات سو تریسٹھ برس پہلے سے 1901ء تک کا تجربہ لکھا ہے جس کے بعد وہ لکھتے ہیں کہ ہر ثابت شدہ یا مانا ہوا گرہن 223 برس قبل اور بعد میں اسی قسم کا گرہن ہوتا ہے یعنی وہ مانا ہوا گرہن جس مہینہ میں جس طور اور جس وقت کا ہوگا 23 برس قبل اور بعد بھی انہیں خصوصیات کے ساتھ ویسا ہی دوسرا گرہن ہوگا اب اس حساب کی روشنی میں غور کر لیں جب 1267ھ سے 1312ھ تک (45) پینتالیس برس میں تین مرتبہ گرہنوں کا اجتماع رمضان المبارک کی 13 اور 28 تاریخ کو ہوا ہے۔ ذیل میں اس کا حساب پیش کر کے چند مدعیوں کے نام جو میرے علم میں ہیں پیش کیے جاتے ہیں اور واقع میں کتنے ہوئے ہیں اسے ماہرین تاریخ ہی جان سکتے ہیں۔

پینتالیس برس کی قلیل مدت میں گہنوں کا نقشہ ملاحظہ ہو

نمبر شمار	چاند یا سورج گرہن	جزئی یا کلی	عیسوی سن	ہجری سن	انگریزی مہینہ	انگریزی تاریخ	عربی مہینہ	عربی تاریخ	وقت گرہن	
(۱)	چاند	جزئی	۱۸۵۱	۱۲۶۷	جولائی	۱۳	رمضان	۱۳	آدھی رات کے بعد	یہ گہن ہندوستان میں مرزا قادیانی کے دعویٰ سے قبل ہوا جبکہ اس کی عمر گیارہ یا بارہ برس کی ہوگی۔
	سورج		"	"	جولائی	۲۸	رمضان	۲۸	دوپہر کے بعد	
(۲)	چاند	جزئی	۱۸۹۴	۱۳۱۱	مارچ	۲۱	رمضان	۱۳	آدھی رات کے بعد	یہ گہن ہندوستان میں ہوا ہی نہیں بلکہ امریکہ میں ہوا جس وقت سرڈووی مدعیٔ مسیحیت وہاں موجود تھا۔
	سورج		"	"	اپریل	۶	رمضان	۲۸	دوپہر کے بعد	
(۳)	چاند	کلی	۱۸۹۵	۱۳۱۲	مارچ	۱۱	رمضان	۱۳	آدھی رات کے بعد	یہ گہن ہندوستان میں ہوا لیکن یہ اس حدیث کا مصداق نہیں کیونکہ اس سے قبل ایک ہی صدی میں اس گہن کی نظیر موجود ہے
	سورج		"	"	"	۲۶	رمضان	۲۸		

1:۔ 117ھ مطابق 736ء رمضان کی تیرہ اور اٹھائیس تاریخ کو گرہن لگا۔ اور اس وقت ظریف نامی بادشاہ موجود تھا۔ یہ صاحب شریعت نبی ہونے کا مدعی تھا۔ یہ جب 162ھ کو مرا تو اس کا بیٹا صالح نامی بادشاہ ہوا۔

نیز: 342ھ مطابق 959ء رمضان کی ان ہی تاریخوں میں گرہن لگا اور اس وقت ابو منصور عیسیٰ مدعی نبوت موجود تھا۔

2:۔ دوسرے نقشے کے مطابق 1311ھ مطابق 1894ء کے گہنوں کے حساب سے پہلا گرہن 161ھ مطابق 779ء رمضان کی ان ہی تاریخوں میں لگا۔ اس وقت صالح نامی مدعی نبوت موجود تھا اور اس صالح کے زمانہ میں مرزا قادیانی کی طرح دو مرتبہ رمضان کی ان ہی تاریخوں میں گرہن لگا۔ یعنی 127ھ پھر 162ھ میں بھی لگا۔ پھر 1311ھ مطابق 1894ء کو لگا۔ لیکن اس کا ظہور ہندوستان میں نہ ہوا۔ بلکہ امریکہ میں ہوا۔ اور اس وقت مسٹر ڈوئی وہاں مسیح موعود ہونے کا جھوٹا مدعی موجود تھا۔

3:۔ تیسرے نقشے کے مطابق ایک گرہن 162ھ مطابق 780ء میں لگا جس میں صالح مدعی تھا۔ اور دوسرا گرہن 1312ھ مطابق 1895ء میں لگا جس میں مرزا قادیانی جھوٹا مدعی نبوت تھا۔

....

حضرت مولانا غلام قادر بھیرویؒ:

ردِّ مرزائیت میں پنجاب میں سب سے پہلے آپؒ نے ہی یہ فتویٰ جاری فرمایا کہ قادیانیوں کے ساتھ مسلمان مرد یا عورت کا نکاح حرام و ناجائز ہے۔ بعد میں علمائے دین و مفتیانِ شرعِ متین نے اسی فتویٰ مبارکہ سے استفادہ کرتے ہوئے مرزائیوں سے مناکحت، تزویج کو ناجائز، اور ان سے میل جول اور ذبیحہ تک کو حرام قرار دیا۔ مرزا نے جب نبوّت کا دعویٰ کیا اور حکیم نورالدین نے اس کی تائید کی تو آپؒ نے حکیم نورالدین کا ایسا ناطقہ بند کیا کہ آپؒ کی موجودگی میں اسے کبھی بھیرہ میں داخل ہونے کی جرأت نہ ہوئی۔

محمد سہیل انجم

قادیانیوں اور دوسرے کافروں میں کیا فرق ہے؟

آپ گھر بیٹھے ہیں۔ آپ کے گھر کے دروازے پر دستک ہوتی ہے۔ آپ اپنے بیٹے سے کہتے ہیں ”بیٹا باہر دیکھو کون آیا ہے؟“

بیٹا آکر کہتا ہے۔ ”ابو جی بوٹا سنگھ آیا ہے، مہند سنگھ آیا ہے۔“

آپ اندر بیٹھے سمجھ گئے کہ میرا ملاقاتی ایک سکھ ہے۔

اگر بیٹا آکر کہتا ہے۔ ”ابو جی رام داس آیا ہے، پریم چندر آیا ہے۔“

آپ اندر بیٹھے سمجھ گئے کہ میرا ملاقاتی ایک ہندو ہے۔

اگر بیٹا آکر کہتا ہے۔ ”ابو جی پیٹرک آیا ہے، جوزف آیا ہے۔“

آپ اندر بیٹھے سمجھ گئے کہ میرا ملاقاتی ایک عیسائی ہے۔

اگر بیٹا آکر کہتا ہے۔ ”ابو جی محمد حسین قریشی آیا ہے، احمد علی عباسی آیا ہے۔“

آپ اندر بیٹھے سمجھ گئے کہ میرا ملاقاتی ایک مسلمان ہے۔

آپ جذبہ اشتیاق سے اٹھتے ہیں کہ میرا ایک مسلمان بھائی مجھ سے ملنے کے لئے آیا ہے۔ جب آپ باہر جاتے ہیں تو آپ حیرت زدہ رہ جاتے ہیں کہ آپ کے سامنے ایک قادیانی ملعون کھڑا ہے۔

پہلی تینوں صورتوں میں آپ مختلف کافروں کو ان کے نام سے پہچان گئے۔ لیکن جب قادیانی کافر آیا تو وہ آپ کو دھوکہ دے گیا۔ کیونکہ اس کافر نے اپنا نام مسلمانوں جیسا رکھا ہوا ہے۔

آپ کسی عیسائی سے پوچھیں ”تیرے مذہب کا کیا نام ہے؟“

وہ فوراً کہے گا ”عیسائیت“

آپ کسی ہندو سے پوچھئے ”تیرے مذہب کا کیا نام ہے؟“

وہ فوراً بولے گا ”ہندومت“

آپ کسی سکھ سے سوال کریں ”تیرے مذہب کا کیا نام ہے؟“

وہ فوراً کہے گا ”سکھ مت“

آپ کسی قادیانی کافر سے پوچھئے ''تیرے مذہب کا کیا نام ہے؟''
وہ فوراً کہے گا ''اسلام''
دنیا کا کوئی کافر اپنے مذہب کو اسلام نہیں کہتا جبکہ قادیانی دنیا کا واحد کافر ہے جو اپنے کفر کو اسلام کہتا ہے۔
آپ کسی عیسائی سے سوال کریں ''تیری مذہبی کتاب کا کیا نام؟''
وہ کہے گا ''انجیل''
آپ کسی ہندو سے سوال کریں ''تیری مذہبی کتاب کا کیا نام؟''
وہ کہے گا ''وید''
آپ کسی سکھ سے پوچھیں ''تیری مذہبی کتاب کا کیا نام؟''
وہ جواباً کہے گا ''گرنتھ''
آپ کسی قادیانی کافر سے پوچھئے ''تیری مذہبی کتاب کا کیا نام؟''
وہ فوراً کہے گا ''قرآن مجید''
پہلی تینوں صورتوں میں ہر کافر نے اپنی اپنی مذہبی کتابوں کے نام بتائے ہیں۔ لیکن مکار قادیانی کافر نے اپنی مذہبی کتاب کا نام ''قرآن مجید'' بتا کر مسلمانوں کی کتاب پر قبضہ کیا ہے۔
آپ کسی عیسائی سے پوچھیں ''تیری عبادت گاہ کا کیا نام ہے؟''
وہ بولے گا ''گرجا''
آپ کسی ہندو سے پوچھیں ''تیری عبادت گاہ کا نام کیا ہے؟''
وہ کہے گا ''مندر''
آپ کسی سکھ سے پوچھیں ''تیری عبادت گاہ کا نام کیا ہے؟''
وہ کہے گا ''گوردوارہ''
آپ عیار قادیانی کافر سے پوچھیں ''تیری عبادت گاہ کا نام کیا ہے؟''
وہ فوراً پورا منہ کھول کر کہے گا ''مسجد''
پہلی تمام صورتوں میں سارے کافروں نے اپنی اپنی عبادت گاہ کا نام بتایا۔ لیکن جب قادیانی کافر آیا تو اس نے مسلمانوں کی مسجد پر قبضہ کرنے کی ناپاک جسارت کی۔
محترم قارئین! دنیا کے سارے کافر اسلام کے لئے سانپ ہیں۔ ہر سانپ کا علیحدہ علیحدہ رنگ ہے۔ ہر سانپ کے چلنے کی اپنی اپنی سرسراہٹ ہے۔ ہر سانپ کی اپنی اپنی پھنکار ہے۔ لیکن قادیانی

سانپ کا رنگ ہمرنگ زمین ہے۔ یہ "کھپرا" سانپ ہے۔اس کے چلنے کی کوئی سرسراہٹ نہیں۔اس کی کوئی پھنکار نہیں۔اس کا پتہ اس وقت چلتا ہے جب یہ ڈنک مار کر ایمان کا چراغ گل کر دیتا ہے۔

دنیا کے سارے کافر زہر کو زہر کے نام پر بیچتے ہیں لیکن قادیانی کافر زہر کو تریاق کے نام پر بیچتا ہے۔ دنیا کے سارے کافر شراب کو شراب کے نام پر بیچتے ہیں لیکن قادیانی کافر شراب کی بوتل پر آب زم زم کا لیبل لگاتا ہے۔ دنیا کے سارے کافر خنزیر کے گوشت کو خنزیر کے گوشت کے نام پر فروخت کرتے ہیں۔ لیکن قادیانی کافر خنزیر کے گوشت کو بکرے کے گوشت کے نام سے بیچتا ہے۔ دنیا کے سارے کافر شراب خانے پر شراب خانے کا بورڈ لگاتے ہیں لیکن قادیانی کافر شراب خانے پر مسجد کا بورڈ لگاتا ہے۔ عام کافر تلوار سے حملہ کرنے والا دشمن ہے لیکن قادیانی کافر کھانے میں زہر ملانے والا دشمن ہے۔ عام کافر اسلام کے قلعہ کے مین دروازے کو توڑ کر اندر داخل ہونا چاہتا ہے لیکن قادیانی کافر قلعہ میں سرنگ لگا کر داخل ہوتا ہے۔

آپ کسی انٹرنیشنل ایئر پورٹ پر کھڑے ہوں۔ آپ کسی شخص کو دیکھتے ہیں جس نے گلے میں صلیب لٹکا رکھی ہے تو آپ فوراً سمجھ جائیں گے کہ وہ شخص عیسائی ہے۔ اگر آپ کسی ایسے شخص کو دیکھیں جس کے گلے میں مورتی لٹک رہی ہو تو آپ سمجھ جائیں گے کہ وہ شخص ہندو ہے۔ اگر آپ کسی شخص کو دیکھتے ہیں جس کے بازو میں کڑا، چہرے پر داڑھی اور سر پر مخصوص طرز کی پگڑی ہو تو آپ فوراً سمجھ جائیں گے کہ وہ شخص سکھ ہے۔ اگر آپ کسی شخص کو دیکھیں کہ اس کے گلے میں "اللہ" کا لاکٹ ہے یا سینہ پر کلمہ طیبہ کا بیج ہے یا اس نے ہاتھ میں تسبیح پکڑ رکھی ہے۔ آپ اسے مسلمان سمجھ کر اس کے پاس جائیں تو وہ آپ کو یہ بتا کر حیران و ششدر کر سکتا ہے کہ وہ قادیانی ہے۔ اور پھر اپنا زہریلا منہ کھول کر متعفن دانت نکال کر آپ پر زہریلی ہنسی ہنس سکتا ہے۔

اللہ رے دیکھئے اسیری بلبل کا اہتمام
صیاد عطر مل کے چلا ہے گلاب کا

محتشم قارئین! حضرت سلیمان علیہ السلام کا عہد تھا۔ بہار کا موسم تھا۔ ٹھنڈی ٹھنڈی ہوا چل رہی تھی۔ گلوں کی خوشبو نے فضا میں مستی پیدا کر رکھی تھی۔ درخت کی ایک شاخ پر ایک ہدہد کا جوڑا خوش گپیوں میں مصروف تھا۔ سامنے سے ایک شخص آ رہا تھا۔ ہوا کے جھونکوں سے جھولتی شاخ پر بیٹھی مادہ ہدہد نے جب اس شخص کو درخت کی جانب آتے دیکھا تو وہ چونک اٹھی اور اپنے خاوند سے کہا "سرتاج اڑ چلیں۔ شکاری آ رہا ہے۔"

نر ہدہد نے صورتحال کا جائزہ لے کر کہا "پگلی! دیکھ کیا شکاری اس طرح کے ہوتے ہیں۔ دیکھتی نہیں اس نے گیرو رنگ کا پھٹا پرانا لباس پہنا ہوا ہے۔ پاؤں سے ننگا ہے۔ بال گرد سے بھرے ہوئے

ہیں۔ چہرہ غبار آلود ہے۔ وہ اپنی مستانی چال میں چلا جارہا ہے۔ اسے تو اپنے آپ کی بھی ہوش نہیں۔ یہ تو کوئی سادھو ہے جو جنگل کی سیاحت کررہا ہے۔ مادہ ہدہد اپنے خاوند کے دلائل سے مطمئن ہوگئی اور وہ دونوں پھر اپنی رسیلی باتوں میں مگن ہوگئے۔ شکاری نے انہیں غافل پاکر نشانہ لیا اور غلیل چلادی۔ نشانہ ہدہد کو لگا اور وہ تڑپتا پھڑکتا زمین پر آگرا۔ ظالم شکاری دھم دھم بھاگتا ہوا آیا۔ اس نے تڑپتے ہوئے ہدہد کو پکڑا جیب سے خنجر نکالا اور اسے ذبح کرکے تھیلے میں ڈالا اور اپنا راستہ لیا۔ مادہ ہدہد روتی دھوتی آہ و فغاں کرتی حضرت سلیمان علیہ السلام کے دربار میں پہنچی اور کہا کہ فلاں شخص نے میرے خاوند کو قتل کردیا ہے۔ میرے ساتھ انصاف کیا جائے۔ حضرت سلیمان علیہ السلام کے حکم پر شکاری کو دربار میں حاضر کیا گیا۔ حضرت سلیمان علیہ السلام نے شکاری سے کہا کہ تو نے اس کے خاوند کو کیوں قتل کیا ہے؟ شکاری نے جواب دیا ”حضور میں نے اس کے خاوند کو قتل نہیں کیا۔ میں نے تو اسے شکار کیا ہے اور شکار کرنا آپ کی شریعت میں جائز ہے۔“

حضرت سلیمان علیہ السلام مادہ ہدہد کی طرف متوجہ ہوئے اور کہا ”شکاری نے شکار کیا ہے۔ اور شکار کرنا جائز ہے۔ اس لئے یہ مجرم نہیں“ مادہ ہدہد آنسو بہاتی ہوئی بولی ”اللہ کے نبی! میرا مقدمہ یہ ہے کہ اگر یہ شکاری ہے تو شکاریوں والا لباس پہنے۔ یہ سادھوؤں والا روپ دھار کے شکاریوں والا کام کرتا ہے۔ یہ اپنے لباس اور اپنی وضع قطع سے دھوکا دیتا ہے۔ میرا خاوند صرف اس لئے مارا گیا کہ اس نے اس کے روپ سے دھوکا کھایا۔“

دوستو! آج ہم بھی یہی رونا روتے ہیں کہ قادیانی شکاری مسلمانوں والا لباس پہن کر مسلمانوں والا حلیہ بنا کر اور خود کو مسلمان ظاہر کرکے مسلمانوں کے ایمانوں کو شکار کررہے ہیں۔ ہم بھی حکومت سے مطالبہ کرتے ہیں کہ ان کے سروں سے عمامے اور ٹوپیاں اتاری جائیں۔ ان کی داڑھیاں مونڈیں جائیں، ان کے ہاتھوں سے تسبیحیں چھینی جائیں۔ ان کے گھروں، عبادت گاہوں اور دفاتر سے قرآن مجید، احادیث رسول اور دیگر اسلامی لٹریچر ضبط کیا جائے۔ انہیں مسلمانوں جیسے نام نہ رکھنے دیئے جائیں۔ انہیں اپنی عبادت گاہوں کو مسجد نہ کہنے دیا جائے۔ ان کی عبادت گاہوں کو جو انہوں نے مسجد کی طرز پر بنا رکھی ہیں۔ انہیں ”مسجد ضرار“ قرار دے کر منہدم کیا جائے اور پھر نذر آتش کرکے سنت نبوی کو زندہ کیا جائے۔ کیونکہ حضور خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم نے منافقین کی بنائی ہوئی ”مسجد ضرار“ کو گرا کر اسے آگ لگوائی تھی۔

ایک بہت بڑے وکیل صاحب کے گھر ڈکیتی ہوگئی۔ لوگ پرسش احوال کے لئے ان کے گھر جمع ہوئے۔ انہوں نے وکیل صاحب سے کہا کہ آپ جیسا ہوشیار اور چالاک شخص ڈاکوؤں سے دھوکا کیوں کھا گیا؟ آپ جیسے ذہین اور ذکی شخص نے ڈاکوؤں کے لئے گیٹ کیوں کھول دیا؟ وکیل صاحب نے ٹھنڈی

آہ بھری اور نظریں جھکا کر کہنے لگے کہ ڈاکو "پولیس کی وردی" میں آئے تھے۔

مسلمانو! پوری دنیا میں ہر قادیانی پولیس کی وردی پہن کر اسلام اور مسلمانوں پر ڈاکہ زنی کر رہا ہے۔ وہ محافظ اسلام کا لباس پہن کر ایمان کی رہزنی کر رہا ہے۔ وہ چوکیدار کا روپ دھار کر ڈکیتیاں کر رہا ہے۔

مسلمانو! اگر جناب محمد عربی ﷺ سے تمہارا عشق و غیرت کا رشتہ ہے تو ان چوروں، ان ڈاکوؤں، کو پکڑنے کے لئے اپنے سارے وسائل اور ساری صلاحیتیں صرف کر دو۔ ورنہ یہ سفاک جگہ جگہ مسلمانوں کے ایمانوں کے مقتل تعمیر کریں گے۔

بارہا دیکھا ہے دیدہ ایام نے
کفر حق کے بھیس میں آیا ہے حق کے سامنے

عقیدہ۔ انبیائے کرام تمام مخلوق یہاں تک کہ رسل ملائکہ سے افضل ہیں۔ ولی کتنا ہی بڑے مرتبہ والا ہو کسی نبی کے برابر نہیں ہو سکتا جو کسی غیر کو نبی سے افضل یا برابر بتائے کافر ہے۔

عقیدہ۔ نبی کی تعظیم فرض عین بلکہ اصل تمام فرائض ہے۔ کسی نبی کی ادنیٰ توہین یا تکذیب کفر ہے۔

عقیدہ۔ حضرت آدم علیہ السلام سے ہمارے حضور سید عالم ﷺ تک اللہ تعالیٰ نے بہت سے نبی بھیجے۔ بعض کا صریح ذکر قرآن مجید میں ہے اور بعض کا نہیں۔ جن کے اسمائے طیبہ بالتصریح قرآن مجید میں ہیں وہ یہ ہیں۔ حضرت آدم علیہ السلام، حضرت نوح علیہ السلام، حضرت ابراہیم علیہ السلام، حضرت اسماعیل علیہ السلام، حضرت اسحاق علیہ السلام، حضرت یعقوب علیہ السلام، حضرت یوسف علیہ السلام، حضرت موسیٰ علیہ السلام، حضرت ہارون علیہ السلام، حضرت شعیب علیہ السلام، حضرت لوط علیہ السلام، حضرت ہود علیہ السلام، حضرت داؤد علیہ السلام، حضرت سلیمان علیہ السلام، حضرت ایوب علیہ السلام، حضرت زکریا علیہ السلام، حضرت الیاس علیہ السلام، حضرت الیسع علیہ السلام، حضرت یحییٰ علیہ السلام، حضرت عیسیٰ علیہ السلام، حضرت یونس علیہ السلام، حضرت ادریس علیہ السلام، حضرت ذوالکفل علیہ السلام، حضرت صالح علیہ السلام، حضور سید المرسلین محمد رسول اللہ ﷺ۔ (بہار شریعت)

شاہد امین فریدی

قومی اسمبلی میں قادیانیت پر آخری ضرب

22 مئی 1974ء کو شمع رسالت کے پروانوں نے دارلکفر ربوہ میں ریلوے اسٹیشن پر حضور خاتم النبیین ﷺ کے مقام کے تحفظ کا نعرہ لگایا اور قادیانی ظلی بروزی جھوٹی اُمت کو جھنجوڑا بھلا یہ قادیانی اُمت کو کیسے برداشت تھا اور پھر برداشت کی طاقت کہاں، قادیانی اُمت کو یہ بات ناگوار گزری کہ حضور ﷺ کی ختم نبوة کا نعرہ لگا کر قادیانی ظلی، بروزی نبوت کی بنیادیں ہلا دیں اور اس نعرہ ختم نبوت کی تھرتھراہٹ قادیان تک اثر کر گئی اور گوری اقلیت بھی اثر قبول کیے بغیر نہ رہ سکی۔

قادیانی اُمت کو کیسے گوارہ تھا کہ آنحضور ﷺ کو آخری نبی قرار دیا جائے اور ختم نبوت زندہ باد کا نعرہ قادیانیوں کے دل ودماغ پر برق بن کر گرا اور حسد کی آگ میں آپے سے باہر ہو گئے۔

28 مئی 1974ء کو جب شمع رسالت کے پروانے اپنے سفر سے واپس آئے۔ ربوہ اسٹیشن پر پہنچے تو قادیانیوں نے پہلے سے ہی منصوبہ بندی کر لی تھی اور ایک سوچی سمجھی سازش کے تحت اُن نہتے نوجوانانِ اسلام پر حملہ بول دیا۔ اُنہیں شدید مارا پیٹا لہولہان کر دیا بعض طلباء کو تو شدید اندرونی چوٹیں بھی آئیں جن کو بعد میں ہسپتال میں داخل ہونا پڑا۔ اور ایک لمبا عرصہ علاج میں گزارنا پڑا۔ اور اس مرحلے میں قادیانیوں نے نوجوانانِ اسلام کے منہ ناک ہاتھ وغیرہ تک توڑ دیئے اور پھر افسوس کی بات یہ ہے کہ ربوہ اسٹیشن پر ٹرین کو جبراً بلا ضابطہ روک کر تشدد کی انتہا کر دی اور یہ ساری کاروائی ایک سوچی سمجھی سازش کے تحت قادیانی مرتدین نے کی۔

آخر شمع رسالت کے پروانوں کا خون رنگ لایا اور پورے ملک میں اس مرتد ٹولے کے خلاف دبا ہوا لاوا پھوٹ پڑا۔ پورے ملک میں آگ لگ گئی شمع رسالت کے پروانے جو کہ ختم نبوت کے چوکیدار ہیں اُٹھ کھڑے ہوئے اور بالخصوص پنجاب کے نوجوانوں نے اہم کردار ادا کیا اور باقاعدہ طور پر میدان عمل میں اُتر آئے۔

دارلکفر ربوہ کے اردگرد کی بستیاں جن میں مسلمانوں کی کافی تعداد تھی وہ تو پہلے ہی اس شیطانی ٹولے سے بزور آزما تھے پورے علاقے میں خانہ جنگی کی صورت حال پیدا ہو گئی اور اس آگ نے آہستہ

آہستہ پورے ملک کو لپیٹ میں لے لیا اور یہ آگ کوئی معمولی آگ نہ تھی بلکہ یہ آگ عشق مصطفیٰ ﷺ اور مقام مصطفیٰ ﷺ کی آگ تھی جو پانی سے نہیں بجھائی جاتی۔

ذوالفقار علی بھٹو کا دور تھا بھٹو صاحب نے جب یہ بڑھتی ہوئی آگ دیکھی تو 3 جون 1974ء کو قوم کے نام ایک لمبی تقریر نشر کی اور بھٹو صاحب نے عوام کے جذبات اور حالات کی سنگینی کو جانتے ہوئے تقریر کی جس سے پاکستان کے چاروں صوبوں میں تحریک زور پکڑ گئی،

جلسے جلوس میں گرفتاریاں، پکڑ دھکڑ شروع ہو گئی۔ پولیس سیکورٹی انتظامیہ حرکت میں آ گئی۔ لیکن شاید انھیں علم نہ تھا کہ گرفتاریاں تو شمع رسالت کے پروانوں کا جھومر ہوتی ہیں۔ پورے ملک میں سیکورٹی فورسز لاء اینڈ آرڈر کے بہانے جیلیں بھر رہی تھیں۔ اور وحشیانہ تشدد کر رہی تھیں۔ جب بھٹو صاحب نے دیکھا کہ حالات تو ہاتھ سے نکل رہے ہیں تو بھٹو صاحب نے وعدہ کیا کہ اس مسئلہ کا حل فوری دیرپا نکالا جائے گا اور جمہوری طریقے سے طے کیا جائے گا۔ آخر کار یہ مسئلہ 30 جون 1974ء کو پاکستان کی قومی اسمبلی میں پیش کر دیا گیا۔ قومی اسمبلی جو فیصلہ کرے گی وہ مجھے اور پوری قوم کو منظور ہو گا۔

بہر حال حکومت نے کچھ وقت مانگا مل گیا دوسری طرف تحریک اپنے پورے جوبن پر تھی۔ شمع رسالت کے پروانے بھی ایک جگہ پر اور ایک خیال لے کر اکٹھے ہونا شروع ہو گئے جس میں اہل سنت کے علاوہ دیوبندی، اہل حدیث اور شیعہ حضرات بھی شامل تھے۔ اس کے علاوہ پاکستان کی سیاسی جماعتوں کے افراد جن میں عوامی نیشنل پارٹی، مسلم لیگ، خاکسار تحریک، جمعیت علمائے پاکستان، جمعیت علمائے اسلام، مفتی محمود گروپ، جماعت اسلامی شامل تھیں ان تمام جماعتوں نے یک جان ہو کر ایک مرکزی مجلس عمل تحفظ ختم نبوت کی تشکیل عمل میں لائی گئی۔

اس مجلس عمل کے صدر دیوبندی عالم دین مولانا محمد یوسف بنوری منتخب ہوئے اور اس کے جنرل سیکرٹری مشہور بریلوی عالم دین حضرت مولانا محمود احمد رضوی منتخب ہوئے۔

مرکزی مجلس عمل نے اپنا کام تیزی سے کرنا شروع کر دیا۔ بالخصوص پنجاب میں بڑا شدید رد عمل ہوا مسجدوں، محرابوں سے حضور ﷺ کی منقبت شروع ہوئی۔ جلوس نکلتے، تقریریں ہوتیں قادیانیوں کی فتنہ پردازیوں سے پردہ اُٹھایا جاتا اور مجلس عمل نے چند مطالبات بھی رکھے قارئین کی خدمت میں پیش کرتے ہیں۔

1: قادیانیوں کو غیر مسلم قرار دیا جائے۔

2: قادیانیوں کو کلیدی عہدوں سے ہٹایا جائے۔

3: ربوہ کو کھلا شہر قرار دیا جائے۔

اسی اثناء میں ذوالفقار علی بھٹو صاحب نے بلوچستان کا دورہ کیا وہاں کے غیور بلوچوں اور پٹھانوں نے قادیانیوں کے متعلق اپنے ردعمل کا اظہار کیا۔ تو بھٹو صاحب نے فوری طور پر ایک تاریخ مقرر کر دی اور وہ تاریخ اگست 1974ء کی کوئی تھی۔ لیکن بعد میں یہ تاریخ بھی بدل دی گئی اور 7 ستمبر 1974ء رکھ دی گئی۔

یہ مسئلہ 30 جون 1974ء کو دو قراردادوں کی شکل میں اسمبلی میں پیش ہوا۔ ایک قرارداد جناب عبدالحفیظ پیرزادہ نے پیش کی جس کا خلاصہ مندرجہ ذیل ہے۔

"آنحضور ﷺ کی خاتمیت پر جو یقین نہیں رکھتا اور اُن کے بعد کسی دوسرے کو نبی یا مصلح تصور کرتا ہے ان کی حقیقت کا تعین کیا جائے۔"

دوسری قرارداد حضرت مولانا شاہ احمد نورانی صدیقی رحمۃ اللہ علیہ ممبر قومی اسمبلی پارلیمانی لیڈر جمعیت علمائے پاکستان نے حزب اختلاف کے بائیس افراد کے دستخطوں سے پیش کی جن کی تعداد بعد میں 37 ہو گئی۔ اس قرارداد پر نیشنل عوامی پارٹی نے بھی دستخط کیے۔ قرارداد کا متن قارئین کی نظر ہے۔

"ہرگاہ کہ یہ مسلمہ حقیقت ہے کہ قادیان کے مرزا غلام احمد قادیانی نے آخری نبی حضرت محمد ﷺ کے بعد نبی ہونے کا دعویٰ کیا۔ نیز ہرگاہ کہ نبی ہونے کے اس جھوٹے اعلان میں بہت سی قرآنی آیات کو جھٹلانے اور جہاد ختم کرنے کی اس کی کوششیں اسلام کے بڑے بڑے احکامات کے خلاف غداری تھی۔ نیز ہرگاہ کہ وہ سامراج کی پیداوار تھا۔ اور اس کا واحد مقصد مسلمانوں کے اتحاد کو تباہ کرنا اور اسلام کو جھٹلانا تھا۔ نیز ہرگاہ کہ پوری اُمت مسلمہ کا اس پر اتفاق ہے کہ مرزا غلام احمد کے پیروکار چاہے وہ مرزا غلام احمد مذکور کی نبوت پر یقین رکھتے ہوں یا اسے اپنا مصلح یا مذہبی راہنما کی صورت میں بھی گردانتے ہوں وہ دائرہ اسلام سے خارج ہیں۔ نیز ہرگاہ کہ ان کے پیروکار چاہے انہیں کوئی بھی نام دیا جائے مسلمانوں کے ساتھ گھل مل کر اور اسلام کا ایک فرقہ ہونے کا بہانہ کر کے اندرونی اور بیرونی طور پر تخریبی سرگرمیوں میں مصروف ہیں۔ نیز ہرگاہ کہ عالمی مسلم تنظیموں کی ایک کانفرنس میں جو کہ مکہ معظمہ جیسے مقدس شہر میں مؤرخہ سولہ اور دس اپریل 1974ء کے درمیان منعقد ہوئی۔ اور جس میں دنیا بھر کے تمام حصوں سے 140 مسلمان تنظیموں اور اداروں کے وفود نے شرکت کی۔ متفقہ طور پر یہ رائے ظاہر کی گئی کہ قادیانی اسلام اور عالم اسلام کے خلاف ایک تخریبی تحریک ہے جو کہ ایک اسلامی فرقہ ہونے کا دعویٰ کرتی ہے۔ اب اس اسمبلی کو اعلان کرنا ہے اور یہ کاروائی کرنی ہے۔ کہ مرزا غلام احمد کے پیروکار انہیں چاہے کوئی بھی نام دیا جائے مسلمان نہیں اور یہ کہ قومی اسمبلی میں ایک سرکاری بل پیش کیا

جائے تاکہ اس اعلان کو موثر بنانے کے لئے اور اسلامی جمہوریہ پاکستان کی ایک غیر مسلم اقلیت کے طور پر ان کے جائز حقوق و مفادات کے تحفظ کے لئے احکام واضح کرنے کی خاطر آئین میں مناسب اور ضروری ترمیمات کی جائیں۔

اس قرارداد میں مندرجہ ذیل افراد نے دستخط کیے۔

مولانا مفتی محمود۔	مولانا شاہ احمد نورانی
مولانا سید محمد علی رضوی	چوہدری ظہور الٰہی
مولانا عبدالمصطفیٰ الازہری	پروفیسر غفور احمد
مولانا عبدالحق	سردار شیر باز خان مزاری
مولانا ظفر احمد انصاری	صاحبزادہ احمد رضا قصوری
مولانا صدر الشہید	جناب عمرہ خان
سردار شوکت حیات خان	راؤ خورشید علی خان
جناب عبدالمجید جتوئی	جناب محمود اعظم فاروقی
سردار مولا بخش سومرو	حاجی علی احمد تالپور
رئیس عطا محمد مری	مخدوم نور محمد
جناب غلام فاروقی	

بعد میں مندرجہ ذیل افراد نے دستخط کیے۔

نوابزادہ میاں محمد ذاکر قریشی	جناب کرم بخش اعوان
مہر غلام حیدر	صاحبزادہ صفی اللہ
ملک جہانگیر خان	جناب اکبر خاں مہمند
حاجی صالح خاں	خواجہ جمال محمد گوریجہ
جناب غلام حسن خان دھاندلہ	صاحبزاہ محمد نذیر سلطان
میاں محمد ابراہیم برق	صاحبزادہ نعمت اللہ شنواری
میجر جنرل جمال داد	جناب عبدالسبحان
جناب عبدالمالک خان	

قرارداد اسمبلی میں غور کرنے کے لئے پیش ہونے کے بعد پوری اسمبلی کو ایک خصوصی کمیٹی میں تبدیل کر دیا گیا۔ نیز چند لیڈروں پر مشتمل ایک رہبر کمیٹی بنائی گئی جس میں مولانا شاہ احمد نورانی، پروفیسر

غفور احمد، مفتی محمود وغیرہ شامل تھے۔ حکومت کی طرف سے عبدالحفیظ پیرزادہ اور جناب کوثر نیازی اہم کردار ادا کر رہے تھے۔

30 جون 1974ء کے بعد کمیٹی کے مسلسل اجلاس شروع ہوئے اور قراردادوں پر غور کرنے کے لئے مختلف پہلوؤں کا جائزہ لیا گیا۔ اسی اثناء میں قادیانی گروپ اور لاہوری گروپ کے سربراہوں کا ایک خط کمیٹی میں پیش کیا گیا۔ جس میں مرزا ناصر الدین ربوہ گروپ نے اور لاہوری گروپ کے سربراہ صدر الدین نے اپنی صفائی پیش کرنے اور اپنے عقائد کی وضاحت کے لئے حاضری کی اجازت مانگی۔ حکومت نے بخوشی اجازت دے دی۔

مرزا ناصر احمد ایک محضر نامہ کے ساتھ حاضر ہوا۔ خدا کی قدرت اور نبی کریم ﷺ کا معجزہ دیکھئے کہ جس وقت مرزا ناصر احمد نے محضر نامہ پڑھنا شروع کیا تو اسمبلی کے اس بند ایئر کنڈیشنڈ کمرے میں اوپر کے چھوٹے پنکھے سے ایک پرندے کا پر جو غلاظت سے بھرا ہوا تھا۔ سیدھا اس محضر نامہ پر گرا جس پر مرزا ناصر احمد ایک دم چونک گیا اور گھبرا گیا اور کہا "I m Disturabed" سارے اراکین اسمبلی یہ تماشہ اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے تھے۔ اس سے قبل ایسا کبھی نہیں ہوا کہ کوئی چیز اوپر چھت سے اس طریقے سے گری ہو۔

بہرحال مرزا ناصر احمد نے محضر نامہ پڑھا اور اس پر کمیٹی کے علماء اور دیگر افراد نے سوالنامہ مرتب کیا، نیز علمائے ملت کی طرف سے محضر نامہ کا جواب دیا گیا۔ سوالوں کی تعداد طویل تھی صرف 75 سوال تو عبدالمصطفیٰ الازہری اور مولانا سید محمد علی رضوی اور مولانا ذاکر صاحب کی طرف سے پیش کئے گئے۔ اس کے علاوہ اور سوالات کو پوچھنے کے لئے اپنے اپنے سوالات سیکرٹری کمیٹی تک پہنچانے کی اجازت دی گئی۔ اور ان سوالوں کو پوچھنے کی ذمہ داری اٹارنی جنرل پاکستان جناب یحییٰ بختیار کے سپرد کی گئی۔ مسلسل گیارہ روز تک مرزا ناصر سے جرح ہوتی رہی اور سوال اور جوابی سوال کیا جاتا رہا مرزا کا صفائی پیش کرنے کے لئے پسینہ چھوٹ جاتا اور آخر تنگ آکر کہہ دیتا کہ بس میں اب تھک گیا ہوں۔ ائر کنڈیشنڈ کمرے میں بیٹھا بیٹھا پچاس گلاس پانی کے پی گیا۔ حالانکہ اُس کے وہم وگمان میں نہیں تھا کہ اس طرح کٹہرے میں کھڑا کر کے سوالوں کی بوچھاڑ کر دی جائے گی اس طرح گیارہ دن تک مرزا ناصر احمد ہر روز تقریباً پچاس گلاس پانی پی جاتا تھا۔

میں اس جگہ مجاہد ملت حضرت مولانا شاہ احمد نورانی صدیقی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمات کا ذکر کئے بغیر تشنہ لب رہوں گا۔ مولانا شاہ احمد نورانی رحمۃ اللہ علیہ، مولانا عبدالمصطفیٰ الازہری، مولانا سید محمد علی رضوی اور اس ضعیفی اور کمزوری اور علالت میں مولانا ذاکر صاحب نے جو کردار ادا کیا وہ تاریخ میں سنہری حروف سے

لکھنے کے قابل ہے۔ بقول مولانا نورانی صاحب کہ کے انہوں نے تین ماہ کے دوران تقریباً پنجاب کے علاقہ میں چالیس ہزار میل کا دورہ کیا رات بھر دورے کرتے۔ تقریریں کرتے مسلمانوں کو اصل حقائق سے روشناس کروایا اور قادیانیوں کی ریشہ دوانیوں اور اُن کے غلیظ عقائد کا پردہ چاک کیا۔

نورانی میاں سینکڑوں کتابوں کا مطالعہ کرتے پورے ملک کے دورے بھی کرتے اور پھر اسمبلی کی کمیٹی اور رہبر کمیٹی کی صدارت بھی کرتے۔ بڑی مشکل سے چوبیس گھنٹوں میں سے صرف چار گھنٹے آرام فرماتے۔ اسلام آباد میں اجلاسوں میں شرکت کے لئے مہینوں قیام کیا۔

5 ستمبر 1974ء سے رہبر کمیٹی کے افراد مولانا شاہ احمد نورانی، پروفیسر غفور احمد، مولانا مفتی محمود، جناب عبدالحفیظ پیرزادہ، جناب کوثر نیازی اور جناب مولا بخش سومرو کی میٹنگ بھٹو صاحب کے ساتھ ہوئی۔ اسی دن یعنی 5 ستمبر کو دو اور میٹنگیں ہوئیں۔ مگر مسئلہ طے نہیں ہوا۔ 6 ستمبر کو پھر میٹنگ ہوئی۔ جبکہ دوسری طرف مجلس تحفظ ختم نبوت کا مسلسل راولپنڈی میں اجلاس ہو رہا تھا۔ تمام لوگوں کی نظریں فیصلے پر تھیں۔ پوری قوم لڑنے مرنے کے لئے تیار تھی۔ چھ ستمبر کا دن گذر گیا۔ آخر کار چھ ستمبر کو رات تقریباً 12 بجے بھٹو صاحب کی سرکاری قیام گاہ روالپنڈی میں یہ مسئلہ طے ہوا اور 7 ستمبر 1974ء کو 4 بجے قومی اسمبلی کے اجلاس میں آئین کی فوری ترمیم منظور کی گئی۔ اس روز 7 بجے رات سینٹ نے اس کی توثیق کر دی۔ بھٹو صاحب نے کیسے مانا، کیا باتیں کیں، یہ ایک لمبی تفصیل ہے جس کی اجازت بھی نہیں ہے۔ یہ تمام باتیں صیغہ راز میں ہیں۔ جب کبھی اجازت ہوگی تو ضبط تحریر میں لائیں گے۔

آخر کار اللہ کریم کا فضل ہوا اور پاکستان کی غیور قومی اسمبلی نے 7 ستمبر 1974ء کو قادیانیوں کو کافر قرار دیا اور پاکستان میں اقلیت کے طور پر رہنے کی اجازت دی۔

آئین میں کیا ترامیم کی گئیں۔ قومی اسمبلی کی خصوصی کمیٹی نے رپورٹ تیار کر کے متفقہ طور پر پیش کی جو مندرجہ ذیل ہے۔

(الف) پاکستان کے آئین میں حسب ذیل ترمیم کی جائے۔ اول دفعہ 106(2) میں قادیانی جماعت اور لاہوری جماعت کے اشخاص جو اپنے آپ کو احمدی کہتے ہیں کا ذکر کیا جائے۔

(دوم) دفعہ (260) میں ایک نئی شق کے ذریعہ غیر مسلم کی تعریف درج کی جائے۔ مذکورہ بالا سفارشات کے نفاذ کے لئے خصوصی کمیٹی کی طرف سے متفقہ طور پر منظور شدہ مسودہ قانون منسلک ہے۔

(ب) کہ مجموعہ تعزیرات پاکستان کی دفعہ 295 ایف میں حسب ذیل تشریح درج کی

جائے۔کوئی مسلمان جو آئین کی دفعہ ش 260 کی شق (3) کی تصریحات کے مطابق محمد ﷺ کے خاتم النبیین ہونے کے تصور کے خلاف عقیدہ رکھے یا عمل یا تبلیغ کرے وہ دفعہ ہذا کے تحت مستوجب سزا ہوگا۔

(ج) کہ متعلقہ قوانین میں مثلاً قومی رجسٹریشن ایکٹ 1972ء اور انتخابی فہرستوں کے قواعد 1974ء میں منتخب قانون اور ضابطے کی ترجیحات کی جائیں۔

(د) پاکستان کے تمام شہریوں، خواہ وہ کسی بھی فرقے سے تعلق رکھتے ہوں گے۔ان کے جان ومال، آزادی، عزت اور بنیادی حقوق کا پوری طرح تحفظ اور دفاع کیا جائے گا۔

اس رپورٹ کے بعد قومی اسمبلی میں 7 ستمبر 1974ء کو 4:30 بجے مندرجہ ذیل مسودہ قانون پیش کیا گیا اور متفقہ طور پر منظور کیا گیا۔

1: مختصر عنوان اور آغاز نفاذ (1) یہ ایکٹ آئین (ترمیم دوم) 1974ء کہلائے گا۔

2: یہ فی الفور نافذ العمل ہوگا۔(3) آئین کی دفعہ 106 میں ترمیم اسلامی جمہوری پاکستان کی دفعہ 106 کی شق (3) میں لفظ اشخاص کے بعد الفاظ اور قوسین اور قادیانی جماعت یا لاہوری جماعت کے اشخاص (جو اپنے آپ کو احمدی کہتے ہیں) درج کئے جائیں گے۔

حضرت مولانا عبدالستار خان نیازی:

آپ نے تحریکِ ختمِ نبوّت ۱۹۵۳ء میں مجاہدانہ کردار ادا کیا، جس پر پوری ملتِ اسلامیہ کو فخر ہے۔ پھانسی کی سزا کے مستحق گردانے گئے، مگر آپ کے پائے استقلال میں لغزش نہ آئی۔ عدالت کے ایک رُکن نے پوچھا کہ: ”آپ کو موت کا کوئی خوف نہیں؟“ تو آپ نے جواب دیا: ”سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم پر ہزاروں زندگیاں قربان کی جاسکتی ہیں!“

تحریکِ ختمِ نبوّت ۱۹۷۴ء میں آپؒ کو قائدِ تحریکِ ختمِ نبوّت، نواب زادہ نصر اللہ خانؒ کو مجلسِ عمل کا نائب صدر بنایا گیا۔

۱۹۸۴ء کی تحریکِ ختمِ نبوّت میں بھی آپؒ نے مولانا خواجہ خان محمد صاحب مدظلہٗ کے شانہ بشانہ گراں قدر خدمات سرانجام دیں، بڑی عظمتوں کے مالک تھے، خدا تعالیٰ آپ کو اعلیٰ علیین میں جگہ نصیب فرمائے۔

پروفیسر منور احمد ملک (سابق قادیانی)

قادیانی معجزات

قادیانی جماعت میں معجزات کا تذکرہ ہوتا ہے۔ بات بات پر قادیانی جماعت کے حق میں معجزات کے ظہور کا تذکرہ ہو جاتا ہے۔ فلاں آدمی کو نوکری مل گئی۔ دیکھو یہ قادیانی جماعت کی سچائی کی نشانی ہے، فلاں آدمی کی لاٹری نکل آئی، قادیانی جماعت کا معجزہ ملاحظہ ہو؟ فلاں آدمی قتل ہو گیا، فلاں حادثے میں مر گیا، یہ ہے قادیانی جماعت کا معجزہ!!!

بندہ نے کیونکہ قادیانی جماعت میں چالیس (40) سال سے زائد عرصہ گزارا ہے اور ایک کٹر قادیانی فیملی میں آنکھ کھولنے کی وجہ سے میری گھٹی میں قادیانیت کی تعلیم و معجزات کا رس گھول کر مجھے لبالب پلایا جاتا رہا ہے۔ بچپن سے ہی قادیانی مربیوں کی زبانی قادیانیت کے معجزات کا تذکرہ سنتے آرہے تھے اب جبکہ قادیانیت کا سارا اندرونہ دیکھنے کے بعد بقائمی ہوش و حواس قادیانیت کو چھوڑ کر اسلام قبول کر چکا ہوں تو ضروری سمجھتا ہوں کہ کچھ ان ''معجزات'' پر بات کر لی جائے کیونکہ ایک غیر قادیانی باہر سے ان معجزات کو صحیح طور پر سمجھ نہیں سکتا اور ایک قادیانی ان معجزات کی صحت پر شک نہیں کر سکتا ورنہ اس کا جینا حرام کر دیا جائے گا۔

قادیانیوں سے اگر پوچھیں کہ قادیانیت کے معجزات کیا ہیں؟ تو ان میں لیکھرام کا قتل، ذوالفقار علی بھٹو کی پھانسی، ضیاء الحق کا سانحہ شہادت اور ڈاکٹر عبدالسلام قادیانی کے نوبل انعام کی بات کریں گے۔ ان کے علاوہ چند افراد کے طاعون کا ذکر بھی کریں گے۔ آیئے ان پر تفصیل سے بات کرتے ہیں۔

لیکھرام کا قتل:

پنڈت لیکھرام آریوں کا ایک پنڈت تھا، اس نے مرزا غلام احمد قادیانی کو سامنے رکھتے ہوئے اسلام کے خلاف بہت کچھ کہا۔ مرزا غلام احمد قادیانی پہلے کیونکہ اسلام کے دفاع کے نعرہ کے ساتھ میدان میں آیا تھا۔ لہٰذا اس سے مقابلہ کرنے والے اسلام کے خلاف بدزبانی کرتے تھے۔ مرزا غلام احمد قادیانی نے اسے بدزبانی سے روکا مگر ندارد۔ آخر اس کی ہلاکت کی پیش گوئی کی اور باقاعدہ ایک عرصہ مقرر کیا اور

عید سے ایک دن پہلے یا ایک دن بعد اس کی ہلاکت کی پیش گوئی کی۔ واضح رہے کہ میری معلومات قادیانی جماعت کے نقطہ نظر سے ہیں دوسری طرف سے فی الحال میں کچھ نہیں جانتا۔

قادیانی جماعت کی کتابوں میں ذکر ہے بلکہ خود مرزا غلام احمد قادیانی نے بھی اس کا اظہار کیا ہے کہ جب اس کی ہلاکت کی پیش گوئی کے چھ سال گزر گئے اور چند دن باقی رہ گئے تو سخت پریشانی پیدا ہوئی۔ مرزا غلام احمد قادیانی آخری دن بے چینی سے انتظار کر رہا تھا کہ کب لیکھرام کے قتل کی خبر آتی ہے۔ آخر اس کی خبر آ گئی کہ لیکھرام قتل ہو گیا ہے اور قاتل تلاش کے باوجود نہیں مل سکا۔ مرزا غلام احمد قادیانی نے کیونکہ اس کے قتل کے بارے میں پہلے سے اشتہار دے رکھا تھا، لہٰذا ان پر قتل کا مقدمہ بنا مگر بوجوہ بچ گیا۔

قادیانی لٹریچر میں موجود ہے کہ ایک خونخوار قسم کا آدمی لیکھرام کے پاس مرید کے طور پر آیا اور تین دن تک اس کے ساتھ ساتھ رہا۔ آخر ایک دن موقع پا کر قتل کر کے بھاگ گیا۔ قادیانی جماعت کہتی ہے وہ ایک فرشتہ تھا جسے خدا نے بھیجا تھا، اس کا نہ ملنا ہی قادیانیت کے معجزے کی دلیل ہے۔

اس واقعہ پر تھوڑا سا غور کرنے سے ہی پتہ چل جاتا ہے کہ اس کے قتل کا انتظار کرنے والا اور بے چینی سے انتظار کرنے والا ہی اس خونخوار قسم کے شخص کو بھیجنے والا تھا۔ کسی اور شک سے پہلے عرض کروں کہ اس دور میں ایسے معجزات کی بہتات ہے۔ ایک سال میں کئی درجن معجزے صرف پاکستان میں ہو رہے ہیں، بہت سی شخصیات ان معجزوں کی وقوع پذیری کے لئے سخت قسم کے انتظار میں مبتلا رہتی ہیں۔ آئے دن کے دھماکوں اور بوری بند قتل اور دن دیہاڑے قتل بہت سی شخصیات کے لئے معجزات ہوتے ہیں۔ وہ شخصیات نہ صرف انتظار کرتی ہیں بلکہ پوری طرح "دوا" بھی کرتی ہیں۔ اگر لیکھرام کے قتل سے کسی کی سچائی ظاہر ہوتی ہے اور ایک آدمی کے لئے نبوت تک کی سچائی اس قتل سے ثابت ہوتی ہے تو اس طرح تو یورپ میں اور بہت سے ایسے نبی (نعوذ باللہ) بیٹھے ہوئے ہیں جن کے لئے پاکستان میں ہر روز ایک معجزہ ہو رہا ہے۔ معجزہ کے لئے کیا یہی ایک بڑی نشانی ہے حالانکہ قاتل پکڑا نہیں جاتا تو یہ اعلیٰ شان کے معجزے تو اب روزمرہ کا معمول بن چکے ہیں صرف ان شخصیات کو ان معجزات کا ادراک نہیں ورنہ وہ فوراً ان کو "کیش" کروا لیتیں۔

شہزادہ عبداللطیف قادیانی:

اگر کوئی قادیانی جماعت کو چھوڑ جائے اور اس کا کوئی نقصان ہو جائے تو قادیانی جماعت میں برملا تذکرہ ہوتا ہے کہ دیکھو فلاں شخص نے قادیانی جماعت چھوڑی تو اسے یہ نقصان ہو گیا۔ اسے فلاں مالی یا جانی نقصان ہوا اور اگر کوئی نیا قادیانی ہوا اور اس کے تمام رشتے دار اس سے ناراض ہو جائیں، اس کے

مکان کو تباہ کر دیں۔ اس کے والدین اسے جائیداد سے عاق کر دیں۔ اس سے سب کچھ چھین کر گھر سے نکال دیں تو اسے قادیانی جماعت میں کہا جاتا ہے کہ یہ آزمائش ہے، ابتلا ہے۔ ایسی قربانیاں تو دینی پڑتی ہیں اور اگر کوئی قادیانی جماعت چھوڑنے کے بعد فوت ہو جائے تو یہ قادیانیت کے سنہری معجزات میں سے ہوگا مگر اتفاق کی بات ہے کہ ابھی تک ایسے معجزات قادیانی جماعت کے پاس جمع نہیں ہوئے۔ شاید خدا تعالیٰ قادیانیت کو چھوڑنے والوں کو خاص دیر تک زندہ رکھتا ہے تا کہ ان کی موت پر قادیانی اپنا "مذہب" نہ چمکا سکیں۔

عبداللطیف قادیانی افغانستان کے بادشاہ کے قریبی افراد میں سے تھا، وہ ہندوستان آیا تو مرزا غلام احمد قادیانی کے بارے میں سنا، قادیان چلا گیا اور مرزا غلام احمد قادیانی کی بیعت کر کے قادیانی ہو گیا وہ جب افغانستان گیا تو ان کے حلقہ احباب میں پتہ چل گیا کہ یہ قادیانی ہو گیا ہے۔ یہ بات بادشاہ تک پہنچی، اس نے مفتی کے پاس کیس بھیجا تو انہوں نے واجب القتل (سنگسار) قرار دے دیا۔ سب احباب نے اس کو قادیانیت چھوڑنے کے لئے کہا مگر وہ نہ مانا۔ چنانچہ اس سزا پر عمل کرتے ہوئے اسے کھلے میدان میں کمر تک زمین میں گاڑا گیا اور پھر چاروں طرف سے پتھروں کی بارش شروع ہو گئی اور آخر پتھر مار مار کر مار دیا گیا۔ قادیانی لٹریچر سے ہی پتہ چلتا ہے کہ پتھروں کا اتنا بڑا ڈھیر لگ گیا کہ عبداللطیف قادیانی نظر نہ آتا تھا پھر پہرہ لگ گیا کہ کوئی اس کی لاش نہ لے جا سکے۔ چند دن بعد رات کے اندھیرے میں کسی مرید نے اس کی لاش نکال کر کسی نامعلوم جگہ پر دفن کی مگر بعد میں وہاں سے کسی نے نکال کر غائب کر دی۔

اب ذرا غور کرنے والی بات ہے کہ ایک آدمی جو پہلے باعزت زندگی گزار رہا تھا، صوم وصلوٰۃ کا پابند، نیک، متقی، پرہیزگار شخص تھا (یہ اوصاف خود قادیانی بتاتے ہیں) جب وہ قادیانیت قبول کرتا ہے تو اسے سرعام پتھر مار مار کر سنگسار کر دیا جاتا ہے نہ اس کا جنازہ پڑھا جاتا ہے اور وہ بے گور و کفن پڑا ہے۔ کیا یہ قادیانیت قبول کرنے پر خدا کی طرف سے سخت ترین سزا نہیں تھی؟ اگر ایک آدمی قادیانیت کو چھوڑ کر اس انجام کو پہنچتا پھر کیا یہ سزا نہ ہوتی؟ مگر قادیانی اسے "شہید" کا لقب دے کر فخر سے بتاتے ہیں۔

جو چاہے آپ کا حسن کرشمہ ساز کرے

جو چاہے آپ کا حسنِ معجزہ ساز کرے

کہتے ہیں مرزا غلام احمد قادیانی نے افغانستان کی سرزمین کے لئے بددعا کی اور حکمرانوں کے لئے بہت کچھ کہا۔ کیا عبداللطیف قادیانی کی موت یا مرزا غلام احمد قادیانی کی دعائیں یا بددعائیں رنگ لائیں؟ کیا افغانستان میں قادیانیت تیزی سے پھیلی اور وہاں قادیانیت تناور درخت کی طرح موجود

ہے؟ بلکہ اس کے بالکل اُلٹ ہے۔ عبداللطیف قادیانی کے اس افسوس ناک انجام کا تذکرہ اس لئے کر دیا گیا ہے کیونکہ آگے اسی قسم کے "معجزات" کا ذکر ہوگا یہ ان کے لئے تریاق کا کام دے گا۔

ذوالفقار علی بھٹو:

1970ء کے عام الیکشن میں قادیانی جماعت نے کھل کر پیپلز پارٹی کی حمایت کی۔ قادیانی نوجوان پیپلز پارٹی کے کارکنوں سے بھی زیادہ سرگرمی سے الیکشن میں مصروف رہے۔ پیپلز پارٹی کو کامیابی ملی، ذوالفقار علی بھٹو صدر و وزیراعظم بن گئے۔ 1974ء میں (سابقہ ربوہ) چناب نگر کے ریلوے سٹیشن پر نشتر میڈیکل کالج ملتان کے طلباء کے ساتھ ایک جھگڑے پر چلنے والی تحریک، تحریک ختم نبوت کے طور پر سامنے آئی اور معاملہ تحقیقات تک پہنچا اس وقت کی قومی اسمبلی سے متفقہ مطالبہ کیا گیا کہ قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دیا جائے۔ ذوالفقار علی بھٹو قادیانیوں کو اپنا محسن سمجھتے تھے۔ لہٰذا وہ ان کے خلاف کچھ نہ کرنا چاہتے تھے، معاملہ قومی اسمبلی میں زیر بحث آیا تو قومی اسمبلی میں قادیانی جماعت کے سربراہ مرزا ناصر کو طلب کیا گیا۔ 11 دن تک ان سے قادیانی جماعت کے بارے میں پوچھا جاتا رہا۔ قادیانی جماعت نے تفصیل سے اپنا مؤقف بیان کیا مگر اندازِ بیان ایسا تھا کہ تمام ممبران کو اپنا مخالف کر لیا۔ قومی اسمبلی کی کاروائی پڑھنے سے پتہ چلتا ہے کہ مرزا ناصر نے اپنے اندازِ بیان سے ممبران کو قائل کرنے کے بجائے ان کو خلاف کر کے انہیں مجبور کر دیا کہ وہ خلاف فیصلہ دیں۔ چنانچہ قومی اسمبلی نے متفقہ طور پر قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دے دیا تو ذوالفقار علی بھٹو اس فیصلہ کو ماننے کے پابند تھے۔ لہٰذا یہ فیصلہ ہو گیا۔

اب ظاہر ہے کہ ذوالفقار علی بھٹو کا براہِ راست اس فیصلہ میں عمل نہ تھا بلکہ اس فیصلہ تک لانے میں اہم کردار مولانا شاہ احمد نورانی رحمۃ اللہ علیہ اور دیگر علماء اسلام نے ادا کیا۔ قادیانیوں کو جانی و مالی نقصان ہوا تو وہ بھی علماء اسلام نے مسلمانوں میں غیرت ایمانی کو اجاگر کیا تو ردعمل کے طور پر یہ نقصان سامنے آیا جب ذوالفقار علی بھٹو کی حکومت کا تختہ اُلٹ دیا گیا اور انہیں پابند سلاسل کر دیا گیا تو 1977ء کے جلسہ سالانہ (ربوہ) چناب نگر پر قادیانی شاعر ثاقب زیروی نے "انجام" کے عنوان سے ایک نظم لکھی جس میں فرعون اور ہامان کے انجام کا تذکرہ کر کے ذوالفقار علی بھٹو کو بھی اسی لائن پر کھڑا کر دیا گیا۔ جب ذوالفقار علی بھٹو کو پھانسی کی سزا دی گئی تو قادیانیوں نے مرزا غلام احمد قادیانی کا الہام دریافت کر لیا کہ لکھا ہے۔ "کلب یموت علیٰ کلب" کہ ایک کتا ہے، وہ کتے کی موت مرے گا یعنی کتے کے جتنے اعداد بنتے ہیں اس کے مطابق تفصیل یہ بتائی گئی کہ ذوالفقار علی بھٹو کے بارے میں یہ پیش گوئی ہے کہ اس کی عمر 52 سال ہوگئی

ہے اور اعداد کا مجموعہ بھی 52 بنتا ہے۔ لہذا اب یہ نہیں بچے گا۔ (حالانکہ لاہوری گروپ کے نزدیک اس لفظ کتے کا مصداق مرزا محمود تھا کہ وہ خلافت کے 52 سال میں مرگیا)

اب سوچنے والی بات یہ ہے کہ جنہوں نے قادیانیوں کو کافر قرار دلوایا وہ تو بچ گئے اور جس کی نہ نیت تھی اور نہ ہی براہ راست کردار ادا کیا تھا، وہ پھنس گیا۔ کیا نعوذ باللہ خدا تعالیٰ کو اصل مجرم نظر نہیں آئے اور یہ اوپر تھا اسے رگڑ دیا گیا پھر اگر اس طرح کا انجام (پھانسی) ذلت ناک ہے اور یہ کوئی معجزہ ہے تو ایک بار عبداللطیف قادیانی کے انجام کو پڑھیں، وہ بھی تو کسی جماعت کے لئے معجزہ بن گیا ہوگا۔

مزید سوچنے والی بات یہ ہے کہ اگر خدا نے قادیانیوں کے حق میں فیصلہ دیتے ہوئے مجرم کو سزا دی تو جو جرم اس نے کیا تھا اور جس کی وجہ سے قادیانیوں کو تکلیف ہوئی، وہ بھی تو ختم کرتا۔ قانون ختم ہو جاتا، اسمبلی کے ارکان معافی مانگتے، جنہوں نے بڑھ چڑھ کر حصہ لیا تھا، وہ سزا پاتے اور قادیانی ایک بار پھر پہلے سے بہتر شان سے فیلڈ میں آجاتے مگر ایسا نہیں ہوا۔ لہذا بھٹو کی موت کو کسی اور کے لئے ہی رہنے دیں، قادیانیوں کو اسے اپنی طرف کھینچ کر کیش نہیں کروانا چاہیے۔

پھر خدا کی طرف سے کیسی سزا ہے کہ پاکستان کے 4/3 کروڑ عوام اسے شہید سمجھتے ہیں اس کے لئے قرآن خوانی کرتے ہیں، اس کے لئے دعائیں کرتے ہیں۔ اتنے دل تو مرزا غلام احمد قادیانی کے لئے نہیں دھڑکتے جتنے بھٹو کے لئے دھڑکتے ہیں۔ حالانکہ یہ عام قسم کا ایک سیاسی لیڈر تھا، کوئی مذہبی یا روحانی شخص نہ تھا۔

جنرل ضیاء الحق:

1974ء کے بعد قادیانیوں کا معاشرے میں جینا دوبھر ہوگیا، قادیانی چوری چھپے نوکری کرتے، اس خوف میں مبتلا رہتے کہ کسی کو پتہ نہ چل جائے کہ میں قادیانی ہوں۔ سفر کے دوران، کھیل کے دوران، تعلیم کے دوران اور شاپنگ کے دوران قادیانی بے حد محتاط رہنے لگے، کسی پر ظاہر نہ ہونے دیتے کہ میں قادیانی ہوں۔ بھٹو کی وفات کے بعد قادیانی ایک بار پھر شیر ہو گئے مگر ابھی پوری طرح شیر نہیں ہوئے تھے کہ ضیاء الحق نے قادیانیوں کے خلاف ''گھنگھوڑا'' دے مارا۔ 1983ء سے قادیانیوں کے خلاف ایک بار پھر تحریک زور پکڑنے لگی اور اب قادیانیوں پر مزید پابندیاں لگانے کا مطالبہ کیا جانے لگا۔ چنانچہ اپریل 1984ء میں جنرل ضیاء الحق نے ایک آرڈیننس کے ذریعہ قادیانیوں کو مسلمانوں کی طرز پر اذان دینے سے روک دیا۔ اپنی عبادت گاہ کو ''مسجد'' کہنے، اپنے آپ کو مسلمان کہنے یا ظاہر کرنے پر بھی پابندی لگادی۔ مرزا غلام احمد قادیانی کے جانشینوں کے لئے ''امیر المومنین'' کے الفاظ مرزا غلام

احمد قادیانی کی بیگمات کے لئے "ام المومنین" اور مرزا غلام احمد قادیانی کے ساتھیوں کے لئے "صحابی" جیسے الفاظ استعمال کرنے سے روک دیا گیا۔

اب قادیانی بالکل زمین پر لگ گئے۔ مرزا طاہر قادیانی سربراہ مئی 1984ء میں انگلینڈ بھاگ گیا، وہاں سے خطبات کے ذریعے قادیانیوں کے حوصلے بلند کرنے کی کوشش کرنے لگا اور ساتھ ساتھ نئے الہامات اور اشارات کا تذکرہ ملتا رہا اور قادیانی جماعت کو حوصلہ دیا جاتا رہا کہ ابھی جماعت کے حق میں یہ معجزہ ہوگا اور ابھی یہ ہوگا وغیرہ وغیرہ۔ 1987ء کے شروع میں علماء اسلام کو پکارتے ہوئے مباہلہ کا چیلنج کر دیا مگر کئی مہینے اور سال گزرنے کے باوجود کسی عالم کو کچھ نہ ہوا۔ 1988ء اگست کے مہینہ میں جنرل ضیاء الحق ایک حادثے میں شہید ہو گئے۔ قادیانی جماعت کی طرف سے سخت قسم کی خوشی کا اظہار کیا گیا، نعرۂ تکبیر بلند ہوئے کہ مباہلہ ہو گیا اور جنرل ضیاء الحق انجام کو پہنچا، اسے بہت بڑا معجزہ قرار دیا گیا۔

اب ذرا اس بات پر غور کیا جائے کہ ضیاء الحق اگر قادیانیوں کے خلاف کچھ کرنے کی وجہ سے خدا تعالیٰ کی پکڑ کے نیچے آئے تو باقی 31 افراد کا کیا قصور تھا؟ مرزا طاہر قادیانی نے اس بارے میں مؤقف اختیار کیا کہ فرعون کے ساتھ بھی کئی ہلاک ہوئے۔ حالانکہ یہ 31 افراد ضیاء الحق کے ساتھی نہ تھے، چند ایک کے علاوہ باقی اپنی اپنی ڈیوٹی ادا کر رہے تھے۔ کوئی پائلٹ تھا تو کوئی ٹیکنیشن۔ یہ سب افراد ضیاء الحق کے ساتھ مل کر قادیانیوں پر حملہ آور نہیں ہوئے تھے جس طرح فرعون کے ساتھی اس کے ساتھ مل کر حضرت موسیٰ علیہ السلام پر حملہ آور ہوئے تھے۔

کیا خدا تعالیٰ اس بات پر قادر نہ تھا کہ وہ اسے علیحدہ ہلاک کرتا؟ پھر جنرل ضیاء الحق کی گرفت کے بعد وہ فیصلہ یا آرڈیننس ختم ہو گیا اور قادیانیوں کی دادرسی ہو گئی؟ ہوتا تو یوں ہے کہ کسی نے کسی دوسرے کے ساتھ زیادتی کی ہوتی ہے، کوئی نقصان کیا ہوتا ہے یا کسی کو حبس بے جا میں رکھا ہوتا ہے تو عدالت مجرم کو نہ صرف سزا سناتی ہے بلکہ متاثرہ فریق کے نقصان کی تلافی بھی کی جاتی ہے۔ اغوا شدگان کو بازیاب بھی کرایا جاتا ہے یا مالی نقصان پورا کرنے کے احکامات صادر ہوتے ہیں۔ کیا خدا تعالیٰ کی ہستی پر الزام نہیں کہ اس نے انصاف کرتے ہوئے متاثرہ فریق کی دادرسی نہیں کی یا تو خدا نے غلط فیصلہ دیا (نعوذ باللہ) یا پھر اس فیصلے کا قادیانیوں کے ساتھ تعلق نہیں (یہی ممکن ہے) اس واقعہ کا دوسرا پہلو بھی غور طلب ہے کہ 17 اگست 1988ء سے قبل کے اخبارات اٹھا کر دیکھیں، پاکستان میں جگہ جگہ جنرل ضیاء الحق کے خلاف جلوس نکل رہے تھے اس کی پالیسیوں پر تنقید ہو رہی تھی بلکہ ایک جلوس کا میں خود عینی شاہد ہوں جس میں ضیاء الحق کے خلاف سخت نفرت تھی۔ پیپلز پارٹی تو پہلے ہی خلاف تھی، مسلم لیگ کی حکومت توڑ کر (محمد خان جونیجو کی حکومت) اسے بھی اپنے خلاف کر لیا تھا اور علماء کے شریعت بل کو روک کر انہیں بھی

اپنے خلاف کر رکھا تھا مگر جوں ہی اس کے ساتھ حادثہ پیش آیا، دیکھتے ہی دیکھتے لوگوں کے دلوں میں اس کے لئے ہمدردی بھر گئی، لوگوں کی آنکھیں اشک بار ہو گئیں اور اسکے جنازہ میں اس کثرت کے ساتھ عوام شامل ہوئے کہ اس کی نظیر نہیں ملتی اور لوگوں کے اس کے حق میں جذبات دیکھنے اور سننے والے تھے۔ جنرل ضیاء الحق اپنی ڈیوٹی کے دوران وردی میں فوت ہو کر شہید تو ہو گیا، قادیانی اس سے انکار نہیں کر سکتے مگر اس کا کیا کریں کہ جو لوگ ایک دن قبل اس کے سخت خلاف تھے، وہ فوراً ہی اس کے حق میں ہو گئے۔ یہ محض اللہ تعالیٰ کی طرف سے تھا خدا تعالیٰ نے لوگوں کے دلوں کو اس طرف پھیر دیا، اس کا مزار فیصل مسجد کے احاطہ میں بنا دیا۔ آج اس واقعہ کو 20 سال ہو چکے ہیں مگر ہر سال اس کی برسی میں لاکھوں عقیدت مند جاتے ہیں۔ یہ عقیدت مند کون ہیں؟ پھر سارا سال اس کے مزار پر ہر روز اور ہر وقت کچھ نہ کچھ لوگ دعا کرنے اس کے مزار پر جا رہے ہوتے ہیں، اس کا مزار راستے میں نہیں مگر پھر بھی لوگ اس طرف جاتے ہیں۔ شاید ہی کوئی اور سربراہ ایسا گزرا ہو جسے اتنی عقیدت ملی ہو۔

اگر تو یہ قادیانیوں کی طرف سے ایک سزا اور انجام ہے تو ایسا انجام تو ہر مسلمان خوشی سے قبول کر لے گا جس سے لاکھوں کروڑوں انسانوں کے دلوں میں نفرت کے بجائے ہمدردی اور عقیدت بھر جائے۔ قادیانی تو جس خدا کو پیش کرتے ہیں، اس کی بڑی تعریفیں کرتے تھے کہ ہر مشکل کام کو آسان کر سکتا ہے مگر تجربات نے ثابت کیا کہ قادیانیوں کا خدا مسلمانوں کے خدا کے مقابلے میں کچھ بھی نہیں۔ اس کی ایک اور وجہ بھی ہو سکتی ہے کہ مسلمانوں نے ایک خدا کو ساری طاقت کا سرچشمہ سمجھ رکھا ہے جبکہ قادیانیوں کے سینکڑوں خدا ہیں اس طرح طاقت تقسیم ہو گئی ہو گی۔ (قادیانی جماعت کے مبینہ خداؤں کا تذکرہ اگلے کسی مضمون میں) بھٹو کی موت پیپلز پارٹی کے مخالفین کے لئے معجزہ تھی تو جنرل ضیاء الحق کی موت پیپلز پارٹی کے لئے۔ قادیانی خوامخواہ اپنا "لچ تلنے" کی کوشش کرتے ہیں۔

علماء اسلام:

اگر قادیانیوں کے خلاف کام کرنے یا مخالفت کرنے پر کسی کو سزا ہو سکتی تھی تو آج تک کئی سو علماء اسلام عبرتناک انجام کا شکار ہو چکے ہوتے کیونکہ سینکڑوں علماء کی کوششوں سے قادیانی اتنا نقصان اُٹھا چکے ہیں کہ اس کی تلافی ناممکن ہے۔ ان کے خلاف اتنا لٹریچر تیار ہو چکا ہے جس کا عشر عشیر بھی قادیانی نہیں کر سکتے۔ عوام الناس کے ذہنوں میں قادیانیوں کے خلاف اتنا کچھ بھر دیا گیا کہ اب قادیانیوں کے بارے میں کسی بھی اچھے تاثر کا پیدا ہونا ناممکن ہے۔ 1974ء سے 2000ء تک مسلسل قادیانیوں کا گراف نیچے جا رہا ہے اور وہ اس اسٹیج تک پہنچ چکا ہے کہ اوپر اُٹھ ہی نہیں سکتا۔ 1974ء کے بعد پیدا

ہونے والا بچہ جواب 33 سال کے قریب ہے اور اپنی تعلیم بھی مکمل کر چکا ہے۔ گویا عاقل، بالغ ہو چکا ہے، اس نے اب تک قادیانیوں کو غیر مسلم اور کافر ہی جانا ہے، وہ کبھی بھی قادیانیوں کو مسلمان نہیں سمجھ سکتا بلکہ ایک اسی عمر کا ایک قادیانی نوجوان بھی خود کو مسلمان نہیں بلکہ قادیانی ہی کہے گا۔

مذکورہ بالا کئی سو علماء اسلام کی کارگزاری اگر خدا کو ناپسند تھی تو انہیں اس دنیا میں عبرت کا نشان بناتا، اب اگر ایک سو میں سے کوئی حادثے میں وفات پا جاتا ہے تو کیا ہوا؟ مرزا محمود قادیانی پر بھی تو قاتلانہ حملہ ہوا تھا اور آخر دم تک اس زخم سے پریشان رہا بلکہ اس حملے کے اثرات کے نتیجہ میں آخری دور معذوری کی حد تک جا پہنچا۔ قادیانی جماعت کے کتنے ''قادیانی'' دن دیہاڑے قتل ہو گئے، کتنے حادثوں میں ہلاک ہوئے قادیانیوں کو توبہ کرنی چاہئے۔ (مگر نہیں کریں گے)۔

ڈاکٹر عبدالسلام کا نوبل انعام:

قادیانی جماعت ڈاکٹر عبدالسلام قادیانی کو پاکستان کا مشہور اور عالمی شہرت یافتہ سائنس دان ثابت کرنا چاہتی ہے ان کے بقول ان کی سائنسی خدمات کے اعتراف کے طور پر انہیں نوبل انعام سے نوازا گیا۔ ان کی وجہ سے پاکستان کی عزت میں بھی اضافہ ہوا اور قادیانی جماعت نے بھی اپنا قد بڑھانے کی کوشش کی۔ 1979ء میں ان کو نوبل انعام ملا تو فوراً بعد قادیانیوں نے مرزا غلام احمد قادیانی کے ایک قول کو دریافت کر لیا کہ مرزا غلام احمد قادیانی نے کہا تھا کہ

''میرے فرقہ کے لوگ علم اور معرفت میں کمال حاصل کریں گے۔''

قادیانی جماعت کے لئے تو یہ خوشی کی بات تھی کہ ان کی جماعت سے تعلق رکھنے والے ایک شخص کو عالمی انعام ملا ہے مگر اس کو اس حد تک لے جانا کہ یہ قادیانیت کی سچائی کی ایک علامت یا ثبوت ہے۔ نہایت مضحکہ خیز بات ہے۔ مجھے یاد ہے کہ اس انعام کے بعد مرزا ناصر نے جلسہ سالانہ میں انعام کو بہت زیادہ اُچھال کر اور جذبات میں آ کر کہا تھا کہ ''ہمیں آئندہ 10 سالوں میں 100 عبدالسلام جیسے سائنس دان چاہئیں'' اور پھر اس کے بعد طلباء میں علمی جوش بھرا جانے لگا۔ یونیورسٹی اور کالجوں سے پوزیشن لینے والوں میں حوصلہ افزائی کے لئے انعام دیئے جانے لگے۔ مزید یہ کہ ذہنی صلاحیتوں کو اُبھارنے اور دماغی طاقت کو بڑھنے کے لئے سویابین کو ریکمنڈ کیا گیا۔ جلسہ سالانہ کی تقاریر اور دیگر اجتماعوں کے خطبات میں سویابین کے فوائد پر تفصیلی لیکچر دیئے گئے اور قادیانی جماعت کے افراد پر زور دیا گیا کہ اس کا تیل اور دیگر پروڈکٹ استعمال کریں۔ مرکزی سطح پر تحریر و تقریر کے ذریعہ سویابین کے حق میں مہم چلائی گئی۔ مجھے یاد ہے کہ 1982ء میں بیرون ملک سے سویابین آئل کے کیپسول منگوائے گئے

اور طلباء میں 5 روپے تا 10 روپے فی کیپسول فروخت کئے گئے اگر سویابین فائدہ مند تھی یا ہے تو اس مہم کو ختم کیوں کرادیا گیا اب کبھی اس بارے میں تبلیغ نہیں کی جاتی اب تو عام استعمال کے لئے سویابین آئل مارکیٹ میں دستیاب ہے۔ بتانے کا مقصد یہ ہے کہ اتنی کوششوں کے باوجود قادیانی سربراہ مرزا ناصر کی خواہش کہ 10 سالوں میں 100 عبدالسلام کی سطح کے سائنس دان چاہئیں۔ بالکل پوری نہ ہوسکی بلکہ ایک فیصد بھی پوری نہ ہوئی بلکہ آج 28 سال گزر چکے ہیں اس کے باوجود قادیانیوں میں ایک بھی سائنس دان اس سطح کا پیدا نہ ہوسکا۔

قادیانی جماعت نے یہ تاثر دیا کہ ڈاکٹر عبدالسلام کو قادیانیت کی وجہ سے ترقی ملی ہے۔ ان سے کوئی پوچھے کہ آج تک جو ڈیڑھ دوسو دیگر عالمی سائنس دانوں کو یہ انعام مل چکا ہے، کیا وہ بھی قادیانیت کی وجہ سے ملا ہے؟ یا قادیانیت کی مخالفت کی وجہ سے؟ اس سے یہ بات بھی سامنے آتی ہے کہ قادیانی جماعت کے اس فارمولے کے مطابق جس مذہبی جماعت کے نوبل انعام یافتگان کی تعداد زیادہ ہوگی وہ سچی ہوگی۔ ڈاکٹر عبدالسلام کی اس کامیابی کو خوامخواہ اپنی طرف کھینچ کر اسے متنازعہ بنادیا اور تعصب کا مظاہرہ کرکے عوام کی اکثریت کو ان کے خلاف کردیا حالانکہ اگر وہ ایک قومی ہیرو تھے تو قادیانی جماعت نے انہیں زیرو کردیا۔

طاعون اور قادیانی جماعت:

1900ء کے لگ بھگ مرزا غلام احمد قادیانی نے اعلان کیا کہ ملک میں خصوصاً پنجاب میں طاعون پھوٹنے والی ہے اور اس سے بہت تباہی آئے گی مگر قادیانی اس سے محفوظ رہیں گے اور یہ ایک معجزہ کی حیثیت رکھے گی کہ باقی لوگ مریں گے مگر قادیانی اس سے محفوظ رہیں گے۔

طاعون نے کئی سال لگا کر پورے ہندوستان میں تباہی مچائی اس کی لپیٹ میں قادیانی آئے یا نہیں یہ کیونکہ بہت پرانی بات ہے اس کا ریکارڈ کتابوں اور اخبارات میں تو ہوگا مگر اس وقت میں وہ بات بتانا چاہتا ہوں جو شاید اخبارات اور کتابوں میں نہ ہو مگر یہ ہمارے اپنے گاؤں محمود آباد جہلم کے متعلق ہے۔

1980ء میں میں محمود آباد کی تاریخ لکھنے کے لئے اس وقت کے موجود بزرگوں سے معلومات اکٹھی کیں تو معلوم ہوا کہ 1900ء تا 1942ء تقریباً ہر سال ان علاقوں میں طاعون نے تباہی مچائی تھی جبکہ 1918ء اور 1924ء میں اس کی شدت زیادہ تھی۔ 1918ء اور 1924ء کے حالات کے بارے میں بتایا گیا کہ محمود آباد کے لوگ گھروں سے باہر نکل کر زمینوں میں کیمپ (جھونپڑیاں) لگا کر رہنے لگے۔ 1918ء اور 1924ء میں تقریباً 35 افراد اس طاعون کی وجہ سے ہلاک ہوئے۔

محمود آباد کی اس وقت کی آبادی 80 فیصد قادیانی افراد پر مشتمل تھی۔ طاعون سے فوت ہونے والوں کی اکثریت قادیانی تھی اس میں ہمارے قریبی رشتہ دار بھی تھے۔ دیکھتے ہی دیکھتے محمود آباد کے باہر ایک نیا قبرستان آباد ہو گیا۔ بتانے کا مقصد یہ ہے کہ طاعون کا قادیانی بھی اسی طرح شکار ہوئے جس طرح دیگر عام لوگ۔ قادیانی معجزات پر بڑا یقین رکھتے ہیں مگر سو سال میں قادیانی جماعت کی جھولی میں کوئی خاص معجزہ نہ آسکا جن معجزات کا وہ ذکر کرتے ہیں ان پر تبصرہ ہو چکا ہے۔ البتہ کسی مخالف کے کان میں درد ہو یا سائیکل سے گر جائے یا کوئی مالی نقصان ہو جائے تو قادیانی خوش ہو جاتے ہیں کہ معجزہ ہو گیا۔ چلو "لہو گرم رکھنے کا ہے اک بہانہ" کے مطابق دل کو خوشی اور لہو کو گرم رکھنے کا ان کا بھی حق ہے۔ ہمیں یہ حق تسلیم ہے اس حق کو استعمال کریں شاید حق کو استعمال کرتے کرتے "حق" کو پالیں۔

عقیدہ۔ حضور اقدس ﷺ اللہ عزوجل کے نائب معلق ہیں۔ تمام جہان حضور کے تحت تصرف کر دیا گیا جو چاہیں کریں جسے جو چاہیں دیں جس سے جو چاہیں واپس لیں۔ تمام جہان میں ان کے حکم کا پھیرنے والا کوئی نہیں۔ تمام جہان ان کو محکوم ہے اور وہ اپنے رب کے سوا کسی کے محکوم نہیں۔ تمام آدمیوں کے مالک ہیں جو انہیں اپنا مالک نہ جانے حلاوت سنت سے محروم ہے۔ تمام زمین ان کی ملک ہے، تمام جنت ان کی جاگیر ہے، ملکوت السمٰوٰت والارض حضور کے زیر فرمان جنت و نار کی کنجیاں دست اقدس میں دے دی گئی ہیں، رزق و خیر اور ہر قسم کی عطائیں حضور ہی کے دربار سے تقسیم ہوتی ہیں۔ دنیا و آخرت حضور کی عطا کا ایک حصہ ہے احکام تشریعیہ حضور کے قبضہ میں کر دیئے گئے کہ جس پر جو چاہیں حرام فرما دیں اور جس کے لئے جو چاہیں حلال کر دیں اور جو فرض چاہیں معاف فرما دیں۔

عقیدہ۔ سب سے پہلے مرتبہ نبوت حضور کو ملا، روز میثاق تمام انبیاء سے حضور پر ایمان لانے اور حضور کی نصرت کرنے کا عہد لیا گیا اور اسی شرط پر یہ منصب اعظم ان کو دیا گیا۔ حضور نبی الانبیاء ہیں اور تمام انبیاء حضور کے امتی سب نے اپنے اپنے عہد کریم میں حضور کی نیابت میں کام کیا۔ اللہ عزوجل نے حضور کو اپنی ذات کا مظہر بنایا اور حضور کے نور سے تمام عالم کو منور فرمایا بایں معنی ہر گز حضور تشریف فرما ہیں۔ (بہار شریعت)

طاہر محمود بٹ

فتنہ قادیانیت کے بارے میں نامور شخصیات کے تاثرات

جس طرح سانپ کا زہریلا ہونا ایک مسلمہ امر ہے۔
جس طرح بھیڑیے کا ظالم اور خونخوار ہونا ایک ثابت شدہ حقیقت ہے۔
جس طرح لومڑی کا مکار ہونا کسی دلیل کا محتاج نہیں۔
جس طرح گیدڑ کا بزدل ہونا ایک طے شدہ بات ہے۔
جس طرح خنزیر کا ناپاک اور غلیظ ہونا ایک اٹل اصول ہے۔
اسی طرح انسانیت کے لئے قادیانیت کا وجود ایک زہر، ایک غلاظت اور ایک ناسور سے کم نہیں۔
مخبر صادق جناب محمد عربی ﷺ نے اپنی امت کو اپنی حیات ظاہری میں فتنہ انکار ختم نبوت سے آگاہ کر دیا تھا۔ یقیناً مرزا قادیانی انہی تیس دجالوں اور کذابوں میں سے ایک ہے، جن کا ذکر احادیث رسول ﷺ میں آیا ہے۔ اللہ اور اس کے پیارے رسول ﷺ کے اعلان ختم نبوت کے بعد کسی بھی مدعی نبوت کے جھوٹا ہونے کے لئے کسی بھی گواہی کی ضرورت نہیں۔ اس کے جھوٹا ہونے کے لئے اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی شہادتیں ہی کافی ہیں۔ لیکن قادیانی بازی گر قرآن و حدیث کی روح کو قطع و برید کر کے مرزا قادیانی کی نبوت کا جواز مہیا کرتے ہیں اور اس کے ساتھ ساتھ زندگی کے مختلف گوشوں کے سرکردہ افراد کی قادیانیت کے حق میں آراء پیش کرتے ہیں۔ یہ آراء یا تو ان قادیانی چکمہ بازوں کا طبع زاد ہوتی ہیں اور یا ان افراد کے بیانات کو توڑ مروڑ کر اور انہیں جھوٹ کا خوشنما لباس پہنا کر عوام کے سامنے پیش کیا جاتا ہے۔ تاکہ قادیانیت کے زہر کو عوام کے قلوب میں اتارا جا سکے۔ ہم نے اس خطرناک قادیانی حملے کا دندان شکن جواب دینے کے لئے زندگی کے مختلف طبقات کے اہم افراد کی آراء کو اکٹھا کیا ہے تاکہ عوام تک یہ بات پہنچ سکے کہ ان سرکردہ افراد نے قادیانیت کو کیا جانا ہے۔ کیا پہچانا ہے۔ اور پھر اپنے عمیق

تجربے کو کن الفاظ کی زبان دی ہے۔ یہ مضمون ایک ایسا آئینہ ہے، جس میں مسلمان عوام اور قادیانیت کے چنگل میں پھنسے ہوئے قادیانی، قادیانیت کا ''رخ سیاہ'' دیکھ سکیں گے اور قادیانی بردہ فروشوں سے اپنے ایمان کی حفاظت کا سامان کر سکیں گے۔ انشاء اللہ

ایم۔ ایم عالم ﴿ریٹائرڈ ائیر کموڈور﴾:

''قادیانیوں نے ہمیشہ غداری کی ہے۔ یہ لوگ ملک اور قوم دونوں کے دشمن ہیں۔ میرے متعلق ان لوگوں نے افواہ اڑائی ہے کہ نعوذ باللہ میں قادیانی ہوں۔ میں ان پر لعنت بھیجتا ہوں۔''

(ہفت روزہ ''لولاک'' فیصل آباد، جلد نمبر 23، شمارہ 28 مارچ 1988ء)

اسماعیل قریشی ﴿ایڈووکیٹ سپریم کورٹ﴾:

''قادیانیوں کو جلسے کی اجازت دینا آئین اور قوانین کے منافی ہے۔ قادیانیوں کی صد سالہ تقریبات تمام مسلمانوں کے جذبات مجروح کرنے کا سبب بنے گی۔''

(روزنامہ ''جنگ'' لاہور، 20 مئی 1991ء)

اشتیاق احمد ﴿نامور ناول نویس﴾:

''مرزا غلام احمد قادیانی عیارترین شخص تھا، جو تمام عمر گرگٹ کی طرح رنگ بدلتا رہا۔''

(''مرزا غلام احمد قادیانی'' از اشتیاق احمد)

اتاترک غازی مصطفی کمال پاشا:

''میرے دوستو! اگر کوئی موقع آیا تو تم دیکھو گے کہ تحفظ ناموس اسلام کی راہ میں، میں سر کٹانے کے لئے مجاہدین کی صف اول میں شامل ہوں گا۔ تمہیں اجازت ہے کہ تم فرقہ ضالہ قادیانیہ کے استیصال کے لئے ہر ممکن اور جائز ذریعے اختیار کرو۔ میں تمہیں کامیابی کی نوید دیتا ہوں۔'' وكان حقا علينا نصر المؤمنين '' (القرآن)

(مرزائیت عدالت کے کٹہرے میں'' از جانباز مرزا، صفحہ 245)

احمد سعید اعوان ﴿سابق وفاقی وزیر مملکت﴾:

''مرزائی کافر ہیں اور ملک کے غدار ہیں۔ ان کی سرگرمیاں سخت مشکوک ہیں۔''

(ہفت روزہ ''لولاک'' جنوری 1976ء)

پیر سید جماعت علی شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ

''علاوہ ازیں مرزائی حضور علیہ السلام کے مدارج کو مرزا قادیانی کے لئے مان کر شرک فی النبوۃ کے مرتکب ہوئے۔ جس طرح خداوند کریم کا شریک کوئی نہیں، اسی طرح محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کی مثال بھی کوئی نہیں''۔ (ایمان پرور یادیں)

پروفیسر غفور احمد:

''بلاشبہ دستور کی حد تک قادیانی مسئلہ تسلی بخش طور پر حل ہو گیا ہے۔ لیکن انتظامی لحاظ سے یہ مسئلہ پوری سنگینی کے ساتھ بدستور موجود ہے۔ قادیانی ملک کی کلیدی اسامیوں اور پالیسی ساز اداروں پر قابض ہیں اور ربوہ ابھی تک ان کی تحویل میں ہے۔ جب تک ان لوگوں کو ان کے مناصب سے الگ نہیں کیا جاتا اور ربوہ میں عام مسلمانوں کو رہنے کی اجازت نہیں دی جاتی، یہ مسئلہ موجود رہے گا اور کسی وقت بھی امن عامہ کے لئے خطرہ بن سکتا ہے۔''

(ہفت روزہ ''ایشیا'' لاہور۔ 20 اکتوبر، 1974ء)

پروفیسر خورشید احمد:

''قادیانیت کے متعلق میرا ہمیشہ سے خیال ہے کہ اسے شعوری طور پر وہی قبول کر سکتا ہے جو یا تو اچھا خاصا باغی ہو یا پھر اسے کوئی مفاد اس طرف لے جائے۔

(ماہنامہ ''اردو ڈائجسٹ'' دسمبر 1992ء)

پروفیسر قاری مغیث الدین شیخ (شعبہ ابلاغیات پنجاب یونیورسٹی لاہور):

''ملت اسلامیہ سے جھٹک دیئے جانے کے باوجود قادیانیت ایک ایسا ناسور ہے جو اپنے غلیظ عقائد و نظریات کے ماتھے پر اسلام کا لیبل چپکائے رکھنے پر اصرار کرتا ہے۔ عالمی صیہونی تحریک کا آلہ کار، یورپ کا تربیت یافتہ اور اسرائیل نواز یہ گروہ دراصل اپنے مغربی آقاؤں کے مخصوص مقاصد و مفادات کی خاطر امت مسلمہ کی جڑیں کھوکھلی کرنے کے لئے مسلمانوں سے علیحدہ ہونا نہیں چاہتا''۔

(ہفت روزہ ''لولاک'' 14 اگست 1989ء)

جسٹس پیر محمد کرم شاہ الازہری:

''مرزائی مارآستین ہیں۔ جو دن رات وطن عزیز کی جڑیں کاٹنے میں مصروف ہیں۔ نظام اسلامی کے راستے میں انہوں نے جس طرح رکاوٹیں پیدا کیں، ان سے ہم سب باخبر ہیں۔ اس فتنہ کے تدارک کی ذمہ داری ہم پر دوسروں سے زیادہ عاید ہوتی ہے۔ ہم نے اگر اس میں کوتاہی کی تو یاد رکھئے آئندہ نسلیں ہمیں کبھی معاف نہیں کریں گی''

(ماہنامہ ''ضیائے حرم'' دسمبر 1974ء)

جنرل محمد ضیاء الحق:

''قادیانیت کا وجود عالم اسلام کے لئے سرطان کی حیثیت رکھتا ہے اور حکومت پاکستان مختلف اقدامات کے ذریعے اس بات کو یقینی بنا رہی ہے کہ اس سرطان کا خاتمہ کیا جائے۔ جنوبی ایشیا کے مسلمانوں کے لئے یہ بات قابل فخر ہے کہ انہوں نے مرزا غلام احمد قادیانی کی جھوٹی نبوت کا پردہ چاک کیا اور دنیا کو اس کے فریب سے آگاہ کیا۔ ختم نبوت کا عقیدہ نہ صرف ملت اسلامیہ کے ایمان کا بنیادی نکتہ ہے، بلکہ پوری انسانیت کے لئے اللہ تعالیٰ کے دین اور رحمت کی تکمیل کا عالمی پیغام ہے۔''

(روزنامہ ''مشرق'' کوئٹہ، 10 اگست 1995ء)

جسٹس ملک غلام علی:

''قادیانیت ایک بارودی سرنگ ہے۔ جسے اسلام دشمن طاقتوں نے بڑی ہنرمندی کے ساتھ اس کی دیواروں کے نیچے بچھا رکھا ہے۔''

(''ترجمان القرآن'' لاہور، جولائی 1974ء)

جنرل فضل حق (سابق گورنر سرحد):

''صدر پاکستان (جنرل ضیاء الحق) نے قادیانیوں کے خلاف آرڈیننس جاری کر کے ایک جرأت مندانہ اقدام اٹھایا ہے اور اسی طرح انہوں نے مسلم لیگ کی ایک دیرینہ خواہش کی تکمیل کی ہے۔ اگرچہ قادیانیوں کو گزشتہ دور حکومت میں غیر مسلم اقلیت قرار دیا گیا تھا لیکن دیگر قانونی ضروریات پوری نہ ہونے کی وجہ سے یہ ابھی تک نامکمل تھا۔ قادیانیوں کو اگرچہ دس سال قبل غیر مسلم قرار دیا گیا تھا۔ لیکن وہ ابھی تک اسلامی روایات اور اداروں کو غلط طور پر استعمال کر رہے تھے اور خود کو مسلمانوں کے روپ میں ظاہر کرتے تھے۔ لیکن اب یہ چور

دروازہ ہمیشہ کے لئے بند کر دیا گیا ہے۔" (روزنامہ "جنگ" 8 مئی 1984ء)

چوہدری محمد اسماعیل ایڈووکیٹ (چیئرمین انٹرنیشنل اسلامک ٹربیونل):

"یہودیوں کی طرح مرزائی بھی ایک منظم پارٹی ہے۔ جس کے سیاسی اور معاشی مفادات اکٹھے ہیں۔" (ہفت روزہ "لالوک" جلد 22، شمارہ 40، 27 دسمبر 1985ء)

چوہدری غلام جیلانی:

"وہ اب تک اپنے مردے پاکستان میں امانتاً دفن کرنا پسند کر رہے ہیں اور ان کی کوشش ہے کہ اکھنڈ بھارت پھر بن جائے اور ان کے وارے نیارے ہو جائیں، لیکن انشاء اللہ وہ روز بد کبھی نہیں آئے گا۔ (انشاء اللہ) قادیانی ایمان و اسلام سے تو محروم ہو چکے اور آخرت برباد کر چکے ہیں اور اب دنیا میں بھی ذلیل و خوار رہیں گے۔"

(ہفت روزہ "ایشیا" 30 جون 1970ء)

حضرت پیر مہر علی شاہ گولڑوی رحمۃ اللہ علیہ:

حجاز کے مبارک سفر مکہ مکرمہ میں حاجی امداد اللہ صاحب سے ملاقات ہوئی جو ایک صحیح صاحب کشف انسان تھے۔ جب ان کو میری آزاد اور بے باک طبیعت کا علم ہوا تو شدید اصرار اور تاکید سے فرمایا کہ چونکہ عنقریب ہندوستان میں ایک فتنہ ظاہر ہونے والا ہے، لہٰذا تم واطن واپس چلے جاؤ۔ اگر بالفرض تم خاموش بھی رہو گے تو بھی یہ فتنہ ترقی نہ کر سکے گا اور اس طرح ملک میں آرام رہے گا۔ چنانچہ میں پورے وثوق کے ساتھ حاجی صاحب کے اس کشف کو مرزا قادیانی کے فتنہ سے تعبیر کرتا ہوں۔"

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی خواب میں مجھے حکم دیا کہ یہ مرزا قادیانی غلط تاویل کی قینچی سے میری احادیث کے ٹکڑے ٹکڑے کر رہا ہے اور تو خاموش ہے۔"

("ملفوظات طیبہ" صفحہ 126-127)

حضرت میاں شیر محمد رحمۃ اللہ علیہ صاحب شرق پور شریف:

"حضرت مولانا میاں شیر محمد رحمۃ اللہ علیہ صاحب شرق پوری نے ایک دفعہ مراقبہ کیا اور دیکھا کہ مرزا قادیانی کی شکل قبر میں باؤلے کتے کی ہے اور باؤلے پن کا اس پر دورہ پڑا ہوا

ہے۔اس کا منہ دم کی طرف ہے، بھونک رہا ہے اور گول چکر کاٹ رہا ہے، منہ سے پانی نکل رہا ہے اور بار بار اپنی دم اور ٹانگوں کو کاٹتا ہے۔اس کشف کا فقیر نے ایک بزرگ کے سامنے ذکر کیا، فوراً تڑپ اٹھے۔فرمایا خدا گواہ ہے۔واقعتاً یہ بات صحیح معلوم ہوتی ہے کہ مرزا کی حقیقت ایسی ہی ہونی چاہئے۔" (تذکرہ مجاہدین ختم نبوت)

حضرت خواجہ قمر الدین سیالوی رحمۃ اللہ علیہ:

"جو شخص اسلام چھوڑ کر دوسرا دین اختیار کرے تو وہ کافر ہے، مرتد ہے اور مرتد کی سزا شریعت میں قتل ہے۔اگر میرے ہاتھ میں حکومت ہوتی تو میں قادیانیوں کا فیصلہ شریعت کے مطابق کرتا، جس کی نظیر سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے قائم کی تھی۔مرزائیوں کا سوشل بائیکاٹ بالکل جائز ہے۔ان کے ساتھ ہر قسم کا میل جول ختم کر دیا جائے۔"

(ماہنامہ "ضیائے حرم" دسمبر 1974ء)

حضرت مولانا ابوالحسنات سید محمد احمد قادری رحمۃ اللہ علیہ:

"مرزائیت کے نزدیک جہاد شرعاً حرام ہے۔ادبیات مرزائیہ جہاد کے احساس کے لئے تباہ کن ہے۔مرزائیت الہامات ربانی کی بنا پر اکھنڈ ہند کی خواہاں ہے۔اس کے نزدیک پاکستان کا قیام عارضی ہے۔" (ہفت روزہ "لولاک" فیصل آباد)

حفیظ جالندھری رحمۃ اللہ علیہ (خالق قومی ترانہ):

مرزائے قادیان اور ان کے ایجنٹوں کی تحریریں، تقریری اور تبلیغی تذویت ہیں۔ان تذویروں کا مقصد دنیائے اسلام پر "یہود" کی حکومت قائم کرنا ہے۔

("قادیانی امت" از محمد شفیع جوش)

حمید نظامی:

"غیر ممالک میں پاکستان کے "سفارت خانے" تبلیغ مرزائیت کے اڈے اور ان کے جماعتی دفاتر معلوم ہوتے ہیں"۔ (ماہنامہ "صوت الاسلام" ستمبر، اکتوبر 1985ء)

خواجہ غلام فرید رحمۃ اللہ علیہ:

"مرزا قادیانی کافر ہے۔قادیانی فرقہ ناری اور جہنمی ہے۔حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم پر نبوت ختم ہو چکی ہے۔حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی نہیں ہو سکتا۔"

(''فوائد فریدیہ'' صفحہ 13، مضمون خواجہ غلام فرید، ضیائے حرم دسمبر 1974ء)

ڈاکٹر عبدالقدیر خان:

''اس میں ذرا بھی شبہ نہیں کہ عرصہ دراز سے قادیانی ملک کے اندر اور باہر یہودی لابی سے مل کر پاکستان کے ایٹمی پروگرام کے خلاف بین الاقوامی سطح پر بے بنیاد پروپیگنڈہ کر کے پاکستان کو بدنام کرنے کی کوشش میں سرگرم عمل ہیں اور اپنا اثر و رسوخ استعمال کرتے ہوئے مغربی ممالک کی طرف سے طرح طرح کی رکاوٹیں اور بے جا پابندیاں پیدا کر کے ہماری فنی ترقی کو مفلوج بنانے میں مشغول ہیں۔''

(ہفت روزہ ''چٹان'' جلد 39، شمارہ 323، 31 اگست 1986ء)

ڈاکٹر عبدالباسط (ممتاز قانون دان):

''میں سمجھتا ہوں کہ قادیانی تحریک کبھی بھی مذہبی مسئلہ نہیں تھی۔ اس فتنے کی ابتداء برطانوی دور میں شعبہ جاسوسی سے ہوئی اور اس کا مقصد مسلمانوں کو فکری انتشار میں مبتلا کر کے برطانوی سامراج کو زوال سے بچانے کی تدابیر کرنا تھا۔''

(ہفت روزہ ''چٹان'' 11 جون 1984ء)

ڈاکٹر وحید عشرت:

''جہاں جہاں قادیانی ہیں، وہ استعماریت کے اغراض و مقاصد کے لئے کام کر رہے ہیں۔ مسلمانوں کے غدار اور مرتد ہیں۔''

(ہفت روزہ ''مہارت'' لاہور 13 تا 19 فروری 1992ء)

ڈاکٹر صہیب عبدالغفار حسن (دار الافتاء مکہ المکرمہ):

''قادیانیوں کا اسلام دشمن اور شرمناک سیاسی کردار سب مسلمانوں پر واضح ہے۔ اصل میں یہ ایک سیاسی تحریک ہے جس نے مذہبی روپ دھار رکھا ہے۔''

(ہفت روزہ ''لولاک'')

ڈاکٹر عبدالکریم غلاب (نامور مسلم سکالر مراکش):

''یہودیوں نے سنت نبوی ﷺ رسالت، جہاد اور وحی کے موضوعات پر جس قدر علمی اور تحقیقی بددیانتیاں کیں، قادیانیت ان کا بروز مجسم ہے۔''

(توفیق، منابت، الصیہونیہ، بیروت 1931ء جلد اول صفحہ 230 بحوالہ ہفت روزہ ''چٹان'' لاہور 9فروری 1970ء)

ذوالفقار علی بھٹو:

''قادیانی اتنے خطرناک ہیں، اس کا احساس مجھے ان دو دنوں میں ہوا ہے۔ میں نے کبھی سوچا بھی نہ تھا کہ قادیانی مذہب کے لوگ اس قدر خوفناک ارادے رکھتے ہیں۔''

(مقالہ مولانا تاج محمود علوم اسلامیہ پنجاب یونیورسٹی 1991ء از محمد ندیم)

ریٹائرڈ ائیر مارشل اصغر خاں:

ہر صحیح العقیدہ مسلمان کی طرح میرا ایمان بھی ہے کہ قادیانی غیر مسلم اقلیت ہیں۔

(ہفت روزہ ''لیل و نہار'' صفحہ 6، ایڈیٹر مجیب الرحمٰن شامی، 22 تا 29 جون 1974ء)

زیڈ اے سلہری:

''دراصل قادیانی ازم انگریزوں کی سنگینوں کی حفاظت میں پروان چڑھا۔ کسی آزاد مسلم معاشرے میں اس کا پنپنا ناممکن تھا۔ اس کا مقصد اسلام کی تعلیم کو مسخ کرنا تھا اور مغرب میں اس مذموم مقصد کے حصول کا ایک ہی ذریعہ قرار دیا گیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی ذات والا صفات کو گھٹایا جائے۔'' (ماہنامہ ''الحق'' اکوڑہ خٹک، نومبر 1974ء)

سردار محمد عبدالقیوم خاں (صدر آزاد کشمیر):

''ہم آزاد کشمیر میں کوشش کر رہے ہیں کہ اس سرزمین کو قادیانیت کے فتنہ سے محفوظ رکھیں۔ وہاں انہوں نے بہت سازشیں کی ہیں۔ قادیانی پاکستان کی اہم شخصیتوں کو موت کے گھاٹ اتارنے کا فیصلہ کر چکے ہیں۔'' (ہفت روزہ ''لولاک'' مارچ 1974ء)

سید ریاض الحسن گیلانی (سابق ڈپٹی اٹارنی جنرل):

''عقیدہ ختم نبوت پر ایمان نہ رکھنے کی سزا موت ہے اور اسلامی مملکت میں یہ سنگین ترین جرم ہے، اس لئے اس جرم کے مرتکب کو سزا دینے کے لئے صرف حکومت کی مشینری کے حرکت میں آنے کا انتظار کرنا ضروری نہیں بلکہ کوئی مسلمان بھی اس سلسلے میں قانون کو ہاتھ میں لے سکتا ہے کیونکہ یہی شریعت کا حکم ہے۔''

(روزنامہ ''نوائے وقت'' کراچی 19 دسمبر 1985ء)

شاہ فہد (خادم الحرمین شریفین):

''سوئٹزرلینڈ کی قادیانی ایسوسی ایشن نے سعودی عرب کے شاہ فہد سے تحریری طور پر یہ مضحکہ خیز درخواست کی ہے کہ وہ ان کے مذہب کے سربراہ کو حج کے لئے سعودی عرب آنے کی دعوت دیں۔ ایک خط میں جو شاہ فہد سمیت سعودی عرب کے چند اعلیٰ حکام کو بھیجا گیا ہے۔ سوئٹزرلینڈ میں قائم قادیانیوں کی تحریک نے درخواست کی ہے کہ ان کے مذہب کے رہنما کو، جو اس وقت ربوہ میں رہتے ہیں۔ سعودی فرمانروا کے سرکاری مہمان کی حیثیت سے دعوت دی جائے۔ سوئٹزرلینڈ کے مسلم سفارت کاروں نے اس ضمن پر غصہ و ناراضگی کا اظہار کیا ہے۔'' (روزنامہ ''جنگ'' کراچی، 19 اگست 1982ء)

جب یہ درخواست شاہ فہد کے پاس گئی تو انہوں نے جواب دیا کہ قادیانی جماعت کے سربراہ ''مرزا قادیانی ملعون'' کا طوق غلامی اتار کر مسلمان بن کر آئیں تو دل و جان سے مہمانداری کریں گے۔ لیکن اگر مرزا قادیانی کا طوق غلامی پہن کر آنا چاہتے ہو تو یاد رکھو کہ یہ سرزمین حجاز ہے، جو کچھ ہمارے پیش رو حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے مسیلمہ کذاب اور اس کی پارٹی کا حشر کیا تھا، وہی حشر ہم تمہارا کریں گے''۔ اس جواب پر مرزائیوں کے اوسان خطا ہو گئے۔'' (تذکرہ مجاہدین ختم نبوت)

شیخ محمد عبداللہ بن سبیل (خطیب و امام مسجد الحرام مکہ مکرمہ):

''اس میں کوئی شک نہیں کہ قادیانی فرقہ، اسلام اور مسلمانوں کے خلاف مکروہ فتنہ پردازی میں مصروف ہے اور اللہ کے مومن بندوں کا سخت ترین دشمن ہے۔''

(ہفت روزہ ''ختم نبوت انٹرنیشنل'' کراچی، 8 جون 1984ء)

شیخ عبداللہ بن حسن (مفتی اعظم، رئیس القضاۃ مکہ مکرمہ):

''جو شخص دعویٰ نبوت کرے، اس کے کفر میں کوئی شک نہیں اور جو شخص اس کے دعویٰ نبوت کی تصدیق کرے یا اس کی تابعداری کرے، وہ مدعی نبوت کی طرح کافر ہے اور اہل اسلام ان سے رشتہ و نکاح وغیرہ نہیں کر سکتے۔'' (ہفت روزہ ''لولاک'' فیصل آباد)

شیخ ابو الیسر عابدین (مفتی اعظم جمہوریہ شام):

''چونکہ فرقہ قادیانیہ سیدنا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو آخری نبی تسلیم نہیں کرتا، جس سے اللہ تعالیٰ کے ارشاد ''خاتم النبیین'' کی مخالفت لازم آتی ہے۔ نیز دین اسلام کے بیشتر عقائد کا منکر

ہے۔ لہٰذا جو شخص بھی ان کے عقائد اختیار کرے گا۔ میں اس کے کفر کا فتویٰ دیتا ہوں،
واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم" (فتویٰ مفتی اعظم جمہوریہ شام، 15 اکتوبر 1957ء)

صاحبزادہ سید فیض الحسن شاہ رحمۃ اللہ علیہ آلو مہار شریف:

"کسی قادیانی کو قتل کرنا رضائے الٰہی کا موجب ہے۔"

(رپورٹ تحقیقاتی عدالت، صفحہ 180)

علامہ محمد اقبال رحمۃ اللہ علیہ:

"میں اس باب میں کوئی شک وشبہ اپنے دل میں نہیں رکھتا کہ یہ "احمدی اسلام اور ہندوستان (یعنی مسلم ہندوستان جو آج کل پاکستان ہے) دونوں کے غدار ہیں۔"

(علامہ اقبال کا خط پنڈت جواہر لعل نہرو کے نام 21 جون، 1936ء)

عبدالعزیز بن عبداللہ بن باز (وائس چانسلر مدینہ یونیورسٹی):

"جو شخص یہ کہتا ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام کو قتل کر دیا گیا ہے یا سولی پر چڑھا دیا گیا ہے یا وہ ہجرت کر کے کشمیر چلے گئے، جہاں عرصہ دراز کی زندگی کے بعد اپنی طبعی موت سے فوت ہوئے اور آسمان پر نہیں اٹھائے گئے یا یہ کہ وہ دنیا میں آ چکے ہیں یا وہ خود نہیں آئیں گے، بلکہ ان کا مثیل آئے گا، جیسا کہ مرزا غلام احمد قادیانی کا دعویٰ ہے کہ "میں مثیل مسیح ہوں، میں اس فریضہ کو ادا کروں گا" اور یہ دعویٰ کرنا کہ آسمان سے نازل ہونے والا کوئی مسیح نہیں ہے۔ یہ سارے خیالات اللہ پر افترا اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی تکذیب ہے، یعنی ایسا کرنے والا شخص اللہ اور اس کے رسول کو جھوٹا قرار دیتا ہے اور وہ شخص کافر ہے۔ ایسی باتیں کرنے والے شخص سے قرآن وسنت کے دلائل واضح کرنے کے بعد توبہ کا مطالبہ کرنا ضروری ہے۔ اگر وہ توبہ کر کے حق کی طرف رجوع کرے تو بہتر ورنہ اسے کفر کی حالت میں قتل کر دیا جائے۔"

(فتویٰ عبدالعزیز بن عبداللہ بن باز، نائب رئیس الجامعہ الاسلامیہ المدینہ المنورہ۔ "قادیانیت عدالت کے کٹہرے میں" از جانباز مرزا)

عطاء الحق قاسمی:

"میرے نزدیک بدبخت انگریز نے ہندوستان میں اپنے غاصبانہ قبضے کو مضبوط کرنے اور اسلام سے اپنی ازلی دشمنی کے اظہار کے لئے جہاں اور بہت سے اقدامات کئے، وہاں مرزا غلام احمد کے گلے میں "انگریزی نبوت" کا طوق بھی ڈالا۔ چنانچہ موصوف نے

مسلمان ہند کو بے روح بنانے کے لئے پہلا کام یہ کیا کہ جہاد کو منسوخ قرار دے ڈالا تا کہ ہندوستان کے تخت و تاج کے وارث مسلمان انگریز کی غلامی کو مذہبی بنیادوں پر تسلیم کر لیں۔ صرف یہی نہیں بلکہ موصوف نے انگریزوں کے جو قصیدے لکھے وہ اتنے افسوسناک ہیں کہ انہیں پڑھتے ہوئے ایک آزادی پسند انسان کا خون کھولنے لگتا ہے۔“

(عطاء الحق قاسمی، ”قادیانیت شکن“ صفحہ 10،9)

غلام مصطفی جتوئی (سابق وزیر اعظم):

”این پی پی 1973ء کے آئین کو قادیانیوں سے متعلق غیر مسلم اقلیت قرار دینے کی ترمیم سمیت تسلیم کرتی ہے۔“ (روزنامہ ”مشرق“ لاہور 10 ستمبر 1986ء)

غلام حیدر وائیں (سابق وزیر اعلیٰ پنجاب):

”مسلم لیگ کے دستور کے مطابق قادیانی غیر مسلم ہونے کی وجہ سے مسلم لیگ کے باقاعدہ رکن نہیں بن سکتے۔ البتہ پاکستان کی دیگر اقلیتوں کے ورکر اس جماعت کے شریک رکن اسی صورت میں بن سکتے ہیں بشرطیکہ مسلم لیگ کے اغراض و مقاصد اور نظریاتی اساس سے متفق ہوں۔“ (روزنامہ ”جنگ“ لاہور، 8 نومبر 1986ء)

قائداعظم محمد علی جناح رحمۃ اللہ علیہ:

جب کشمیر سے واپسی پر قائداعظم سے سوال کیا گیا کہ آپ کی قادیانیوں کے بارے میں کیا رائے ہے؟ تو آپ نے فرمایا کہ ”میری رائے وہی ہے جو علماء کرام اور پوری امت کی ہے۔“

(ہفت روزہ ”لولاک“ دسمبر 1971ء)

قدرت اللہ شہاب:

”کچھ لوگوں کا خیال تھا کہ یہ جنگ (1965ء) قادیانیوں کی سازشوں کا نتیجہ ہے، اس لئے فوج کے ایک قادیانی میجر جنرل اختر حسین ملک نے مقبوضہ کشمیر پر تسلط قائم کرنے کے لئے ایک پلان تیار کیا گیا، جس کا کوڈ نام ”جبرالٹر“ تھا۔ صاحبان اقتدار کے لئے کئی افراد نے ان کی مدد کی۔ ان میں مسٹر ایم۔ ایم۔ احمد سرفہرست بتائے جاتے ہیں۔ جو خود بھی قادیانی تھے اور عہدے میں بھی پلاننگ کمیشن کے ڈپٹی چیئرمین ہونے کی حیثیت سے صدر ایوب کے نہایت قریب تھے۔ جنرل اختر ملک نے اپنے پلان کے مطابق کاروائی شروع کی۔ ایک بار میں نے نواب آف کالاباغ سے اس جنگ کے متعلق کچھ دریافت

کرنے کی کوشش کی تو انہوں نے فرمایا، بھائی شہاب، یہ جنگ پاکستان کی ہرگز نہ تھی۔ دراصل یہ جنگ اختر ملک، ایم۔ایم۔احمد، عزیز احمد اور نذیر احمد نے شروع کرائی تھی۔ (جو سب قادیانی تھے۔ناقل) (''شہاب نامہ'' از قدرت اللہ شہاب)

قاضی حسین احمد (امیر جماعت اسلامی):

''قادیانیت کے مکمل خاتمہ کے لئے تمام مکاتب فکر کے علماء کا اتحاد ناگزیر ہے۔ انگریزوں نے مسلمانوں کے جذبہ جہاد سے خوف زدہ ہو کر قادیانیت کی بنیاد رکھی اور اب تک روس، امریکہ اور برطانیہ اس کی پشت پناہی کر رہے ہیں۔قادیانی گروہ پاکستان کے خلاف مسلسل تخریبی سرگرمیوں میں مصروف ہے۔اس جماعت کے افراد مسلح افواج، نوکر شاہی اور صنعتی اداروں میں کلیدی عہدوں پر فائز ہیں، جو طاغوتی طاقتوں کے سیاسی اور معاشی مفادات کا تحفظ کر رہے ہیں۔انگریز کا خود کاشتہ پودا آئین کی کھلم کھلا خلاف ورزی کا مرتکب ہو رہا ہے۔مرزائی چاہتے ہیں کہ کوئی طاقت ان کو مسلمانوں کے نام پر اقتدار پر بٹھا دے۔حکومت پاکستان ایرانی بھائیوں کی طرح پاکستان میں مرزائیوں کو خلاف قانون قرار دے۔'' (روزنامہ ''نوائے وقت'' 28 اکتوبر 1988ء)

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان بریلوی رحمۃ اللہ علیہ:

''قادیانی مرتد، منافق ہیں۔مرتد منافق وہ کہ کلمہ اسلام اب بھی پڑھتا ہے، اپنے آپ کو مسلمان بھی کہتا ہے اور پھر اللہ عزوجل یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یا کسی نبی کی توہین کرتا یا ضروریات دین میں سے کسی شے کا منکر ہے۔اس کا ذبیح محض نجس، مردار، حرام قطعی ہے۔ مسلمانوں کے بائیکاٹ کے سبب قادیانی کو مظلوم سمجھنے والا اور اس سے میل جول چھوڑنے کو ظلم وناحق سمجھنے والا اسلام سے خارج ہے اور جو کافر کو کافر نہ کہے، وہ بھی کافر۔''

(''احکام شریعت'' صفحہ 112، 122، 177)

مفتی محمد حسین نعیمی:

''قادیانی اپنے عقاید اور نظریات کے باعث مرتد ہیں۔ایسا شخص جو اسلام کے بعد کافر ہو، مرتد ہوتا ہے، واجب القتل ہے۔'' (روزنامہ ''جنگ'' لاہور 1986ء)

محترمہ بے نظیر بھٹو:

''قادیانیوں کے بارے میں آئینی ترمیم ملک کی منتخب اسمبلی میں اتفاق رائے سے منظور ہوئی

تھی، اس لئے وہ ترمیم درست ہے اور اسے ختم نہیں کیا جائے گا۔"

(روزنامہ "جنگ" 1987ء)

محمد خان جونیجو (سابق وزیر اعظم):

"ختم نبوت کے منکرین (قادیانیوں) کے خلاف پوری قوت سے کاروائی کرنے کی ضرورت ہے۔توہین ختم نبوت برداشت نہیں کی جائے گی۔ ختم نبوت کے منکرین اور نبوت کے جھوٹے دعویداروں کا خاتمہ کرنے کے لئے حکومت پاکستان نے کئی مؤثر کاروائیاں کی ہیں۔اس سلسلے میں اسلامی دنیا کو پاکستان سے تعاون کرنا چاہئے۔"

(ریڈیو رپورٹ، 27، نومبر 1985ء، روزنامہ "جنگ" لاہور، روزنامہ "امروز" لاہور 28 نومبر 1985ء)

میاں نواز شریف (سابق وزیر اعظم):

"حضور اکرم ﷺ کی شان میں گستاخی پر کوئی بڑی سے بڑی سزا بھی کم ہے۔"

(روزنامہ "نوائے وقت" 20 مئی 1991ء)

مولانا شاہ احمد نورانی رحمۃ اللہ علیہ:

"مرزائیت، یہودیت کی گود میں پروان چڑھ رہی ہے اور پاکستان میں تل ابیب کا ایجنٹ ربوہ ہے۔اس کی معرفت جو چاہتے ہیں کرواتے ہیں۔ مذہب کا تو ان لوگوں نے لبادہ اوڑھ لیا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ یہ ایک بہت بڑی خطرناک سیاسی تحریک ہے اور یہ صیہونیت کی ایک ذیلی تنظیم ہے جو مسلمانوں کے اندر رہ کر مسلمانوں کی تباہی و بربادی کا سامان پیدا کر رہی ہے۔" ("ارشادات نورانی" از ضیاء المصطفی قصوری)

ملک محمد قاسم:

"پاکستان مسلم لیگ ختم نبوت پر ایمان رکھتی ہے۔اس کا ایمان ہے، جو کوئی اس عقیدے پر ایمان نہیں رکھتا، وہ مسلمان نہیں۔"

(ہفت روزہ "لیل و نہار" ایڈیٹر مجیب الرحمٰن شامی، جولائی 1972ء)

مولانا طاہر القادری:

"مرزا قادیانی ایک مراقی مریض ہے کہ جو منہ میں آتا ہے۔ بکتا چلا جاتا ہے۔ان احمقوں اور جاہلوں کو کیا کہئے کہ جو ان "ہذیانات" کو الہام و وحی سمجھے ہوئے ہیں اور اس قسم کے خرافات پڑھ کر بھی مرزائے قادیان کی عزت کرتے ہیں اور اس کی ذات سے ان کی

عقیدت میں کمی نہیں آتی۔ یہ کفر وضلالت کا وہ آخری درجہ ہے جہاں ذہن وقلب سے حق شناسی اور اچھے برے کے جاننے پہچاننے کی تمیز سرے سے جاتی رہتی ہے۔ یہاں تک کہ دلوں پر مہر لگادی جاتی ہے۔" ("قادیانیت" از طاہر القادری)

مجیب الرحمن شامی:

"مرزائیت کیا ہے اور اس کا مقصد کیا ہے؟ بدقسمتی سے ہمارے ہاں اسے محض ایک مذہبی ٹولہ سمجھا گیا، لیکن درحقیقت یہ ایک سیاسی تحریک ہے۔ ایسی تحریک جس کا مقصد اکھنڈ بھارت کا قیام اور برصغیر میں سامراجی مفادات کی نگہداشت ہے۔"

(ہفت روزہ "لیل ونہار" 2 تا 8 جون 1974ء)

عرفان محمود برق ‹سابق قادیانی›

سرزمین پنجاب میں قادیان کی مٹی سے نکلنے والی غلاظت مرزا قادیانی جو خود محمد رسول اللہ ہونے کا دعویدار تھا (نعوذ باللہ) اُس میں اخلاق حسنہ کی ایک ادنیٰ سی جھلک بھی نظر نہیں آتی۔ مرزا قادیانی اخلاقی کمزوریوں، دشنام طرازیوں، دریدہ دہنیوں، فحش کلامیوں اور بدگوئیوں کا ایک غلیظ گٹر تھا۔ وہ ان خصائل میں ایسی مہارت اور جرأت مندی کا مظاہرہ کرتا کہ بدخلقی وبدتہذیبی بھی اُس کے سامنے شرم وندامت سے سرنگوں ہو جاتی اسی بناء پر اگر اُسے تہذیب شکن اخلاق کے ان فنون کا گرو گھنٹال کہا جائے تو بے جا نہ ہوگا۔

(قادیانیت، اسلام اور سائنس کے کٹہرے میں، مصنف عرفان محمود برق، صفحہ 119)

مولانا ابوداؤد محمد صادق:

"اور مرزا قادیانی کے متعلق یاد رکھئے کہ وہ صرف ختم نبوت کے انکار ہی کی وجہ سے مرتد نہیں بلکہ اس ڈبل کفر کے علاوہ بھی اس کے اور بیسیوں کفریات ہیں۔ لہٰذا مرزا قادیانی اور کسی مدعی نبوت کو نبی ماننا، اپنا امام وپیشوا جاننا تو درکنار، ایسوں کو ادنیٰ مومن سمجھنا اور ان کے کفر میں شک کرنا بھی اسلام سے خارج کر دیتا ہے۔"

خدا محفوظ رکھے ہر بلا سے
خصوصاً آج کل کے انبیاء سے

(ہفت روزہ "رضوان" 7 تا 28 اگست 1952، جلد 5، شمارہ 29)

مولانا ظفر علی خاں:

"جہاں تک مرزا قادیانی کا تعلق ہے، ہم اس کو ایک بار نہیں، ہزار بار دجال کہیں گے۔ اس نے حضور ﷺ کی ختم المرسلینی پر اپنی نبوت کا ناپاک پیوند جوڑ کر ناموس رسالت پر کھلم

کھلا حملہ کیا ہے۔ اس عقیدہ سے میں ایک منٹ کے کروڑویں حصے کے لئے بھی دستکش ہونے کو تیار نہیں اور مجھے یہ کہنے میں کوئی باک نہیں کہ مرزا غلام احمد قادیانی دجال تھا، دجال تھا، دجال تھا۔ میں اس سلسلہ میں قانون انگریزی کا پابند نہیں۔ میں قانون محمدی ﷺ کا پابند ہوں۔"
(تحریک ختم نبوت)

مولانا عبدالستار خان نیازی رحمۃ اللہ علیہ (وفاقی وزیر برائے مذہبی امور):

"مرزائی جہاں کہیں بھی موجود ہے، کفر کا ایجنٹ ہے۔ اسلام کے خلاف جاسوس ہے۔ مرزا قادیانی نے خود کہا ہے کہ: "میں انگریز کا خود کاشتہ پودا ہوں اور انگریز کی اطاعت خدا اور رسول کی اطاعت ہے۔" مزید کہا کہ "انگریز کے دور میں ہمیں وہ امن وامان نصیب ہوا ہے جو ہمیں مکے اور مدینے میں بھی نہیں مل سکتا"۔ قادیانیوں نے بغداد کے سقوط پر گھی کے چراغ جلائے تھے۔"
(ہفت روزہ "ختم نبوت" مارچ 1974ء)

نوابزادہ نصر اللہ خان:

"میں مسیلمہ کذاب سے لے کر مرزا غلام احمد قادیانی تک سب کو کاذب سمجھتا ہوں۔"
(روزنامہ "جنگ" کراچی، 31 جولائی 1969ء صفحہ 8، ماہنامہ "المنیر" فیصل آباد جمادی الاول 1389ھ)

نذیر احمد غازی (اسسٹنٹ ایڈووکیٹ جنرل پنجاب):

"یہ انتہائی ظلم کی بات ہے کہ قرآن مجید میں حضرت نبی آخر الزماں ﷺ پر نازل ہونے والی اکثر آیات مبارکہ مرزا غلام احمد قادیانی نے چوری کر کے اپنے نام کے ساتھ منسوب کر لی ہیں۔ اگر قادیانیوں کو ان کے مذہب کی تبلیغ کی اجازت دے دی جائے تو اس سے نہ صرف معاشرے میں ہیجان پیدا ہوگا۔ بلکہ اخلاقیات بھی تباہ ہو جائیں گی۔"
(روزنامہ "نوائے وقت" 23 مئی 1991ء)

نذیر ناجی:

"علمائے کرام تو مرزائیوں کو کلیدی عہدوں سے الگ کرنے کے مطالبات، عقائد کے حوالے سے کرتے ہیں۔ لیکن پاکستان کے دفاع کا تقاضا بھی یہی ہے کہ ان لوگوں سے چوکس رہا جائے۔ یہ کچھ بھی نہ کرتے ہوں تو بھی ان سے محتاط رہنے کی یہی وجہ کافی ہے کہ ان پر اسرائیل اور بھارت کی حکومتیں مہربان ہیں۔"
(کالم "سویرے سویرے" روزنامہ "نوائے وقت" 15 جنوری 1981ء)

جسٹس (ر) جاوید اقبال

علامہ اقبال اور فتنہ قادیانیت

مصائب و آلام اور طرح طرح کی الجھنوں کے باوجود اقبال اپنی علمی و شعری کاوشوں، مسلمانوں کی شیرازہ بندی اور ان کے سیاسی مسائل کے حل کیلئے وقت نکالتے رہے۔ انجمن حمایت اسلام کے سالانہ اجلاس کی خاطر نواب بھوپال کو صدارت کیلئے لاہور بلوانے کی کوشش کی۔ (1) "زبور عجم" بمعہ اردو ترجمہ (جو حواشی کی شکل میں تھا) کی اشاعت کا ارادہ کیا (2) "صور اسرافیل" (جو 1936ء میں "ضرب کلیم" کے نام سے شائع ہوئی) کیلئے اشعار کی تخلیق کا سلسلہ جاری رکھا اور اسی طرح انہی ایام میں قادیانیت کی تردید میں اپنا پہلا انگریزی بیان بعنوان "قادیانیت اور صحیح العقیدہ مسلمان" تحریر کیا۔ یہ بیان برصغیر کے مختلف انگریزی اخباروں مثلاً ایسٹرن ٹائمز، ٹریبیون، سٹار آف انڈیا کلکتہ، دکن ٹائمز وغیرہ میں شائع ہوا۔ علاوہ اس کے اردو اخباروں میں اس کا ترجمہ بھی چھپا۔ 14 مئی 1935ء کو سٹیٹسمین نے اسے شائع کیا اور ساتھ اس پر لیڈنگ آرٹیکل بھی لکھا۔

"قادیانیت اور صحیح العقیدہ مسلمان" میں مختصراً اقبال کا استدلال یہ تھا کہ مسلمانوں کی ملی وحدت کی بنیادیں مذہبی تصور پر استوار ہیں۔ اگر ان میں کوئی ایسا گروہ پیدا ہو جو اپنی اساس ایک نئی نبوت پر رکھتے ہوئے یہ اعلان کرے کہ تمام مسلمان جو اس کا موقف قبول نہیں کرتے وہ کافر ہیں، تو قدرتی طور پر ہر مسلمان ایسے گروہ کو ملت اسلامیہ کے استحکام کے لئے ایک خطرہ قرار دے گا اور یہ بات اس لیے بھی جائز ہوگی کہ مسلم معاشرے کو ختم نبوت کا عقیدہ ہی سالمیت کا تحفظ فراہم کرتا ہے۔ اقبال کے نزدیک قبل از اسلام مجوسیت کے جدید احیاء نے جن دو تحریکوں کو جنم دیا، ان میں ایک بہائیت ہے اور دوسری قادیانیت۔ بہائیت اس اعتبار سے زیادہ دیانت پر مبنی ہے کہ وہ اسلام سے اعلانیہ علیحدگی کا رستہ اختیار کرتی ہے لیکن قادیانیت اسلام کے بعض اہم ظواہر کو برقرار رکھتے ہوئے اس کی روح اور نصب العین سے انحراف کرتی ہے۔ اقبال کے بیان کے مطابق "بروز"، "حلول" اور "ظل" کی اصطلاحات مسلم ایران میں اسلام سے منحرف تحریکوں نے اختراع کیں اور "مسیح موعود" کی اصطلاح بھی

مسلم دینی شعور کی تخلیق نہیں ہے۔ آخر میں فرماتے ہیں کہ ہندوستان کے حاکموں کیلئے بہترین راستہ یہی ہے کہ قادیانیوں کوایک علیحدہ مذہبی فرقہ قرار دے دیں۔"(3)

اس بیان پر قادیانی اخباروں نے نئے اعتراض کیے اور اقبال پر مختلف قسم کے الزام لگائے۔ ہفتہ وار "لائیٹ" کے نمائندے نے اُن کی توجہ ایک اور قادیانی ہفتہ وار "سن رائز" کی طرف مبذول کراتے ہوئے سوال کیا کہ اس اخبار کے مطابق انہوں نے اپنے کسی گذشتہ خطبے میں احمدیت کے متعلق مختلف رائے کا اظہار کیا تھا۔ سوان کے اب کے بیان اور اس خطبہ میں تناقض کیوں ہے؟ اقبال کا جواب تھا کہ "وہ یہ تسلیم کرنے سے انکار نہیں کر سکتے کہ اب سے ربع صدی پیشتر انہیں اس تحریک سے اچھے نتائج کی توقع تھی لیکن کسی مذہبی تحریک کی اصل روح ایک دن میں ظاہر نہیں ہو جاتی بلکہ اپنے مکمل اظہار کے لیے کئی عشرے لیتی ہے۔ اس تحریک کے دو گروہوں کے درمیان اندرونی اختلافات بھی اس حقیقت کا ثبوت فراہم کرتے ہیں کہ جو لوگ بانی تحریک کے ساتھ ذاتی رابطہ رکھتے تھے، انہیں بھی یہ معلوم نہ تھا کہ آگے چل کر تحریک نے کیا صورت اختیار کرنی ہے۔ درخت کو جڑ سے نہیں اس کے پھل سے پہچانا جاتا ہے۔ پس اگر ان کے رویہ میں تناقض ہے تو یہ بھی ایک زندہ اور سوچنے والے انسان کا حق ہے کہ وہ اپنی رائے بدلے۔ بقول ایمرسن صرف پتھر ہی اپنے آپ کو نہیں بدلتے۔"(4)

اقبال نے سٹیٹسمین کے لیڈنگ آرٹیکل میں اپنے بیان پر تبصرہ کا جواب ایک خط کے ذریعہ دیا جو 10 جون 1935ء کو سٹیٹسمین میں شائع ہوا۔ جواب کے اہم نکات یہ تھے: اول یہ کہ برصغیر کے مسلمانوں کی طرف سے کسی رسمی عرض داشت کی وصولی کا انتظار کیے بغیر انگریزی حکومت کا فرض ہے کہ وہ مسلمانوں اور قادیانیوں کے عقائد میں بنیادی اختلاف کا انتظامی طور پر نوٹس لے، جیسے کہ سکھوں کو 1919ء تک انتظامی اعتبار سے ایک علیحدہ سیاسی یونٹ نہ سمجھا جاتا تھا۔ مگر بعد میں بغیر ان کی طرف سے کسی عرض داشت کی وصولی کے انہیں ایسا تصور کیا گیا، باوجود اس کے کہ ہائی کورٹ لاہور کے فیصلہ کی رو سے سکھ کوئی علیحدہ مذہبی فرقہ نہیں بلکہ ہندو تھے۔ دوم یہ کہ قادیانیوں کے سامنے صرف دو ہی راستے تھے یا تو بہائیوں کی طرح مسلمانوں سے اپنے آپ کو خود مذہباً الگ کر لیں یا مسئلہ ختم نبوت کے متعلق اپنی تمام تاویلات مسترد کر کے اسلامی موقف قبول کریں۔ آخر دائرہ اسلام میں رہتے ہوئے ان کا اسلام کے منافی تاویلات اپنانے میں کیا مقصد ہو سکتا تھا سوائے اس کے کہ سیاسی فائدہ اٹھایا جائے۔ سوم یہ کہ (اور یہ نکتہ خصوصی اہمیت رکھتا تھا) قادیانیوں کو علیحدہ مذہبی فرقہ قرار دینے میں اگر انگریزی حکومت نے مسلمانوں کا مطالبہ تسلیم نہ کیا تو مسلمانان برصغیر یہ شک کرنے میں حق بجانب ہوں گے کہ انگریزی حکومت جان بوجھ کر اس مذہبی فرقہ کو اس وقت تک مسلمانوں سے الگ نہ کرے گی جب تک کہ

قادیانیوں کی تعداد میں خاطر خواہ اضافہ نہیں ہو جاتا، کیونکہ فی الحال قادیانی اپنی تعداد میں کمی کے سبب پنجاب میں سیاسی طور پر مسلمانوں، ہندوؤں اور سکھوں کے علاوہ ایک چوتھا مذہبی فرقہ بن سکنے کے قابل نہ تھے لیکن اگر ان کی تعداد میں اضافہ ہو گیا تو وہ پنجاب میں مسلمانوں کی تھوڑی سی اکثریت کو صوبائی قانون ساز اسمبلی میں شدید نقصان پہنچا سکتے تھے۔ پس اگر انگریزی حکومت 1919ء میں سکھوں سے کسی رسمی عرضداشت کی وصولی کا انتظار کیے بغیر انہیں ہندوؤں سے الگ مذہبی فرقہ تسلیم کر سکتی ہے تو اس ضمن میں اسے قادیانیوں کی طرف سے کسی رسمی عرضداشت کی وصولی کا انتظار کیوں ہے۔ (5)

پندرہ روزہ اخبار ''اسلام'' کے نمائندے نے اقبال کی توجہ مرزا بشیر الدین محمود کے ایک خطبہ جمعہ کی طرف دلائی جس میں ان پر الزام لگایا گیا تھا کہ وہ انگریزی حکومت سے قادیانیوں کو مسلمانوں کے حوالے کر دینے کا مطالبہ کر رہے ہیں جیسے رومیوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو یہود کے حوالے کر دیا تھا اور انہوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو سولی پر چڑھا دیا۔ اقبال نے اپنے جواب مورخہ 22 جون 1935ء میں جو اس اخبار میں شائع ہوا، واضح کیا کہ ان کے گذشتہ بیان میں ایسا کوئی فقرہ موجود نہ تھا۔ البتہ انہوں نے یہ کہا تھا کہ انگریزی حکومت میں مسلمانوں کو اتنی آزادی بھی حاصل نہیں جتنی یہود کو رومی سلطنت میں حاصل تھی کیونکہ رومی اس بات کے پابند تھے کہ یہود کی مجلس امور مذہبی میں جو فیصلہ ہو گا وہ دیکھیں گے کہ اس کی تعمیل قطعی طور پر ہو جاتی ہے۔ (6)

''طلوع اسلام'' بابت اکتوبر 1935ء میں نذیر نیازی نے بھی اس مسئلہ پر روشنی ڈالتے ہوئے اقبال کی بعض تحریروں کے اقتباسات پیش کیے جس میں انہوں نے نبوت کے دو جزاء پر بحث کی تھی، یعنی نبوت روحانیت کے ایک خاص مقام کی حیثیت سے اور نبوت ایک ایسے ادارے کی حیثیت سے جو نئی اخلاقی فضا تخلیق کر کے انسانوں میں سیاسی اور معاشرتی تغیر کا سبب بنے۔ بقول اقبال اگر دونوں اجزاء موجود ہوں تو وہ نبوت ہو گی اور اگر صرف پہلا جزو موجود ہو، تو تصوف یا ولایت۔ اقبال نے تحریر کیا:۔ (7)

''ختم نبوت کے معنی یہی ہیں کہ کوئی شخص بعد اسلام اگر یہ دعویٰ کرے کہ مجھ میں ہر دو اجزاء نبوت کے موجود ہیں یعنی یہ کہ مجھے الہام وغیرہ ہوتا ہے اور میری جماعت میں داخل نہ ہونے والا کافر ہے تو وہ شخص کاذب ہے''۔

بالآخر قادیانیوں کی حمایت میں پنڈت جواہر لعل نہرو بھی اس بحث میں کود پڑے اور انہوں نے اپنے تین انگریزی مضامین بعنوان ''اتحاد اسلام'' اقبال کے مضمون پر تبصرہ'' میں جو کلکتہ کے رسالے ماڈرن ریویو میں نومبر 1935ء میں شائع ہوئے، اقبال کے نظریات کو غلط ثابت کرنے کی کوشش کی۔ اقبال نے ان کے مضامین کا ایک نہایت جامع جواب بعنوان ''اسلام اور احمدیت'' تحریر کیا، جو

"اسلام" مورخہ 22 جنوری 1936ء میں شائع ہوا۔ اس طویل جوابی مضمون میں بھی، جو کئی بار چھپ چکا ہے انہوں نے مسئلہ ختم نبوت کے متعلق مسلمانوں کے موقف کی وضاحت کی۔ (8)

"ظاہر ہے کہ ایک ہندوستانی قوم پرست (یعنی پنڈت نہرو) جس کے سیاسی آئیڈیلزم نے اس کی حقیقت کو پرکھنے کی حس کا خاتمہ کر رکھا ہے، یہ برداشت نہیں کر سکتا کہ شمال مغربی ہند کے مسلمانوں کے دل میں حق خودارادیت کا جذبہ پیدا ہو۔ میرے نزدیک اس کی یہ سوچ غلط ہے کہ ہندوستانی نیشنلزم کے فروغ کے لیے واحد راستہ یہی ہے کہ مختلف ثقافتی وحدتوں کو مکمل طور پر کچل دیا جائے"۔

بالآخر اپنے خط بنام پنڈت جواہر لعل نہرو مورخہ 21 جون 1936ء میں اقبال نے قادیانیوں کے سیاسی رویہ کا تجزیہ کرتے ہوئے تحریر کیا، میرے ذہن میں کوئی شک وشبہ نہیں کہ قادیانی اسلام اور ہندوستان دونوں کے غدار ہیں۔ (9)

گذشتہ سالوں میں قادیانی تحریک کے بارے میں اقبال کا نظریہ کیا تھا! قادیانیت کی تردید کی ضرورت انہیں کیوں پڑی یا اس تحریک کے خلاف ان کے بیانات کس پس منظر میں دیے گئے؟ قادیانیوں نے ان پر کیا کیا اعتراض کیے یا کیا کیا الزام لگائے؟ ان تمام سوالات پر علیحدہ بحث آگے آ رہی ہے..........

جنوری 1936ء کے ابتدائی ہفتوں میں اقبال اپنے مضمون "اسلام اور احمدیت" کی تکمیل میں مصروف تھے، اس لیے بھوپال جانے کا ارادہ ملتوی کر دیا (10)۔ 16 فوری 1936ء کو ایڈیٹر اخبار "لائیٹ" نے ڈاکٹر مرزا یعقوب بیگ کی موت کو بہانہ بنا کر اپنے افتتاحیہ کالم میں اقبال کی ذات پر حملہ کیا۔ (11) اس کا پس منظر یہ ہے کہ ڈاکٹر مرزا یعقوب بیگ قادیانی عقیدہ رکھتے تھے اور انجمن حمایت اسلام کے ایک اہم رکن تھے۔ کیونکہ اس زمانہ میں احراری قادیانی نزاع نے پنجاب بھر کے مسلمانوں کی توجہ اپنی طرف مبذول کر رکھی تھی، اس لیے اقبال نے بحیثیت صدر انجمن کو مشورہ دیا کہ اسے قادیانیت کے متعلق اپنی پالیسی غیر مشتبہ الفاظ میں واضح کر دینی چاہیے۔ چنانچہ 2 فروری 1936ء کو انجمن کی جنرل کونسل نے زیر صدارت خلیفہ فضل حسین بہ تحریک عبدالمجید ایک قرارداد پیش کی جس میں ختم نبوت کے مسئلہ پر انجمن کے موقف کی وضاحت کی گئی تھی۔ اس سے پیشتر اسی موضوع پر انجمن کی طرف سے ایک اعلان بدیں مضمون بھی تیار کیا گیا تھا جو بعد میں اخبارات میں شائع ہوا کہ عقائد نبوت، وحی اور خاتمیت میں انجمن عامۃ المسلمین کی ہم نوا ہے اور کونسل اس امر کا اعلان ضروری سمجھتی ہے کہ مسئلہ ختم نبوت اسلام کا ایک اساسی اصول ہے اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی کسی رنگ میں نہیں آ سکتا۔ پس

انجمن کا مسلک یہی ہے اور ایسا ہی رہے گا۔ خیر شیخ اکبر علی وکیل اور مولانا احمد علی نے قرارداد کی تائید کی۔
پھر انجمن کے ریکارڈ کے مطابق ڈاکٹر مرزا یعقوب بیگ نے نہ صرف قرارداد کی تائید کی بلکہ ارشاد فرمایا:

''جس صاحب کو جنرل کونسل کا رکن منتخب کرنا ہو اس سے پہلے اس اعلان (جو اخبارات میں شائع ہوا) کے مطابق ختم نبوت کے عقیدے کا عہد لیا جائے کہ وہ اسی مسلک پر کاربند ہے اور رہے گا''۔

اس کے بعد ڈاکٹر خلیفہ شجاع الدین نے سیکرٹری انجمن کی حیثیت سے صدر انجمن (یعنی اقبال) کے مطالبہ کی وضاحت کرتے ہوئے مندرجہ ذیل الفاظ میں قرارداد کی تائید کی:

''صدر محترم نے یہ محسوس کیا ہے کہ انجمن دن بدن مسلمانوں میں اپنا وقار کھو رہی ہے۔ جب تک قادیانیت کے متعلق انجمن کی پالیسی غیر مشتبہ الفاظ میں واضح طور پر پبلک کے سامنے نہ کی جائے تب تک مسلمان مطمئن نہیں ہو سکتے اور ایک بڑی بات جس پر کہ مسلمانوں میں ہیجان تھا کہ حضور نبی اکرم ﷺ کے بعد کوئی نبی کسی رنگ میں آسکتا ہے یا نہیں، اس ریزولیوشن میں اس کو واضح طور پر بیان کر دیا گیا ہے''۔

اس مرحلہ پر ڈاکٹر مرزا یعقوب بیگ جوش میں آ کر اٹھ کھڑے ہوئے اور چلا کر بولے:

''جناب ڈاکٹر خلیفہ شجاع الدین صاحب نے جو تشریح کی ہے وہ غلط ہے بلکہ مجازی رنگ میں نبی آسکتا ہے۔

مولوی غلام محی الدین ایڈووکیٹ نے انہیں ٹوکتے ہوئے کہا:

''انجمن حمایت المسلمین پر اپنی جنرل کونسل کے ذریعہ واضح کرنا چاہتی ہے کہ انجمن حمایت المسلمین کے ساتھ ہے۔ مرزا صاحب کو اختلاف پیدا نہیں کرنا چاہیے۔ اصول مندرجہ بالا کے علاوہ ان کا کوئی عقیدہ ہے تو وہ اسے اپنے تئیں رکھیں اور انجمن میں ذریعہ اختلاف نہ بنائیں اور میں اس اعلان کی پرزور تائید کرتا ہوں''۔

ڈاکٹر مرزا یعقوب بیگ غصہ میں میٹنگ سے واک آؤٹ کر گئے۔ نو دن کے بعد ان پر فالج کا حملہ ہوا اور 11 فروری 1936ء کو رات کے گیارہ بجے مر گئے۔

انجمن کی اس کارروائی کے متعلق اخبار ''لائیٹ'' کے ایڈیٹر نے تحریر کیا کہ ڈاکٹر مرزا یعقوب بیگ کی موت کا باعث انجمن کا وہ اعلان تھا جو اقبال کے مطالبے پر جنرل کونسل نے قادیانیت کے بارے میں 2 فروری 1936ء کو تیار کر کے اپنے اخبار ''حمایت اسلام'' مورخہ 6 فروری 1936ء میں شائع کیا۔ مزید لکھا کہ اقبال نے انہیں کافر کہا تھا اور انجمن سے مطالبہ کیا تھا کہ جب تک ڈاکٹر مرزا یعقوب

بیگ کو انجمن کی ممبری سے الگ نہیں کیا جاتا وہ صدارت قبول نہ کریں گے۔ بعد ازاں ڈاکٹر خلیفہ شجاع الدین نے کونسل میں محولہ بالا اعلان کی بابت قرارداد پاس کرتے وقت ان کے خلاف متشددانہ رویہ اختیار کیا۔ چنانچہ وہ اپنی طبعی موت نہیں مرے بلکہ وہ انجمن کے حق کیلئے جہاد کرتے ہوئے شہید ہو گئے۔ اس کے بعد ڈاکٹر مرزا یعقوب بیگ کی خدمات کا ذکر کرتے ہوئے ایڈیٹر نے اقبال کے بارے میں تحریر کیا:

"ایک بہترین صبح کو ڈاکٹر محمد اقبال نے یہ خیال کیا کہ مرزا یعقوب بیگ کافر ہے۔ چنانچہ ڈاکٹر اقبال نے انجمن حمایت اسلام کو چیلنج بھیج دیا کہ مرزا یعقوب بیگ کو الگ کر دیا جائے۔ جیسا کہ وہ اس احسان فراموش اور بے ضمیر کتوں کی جماعت میں بوجہ اپنی شرافت کے رہنے کے قابل نہ تھا۔ خدا نے اس کو اپنی طرف بلا لیا۔ ہم ڈاکٹر محمد اقبال اور ان کے رہزن گروہ کو مبارکباد دیتے ہیں کہ اب گندہ آدمی دنیا میں نہیں رہا اور ڈاکٹر صاحب انجمن کی کرسی صدارت کو زینت بخشیں"۔

سیکرٹری انجمن ڈاکٹر خلیفہ شجاع الدین کے متعلق لکھا:

"ڈاکٹر خلیفہ شجاع الدین کی بابت یہ رپورٹ ملی ہے کہ انہوں نے خاص طور پر جنرل کونسل میں متشددانہ رویہ اختیار کیا ہے اور جونہی کہ وہ (ڈاکٹر مرزا یعقوب بیگ) اس میٹنگ سے باہر آئے ان پر فالج گرا اور 11 فروری 1936ء کو رات کے گیارہ بجے مر گئے۔ پس ڈاکٹر مرزا یعقوب بیگ اسلام کے شہید ہیں"

اقبال نے "لائیٹ" کے لگائے گئے الزامات کا نوٹس نہ لیا۔ البتہ ہفتہ روزہ "حمایت اسلام" نے جنرل کونسل کی کارروائی کی تفصیل پیش کرتے ہوئے واضح کیا کہ یہ سراسر غلط ہے کہ ڈاکٹر مرزا یعقوب بیگ جونہی میٹنگ سے باہر نکلے اور مر گئے۔ پس شہید اسلام ہیں۔ دراصل کونسل کا اجلاس 2 فروری 1936ء کو منعقد ہوا تھا اور ڈاکٹر مرزا یعقوب بیگ 11 فروری 1936ء کو مرے۔

اب قادیانیت کی تردید میں اقبال کی تحریروں کے پس منظر پر بحث کی جا سکتی ہے۔ ظاہر ہے ان تحریروں کے سبب اقبال قادیانیوں کے غیض و غضب کا نشانہ بنے۔ ان کی وفات کے پندرہ سولہ برس بعد، اضطرابات پنجاب کے سلسلہ میں منیر انکوئری کمیشن کے سامنے شہادت دیتے ہوئے ایک قادیانی گواہ نے اپنے بیان میں کہا کہ اقبال نے مرزا غلام احمد کی بیعت کی تھی اور 1930ء تا 1931ء تک اس بیعت کے پابند رہے لیکن اس کے بعد کشمیر کمیٹی میں مرزا بشیر الدین محمود اور اقبال کے درمیان اختلافات پیدا ہوئے جس کے نتیجہ میں انہوں نے احمدیت کے خلاف بیانات دینا شروع کر دیے۔ جرح کے دوران گواہ نے پہلے تو کہا کہ یہ بیعت 1893ء یا 1894ء میں ہوئی تھی پھر کہا کہ 1897ء میں ہوئی

تھی۔ بعد ازاں گواہ نے اپنی شہادت کے کسی اور حصہ میں بتایا کہ اقبال 1930ء تک مرزا غلام احمد کو مجدد مانتے رہے، پھر کہا کہ اس نے اپنے بیان میں یہ کہیں بھی نہیں کہا کہ اقبال قادیانی تھے۔[12] اسی طرح بعض قادیانی حلقوں کی طرف سے یہ مشہور کرنے کی کوشش کی گئی کہ اقبال کا قادیانیت کے ساتھ گہرا تعلق رہا۔ ان کے خاندان کے کئی افراد نے قادیانیت کو قبول کیا۔ ان کے والد قادیانی تھے۔ ان کے بڑے بھائی شیخ عطا محمد قادیانی تھے اور ان کے بھتیجے شیخ اعجاز احمد قادیانی ہیں، جنہیں اقبال نے وصیت نامہ میں اپنے نابالغ بچوں کے اولیاء کی فہرست میں شامل کیا تھا۔ پس اگر بعد میں وہ قادیانیت کے خلاف ہو گئے تو اس کی وجوہات ذاتی اور سیاسی تھیں۔[13]

اقبال کی زندگی میں ان کے قادیانی نقادوں نے ان کے متعلق یہ باتیں نہ کہی تھیں جس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ بعد کی سوچ بچار کا نتیجہ ہیں۔ بہر حال اس بات میں کوئی صداقت نہیں کہ اقبال نے اپنی زندگی کے کسی مرحلہ پر مرزا غلام احمد قادیانی کی بیعت کی یا قادیانیت کے ساتھ ان کا گہرا تعلق رہا۔ اسی طرح یہ کہنا بھی درست نہیں کہ ان کے والد شیخ نور محمد قادیانی تھے۔ البتہ ان کے بڑے بھائی شیخ عطا محمد نے اپنی زندگی کے ایک حصہ میں قادیانی مسلک قبول کیا اور کچھ مدت تک جماعت قادیانیہ میں شامل رہے۔ مگر بقول ان کے فرزند شیخ مختار احمد اور دختران عنایت بیگم و وسیمہ بیگم بعد ازاں قادیانیت کو ترک کر کے جماعت سے رشتہ توڑ دیا۔ شیخ عطا محمد اقبال کی وفات کے تقریباً دو سال بعد 22 دسمبر 1940ء کو سیالکوٹ میں فوت ہوئے اور انہیں امام صاحب کے معروف قبرستان میں دفنایا گیا۔ ان کے جنازے میں راقم بھی شریک تھا۔ نماز جنازہ شہر کے ایک سنی امام مولوی سکندر خان نے پڑھائی۔ البتہ شیخ اعجاز احمد اور ان کے چند قادیانی احباب نے غالباً شیخ عطا محمد کے گذشتہ یا مفروضہ عقیدے کے پیش نظر علیحدہ نماز جنازہ پڑھی۔ شیخ عطا محمد کی اولاد میں صرف شیخ اعجاز احمد قادیانی عقیدہ رکھتے ہیں۔ اقبال نے وصیت نامہ میں ان کا نام برادر زادہ ہونے کی حیثیت سے اور ان کی صالحیت کی بنا پر اپنے نابالغ بچوں کے اولیاء کی فہرست میں شامل کیا تھا۔ یہ وصیت نامہ انہوں نے قادیانیت کے خلاف اپنا پہلا بیان دینے کے پانچ ماہ بعد لکھا۔ لیکن تقریباً دو سال بعد وہ شیخ اعجاز احمد کی جگہ سر راس مسعود کو گارڈین نامزد کرنا چاہیے تھے۔ جیسا کہ ان کے خط مورخہ 10 جون 1937ء بنام سر راس مسعود سے ظاہر ہے، دیگر اولیاء کا ذکر کرنے کے بعد تحریر کرتے ہیں:[14]

"نمبر 3 شیخ اعجاز احمد میرا بڑا بھتیجا ہے۔ نہایت صالح آدمی ہے مگر افسوس کہ دینی عقائد کی رو سے قادیانی ہے۔ تم کو معلوم ہے کہ آیا ایسا عقیدہ رکھنے والا آدمی مسلمان بچوں کا گارڈین ہو سکتا ہے یا نہیں؟ اس کے علاوہ وہ خود بہت عیالدار ہے اور عام طور پر لاہور سے

باہر رہتا ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ اس کی جگہ تم کو گارڈین مقرر کروں۔ مجھے اُمید ہے کہ تمہیں اس پر کوئی اعتراض نہ ہوگا"۔

شیخ اعجاز احمد کی صالحیت کی ایک مثال یہ ہے کہ انہوں نے آج تک کسی پر اپنا عقیدہ ٹھونسنے کی کوشش نہیں کی۔ لہٰذا ان کی اولاد جو دو بیٹوں اور تین بیٹیوں پر مشتمل ہے، میں سے کوئی بھی ان کے عقیدے یا مسلک کا حامی نہیں، بلکہ ختم نبوت کے مسئلہ پر ان سب کا موقف وہی ہے جو عام مسلمانوں کا موقف ہے

اب اس سوال کا جواب دینے کی کوشش کی جاتی ہے کہ ختم نبوت کے مسئلہ کے متعلق ابتداء ہی سے اقبال کا اپنا ذاتی موقف کیا تھا، اس ضمن میں سب سے پہلے راقم اقبال کی نظم بعنوان ''اسلامیہ کالج کا خطاب پنجاب کے مسلمانوں کو'' کا حوالہ دینا چاہتا ہے۔ یہ نظم انجمن حمایت اسلام کے سالانہ اجلاس منعقدہ 22 فروری 1902ء میں پڑھی گئی۔ اس نظم کے نویں بند میں سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی توصیف کی گئی ہے اور درج ذیل شعر میں اقبال فرماتے ہیں:(15)

اے کہ بعد از تو نبوت شد بہ ہر مفہوم شرک
بزم را روشن زنورِ شمعِ عرفاں کردہ ای

اس شعر کو نظم میں شامل کرنے سے صاف ظاہر ہے کہ اس زمانہ میں عقیدۂ ختم نبوت کے بارے میں قادیانیوں نے جو الجھاؤ پیدا کیا تھا اور جس کے باعث مسلمانوں کے ذہن مضطرب تھے، اس کی تردید مقصود تھی۔ ورنہ کسی بھی مفہوم میں ختم نبوت کے عقیدے کو تسلیم نہ کرنا اقبال کے نزدیک شرک فی النبوت کیوں قرار پاتا۔

اسکے بعد اقبال کی ایک اور نظم بعنوان ''خطِ منظومِ پیغام بیعت کے جواب میں'' خصوصی توجہ کی مستحق ہے۔ یہ نظم مخزن بابت مئی 1902ء میں اور پھر محمد دین فوق کے اخبار ''پنجہ فولاد'' مورخہ 11 جون 1902ء میں شائع ہوئی۔ اس نظم کے عنوان ہی سے ظاہر ہوتا ہے کہ بقول محمد عبداللہ قریشی، اقبال پر بھی قادیانیت قبول کرنے کیلئے ڈورے ڈالے گئے۔(16) اس نظم کو قادیانی ہفت روزہ ''الحکم'' قادیان نے اپنی 10 ,17 اور 24 جنوری 1903ء کی اشاعت میں نقل کیا اور ساتھ ہی مرزا غلام احمد قادیانی کے ایک مخلص مرید سید حامد شاہ کی طرف سے اس کا منظوم جواب بھی شائع کیا۔ محمد عبداللہ قریشی کی رائے میں چونکہ سید حامد شاہ مولانا سید میر حسن کے عزیزوں میں سے تھے اور اقبال کے دوست اور ہم محلہ تھے، اس لیے عین ممکن ہے کہ اس قرب کی وجہ سے انہوں نے ہی اقبال کو مرزا غلام احمد کی بیعت کیلئے لکھا ہو جس کا جواب اقبال نے اس نظم کے ذریعے دیا۔(17) اس نظم کے مطالعہ سے عیاں ہے کہ وہ قادیانیت کو ملت

اسلامیہ میں ایک علیحدگی پسند تحریک سمجھ کر ناپسندیدگی کی نگاہ سے دیکھتے تھے، کیونکہ مسلمانوں کے اتحاد کو برقرار رکھنا ان کے ایمان کا لازمی جزو تھا۔ فرماتے ہیں: (18)

پردہ میم میں رہے کوئی
اس بھلاوے کو جانتا ہوں میں
تنکے چن چن کے باغ الفت کے
آشیانہ بنا رہا ہوں میں
ایک دانہ پہ ہے نظر تیری
اور خرمن کو دیکھتا ہوں میں
تو جدائی پہ جان دیتا ہے
وصل کی راہ سوچتا ہوں میں
بھائیوں میں بگاڑ ہو جس سے
ایسی عبادت کو کیا سراہوں میں
مرگ اغیار پہ خوشی ہے تجھے
اور آنسو بہا رہا ہوں میں
میرے رونے پہ ہنس رہا ہے تو
تیرے ہنسنے کو رو رہا ہوں میں

ان کی انگلستان سے واپسی کے چند برس بعد اخبار ''الحکم'' قادیان مورخہ 28 اگست 1910ء میں ایک خبر شائع ہوئی کہ شیخ یعقوب علی تراب کی نواسی کا نکاح بعد از نماز مغرب پانچ سو روپے حق مہر پر ڈاکٹر محمد اقبال سے ہوا۔ اقبال کے احباب و اعزہ کو تعجب ہوا کہ انہوں نے قادیان جا کر قادیانیوں سے رشتہ ناطہ جوڑ لیا، جن کے عقائد کے وہ خلاف تھے۔ اقبال کو اس بے سروپا خبر کی تردید چھپوانی پڑی جو ''پیسہ اخبار'' مورخہ 15 ستمبر 1910ء میں شائع ہوئی۔ فرمایا: (19)

''اس عبارت سے میرے اکثر احباب کو غلط فہمی ہوئی اور انہوں نے مجھ سے زبانی اور بذریعہ خطوط استفسار کیا ہے۔ سب حضرات کی آگاہی کیلئے بذریعہ آپ کے اخبار کے اس امر کا اعلان کرتا ہوں کہ مجھے اس معاملہ سے کوئی سروکار نہیں ہے۔ جن ڈاکٹر محمد اقبال صاحب کا ذکر ایڈیٹر صاحب ''الحکم'' نے کیا ہے وہ کوئی اور صاحب ہوں گے''۔

قادیانی اخبار ''الفضل'' مورخہ 9 اکتوبر 1915ء میں ایک مضمون بعنوان ''جناب ڈاکٹر شیخ محمد

اقبال صاحب کی رائے اختلاف جماعت احمدیہ کے بارے'' میں شائع ہوا۔ یہ مضمون سید انعام اللہ شاہ سیالکوٹی کا تحریر کردہ تھا اور قادیانیوں میں قادیان پارٹی اور لاہوری پارٹی کے اختلاف سے متعلق تھا۔ اس مضمون میں اقبال سے یہ کلمہ منسوب کیا گیا کہ عقائد کے لحاظ سے قادیان والے سچے ہیں لیکن مجھے لاہور والوں سے ہمدردی ہے۔ اقبال کو اس کی تردید بھی بذریعہ خط بنام ایڈیٹر کرنی پڑی جو ''پیغام صلح'' مورخہ 13 نومبر 1915ء میں شائع ہوئی۔ اپنی پوزیشن کی وضاحت کرتے ہوئے انہوں نے کہا: (20)

''اختلاف سلسلہ احمدیہ کے متعلق وہی شخص رائے دے سکتا ہے جو مرزا قادیانی کی تصانیف سے پوری آگاہی رکھتا ہو اور یہ آگاہی مجھے حاصل نہیں ہے۔ اس کے علاوہ یہ بات بدیہی ہے کہ ایک مسلمان جو رسول اللہ ﷺ کے بعد کسی نبی کے آنے کا قائل نہ ہو، وہ کس طرح یہ بات کہہ سکتا ہے کہ عقائد کے لحاظ سے قادیان والے سچے ہیں''۔

بہر حال ختم نبوت اور دیگر متعلقہ مسائل پر وقتاً فوقتاً اقبال نے اپنے خیالات کا اظہار بعد کی تحریروں اور منظومات میں بھی کیا ہے، جن سے قادیانی عقائد کی تردید ہوتی ہے۔ مندرجہ بالا مثالوں سے یہ واضح کرنا مقصود تھا کہ 1935ء ہی میں پہلی بار انہوں نے ختم نبوت کے مسئلہ پر قادیانی عقائد کو اپنی تنقید کا نشانہ نہیں بنایا بلکہ گذشتہ کئی برسوں سے وہ ان کی تردید کرتے چلے آرہے تھے۔ فرق اتنا تھا کہ 1935ء سے پیشتر انہوں نے اس سلسلہ میں کبھی مناظرانہ رویہ اختیار نہ کیا تھا۔ اقبال نے عالم دین ہونے کا دعویٰ کبھی نہیں کیا، نہ ہی وہ مسلمانوں میں موجود مختلف فرقوں کے دینی اختلافات پر کسی رائے کا اظہار کرنا پسند کرتے تھے، کیونکہ ان کا نصب العین منتشر ملت اسلامیہ میں اتفاق کے فروغ کے ذریعے اتحاد و یگانگت کو وجود میں لانا تھا۔............

سو 1935ء سے پیشتر انہوں نے ختم نبوت اور متعلقہ مسائل پر کبھی قادیانیوں سے مناظرہ کرنے کا قصد نہ کیا تھا۔ آخر اس کی وجہ کیا ہو سکتی ہے! اس کا جواب ڈھونڈنے کیلئے 1902ء سے بھی پیچھے جانے کی ضرورت ہے۔

اقبال کی ولادت سے پیشتر مرزا غلام احمد قادیانی سرکاری ملازمت کے سلسلہ میں چار پانچ برس سیالکوٹ میں مقیم رہا اور اس زمانہ میں وہ عیسائی مشنریوں اور آریہ سماجیوں کے اسلام پر پے در پے حملوں کا جواب دیتا اور ان سے مناظرہ کیا کرتا تھا۔ اسی سبب سے ایک عالم دین کی حیثیت سے سیالکوٹ کے لوگ اس کی تعظیم کرتے تھے اور وہاں کے دیگر علماء فضلا مثلاً مولانا غلام حسن، مولانا سید میر حسن وغیرہ کے ساتھ ان کے دوستانہ مراسم تھے جہاں تک اقبال کے والد شیخ نور محمد کا تعلق ہے، وہ چونکہ مولانا غلام حسن اور مولانا سید میر حسن کے خاص دوستوں اور ہم نشینوں میں سے تھے، اس لیے مرزا غلام احمد کو

جانتے تھے۔ سید تقی شاہ فرزند مولانا سید میر حسن کو حکم بنایا جاتا تھا۔[21] بہر حال مرزا غلام احمد سیالکوٹ سے رخصت ہو گیا۔ خاصی مدت کے بعد اُس نے نبوت کا دعویٰ کیا اور ایک دو سال بعد پھر سیالکوٹ آ گیا ۔ یہ اقبال کی طالب علمی کا دور تھا۔ سیالکوٹ میں مرزا غلام احمد کا قیام اقبال کے گھر کے قریب تھا۔ اس لیے اقبال اسے گلیوں میں آتے جاتے دیکھتے تھے۔ سیالکوٹ کے علماء نے مرزا غلام احمد کے دعویٰ نبوت کو تسلیم کرنے سے انکار کر دیا۔ چنانچہ شہر کے لوگوں میں ان کی مخالفت روز بروز بڑھنے لگی۔ اس مرحلے پر مولانا سید میر حسن نے سر سید احمد خاں کو ایک خط لکھا اور مرزا غلام احمد کی نبوت کے بارے میں ان کی رائے پوچھی۔ سر سید نے انہیں اپنے خط محررہ 9 دسمبر 1891ء میں جواب دیا:[22]

مرزا غلام احمد قادیانی کے کیوں لوگ پیچھے پڑے ہیں۔ اگر ان کے نزدیک ان کو الہام ہوتا ہے تو بہتر ہم کو اس سے کیا فائدہ۔ نہ ہمارے دین کے کام کا نہ دنیا کے۔ ان کا الہام ان کو مبارک ہے۔ اگر انہیں ہوتا ہے اور صرف ان کے توہمات اور خلل دماغ کا نتیجہ ہے، تو ہم کو اس سے کیا نقصان ہے، وہ جو ہوں سو ہوں، اپنے لیے ہیں۔ میں سنتا ہوں آدمی نیک، بختاور، نمازی پرہیزگار ہیں۔ یہی ان کی بزرگداشت کو کافی ہے۔ جھگڑا اور تکرار کس بات کا ہے ان کی تصانیف میں نے دیکھیں۔ وہ اس قسم کی ہیں جیسا کہ ان کا الہام، نہ دین کے کام کی نہ دنیا کے کام کی۔ مولوی حکیم نور الدین کی کوئی تحریر میں نے آج تک نہیں دیکھی۔ دینیات میں کسی کا الہام جب تک اس کو شارع تسلیم نہ کر لیا جائے کسی کام کا نہیں"۔

ایک نکتہ جسے پوری طرح سمجھے بغیر بحث کو آگے نہیں بڑھایا جا سکتا، یہ ہے کہ اقبال نے کبھی بھی سیاست کو دین سے الگ تصور نہ کیا۔ ان کے سوانح حیات کے مطالعہ سے عیاں ہے کہ وہ سیکولر سیاست کے قائل نہ تھے اور نہ کبھی اس میں ملوث ہوئے۔ ان کے ہاں سیاست سے مراد مسلمانان برصغیر کے مفادات کا بہر صورت تحفظ تھا۔ ملت اسلامیہ کے اتحاد، یگانگت، یکجہتی اور سالمیت کی خاطر وہ اپنا سب کچھ قربان کر دینے کو تیار تھے اور یہ جذبہ شروع سے لے کر آخر تک ان کے دل و دماغ پر حاوی رہا۔ پس اقبال کے ضمن میں جب سیاست کی اصطلاح استعمال کی جائے تو اس کے معانی ہوں گے مسلمانان برصغیر کے مفادات کا تحفظ، کیونکہ یہی تمام عمر اقبال کی سب سے اہم سیاسی غرض رہی۔

اس مرحلہ پر سوال پیدا ہوتا ہے کہ 1935ء سے قبل ختم نبوت کے مسئلہ پر قادیانی عقائد کو اپنی تنقید کا نشانہ بنانے کے باوجود اقبال کے جماعت قادیانیہ کو دائرہ اسلام سے خارج قرار نہ دینے میں کیا سیاسی مصلحت تھی؟ بالفاظ دیگر اگر بقول اقبال، انہیں تحریک قادیانیہ سے اچھے نتائج کی توقع تھی تو وہ اچھے نتائج کیا ہو سکتے تھے۔ برصغیر کے بیشتر علماء نے تو ابتداء ہی سے مرزا غلام احمد کے دعویٰ نبوت کو تسلیم کرنے سے

انکار کر دیا تھا اور اسی طرح ختم نبوت اور دیگر متعلقہ مسائل کے بارے میں بھی قادیانی عقائد پر شدید اعتراضات کے باعث ان کا مطالبہ تھا کہ قادیانیوں کو ایک علیحدہ مذہبی فرقہ قرار دے دیا جائے۔ علاوہ ازیں عام مسلمان بھی قادیانیوں کو غیر مسلم سمجھنے لگے تھے۔ بقول سید شمس الحسن 1931ء میں جب سر ظفر اللہ خان کو مسلم لیگ کا صدر بنایا گیا تو دہلی کے مسلمانوں نے شدید احتجاج اور مظاہرہ کیا کیونکہ وہ سر ظفر اللہ خان کو قادیانی ہونے کی وجہ سے غیر مسلم سمجھتے تھے اور مزید مظاہروں کے خوف سے لیگ کا سالانہ اجلاس فتح پوری سکول ہال کے بجائے سید نواب علی نامی ایک ٹھیکہ دار کے گھر میں منعقد کیا گیا۔ (23)

آل انڈیا کشمیر کمیٹی میں اقبال کو تحریک قادیانیہ کے ارکان کے ساتھ کام کرتے وقت کس قسم کا تجربہ حاصل ہوا! کشمیر کمیٹی کے صدر مرزا بشیر الدین محمود مقرر کیے گئے تھے اور سیکرٹری عبد الرحیم درد (یعنی دونوں اہم عہدے قادیانیوں کو سونپے گئے تھے) ان کے علاوہ کمیٹی کے دیگر ارکان مسلمان بھی تھے اور قادیانی بھی۔ جولائی 1931ء میں کمیٹی قائم کرتے وقت چونکہ خیال تھا کہ یہ ایک عارضی تنظیم ہے۔ لہٰذا اس کیلئے کسی قسم کا دستور وضع کرنے یا قواعد وضوابط مرتب کرنے کی ضرورت محسوس نہ کی گئی۔ صدر اور سیکرٹری کو وسیع اختیارات حاصل تھے۔ دو ایک برس میں قادیانی ارکان پر الزام لگا کر وہ کشمیر کمیٹی کو قادیانیت کی تبلیغ کی خاطر استعمال کر رہے ہیں اور اس کے ذریعے ان کا اصل مقصد کشمیری مسلمانوں کو قادیانی بنانا ہے۔ اب شیخ اعجاز احمد کے نزدیک یہ سب قادیانیوں کے خلاف احراریوں کا پراپیگنڈا تھا اور ان کے دباؤ یا ڈرانے دھمکانے کے پیش نظر اقبال جیسی شخصیت نے بھی اس الزام کو درست تسلیم کر لیا۔ سوال پیدا ہوتا ہے کہ کیا جماعت قادیانیہ کے ممبران اپنے عقیدے کی نشر واشاعت یا تبلیغ میں جوش وخروش کے اظہار کی وجہ سے مشہور یا بدنام نہیں ہیں؟ اگر واقعی ایسا ہے تو اس تہمت پر یقین کرنے والے حق بجانب بھی سمجھے جا سکتے تھے۔

بہر حال کشمیر کمیٹی کے بعض ارکان نے، جن میں اقبال بھی شامل تھے، تجویز پیش کی کہ چونکہ کمیٹی کو بحیثیت ایک تنظیم ابھی کچھ مدت تک قائم رکھنا پڑے گا، اس لیے اس کی خاطر دستور اور قواعد وضوابط وضع کر لینے چاہئیں تاکہ ہر کام ان کے مطابق انجام دیا جا سکے اور کسی کو کسی کے خلاف شکایت کرنے کا موقع نہ ملے۔ قادیانی ارکان کو یہ تجویز منظور نہ تھی کیونکہ ان کی دانست میں اس کا مقصد ان کے امیر کے لامحدود اختیارات کو محدود کرنا تھا۔ پس اس مرحلہ پر مرزا بشیر الدین محمود کمیٹی کی صدارت سے مستعفی ہو گیا لیکن شیخ اعجاز احمد کے نزدیک یہ حقیقت نہیں بلکہ حقیقت یہ ہے کہ احراریوں نے اقبال کے ساتھ سازش کر کے فیصلہ کیا تھا کہ مرزا بشیر الدین محمود کو کشمیر کمیٹی کی صدارت سے علیحدہ کیا جائے۔ چنانچہ اس فیصلہ کو عملی جامہ پہنانے کی خاطر ''سول اینڈ ملٹری گزٹ'' میں خبر شائع کرائی گئی کہ کشمیر کمیٹی کا صدر غیر قادیانی مسلمان

ہونا چاہیے اور اس کے بعد مرزا بشیر الدین محمود کو کمیٹی کا اجلاس برائے انتخاب عہدیداران بلانے کیلئے تحریر کیا گیا۔ انہوں نے وہ اجلاس بلوایا اور انتخاب عہدہ داران کے لئے راستہ صاف کرنے کی غرض سے اپنا استعفیٰ پیش کر دیا۔ یہاں بھی ایک سوال پیدا ہوتا ہے اور وہ یہ کہ کیا کشمیری مسلمانوں میں احمدی عقیدے کی تبلیغ کے الزام کو غلط ثابت کرنے کیلئے احمدی ارکان نے کوئی قدم اٹھایا! جواب ہے۔ نہیں اس کی نوبت ہی نہ آئی کیونکہ مرزا بشیر الدین محمود نے اپنا استعفیٰ پیش کر دیا تھا۔

مرزا بشیر الدین محمود کی جگہ اقبال کو کشمیر کمیٹی کا قائم مقام صدر منتخب کیا گیا اور جب اقبال نے کمیٹی کے دستور کا مسودہ تیار کر کے اجلاس میں پیش کیا تو قادیانی ارکان نے ان کی مخالفت کی۔ بلکہ دوران بحث اقبال پر واضح کر دیا کہ قادیانیوں کے نزدیک کشمیر کمیٹی یا مسلمانوں کی کسی بھی تنظیم کی کوئی اہمیت نہیں کیونکہ وہ اپنے عقیدے کے مطابق کسی وفاداری کے پابند ہیں تو صرف ان کی امیر کے ساتھ وفاداری ہے۔ یعنی وہ مسلمانوں کی اکثریت کی بنا پر وضع کیے ہوئے کسی دستور کے پابند نہیں ہو سکتے بلکہ یہ تو وہی کریں گے جو ان کے امیر کا حکم ہوگا۔ بالفاظ دیگر قادیانی بظاہر کشمیر کمیٹی کو قائم رکھتے ہوئے اسے اندر سے دو حصوں یعنی مسلمانوں اور قادیانیوں میں تقسیم کرنے کے درپے تھے۔ یہ صورت اقبال کیلئے ناقابل قبول تھی، اس لیے انہوں نے کشمیر کمیٹی سے استعفیٰ دے دیا اور مسلمانوں کو مشورہ دیا کہ اگر مسلمانان ہند اپنے کشمیری بھائیوں کی امداد اور رہنمائی کرنا چاہتے ہیں تو کوئی اور کشمیر کمیٹی بنائیں جو صرف مسلمانوں پر مشتمل ہو۔ لیکن شیخ اعجاز احمد فرماتے ہیں کہ اقبال احراریوں کے ایماء پر کشمیر کمیٹی کی تخریب میں مصروف ہو گئے اور احراریوں کی حوصلہ افزائی کرنے لگے...... بعد میں قادیانیوں نے ''تحریک کشمیر'' کے نام سے ایک نئی جماعت قائم کی اور اقبال کو اس کی صدارت پیش کی لیکن اقبال نے اس پیش کش کو ٹھکراتے ہوئے اپنے بیان مورخہ 2 اکتوبر 1933ء میں فرمایا: (24)

''قادیانی ہیڈ کوارٹرز کی طرف سے ابھی تک ایسا کوئی واضح اعلان جاری نہیں ہوا کہ اگر قادیانی مسلمانوں کی کسی سیاسی تنظیم میں شامل ہوں گے تو ان کی وفاداریاں منقسم نہیں ہوں گی۔ دوسری طرف واقعاتی طور پر یہ ظاہر ہو گیا ہے کہ جسے قادیانی پریس ''تحریک کشمیر'' کے نام سے پکارتا ہے اور جس میں بقول قادیانی اخبار ''الفضل'' مسلمانوں کو محض اخلاقی طور پر شامل ہونے کی اجازت دی گئی ہے، ایک ایسی تنظیم ہے، جس کے مقاصد اور محرکات آل انڈیا کشمیر کمیٹی سے مختلف ہیں''۔

شیخ اعجاز احمد فرماتے ہیں کہ قادیانیت کے خلاف محاذ آرائی کے ایام میں جب اقبال سے یہ سوال کیا گیا کہ آپ تو اس فرقہ کو ''اسلامی سیرت کا ٹھیٹھ نمونہ'' سمجھتے تھے، تو جواب میں انہوں نے اعتراف کیا

کہ پچیس برس پیشتر انہیں اس تحریک سے اچھے نتائج برآمد ہونے کی توقعات تھیں لیکن انہیں اس وقت شکوک پیدا ہوئے جب بانی اسلام ﷺ کی نبوت سے برتر ایک نئی نبوت کا دعویٰ کیا گیا۔ اس کے بعد شیخ اعجاز احمد فرماتے ہیں کہ حضور رسالت مآب ﷺ کی نبوت سے برتر نبوت کے دعوے کی تہمت احراریوں اور اقبال کے حاشیہ نشینوں نے انہیں قادیانیت کے خلاف بھڑکانے کیلئے تراشی تھی لیکن افسوس ہے شیخ اعجاز احمد نے اس ضمن میں اقبال کا پورا فقرہ درج نہیں کیا۔ اقبال فرماتے ہیں: (25)

"ذاتی طور پر مجھے اس تحریک کے متعلق اس وقت شبہات پیدا ہوئے جب ایک نئی نبوت، جو بانی اسلام ﷺ کی نبوت سے بھی برتر تھی، کا دعویٰ کیا گیا اور تمام عالم اسلام کے کافر ہونے کا اعلان کیا گیا۔ بعد ازاں میرے شبہات نے اس وقت مکمل بغاوت کی صورت اختیار کر لی، جب میں نے اپنے کانوں سے اس تحریک کے ایک رکن کو پیغمبر اسلام کے بارے میں نہایت نازیبا زبان استعمال کرتے ہوئے سنا"۔

پس یہ محض احراریوں یا حاشیہ نشینوں کے بھڑکانے کا نتیجہ نہ تھا۔ اقبال کے اپنے کان بھی تو تھے، جنہیں وہ سننے کیلئے استعمال میں لاتے تھے۔ بات دراصل یہ ہے کہ ممکن ہے بقول شیخ اعجاز احمد، مرزا قادیانی نے کبھی حضور رسالت مآب ﷺ کی نبوت سے برتر نبوت کا دعویٰ نہ کیا ہو اور نہ کوئی قادیانی مرزا قادیانی کو سرکار دو عالم ﷺ سے برتر یقین کرتا ہو، مگر کسی بھی مفہوم میں ختم نبوت کے عقیدے کو تسلیم نہ کرنے میں یہی تو قباحت ہے کہ یوں بعد کی نئی نبوت کی برتری کے اظہار کی طرح ڈالی جاسکتی ہے یا ایسے منفی انداز فکر کیلئے دروازہ کھل جانے کا امکان ہے۔ عین ممکن ہے کہ شیخ اعجاز احمد یا دیگر قادیانیوں کا عقیدہ وہی ہو جو انہوں نے بیان کیا ہے لیکن جس بد بخت کی باتوں کو اقبال نے اپنے کانوں سے سنا، وہ بھی تو اپنے آپ کو تحریک قادیانیت کا رکن ہی سمجھتا تھا۔

شیخ اعجاز احمد کا خیال ہے کہ اقبال اپنی خداداد عقل و دانش کے ساتھ ساتھ بچوں کی طرح معصوم اور بھولے بھالے تھے۔ سنی سنائی بات کا بغیر تحقیق کیے یقین کر لیتے۔ اس ضمن میں انہوں نے اقبال کے بھولپن کی تین مثالیں پیش کی ہیں۔ ان کا استدلال یہ ہے کہ تحریک احمدیہ کے عقائد کے متعلق بھی انہوں نے سنی سنائی باتوں کا بغیر تحقیق کیے یقین کر لیا تھا۔ راقم کی رائے میں ایک ایسا شخص جو ہندو رہنماؤں یا انگریز حاکموں کی سیاسی چالوں کو پوری طرح سمجھتا ہو، جس کی یخ بستہ منطق نے واضح کیا ہو کہ مسلمانوں کی عافیت اسی میں ہے کہ وہ علیحدہ نیابت کے مطالبے کو کسی قیمت پر بھی نہ چھوڑیں جو ایک تجربہ کار وکیل کی حیثیت سے انفرادی یا اجتماعی لین دین کے معاملات میں اپنی فلسفہ دانی یا شاعرانہ تخیل کے باوجود عملی اور کاروباری قسم کا آدمی ہو اس سے ایسے معصومیت یا بھولپن کی توقع رکھنا یا یہ سمجھنا کہ اس

نے سنی سنائی باتوں پر یقین کر کے قادیانیت کے خلاف بلاوجہ شور مچا دیا، قرین قیاس معلوم نہیں ہوتا۔ اعجاز احمد اقبال کے تمام سوانح حیات میں غالباً یہی تین مثالیں ان کے بھولپن کی پیش کر سکتے تھے۔ مگر راقم کے نزدیک یہ مثالیں اقبال کے بھولپن کو ثابت کرنے کیلئے ناکافی ہیں۔ مثلاً سردار بیگم کے ساتھ نکاح کے بعد بعض گمنام خطوں پر ان کا یقین کر لینا اور پھر اپنی غلطی پر پشیمان ہونا، ان کا بھولپن ظاہر نہیں کرتا بلکہ ذہنی اضطراب یا بے چینی کی کیفیت کی طرف اشارہ کرتا ہے کیونکہ ان کی پہلی شادی ناکام رہی تھی اور وہ دوسری بار ضرورت سے زیادہ محتاط ہونے کی کوشش کر رہے تھے۔ پھر یہ کہنا کہ کسی کی گپ پر اعتبار کرتے ہوئے انہوں نے یقین کر لیا کہ روس کا نیا صدر محمد استالین مسلمان ہے۔ اس سلسلہ میں یہ بتا دینا ضروری ہے کہ وسط ایشیا کے مسلمانوں کو مرعوب کرنے کیلئے یا انہیں اپنا مطیع رکھنے کی خاطر شروع میں روسی کمیونسٹوں نے اسی قسم کا پراپیگنڈا کیا تھا اور عین ممکن ہے کہ یہ پراپیگنڈا سرحدیں عبور کر کے برصغیر میں بھی پہنچا ہو۔ اقبال نے غالباً اس پراپیگنڈا سے متاثر ہو کر اپنے بڑے بھائی کو یہ خوشخبری سنائی لیکن بعد میں تحقیق پر یہ خبر غلط ثابت ہوئی۔ اسی طرح اس زمانے میں مغربی پریس دنیائے اسلام میں اس قسم کی غلط خبروں کی تشہیر بطور پالیسی کیا کرتا تھا کہ کسی ملک کے مسلمانوں نے نماز سے پہلے وضو اڑا دیا، یا کسی مسلم ملک میں نماز میں تبدیلیاں کر دی گئیں یا ایسی تحریک دیگر مسلم ممالک میں بھی جاری ہے۔ اس پراپیگنڈے کا مقصد دنیائے اسلام کے حصے بخرے کرنا یا اس میں انتشار پھیلانا تھا اور اس قسم کا طرز عمل آج بھی یہود نواز مغربی پریس اختیار کر لیتا ہے۔ اس اعتبار سے ایسی خبروں سے اقبال کا دل گرفتہ ہونا ان کے بھولپن یا معصومیت کا ثبوت فراہم نہیں کرتا بلکہ ملت اسلامیہ کے متعلق ان کی فکر مندی کی طرف اشارہ کرتا ہے۔ ظاہر ہے کشمیر کمیٹی میں اقبال اپنے ذاتی تجربہ کی بنا پر قادیانیوں سے مایوس ہوئے تھے۔

شیخ اعجاز احمد سمجھتے ہیں کہ کشمیر کمیٹی کے قیام کے دوران اقبال اور جماعت قادیان کے تعاون میں احراری رخنہ انداز ہوئے اور انہوں نے اقبال کو ڈرا دھمکا کر اپنے ساتھ مفاہمت کرنے کی راہ ہموار کی۔ پس اسی مفاہمت کے پس منظر میں اقبال اور احراریوں کی سازش کے ذریعہ مرزا بشیر الدین محمود کو کشمیر کمیٹی کی صدارت سے الگ کیا گیا اور بعد میں اقبال، مجلس احرار کی ہر طرح حوصلہ افزائی کرنے لگے۔ بقول ان کے، احراریوں نے قادیانی عقائد کے متعلق بے بنیاد باتیں تراش کر اقبال کے عشق رسول ﷺ کو ایکس پلائیٹ کرتے ہوئے انہیں قادیانیت کے خلاف بھڑکایا اور اقبال نے بغیر تحقیق کیے ان کی باتوں کو درست تسلیم کر لیا۔

کشمیر کمیٹی میں قادیانیوں کے ساتھ ملکر کام کرنے میں اقبال کا ذاتی تجربہ تھا اور اس ضمن میں ان کے بیانات سے ظاہر ہے کہ وہ قادیانیوں سے مایوس ہوئے تھے۔ یہاں یہ بات بھی ذہن میں رکھنا

ضروری ہے کہ اقبال قادیانیوں سے من حیث الجماعت 1933ء میں مایوس ہوئے لیکن انہوں نے تحریک قادیانیہ کے خلاف اپنا پہلا بیان دو سال بعد یعنی 1935ء میں جاری کیا۔ احراریوں کی جماعت قادیانیہ سے پرانی عداوت تھی اور جب اقبال کشمیر کمیٹی میں قادیانیوں سے مایوس ہوئے تو عین ممکن ہے کہ احراریوں نے قادیانیوں کے خلاف ان سے مفاہمت کرنے کی کوشش کی ہو کیونکہ یہ صورتحال دونوں فریقوں کو ایک دوسرے کے قریب تر لانے کا ذریعہ بنتی تھی مگر اس صورتحال کے صحیح تجزیہ کیلئے تین چار دیگر امور بھی ذہن میں رکھنے چاہئیں، جنہوں نے مستقبل میں بالخصوص پنجاب کی مسلم سیاست پر اثر انداز ہونا تھا۔ یہ امور تھے: کمیونل ایوارڈ، محمد علی جناح کے ہاتھوں 1934ء میں مسلم لیگ کا احیاء 1935ء کے گورنمنٹ آف انڈیا ایکٹ کے تحت صوبائی خود مختاری کا مسئلہ، سر فضل حسین کی یونینسٹ پارٹی کا پروگرام اور پنجاب میں مسلم اکثریت کو بروئے کار لانے کے سلسلہ میں درپیش خطرات، ان امور کے پس منظر میں محمد علی جناح، اقبال اور پنجاب کے دیگر مسلم لیگی رہنماؤں، احراریوں، یونینسٹوں اور احمدیوں کے سیاسی عزائم نے 1935ء تک جو شکل اختیار کی، اس کی روشنی ہی میں اقبال کے تحریک قادیانیہ کے خلاف بیانات کو پوری طرح سمجھا جاسکتا ہے۔

اصل سوال یہ ہے کہ اگر اقبال قادیانیوں سے 1933ء میں مایوس ہو گئے تھے تو انہوں نے دو برس انتظار کے بعد 1935ء میں قادیانیت کے متعلق اپنی تبدیلی رائے کا برملا اظہار کیوں کیا؟ ایک طبقہ فکر کی رائے ہے کہ جب قادیانیوں کے سیاسی عزائم واضح طور پر سامنے آگئے تو اقبال نے قادیانیت سے بیزاری کا اعلان کر دیا۔ (26) آخر قادیانیوں کے کوئی سیاسی عزائم تھے تو کیا تھے؟ بالفاظ دیگر اگر اقبال نے عامۃ المسلمین کیلئے تحریک قادیانیہ کے سیاسی عزائم سے کوئی خطرہ محسوس کیا تو وہ کیا تھا؟

یہاں یہ واضح کر دینا مناسب ہوگا کہ برصغیر میں سیاسی بیداری کے دور میں بھی تحریک قادیانیہ انگریزی حکومت کی اطاعت اور وفاداری کا دم بھرتی تھی۔ اپنے ابتدائی ایام ہی میں اس نے جہاد کی حرمت کا اعلان کر رکھا تھا اور اس سے مراد یہ لی گئی کہ قادیانیوں کے نزدیک انگریز کے ساتھ وفاداری کو اس قدر اہمیت حاصل تھی کہ اس کے خلاف سیاسی آزادی کیلئے جدوجہد کرنا بھی حرام قرار دیا گیا تھا۔ تحریک قادیانیہ کا تعلق خالصتاً پنجاب کی سرزمین سے تھا پنجاب میں غیر مسلموں کے مقابلے میں مسلمانوں کی اکثریت تھوڑی سی تھی اور اس اکثریت کے بل بوتے پر یہاں کسی مستحکم مسلم وزارت تشکیل دے سکنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا تھا البتہ اگر مسلمانوں میں اتحاد برقرار رکھا جاسکے تو وہ مخلوط وزارت قائم کر سکتے تھے۔ چنانچہ پنجاب میں سر فضل حسین نے غیر فرقہ وارانہ سیاسی جماعت یونینسٹ پارٹی قائم کر رکھی تھی۔ سر فضل حسین کے والد کے مرزا قادیانی سے خاندانی مراسم تھے۔ جب سر فضل حسین

انگلستان سے اپنی تعلیم کی تکمیل کے بعد واپس تشریف لائے تو ان کے والد انہیں ساتھ لے کر مرزا غلام احمد کے پاس گئے اور ان کیلئے دعا کی درخواست کی۔ (27) بعد میں 1926ء میں جب سر ظفر اللہ خان پنجاب کی کونسل کیلئے منتخب ہوئے تو مرزا بشیر الدین محمود (قادیانیوں کے دوسرے جانشین) نے انہیں ہدایت کی کہ کونسل میں اور سیاسی میدان عمل میں سر فضل حسین کے ساتھ پورا تعاون کیا جائے۔ (28) سر ظفر اللہ خان کہتا ہے:

''میں تو پہلے ہی میاں صاحب کا مداح اور ممنون احسان تھا اس لیے حضور کے ارشاد کی تعمیل میرے لیے آسان تھی''۔ (29)

سو پنجاب میں قادیانی جماعت نے سیاسی میدان عمل میں سر فضل حسین کی یونینسٹ پارٹی کے ساتھ تعاون کے ذریعہ اپنی سیاسی زندگی کی ابتداء کی۔ سر ظفر اللہ خان نے مرزا بشیر الدین محمود کی ہدایت کے تحت یونینسٹ پارٹی میں شمولیت اختیار کی اور یہ تعلق آخر تک قائم رہا۔ سر فضل حسین کے بارے میں ان کے فرزند عظیم حسین کی تحریر کردہ کتاب کے مطالعہ سے ظاہر ہے کہ وہ اپنی رائے سے اختلاف کرنے والوں کو قطعی پسند نہ کرتے تھے اور اپنے اردگرد صرف ایسے لوگوں کو دیکھنے کے خواہش مند تھے جو ان کی ہاں میں ہاں ملاتے رہیں یا ان کی رائے سے اتفاق کرتے رہیں۔ سر ظفر اللہ خان بھی اسی سبب سے ان کے منظورِ نظر تھے۔

سوال پیدا ہوتا ہے کہ قادیانی جو اصلاً ایک مذہبی جماعت تھی کو سیاسی وابستگی پیدا کرنے کی ضرورت کیوں پیش آئی؟ جواب ہے، سیاسی قوت حاصل کیے بغیر کوئی بھی مذہبی تحریک نہ تو اپنا الگ تشخص برقرار رکھ سکتی ہے اور نہ اس کے اراکین کی تعداد میں اضافہ ہو سکنے کا امکان ہے۔ قادیانی جماعت نے یونینسٹ پارٹی کے ساتھ تعلق کس سیاسی مصلحت کے تحت قائم کیا تھا۔ اس سوال کا جواب بڑا آسان ہے۔ اول یہ کہ یونینسٹ پارٹی ایک غیر فرقہ وارانہ سیاسی جماعت تھی، یعنی باوجود اس کے کہ اس میں مسلمانوں کی اکثریت تھی، وہ اصولاً ایک سیکولر پارٹی تھی جس میں قادیانی بحیثیت ایک مذہبی فرقہ مسلمانوں میں رہتے ہوئے بھی انہیں اندر سے تقسیم کر کے اپنی تعداد میں خاطر خواہ اضافہ ہونے تک اپنی علیحدہ حیثیت برقرار رکھ سکتے تھے۔ دوم یہ کہ یونینسٹ پارٹی انگریزی حکومت کی اطاعت کا دم بھرتی تھی اور اس کے ذریعہ قادیانی (جو عقیدتاً انگریزی حکومت کے وفادار تھے) بظاہر عامۃ المسلمین میں شمار ہوتے ہوئے وہ مناصب حاصل کر سکتے تھے جو مسلمانوں کیلئے مخصوص تھے۔ بہر حال اس زمانہ میں مسلم لیگ یا مسلم کانفرنس جیسی سیاسی جماعتیں عوامی نہ تھیں۔

اسی دور میں کشمیر کمیٹی میں اقبال کو خالصتاً قادیانی قیادت میں کام کرنے کا تجربہ حاصل ہوا۔ کشمیر

کمیٹی ایک عارضی تنظیم کی صورت میں عجلت میں بنائی گئی تھی۔ اس کا نہ تو کوئی دستور تھا اور نہ قواعد و ضوابط۔ جب قادیانی ارکان پر الزام لگا کر وہ کشمیر کمیٹی کو کشمیر میں قادیانیت کی تبلیغ کی خاطر استعمال کر رہے ہیں تو اس قسم کے الزامات کے تدارک کیلئے تجویز پیش کی گئی کہ کشمیر کمیٹی کیلئے دستور اور قواعد و ضوابط وضع کر لیے جائیں تا کہ کسی کو کسی کے خلاف شکایت کرنے کا موقع نہ مل سکے۔ لیکن بجائے اس کے کہ الزام کو غلط ثابت کرنے کیلئے قدم اٹھائے جاتے، قادیانیوں نے اس تجویز کو اپنے امیر کے لامحدود اختیارات کو محدود کرنے کیلئے ایک چال تصور کیا اور مرزا بشیر الدین محمود نے کشمیر کمیٹی سے استعفیٰ دے دیا۔ جب اقبال کشمیر کمیٹی کے قائم مقام صدر منتخب ہوئے تو قادیانی اراکین نے ان کے ساتھ تعاون کرنے سے انکار کر دیا اور بقول اقبال ان پر واضح کر دیا کہ قادیانیوں کے نزدیک کشمیر کمیٹی یا مسلمانوں کی کسی بھی تنظیم کی کوئی اہمیت نہیں اور ان کے عقیدے کے مطابق اگر وہ کسی وفاداری کے پابند ہیں تو صرف ان کی امیر کے ساتھ وفاداری ہے۔ پس اقبال پر یہ حقیقت واضح ہو گئی کہ قادیانی اگر مسلمانوں کی کسی سیاسی تنظیم میں شامل ہوں گے تو ان کی وفاداریاں یقیناً منقسم ہوں گی۔ یعنی ان کی اولین وفاداری اپنی جماعت کے ساتھ ہو گی، نہ کہ ملت اسلامیہ کے ساتھ۔ یہ وہ وقت تھا جب مسلمانوں میں اور بالخصوص پنجاب کے مسلمانوں میں اتحاد کی اشد ضرورت تھی۔ بعد ازاں اقبال کے کان میں کسی قادیانی کے منہ سے نکلی ہوئی دو ایک ناخوشگوار باتیں پڑیں جن کے سبب وہ قادیانی جماعت سے بیزار ہو گئے۔ یہ سب 1933ء میں ہوا لیکن اقبال نے قادیانیت کے خلاف اپنا پہلا بیان 1935ء میں جاری کیا۔ اس کی وجہ کیا تھی؟

شیخ اعجاز احمد کا خیال ہے کہ 1935ء میں احراریوں نے قادیانیوں کے خلاف ایک عام تحریک چلا رکھی تھی۔ چنانچہ احراریوں یا اپنے کسی قادیانیت کے مخالف حاشیہ نشین کے بھڑکانے پر اقبال نے بھی قادیانیت کے خلاف مضمون داغ دیا۔ اس ضمن میں وہ اپنے بیان کی تائید میں عبدالمجید سالک کا حوالہ پیش کرتے ہیں۔ مگر راقم کی رائے میں شیخ اعجاز احمد اور عبدالمجید سالک دونوں کا استدلال درست نہیں۔ اقبال نے قادیانیت کی تردید میں اپنا پہلا بیان کسی کے اکسانے پر محض اتفاقی یا حادثاتی طور پر نہیں دیا تھا بلکہ اس کے چند اہم محرکات تھے جن کا تعلق پنجاب میں مسلم سیاست کے مستقبل سے تھا۔ علاوہ ازیں یہ بیان گورنر پنجاب سر ہربرٹ ایمرسن کی تقریر کے جواب میں دیا گیا جس میں اس نے قادیانیت کے خلاف احرار کی ایجی ٹیشن کا حوالہ دیتے ہوئے مسلمانوں کو رواداری کا درس دیا تھا۔

ایمرسن نے انجمن حمایت اسلام لاہور کے سالانہ اجلاس کے موقع پر اپنے خطبہ میں قادیانیت کے خلاف مجلس احرار کے مظاہروں کا ذکر کرتے ہوئے نہ صرف مسلمانوں کو رواداری کی تلقین کی تھی بلکہ

مسلمانوں کے باہمی نفاق پر افسوس کا اظہار کرتے ہوئے مسلمانان پنجاب کو مشورہ دیا تھا کہ وہ اپنی قوم میں کوئی بلند پایہ لیڈر پیدا کریں۔ پس تحریک قادیانیہ کے خلاف اقبال کا پہلا بیان ''قادیانیت اور صحیح العقیدہ مسلمان'' اسی کے جواب میں جاری کیا گیا۔

اس بیان کے مطالعہ سے ظاہر ہے کہ اقبال نے ایمرسن کے درس رواداری کو مسلمانوں کے تمدنی نقطہ نگاہ سے بے خبری قرار دیا اور فرمایا کہ انگریزی حکومت کو اس بات سے غرض نہیں کہ مسلمانوں کا اتحاد برقرار رہتا ہے یا نہیں، کیونکہ اس کا مفاد تو صرف اسی میں ہے کہ نئے مذہبی کا جو بانی بھی ابھرے، وہ برطانیہ کا وفادار رہے۔ اس ضمن میں اپنے نقطہ نظر کی وضاحت کی خاطر انہوں نے اکبرالہ آبادی کو درج ذیل شعر بھی پیش کیا ہے

گورنمنٹ کی خیر یارو مناؤ

''انا الحق'' کہو اور پھانسی نہ پاؤ

اقبال نے مزید کہا کہ یہ کہاں کا انصاف ہے کہ اسلام کے باغی گروہ کو تو اپنے اشتعال انگیز عقائد کی تبلیغ جاری رکھنے کی آزادی ہو لیکن اگر ملت اسلامیہ کوئی دفاعی تدبیر اختیار کرے تو اسے رواداری کا سبق دیا جائے۔ اگر انگریزی حکومت اس گروہ کی خصوصی خدمات کے سبب اسے پسند کرتی ہے تو اسے اس کی خدمات کا جو جی چاہے صلہ دے سکتی ہے مگر یہ زیادتی ہے کہ مسلمانوں سے یہ توقع رکھی جائے کہ وہ اپنے معاشرے کی سالمیت کے تحفظ کیلئے فکر مند نہ ہوں۔ (30)

شیخ اعجاز احمد، قادیانی حلقوں، سرفضل حسین یا عظیم حسین کے خیال میں اقبال نے قادیانیت کی مخالفت اپنی سیاسی اغراض کے حصول کی خاطر کی تھی لیکن اوپر واضح کیا جاچکا ہے کہ اقبال کی سب سے اہم سیاسی غرض مسلمانان برصغیر کے مفادات کا تحفظ تھی۔ نظریاتی اعتبار سے اللہ تعالیٰ کے نزدیک شرک سب سے بڑا گناہ ہے کیونکہ مشرک اللہ تعالیٰ کی توحید، یکتائیت اور خودی کو تسلیم کرنے سے انکار کرتا ہے اور اس کی پاداش میں دوزخ میں جھونکا جاتا ہے۔ لیکن اقبال کے ہاں امت محمدیہ یا ملت اسلامیہ کے اتحاد، یگانگت، یکجہتی اور سالمیت کو پارہ پارہ کرنے والا تو اس کی اجتماعی خودی کا منکر ہے لہٰذا ایسا گنہگار ہے جسے دوزخ بھی قبول کرنے کو تیار نہیں۔

کیا اقبال نے اپنی کسی ذاتی غرض کی تحصیل کی خاطر یا احساس محرومی کے سبب تحریک قادیانیہ کی مخالفت کی تھی؟ شیخ اعجاز احمد یہ تحریر کرتے ہیں کہ اس زمانے میں چونکہ انگریزی حکومت نے اقبال کے بجائے سر ظفر اللہ خان کو مستقل طور پر وائسرائے کی ایگزیکٹو کونسل کا رکن مقرر کردیا تھا اس لیے اقبال نے تحریک قادیانیت کی مخالفت میں بیان جاری کرنے شروع کردیئے۔ یہ عذر کچھ اسی قسم کا ہے جو ہندو

اخبار ''ٹریبیون'' نے اقبال کے خطبہ الہ آباد 1930ء کے موقع پر پیش کیا تھا۔ یعنی اقبال نے برصغیر میں علیحدہ مسلم ریاست کا تصور انتقاماً دیا کیونکہ حکومت برطانیہ نے انہیں پہلی گول میز کانفرنس میں شرکت کیلئے مدعو نہ کیا تھا۔ اقبال نے اگر انگریزی حکومت کی ملازمت ہی کرنی تھی تو سر فضل حسین سے بنا کر رکھتے یا ان کی یونینسٹ پارٹی سے آخری دم تک وابستگی قائم رکھتے۔ انگریز حکمران سر فضل حسین پر بہت اعتماد کرتے تھے۔ اس لیے 1932ء میں جب وہ چار ماہ کی رخصت پر گئے تو سر فضل حسین کی سفارش پر ہی سر ظفر اللہ خان کو عارضی طور وائسرائے کی کونسل کا رکن مقرر کیا گیا۔ (31) اسی طرح جب اکتوبر 1934ء میں مستقل طور پر سر ظفر اللہ خان کے اس منصب پر تقرر کا اعلان ہوا تو اسے بھی سر فضل حسین کی کوششوں کا نتیجہ سمجھا گیا۔ سید عطاء اللہ شاہ بخاری اور مولانا ظفر علی خان کے ''زمیندار''، ''ویکلی میل'' اور ''مجاہد'' میں تند و تیز بیانات یا احراریوں کی ایجی ٹیشن صرف سر ظفر اللہ خان کے تقرر یا قادیانیوں کے خلاف ہی نہ تھی بلکہ سر فضل حسین اور یونینسٹ پارٹی کے خلاف بھی تھی۔ یہ علیحدہ بات ہے کہ اسی اثنا میں سر ہربرٹ ایمرسن کے خطبہ کے جواب کی صورت میں اقبال کو بھی یونینسٹ قادیانی گٹھ جوڑ پر کھل کر تبصرہ کرنے کا موقع ملا اور انہوں نے قادیانیت کی تردید کے ساتھ ساتھ سر فضل حسین کے کردار پر بھی کڑی نکتہ چینی کی۔ سر فضل حسین پر الزام لگایا گیا کہ وہ انگریز حاکموں کے اشارے پر شہری دیہاتی تفریق کے ساتھ قادیانیوں کو آگے بڑھا کر پنجاب میں مسلمانوں کے اتحاد پر ضرب کاری لگا رہے ہیں۔ سر فضل حسین وائسرائے کی کونسل میں سر ظفر اللہ خان کے تقرر پر مسلمانوں میں اضطراب سے بخوبی آگاہ تھے۔ انہوں نے اپنے خط مورخہ 24 ستمبر 1934ء بنام سر ظفر اللہ خان میں اس اضطراب کی وجوہات بڑی تفصیل کے ساتھ بیان کی ہیں لیکن ساتھ ہی تحریر کیا: (32)

''اب انہوں نے اپنی تمام تر توجہ میری طرف مبذول کر لی ہے اور کہتے ہیں کہ زیادہ عرصہ تک اونچے منصب پر فائز رہنے کے سبب میں مسلم رائے عامہ سے بے پروا ہو گیا ہوں اور میں نے آمرانہ رویہ اختیار کر لیا ہے۔ خیر، مجھے توقع ہے کہ اب تک آپ کے تقرر کا فیصلہ ہو چکا ہو گا، گو میں یقین سے نہیں کہہ سکتا کہ تقرر کے اعلان سے مخالفت ختم ہو جائے گی، بلکہ کچھ بڑھ ہی جائے گی۔ بہر حال میں دیکھوں گا کہ اس کے خاتمے کیلئے کیا قدم اٹھانے چاہئیں۔

اقبال کی اگر وائسرائے کی کونسل کی رکنیت میں دلچسپی تھی تو سر فضل حسین کی ڈائری یا خطوط میں اس کا کہیں ذکر ملتا یا عظیم حسین کی تصنیف میں اس کی طرف کوئی اشارہ ہوتا۔ دراصل عظیم حسین کا تو گلہ ہی یہی ہے کہ ان کے والد سر فضل حسین اقبال کو انگریزی حکومت میں کسی بلند عہدے پر فائز کروانے کیلئے بار بار کوشش کرتے تھے۔ مگر اقبال ہر بار انگریزی حکومت پر نکتہ چینی کر کے حکومتی حلقوں کا اعتماد کھو دیتے۔

یہاں یہ بات بھی ذہن میں رکھنی چاہیے کہ انگریز حکمران اتنے کمزور نہیں تھے کہ احراریوں کی ایجی ٹیشن پر یا سید عطاء اللہ شاہ بخاری اور مولانا ظفر علی خان کے اخبارات میں اقبال کا نام لینے پر انہیں وائسرائے کی ایگزیکٹو کونسل کا رکن مقرر کر دیتے۔ یہ درست ہے کہ اس منصب پر سر ظفر اللہ خان کی متوقع تقرری کے خلاف ''زمیندار'' اور دیگر اخباروں میں سخت احتجاج ہو رہا تھا اور کہا جا رہا تھا کہ ایک قادیانی کے بجائے کسی جلیل القدر مسلمان کو یہ منصب دیا جائے اور اس ضمن میں اقبال کا نام بھی لیا جا رہا تھا لیکن اس سے یہ نتیجہ اخذ کرنا کہ اقبال اس منصب کیلئے امیدوار تھے، درست نہیں۔ انگریز حکمرانوں کو اس قسم کے تقرر کرتے وقت سب سے پہلے ایسے لوگوں کی تلاش ہوتی تھی، جو ان کے اطاعت گزار اور وفادار ہوں، نہ کہ ان کے نقاد۔ اس لیے یہ بات پنجاب میں ہر کوئی جانتا تھا کہ وائسرائے کی کونسل کی رکنیت کے لیے اسی شخص کا تقرر ہوگا جو انگریز حاکموں کی توقعات کے مطابق سر فضل حسین کا صحیح جانشین ہو، جسے سر فضل حسین یا انہی کی طرح کی کسی شخصیت کی حمایت حاصل ہو اور اگر یہ محسوس کیا جاتا کہ مسلم ایجی ٹیشن کے سبب سر ظفر اللہ خان کا تقرر مناسب نہ رہے گا، تو اس منصب کیلئے سر فضل حسین کو کسی اور جانشین کی سفارش کرنے کیلئے کہا جاتا لیکن اقبال جیسی شخصیت، جس نے کئی بار انگریزی حکومت کو تنقید کا نشانہ بنایا تھا، کے تقرر کا تو سوال ہی پیدا نہ ہوتا تھا۔

اس ضمن میں شیخ اعجاز احمد میاں محمد شفیع (م۔ش) کے بیان کو سند کے طور پر پیش کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ جن ایام میں سر فضل حسین کے جانشین کے تقرر کا معاملہ زیر غور تھا تو وائسرائے لارڈ ولنگڈن نے ایک ملاقات میں اقبال کو یہ کہہ کر کہ اب ہم اکثر ملتے رہیں گے، سر فضل حسین کی جگہ ان کے تقرر کی طرف اشارہ بھی کر دیا تھا۔ راقم کو اس روایت کی صحت پر کئی اعتراض ہیں۔ اول یہ کہ 1934ء یا 1935ء میں میاں محمد شفیع (م۔ش) سے اقبال کے کسی قسم کے روابط قائم نہ ہوئے تھے بلکہ اس زمانے میں وہ میاں محمد شفیع (م۔ش) کو جانتے تک نہ تھے۔ دوم یہ کہ ان دو سالوں میں ایسی کوئی شہادت راقم کی نظر سے نہیں گزری جس سے ثابت ہو سکے کہ اقبال کی لارڈ ولنگڈن سے ملاقات ہوئی تو کہاں ہوئی تھی۔ سوم یہ کہ جس روایت کا شنید پر انحصار ہو اور جس کی تائید کسی واقف حال ہمعصر شخصیت کے بیان یا کسی معتبر تحریری ذریعہ سے نہ ہوتی ہو وہ تحقیقی نقطہ نگاہ سے قابل اعتماد نہیں سمجھی جا سکتی۔

مئی 1935ء میں جب قادیانیت کے خلاف اقبال نے اپنا پہلا بیان جاری کیا تو گلے کا عارضہ لاحق ہوئے ڈیڑھ برس کی مدت گزر چکی تھی۔ بھوپال سے برقی علاج کا پہلا کورس مکمل کر کے واپس لاہور آئے تھے۔ آواز بہت نحیف تھی۔ صحت مسلسل گر رہی تھی اور مستقل طور پر صاحب فراش ہو چکے تھے بلکہ انہی ایام میں سردار بیگم کی تشویش ناک بیماری، پھر ناگہانی موت اور نابالغ بچوں کی نگہداشت وغیرہ

ایسے مصائب و آلام نے انہیں بالکل نڈھال کر دیا تھا۔ آواز کی خرابی کے سبب تقریباً ڈیڑھ برس سے وکالت بھی چھوٹ چکی تھی۔ یہ درست ہے کہ اقبال کو مالی فراغت یا آسودگی کبھی نصیب نہ ہوئی لیکن 1934ء اور 1935ء میں تو بوجہ علالت وہ اس قابل ہی نہ رہے تھے کہ وائسرائے کی کونسل کی رکنیت قبول کرتے۔ اس حالت میں یہ کہنا کہ اقبال وائسرائے کی ایگزیکٹو کونسل کی رکنیت کے امیدوار تھے، یا اس منصب پر تقرری کے خواب دیکھ رہے تھے اور جب ان کی بجائے یہ منصب وزیر ہند نے سر ظفر اللہ خان کو سونپ دیا تو وہ انتقاماً قادیانیت کی مخالفت میں بیانات جاری کرنے لگے، اصل حقائق سے بے خبری ہے یا انہیں تعصب کی عینک سے دیکھنے والوں کی آنکھوں سے دیکھنا ہے۔ (33)

کتابیات:

1:۔ اقبال نامہ مرتبہ شیخ عطاء اللہ جلد اوّل صفحہ 354۔

2:۔ مکتوبات اقبال مرتبہ سید نذیر نیازی صفحہ 270۔ یہ کبھی بھی شائع نہ ہوا۔

3:۔ بیان کے انگریزی متن کے لئے دیکھئے اقبال کی تقریریں اور بیانات مرتبہ اے آر طارق (انگریزی صفحات 91 تا 98)

4:۔ ایضاً صفحات 99 تا 104۔

5:۔ ایضاً صفحات 105 تا 108۔

6:۔ اقبال کی تقریریں، تحریریں اور بیانات مرتبہ لطیف احمد شیروانی (انگریزی) صفحات 174 تا 176۔

7:۔ انوار اقبال مرتبہ بشیر احمد ڈار صفحات 45۔46۔

8:۔ اسلام اور احمدیت کے انگریزی متن کے لئے دیکھئے اقبال کی تقریریں، تحریریں اور بیانات مرتبہ لطیف احمد شیروانی (انگریزی) صفحات 176 تا 199۔ اقتباس صفحہ 177 سے لیا گیا ہے۔

9:۔ ایضاً صفحہ 200۔

10:۔ مکتوبات اقبال مرتبہ سید نذیر نیازی صفحہ 315۔

11:۔ اقبال اور انجمن حمایت اسلام از محمد حنیف شاہد صفحات 131 تا 136۔

12:۔ مضمون ''قادیانیت اور علامہ اقبال'' نوائے وقت مورخہ 13 اپریل 1954ء

13:۔ دیکھئے کتابچہ بمشتمل چودہ صفحات بعنوان ''احمدیت علامہ اقبال کی نظر میں'' مرتبہ

عبدالمالک خان ناظر اصلاح وارشاد وصدر انجمن احمدیہ پاکستان ربوہ، مزید دیکھئے اس کتابچہ پر تبصرہ ہفت روزہ چٹان مورخہ 27 مئی 1974ء صفحات 17، 24، 25۔

14:۔ اقبال نامے اخلاق، اثر بھوپال صفحات 76، 77۔ یہ خط اقبال نامہ مرتبہ شیخ عطاء اللہ حصہ اوّل صفحات 386، 387 پر بھی موجود ہے لیکن اس میں یہ فقرے "مگر افسوس کہ دینی عقائد کی رو سے قادیانی ہے تم کو معلوم ہے کہ آیا ایسا عقیدہ رکھنے والا آدمی مسلمان بچوں کا گارڈین ہوسکتا ہے یا نہیں۔" حذف کئے گئے ہیں۔

15:۔ باقیات اقبال مرتبہ محمد عبداللہ قریشی صفحہ 129۔

16:۔ معاصرین اقبال کی نظر میں صفحہ 232۔

17:۔ ایضاً صفحات 232 تا 241۔

18:۔ باقیات اقبال مرتبہ محمد عبداللہ قریشی صفحہ 163 تا 165۔

19:۔ معاصرین اقبال کی نظر میں مرتبہ محمد عبداللہ قریشی صفحات 231، 232، 241، 242۔

20:۔ خطوط اقبال مرتبہ محمد عبداللہ چغتائی صفحہ 45۔

21:۔ روایات اقبال مرتبہ محمد عبداللہ چغتائی صفحہ 45۔

22:۔ خط کے اقتباس کے لئے دیکھئے مضمون "سر سید احمد خان، شمس العلماء مولوی میر حسن سیالکوٹی اور مرزا غلام احمد قادیانی" از کلیم اختر ہفت روزہ چٹان مورخہ 17 نومبر 1975ء صفحہ 27۔

23:۔ صاف گو مسٹر جناح (انگریزی) صفحہ 53۔

24:۔ اقبال کی تقریریں، تحریریں اور بیانات مرتبہ لطیف احمد شیروانی (انگریزی) صفحات 234، 235۔

25:۔ اقبال کی تقریریں اور بیانات مرتبہ اے آر طارق (انگریزی) صفحات 101۔

26:۔ خطوط اقبال مرتبہ رفیع الدین ہاشمی صفحہ 124۔ اقبال اور قادیانی از نعیم آسی۔ اقبال اور قادیانیت از شورش کشمیری۔ اقبال نے انھیں اپنے مقالے مسلم کمیونٹی کے انگریزی مسودے کے حاشیہ میں ذہناً "مسکین" قرار دیا ہے۔

27:۔ تحدیث نعمت از سر ظفر اللہ خان صفحہ 10۔

28:۔ ایضاً صفحہ 237۔

29:۔ ایضاً صفحہ 237۔

30:۔ اقبال کی تقریریں اور بیانات مرتبہ اے آر طارق (انگریزی) صفحات 95،96۔

31:۔ فضل حسین ایک سیاسی بیاگرافی از عظیم حسین (انگریزی) صفحات 313،314۔ میاں فضل حسین کی ڈائری اور نوٹس مرتبہ ڈاکٹر وحید احمد (انگریزی) اندراجات ڈائری مورخہ 17 مئی و 22 مئی 1932ء صفحات 138 تا 140۔

32:۔ فضل حسین ایک سیاسی بیاگرافی از عظیم حسین (انگریزی) صفحات 314۔ میاں فضل حسین کی ڈائری اور نوٹس مرتبہ ڈاکٹر وحید احمد (انگریزی) صفحات 154۔

33:۔ احمدیوں کو چونکہ ہندو اور سکھ مسلمان کہتے تھے اس لئے قیام پاکستان پر احمدیوں نے بھی دیگر مسلمانوں کی طرح مشرقی پنجاب سے ہجرت کر کے پاکستان میں پناہ لی اور قادیان کے بجائے سرگودھا کے نزدیک ربوہ کو اپنا مرکز بنایا۔ پاکستان پیپلز پارٹی کی حکومت کے دوران 1974ء میں آئین کی ترمیم کے ذریعہ انھیں غیر مسلم یا ایک علیحدہ مذہبی فرقہ قرار دے دیا گیا اور 1984ء میں جنرل ضیاء الحق کی حکومت نے تعزیرات پاکستان میں ایک ترمیم کے ذریعہ ان لئے اسلامی اصلاحات کا استعمال جرم قرار دے دیا۔

....

مردِ غازی مولانا عبدالستار خان نیازیؒ:

۱۹۵۳ء کی تحریکِ ختمِ نبوّت میں مولانا عبدالستار خان نیازیؒ نے سزائے موت کا فیصلہ سن کر کہا: ”بس...! اس سے بھی بڑی سزا ہے تو دے لیجئے، میں ناموسِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی خاطر سب کچھ قربان کرنے کو تیار ہوں۔“

۱۹۵۳ء کی تحریکِ ختمِ نبوّت میں اپنی اسیری کے بارے میں فرماتے ہیں کہ: مجھے اپنی زندگی پر فخر ہے کہ جب تحریک ختم نبوّت کے مقدمے کے بعد میری رہائی ہوئی تو پریس والوں نے میری عمر پوچھی، اس پر میں نے کہا تھا: ”میری عمر وہ سات دن اور آٹھ راتیں ہیں جو میں نے ناموسِ رسالت صلی اللہ علیہ وسلم کے تحفظ کی خاطر پھانسی کی کوٹھڑی میں گزاری ہیں، کیونکہ یہی میری زندگی ہے اور باقی شرمندگی! مجھے اپنی زندگی پر ناز ہے۔“

رائے محمد کمال

قادیانی اُمت اور پاکستان

قاتل خواب:

میں بادشاہی مسجد کی سیڑھیوں سے اتر رہا تھا۔ ایک لولے لنگڑے فقیر نے آگے بڑھ کر کہا۔

''بابو، خدا کے لئے یہیں رُک جاؤ۔''

غیر متوقع مداخلت سے میں گھبرا سا گیا۔ وہ بولا

''ڈرومت میں کوئی غیر نہیں، تمہارے وطن ''پاکستان'' کا متحرک نقشہ ہوں۔''

ارے کیا؟ میں بے ساختہ چیخ اُٹھا۔

اب کے وہ کہہ رہا تھا۔

''مجھ سے ایک دردناک حادثہ سُنئے۔ کل میں مینار پاکستان کی طرف جا رہا تھا۔ کیا دیکھتا ہوں کہ آزادی چوک کے بیچ میں ایک لاوارث میت پڑی ہے۔ میں بالکل قریب پہنچ گیا۔ تیکھے نقوش والی ایک عورت باآوازِ بلند نفرت سے کہہ رہی تھی۔ ''ہندوستانی مسلوں کے قائد کا متعفن لاشہ۔۔۔ مجھے گھن آتی ہے۔''

بعد ازاں معذور شخص یہ کہتے ہوئے مقبرہ اقبال کی طرف چل پڑا۔

''ایک بات یاد رکھنا، جب تم خانہ خدا میں داخل ہوئے تو بلندیوں نے آگے بڑھ کر استقبال کیا تھا۔ اگر منہ پھیر کے چلے ہو تو دیکھتے نہیں کہ پستیاں تمہارا مقدر بن رہی ہیں۔ ملت اسلامیہ کا سانحہ بھی یہی ہے۔

میرے قدم بوجھل ہو رہے تھے۔ دل کی دھڑکنیں بھی ڈوبنے لگیں۔ بے خیالی میں نگاہیں اچانک بائیں جانب اُٹھ گئیں۔ ذرا دور سر سکندر حیات کی تُربت کے اوپر پھٹے پرانے سُرخ جوڑے میں ملبوس ایک خوبرو دوشیزہ بیٹھی ہے۔ بدتمیز کہیں کی آدابِ شہنشاہی سے بھی آگاہ نہیں۔ اس سے کوئی پوچھے؟ بھلا یہ بھی کسی پارک کی نشست ہے۔ جس پر لیٹے تم کسی کو صدائیں دے رہی ہو۔ میں اس حشر بجاں منظر سے

کڑھ رہا تھا کہ میرے کان میں کسی نے سرگوشی کے طور پر کہہ دیا۔

یہ فتنہ فروش حسینہ درحقیقت تاریخ کا مرثیہ اور عبرت کا مرقع ہے۔ جس نے اس کی بپتا سُنی وہ زندگی بھر مصروفِ ماتم رہا۔ غالباً تمہارا احساس زندہ ہے۔ پگھل پگھل کر مر جاؤ گے۔ اپنی قوم کے ہم فکر بن کر جیو۔ فکر فردا ہو نہ احساس زیاں رہے۔ وگرنہ مقدور ہو تو درویشِ لاہوری کے مرقد کی جبیں پر مسلمانانِ ہند کا یہ نوشتہ تقدیر کُھدوا دینا۔

"تیری بربادیوں کے مشورے ہیں آسمانوں میں"

مقتول تعبیر:

لاہور سے بجانب مغرب سرگودھا روڈ پر ایک مصروف قصبہ ربوہ (موجودہ چناب نگر) واقع ہے۔ یہ قادیانی اُمت کا دوسرا بڑا مرکز ہے اسے چنیوٹ سے چند فرلانگ آگے سڑک کے کنارے پہاڑیوں کے دامن میں بڑے سلیقہ سے آباد کیا گیا۔ ربوہ کی 1033 ایکڑ سات کنال آٹھ مرلے اراضی انگریز گورنر سر فرانسس موڈی کی خاص دلچسپی سے قادیانی جماعت کو عطا کی گئی۔ ایک آنہ فی مرلہ میں سودا طے ہوا تھا۔ (1) یہ 14 ستمبر 1948ء قائداعظم کے سانحہ ارتحال سے فقط تین یوم بعد کی بات ہے۔ جب باقاعدہ آبادکاری ہوئی۔ (2) تب اس جگہ کا نام موضع ڈگیاں تھا۔ اس کے مشرق میں کوٹ امیر شاہ، جنوب کی طرف دریائے چناب، شمالاً موضع چھنی کھی اور جانب مغرب چھوٹا سا گاؤں احمد نگر موجود ہے۔ یہ تھا ربوہ کا محل وقوع جو دریائے چناب کے ساتھ سلسلہ کوہ کے بیچ میں بسا۔ بالفاظ دیگر اسے قادیانی ریاست کا ہیڈ کوارٹر کہا جا سکتا ہے۔ جس میں چند برس پہلے تک کوئی غیر قادیانی داخل ہو سکتا تھا اور نہ ہی اسے اپنا مکان خریدنے کی اجازت تھی۔ نیز وہاں کے جماعتی احکام کی اجازتِ خاص کے بغیر قیام بھی قانونی جرم تھا۔ یہاں کی شاہراہ عام سے دائیں جانب مرزائیوں کے بہشتی قبرستان کی ملمع کاریاں بڑی دلفریب ہیں۔ قطار اندر قطار قبریں، لوحِ مزار پر مکمل تعارف، رکنیت عہدہ اور حوالہ وصیت کے علاوہ خدمات کی طویل فہرست بھی مندرج نمونوں میں ہمہ رنگی، سائز میں یکسانیت یہاں فنِ تعمیر کے لحاظ سے سنگِ مرمر، مینا کاری اور پختہ مصالحے کے نادر شاہکار پائے جاتے ہیں۔

برستے پتھروں کی بارش میں
میں آئینے اٹھائے پھر رہا ہوں

مناسب معلوم ہوتا ہے کہ چلتے چلتے قادیانی جماعت کے دوسرے سربراہ مرزا بشیر الدین محمود کی قبر دیکھ آئیں۔ چند برس تک اس کے سرہانے نصب کتبہ پر یہ عبارت کندہ تھی۔

"جب حالات سازگار ہو جائیں تو میری میت کو یہاں سے نکال کر قادیان میں دفن کیا جائے۔
جماعت پر فرض ہے کہ وہ میری اس وصیت پر ہر لحاظ سے پورا پورا عمل کریں۔"(3)

دراصل مرزائی ملت کے امیر ثانی کی لوحِ مزار کا یہ اقتباس اسلام کے خلاف انگریزوں کی گہری سازش کا پورا خلاصہ ہے۔ تلخیص سے مکمل آگاہی کے لئے ہمیں طوالت میں جھانکنا پڑے گا، کہ اس کاری زخم سے جبینِ تاریخ آج تک خون آلود کیوں ہے؟ یہ ناٹک کس غرض سے رچایا گیا تھا؟ ہم نے "مرزائیت کا شناختی کارڈ" ترتیب دینا ہے۔ جس میں ان کے مکمل مستند اور مصدقہ کوائف درج ہوں۔ راقم چاہتا ہے کہ حکومتِ پاکستان پر ان کی ذہنیت آشکار ہو۔ اب اہل وطن کے سامنے اس گروہ کی سیاسی و عسکری پلاننگ کو بے نقاب ہو جانا چاہیے۔

قادیانیوں کے بھیانک کردار کو جامہ الفاظ فقط اس لئے پہنا رہا ہوں کہ لیلیٰ اقتدار کے مجنوں کی آنکھیں کُھل جائیں۔ شیریں صدارت وسوہنی وزارت کے چاہنے والوں کو معلوم ہو جائے کہ یہ صرف مولویوں کا قضیہ نہیں۔ خود فرہاد اور مہینوال بھی اپنے اپنے کیدو کی زد میں ہیں۔

رانجھا اگر بانسری بجاتا رہ گیا تو بیچاری ہیر کھیڑوں کے حجلہ عروسی میں سسک سسک کر دم توڑ گئی۔ پنوں کو خبر چلے کہ اب سسی کی زلفوں کے سائے میں بیٹھ کر شراب پینے کا موسم نہیں۔ اس لئے کہ اگر مرزا اپنے دشمنوں کے قدموں کی چاپ سے بیگانہ رہے تو نازک اندام "صاحباں" حملہ آوروں کا راستہ بھلا کیسے روک سکتی ہے؟

سبزۂ پامال سے بھی وجہِ بربادی نہ پوچھ
بات چل نکلی تو پھر یہ باغباں تک جائے گی

کالی بھیڑیں اور پاکستان:

پاکستان اس معصوم بچے کی مانند ہے۔ جسے دستِ قدرت نے زمانہ شیر خواری میں ہی حقیقی ماں کی آغوشِ شفقت سے اٹھا کر سوتیلی ماں کے رحم وکرم پر چھوڑ دیا۔ اور وہ آج تک ماضی کے ان ایامِ محبت کی یاد میں تڑپ رہا ہے۔ جس طرف بھی نگاہ اٹھتی ہے بیگانے ہی بیگانے نظر آتے ہیں۔ یقیناً اسلام کا یہ قلعہ خلوتیانِ راز کی ذاتی خواہشات کے نرغہ میں ہے۔

قائداعظم رحمۃ اللہ علیہ اور مرزائیت:

بانی پاکستان حضرت قائداعظم رحمۃ اللہ علیہ محمد علی جناح اپنے آخری سانسوں تک مسلمانوں کے حقوق کی جنگ لڑتے رہے۔ ایک بار آپ نے فرمایا کہ اگر اسلامی حکومت کے قائم کرنے کے لئے ایک میز

کے برابر بھی جگہ ملی تو مجھے قابل قبول ہوگی۔(4) انہیں آقائے دو جہاں حضرت محمد ﷺ سے خاص عقیدت اور والہانہ لگاؤ تھا۔ انہوں نے دین میں سوجھ بوجھ حاصل کی۔ تاہم ان کا اصل میدان سیاست اور قانون تھا۔ وہ زندگی بھر مذہبی اختلافات میں نہیں اُلجھے۔ خاندانی ناطے سے بابائے قوم کا تعلق خواہ کسی فرقے سے تھا لیکن کسی بھی موڑ پر انہوں نے آبائی مسلک سے دلچسپی نہ جتلائی یہ مردِ آہن فقط ایک پکا اور سچا مسلمان تھا اور ہمیشہ اسلام کی بات کرتا رہا۔

اب سوال یہ پوچھا جا سکتا ہے کہ اس نظریاتی مملکت کا پہلا وزیر خارجہ ایک قادیانی کیوں مقرر کیا گیا؟ جواباً پہلا حصہ یہ ہے کہ

"بانی پاکستان کو حصولِ آزادی کی خاطر بعض ناگوار معاہدات اور سخت شرائط پر بھی مجبوراً دستخط کرنا پڑے آپ کے پاس وقت کم تھا اور کام زیادہ۔ انہوں نے غلامی پر لولے لنگڑے پاکستان کو ترجیح دی ان کے نزدیک پروانہ خودمختاری مل جانا ہی محرومیوں کا مداوا تھا۔ بتایا جاتا ہے کہ انگریز وائسرائے نے اس کی تقرری پر بہت اصرار کیا اور دھمکی دی کہ جب تک یہ اعلان نہیں کیا جاتا، اختیارات کی منتقلی نہ ہو سکے گی۔۔ انہی مسائل کے سبب قائداعظم نے علاوہ اس کے پاکستان کا پہلا وزیر قانون بھی سردار جوگندر ناتھ منڈل کو مقرر کیا تھا۔"(5)

اس حوالہ سے آپ کو موردِ الزام ٹھہرانے والے خود قصوروار نکل آتے ہیں۔

"دوسرے جزو کی رو سے سیاسی تاریخ کا مطالعہ کرنا پڑے گا۔ بعض مسلم لیگی کارکنوں کا کہنا ہے کہ سر میاں فضل حسین کی سفارش پر ظفر اللہ خاں چودھری کو وائسرائے کونسل میں لیا جانا ایک باقاعدہ سازش تھی۔ ایک مدت تک اُسے سیاسی تربیت دی جاتی رہی اور ماقبل آزادی ایسے حالات پیدا کیے گئے کہ سر ظفر اللہ خاں کو چارونا چار وزارتِ خارجہ کا قلمدان سونپنا پڑا۔"

اس باب کا تیسرا پہلو یہ ہے کہ قبل ازیں مرزائیوں کی منافقت کا کوئی عملی تجربہ نہ تھا۔ اور قائداعظم ان کے خطرناک عزائم سے مطلقاً لاعلم تھے۔ اگر بنظرِ غائر دیکھا جائے تو آپ جیسے مخلص لیڈر اور عظیم شخصیت کی نیت پر شبہ کیا جانا درست نہیں۔ انہوں نے تو ہر دوراہے پر اپنی عظمتِ کردار سے جذبہ خیر خواہی ثابت کیا اور مسلمانانِ ہند کے روشن مستقبل کی خاطر اپنی جدوجہد کے عملی ثبوت دیئے۔ جب کہ یہ حقیقت بھی ہمارے سامنے کھلی کتاب کی مانند ہے کہ جب تک آپ بقید حیات رہے، اس گروہ کو کھل کر کھیلنے کی اجازت نہ تھی۔ اور یہ بھی ایک ناقابلِ تردید واقعہ ہے کہ قائداعظم نے 1948ء میں راجہ صاحب محمود آباد کی کراچی آمد کے موقع پر ان کو آگاہ کیا تھا کہ قادیانی وزیر خارجہ کی وفاداریاں مشکوک

ہیں۔میں ان پر کڑی نظر رکھے ہوئے ہوں اور عملی اقدامات اٹھانے کے لئے مجھے مناسب وقت کا انتظار ہے۔

(6) شومئی قسمت کہ قافلہ وقت تیزی سے رواں دواں رہا اور قائداعظم کو موذی مرض اور فرشتہ قضا نے اس کی مہلت نہ دی وگرنہ آپ اس خطرے کا ابتداء میں ہی حل ڈھونڈ لیتے اور قوم آئندہ تباہیوں سے محفوظ ہو جاتی۔

درد کے زیر اثر تابہ سحر بولیں گے
میں رہا چپ تو مرے زخم جگر بولیں گے

شہید ملت سے بھٹو مرحوم تک:

''ربوہ کا سنگ بنیاد قائداعظم کی وفات کے تین دن بعد رکھا گیا۔اور یہاں کی اراضی کا باقاعدہ انتقال، انجمن احمدیہ کے نام 29 نومبر 1949ء کو ہوا۔یہ لیاقت علی خان مرحوم کے عہد کی نہایت ہی تلخ روداد ہے۔ (7)

میجر ریٹائرڈ میر افضل پاکستان کے پہلے وزیراعظم نوابزادہ لیاقت علی خان صاحب کے بارے میں بہت سے مضامین لکھ چکے ہیں۔اس سے متعلق نوائے وقت 1979ء میں ان کے متعدد آرٹیکل شائع ہوئے۔جن سے سیاسی حلقوں میں تہلکہ مچ گیا تھا۔حال ہی میں انہوں نے ''لیاقت علی کا قتل تصویر کا دُھندلا پہلو'' کے عنوان سے ایک اور انکشاف کرتے ہوئے اپنے کالم میں لکھا ''اب آئیں مل کر لیاقت علی کے دورِ حکومت سے یہ نتائج نکالیں کہ لیاقت علی نے ہمیں کتنی اسلامی غیرت دی۔اللہ اور رسول ﷺ کے نام پر بنائے گئے ملک میں اللہ اور رسول ﷺ کے احکام کی کتنی پابندی کی اپنے محسن قائداعظم محمد علی جناح کے ساتھ زیارت میں آخری ملاقات کی تو بقول مس فاطمہ جناح اس کے بعد قائداعظم پھوٹ پھوٹ کر کیوں روئے؟ اور وہ کیوں زندہ نہ رہنا چاہتے تھے۔۔۔لیاقت علی کی سفارش پر ممتاز دولتانہ نے قادیانیوں کو دریائے چناب کے کنارے زمین دی۔ جہاں انہوں نے ایک جھوٹے نبی کا مرکز (ربوہ) بنایا'' (8)

فاضل صاحب مضمون نے زیرنظر سلسلے کی بہت سی کڑیاں گنوائیں ہیں۔جن کی یہاں گنجائش نہیں۔ اردو ادب کی دو اہم کتب میں بھی بالوضاحت بعض رازہائے سربستہ سے پردہ اٹھایا گیا ہے۔ (9)

جب پاکستان کی باگ ڈور خواجہ ناظم الدین جیسے لوگوں کے ہاتھ میں گئی تو برطانوی عہد کے مہروں کی قسمت جاگی۔خواجہ صاحب عوامی احتجاج کو مسلسل یہ بہانہ بنا کر ٹالتے رہے کہ ہمیں گندم درکار ہے

اور قادیانیوں پر پابندیاں عائد کرنے کی صورت میں امریکہ سے خیرات نہ مل سکے گی۔

ملک غلام محمد صاحب اور جناب فیروز خان نون کو دین سے دلچسپی تھی نہ ملک سے کوئی غرض۔ وہ نفس کے گھوڑے پر سوار تھے جو ہمیشہ بھوکا رہتا ہے۔ سابق صدر و میجر جنرل اسکندر مرزا جو ملک کے ڈیفنس سیکرٹری بھی رہ چکے تھے۔ ان کا شجرہ نسب چند پشتوں کے واسطے سے بنگال کے غدار اعظم میر جعفر سے جا ملتا ہے۔ (10)

یہ کس قدر ستم ظریفی ہے، جن کی ایمان فروشیوں سے اسلامی حکومت کا چراغ گل ہوا۔ غلامی کی زنجیریں کٹ جانے پر زمامِ اقتدار انہی لوگوں کے ہاتھ آئی یہ شخص بھی اپنے آباء کے چال چلن اور عادات و خصائل سے کچھ مختلف نہ تھا۔

جب 1953ء کی تحریکِ راست اقدام سرد پڑ گئی تو مرزا صاحب کو اکثر یہ فرماتے سنا گیا کہ کابینہ کی غلطی ہے کہ اس نے ان ملاؤں کو پھانسی نہیں دی۔ ہمارے مشورہ کے مطابق پندرہ بیس علماء کو دار پر کھنچوا دیا جاتا یا گولی سے اڑا دیا جاتا تو اس قسم کے جھمیلوں سے ہمیشہ کے لئے نجات ہو جاتی جس صبح دولتانہ وزارت برخاست کی گئی، اس رات گورنمنٹ ہاؤس میں سکندر مرزا کا ایک ہی بول تھا۔ مجھے یہ نہ بتاؤ، فلاں جگہ ہنگامہ فرو ہو گیا ہے یا فلاں جگہ مظاہرہ ختم کر دیا گیا ہے۔ مجھے یہ بتاؤ وہاں کتنی لاشیں بچھائی ہیں کوئی گولی بیکار تو نہیں گئی۔ (11)

ایوبی دور میں مرزائیت کو پر پھیلانے کا سنہری موقع ملا۔ سر ظفر اللہ خاں عالمی عدالتِ انصاف کا جج بن چکا تھا۔ فیلڈ مارشل ایوب خان پر شب و روز آمریت کا بھوت سوار رہا۔ چونکہ وہ فوج سے متعلق تھے۔ اس لئے وہ ''نو (NO)'' سننا ہرگز گوارا نہ کرتے اس پر ایک اور حادثہ ہوا۔ ایوب خان کے چہیتوں کا ربوہ کے قصرِ خلافت میں آنا جانا ہو گیا یہاں سے انہیں ضرورت کی ہر ''شے'' مل جاتی تھی۔ ان کی راتیں عیاشیوں کے ریلے میں ڈوب گئیں۔ یوں پریذیڈنٹ ہاؤس اور قصرِ خلافت کے درمیانی فاصلے سمٹ کر رہ گئے۔ زیادہ قربت ہوئی تو حکومت نے ڈیفنس آف پاکستان رولز کے تحت اخبارات کے نام اس امر کا سرکلر جاری کر دیا کہ اشارتاً، کنایتاً، یا تفصیلاً و اجمالاً کسی بھی طرح قادیانی فرقے پر خفی و جلی تنقید نہ کی جائے۔ خلاف ورزی کا مرتکب قانون کی رو سے مستوجب سزا ہوگا۔ (12)

دوسرے موقع پر صدر ایوب کی حکومت نے ایڈووکیٹ جنرل کی معرفت لاہور ہائی کورٹ کے ڈویژن بینچ کو پاکستان کی تاریخ میں پہلی مرتبہ بیان دیا کہ قادیانی بھی مسلمانوں کا ایک فرقہ ہیں۔ (13) ایوبی صدارت کے دور میں زرعی اصلاحات اور محکمہ اوقاف کا قیام عمل میں لایا گیا۔ لیکن قادیانی سربراہ کی زمین اس قانون سے مستثنیٰ کر دی گئی اور کہا کہ یہ زمین جوان کے نام ہے۔ دراصل

جماعت کی ملکیت ہے جو زرعی اصلاحات کے دائرہ میں نہیں آتی۔ [14]

دستانے اتارو تو لہو رنگ ہیں پنجے

یہ ظاہری انسان درندے کی طرح ہے

جناب آغا یحییٰ خان اپنے پہلو میں ایک بے قرار دل رکھتے تھے۔ اگر کوئی نوجوان مہ جبیں سینے پر ہاتھ رکھ دیتی تو انہیں چین سا آجاتا۔ صدر صاحب کو آشوب چشم کی بھی شکایت تھی۔ اس لئے وہ اکثر اپنی نگاہیں حسینوں کے گرم سانسوں کے لو سے سینکتے، قادیانی امت اپنے محسن ایوب خان کے جانشین کو خوش آمدید نہ کہتی کیونکر ممکن تھا۔ لہٰذا یحییٰ صاحب شب و روز رنگ رلیاں مناتے رہے سنا ہے۔ صدارتی محل کے دروازے پر مرزائی خدمت گار باری باری کھڑے ہوتے تھے اور صنف نازک کے تحفے برابر پیش کئے جاتے کہ کہیں صدر صاحب کبیدہ خاطر نہ ہوں۔ ابھی یہ مکروہ کھیل جاری تھا کہ ہمارا مشرقی بازو کٹ گیا۔

مرحوم وزیر اعظم جناب ذوالفقار علی بھٹو صاحب نے 4 ستمبر 1970ء کو میجر عزیز بھٹی کے مقامِ شہادت پر شہداء کو خراج عقیدت پیش کرتے ہوئے فرمایا تھا لیفٹیننٹ جنرل اختر ملک (قادیانی) کی یادگار بننی چاہئے۔ اگر یہ اب نہ ہوا تو جب پیپلز پارٹی برسر اقتدار آئے گی۔ ان کی یادگار ضرور قائم کرے گی۔ [15] آئندہ صفحات میں جنرل مذکور کا تفصیلی تذکرہ آنے والا ہے۔ مگر چونکہ مرزائیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دیئے جانے کا فیصلہ ذوالفقار علی بھٹو مرحوم کے عہدِ حکومت میں ہوا تھا۔ اس لئے ان کی ذات پر کوئی تلخ تبصرہ احسان فراموشی و ناقدری ہے۔ گو ابتداً وہ قادیانیوں کے خیر خواہ تھے۔ لیکن وقت کے ساتھ خیالات بھی بدل جاتے یں۔ 11 جون 1974ء کی رات ان کے خطاب نے عوام کو بے حد متاثر کیا۔ ان کی یہ جذباتی تقریر بہت پسند کی گئی۔ وزیر اعظم نے فرمایا۔ جو شخص ختم نبوت پر ایمان نہیں رکھتا وہ مسلمان نہیں ہے اور قادیانیوں کا مسئلہ حل کرنے کا شرف انشاء اللہ انہیں حاصل ہوگا اور یہی اعزاز انہیں خدا کے حضور سرخرو کردے گا۔ [16] یہ کہا جاسکتا ہے کہ بھٹو صاحب نے اس مذہبی فیصلے سے سیاسی مفادات اٹھانا چاہے۔ مگر پہلوں نے ایسا کیوں نہ کیا؟ تاہم اس خیال میں صداقت کے پہلو موجود ہیں کہ عوام کے فکری انقلاب اور زبردست احتجاج نے انہیں سوچنے پر مجبور کردیا۔ یہ آئینی اقدام نہ صرف بروقت تھا۔ بلکہ پاکستان بھی متعدد خطرات سے بچ گیا۔

انہیں افسانہ غم ڈرتے ڈرتے

سنایا کچھ کہیں سے، کچھ کہیں سے

ہم کالی بھیڑوں کی ذہنیت کا ماتم کرچکے، دیکھنا ابھی باقی ہے کہ سیاسی نکتہ نظر سے قادیانیوں کے کردار وافکار کیا تھے۔ مرزا تمام زندگی انگریزوں کی کفش برداری پر نازاں رہا۔ ایک ایک لمحہ ان کی مدح ثناء

میں گزارا۔ ایسی صورت میں ان کے امتی یہ کب گوارا کر سکتے تھے کہ سفیدانِ مغرب اس سرزمین سے چلے جائیں۔ اس کا تذکرہ گزشتہ باب میں نہایت شرح وبسط کے ساتھ آچکا ہے ان صفحات میں دلائل و براہین کے ساتھ ہم صرف یہ ثابت کرنا چاہتے ہیں کہ گروہ مذکور مختلف ادوار میں کیا سیاسی عزائم رکھتا تھا۔ یاد رکھنا چاہئے، قادیانی جماعت اور دیگر سیاسی و مذہبی پارٹیوں میں نمایاں فرق ہے۔ یہ درست ہے کہ اکثر مسلم سیاسی جماعتیں قیام پاکستان کی مخالف تھیں۔ لیکن ان میں کسی ایک کی فکر و سوچ کو پوری تنظیم کا منشور نہیں کہا جا سکتا وہاں اختلاف رائے کا حق محفوظ ہے گاہے بگاہے لوگوں کے سیاسی عقائد میں تبدیلیاں رونما ہوتی رہی ہیں۔ پاکستان کے معرضِ وجود میں آجانے کے بعد متعدد مخالف رہنماؤں نے اپنا مستقبل پاک سرزمین سے ہی وابستہ کیا۔ انہیں اپنی غلط پالیسیوں کا اعتراف تھا۔ اب ان کی نیت پر شبہ کیا جانا جائز نہیں گو ایک ایسی مذہبی و سیاسی جماعت بھی موجود ہے جس کے افراد علامہ اقبال اور قائداعظم سے فکری رہنمائی حاصل کرنے کی بجائے ہر بات میں اپنے مخصوص قائدین کی آراء کے منتظر رہتے ہیں۔ (17) تاہم قادیانی سلسلہ سے منسلک اشخاص کا رنگ جُدا ہے۔ یہ مرزا کو مجدد وقت، مہدی معبود، مسیح موعود، کرشن رام اور ایک رسول تسلیم کرتے ہیں۔ ان کے نزدیک قادیانی متدرج کی زبان کا ایک ایک حرف، وحیٔ الٰہی اور ان کے نوکِ قلم سے ٹپکا ہوا لفظ نوشتہ تقدیر ہے۔ قادیانیت کے عقیدہ میں۔

"مرزا کے جانشین زمین پر نائب خدا ہیں۔ انہیں ہر بات الہامی سند کی صورت میں عطا ہوتی ہے۔ ان کے تمام افعال خدائی حکومت قائم کرنے کا ذریعہ ہیں۔ نیز قادیانی خلفاء کو ہر وقت مشیت ایزدی کی تائید حاصل رہتی ہے"

اس لئے وہ فطرتاً اس کے خواہش مند ہوتے ہیں کہ ہمارے مذہبی آقاؤں کے ارشادات حرف بحرف سچ ثابت ہوں۔ یہ بات اچھی طرح ان کے اذہان میں جاگزیں ہے کہ الہامات کی صداقت منوانا ہر قادیانی کا دینی فرض ہے۔ اور وہ اس کے لئے ہمہ وقت کوشاں بھی رہا کرتے ہیں۔ لہٰذا ان کے دعاوی، قادیانی جرائد کے تبصرے اور مذہبی رسالوں کی عبارات کو عام حالات پر قیاس کرنا دانائی نہیں، حماقت ہے۔ اگر مبینہ نکتے کو مدِ نظر رکھا گیا تو میں اس وقت سے ڈرتا ہوں کہ بد قسمتی سے کوئی بھارتی سورما قائداعظم کے مقبرے پر پاؤں کی ٹھوکریں لگانے نہ آجائے۔ جب وہ بابائے قوم کے مزار پر کھڑے ہو کر حقارت سے کہہ رہا ہوگا۔

"مجھے بتاؤ تو سہی کہاں ہے اب وہ تیرا پاکستان"

منیر انکوائری رپورٹ جو ایم آر کیانی اور جسٹس منیر کی 1953ء کے واقعات سے متعلق مسلمانوں اور مرزائیوں کے نزاع پر تحقیقاتی دستاویزات کا نام ہے۔ (حالانکہ جسٹس منیر قادیانیوں کے لئے دل

میں رواداری کے نام پر نرم گوشہ رکھتا تھا) اس میں مندرج ہے۔

''1945ء سے لے کر 1947ء کے آغاز تک احمدیوں کی بعض تحریروں سے منکشف ہوتا ہے کہ وہ برطانیہ کا جانشین بننے کا خواب دیکھ رہے تھے۔ وہ نہ تو ایک ہندو دنیاوی حکومت یعنی ہندوستان کو اپنے لئے پسند کرتے تھے اور نہ پاکستان کو منتخب کر سکتے تھے۔'' (18)

یہ جذبہ ان کے دلوں میں واقعتاً کارفرما تھا۔ وہ ہر قیمت پر حکومت کی باگ ڈور خود سنبھالنا چاہتے تھے۔ یہ خواہش ابھی تک سینوں میں بیدار ہے۔ ''الفضل'' کی اشاعتِ خاص میں اس گمراہ ٹولے کے خلیفہ جی کی ایک تقریر کا یہ جزو خاص طور پر مدنظر رکھنا چاہئے۔

''ہم احمدی حکومت کرنا چاہتے ہیں۔'' (19)

آگے چل کر جب یہ ناتمام آرزو روگ بن جاتی ہے تو بیان ہوا۔

''اس وقت تک کہ تمہاری بادشاہت قائم نہ ہو جائے۔ تمہارے راستے سے یہ کانٹے ہرگز دور نہیں ہو سکتے''۔ (20الف)

''یہ کانٹے'' کیا بلا ہے؟ ایک اصطلاح ہے جو ابھی آپ کے ذہن نشین ہو جائے گی۔ مزید ملاحظہ ہو۔ اس سے تین برس قبل حور و قصور کے دلدادہ خلیفہ اپنے انداز میں بڑ بھی ہانک چکے تھے۔

''ملکی سیاست میں خلیفہ وقت سے بہتر اور کوئی رہنمائی نہیں کر سکتا۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کی تائید و نصرت اس کے شامل حال ہوتی ہے۔'' (20ب)

شاید کسی سبب سے یہ امید بندھ چکی تھی کہ محض خود کو طفل تسلی دے رہے تھے یا پھر دنیاوی لالچ اور سہانے مستقبل کی امید پر اپنے پیروکاروں کو ثابت قدم رکھنے کی پلاننگ تھی ایک اور جگہ موقر قادیانی پرچے میں بوضاحت یہ الہامی پیشن گوئی مرقوم ہے۔

''نہیں معلوم کب خدا کی طرف سے ہمیں دنیا کا چارج سپرد کیا جاتا ہے۔ ہمیں اپنی طرف سے تیار رہنا چاہئے کہ دنیا کو سنبھال سکیں۔'' (21)

جماعتِ احمدیہ کو اپنے سیاسی عزائم کے بارے میں صوبہ بلوچستان سے کس قدر گہری دلچسپی ہے۔ برسوں سے وہ اسے مرزائی سٹیٹ میں بدلنے کے کیسے ناپاک منصوبے بناتے رہے ہیں؟ اس کی ایک جھلک مرزا البشیر الدین محمود احمد کے مندرجہ ذیل بیان میں موجود ہے۔

''بلوچستان کی آبادی پانچ لاکھ یا چھ لاکھ ہے۔ زیادہ آبادی کو احمدی بنانا مشکل ہے لیکن تھوڑے آدمیوں کو احمدی بنانا تو کوئی مشکل نہیں۔ پس جماعت احمدیہ اس طرف پوری توجہ دے تو اس صوبے کو بہت جلد احمدی بنایا جا سکتا ہے۔ اگر ہم سارے صوبے کو احمدی بنا لیں

تو کم از کم ایک صوبہ تو ایسا ہو جائے گا جس کو ہم اپنا صوبہ کہہ سکیں گے۔ پس میں جماعت کو اس طرف توجہ دلاتا ہوں کہ آپ لوگوں کے لئے یہ عمدہ موقع ہے کہ اس سے فائدہ اٹھائیں اور اسے ضائع نہ ہونے دیں۔ پس تبلیغ کے ذریعے بلوچستان کو اپنا صوبہ بنالیں تا کہ تاریخ میں اپنا نام رہے۔''(22)

جماعت احمدیہ شروع شروع سے تقسیم ہند کے خلاف تھی۔ مگر جب قیام پاکستان یقینی نظر آنے لگا تو انہوں نے قادیان کو''مولدِ نبوت'' قرار دے کر ریڈ کلف کمیشن کو ایک علیحدہ عرضداشت پیش کی نیز جنرل گریسی اور لارڈ مونٹ بیٹن سے اپنی وفاؤں کا صلہ چکانے کی اساس پر بحث و پز کرتے رہے۔ اس موقع پر قادیانیوں نے باؤنڈری کمیشن کے سامنے اپنا ایک الگ محضر نامہ پیش کیا۔ موقف یہ تھا کہ کانگرس اور مسلم لیگ دونوں پارٹیوں کا منشور ہمارے لائحہ عمل کے خلاف ہے۔ ہم ان سے الگ تھلک رہنا چاہتے ہیں۔ لہٰذا قادیان کو ویٹیکن سٹی قرار دیا جائے۔ اس یادداشت میں قادیانیوں کی مبالغہ آمیز تعداد، اپنے علیحدہ مذہب اور متعلقہ فوجی و سول ملازمین کی کیفیت کے علاوہ دیگر تفصیلات و جزئیات بھی درج تھیں۔(23) بلکہ قادیانی جماعت نے باؤنڈری کمیشن کو اپنا نقشہ بھی دیا جو انہوں نے 1940ء میں تقسیم کیا تھا۔ اس نقشے میں قادیانیوں کی آبادی کو مسلمانوں سے الگ ظاہر کیا گیا۔

گو مرزائیوں کا یہ مطالبہ درخور اعتناء نہ سمجھا گیا۔ البتہ باؤنڈری کمیشن نے قادیانیوں کے میمورنڈم کو بہانہ بناتے ہوئے قادیانیوں کو مسلمانوں سے الگ قوم قرار دیا۔ یوں گورداسپور کو مسلم اقلیت کا ضلع قرار دے کر اس کے اہم ترین اور فوجی نقطہ نظر سے اہمیت کے حامل علاقے بھارت کے حوالے کرنا آسان ہو گئے۔ نہ صرف کشمیر پاکستان سے کٹ کر رہ گیا۔ بلکہ اس راستے سے ہندوستان کا آتشیں ہاتھ آج بھی بچے کھچے کشمیر اور ملحقہ علاقے کی شاہ رگ پر ہے۔

سید نور احمد سابق ڈائریکٹر تعلقات عامہ اس سے متعلق پوسٹ مارٹم کرتے ہوئے اپنی یادداشتوں کے حوالہ سے رقم طراز ہیں۔

''لیکن اس سے یہ بات واضح ہو گئی ہے کہ ایوارڈ پر ایک مرتبہ دستخط ہونے کے بعد ضلع فیروز پور کے متعلق جس میں 19 اگست اور 17 اگست کے درمیانی عرصہ میں ردوبدل کیا گیا اور ریڈ کلف سے ترمیم شدہ ایوارڈ میں شامل تھی جس پر ریڈ کلف نے 8 اگست کو دستخط کئے تھے یا ایوارڈ کے اس حصہ میں بھی ماؤنٹ بیٹن نے نئی ترمیم کرائی افواہ یہی ہے اور ضلع فیروز پور والی فائل سے اس کی تصدیق ہوتی ہے اگر ایوارڈ کے ایک حصہ میں ناجائز طریق پر ردوبدل ہو سکتی تھی تو دوسرے حصوں کے متعلق بھی یہ شبہ پیدا ہوتا ہے۔ پنجاب حد بندی کمیشن کے مسلمان ممبران کا تاثر، ریڈ کلف کے ساتھ آخری گفتگو کے بعد یہی تھا کہ

گورداسپور جو بہر حال مسلم اکثریت کا ضلع تھا۔ قطعی طور پر پاکستان کے حصے میں آ رہا ہے۔ لیکن جب ایوارڈ کا اعلان ہوا تو نہ ضلع فیروز پور کی تحصیلیں پاکستان میں آئیں اور نہ ضلع گورداسپور (ماسوا تحصیل شکر گڑھ) پاکستان کا حصہ بنا کمیشن کے سامنے وکلاء کی بحث کا کوئی ریکارڈ موجود نہیں۔ یہ کہنا مشکل ہے کہ کمیشن کے سامنے کشمیر کے نقطہ نگاہ سے ضلع گورداسپور کی تحصیل پٹھانکوٹ کی اہمیت کا کوئی ذکر آیا تھا یا نہیں۔ غالباً نہیں آیا تھا۔ کیونکہ یہ پہلو کمیشن کے نقطہ نظر سے قطعاً غیر متعلق تھا۔ ممکن ہے ریڈ کلف کو اس نقطے کا کوئی علم ہی نہ ہو۔ لیکن ماؤنٹ بیٹن کو معلوم تھا کہ تحصیل پٹھانکوٹ کے ادھر اُدھر ہونے سے کن امکانات کے راستے کھل سکتے ہیں۔ اور جس طرح وہ کانگریس کے حق میں ہر قسم کی بے ایمانی کرنے پر اتر آیا تھا۔ اس کے پیش نظر یہ بات ہرگز بعید از قیاس نہیں کہ ریڈ کلف عواقب اور نتائج کو پوری طرح سمجھا ہی نہ ہو اور اس پاکستان دشمنی کی سازش میں کردار اعظم ماؤنٹ بیٹن نے ادا کیا ہو۔

ضلع گورداسپور کے سلسلے میں ایک اور بات بھی قابل ذکر ہے۔ اس کے متعلق چودھری ظفر اللہ خان جو مسلم لیگ کی وکالت کر رہے تھے۔ خود بھی ایک افسوس ناک حرکت کر چکے تھے۔ انہوں نے قادیانیوں کا نقطہ نظر عام مسلمانوں سے (جن کی نمائندگی مسلم لیگ کر رہی تھی) جداگانہ حیثیت میں پیش کیا۔ قادیانیوں کا نقطہ نگاہ بے شک یہی تھا کہ وہ پاکستان میں شامل ہونا پسند کریں گے۔ لیکن جب سوال یہ تھا کہ مسلمان ایک طرف اور باقی سب دوسری طرف تو کسی جماعت کا اپنے آپ کو مسلمانوں سے علیحدہ ظاہر کرنا مسلمانوں کی عددی قوت کو کم ثابت کرنے کے مترادف تھا۔ اگر قادیانی یہ حرکت نہ کرتے تب بھی ضلع گورداسپور کے متعلق شاید فیصلہ وہی ہوتا جو ہوا۔ لیکن یہ حرکت اپنی جگہ بہت عجیب تھی۔ (24الف)

جسٹس دین محمد کو مسلم لیگ کے میمورنڈم کا مطالبہ کرنے کے تھوڑی دیر بعد کسی تقریب میں چودھری ظفر اللہ خان سے (جو مسلم لیگ کے وکیل تھے) ملنے کا اتفاق ہوا۔ انہوں نے علیحدگی میں چودھری صاحب کی توجہ اس بات کی طرف مبذول کرائی کہ

"میمورنڈم میں مسلم لیگی مطالبات کو عجیب طرح پیش کیا گیا تھا۔ جس کا نتیجہ خطرناک ثابت ہو سکتا ہے۔ چودھری صاحب نے جواب دیا کہ مسلم لیگ نے مجھے اپنا وکیل مقرر کیا ہے۔ مطالبات مرتب کرنا مسلم کا کام تھا۔ وکیل کا فرض مؤکل کے مطالبات کی وکالت کرنا ہے۔" (24ب)

اب اس سلسلہ میں خود حد بندی کمیشن کے ایک ممبر جسٹس محمد منیر کا ایک بیان ملاحظہ فرمائیں۔

"اب ضلع گورداسپور کی طرف آیئے کیا یہ مسلم اکثریت کا علاقہ نہیں تھا۔ اس میں کوئی

شک نہیں کہ اس ضلع میں مسلم اکثریت بہت معمولی تھی لیکن پٹھانکوٹ تحصیل اگر بھارت میں شامل کر دی جاتی تو باقی ضلع میں مسلم اکثریت کا تناسب خود بخود بڑھ جاتا۔ مزید برآں مسلم اکثریت کی تحصیل شکر گڑھ کو تقسیم کرنے کی مجبوری کیوں پیش آئی۔ اگر اس تحصیل کو تقسیم کرنا ضروری تھا تو دریائے راوی کی قدرتی سرحد یا اس کے معاون نالے کو کیوں نہ قبول کیا گیا۔ بلکہ اس مقام سے اس نالے کے مغربی کنارے کو سرحد قرار دیا گیا۔ جہاں یہ نالہ ریاست کشمیر سے صوبہ پنجاب میں داخل ہوتا ہے۔ کیا گورداسپور کو اس لئے بھارت میں شامل کیا گیا کہ اس وقت بھی بھارت کو کشمیر سے منسلک رکھنے کا عزم و ارادہ تھا۔"

اس ضمن میں میں ایک بہت ناگوار واقعہ کا ذکر کرنے پر مجبور ہوں۔

"میرے لئے یہ بات ہمیشہ ناقابلِ فہم رہی ہے کہ قادیانیوں نے علیحدہ نمائندگی کا کیوں اہتمام کیا۔ اگر قادیانیوں کو مسلم لیگ کے موقف سے اتفاق نہ ہوتا تو ان کی طرف سے علیحدہ ترجمانی سے مسلم لیگ کے موٴقف کو تقویت پہنچانا چاہتے تھے۔ لیکن اس سلسلہ میں انہوں نے شکر گڑھ کے مختلف حصوں کے لئے حقائق اور اعداد و شمار پیش کئے۔ اس طرح قادیانیوں نے یہ پہلو اہم بنا دیا کہ نالہ بھین اور نالہ بسنتر کے درمیانی علاقہ میں غیر مسلم اکثریت میں ہیں اور اسی دعویٰ کے لئے دلیل میسر کر دی کہ اگر نالہ اُجھ اور نالہ بھین کا درمیانی از خود بھارت کے حصہ میں آجائے گا۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ علاقہ ہمارے حصے میں آگیا ہے۔ لیکن گورداسپور کے متعلق قادیانیوں نے اس وقت سے ہمارے لئے سخت مخمصہ پیدا کر دیا۔" (25 الف)

مسٹر ظفر اللہ خان کی مزید بحسنِ کارکردگی کا حدود اربعہ بحسن و وجوہ بالکل واضح ہو کر منظر عام پر آجاتا ہے۔ اگر روزنامہ "مشرق" لاہور کے ایک ایڈیٹوریل کا مطالعہ کیا جائے جس سے حقائق کی مکمل نقاب کشائی ہوتی ہے۔ ملاحظہ فرمائیے۔

"بھارت کے مشہور اخبار "ہندوستان ٹائمز" میں بھارت کے سابق کمشنر سری پرکاش کی قسط وار خود نوشت سوانح عمری چھپ رہی ہے۔ جس میں انہوں نے پاکستان کے سابق وزیر خارجہ اور عالمی عدالت کے جج سر محمد ظفر اللہ خان کے بارے میں یہ لکھا ہے کہ 1947ء میں انہوں نے قائد اعظم محمد علی جناح کو بیوقوف قرار دیا تھا۔ اور کہا تھا کہ اگر پاکستان بن گیا تو اس سے ہندوؤں سے زیادہ مسلمانوں کو نقصان پہنچے گا۔ مسٹر سری پرکاش

نے مزید لکھا ہے کہ کچھ عرصہ بعد جب کراچی میں سر ظفر اللہ سے ملاقات ہوئی اور میں نے ان سے پوچھا کہ اب قائداعظم اور پاکستان کے بارے میں کیا خیال ہے تو انہوں نے کہا میرا جواب اب بھی وہی ہے جو پہلے دن تھا۔" (25ب)

مندرجہ بالا تاریخی حقائق کو حُسنِ ظن کے باعث محض الزام تراشی خیال نہ کر لیا جائے۔ قادیانی مذہب و سیاست کے موقر جریدہ "الفضل" کے متعدد پرچے اس دعویٰ پر شاہد ہیں۔ جب قیام پاکستان ناگزیر نظر آنے لگا تو مرزا بشیر الدین محمود احمد خلیفہ ربوہ نے 17 مئی 1947ء کو بدحواسی کے عالم میں ایک بیان داغ دیا۔ یہ "الفضل" اخبار کے صفحہ اوّل پر شہ سرخیوں کے ساتھ شائع ہوا۔ بناء بریں سینکڑوں ٹھوس ثبوت موجود ہیں۔ جن سے معلوم ہوتا ہے کہ مرزائی قوم آج تک اکھنڈ بھارت کا خواب دیکھ رہی ہے۔ الغرض مذکورہ بیان کی چند سطور نذر قرطاس ہیں۔

"میں قبل ازیں بتا چکا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کی مشیت ہندوستان کو اکٹھا رکھنا چاہتی ہے اور قوموں کی منافرت کی وجہ سے عارضی طور پر الگ بھی کرنا پڑے یہ اور بات ہے، ہم ہندوستان کی تقسیم پر رضامند ہوئے تو خوشی سے نہیں بلکہ مجبوری سے اور پھر یہ کوشش کریں گے کہ کسی نہ کسی طرح جلد متحد ہو جائیں۔" (26)

نا مکمل ہے سقوطِ کارواں کی داستان
اس میں تھوڑا سا بیان رہبر بھی چاہئے

منقولہ عبارت سے عجمی نبوت کے مقلدین کی پاکستان دشمنی بخوبی سمجھ میں آ سکتی ہے۔ کیونکہ ان کے نام نہاد خلیفہ نے برملا کہا کہ اللہ تعالیٰ کی مشیت برصغیر پاک و ہند کو وفاق کی لڑی میں پروئے رکھنا چاہتی ہے۔ اور۔۔۔ تو پھر یہ لوگ وطن عزیز کے لئے مخلص کیسے ہو سکتے ہیں۔ چند دیگر حوالہ جات کی تفصیل ملاحظہ فرمائیں۔

لاشہ قائد اور نفرتوں کی آگ:

قائداعظم رحمۃ اللہ علیہ کے انتقال پُرملال سے پوری قوم کی کمر ٹوٹ گئی۔ آپ کے داغ مفارقت سے ہر شخص یوں دکھائی دیتا تھا جیسے وہ یتیم ہو گیا ہو لیکن اس جانکاہ حادثہ پر بھی قادیانیوں کا رویہ انتہائی توہین آمیز اور قابل اعتراض رہا پاکستان کے باشعور شہری جانتے ہیں کہ سر ظفر اللہ خاں نے بانی پاکستان کی نماز جنازہ پڑھنا پسند نہ کی۔ اور وہ ایک طرف الگ بیٹھا رہا۔ حالانکہ اس وقت یہ وزیر خارجہ کے عہدے پر فائز تھا۔ جب اخبارات اس معاملے کو منظرِ عام پر لائے تو ان کی طرف سے درج ذیل جواب دیا گیا۔

"جناب چودھری محمد ظفر اللہ خاں پر ایک اعتراض یہ کیا جاتا ہے کہ آپ نے قائداعظم کا جنازہ نہیں پڑھا۔ تمام دنیا جانتی ہے کہ قائداعظم احمدی نہ تھے۔ لہٰذا جماعتِ احمدیہ کے کسی فرد کا جنازہ نہ پڑھنا کوئی قابل اعتراض بات نہیں۔" (27)

دوسری جگہ لکھا گیا۔

"کیا یہ حقیقت نہیں کہ ابو طالب بھی قائداعظم کی طرح مسلمانوں کے بہت بڑے محسن تھے۔ مگر مسلمانوں نے آپ کا جنازہ پڑھا اور نہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے۔" (28)

ایک اور موقع پر چودھری ظفر اللہ خاں سے سوال ہوا کہ آپ قائداعظم کے جنازہ کے وقت غیر مسلم سفیروں کے ساتھ گراؤنڈ میں ایک طرف بیٹھے رہے۔ جنازے میں شامل نہ ہونے کی کیا وجہ تھی؟ وہ بولے۔

"آپ مجھے مسلمان حکومت کا ایک کافر یا ایک کافر حکومت کا ایک مسلمان ملازم خیال کر لیں۔" (29)

چند برس پہلے ایک رسالے میں ظفر اللہ خاں صاحب کا مفصل انٹرویو شائع ہوا تھا۔ اُن سے پوچھا گیا آپ پر ایک اعتراض اکثر ہوتا ہے کہ آپ نے قائداعظم کا جنازہ موجود ہوتے ہوئے نہیں پڑھا۔ جواب دیا۔

"ہاں یہ بات ٹھیک ہے میں نے نہیں پڑھا۔ یعنی قائداعظم کا جنازہ پڑھنا تو ایک اعتراض کی بات ہے کہ یہ شخص منافق ہے۔ یہ غیر احمدی کا جنازہ نہیں پڑھتے اور اس نے پڑھ لیا۔ تب تو میرے کریکٹر کے متعلق کہا جا سکتا تھا کہ منافق ہے۔ اس کا عقیدہ کچھ ہے، عمل کچھ کرتا ہے۔ اس نے ہر دلعزیزی حاصل کرنے کی خاطر قائداعظم کا جنازہ تو پڑھ لیا تھا۔ میرے عقیدے کو وہ جانتے ہیں۔ میرے عقیدے کو انہوں نے ناٹ مسلم قرار دیا ہے۔ تو اگر میں آئینی اور قانونی اعتبار سے ناٹ مسلم ہوں تو ایک ناٹ مسلم پر کیسے واجب ہے کہ مسلمان کا جنازہ پڑھے۔ ان کی اپنی کرتوت تو سامنے ہونی چاہئے نہ پڑھنے پر کیا اعتراض ہے۔ سارے جہاں کو معلوم ہے کہ ہم نہیں پڑھتے غیر احمدی کا جنازہ۔" (30)

اس جسارت کا مختصراً پس منظر حوالہ قرطاس ہے۔

"ہمارا یہ فرض ہے کہ غیر احمدیوں کو مسلمان نہ سمجھیں اور نہ ان کے پیچھے نماز پڑھیں۔ کیونکہ ہمارے نزدیک وہ خدا تعالیٰ کے ایک نبی کے منکر ہیں۔ (31الف) غیر احمدی مسلمانوں کا جنازہ پڑھنا ناجائز حتیٰ کہ غیر احمدی معصوم بچے کا بھی جائز نہیں۔" (31ب)

کھل کے رو لینے کی فرصت پھر نہ اس کو مل سکی
آج پھر انور ہنسے گا بے تحاشا دیکھنا

یادوں کے جھروکے:

لوگ گھبراتے ہیں کہ ان کی مخالفت کیوں کی جاتی ہے لوگ جھنجلا اٹھتے ہیں کہ ان کی عداوت کیوں کی جاتی ہے۔ لوگ چڑتے ہیں کہ انہیں دُکھ کیوں دیا جاتا ہے۔ لیکن اگر گالیاں دینے اور دُکھ دینے کی یہی وجہ ہے کہ وہ ہمارا شکار ہیں تو پھر ہمیں گھبرانا نہیں چاہئے اور نہ کسی قسم کا فکر کرنا چاہئے۔ بلکہ ہمیں خوش ہونا چاہئے کہ دشمن (پاکستانی مسلمان) یہ محسوس کرتا ہے کہ اگر ہم میں کوئی نئی حرکت پیدا ہوتی تو ہم اس کے مذہب کو کھا جائیں گے۔" (32الف)

قادیانی چیلنج:

"اگر تبلیغ کے لئے کسی قسم کی رکاوٹ پیدا کی جائے تو ہم یا تو ملک (پاکستان) سے نکل جائیں گے یا پھر اگر اللہ تعالیٰ اجازت دے تو پھر ایسی حکومت سے لڑیں گے۔" (32ب)

"یہ آٹھ دس موٹے صیغے ہیں جن کے ذریعہ سے جماعت اپنے حقوق محفوظ کرا سکتی ہے۔ ہماری جماعت کے نوجوان فوج میں بے تحاشا جاتے ہیں اس کے نتیجہ میں فوج میں دوسرے محکموں کی نسبت سے بہت زیادہ ہے اور ہم اس سے اپنے حقوق کی حفاظت کا فائدہ نہیں اٹھا سکتے۔ باقی محکمے خالی پڑے ہیں۔ بے شک آپ لوگ اپنے لڑکوں کو نوکری کرائیں، لیکن وہ نوکری اسی طرح کیوں نہ کرائی جائے جس سے جماعت فائدہ اٹھا سکے۔ پیسے بھی اسی طرح کمائے جائیں کہ ہر صیغے میں آدمی موجود ہوں اور ہر جگہ ہماری آواز پہنچ سکے۔ (33)

3 اپریل 1947ء کو چودھری ظفر اللہ خان کے بھتیجے کی شادی کے موقع پر خلیفہ ربوہ مرزا بشیر الدین محمود نے رویاء کی تعبیر بیان کرتے ہوئے کہا۔

"اور جہاں تک اللہ تعالیٰ کے اس فعل پر جو مسیح موعود کی بعثت سے وابستہ ہے۔ غور کیا ہے۔ میں اس نتیجہ پر پہنچا ہوں کہ ہندوستان میں ہمیں دوسری اقوام کے ساتھ مل جُل کر رہنا چاہئے اور ہندوؤں اور عیسائیوں کے مشارکت رکھنی چاہیئے۔ حقیقت یہی ہے کہ ہندوستان جیسی مضبوط بیس (Base) جس قوم کو مل جائے اس کی کامیابی میں کوئی شک نہیں رہتا اللہ تعالیٰ کی اس مشیت سے کہ اس نے احمدیت کے لئے اتنی وسیع بیس مہیا کی

ہے۔ پتہ لگتا ہے کہ وہ سارے ہندوستان کو ایک سٹیج پر جمع کرنا چاہتا ہے۔ اور سب کے گلے میں احمدیت کا جواء ڈالنا چاہتا ہے۔ اس لئے ہمیں کوشش کرنی چاہئے کہ ہندو مسلم سوال اُٹھ جائے اور ساری قومیں شیر و شکر ہو کر رہیں، تا کہ ملک کے حصے بخرے نہ ہوں۔ بے شک یہ کام بہت مشکل ہے۔ مگر اس کے نتائج بہت شاندار ہیں اور اللہ تعالیٰ چاہتا ہے کہ ساری قومیں متحد ہوں تا کہ احمدیت اس وسیع بیس پر ترقی کرے۔ چنانچہ اس رویاء میں اس طرف اشارہ ہے۔ ممکن ہے کہ عارضی طور پر کچھ افتراق ہو اور کچھ وقت کے لئے دونوں قومیں جُدا جُدا رہیں۔ مگر یہ حالت عارضی ہوگی اور ہمیں کوشش کرنی چاہئے کہ جلد دُور ہو جائے۔ بہر حال ہم چاہیں گے کہ اکھنڈ ہندوستان بنے اور ساری قومیں باہم شیر و شکر ہو کر رہیں۔'' (34الف)

مرزائیوں کے دامن سے اقتدار کی خواہش کس طرح لپٹی ہوئی تھی اس کا ہلکا سا اندازہ ان اقتباسات سے لگایا جا سکتا ہے۔

''پس جو لوگ کہتے ہیں کہ ہم میں سیاست نہیں وہ نادان ہیں۔ وہ سیاست کو سمجھتے ہی نہیں۔ جو شخص یہ نہیں مانتا کہ خلیفہ کی بھی سیاست ہوتی ہے، وہ خلیفہ کی بیعت ہی کیا کرتا ہے؟ اس کی کوئی بیعت نہیں اور اصل بات تو یہ ہے کہ ہماری سیاست گورنمنٹ کی سیاست سے بھی زیادہ ہے۔ پس اس سیاست کے مسئلے کو اگر میں نے بار بار بیان نہیں کیا تو اس کی وجہ صرف یہی ہے کہ میں نے اس سے جان بوجھ کر اجتناب کیا ہے آپ لوگوں کو یہ بات خوب سمجھ لینی چاہئے کہ خلافت کے ساتھ ساتھ سیاست بھی ہے اور جو شخص یہ نہیں مانتا وہ جھوٹی بیعت کرتا ہے۔'' (34ب)

قادیانی سیاست کا نصب العین یہ ہے کہ بہر صورت قادیانی ریاست قائم ہو۔ اسی موضوع پر تقریر کرتے ہوئے خلیفہ قادیانی نے اپنے پروگرام پر ان الفاظ میں روشنی ڈالی۔

''ہم میں سے ہر ایک احمدی یہ یقین رکھتا ہے کہ تھوڑے عرصہ کے اندر ہی (خواہ ہم اس وقت تک زندہ رہیں یا نہ رہیں۔ لیکن بہر حال وہ عرصہ غیر معمولی طور پر لمبا نہیں ہو سکتا) ہمیں تمام دنیا پر نہ صرف عملی برتری حاصل کرنی ہوگی۔ بلکہ سیاسی اور مذہبی برتری بھی حاصل ہو جائے گی۔۔۔ جب ہمارے سامنے بعض حکام آتے ہیں تو ہم اس یقین اور وثوق کے ساتھ ان سے ملاقات کرتے ہیں کہ کل یہ نہایت عجز و انکسار کے ساتھ ہم سے استمداد کر رہے ہوں گے۔'' (35)

''میرا خیال ہے کہ ہم حکومت سے صحیح تعاون کر کے جس قدر جلد حکومت پر قابض ہو سکتے

ہیں، عدم تعاون سے نہیں ہوں گے۔"(36)

خلیفہ محمود نے اپنے خطبہ میں ایک الہام کی تفسیر بیان کرتے ہوئے کہا۔

"اس وقت اسلام کی ترقی خدا تعالیٰ نے میرے ساتھ وابستہ کر دی ہے۔ یاد رکھو! سیاسیات، اقتصادیات اور تمدنی امور حکومت کے ساتھ وابستہ ہیں۔ پس جب تک ہم اپنے نظام کو مضبوط نہ کریں اور تبلیغ و تعلیم کے ذریعے حکومتوں پر قبضہ کرنے کی کوشش نہ کریں، ہم اسلام کی ساری تعلیم کو جاری نہیں رکھ سکتے۔"(37)

مرزائی خلیفہ نے منیر انکوائری کمیٹی کے روبرو تسلیم کیا کہ

"انہوں نے 11 جون 1944ء کو اپنی ایک تقریر میں پاکستان کے مطالبہ کو غلامی مضبوط کرنے والی زنجیر قرار دیا تھا۔"(38)

خلیفہ مذکور نے "سکھ قوم کے نام دردمندانہ اپیل" نامی ایک پمفلٹ میں جو 3 جون 1947ء کو شائع ہوا۔ یہ الفاظ لکھے۔

"میں دعا کرتا ہوں اے میرے رب، میرے اہل ملک کو سمجھ دے، اول تو یہ ملک بٹے نہیں اور اگر بٹے تو پھر مل جانے کے راستے کھلے رہیں۔"(39)

سازشوں کے شعلے:

اپنی غیرت بیچ ڈالیں، اپنا مسلک چھوڑ دیں
رہنماؤں میں بھی کچھ لوگوں کا یہ منشاء تو ہے

یہ تو خیر قبل آزادی کی باتیں تھیں۔ اب بعد از تقسیم ان کے عزائم کا جائزہ لیتے ہیں، صوبہ بلوچستان کو قادیانی ریاست میں تبدیل کرنے کے منصوبے کو جناب خلیفہ محمود صاحب اپنے ایک خطبہ میں بیان کرتے ہیں۔

"یہی علاقہ جس کے متعلق میں نے کہا تھا بہت چھوٹا سا ہے۔ اگر تم کوشش کرو اور ہمدردی کے جذبات لے کر لوگوں کے پاس جاؤ تو یہ سارا علاقہ احمدی ہو سکتا ہے۔ اس بات پر تین سال گزر گئے، لیکن اس کام کے کرنے کی طرف توجہ نہیں کی گئی۔ بے شک کتے بھونکتے رہیں گے قافلہ چلتا رہے گا۔"(40)

13 اگست 1948ء کے الفضل میں بھی مرزا بشیر الدین کا خطبہ اسی خیال کا حامل ہے۔ یہ اس کی کوئی لمحاتی تمنا نہیں بلکہ بار بار اس کا اعادہ کرتا رہا۔ اس عزم کا ایک نمونہ یہ بھی ہے۔

"ہماری جماعت کو چاہئے کہ وہ اپنے اندر ایک نئی تبدیلی پیدا کرے، ایک ایسی تبدیلی جو ایک قلیل ترین عرصہ میں اُسے دوسری قوتوں پر غالب کر دے۔" (41)

مؤلف "تاریخ احمدیہ" نے واضح طور پر لکھا ہے۔

"ہم دل سے پہلے ہی اکھنڈ ہندوستان کے قائل تھے، جس میں مسلمانوں کا پاکستان اور ہندو کا ہندوستان برضا و رغبت شامل ہوں اور اب بھی ہمارا عقیدہ یہی ہے۔" (42)

ایک وقت گزرا جب قادیانی امیر کا جذبہ جوان تھا کیوں نہ ہوتا؟ اربابِ بست و کشاد ان کی گرفت میں تھے، اسی سبب سے لہجہ میں بانکپن آ گیا۔ ایک خطبہ میں کہا۔

"اپنا یا بیگانہ، کوئی اعتراض کرے کوئی پرواہ نہیں۔ ہونا وہی ہے جو میں نے کہا ہے اور وہی ایک دن ہم کر کے رہیں گے۔" (43)

ایک مرتبہ اس نے اعلان کیا کہ اب صوبہ بلوچستان ہمارے ہاتھوں سے نکلا نہیں، یہ ہماری شکارگاہ ہوگا۔ دنیا کی ساری قومیں مل کر بھی ہم سے علاقہ نہیں چھین سکتیں۔ 23 جولائی 1948ء کو کہا۔

"ہم بلوچستان کو احمدی صوبہ بنانا چاہتے ہیں۔"

اس پر تبصرہ کرتے ہوئے ججوں نے لکھا کہ "ان کی تقریر نہ صرف نامناسب بلکہ غیر مآل اندیشانہ اور اشتعال انگیز تھی۔" (44)

مرزا ناصر احمد نے مسندِ خلافت پر متمکن ہو کر اپنے ارادتمندوں کو ایک لمبا چوڑا منصوبہ دیا، اس کا آخری ہدف کیا تھا۔ کچھ معلوم نہیں، گزشتہ تحریروں کی نسبت سے یہ نشانہ مسلمان ممالک پر صادق آتا ہے۔ اظہار ہوا۔

"میں تمام جماعت کو جو یہاں موجود ہے اور پوری دنیا کو کامل یقین کے ساتھ کہتا ہوں کہ آئندہ پچیس تیس سال کے اندر دنیا میں ایک عظیم الشان تغیر پیدا ہونے والا ہے۔ وہ دن قریب ہے کہ جب دنیا کے بہت سے ممالک کی اکثریت اسلام (قادیانیت) قبول کر چکی ہوگی۔ اور دنیا کی سب طاقتیں مل کر آنے والے روحانی انقلاب کو روک نہیں سکتیں۔" (45)

کروٹ بدل رہے تھے تہ خاک زلزلے
کہنے کو پُر سکون تھی فضا میرے سامنے

سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اگر مرزائی علیحدہ اسلامی ریاست قائم کرنے کے خلاف تھے تو وہ نقل مکانی کر کے یہاں کیسے آ گئے؟ ایک لحہ یہ بات چھوڑ دیجئے! تاریخ کے طالب علم اکثر اس شش و پنج میں پڑے

رہتے ہیں کہ مولانا سید ابو الاعلیٰ مودودی صاحب کو مسلم لیگ سے اختلاف رکھنے کے باوجود بالآخر پٹھانکوٹ سے بھاگ کر پاکستان کیوں آنا پڑا۔ یک قومی نظریہ کے حامی ان گنت علماء کو ہندو قیادت قبول نہ کر سکی۔ امام الہند مولانا ابوالکلام آزاد کو نفسیاتی اعتبار سے تاحیات اپنی آزادروش کا قلق رہا۔ جو قومی مفاد کو داؤ پر لگا دیں، انہیں خمیازہ بھگتنا ہی پڑتا ہے۔

آپ جوش ملیح آبادی جیسے باطل فکر کی سرگزشت سے قیاس کر سکتے ہیں وہ اسلام سے کلیتاً باغی تھا۔ اُس نے گلے میں مالا اور پیشانی پر تلک سجا کر محرابِ مسجد کو پاؤں تلے روند بھی ڈالا اور ''کوئی موجود نہیں الا انسان'' کے ترانے بھی گائے۔ لیکن مسلمان کے گھر میں پیدا ہونے کا گناہ کسی صورت میں بھی ناقابل معافی نہ ہو سکا۔ غیرت کا جوہر زندہ ہوتا تو اسے چاہئے تھا کہ اپنے من کی دنیا ''روس'' میں جا بستا۔ بھارت ماتا میں تابع فرمان بیٹے کو قبر کے لئے جگہ نہ مل سکی، سو وہ پاکستان دوڑ آیا۔ المختصر پاک وطن میں مرزائیوں کی آمد کا پس منظر خاصا متنوع ہے۔ دیگر چند اہم وجوہات سپردِ قلم کئے دیتا ہوں۔

1: اس ٹولے کو بذریعہ انگریزی و شیطانی الہام مکمل یقین تھا کہ وہ خاکم بدہن جلد یا بدیر پاکستان کو کسی نہ کسی طریقہ سے اپنے دائرہ اختیار میں لے آئیں گے اور یہ کہ باوجود معمولی اقلیت ہونے کے وہ ایک اہم عنصر کی حیثیت سے مملکتِ خداداد میں وہی اہمیت حاصل کر سکتے ہیں جو امریکہ میں یہودیوں نے کی ہے۔

2: اکھنڈ بھارت کے خواب کی تعبیر کسی اور ذریعہ سے شاید خاصی دشوار تھی۔ مناسب سمجھا گیا کہ شراب پر زمزم اور کفر پر اسلام کا لیبل چپکا دو۔ مزید برآں سور کا گوشت فروخت کرنے کی خاطر دکان پر حلال جانور کا چھڑا لٹکا دیا جائے۔ بالفاظ دیگر حلقہ قادیانیت میں مخلص مائیں وہی ہیں جو اپنی کوکھ سے مثیلِ جعفر (بنگال) بروزی رنگ میں صادق (دکن) جیسے اور ظلی طور پر میر قمر الدین جیسے بیٹوں کو جنم دیں۔ (ہمیں اعتراف ہے اس جنس میں مرزائی نہ صرف خود کفیل ہیں بلکہ ان کی انجمنِ تاجران برآمد کا کاروبار کر کے زرِ کثیر کما چکی ہے۔)

3: انہیں خدشہ تھا کہ وہ ہندوستان میں مختلف وجوہ کی بنا پر کوئی یادگار رول ادا نہ کر سکیں گے۔ چونکہ مسلمانوں کو اقلیت بن کر رہنا تھا۔ اس لئے امور حکومت میں عددی اکثریت کے مقابل ان کو کون سنتا۔ ویسے بھی کلمہ گو قادیانیوں کو اپنا حصہ تقسیم کرنے والے نہ تھے۔

4: ہندوؤں کی خواہش تھی کہ ایک ایسا گروہ پاکستان میں موجود رہے جو بوقتِ ضرورت ہمیں ہر قسم کی معلومات فراہم کرے۔ انگریز نے بھی معنوی اولاد کی پیٹھ ٹھونک دی پس ان کا مقصدِ قیام فرقہ وارانہ منافرت پیدا کرنا۔ صوبائی تعصب پھیلانا، منشیات کو عام کرنا، تخریب کاری کا عمل

جاری رکھنا، سینوں سے یادرسول اللہ ﷺ کی تڑپ مٹا دینا اور اہم مراکز سے فوجی وسیاسی نوعیت کے راز چُرا کر اپنے ہندو بھائیوں تک پہنچا کر داد پانا ہے۔

5: قادیانی مجلسِ شوریٰ خیال کرتی تھی کہ مسلمانوں کی مذہبی پارٹیاں غلط سیاسی مؤقف پر بضدرہ کر عوام کے ہاتھوں پٹ چکی ہیں۔ نیز مسلم لیگ کے بااثر حلقے میں محدود سے چند ہی ایسے افراد موجود ہوں گے جن کا ہر معاملہ اسلام کے عین مطابق ہو اور یہ کہ کامیابی کے آثار دیکھ کر اکثر مفاد پرست، ابن الوقت، جاہ طلب اور ایمان فروش اس پارٹی میں در آئے ہیں۔ اس لئے ماسوائے خواص کے ہر ایک بک سکتا ہے اور ضرورت مند خریدار بھاری قیمت لگانے سے بھی گریز نہیں کیا کرتے۔ لہٰذا ہو نہ ہو منظم طریقے سے ہر قسم کے جال بچھا دینے چاہئیں۔ تاکہ ہماری خباثتیں بے نقاب نہ ہوں اور لوٹنے کا عمل جاری رہے۔

لاکھوں جانیں ضائع کر کے اپنی جان بچاؤ گے
لیکن اتنا یاد رکھو، تم لاشوں میں گھر جاؤ گے

شیش محل:

ریکارڈ گواہ ہے کہ قادیانی ٹولہ آزادی سے پہلے پاکستان کا کھلا دشمن تھا، اور مملکتِ خداداد کے معرض وجود میں آجانے کے بعد اس کا چھپا ہوا دشمن ہے۔

قیام پاکستان کو ابھی زیادہ مدت نہ گزری تھی کہ ایک بار سر ظفر اللہ خان نے خواجہ ناظم الدین کی مرضی کے خلاف جہانگیر پارک کراچی میں 17، 18 مئی 1953ء کو انجمنِ احمدیہ کے جلسہ سے خطاب کرتے ہوئے کہا۔

"احمدیت ایک ایسا پودا ہے جو اللہ تعالیٰ نے خود لگایا ہے۔ اور اب جڑ پکڑ چکا ہے تاکہ قرآن کے وعدے کی تکمیل ہو اسلام کی حفاظت کا ضامن ہو۔ اور اگر یہ پودا اکھیڑ دیا گیا تو اسلام ایک زندہ مذہب کی حیثیت سے باقی نہ رہے گا۔ بلکہ ایک سوکھے ہوئے درخت کی مانند ہو جائے گا۔ اور دوسرے مذاہب پر اپنی برتری کے ثبوت مہیا نہ کر سکے گا۔"(46)

ان یاوہ گوئیوں سے قوم میں اضطراب کی ایک لہر دوڑ گئی۔ ان دنوں ہر شخص کہہ رہا تھا کہ پاکستان خطرے میں ہے اور اس کے لئے سب سے بڑا خطرہ یہ اندرونی دشمن ہیں۔

زنجیر کے حلقے تو سلامت ہیں مری جاں
سہمی ہوئی جھنکار سے دل ڈوب رہا ہے

"تاریخِ احمدیت" مولفہ دوست محمد شاہد جلد 6، صفحہ 677 پر پاکستان کے پہلے انگریز کمانڈر انچیف جنرل گریسی کا تحسین وستائش سے بھرپور خط مرقوم ہے۔ جس میں "فرقان بٹالین" کی خدمات کو سراہا گیا ہے۔

آغا شورش کاشمیری اس کا پس منظر بیان کرتے ہوئے رقمطراز ہیں۔

"پاکستان نے اپنی آزادی کے تیسرے مہینے اکتوبر 1947ء میں کشمیر کا مطالبہ کیا تو اس جنگ میں قادیانی اُمت (اپنے مفادات کی خاطر) فی الفور کود پڑی۔ اس نے فرقان بٹالین (مرزئیوں کی ایک خطرناک عسکری تنظیم) کے نام سے ایک پلاٹون تیار کی جو سیالکوٹ کے نزدیک جموں کے محاذ پر واقع گاؤں "معراجکے" میں متعین کی گئی۔ اس نے وہاں کیا خدمات انجام دیں؟ اس کے تذکرہ وافشاء کا محل نہیں۔ لیکن اس وقت پاکستان کے کمانڈر انچیف جنرل سر ڈگلس گریسی تھے۔ جن کے متعلق معلوم ہو چکا ہے کہ وہ پاکستان کی فوج کو کشمیر میں استعمال کرنے کے خلاف تھے اور شخصی طور پر کشمیر کی لڑائی کے حق میں تھے بلکہ ان کی معرفت بعض معلومات ہندوستان کے کمانڈر انچیف جنرل سر آکن لیک تک پہنچتی رہیں۔"(47)

افغانستان اور پاکستان میں تعلقات کی کشیدگی کا سب سے پہلا اور اہم سبب بھی سر ظفر اللہ خاں ہی تھے۔ قرائن بتاتے ہیں مرزا محمود افغانستان کے لئے اور افغانستان ان کے لئے ناقابلِ قبول تھے۔ مرزائیوں نے تین قادیانی مبلغوں کے قتل پر افغانی سفیر مقیم برطانیہ کو عذاب خداوندی کی وعید سنائی۔ آنجہانی مرزا محمود تب سے افغانستان کے خلاف تھے۔ اور ان کے نزدیک افغانستان کا ہر ابتلاء ان کی بددعا کا نتیجہ تھا۔ (48)

مختصراً واقعہ یوں ہے افغانستان میں نعمت اللہ قادیانی جولائی 1924ء میں گرفتار ہوا۔ اس کے خلاف جاسوسی ارتداد، اطاعتِ انگریز اور تبلیغ ترکِ جہاد کے ثبوت مل گئے تو سنگسار کر دیا گیا۔ فروری 1925ء میں دو اور قادیانی ملا عبدالحلیم اور ملا نور علی کو اسی جرم میں موت کی سزا دی گئی۔ مرزائی خلیفہ کے اطاعت گزار کسی بھی فرد کو یہ گوارا نہیں ہو سکتا تھا کہ افغانستان اور پاکستان میں خوشگوار تعلقات استوار ہوں۔ ابتداء میں وزیر خارجہ کی غلط پالیسیوں، متعصب رویے اور مشتمانہ جذبات کی وجہ سے جو رنجش پیدا ہوئی تھی، آگے چل کر اس نے ایک خطرناک صورت حال اختیار کر لی۔ اب اس کے تمام نتائج وعواقب ہمارے سامنے ہیں۔

گزشتہ دنوں پاکستان کے بعض پرچوں میں مشہور سراغرساں جیمز سالومن ونسٹنٹ کی یادوں کے

حوالے سے ایک چونکا دینے والا انکشاف شائع ہو چکا ہے۔ اس فیچر سے سارے ملک کے سیاسی حلقے حیرت زدہ رہ گئے۔ بتایا گیا تھا کہ پاکستان کے پہلے وزیر اعظم لیاقت علی خان کو سید اکبر نے نہیں بلکہ ایک جرمن قادیانی جیمز کنزے نے قتل کیا۔ اس قادیانی کی پرورش اور سازش کا پورا ڈرامہ آنجہانی ظفر اللہ خان کے زرخیز ذہن کی پیداوار تھا۔ لیاقت علی خاں کے قتل کی یہ رپورٹ آج بھی سنٹرل انٹیلی جنس کراچی کے دفتر میں موجود ہے۔ (49الف)

چند دیگر ذرائع سے اس پلان کا ایک پہلو اور بھی اجاگر ہوتا ہے۔ بتایا جاتا ہے کہ ایک بار علماء کے ایک وفد نے کراچی میں لیاقت علی خان سے طویل ملاقات کی۔ اور ان کے سامنے قادیانیوں کے مذہبی عقائد و سیاسی عزائم کے دستاویزی ثبوت پیش کیے۔ کہتے ہیں، اس موقع پر لیاقت علی خان کو ان سامراجی گماشتوں کے مکارانہ افکار اور عیارانہ کردار کا پہلی مرتبہ احساس ہوا۔ ایک اور ملاقات کا اہتمام سیالکوٹ میں کیا گیا تھا۔ یہاں لیاقت علی خاں مرحوم نے اپنا ارادہ ظاہر کیا کہ وہ عنقریب عملی اقدام اٹھانے والے ہیں۔ ایک روایت یہ بھی ہے کہ جناب لیاقت علی خان نے سر ظفر اللہ کو وزارت خارجہ سے ہٹانے کا پختہ عزم کر لیا تھا۔ اور وہ راولپنڈی کے جلسہ عام میں اسی کا اعلان کرنے والے تھے۔ انہیں گمان تھا کہ عوام کے روبرو یہ بیان دینے سے ان کی ہر دلعزیزی میں اضافہ ہو گا۔ (49ب)

گذشتہ دنوں میجر (ریٹائرڈ) امیر افضل کا ایک سنسنی خیز آرٹیکل بعنوان ''لیاقت علی کا قتل۔ تصویر کا دھندلا پہلو'' روزنامہ ''نوائے وقت'' لاہور کے صفحات کی زینت بنا۔ وہ حقائق کے بیان میں رقمطراز ہیں۔

''دوسرا تاریخی پہلو یہ ہے کہ کیا سید اکبر لیاقت علی کا قاتل تھا؟ ہمارے ایک فقیر قسم کے بریگیڈیئر نوشیرواں مرحوم ہوتے تھے۔ ایک دن انہوں نے جنرل ایوب کی سیکورٹی افسر میجر ظفر اور اہم چند دوسرے افسروں کے سامنے ایک ''ڈرامہ'' کیا۔ ہم بات کو نہ سمجھے کہنے لگے۔ ''نادانو! بڑے افسروں کے ساتھ پھرتے رہتے ہو معمولی بات نہیں سمجھتے۔ میں نے سید اکبر پر لیاقت کے قتل کا الزام کا ڈرامہ کیا ہے۔ سید اکبر بے چارہ بے قصور تھا۔ اس کو قربانی کا بکرا بنایا گیا۔ لیاقت کو گولی مارنے والے اور تھے۔ اور سید اکبر کو پولیس والے ہی ایبٹ آباد سے پنڈی اس غرض سے لائے تھے کہ اس کو قربانی کا بکرا بنائیں وغیرہ۔ یہ 1954ء کی بات ہے۔ یعنی لیاقت علی کے قتل کے صرف تین سال بعد کی بات ہے بریگیڈیئر صاحب نے مزید کہا کہ لیاقت علی کو ان لوگوں نے مروایا جو اس کے بعد برسرِ اقتدار آئے۔'' (50)

ملک کے پہلے وزیر اعظم کی ہلاکت کوئی معمولی واقعہ نہ تھا۔ لیکن قاتل کا معمہ آج تک صیغہ راز میں

ہے۔ ان کے بعد اقتدار سے کون چمٹے؟ اور وہ مرزائیوں کے بارے میں کیا خیال رکھتے تھے؟ یہ کوئی پیچیدہ سوال نہیں۔ اس سیاسی قتل کے سبب ایک تو سر ظفر اللہ خاں کی وزارت کا قلمدان محفوظ رہا۔ دوسرا حکومت کی باگ ڈور ان ہاتھوں میں آگئی جو ان کے پسندیدہ لوگ تھے۔ اس کے بعد قادیانیوں کو کس درجہ تقویت ملی؟ دیکھتے ہی دیکھتے وہ کیونکر ایک اہم عنصر بن گئے؟ اُن کی اہمیت یہاں تک بڑھی کہ پاکستان میں اس ٹولے کا عمل دخل بنیادی حیثیت اختیار کر گیا۔ بالکل امریکہ کے نظامِ ریاست میں یہودیوں کے اثر ورسوخ کی طرح۔

وزارتِ خارجہ کی تمام توجہات اور سب سرگرمیاں ربوہ کی اہمیت بڑھانے اور قادیانیت کو پھیلانے تک مرکوز ہیں۔ آہستہ آہستہ وہ قوت پکڑتے رہے۔ جب ایک معینہ مدت گزر گئی تو مرزا بشیر الدین کے صبر کا پیمانہ چھلک پڑا قادیانی سیاست کے مہرے حکومت کی جانب للچائی ہوئی نظروں سے دیکھنے لگے۔ لہجے میں کرختگی عود کر آئی۔ درشت پن اور مکارانہ منصوبوں کے چند نمونے درج ذیل ہیں۔

1:- ”ہم فتح یاب ہوں گے، ضرور تم (مسلمان) مجرموں کی طرح ہمارے سامنے پیش ہوگے۔ اس وقت تمہارا حشر بھی وہی ہوگا، جو فتح مکہ کے دن ابو جہل اور اس کی پارٹی کا ہوا۔“(51)

2:- ”پاکستانی مسلمانوں کو ڈرانے دھمکانے کی نوبت یہاں تک پہنچی کہ اشارت و کنایات ترک کر دیئے گئے۔ اور واضح الفاظ میں اعلان ہوا۔ 1952ء کو گزرنے نہ دیجئے۔ جب تک کہ احمدیت کا رعب، دشمن اس رنگ میں محسوس نہ کریں کہ اب احمدیت مٹائی نہیں جاسکتی اور وہ مجبور ہو کر احمدیت کی گود میں آگرے۔“(52)

یہ ان دنوں کی بات ہے جب لوگ اپنا دبدبہ جمانے کے لئے خود کو مرزائی ظاہر کیا کرتے۔ مرزا پر تنقید و جرح کو قانوناً جرم قرار دیا جا چکا تھا۔ اس کی ذرا سی خلاف ورزی پر کوڑوں، بھاری جرمانے اور قیدِ بامشقت کی سزائیں دی جایا کرتیں۔ سفارت خانوں پر تسلط، افواج میں ان کا اثر ورسوخ اور ہر اہم محکمے میں کلیدی آسامیوں پر قادیانی افسر براجمان تھے۔ دفاتر میں مرزا کی تصویریں آویزاں کی جانے لگیں۔ درسگاہوں میں مرزائی اساتذہ کی وافر کھیپ آئی۔ ہر جگہ قادیانیت کا لٹریچر تقسیم ہوا۔ ان نازک حالات کو دیکھتے ہوئے سیاسی مبصروں نے پیشن گوئیاں داغ دیں کہ اب وہ وقت دور نہیں جب اسلام کے نام پر لاکھوں قربانیاں دے کر حاصل کیا جانے والا ملک قادیانی امت کے رحم و کرم پر ہوگا۔ تاحد نگاہ خطرات کے دل لرزا دینے والے بادل اُمڈ آئے تھے۔ اس پر دردمند مسلمان زعماء تڑپ اٹھے۔ 13 جولائی 1952ء کو آل پاکستان مسلم پارٹیز کانفرنس منعقد ہوئی۔ اس میں طے پایا کہ مسئلہ قادیانیت پر آخری غور وخوض کی خاطر 16، 17، 18 جنوری 1953ء کو کراچی میں تمام مکاتیب فکر کا ایک نمائندہ اجلاس

بلایا جائے۔اس نشست میں اتفاقِ رائے کے ساتھ تمام پارٹیز سے پندرہ ارکان پر مشتمل مجلس عمل قائم کی گئی۔اور باہمی مشاورت سے حکومتِ وقت کے سامنے ذیل کے مطالبات پیش کرنے کا فیصلہ ہوا۔

- قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دیا جائے۔
- چودھری ظفر اللہ خاں کو وزیر خارجہ کے عہدے۔ سے سبکدوش کیا جائے۔
- تمام کلیدی عہدوں سے قادیانیوں کو ہٹایا جائے۔
- ربوہ کی بقیہ اراضی پر مہاجرین کو آباد کیا جائے۔

چنانچہ 21 جنوری 1953ء کو اس امر کا فیصلہ کیا گیا کہ اگر حکومت ان مسائل کو ایک ماہ کے اندر حل نہ کرے تو مجلس عمل ڈائریکٹ ایکشن (راست اقدام) کرے گی۔خواجہ ناظم الدین (تب وزیر اعظم پاکستان) نے یہ مطالبات مسترد کر دیئے اور گرفتاریوں کا وسیع سلسلہ شروع ہو گیا۔

جیلوں کی رونق بڑھی۔قتل و غارت گری کا میدان گرم ہو گیا۔مارشل لاء نافذ ہوئی اپنوں نے وہ ظلم وستم کئے کہ بیگانے بھی شرما گئے۔بعض اعداد و شمار کے مطابق اس ایجی ٹیشن میں دس ہزار مجاہدین نے اپنے خون کو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے تقدس پر قربان کیا۔جب کہ ایک اور غیر سرکاری رپورٹ سے یہ تعداد تیس ہزار کو پہنچتی ہے۔خوفِ طوالت سے فی الحال اس پہلو کو نہیں چھیڑا جا سکتا۔

مگر یہ احساس جانگسل ہے کہ قیام پاکستان کے صرف چھ سال بعد جوان گنت مسلمان آتشیں گولیوں کا شکار ہو گئے۔ان کا قصور کیا تھا؟ کیا انہوں نے گنہگار راتیں گزارنے والے حکمرانوں کی مصلحت کے نقاب نوچ لینا چاہے تھے؟ کیا دیوانوں نے ناؤ نوش اور لہو ولعب کے رسیا ہلاکو خانوں کی عظمتِ کردار سے پردہ ہٹانا چاہا؟ کہیں ایسا تو نہیں کہ کسی کو محمد شاہ رنگیلے کی حقیقی اولاد کے خلوت کدوں میں عریاں جسم کے لمس کی سحر کاریوں پر اعتراض تھا؟ غالباً یہی خیال کیا گیا۔حالانکہ بات فقط اتنی تھی کہ چند مسلمان قصرِ شاہی پر یہ بھیک مانگنے گئے تھے۔خدارا! ہمیں مرزائیوں کے چنگل سے نجات دلایئے وہ ملک جس کا دامن آج بھی بے حساب کلمہ گوؤں کے مقدس لہو سے مہک رہا ہے، اسے آقائے مدنی صلی اللہ علیہ وسلم کے دشمنوں کو گود میں ڈال دینا اچھا نہیں۔ایسا نہ ہو اسلام کا قلعہ انگریز کی فکری نسل کے حصار میں آجائے ان کی صرف یہ التجا تھی کہ صیاد کو باغبان کا لباس نہ پہنا دینا۔کافر کو کافر اور مسلمان کو مسلمان ہی رہنے دو۔تا کہ باغی اور وفادار میں امتیاز برقرار رہے۔وگرنہ اہل چمن بھی طعنہ تخریب سے بچ نہ سکیں گے۔

سخت تذبذب میں ہوں اس سے اگر اپنا حق
چھینوں تو مجرم بنوں، مانگوں تو ملتا نہیں

آنکھ بھر آئی:

گزشتہ دنوں علامہ اقبال احمد فاروقی صاحب بتا رہے تھے۔

"تحریک کے دوران جو بہیمانہ سلوک کیا گیا، نہایت خونچکاں کہانی ہے۔ ایک روز ہم رات بھر گولیاں چلنے کی آوازیں سنتے رہے۔ صبح تھوڑی دیر کے لئے کرفیو میں وقفہ ہوا تو میں کسی ضروری کام کی غرض سے دہلی دروازے کے باہر جا پہنچا۔ کیا دیکھتا ہوں کہ دیواروں سے انسانی گوشت کے چیتھڑے چپکے ہوئے ہیں۔ زمین لہو سے تربتر ہو گئی۔ جسم کے کٹے ہوئے اعضاء تو کئی روز بعد تک اس قیامتِ صغریٰ کا پتہ دیتے رہے۔" (53)

ایک طالب علم کتابیں ہاتھ میں لئے کالج جا رہا تھا۔ سامنے دیکھا تحریک کے لوگوں پر گولیاں چل رہی ہیں۔ کتابیں رکھ کر جلوس کی طرف بڑھا، کسی نے پوچھا یہ کیا؟ جواب دیا، آج تک پڑھتا رہا ہوں اب عمل کا وقت ہے۔ جاتے ہی ران پر گولی لگی، گر گیا، پولیس والے نے آکر اٹھایا تو شیر کی طرح گرجدار آواز میں کہا۔

ظالم گولی ران پر کیوں ماری ہے، عشقِ مصطفیٰ ﷺ تو دل میں ہے۔ اس کا نشانہ بناؤ۔ (54)

ایک نوجوان ملٹری ہسپتال میں زخموں سے چور چور بے ہوش پڑا تھا۔ جب اُسے قدرے ہوش آیا تو اس نے پہلا سوال سرجن سے یہ کیا کہ میرے چہرے پر کسی خوف یا اضمحلال کے نشان تو نہیں ہیں۔ جب اسے کہا گیا کہ "نہیں" تو اس کا چہرہ فرطِ مسرت سے تمتما اٹھا۔ (55)

تحریک ختم نبوت 1953ء میں دہلی دروازہ لاہور کے باہر صبح سے عصر تک جلوس نکلتے رہے اور لوگوں نے دیوانہ وار سینوں پر گولیاں کھا کر آقائے نامدار ﷺ کی عزت و ناموس پر جانیں قربان کیں۔ عصر کے بعد جب جلوس نکلنے بند ہو گئے تو ایک بابا اپنے پانچ سالہ بچے کو کندھے پر اٹھا کر لایا۔ باپ نے ختم نبوت کا نعرہ لگایا۔ معصوم بچے نے جو باپ سے سبق پڑھا تھا اس کے مطابق توتلی زبان میں زندہ باد کہا، دو سنسناتی ہوئیں گولیاں آئیں۔ جو باپ اور ننھے فرشتے کے سینے میں پیوست ہو گئیں۔ گنبد خضرا ایک بار پھر لرز کر رہ گیا۔ (56)

معلوم ہوا کہ جب اس تحریک میں کرفیو لگ گیا تو اذان کے وقت ایک مسلمان اس کی خلاف ورزی کرتے ہوئے آگے بڑھا۔ مسجد میں پہنچ کر اذان دینا چاہی۔ ابھی اللہ اکبر کہہ پایا تھا کہ گولی لگنے سے ڈھیر ہو گیا۔ دوسرا جانباز آگے بڑھا۔ ابھی اشہدان لا الہ الا اللہ کہا تھا کہ گولی آئی جو سینے میں پیوست ہو گئی۔ تیسرا مسلمان آگے بڑھا۔ ان کی لاشوں پر کھڑے ہو کر اشہدان محمد رسول اللہ کہا کہ گولی لگی اور شہید

ہو گیا۔ غرضیکہ باری باری نو مسلمانوں نے جامِ شہادت نوش فرمایا۔ اس وقت تک اذان مکمل ہو چکی تھی۔ (57)

میو ہسپتال کے ایک ڈاکٹر کے بقول پولیس کی گاڑیاں دھڑا دھڑ لاشیں پہنچا رہی تھیں۔ دفعتاً کیا دیکھتا ہوں کہ سامنے بالکونی پر دو نوعمر و خوبرو مجاہد کھڑے دیوانہ وار ختم نبوت زندہ باد کے نعرے لگا رہے تھے۔ پھر وہ نیچے اتر آئے اور میٹھے بول الاپتے ہوئے سڑک پر دُور تک آگے بڑھتے گئے۔ ایک گھنٹہ بعد ہسپتال میں دونوں کی لاشیں پہنچیں معلوم ہوا، اس گھر کے یہی دو روشن چراغ تھے جو گل ہو چکے ہیں۔ (58)

ذمہ دار افراد کا کہنا ہے کہ

"ہم نے اپنی آنکھوں سے یہ حال دیکھا کہ مرزائی غنڈے وزیر خارجہ کی شہہ پا کر حفظِ امن کا بہانہ ڈھونڈتے اور راہ گزرتے مسلمانوں کو موت کی نیند سلا کر آگے نکل جاتے۔" (59)

گریبان چاک ہوتا ہے:

فخرِ عالم ﷺ کے شیدائیوں نے جس ولولے اور جذبہ کے ساتھ قربانیاں دیں وہ تاریخ کا زریں باب ہے اور سرفروشی کی اس روایت پر یہاں کے مسلمانوں کا سر ہمیشہ بلند رہے گا۔ مگر چوپٹ راجہ کے راج کی یہ ستم کاریاں کس کے نامہ اعمال میں جائیں گی؟ جب ایک غدار کا قلم دان بچانے کی خواہش نے ہزار گھروں کو اجاڑ ڈالا۔ حالانکہ خود حکومت پاکستان کی نظر میں بھی اس گروہ کی وفاداریاں معتبر نہ تھیں۔ 1957ء میں حکومت پاکستان نے ملک کے اعلیٰ حکام کے نام ایک گشتی مراسلہ جاری کیا جس میں ریاست ربوہ کے محکمہ سی۔ آئی۔ ڈی سے محتاط رہنے کی تلقین کی گئی۔ مراسلے میں مفہوم کچھ یوں تھا۔

"حکومت کے پاس اس کی معتبر اطلاع ہے کہ ربوہ کی احمدیہ جماعت نے خبر رسانی کا ایک خصوصی عملہ ملازم رکھا ہے جو سیاسی سرکاری اور غیر سرکاری اطلاعات فراہم کرتا ہے جو احمدیہ فرقہ کے مفاد میں ہوں۔ حکومت کو یہ بھی معلوم ہوا ہے کہ وہ سرکاری ملازم جو احمدیہ فرقہ سے متعلق ہیں ان کے ذریعے سرکاری اطلاعات مہیا کی جا رہی ہیں۔ ایک اور ذریعہ جس سے کام لے کر احمدیہ جماعت کا خبر رسانی کا عملہ سرکاری اطلاعات جمع کرتا ہے وہ حکومت سے پنشن یافتہ ملازم ہیں۔ جن کا ابھی تک اپنے دور کے ساتھیوں اور ماتحتوں پر اثر ہے۔ حکومت کے علم میں یہ بھی آیا ہے کہ بعض احمدیوں نے غیر احمدی ہونے کا اعلان کر دیا ہے۔ تاکہ ان کی طرف سے شک وشبہ جاتا رہے۔ اور وہ آزادی سے تمام مسلمانوں

میں خلط ملط ہو سکیں اور معلومات حاصل ہوتی رہیں۔"(60)

اپنی غفلت کی یہی حالت اگر قائم رہی
آئیں غسال کابل سے، کفن جاپان سے

یہ حقیقت تسلیم کی جا چکی ہے کہ 1965ء کی پاک بھارت جنگ کے دوران قادیانی جماعت نے ہر میدان میں نہایت گھناؤنا، تباہ کن اور بھیانک کردار ادا کیا۔ پاک فضائیہ کے ہیرو اور قوم کے مایہ ناز سپوت ایم ایم عالم بھی اس کی تصدیق کر چکے ہیں۔ دراصل یہ لڑائی قادیانیوں کی گہری سازش کا نتیجہ تھی۔ اس جماعت کے سرغنوں نے جنگ چھیڑنے کے لئے جانے کیا کیا پاپڑ بیلے۔ شورش کاشمیری نے نواب کالاباغ کے حوالہ سے اس بارے میں بعض مستند تفصیلات قلم بند کرتے ہوئے لکھا ہے کہ۔

"نوائے وقت" کے ایڈیٹر جناب مجید نظامی صاحب اور سر علامہ اقبال کے بیٹے محترم ڈاکٹر جاوید اقبال اس روایت کے مصدق ہیں۔ نواب موصوف نے مجید نظامی کے ساتھ بھی اس موضوع پر گفتگو کی تھی۔ جب کہ ڈاکٹر صاحب کو سر ظفر اللہ خاں نے استعمال کرنا چاہا۔ منصوبہ یہ تھا کہ کسی طرح مغربی پاکستان میں پنجاب کو بالواسطہ یا بلاواسطہ شکست ہو تو عسکری بازو ٹوٹ جائے گا اور مشرقی حصہ نتیجتاً الگ ہو جائے گا۔ پنجاب کی پسپائی کے بعد سرحد، بلوچستان اور سندھ، عرب ریاستوں کی طرح چھوٹی چھوٹی ریاستیں بن جائیں گی۔ اس طرح ایک تو بلوچستان کو قادیانی صوبہ بنانے کے پرانے خواب کی تعبیر ممکن تھی۔ دوسرا یہ خیال کہ مسلمان سیاسی طور پر ناکارہ ہو کر مجبوراً ہماری مذہبی سیادت تسلیم کر لیں گے، لیکن رحمتِ ایزدی سے حالات کا رُخ یکسر پلٹ گیا اور سازشوں کے سوداگر منہ کی کھا کر رہ گئے۔"(61)

1965ء کی جنگ کے دوران سارے ملک میں بحکم سرکار بلیک آؤٹ کا راج تھا۔ مگر پورے پاکستان میں "ربوہ" ایک ایسی جگہ تھی جہاں بوجوہ اس اہم حکم نامے کی صریحاً خلاف ورزیاں ہوتی رہیں۔ بعض خفیہ رپورتاژ کے مطابق ربوہ کی یہ روشنیاں بھارتی طیاروں کو سرگودھا ہوائی اڈے کا محل وقوع بتانے کے لئے تھیں۔ یہ بات اور بھی تعجب انگیز ہے کہ سرگودھا کئی مرتبہ اندھیرے میں دشمن کے نشانوں کا شکار ہوا۔ جب کہ فضا میں بکھرتی ہوئی روشنیوں کے باوجود اہل ربوہ دشمن کے حملوں سے کلیۃً محفوظ رہے۔ بالآخر ائیر فورس کی شکایت پر واپڈا کو ربوہ کا بجلی کا کنکشن کاٹنا پڑا۔ آفس ریکارڈ میں اس کا اندراج چٹھی نمبر 1135 مجریہ 14 ستمبر 1965ء ہے۔ کہتے ہیں بعد ازاں قادیانی جماعت نے واپڈا

کے دفتر سے غداری کی اس تاریخی دستاویز کو غائب کروادیا۔ تاہم اس کا ثبوت کئی اور جگہوں پر بھی موجود ہے۔" (62)

ان دنوں مرزائیوں کے "پیش گوئی مصلح موعود" نامی ایک اشتہار کا بہت چرچا ہوا۔ جو آزاد کشمیر میں کثرت سے تقسیم کیا گیا۔ اس میں لکھا تھا۔

"ریاست جموں وکشمیر انشاء اللہ آزاد ہوگی اور اس کی فتح ونصرت احمدیوں کے ہاتھ سے مقدر ہے۔" (63)

یہ بات بھی خاص طور پر قابل توجہ ہے کہ کشمیر کے محاذوں کی جنگ میں قادیان سے ملحق سرحدات کی کمان ہمیشہ مرزائی جرنیلوں کے ہاتھ میں رہی۔ 1965ء کے معرکہ میں چھمب جوڑیاں کے بارڈر پر ابتداً قادیانی جرنیل اختر ملک اور بریگیڈیئر عبدالعلی مقرر تھے۔ (64الف)

کیا ہوا، یہ نہ پوچھ اے ہمدم
بلکہ صرف اتنا پوچھ کیا نہ ہوا

اور بازو کٹ گیا:

بقول علامہ عزیز انصاری۔

"1953ء کی تحریکِ ختم نبوت کے بعد مرزائیوں نے اپنا محاذ بدل لیا۔ اور پاکستان کے سیاسی واقتصادی اداروں پر قبضہ کرنے کی کوشش کی، اور امریکہ میں جو مقام یہودیوں کو حاصل ہے، وہی انہوں نے پاکستان میں حاصل کرنا چاہا۔" (64ب)

مرزا بشیر الدین محمود نے اپنی مختلف تقاریر اور بذریعہ مکتوبات مرزائیوں میں تحریک پیدا کی کہ وہ اپنے اپنے علاقے اور حلقۂ اثر میں ہر طریق سے موزوں افراد کو رام کرنے کی جستجو کریں۔ متوسط طبقے میں یہ کام نوکری دلوا کر نکل آیا۔ اور اونچے گھرانوں میں تربیت یافتہ چھوکریاں جادو پھونکنے لگیں، بڑے بڑے سرکش فوجی وسول افسر بھی ان کی زلف وزنجیر سے قابو میں آگئے۔ چونکہ اہل ثروت کی زندگی میں بالعموم دینی اقدار کا عمل دخل کچھ زیادہ نہیں ہوا کرتا۔ اس لئے اولاً تو ان کا ایمان بیگم صاحبہ کے ناز نخروں کی تپش سے پگھل جاتا ہے۔ ایسا نہ ہونے کی صورت میں بھی غیر مستحکم مذہبی جذبے مہ جبینوں کے ہونٹوں کی شراب سے بہک کر تلووں کو چاٹتے ہوئے اکثر سو جاتے ہیں۔ وگرنہ اولاد کا اس راستے پر چل نکلنا تو یقینی ہے۔ اس تجربے سے انہوں نے جو کچھ پایا، بیچارے مسلمان وہ راز سمجھنے سے مدت تک قاصر رہے۔ چند برس بعد اسی درخت کی ثمر باریوں نے انہیں ایک سیاسی قوت بنا دیا کہ اقتدار کی دیوداسیوں کے پجاری ان سے راہ

درسم بڑھانے پر مجبور تھے۔

ایک وقت ایسا بھی گزرا، جب یہ سازشی گروہ نوکر شاہی پر مضبوط گرفت کی وج سے نازاں وفرحاں اپنے اقتدار کے خواب دیکھ رہا تھا۔لندن میں قادیانیوں کے یورپی کنونشن کے موقع پر سر ظفر اللہ خاں کی موجودگی میں قادیانی حکومت کا منشور ان الفاظ میں بیان کیا گیا ''اگر قادیانی برسرِ اقتدار آجائے تو امیروں پر ٹیکس لگائے جائیں گے، دولت کو از سر نو تقسیم کیا جائے گا، اور سود پر پابندی لگادی جائے گی، اور شراب نوشی ممنوع قرار دی جائے گی۔''

چونکہ مرزائی اپنے خلیفہ کی ہدایت پر من حیث القوم، پیپلز پارٹی کو وفاداریوں کا یقین دلا چکے تھے۔اور واضح امکان تھا کہ چند ماہ کے دوران منعقد ہونے والے انتخابات میں سوشلسٹ نظام کی داعی یہ سیکولر پارٹی، مغربی پاکستان میں غالب اکثریت سے جیت جائے گی۔اس متوقع کامیابی کے پیش نظر ان کے حوصلے بڑھ گئے تھے۔اسی دوران ''الفضل'' میں مدیر نے ادارتی کالم میں نہایت فخر کے ساتھ یہ شعر درج کیا۔

زمین کے گونج اٹھے ہیں کنارے
کہو مرزا غلام احمد کی ہے ''جے''(66)

اس کے فقط دس یوم بعد مرزا ناصر محمود کا ایک بیان شائع ہوا۔جس میں پیشن گوئی کم مگر دھمکی کا انداز زیادہ ہے۔دعویٰ تھا۔

''احمدی فرقہ کو خدا کی خوشنودی اور حمایت حاصل ہے دنیا کی کوئی طاقت یا تمام طاقتیں مل کر بھی ہماری تحریک کو ختم نہیں کر سکتیں۔''(67)

اس سے بہت پہلے ایک محب وطن پاکستانی عبدالرحمٰن شاہ ولی مقیم قاہرہ نے بذریعہ مکتوب ہمارے غیر ملکی سفارت خانوں پر قادیانیوں کے اثرات بیان کرتے ہوئے لکھا تھا۔

''مجھے کچھ عرصہ قبل بغداد کے اندر پاکستانی سفارت خانہ میں جانے کا اتفاق ہوا، وہاں یہ دیکھ کر بہت تعجب ہوا کہ لاہوری قادیانیوں کے تبلیغی رسالے سرکاری ٹیبل پر نہ صرف موجود ہیں بلکہ ان کو سرکاری لٹریچر سے بھی زیادہ اہمیت دی جاتی ہے۔۔۔جس سفارت خانہ میں ان کو ملازمت مل جاتی ہے وہ اسے قادیانیت کی تبلیغ کے لئے استعمال کرتے ہیں۔''

''اسی طرح سر ظفر اللہ خاں نے اقوام متحدہ میں پاکستان کے مندوب کی حیثیت سے جزائر غرب الہند کا دورہ کیا اور ٹرینیڈاڈ میں مرزا قادیانی کا آخر الزمان کے حوالے سے تعارف کرایا۔''

شورش کاشمیری نے نہایت ذمہ داری کے ساتھ یہ انکشاف کیا ہے۔''اور یہ حقیقت ہے کہ تل ابیب

کا سرمایہ پاکستان کے عام انتخابات میں مقامی مرزائیوں کی معرفت اسی مشن کی وساطت سے آیا تھا۔ اور یحییٰ کے زمانہ میں اکثر وزراء نے خود راقم الحروف سے اس کی روایت کی تھی۔" (68)

سابق وزیر اعظم پاکستان جناب ذوالفقار علی بھٹو مرحوم نے اپنے اقتدار کے آخری ایام میں قادیانیوں کے سیاسی عزائم اور ملک دشمن عناصر سے خفیہ تعلقات کے بعض گوشوں سے نقاب اٹھاتے ہوئے کہا تھا کہ

"برسر اقتدار آنے کے بعد جب میں سربراہ مملکت کی حیثیت سے پہلی مرتبہ امریکہ کے دورہ پر گیا تو امریکی صدر نے مجھے ہدایت کی پاکستان میں قادیانی جماعت ہمارا سیکٹ (فرقہ۔ Sect) ہے۔ ان کا آپ ہر لحاظ سے خیال رکھیں۔ دوسری مرتبہ جب امریکہ کا سرکاری دورہ ہوا، تب بھی یہی بات دہرائی گئی۔ یہ بات میرے پاس امانت تھی، ریکارڈ کی خاطر میں پہلی مرتبہ انکشاف کر رہا ہوں۔" (70)

"چند برس قبل گروپ کیپٹن عبدالستار کے بقول انہوں نے صدر پاکستان ذوالفقار علی بھٹو صاحب کو حکومت کا تختہ الٹنے کی قادیانی سازش سے باخبر کیا تھا۔ لیکن قادیانی سازش سے خبردار کرنے والے شخص کو از خود اسی الزام میں گرفتار ہونا پڑا۔" (71)

ٹھوکر سے میرا پاؤں تو زخمی ہوا ضرور
رستے میں جو کھڑا تھا وہ کہسار ہٹ گیا

25 جولائی 1974ء کو جسٹس صمدانی کی عدالت میں فوری نوعیت کا بیان سماعت کیا گیا۔ فاضل ٹریبونل نے 31 اگست کو اس کے اہم اجزاء خبر رساں ایجنسیوں کے حوالے کیے جو آئندہ روز اشاعت پذیر ہوئے۔ بیان ہوا کہ۔

"قادیانیوں کے سربراہ مرزا ناصر احمد کی صدارت میں بعض سرکردہ قادیانیوں نے مسٹر ذوالفقار علی بھٹو کو راستے سے ہٹانے کا فیصلہ کیا تھا۔ پروگرام یہ بنا کہ ایک تقریب میں انہیں قتل کر دیا جائے۔ اس سے پہلے ائر مارشل ظفر چودھری نے اپنی سبکدوشی کے بعد مسٹر بھٹو کی حکومت کا تختہ الٹنے کی ناکام کوشش کی تھی۔ قتل کی سازش خود حکومت کے علم میں ہے مزید برآں یہ کہ مسٹر ایم ایم احمد کے ایک رشتہ دار کے گھر سے وائرلیس ٹرانسمیٹر بھی برآمد ہو چکے ہیں۔" (72)

مشرقی پاکستان کیوں علیحدہ ہوا، حمود الرحمٰن کمیشن رپورٹ نامعلوم وجوہ کی بناء پر ابھی نظروں سے اوجھل ہے۔ شاید اس میں کچھ پردہ نشینوں کے نام آتے ہیں کہ اتنا کاری زخم کھا چکنے پر بھی نشانہ باز کے

متعلق مطلقاً نہیں بتایا جاتا۔ مشرقی پاکستان سے قیام بنگلہ دیش تک کی داستان بڑی المناک ہے۔ اس کے ایک دو نہیں بیسیوں محرکات ہیں۔ اگر بنظر غائر دیکھا جائے تو اس میں قادیانی اُمت کا بھی نمایاں کردار رہا ہے۔ انہوں نے اولاً مشرقی پاکستان کے لئے مشکلات پیدا کیں پھر تلخی کا رنگ بھرا۔ ازاں بعد نفرت کو حقارت میں بدل دیا۔ حقیقت حال یہ ہے کہ تعصب و بغاوت کے شعلے بھڑکانے میں یہ گروہ سب سے آگے رہا۔ گو علیحدگی کا بیج پہلے سے بویا جا چکا تھا۔ مگر اسے پروان چڑھانے کا فریضہ ان لوگوں نے انجام دیا۔ اقتصادی ماہرین کے نزدیک بنگالیوں کی ناراضگی کا سب سے بڑا سبب تفریق معیشت اور محکمہ مالیات کی غلط منصوبہ بندیاں تھیں۔ ملک غلام محمد کے عہد میں قادیانیوں نے فوجی قوت بڑھانے کا فیصلہ کیا۔ اسکندر مرزا کے زمانے میں یہ لوگ ایک سوچی سمجھی سکیم کے تحت محکمہ دفاع پر چھا گئے۔ ایوب خان کے دور میں مرزائیت نے عسکری طاقت کے علاوہ سیاسی دنیا میں یدھ رچانے کا فیصلہ کیا۔ امریکہ کی ہدایت پر مرزا غلام احمد کے پوتے مسٹر ایم ایم احمد کو سیکرٹری مالیات کا عہدہ سونپا گیا۔ ایک بڑی طاقت کی شہ پر وہ اقتصادی منصوبہ بندی کا مختار کل بن بیٹھا اور اپنے ہم مذہبوں کے لئے معاشی استحکام کے وسائل پیدا کئے۔ اقتصادی زندگی پر دسترس نے سیاسی نازنینوں کو ان کی داشتہ بنا دیا۔ اب بعض سیکولر پارٹیوں سے انہوں نے اعزازی عقد باندھ لیا تھا۔ الغرض اس قادیانی سپوت نے مالی مشیر، سیکرٹری فنانس اور منصوبہ بندی کے ڈپٹی چیرمین کی حیثیت سے مشرقی پاکستان کے مصیبت زدگان کو سرکاری امداد سے محروم رکھا۔ ہر موقع پر ان کا حصہ دبانے کی کوشش کی۔ ہر سال بجٹ میں معاشی کشمکش پیدا ہوتی رہی۔ مشرقی بازو کے لئے مختص سرمایہ، ربوہ کے خلافتی نظام کو مضبوط سے مضبوط تر بنانے کی پلاننگ پر برباد کیا۔ بنگالی بے بس اور بیزار تو تھے ہی اس بلائے ناگہانی پر وہ علیحدگی کی تحریک میں ڈھل گئے اس کے مسئول اپنے خلیفہ کے ذریعہ سے مسٹر ایم ایم احمد تھے۔ (73)

شیخ مجیب الرحمٰن نے قادیانی امت کی ان چالوں کو بھانپ لیا تھا۔ انہوں نے ایم ایم احمد کی حرکات پر پبلک میں بیان دیا کہ ہم اس کی فوری علیحدگی چاہتے ہیں۔ اس کے فوراً بعد چودھری ظفر اللہ خان ان سے ملنے ڈھاکہ گئے۔ تخلیہ میں طویل ملاقات ہوئی۔ لیکن شیخ صاحب کو مطمئن نہ کیا جا سکا۔ مسٹر ایم ایم احمد تو نہ ہٹائے گئے مگر بنگالی ہم سے ہمیشہ ہمیشہ کے لئے جُدا ہو گیا۔ یہ ان دنوں کی بات ہے جب ابھی نفرت کے سوداگروں اور تشدد کے لپکتے ہوئے شعلوں نے اپنا کام نہ دکھایا تھا۔ اخبارات کی فائلیں گواہ ہیں، یہ مطالبہ ماقبل الیکشن شروع ہوا اور سقوط ڈھاکہ تک اس پر وقتاً فوقتاً تکرار ہوتی رہی۔ (74)

ڈھاکہ ڈوب گیا، مشرقی پاکستان کی فضاؤں میں لہراتے ہوئے قومی پرچم سے خون کے قطرے ٹپک رہے تھے اس سے پوری ملت اسلامیہ بالخصوص پاکستانی مسلمانوں کے سر جھکے ہوئے دکھائی دیتے

لیکن قادیانی اکڑ اکڑ کر چلتے۔ انہوں نے سینہ تان کر اور سر اٹھا کر چلنے کا شعار اپنایا ابھی تک ہزاروں گواہ موجود ہیں جنہوں نے دیکھا کہ جب بنگلہ دیش بن گیا تو ربوہ و لاہور میں مرزائیوں نے خوشی کا اظہار کرتے ہوئے مٹھائی بانٹی۔ اپنے مکانوں پر چراغاں کیا اور شب بھر سڑک پر رقص کرتے پھرے۔ (75)

اسرائیل میں ماسوائے یہودیت کے کسی مذہب کی تبلیغ و اشاعت قانوناً جرم ہے حتیٰ کہ وہاں پادریوں کو بھی ترویجِ عیسائیت کی اجازت نہیں۔ لیکن اس ملک میں قادیانی مشن قائم ہے۔ ان سے جو کام لئے جا رہے ہیں اور جو خدمات وہ سرانجام دیں گے کوئی ڈھکی چھپی بات نہیں یہ ایک دردناک و ضرر رساں لطیفہ نہیں تو اور کیا ہے؟ اگر دوست کا دشمن دوست نہیں ہوتا، تو دشمن کا دوست، دوست کیسے ہو سکتا ہے۔

ایک موہوم سی امید پہ اب بھی ہم نے
اپنے خوابوں کے جزیرے کو سجا رکھا ہے

1972ء میں قادیانی قصرِ خلافت کے معتمدین کا نشتر میڈیکل کالج کے طلباء کو ربوہ ریلوے سٹیشن پر زدوکوب کرنا (اس حملہ میں اٹھارہ طالب علم ہلکان ہوئے تھے) ان کا سامان چھین کر مال غنیمت گردانا نیز قوم کے جیالوں کی پٹائی اور زخمیوں کی آہ و بکا پر تین چار سو عورتوں کا تالیاں پیٹ پیٹ کر رقص کرتے رہنا، اس مضمون کا موضوع نہیں۔ عوامی احتجاج اور قومی اسمبلی کے اجلاس میں مرزائیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دینے کا جرأت مندانہ قدم تاریخ کا حصہ ہیں۔ دین، قوم اور وطن کے خلاف مرزائی ٹولے کی قابلِ اعتراض سرگرمیاں دبانے کے لئے صدارتی آرڈیننس کا نفاذ اور قادیانیوں کے بارے میں وفاقی شرعی عدالت کا فیصلہ زیر طبع، میری ایک الگ کتاب کا جزو ہیں۔ اس میں قادیانی قوم کے خلاف بزرگان امت کی جدوجہد، مشاہیر ملت کا اضطراب، غداریوں اور وفاداریوں کے ایک ایک لمحے کی داستان بالتفصیل درج کی جائے گی۔ انہی اوراق میں مرزائیوں کی پوری تاریخ، ان کے افکار و کردار، سیاست و معاشرت کے جملہ پہلو اور ہر قسم کے خطرناک عزائم کو ٹھوس حوالہ جات کے ذریعے بے نقاب کرنے کا پروگرام بھی رکھتا ہوں۔ راقم الحروف چاہتا ہے، مرزائیت کے واقعی پوسٹ مارٹم اور نشتر زنی کے بعد مختصراً اس امر کا سراغ بھی لگا لیا جائے، جس سے معلوم ہو طبقہ مذکور سے متعلق سرکاری افسروں اور حکومت کے چھوٹے بڑے ملازمین کی دلچسپیوں کا مرکز کیا تھا؟ اور انہوں نے کس کس طریقے سے پاکستان کی جڑیں کھوکھلی کیں۔

ایک بار مشہور قادیانی وائس ایئر مارشل ایس ایم اختر نے پریس کانفرنس سے کہا کہ اس نے پاکستان ائر سروسز کے نام پر ایک نجی ادارہ قائم کیا ہے۔ وائس ایئر مارشل نے نمائندگان صحافت کو بتایا کہ اس کی معرفت پاکستان کے تمام دوست ممالک کو افرادی قوت کے علاوہ تربیت یافتہ ماہرین بھی مہیا کئے جائیں

گے اور ہوابازی کے تربیتی ادارے قائم کرنے میں ان کا معاون ہوگا۔ (76)

خوش قسمتی سے عرب ممالک کے سفیروں کی مداخلت اور عوام کے پرزور مطالبے پر یہ ادارہ اپنی پیدائش کے ساتھ ہی زندگی کی جنگ ہار گیا۔

بھٹو کے دور حکومت میں نا اہلی، اختیارات سے تجاوز، فرائض منصبی سے غفلت اور رشوت کے شائق بہت سے گزٹیڈ افسروں کو جبراً ریٹائرڈ کرنا پڑا۔ سبکدوش ہونے والے عہدیدار یقیناً اسی کے مستحق تھے۔ لیکن سرکاری ذمہ داریوں سے ہٹائے جانے والے افراد میں ایک بھی قادیانی نہ تھا۔ کیا مرزائی افسر خوش معاملہ تھے؟ ادھر یہ ستم ہوا کہ بعض بڑے اہم عہدے ان کے کنٹرول میں آگئے اور انہوں نے اپنے مسلک کے افراد کی بھرتی کو دینی فریضہ خیال کیا۔

پاکستانی فضائیہ کے سابق سربراہ ائیر مارشل ظفر چودھری بڑے متعصب قادیانی اور سخت گیر طبیعت کے مالک تھے۔ انہوں نے ائیر فورس پر مرزائیوں کو قابض کرنے کی خاطر کیا کچھ نہیں کیا؟ جب کبھی بھرتی کا مرحلہ آیا تو ہم عقیدہ افراد کو فوقیت دی گئی۔ امریکہ وغیرہ میں کسی نوجوان کو بغرض تربیت بھیجنے کا سوال اٹھا تو قادیانی افسر کا چناؤ ہوا۔ حتیٰ کہ فضائیہ میں ان کا اثر ورسوخ بڑھ گیا۔ اسی لئے تا حال وہ محکمہ دفاع کے بعض اہم اور نازک عہدوں پر چھائے ہوئے ہیں۔

ایک بار ظفر چوہدری کے ہاتھوں کورٹ مارشل کی بھینٹ چڑھنے والے ایک مسلمان فضائی افسر نے مسٹر ذوالفقار علی بھٹو تک رسائی حاصل کی اور انہیں ظفر چوہدری کی گھٹیا ذہنیت و اغراض مشؤمہ و مذمومہ سے آگاہ کیا، یہ لرزہ خیز داستان سن کر مسٹر بھٹو بہت حیران ہوئے۔ کہتے ہیں اس روز بھٹو صاحب بہت پریشان تھے۔ ان کے ماتھے پر معنی خیز شکن ابھر آئی اور کہا۔

"اچھا یہ ہے ان کا اصلی روپ۔" (77)

شاید بھٹو صاحب اس بات کو زیادہ اہمیت نہ دیتے۔ لیکن ایک واقعہ نے انہیں عملی اقدام اٹھانے پر مجبور کر دیا اور وہ درگزر نہ کر سکے کہ چند روز بعد ظفر چوہدری یا ان کے کسی ہم عقیدہ افسر نے طیاروں کی ایک تعداد کا گروپ تشکیل دے کر ربوہ کے سالانہ جلسے پر پھولوں کی پتیاں نچھاور کرنے کو بھیج دیا۔ جہازوں کی اس ٹکڑی نے سر اجلاس مرزا ناصر احمد کو عسکری انداز میں سلام کیا۔ یہ رپورٹ جرائد ورسائل میں پوری آب وتاب کے ساتھ شائع ہوئی۔ خفیہ ذرائع سے جناب مسٹر بھٹو صاحب بھی اس کی تصدیق کر چکے تھے۔ ان حقائق کے پیش نظر حکومت نے ظفر چوہدری کو رخصت کر دیا۔ اس خبر سے پورے ملک میں خوشی کی لہر دوڑ گئی۔ فضائیہ کے ہر اسٹیشن پر جانبازوں نے یوم تشکر منایا۔ یہ پہلا موقع تھا جب مرزائی بزرجمہر اور ذوالفقار علی بھٹو صاحب میں نفرتوں نے جنم لیا اور قادیانی انشاء پرداز مسٹر بھٹو کے خلاف زبان

درازی پر اتر آئے۔

انٹر میڈیٹ اینڈ سیکنڈری بورڈ سرگودھا میں برخلاف دیگر دفتروں کے بہت زیادہ مرزائی ملازم موجود ہیں۔ ایک وقت میں ان کی تعداد ساٹھ فی صد کے لگ بھگ تھی اس کی وجہ یہ ہے کہ کچھ عرصہ پہلے راجہ غالب سیکرٹری بورڈ اور مرزا طاہر احمد اسسٹنٹ سیکرٹری تھا چونکہ یہ دونوں قادیانی تھے اور صرف انہی امیدواروں کو ملازمتیں فراہم کی جاتیں۔ جن کے لئے ربوہ سے اشارہ ملتا۔ یوں ایک تیر سے دو شکار کئے جاتے اولاً صرف مرزائیوں کی تقرریاں عمل میں آئیں۔ ثانیاً نوکری کا لالچ دے کر غیر مسلمانوں کو بیعت پر مجبور کیا گیا۔ (78)

"1983ء کی بات ہے کہ اسلام آباد میں پروفیسر جمیل احمد قادیانی روسی لٹریچر تقسیم کرتے ہوئے گرفتار کیا گیا۔ پروفیسر مذکور غالباً حکیم نورالدین کا نواسہ ہے۔" (79)

اس خبر سے دینی حلقے ورطہ حیرت میں پڑ گئے۔ ہر شخص اس سوچ میں غرق تھا کہ قادیانی جماعت کا کمیونسٹ ملک روس سے کیا تعلق؟ خیال ہے ان کے قریبی مراسم 1978ء میں استوار ہوئے۔ جب روسی سفیر سے قادیانی جماعت کے سربراہ نے ملاقات کی۔ اس کے بعد باقاعدہ ان کا روسی لابی سے رابطہ قائم ہو گیا۔ پھر معروف مرزائی صنعت کار نصیر اے شیخ مینجنگ ڈائریکٹر کالونی ٹیکسٹائل ملز ملتان نے روسی سفیر متعینہ پاکستان کو لاہور میں اپنی رہائش پر عشائیہ میں مدعو کیا، اس میں بڑے بڑے قادیانی افسر اور بعض نام نہاد مسلمان سیاسی لیڈر بھی شریک ہوئے تھے۔ (80)

پیر محمد کرم شاہ ایم، اے (الازہر) جیسی محقق و فاضل شخصیت لکھتے ہیں۔

"واضح رہے کہ مرزائی جماعت پٹیل اور گاندھی سے زیادہ پاکستان کے بارے میں بد اندیش ہے ان کے کارکنوں نے کسی زمانہ میں بھی پاکستان کو کمزور بنانے میں وقیقہ فروگذاشت نہیں کیا۔ سر ظفر اللہ خاں کی وزارت کا دور ہو یا ایم ایم احمد کی اقتصادی پالیسی ہر ایک نے پاکستان کو کھوکھلا ہی کیا ہے۔۔۔ ستم کی بات تو یہ ہے کہ اس اسلامی جمہوریہ کے مختلف تعلیمی اداروں میں غیر مسلم مرزائی اسلامیات کی تعلیم دینے پر مامور ہیں اور طلباء کے معصوم اذہان کو مسموم کرنے کے دھندوں میں مصروف ہیں۔ عوام کے بار بار اصرار کے باوجود محکمہ تعلیم کے کارپردازان ٹس سے مس نہیں ہوتے۔ مگر گورنمنٹ انٹر کالج بھیرہ ضلع سرگودھا اور گورنمنٹ البیرونی کالج پنڈ دادنخان اس کی واضح مثالیں ہیں۔ (81)

پنجاب ٹیکسٹ بک بورڈ کا سابق چیئرمین (غالب احمد) قادیانی تھا۔ اُس نے پانچویں اور چھٹی جماعت کی تاریخ اور جغرافیہ کے نصاب میں جنرل اختر ملک اور بریگیڈیئر عبدالعلی کی سہ رنگی تصویریں

شامل کیں۔ یہ انہیں 1965ء کی جنگ کا ہیرو ثابت کرنے کی ایک کوشش تھی۔ حالانکہ حقائق بالکل اس کے برعکس ہیں۔ یہ دونوں سگے بھائی ہونے کے علاوہ قادیانی العقیدہ تھے۔ ابتداً چھمب جوڑیاں اور پٹھانکوٹ کے محاذ کی کمان انہی کے ہاتھ میں رہی۔ جنرل اختر حسین ملک ترکی میں موت سے دو چار ہوا۔ اس کی نعش وہاں سے ربوہ لائی گئی۔ جہاں بہشتی مقبرے سے باہر اس کی جائے تدفین عبرت کا ایک نمونہ ہے۔ (82الف)

ایک اور جہاں دیدہ شخصیت کے نزدیک (یہ چال) مرزائی امت کا پنجاب میں نئی پود کو ذہناً اپنی طرف منتقل کرنے کا ہتھکنڈہ ہے۔ وہ چاہتے ہیں کہ کسی نہ کسی طرح اقبال کے شاہینوں کے دلوں میں مرزائی پرزوں کی خودساختہ عظمت کی دھاک بٹھادی جائے۔

مرزائیہ مذہب کے افراد ہر وہ کام کر گزرتے ہیں جس سے ان کا مکتبہ فکر ترقی پا سکے اس سلسلہ میں اسلامی غیرت وحمیت کے خلاف ایک گہری سازش خاص طور پر قابل غور ہے۔ وہ سمجھتے ہیں، جب مسلمانوں کا اخلاقی دیوالہ نکل جائے گا تو پھر ان سے کوئی بھی کام لیا جاسکتا ہے۔ اس کی ایک مثال۔

1979ء میں راولپنڈی کے (پیراڈائز) ہوٹل پر پولیس کی چھاپہ مارٹیم کے اقدامات سے منظر عام پر آئی۔ یہاں اٹھائیس افراد تیرہ لڑکیوں کے ساتھ داد عیش دے رہے تھے۔ اُن میں سے بیشتر شراب کے نشہ میں دھت تھے اور وہ لڑکیاں لباس سے بے نیاز برہنہ رقص میں مصروف تھیں۔ تفتیش سے معلوم ہوا کہ یہ گھناؤنا کاروبار ہوٹل کے مالک ریٹائرڈ ڈپٹی کمشنر صلاح الدین اور اس کے بیٹے محی الدین احمد مطاہر کے سبب سے کسی خوف وخطر کے بغیر کھلے بندوں جاری تھا۔ مصدقہ اطلاعات کے مطابق یہ بدکار شخص آنجہانی مرزا ناصر محمود کا خالو ہے۔ ملزم نے دوران تفتیش تسلیم کیا کہ اس نے کاروبار کو زیادہ وسعت تحریک ختم نبوت 1974ء کے بعد دی۔ نیز لڑکیوں میں اکثریت احمدیوں کی ہے۔ ہم اپنے رنگ میں مسلمانوں کو بدکاری پر آمادہ کر کے ان سے انتقام لے رہے تھے۔ اور یہ کہ کاروبار میں میرے بعض بااثر ہم فرقہ افراد بھی شامل ہیں۔ (82ب)

روزنامہ جنگ میں بلدیہ کراچی کے ایک معزز رکن ہاشم زیدی کا بیان شائع ہو چکا ہے۔ وہ یقین کے ساتھ کہتے ہیں کہ سندھ کے حالیہ ہنگاموں میں احمدیہ فرقے کا ہاتھ ہے۔ اپنے اس الزام کی تائید میں انہوں نے ایک واقعہ بیان کرتے ہوئے کہا۔

''جمعہ کی رات تقریباً چار بجے بلاک نمبر 28 فیڈرل بی ایریا کراچی میں ملزم بم کا دھماکہ کرنے کے بعد جیپ پر سوار ہو کر فرار ہو گئے۔ ان میں ایک فرد ٹھوکر لگنے سے گر گیا اور

اُس کی ڈائری زمین پر گر پڑی جس میں شناختی کارڈ کا فارم "ب" بھی تھا۔ ڈائری تو اس نے اٹھا لی لیکن فارم سڑک پر پڑا رہ گیا۔ جس کے مذہب کے کالم میں قادیانی درج ہے۔"
مسٹر ہاشم زیدن صاحب نے اپنے بیان کے ہمراہ اس فارم "ب" کی نقول بھی جاری کیں۔ (82ج)

درحقیقت مرزائی قوم اتحادِ ملت سے بدحواس ہو چکی ہے۔ مسلمانوں کے تمام مکاتیب فکر اپنے فروعی اختلافات بھلاتے ہوئے رسول پاک ﷺ کے دشمنوں کے خلاف جذبہ جہاد سے سرشار اٹھ کھڑے ہوئے ہیں۔ اب اس شرپسند ٹولے کو اپنا منطقی انجام صاف نظر آ رہا ہے۔ وہ سوچتے ہیں، ان کی عافیت اسی میں ہے کہ صوبائی تعصب کی آگ بھڑکے۔ لسانی جھگڑے پیدا ہوں اور جہاں تک ہو سکے مسلم فرقے آپس میں گتھم گتھا رہیں۔ اس سلسلہ میں انہوں نے ایک جامع منصوبہ تیار کر رکھا ہے۔

"گزشتہ برس لاہور میں یوم عاشورہ کے موقع پر سنی و شیعہ فساد بھی اس پلان کی ایک کڑی تھی۔ بکثرت ثبوت موجود ہیں کہ ان دو فرقوں کے درمیان اشتعال پیدا کرنے والی کوئی بات نہ ہوتی اور نہ ہی ایسا پروگرام تھا۔ بلکہ دونوں طرف کے زعماء نے اسے اسلام دشمن عناصر کی خفیہ سازش کا شاخسانہ قرار دیا۔" (83)

میں دعوے کے ساتھ کہہ سکتا ہوں 23، 24 مارچ 1987ء کی درمیانی رات کو اہلحدیث کانفرنس لاہور کے جلسہ میں جو دردناک حادثہ پیش آیا۔ یہ بھی مرزائیوں کی پلاننگ تھی۔ اگر تفتیش کا دائرہ کار وسیع کر دیا جائے اور اس نہج کے خطوط پیش نگاہ رہیں تو پولیس کو اصلی مجرموں تک پہنچنے میں آسانی رہے گی۔ بات میں یوں ہی نہیں کہہ رہا۔ قبل ازیں بھی قادیانیت کے غنڈوں نے علامہ احسان الٰہی ظہیر کو ہلاک کرنے کی ایک دو کوششیں کی تھیں جس کا ریکارڈ موجود ہے۔ (84)

آخر میں مرزائی گماشتوں کی ابتدائی کارستانیاں بیان کی جاتی ہیں۔ جب تک قائداعظم بقید حیات رہے۔ سر ظفر اللہ خاں محتاط تھا۔ جوں ہی آپ نے رحلت فرمائی اس نے خلافت ربوہ کی ہدایت پر جوڑ توڑ کا کھیل کھیلنا شروع کر دیا۔ صاحب بہادر نے وزارتِ خارجہ کے نظام کو کس طرح چلایا، اس کی واضح جھلک درج ذیل خبر میں موجود ہے۔

"پاکستان کے محکمہ خارجہ کی طرف سے پبلک سروس کمیشن کے صدر مسٹر شاہد سہروردی آج کل انگلستان میں ان امیدواروں سے انٹرویو لے رہے ہیں جو ہمارے سفارت خانوں میں ملازمت کرنا چاہتے ہیں۔۔۔ اس دوران انکشاف ہوا کہ ہمارے محکمہ خارجہ کے جائنٹ سیکرٹری خیر سے یہودی ہیں اور محکمہ خارجہ کے اسی فیصد ملازمین غیر ملکی خصوصاً انگریز

ہیں۔ایک انگریزی معاصر کی اطلاع کے مطابق یہودی جوائنٹ سیکرٹری گریفتھ کوئین تقسیم سے پہلے پنجاب ہائی کورٹ کا رجسٹرار تھا۔چونکہ یہ عہدے کے لحاظ سے ناموزوں انسان تھا۔اس لئے اس کو علیحدہ کر دیا گیا۔تقسیم ملک کے بعد اس کی قسمت چمکی اور وہ وزارت خارجہ کا جوائنٹ سیکرٹری بن گیا۔چونکہ ماتحت افسر نوجوان اور ناتجربہ کار تھے۔اس لئے وزارت خارجہ کا سب سے زیادہ قابل اعتماد افسر خیال کیا جانے لگا۔جب فلسطین میں یہودی، عربوں کے خون سے ہولی کھیل رہے تھے تو اس وقت پاکستان کی وزارت خارجہ کے قابل اعتماد افسر صاحب اسرائیل میں چھٹیاں منا رہے تھے۔۔۔ ہمارے مصری سفارت خانے کے سٹاف میں دو نوجوان یہودی لڑکیوں کو ملازم رکھا گیا۔جس سے مصری عوام اور عربی اخبارات پاکستان سے بہت ناراض ہو گئے۔ان سے پہلے مصر میں پاکستانی سفیر کا پریس اتاشی بھی یہودی تھا۔ (85)

ظاہریت کی کتابوں میں چھپا کر رکھ دیئے
آہ! وہ نوحے جو تاریخوں کے خستہ دل میں ہیں

کتاب جفا کے اوراق:

منیر انکوائری رپورٹ کے اوراق پیہم صدائیں دیتے چلے آرہے ہیں۔راقم الحروف نے ادھر توجہ کی تو صفحہ ماضی نے رورو کر اپنی جگر گداز سرگزشت کہہ سنائی جو درج ہے۔

''مارچ 1951ء میں ایک سازش کا انکشاف ہوا جس میں بڑے بڑے فوجی افسر شریک تھے۔اور جس کا مقصد یہ تھا کہ حکومتِ پاکستان کا تختہ الٹ دیا جائے۔اس مقدمے کے ملزموں میں جسے بعد میں مقدمہ سازش راولپنڈی کے نام سے موسوم کیا گیا۔ایک میجر جنرل نذیر احمد بھی تھے جو قادیانی ہے۔مولوی محمد علی جالندھری نے 15 اپریل 1951ء کو منٹگمری کی جامع مسجد رشیدیہ کے سالانہ اجلاس میں تقریر کرتے ہوئے بیان کیا کہ پاکستان کی ہوائی فوج میں اسی فیصد پائلٹ قادیانی ہیں۔روالپنڈی کی سازش کیس کے انکشاف سے قادیانی افسروں کی غداری بے نقاب ہو چکی ہے۔اس سازش نے حکومت کو حقائق کی طرف سے خبردار کیا ہے۔میرے پاس تحریری شہادتیں موجود ہیں جن سے اس سازش میں قادیانیوں کی شمولیت ظاہر ہے۔اور چودھری ظفر اللہ خان نے مملکت پاکستان کے روپیہ سے امریکہ میں ''پریذیڈنٹ ٹرومین'' کے محل کے عین سامنے ایک عظیم الشان عمارت خرید

کی ہے تا کہ وہاں قادیانیت کی تبلیغ کی جائے۔‘‘(86)

ربوہ کے علاوہ مرزائیت کا دوسرا بڑا گڑھ ’’کنری‘‘ ضلع تھرپارکر (سندھ) ہے۔ یہاں سے برٹش گورنمنٹ نے 35، 36 ہزار ایکڑ زمین چند کوڑیوں کے بھاؤ اپنے بااعتماد خدمت گزاروں کو عطا کی تھی۔ یہ جگہ بھی ایک آزاد اور خود مختار ریاست کا درجہ رکھتی ہے۔

سندھی عوام کہتے ہیں کہ براستہ انڈیا کنری میں اسرائیل کی ڈاک مسلسل پہنچ رہی ہے۔ اس قصبے کی طرف اکثر و بیشتر بھارتی گاڑیاں آتی جاتی دیکھی گئیں، عہد ایوبی میں چند جیپیں باقاعدہ حراست میں لی گئی تھیں۔ جن کا تذکرہ اخبارات میں موجود ہے۔ چونکہ یہ علاقہ بارڈر سے بالکل قریب ہے۔ اس لئے ان پر کڑی نظر اور زبردست احتیاط چاہئے۔(87)

گزشتہ دنوں کراچی کے ایک دردمند شہری نے اپنے سندھی بھائیوں کو مخاطب کرتے ہوئے کہا ایک ہفت روزہ میں حقائق کی نقاب کشائی کچھ اس طرح کی ہے۔

’’وہاں یوں تو متعدد تنظیمیں بن چکی ہیں۔ لیکن آج جس تنظیم کا ذکر کر رہے ہیں، وہ ’’پنجابی پرچار کمیٹی‘‘ ہے۔ جس کی پشت پناہی اور سرپرستی مشہور قادیانی صنعت کار نصیر اے شیخ کر رہا ہے۔ گزشتہ دنوں لاہور کے ایک ہوٹل میں اس کمیٹی کی طرف سے ایک سیمینار منعقد ہوا۔ جس میں قادیانی مذکور نے عظیم مسلمان ہیرو محمود غزنوی اور احمد شاہ ابدالی کو قاتل قرار دے کر اپنے خبثِ باطن کو ثبوت مہیا کیا۔ نصیر اے شیخ قادیانی کی یہ تقریر لاہور کے اخبارات میں شائع ہوئی۔ چونکہ لاہور کے اخبارات کراچی میں قلیل تعداد میں پہنچتے ہیں اس لئے ہمیں اصل تقریر نہ مل سکی۔ البتہ اس کے بیان پر صرف ایک جماعت کے سیاسی رہنما نے تنقید کی جسے کراچی کے مرزائی نواز اخبار ’’امن‘‘ نے اپنے انداز میں شائع کر کے اس سیاسی رہنما کا منہ چڑایا۔ اور یہ تاثر دیا کہ محمود غزنوی اور احمد شاہ ابدالی واقعی قاتل تھے۔‘‘(88)

قادیانیوں کی جی۔ ایم سید اور سرحدی گاندھی خان عبدالغفار خاں سے ہم فکری کا یہ سلسلہ یہیں پر ختم نہیں ہو جاتا بلکہ اور بھی بہت سے الم ناک پہلو توجہ طلب ہیں۔ ناپاک جسارت کی شوخی کا رنگ دیکھئے۔

’’گھارو ضلع ٹھٹھہ میں گزشتہ سال ایک قادیانی صحافی گرفتار ہوا تھا۔ جس نے ایک علیحدگی پسند تنظیم کے اجلاس میں نہ صرف شرکت کی بلکہ تقریر بھی کی تھی۔ جس میں اس نے صاف لفظوں میں کہا تھا کہ صوبہ سندھ کا فائدہ ہندوستان کے ساتھ الحاق میں ہے۔‘‘

گزشتہ دنوں قادیانیوں کا سالانہ اجتماع لندن کے مضافات میں ہوا اور اس جگہ کا نام

انہوں نے ''اسلام آباد'' رکھا ہے۔ (89)

منیر اس ملک پہ آسیب کا سایہ ہے یا کیا ہے
کہ حرکت تیز تر ہے اور سفر آہستہ آہستہ

بکھری یادیں:

1: نواب محمد احمد خاں کے مقدمہ قتل میں پاکستان کے سابق وزیراعظم اور تیز وطرار سیاست دان ذوالفقار علی بھٹو مرحوم پر مسعود محمود وعدہ معاف گواہ تھا۔ یہ شخص ایف۔ ایس ایف کا ڈائریکٹر اور متعصب قادیانی تھا۔ یادر ہے، بھٹو صاحب کے زوال میں اس کے خفیہ ہاتھ اور پختہ ویژ کا گہرا تعلق ہے۔

سابق وزیر خارجہ سر ظفر اللہ خاں صاحب نے اپنی تنگ نظر فطرت اور خبث باطن کا اظہار کرتے ہوئے ایک محفل میں کہا تھا کہ بھٹو کا باون سال کی عمر میں مرنا مرزا کی صداقت کی دلیل ہے۔ کیونکہ مرزا غلام احمد قادیانی نے کہا تھا کہ باون سال کی عمر میں ایک کتا مرے گا۔ (90)

حالانکہ مرحوم وزیراعظم نے وہ تاریخی کارنامہ سرانجام دیا کہ رہتی دنیا تک یادر ہے گا۔ ان کی یہ شاندار خدمت تاریخ میں سنہری الفاظ سے لکھے جانے کے قابل ہے۔ اور اس معاملے میں ہم انہیں قوم و وطن کا محسن گردانتے ہیں۔

2: تقسیم ملک کے وقت سر ظفر اللہ خان کے ریڈکلف ایوارڈ میں مسلم لیگ کا مؤقف بیان کرتے ہوئے مرزائیوں کی طرف سے بھی باؤنڈری کمیشن کے روبرو احمدیہ میمورنڈم پیش کیا۔ ملاحظہ ہو۔

''اس تقسیم کا بنیادی اصول مذہب ہے۔ قادیان اسلامی دنیا کی ایک بین الاقوامی (انٹرنیشنل) یونٹ بن چکا ہے۔ اس لئے یونٹ کا حق ہے کہ وہ فیصلہ کرے کہ آیا ہندیونین میں آنا چاہتی ہے یا پاکستان میں۔'' (91)

3: قرارداد پاکستان پر تبصرہ کرتے ہوئے چوہدری مذکور نے اپنے سیاسی عقیدہ کا برملا اظہار کیا تھا۔ ''جہاں تک ہم نے غور کیا ہے ہم اسے مجذوب کی بڑ اور ناممکن العمل خیال کرتے ہیں۔ (92)

4: مطالبہ پاکستان کی تغلیط میں مرزائی موقف بھی بغیر کسی لاگ لپٹ کے ہمارے سامنے موجود ہے۔ ''ہم نے یہ بات پہلے بھی کئی بار کہی ہے اب پھر کہتے ہیں کہ ہمارے نزدیک ہر تقسیم

اصولاً غلط ہے۔"(93)

5: خلیفہ محمود کا بیانِ ثانی بھی کچھ کم چونکا دینے والا نہیں۔ "مطلب یہ ہے کہ ہندوستان میں مل کر رہنے میں فائدہ ہے۔"(94)

6: اکھنڈ ہندوستان سے متعلق قادیانیوں کا یہ الہامی عقیدہ تو ایک بہت بڑی سازش ہے۔ "چنانچہ خدائی اشارہ میں اس طرف اشارہ ہے کہ ممکن ہے کہ عارضی طور پر افتراق ہو۔ اس لئے قادیانیوں کا الہامی عقیدہ ہے کہ پاکستان کا وجود عارضی ہے اور کچھ وقت کے لئے دونوں قومیں جدا جدا رہیں گی۔ مگر یہ حالت عارضی ہوگی۔ بہر حال ہم چاہتے ہیں کہ اکھنڈ ہندوستان بنے اور ساری قومیں شیر و شکر ہو کر رہیں۔"(95)

(خدا نہ کرے کہ یہ غدار دین و ملت کل کلاں اس پیشن گوئی کو مرزا مردود کی صداقت میں بطور ثبوت پیش کریں۔)

7: "حالات اس قدر نازک صورت اختیار کر گئے ہیں کہ عاشقانِ احمد (مرزائی) ہجرت پر مجبور ہو گئے اور اس قدر انہیں صدمہ ہوا کہ ہجرت کے بعد سلسلہ کے بزرگ اور حضرت مسیح موعود کے بعض صحابہ (قادیانی کمپنی کے حصص دار) اس دار فانی سے کوچ کر کے اپنے حقیقی مولا سے جا ملے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ اے کاش انڈین یونین میری بات کو سمجھے کہ احمدیوں نے قادیان اور قادیان والوں کی خاطر ساری دنیا کو چھوڑا ہے۔ اب وہ اس کو کیسے چھوڑ سکتے ہیں۔"(96)

8: قادیانی حلف نامہ جو سر ظفر اللہ اور مرزا محمود خلیفہ قادیان نے مل کر تیار کیا۔ احمدیہ والنٹیر زکور، مجلس خدام الاحمدیہ، نیشنل لیگ، حزب اللہ، انصار اللہ، مجلس اطفال احمدیہ کے ممبران سے لیا گیا ہے۔ وہ حسب ذیل ہے۔

"میں خدائے تعالیٰ کو حاظر و ناظر جان کر اقرار کرتا ہوں کہ خدا تعالیٰ نے قادیان کو جماعت احمدیہ کا مرکز بنایا ہے میں حکم کو پورا کرنے کے لئے ہر قسم کی کوشش اور جدو جہد کرتا رہوں گا اور اس مقصد کو کبھی اپنی نظروں سے اوجھل نہیں کروں گا۔ اور میں اپنے نفس کو اور اپنے بیوی بچوں کو اور اگر خدا تعالیٰ کی یہی مشیت ہو تو اولاد کو ہمیشہ اس بات کے لئے تیار کرتا رہوں گا کہ وہ قادیان کے حصول کے لئے ہر چھوٹی اور بڑی قربانی کے لئے تیار رہیں۔ اے خدا مجھے اس عہد پر قائم رہنے اور اسکو پورا کرنے کی توفیق فرما۔"(97)

9: آنجہانی سر ظفر اللہ خاں اپنے سرکاری عہدے پر قائم رہتے ہوئے اور غیر سرکاری حالت

میں بھی مرزا محمود کے نمائندہ کی حیثیت سے مرزائیوں کے لئے پاکستان بننے سے پہلے اور بعد میں بھی صرف اور صرف مرزائیوں کے حقوق میں مصروف کار رہا۔ اپنا قلم اپنا چہرہ کے مصداق ایک حوالہ دیکھئے۔

"میں نے ایک نمائندہ کی معرفت (سر ظفر اللہ خان اگر نام نہیں لیا) ایک بڑے ذمہ دار انگریز افسر کو کہلوا بھیجا کہ پارسیوں اور عیسائیوں کی طرح ہمارے حقوق بھی تسلیم کیے جاویں۔ جس پر اس آفیسر نے کہا کہ وہ تو اقلیت ہیں اور تم ایک مذہبی فرقہ، اس پر میں نے کہا کہ پارسی اور عیسائی بھی تو مذہبی فرقہ ہیں۔ جس طرح ان کے حقوق علیحدہ تسلیم کیے گئے اسی طرح ہمارے بھی کیے جائیں تم ایک پارسی پیش کرو، میں اس کے مقابلے میں دو دو احمدی پیش کروں گا۔"(98)

10: جب پاکستانی مسلمانوں میں اس مطالبے نے زور پکڑا کہ چودھری ظفر اللہ خاں کو فی الفور سبکدوش کیا جائے تو ایک تقریر کرتے ہوئے اس نے صاف صاف کہہ دیا۔ "اگر مجھے وزارت سے علیحدہ کیا گیا تو میں پاکستان میں نہ ٹھہروں گا بلکہ کسی اور جگہ چلا جاؤں گا۔"

11: میں چاہتا ہوں کہ ذمہ دار بہی خواہان پاکستان کا اضطراب خود ان کی زبانی بیان کر دیا جائے۔ آنریبل خان جلال خان وزیر بلدیات و بحالیات صوبہ سرحد نے ایبٹ آباد میں ایک دفعہ تقریر کرتے ہوئے فرمایا۔

"پاکستان کی پانچ سالہ تاریخ میں یہ بات نمایاں طور پر نظر آ رہی ہے کہ حکومت کا جو معاملہ سر ظفر اللہ خان کے سپرد ہوا۔ اس میں حکومت کو شکست کا منہ دیکھنا پڑا۔ جس کے ساتھ پاکستان کی حیات وابستہ ہے۔ جب تک وزارتِ خارجہ کے عہدے پر سر ظفر اللہ موجود ہے۔ کشمیر پاکستان کو ہرگز ہرگز نہیں مل سکتا۔"(100)

12: کراچی کی مسلم پارٹیز کنونشن مورخہ 2 جون میں محمد ہاشم گزدر ممبر دستور ساز اسمبلی پاکستان نے تقریر کرتے ہوئے فرمایا۔

"چودھری ظفر اللہ خاں کشمیر کا مسئلہ پیش کرنے کے لیے ایک سکیس گئے ہوئے تھے۔ میں ان دنوں وہاں موجود تھا۔ وہاں لابی میں مشہور تھا کہ سر ظفر اللہ خان وہی کام کرنا چاہتے ہیں جو ہندوستان چاہتا ہے۔ میں اسی روز تمام احوال سے حکومتِ پاکستان کے منسٹر کو مطلع کر دیا۔ اس کے بعد میں نے تمام ممالک کا دورہ کیا اور محسوس کیا کہ اکثر ممالک میں ہمارے خارجہ دفاتر مرزائیت کی تبلیغ کے اڈے بنے ہوئے ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ چوہدری ظفر اللہ

کے انگریزوں اور ہندوؤں سے گہرے مراسم ہیں۔ سر ظفر اللہ قادیانی پاکستان سے زیادہ اپنے امام مرزا بشیر کے وفادار ہیں۔ اور اپنے امام کی ہدایت کے مقابلہ میں حکومت پاکستان کے احکام کو ٹھکرا دیتے ہیں۔ (تقریر کرتے ہوئے کہا) میرے کئی دوست محض دنیاوی فوائد کے لئے مجبوراً قادیانی ہو گئے۔ پاکستان میں جو شخص اکھنڈ ہندوستان کے نعرے لگاتا ہے وہ پاکستان کا دشمن ہے۔ اور ہماری بدقسمتی ہے کہ اکھنڈ ہندوستان کا عقیدہ رکھنے والے مرزائی ملک کی ستر فیصدی کلیدی آسامیوں پر فائز ہیں۔ اگر خدانخواستہ کسی وقت جنگ ہو گئی تو معلوم نہیں ہمارا کیا حال ہوگا۔ اور آفیسران کی پوزیشن کیا ہوگی۔؟'' (101)

13: ایک اردو روزنامہ کی حب الوطنی اور حقیقت پسندی کا رویہ نہایت ہی چونکا دینے والا ہے ایک دردمند صحافی نے کالم سپرد قلم کرتے ہوئے لکھا۔ ''ہمارے وزیر خارجہ کی خارجہ پالیسی ہر لحاظ سے ناکام ہو چکی ہے۔ اس سے بھارت کی سیاسی اہمیت بڑھ چکی ہے اور اس بلاک نے منہ مانگی قیمت دے کر اپنے ساتھ ملا لیا ہے۔'' (102)

14: ان خدشات سے آگاہی پر مصر کے مفتی اعظم سید محمد حسنین الخلوف نے لکھا۔ ''کہ حضرت محمد ﷺ خاتم النبیین ہیں۔ میں حیران ہوں کہ پاکستان جیسی اسلامی ریاست میں ایک قادیانی کو وزیر خارجہ کیسے مقرر کر دیا گیا۔'' (103)

15: ایک فاضل کالم نویس نے روزنامہ ''جنگ'' لاہور میں سیاسی تجزیہ کرتے ہوئے ایک مضمون بعنوان ''لیاقت علی خان روس کا دورہ کیوں نہ کر سکے''؟ کے تحت لکھا ہے۔

''چنانچہ 21 جولائی 1949ء کو پاکستان میں برطانوی ہائی کمیشن سر ایل گریفری سمتھ نے یہ یادداشت مرتب کی کہ اس کا غالب امکان تھا کہ دعوت دینے میں روس نے پہل کی ہو مگر حال میں اس کا ثبوت ملا ہے کہ یہ نظریہ قابل قبول تھا۔ لیاقت مرحوم روس کا دورہ نہیں کر سکیں گے۔ اس وقت کے پاکستان کے وزیر خارجہ ظفر اللہ خان نے کراچی میں امریکی سفارت خانے کے ایک استقبالیہ میں یہ بات واضح کر دی تھی پاکستان اس کا منتظر تھا کہ روس اپنا اگلا قدم اٹھائے انہوں نے ہمیں مدعو کیا۔ ہم نے دعوت قبول کر لی اب دوسرا قدم اٹھانا روس کی اپنی ذمہ داری ہے مگر روس نے یہ اگلا قدم نہیں اٹھایا۔'' (104)

یہ ایک تسلیم شدہ تجزیہ ہے کہ روس دشمنی سر ظفر اللہ خاں نے دانستہ مول لی تھی اور وہ چاہتا تھا کہ قائد ملت لیاقت علی خان امریکہ کا دورہ کریں تاکہ آگے چل کر پاکستان خطرات میں گھر جائے۔

ہر اک لحظہ نئی بحثوں میں الجھاتا ہے لوگوں کو
منافق ہے وہ مگر مثبت صدائیں رکھتا ہے

16: قادیانیوں نے سیاسی عزائم کی تکمیل کے لئے بڑے غور وفکر سے مسلمان ریاستوں پر قبضہ کرنے کا منصوبہ بنایا۔ ریاست کے حکمرانوں اور رؤساء وامراء کو مرزائی بنانے کے لئے مبلغ اور وفود بھیجے الغرض وہ خواب جس کی تعبیر کبھی ممکن نہ ہو سکی، اس کا اظہار کرتے ہوئے ایک جگہ بیان ہوا۔

”ہمیں کیا معلوم کہ ہماری زندگی کی ابتداء کہاں سے ہوتی ہے۔ قادیان بے شک ہمارا مذہبی مرکز ہے۔ مگر ہمیں کیا معلوم کہ ہماری شوکت و طاقت کا مرکز کہاں ہے۔ یہ ہندوستان کے کسی شہر میں بھی ہو سکتا ہے۔ اور چین، جاپان، فلپائن، سماٹرا، جاوا، روس، امریکہ غرضیکہ دنیا کے کسی ملک میں بھی ہو سکتا ہے۔“ (105)

17: یادش بخیر 65ء میں جنرل اختر حسین ملک نے ”آپریشن جبرالٹر کے نام سے کشمیر پر چڑھائی کا منصوبہ تیار کیا اور سر ظفر اللہ خان نے بیرون ملک اس کی جس طرح پیروی کی۔۔۔ اگر قدرت پاکستان کی مدد نہ کرتی تو قادیانی اپنے مذموم مقاصد میں 65ء میں ہی کامیاب ہو چکے تھے۔“ (106)

18: یاد رہے۔ ابتداً اراضی ربوہ قادیانیوں کو نوے سال کی مدت کے لئے پٹہ پر دی گئی تھی۔

19: ربوہ کے آباد ہو جانے پر اس قادیانی سٹیٹ میں باقاعدہ عدالتیں قائم ہوئیں اور ہر قسم کے مقدمات کی سماعت خود ربوہ میں قادیانی فیصل کرتا جسے نام نہاد خلیفہ نامزد کرتا تھا۔ ہر فیصلہ ہر قادیانی ماننے پر مجبور تھا۔ چیف جسٹس کے اختیارات خلیفہ ربوہ کے پاس تھے گویا مرزائیوں نے حکومت کے اندر حکومت قائم کر رکھی تھی جیسا کہ مرزا محمود نے خود اعتراف کیا۔ ”ناظر ہمیشہ میں خود نامزد کرتا ہوں۔“ (107الف)

20: پاکستان کی سرزمین پر قائم ہونے کے باوجود وہاں کی حکومت قادیانیوں کے نام نہاد خلیفہ کی ہوتی ہے، وہاں حیرت تو یہ ہے کہ ساری زمین قادیانی انجمن کی ملکیت ہے۔ وہاں رہائش پذیر قادیانیوں کو حق نہیں کہ وہ اپنے مکان بیچ سکیں۔ اگر کوئی قادیانی ربوہ کا رہنے والا مسلمان ہو جاتا تو اسے ربوہ سے نکال دیا جاتا ہے۔ گویا ربوہ میں ایک مستقل حکومت قائم ہے۔ وہاں سیکرٹریٹ کے مقابلے میں ”ایوان محمود“ ہے۔ وزات کے مقابلے میں ”نظارت“ ہے۔ الفرقان بٹالین جو قیام پاکستان کے وقت جنرل گریسی نے بنائی تھی۔ اگرچہ بعد میں توڑ دی

گئی۔ لیکن اس کا نام بدل کر ''خدام الاحمدیہ'' رکھ دیا گیا اور الفرقان بٹالین کا اسلحہ حکومت پاکستان کو نہیں دیا گیا۔ جواب تک قادیانیوں کے پاس ہے۔ (107ب)

موجودہ قادیانی سربراہ مرزا طاہر احمد نے اپنے ایک بیان میں کہا تھا۔ ''ایک وقت آئے گا کہ اس ملک پاکستان میں مرزائی قادیانی کے ذریعے وہی جھنڈا گاڑا جائے گا جو مصطفیٰ ﷺ کا جھنڈا ہوگا''۔ (آپ ﷺ کا نام محض تکلفاً استعمال کیا گیا ہے۔) (108)

21: قادیان کے بدل ربوہ کی روداد اور نقل مکانی کے واقعات کی تفصیل ایک مرزائی پرچہ کے صفحات پر پڑھیں۔

''جماعت احمدیہ کا نیا مرکز پاکستان کے ضلع جھنگ میں چنیوٹ سے پانچ میل کے فاصلے پر دریائے چناب کے پار ''ربوہ'' کے نام سے آباد کیا جا رہا ہے۔ ربوہ کے معنی بلند مقام یا پہاڑی کے ہیں۔۔۔ آبادی کے لئے اس جگہ سردست دس سو چونتیس ایکڑ زمین خریدی گئی ہے۔ چنیوٹ سے جانے والی لائن اس زمین میں سے گزرتی ہے یہ جگہ فیصل آباد اور سرگودھا کے عین وسط میں واقع ہے۔''

''20 ستمبر 1948ء بروز دوشنبہ حضرت امیر المؤمنین ایدہ اللہ تعالیٰ (میاں محمود احمد صاحب خلیفہ قادیان) نے اس سرزمین میں آبادی کا افتتاح فرمایا۔ حضور والا لاہور سے بذریعہ کار روانہ ہو کر ربوہ پہنچے۔ حضور نے ایک بڑے مجمع کے ساتھ نماز ظہر ادا فرمائی پھر ایک موثر اور درد سے بھری ہوئی تقریر کے بعد ایک لمبی دعا فرمائی۔۔۔ اس موقع پر ربوہ کی سرزمین کے چاروں کونوں میں ایک ایک بکرا بطور صدقہ ذبح کیا گیا۔ اور ایک بکرا زمین کے عین وسط میں، حضور نے مسنون دعائیہ الفاظ پڑھتے ہوئے اپنے دست مبارک سے ذبح فرمایا۔ چار بج کر چالیس منٹ پر حضور واپس لاہور روانہ ہو گئے۔''

25 مارچ 1949ء کے ''الفضل'' میں اعلان ہوا کہ ربوہ کے لئے ہالٹنگ ریلوے سٹیشن منظور ہو گیا ہے۔ چنانچہ یکم اپریل 1949ء کو صبح سات بجے سب سے پہلی گاڑی اس اسٹیشن پر ٹھہری۔ اس موقع پر مکرم جناب قاضی محمد عبداللہ صاحب نے جو حضرت مسیح موعود علی السلام کے تین سو تیرہ صحابہ میں سے ہیں۔ جملہ احباب سمیت لمبی دعا فرمائی۔ ربوہ کے سب سے پہلے اسٹیشن ماسٹر ایک احمدی دوست مقرر ہوئے ہیں۔

'15، 16 اگست 1949ء کو ربوہ میں جماعت احمدیہ کا پہلا جلسہ سالانہ منعقد ہوا۔ جس کا افتتاح حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ تعالیٰ نے پندرہ اپریل کو نو بجے صبح لمبی دعاؤں کے ساتھ فرمایا۔ اس موقع پر

حضور نے تقریر کرتے ہوئے اس امر پر زور دیا کہ ہمیں مل کر دعائیں کرنی چاہئیں کہ اللہ تعالیٰ ربوہ کو اسلام کی اشاعت کا مرکز بنائے۔ جلسہ میں دس ہزار مہمانوں کی شرکت کی توقع تھی۔ لیکن سولہ ہزار سے بھی زیادہ احباب تشریف لائے۔

10 اگست 1949ء کو ربوہ میں تار لگ گئی اور تاروں کی آمد و رفت کا سلسلہ شروع ہو گیا۔
14 ستمبر 1949ء کو ربوہ میں ڈاک خانہ بھی باقاعدہ کھل گیا۔ ڈاک خانے کے پہلے انچارج ایک احمدی دوست مقرر ہوئے ہیں۔

19 ستمبر 1949ء بروز دوشنبہ حضرت امیر المؤمنین ایدہ اللہ تعالیٰ ربوہ میں مستقل سکونت اختیار کرنے کے لئے مع حضرت ام المؤمنین مدظلہ العالی و دیگر اہل بیت رتن باغ لاہور سے بذریعہ کار ربوہ تشریف لے گئے۔۔۔۔ ربوہ پہنچ کر حضور نے سب سے پہلے نماز ظہر ادا فرمائی اور پھر تقریر فرمائی۔

اس وقت ربوہ کی آبادی ایک ہزار نفوس تک پہنچ چکی ہے۔ صدر انجمن اور تحریک جدید کے دفاتر کے علاوہ حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ تعالیٰ کی رہائش گاہ، لنگر خانہ، مہمان خانہ اور نور ہسپتال کی عارضی عمارتیں تیار ہو چکی ہیں اور بازار بن چکے ہیں اور ایک مسجد تعمیر ہو چکی ہے۔ (109)

22: قادیان سے ربوہ کی طرف کن حالات میں سفر اختیار کیا گیا۔ یہ خود اُن کے حوالوں سے ظاہر ہے۔ ہم مندرجہ ذیل کڑیوں سے ایک تاریخی ارتباط چاہتے ہیں۔" جماعت احمدیہ چونکہ ایک مذہبی جماعت ہے اور سیاست سے بالکل الگ رہتی ہے اور اپنے اصولوں کے ماتحت جس حکومت کے ماتحت بھی اس کے افراد ہوں۔ وہ اس کے فرماں بردار ہو کر رہتے ہیں۔۔ اس لئے ہم نے انڈین یونین کو اپنی روایات یاد دلاتے ہوئے کہا کہ قادیان ہمارا مذہبی مرکز ہے۔ ہم اسے چھوڑنا نہیں چاہتے اور عہد کرتے ہیں کہ ہم حکومت کے پورے پورے فرماں بردار رہیں گے۔ مگر چند لاکھ چھوٹی سی مذہبی جماعت کی کون سنتا ہے۔" (110)

23: ۔۔۔ ان حالات کے پیش نظر خلیفہ صاحب قادیان نے اپنا مرکز جودھامل بلڈنگ لاہور میں تبدیل کر لیا ہے۔ اس کا نام "احمدیہ پاکستان مرکز" رکھا گیا ہے۔ اس جگہ قادیان سے آئے ہوئے پناہ گزیں فروکش ہیں اور الفضل اخبار یہیں سے شائع ہو رہا ہے۔ (111)

24: انجمن احمدیہ نے ربوہ کی تعمیر سے قبل مندرجہ ذیل شرائط طے کی تھیں۔

1: ربوہ کی زمین پر کسی شخص کو ملکیتی حقوق نہیں دیئے جائیں گے۔

2: بنگلے اور مکانات، نقشے اور قواعد کے مطابق ہی بن سکیں گے۔

3: ہر سال ان مکانوں کی از سر نو الاٹمنٹ ہوا کرے گی۔ یہ تجدید خلیفہ صاحب

کریں گے۔

25: 29 مئی 1974ء کو قادیانی غنڈوں نے شرمناک طریقے سے ربوہ ریلوے اسٹیشن پر مظاہرہ بدمعاشی کیا۔ نشتر میڈیکل کالج، ملتان کے سینکڑوں طلباء بُری طرح زخمی ہوئے۔ اس پر جب مسلسل احتجاج ہونے لگا اور اس میں روز بروز شدت آنے لگی تو حکومت نے عدالتی تحقیقات کا فیصلہ کیا۔ اب ذرا جسٹس صمدانی کی مرتب کردہ رپورٹ کی طرف آیئے جو انہوں نے مقرر کردہ کمیشن کے روبرو پیش کی۔ واقعہ ربوہ کی چھان بین کرنے والے ٹربیونل کے واحد ممبر جسٹس صمدانی 20 جولائی کو ربوہ تشریف لے گئے۔ تاکہ جائے وقوعہ کا معائنہ کر سکیں۔ اور دوسری معلومات حاصل کریں۔ وہ وہاں ساڑھے پانچ گھنٹہ کے قریب ٹھہرے۔ جب کہ ان کے ساتھ ایڈووکیٹ جنرل، وکلاء اور صحافی حضرات بھی تھے۔ اس قیام کے دوران جو خاص باتیں دیکھنے میں آئیں، ان کا بیان بغرض معالعہ حاضر خدمت ہے۔

جسٹس صمدانی کی آمد پر پاک فضائیہ کے دو طیارے بڑی گھن گرج کے ساتھ نمودار ہوئے انہوں نے انتہائی نیچی پرواز کی اور قلابازیاں کھاتے ہوئے نظروں سے اوجھل ہو گئے۔ تمام سرکاری اور قادیانی دفاتر میں مرزا غلام احمد کی تصاویر آویزاں تھیں۔ البتہ بابائے پاکستان اور علامہ اقبال کی تصویر نظر نہ آئی نیز ربوہ میں کہیں بھی پاکستان کا قومی پرچم نظر نہ آیا۔ البتہ قصرِ خلافت پر جماعت کا اپنا مخصوص جھنڈا لہرا رہا تھا۔

1956ء میں ربوہ بدر کئے جانے والے ''صالح نور'' نامی قادیانی پر ایک عجیب قسم کا خوف طاری تھا۔ اس کے رشتہ داروں نے جھروکوں سے دیکھ کر محض آنسو بہائے۔ لیکن آئین قادیانی میں ''قانونی جرم'' کے تحت بات کرنے کی جرأت نہ کی۔ ناظمِ امور عامہ کے دفتر کا جب معائنہ کیا اور فائلیں دیکھیں تو بتلایا گیا کہ اختلافات وغیرہ کی صورت میں آخری فیصل خلیفہ ربوہ کا ہوتا ہے۔ ٹربیونل نے ربوہ کی چوکی کا معائنہ کیا تو معلوم ہوا کہ کسی جُرم کی رپورٹ نہیں اس موقع پر تھانہ ''لالیاں'' کے ایس ایچ او نے اعتراف کیا کہ ہمارا انظام محکمہ ''ربوہ'' کا مرہونِ منت ہے۔ ہم بوجوہ اپنے طور پر کچھ نہیں کر سکتے۔ ربوہ کی بعض عمارات پر قادیانی پرچم ''نوائے احمدیت'' لہراتے دیکھا گیا۔''(112)

پاکستان کے ایٹمی راز:

واشنگٹن پوسٹ کی ایک اشاعت میں انکشاف کیا گیا ہے کہ امریکی بحریہ میں اعلیٰ عہدے

پر فائز جوناتھن جے پولارڈ کو 1985ء میں اسرائیل نے جاسوسی کے الزام میں گرفتار کیا گیا تھا۔ واشنگٹن پوسٹ نے پولارڈ کے مقدمہ سے اچھی طرح واقف ایک شخصیت کے حوالہ سے بتایا ہے کہ پولارڈ نے اسرائیل کو پاکستان کی تمام تفصیلات سے آگاہ کیا ہے۔ اور اسلام آباد کے قریب واقعہ ایٹمی تنصیبات سے آگاہ کیا ہے اور اسلام آباد کے قریب رواقعہ ایٹمی تنصیبات کی مصنوعی سیاروں کے ذریعے لی گئی تصاویر بھی فراہم کی ہیں۔ اطلاعات کے مطابق پولارڈ نے اسرائیل کو جو معلومات فراہم کی ہیں ان میں پاکستان کے ایٹمی پروگرام اور پاکستان کو ملنے والی امریکی امداد کی تفصیلات کے علاوہ تیونس میں پی ایل او کے صدر دفتر میں موجود تمام انتظامات شامل ہیں۔ اور ان ہی معلومات کی بنیاد پر اسرائیل نے یکم اکتوبر 1985ء کو تیونس میں پی ایل او کے صدر دفتر کو بآسانی نشانہ بنایا تھا۔" (پاکستان کے محکمہ جاسوسی میں ایک اہم عہدے پر فائز ایک شخص نے مجھے بتایا کہ ہمارے سیاسی و عسکری تمام راز پاک افواج میں موجود قادیانی افسروں کے ذریعے بیرون ملک پہنچتے ہیں۔)(113)

امریکہ کی سرپرستی:

27: گزشتہ دنوں امریکہ کی سینٹ کمیٹی برائے تعلقات خارجہ نے مشروط طور پر پاکستان کے لئے چار ارب بیس کروڑ ڈالر کی امداد (خیرات) منظور کی۔ یہ امداد مجموعی لحاظ سے چھ برس میں مکمل ہوگی۔ مگر اس پر چار شرائط عائد کی گئیں ہیں۔ آخری شرط بالخصوص قابل ذکر ہے۔ غور فرمائیے! "یہ کہ پاکستان میں سب کو مذہبی آزادی حاصل ہوگی۔"۔ اس پر آزاد خیال کے حامل اخبار کا اعترافیہ تبصرہ خاصا دلچسپ ہے۔ "چوتھی شرط جو مذہبی آزادیوں سے متعلق ہے بالواسطہ طور پر قادیانیوں، احمدیوں اور لاہوریوں (قادیانیوں کا فرقہ، لاہوری جماعت) سے متعلق معلوم ہوتی ہے۔" (114)

تجھ کو خرید لیں نہ کہیں دے کہ دو جہاں
کم ہے یہ نرخ، اس کو کم از کم دو چند کر

قائداعظم بمقابل مرزا:

28: ایک قادیانی جریدہ میں بڑی ڈھٹائی کے ساتھ لکھا گیا۔
پہلے مسلمانوں کے لیڈر اور مسلمانوں کے نمائندہ سر میاں فضل حسین صاحب رہے اور اس

وقت مسٹر جناح کے خیالات کانگریسی تھے۔ اور وہ کانگریس کی تائید میں تھے اور مسلم لیگ کا دائرہ اس وقت اتنا وسیع نہ تھا۔ جتنا اب ہے۔ کچھ عرصہ کانگریس میں کام کرنے کے بعد مسٹر جناح مسلم لیگ میں آگئے اور آہستہ آہستہ اپنی قابلیت منواتے چلے گئے۔ یہاں تک کہ تمام مسلمان لیڈر، ان کے پیچھے لگ گئے اور وہ مسلم لیگ کے صدر بن گئے۔ کیا مسٹر جناح دنیا کے سارے مسلمانوں کے نگران ہو سکتے ہیں۔ اور کیا مسٹر جناح اسلامی دنیا کے تمام نقائص اور خرابیوں کو دور کر سکتے ہیں، کیا مسٹر جناح یا کوئی مسلمان نمائندہ آج پھر ایمان کو اسی پہلی حالت میں قائم کر سکتا ہے جو حالت کہ قرونِ اولیٰ کی تھی ہر انسان جو سوچ اور عقل سے جواب دے گا۔ وہ یہی جواب دے گا کہ مسٹر جناح ہندوستان کے سیاسی لیڈر ہیں۔ دنیا بھر کے لیڈر نہیں۔ یہ کام سوائے ایسے شخص کے نہیں ہو سکتا جو موید من اللہ ہو اور جسے اللہ تعالیٰ خود مقرر کر دے۔ اور وہ تمام مسلمانوں کا نگران ہو، مسلمانوں کے ہر مرض کا علاج کرنے والا اور مسلمانوں کی ہر تکلیف کا مداوا ہو جو اسلام کو ادیان باطلہ پر غالب کرنے والا ہو۔ آج ایسے ہی شخص کی ضرورت ہے۔ (115)

29: ''چونکہ میں دیکھتا ہوں کہ ان دنوں میں بعض جاہل اور شریر لوگ اکثر کا ہندوؤں میں سے اور کچھ مسلمانوں میں سے (کانگریس اور مسلم لیگ کی طرف اشارہ ہے) گورنمنٹ کے مقابل پر ایسی ایسی حرکتیں ظاہر کرتے ہیں۔ جن سے بغاوت کی بُو آتی ہے۔ بلکہ مجھے شک ہوتا ہے کہ کسی وقت باغیانہ رنگ ان کی طبائع میں پیدا ہو جائے گا۔ اس لئے میں اپنی جماعت کے لوگوں کو جو مختلف مقامات اور ہندوستان میں موجود ہیں اور جو بفضل تعالیٰ کئی لاکھ تک ان کا شمار پہنچ گیا ہے۔ نہایت تاکید سے نصیحت کرتا ہوں کہ وہ میری تعلیم کو خوب یاد رکھیں۔۔۔ پس کیا تمہیں کچھ توقع ہے کہ تمہیں اسلامی سلاطین کے ماتحت کوئی خوشحالی میسر آئے گی۔ بلکہ تم تمام اسلامی، مخالف علماء کے فتوؤں کی رو سے واجب القتل ٹھہر چکے ہو۔'' (116)

30: پاک فضائیہ کا سابق ایئر مارشل ظفر چودھری، سر ظفر اللہ خان کا حقیقی بھتیجا تھا اور میجر جنرل نذیر احمد اس کا ہم زلف۔

تاریک اُجالے روشن حوالے:

پاکستان کے پہلے وزیر اعظم لیاقت علی خان کے قتل کے محرکات۔۔ چند مزید حالات و واقعات ملک رب نواز ایڈووکیٹ نے قائد ملت کی شہادت کی بابت مختلف شکوک و شبہات کو دستاویز و واقعات کی

روشنی میں درج کیا ہے۔
''جب تک دشمن کا پتہ نہیں چل سکتا۔ قاتل تک نہیں پہنچا جا سکتا۔ چنانچہ لیاقت علی خاں کا کابینہ میں سے ایک وزیر کی لیاقت علی خان کے ساتھ محاذ رائی کی داستان تاریخ کا حصہ بن چکی ہے۔ اُس وقت عوام کی بھاری اکثریت کا مطالبہ تھا کہ ظفر اللہ خاں کو وزارت خارجہ سے ہٹا دیا جائے۔ اس بات کا دستاویزی ثبوت سید نور احمد کی کتاب ''مارشل لاء سے مارشل لاء تک'' میں بھی موجود ہے کہ ''خان لیاقت علی خان نے جلسہ عام میں تقریر کرنے سے قبل سردار بہادر خان کو یہ بتا دیا تھا کہ وہ اپنی کابینہ کے دو وزراء خواجہ شہاب الدین اور سر چودھری ظفر اللہ خان کو علیحدہ کرنا چاہتے ہیں۔۔ یہ بھی امر واقعہ ہے کہ سر ظفر اللہ خان سلامتی کونسل میں تقریر کرنے کے لئے ایک مسودہ لے کر قائداعظم کے پاس آئے۔ جسے لیاقت علی خان نے قائداعظم کے ایماء پر پھاڑ دیا تھا۔ اور ایک نیا مسودہ تیار کرایا گیا۔۔ انہی ایام میں قاضی احسان احمد شجاع آبادی مرحوم نے خان لیاقت علی سے ملاقات کی تھی اور اس جماعت کا دل آزار لٹریچر لیاقت علی خان کے سامنے رکھا تھا۔ انہوں نے مولانا مرحوم سے بھی یہ وعدہ کیا کہ میں چودھری ظفر اللہ کو وزارت خارجہ سے علیحدہ کر رہا ہوں۔ اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے وہ کون سا خفیہ ہاتھ تھا کہ جس نے موقع پر ہی لیاقت علی خان کے قاتل کو مار ڈالا۔ اور یہ مشہور کر دیا تھا کہ مشتعل ہجوم نے قاتل کو مار ڈالا ہے۔

• یہ بھی مشہور تھا کہ نجف خان کا خاندان اس قبیل کے ساتھ تعلقات رکھتا تھا۔ ان حالات کے اندر اس قتل سے قبل راولپنڈی سازش کیس مشہور ہو چکا تھا۔ جس کے اندر فیض احمد فیض، میجر جنرل اکبر خان، بریگیڈیئر نذیر، ایرکموڈور جنجوعہ اور کیپٹن پوشنی جیسے لوگ مبینہ طور پر شامل تھے۔ جن پر خان لیاقت علی خان کے قتل کی سازش کا الزام تھا۔۔۔ ہمیں سب سے پہلے یہ بات دیکھنی ہوگی کہ 1951ء میں یہ قبیل (قادیانی طائفہ) اقتدار کے بہت قریب پہنچ چکا تھا۔ 1951ء میں اس قبیل کے سربراہ نے ایک اخبار ''الفضل'' میں اپنے خواب کا ذکر یوں شائع کرایا تھا۔ '' کہ میں پاکستان کی کرسی پر خون کے چھینٹے دیکھ رہا ہوں۔ (کتنا لرزہ خیز سچ ہے)۔۔۔ 1952ء میں اس منظم اور طاقت ور قبیل کے سربراہ نے کہا کہ وہ وقت قریب آنے والا ہے۔ جب ملا صدر الدین، ملا بخاری، ملا بدایوانی، ملا احتشام الحق اور پانچویں سوار مودودی بھی میرے سامنے مجرموں کی طرح پیش ہوں گے۔ (غور کریں خلیفہ ربوہ کا یہ کہنا کس حیثیت سے تھا)۔۔ 1947ء سے لے کر 1952ء

تک جو مجرمانہ سازشی سرگرمیاں اپنے عروج پر تھیں ان میں سے ایک یہ بھی خوفناک سازش تھی جس میں میجر شیر بہادر (جو پاکستان کے پہلے مسلم کمانڈر انچیف بننے والے تھے) اور میجر جنرل افتخار کو فضائی سفر کے دوران ایک ہیلی کاپٹر کے ساتھ ہلاک کرادیا گیا تا کہ میجر جنرل شیر بہادر پاکستانی افواج کے کمانڈر انچیف نہ منتخب ہوسکیں۔ ان کی ہلاکت کے بعد فوج میں بعض جرنیلوں کو سینئر ہونے کا موقع ملا، یہ پے در پے واقعات اسی قبیل کی سازشوں اور ریشہ دوانیوں کا پردہ چاک کرتے ہیں۔" (117)

تھے آپ کے ستم ہی جو دورِ سکوت میں
ان پتھروں کو قوت گویائی دے گئے

لیاقت علی خان کے مبینہ قاتل کی سرگزشت:

مردِ کوہکن نے "قلم قتلے" کے باب میں اربابِ حکومت کو مخاطب کرتے ہوئے لکھا ہے کہ پاکستان کو چڑیا گھر نہ بنائیں۔

آگے چل کر وہ بیان کرتے ہیں۔

"پاکستان کے پہلے وزیراعظم نواب زادہ لیاقت علی خان جس منظم سازش کے نتیجے میں قتل ہوئے اس کا باضابطہ انکشاف تو آج تک نہیں ہوسکا۔ یہ ملک اور قوم کے لئے یقیناً بڑی بد قسمتی کی بات ہے۔ لیکن اس کے باوجود عوام پر یہ امر مخفی نہیں کہ اس گھناؤنی سازش میں اندرونی و بیرونی دونوں ہاتھ تھے۔ اگرچہ اس کیس کی تفتیش کرنے والے سپیشل سٹاف کے انسپکٹر جنرل نوابزادہ اعتزاز الدین کو جہلم کے قریب ہوائی جہاز نے نام نہاد اتفاقی حادثے سے مروادیا گیا۔ اور سید اکبر جس نے گولی چلائی اسے بھی نہایت ہوشیاری کے ساتھ عین موقعہ واردات پر قتل کروادیا گیا۔ تاہم اس ضمن میں برطانیہ اور اندرون ملک سر ظفر اللہ خان اور ملک غلام محمد وغیرہ کا نام لیا جاتا رہا اور اُس دور کے حالات و واقعات اس کی توثیق کرتے ہیں۔۔۔ حال ہی میں بھارت کے بزرگ صحافی جمنا داس اختر نے اپنی یادداشتوں (مطبوعہ "نوائے وقت" جمعہ ایڈیشن، مؤرخہ 28 اکتوبر 1983ء) میں سید اکبر کے ساتھ پشاور میں اپنی جون 1947ء کی ایک ملاقات کا ذکر کرتے ہوئے یہ لکھ کر کہ سید اکبر نے مجھے کہا گورنر سے ملنا چاہتے ہو؟ اخبار جاری کرنا چاہتے ہو میں سب کچھ کرا سکتا ہوں۔ اور یہ کہ سید اکبر انگریز کا تنخواہ دار ایجنٹ تھا۔ اُسے اور اس کے بھائی کو

باقاعدہ طور پر سرکاری خزانے سے الاؤنس ملتا تھا۔ اس بیرونی واندرونی ہاتھ کو مزید بے نقاب کر دیا ہے۔ جو نوابزادہ لیاقت علی خان کے سفاکانہ قتل میں ملوث تھے۔"(118)

پردہ اٹھتا ہے:

یہ حقیقت ہے کہ قائداعظم کی رحلت کے بعد مرزائیوں کے حوصلے بہت بڑھ گئے تھے۔ ان کا ہر عمل قانون شکنی پر منتج ہوتا۔ گزشتہ اوراق میں منقول ان کے مذموم بیانات، نازک حالات اور خطرناک عزائم نے محب وطن عناصر کو شبہات میں مبتلا کر دیا۔

"یہ صورت حال جیسا عرض کر چکا ہوں۔ محب وطن طبقے کے لئے ازحد پریشان کن تھی اس سلسلے میں ملک بھر میں مذہبی کانفرنسیں منعقد ہوئیں اور علماء حق نے امت مسلمہ کو قادیانیوں کے مکروہ ارادوں سے خبردار کیا۔ اس کے ساتھ ہی مجلس ختم نبوت کے ممتاز عالم دین، خطیب پاکستان مولانا قاضی احسان احمد شجاع آبادی نے مسلم لیگ کے برسرِ اقتدار اکابرین اور دیگر زعمائے ملت سے ملاقاتوں کا سلسلہ شروع کر دیا۔ اور انہوں نے وزراء، سیاسی لیڈروں اور عدالت عالیہ کے بعض ججوں سے ملاقاتیں کر کے ان کو مرزائیت کی مذہبی اور سیاسی حیثیت اور اس کے خطرناک عزائم سے آگاہ کیا۔ ان میں بیشتر زعمائے ملت کے علاوہ خواجہ ناظم الدین مرحوم، چودھری محمد علی مرحوم، سردار عبدالرب نشتر، سردار بہادر خان شیخ دین محمد گورنر سندھ، ملک امیر محمد خان، چیف جسٹس محمد منیر، سکندر مرزا، سید ہاشم گزدر وغیرہم شامل تھے۔ لیکن قاضی صاحب کی سب سے اہم ملاقات خان لیاقت علی خان وزیراعظم پاکستان کے ساتھ تھی۔۔۔ آپ نے انہیں قادیانی پس منظر، مذموم مذہبی، اور سیاسی عزائم کی ایک بھرپور جھلک بیشتر حوالوں سے ان کے سامنے رکھی۔۔۔ لیاقت علی خان ان تمام حوالوں کو خود انڈر لائن کرتے گئے اور وہ کتابیں اپنے میز پر رکھ دیں۔۔۔ یہ ملاقات 45 منٹ جاری رہی اور رخصت ہوتے وقت یہ الفاظ کہے۔ "مولانا آپ نے اپنا فرض ادا کر دیا۔ آپ دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ مجھے اپنا فرض ادا کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔"۔۔۔ ایک ملاقات میں چودھری محمد علی سابق وزیراعظم جن سے قاضی صاحب کے تعلقات انتہائی عزیزانہ ہو گئے تھے، نے کراچی میں قاضی صاحب سے کہا کہ جب سے لیاقت علی خان نے آپ سے ملاقات کی ہے۔ اب کیبنٹ میٹنگ میں ظفر اللہ خان کو زیادہ اہمیت نہیں دیتے۔ بلکہ ایک میٹنگ میں ظفر اللہ خان کو ان الفاظ سے لیاقت علی خان

نے مخاطب کیا۔ میں جانتا ہوں کہ آپ ایک خاص جماعت کی نمائندگی کرتے ہیں۔"۔۔۔قاضی صاحب نے ان کی شہادت کے بعد انکشاف کیا کہ لیاقت علی کا پروگرام تھا (بمطابق وعدہ) کہ قادیانیوں کو ایک سیاسی جماعت کی حیثیت دے کر خلاف قانون قرار دیا جائے لیکن زندگی نے مہلت نہ دی۔" (119)

گلستانِ تمنا کا مقدر دیکھتے جاؤ!
بہاریں چند لمحوں کے لئے عہدِ خزاں برسوں

گزشتہ سے پیوستہ:

یہ ایک مسلمہ امر ہے کہ قادیانیوں نے آزدی ہند کے ہر اہم موڑ پر سازش اور غداری کی، مسجد کانپور کی شہادت، تحریک خلافت، جلیانوالہ باغ کا خونیں حادثہ، سائمن کمیشن کی آمد ہند، گول میز کانفرنس، غرضیکہ ہر موقع پر انہوں نے شرمناک سازشیں کیں۔ پہلی گول میز کانفرنس میں سر فضل حسین ممبر وائسرائے کونسل نے سر ظفر اللہ خان کو محض اس لئے لندن بھجوادیا کہ وہ کانگرسی زعماء کی عدم موجودگی میں محمد علی جناح کو دوبدو جواب دے سکے۔ یو، پی کے گورنر سر میلکم ہیل کو 10 مئی 1930ء کو ایک خط میں سر فضل حسین نے لکھا۔ (120)

"میں نہیں چاہتا کہ کانفرنس میں صرف جناح تقریریں کرے اور اسے کوئی ٹوکنے والا نہ ہو۔ ایسا نڈر آدمی کانفرنس میں ضرور ہو جو جناح کو دوبدو جواب دے سکے اور یہ کہہ سکے کہ جناح کے خیالات ہندوستانی مسلمانوں کے خیالات نہیں ہیں۔ بلاشبہ یہ کام مشکل بھی ہے اور ناگوار بھی بالخصوص ایسی حالت میں جب اس نمائندے کی جس کے خیالات کی تردید منظور ہے، حیثیت بہت بلند ہو، مجھے یقین ہے شفاعت احمد اور ظفر اللہ اس فرض کی بجا آوری میں قطعاً دریغ نہیں کریں گے، شفیع کے متعلق مجھے اندیشہ ہے کہ اگر اس نے جناح کی مخالفت میں کچھ کہا تو مبادا اسے ذاتی رقابت پر محمول کیا جائے۔" (121)

"تیسری گول میز کانفرنس کے موقع پر جب چوہدری رحمت علی کے پمفلٹ "اب یا کبھی نہیں" پر بحث ہوری تھی تو مسٹر ظفر اللہ خاں نے لفظ پاکستان اور اس سکیم کو طلباء کی سکیم اور ایک ناقابل عمل اور باطل خیال قرار دیا۔" (122)

قرارداد پاکستان 1940ء کے بعد قادیانیوں نے تحریکِ آزادی کے خلاف جدوجہد تیز کردی۔ سر ظفر اللہ نے مختلف مواقع پر تحریک پاکستان کو نقصان پہنچانے کے علاوہ

1944ء میں ایک پمفلٹ تالیف کیا۔ اس وقت آپ فیڈرل کورٹ آف انڈیا کے جج تھے۔ یہ پمفلٹ مرزا محمود احمد کے خیالات اور اس کی شخصیت کے بارے میں تھا، اس کا نام "دی ہیڈ آف احمدیہ موومنٹ" تھا۔ اس میں آپ نے لکھا کہ مرزا محمود احمد اکھنڈ بھارت کے مؤید ہیں اور پاکستان جیسی علاقائی تحریک کے خلاف ہیں۔ (لندن مشن نے اس پمفلٹ کی وسیع پیمانے پر تشہیر کی تھی)(123)

رستا ہوا زخم:

پنجاب سی آئی ڈی کے (ریٹائرڈ) سب انسپکٹر دبیر حسین رضوی لکھتے ہیں کہ۔

"8 جولائی 1947ء کو سی آئی ڈی کے ڈپٹی انسپکٹر جنرل مسٹر جینکسن نے آپ کو ایک اہم لفافہ وائسریگل لاج پہنچانے کے لئے دیا۔ آپ رضوی صاحب پنجاب سیکرٹریٹ سے باہر آئے تو ان کی ملاقات مس ممتاز شاہنواز سے ہوئی۔ انہوں نے یہ لفافہ دیکھ لیا۔ جس پر سرچارج ایبل پرائیوٹ سیکرٹری کا پتہ درج تھا۔ قومی جذبہ سے مغلوب ہو کر آپ نے یہ لفافہ کھولا جس کے اندر ایک اور لفافہ تھا۔ جس پر مسٹر لڈل چیف آف برٹش سیکرٹ سروس لندن کا پتہ درج تھا۔ اس لفافے کو کھول کر اس کی نقل قائداعظم کو پہنچائی گئی۔ 4 ستمبر 1947ء کو پاکستان بننے کے بعد "پاکستان ٹائمز" نے یہ خط چھاپ دیا۔ اس اخبار نے اسے دوبارہ 25 دسمبر 1976ء کو شائع کیا۔ خط کا متعلقہ اقتباس درج ذیل ہے۔

(خفیہ اور ذاتی) پنجاب کلب لاہور

8 جولائی 1947ء میرے پیارے لڈل۔

آپ کا خط نمبر 5 ایف 205/انڈیا/5/ڈی او جی/ محررہ 18 جون 1947ء موصول ہوا۔ پاکستان کے بارے میں سب کچھ طے پاچکا ہے تاہم دیگر حالات انتہائی مبہم ہیں پاکستان کی حتمی شکل کے بارے میں مسٹر جناح ایک آمر کی حیثیت اختیار کر جائیں گے اور پوری قوت ایک منتخب ٹولے کے ہاتھ میں ہوگی۔ لیکن ان میں سے ہر ایک کا منصب کیا ہوگا۔ اس کا فیصلہ ابھی تک نہیں ہوا۔ حالات کے پیش نظر ایسا موزوں وقت نہیں آیا۔ جب ان افراد کی نشاندہی کی جاسکے۔ یا ان سے روابط استوار کئے جاسکیں کیونکہ کچھ پتہ نہیں کون لوگ سامنے آنے والے ہیں۔ میرے خیال میں رابطہ افسر لائن پر عمل کرنا درست رہے گا۔ میں یہ نہیں کہتا کہ یہ بہترین راستہ ہے۔ لیکن احمد کو علم ہے کہ دہلی میں متعلقہ امور پر بحث کے دوران اسی انتظام کے بارے میں اتفاق رائے پایا گیا تھا۔ امید ہے "احمد" کو پاکستان میں بڑی اہمیت

حاصل ہوگی۔ چنانچہ وہ گزشتہ تصوات ونظریات سے پسپائی کو پسند کرے گا۔

آپ کا مخلص ''ڈبلیو این پی جینکسن'' (124)

بزمِ مقتل جو سجے کل تو یہ امکان بھی ہے
ہم سے بسمل تو رہیں آپ سا قاتل نہ رہے

طلوعِ حشر:

17 مارچ 1948ء کو مرزا بشیر الدین محمود نے ایک پریس کانفرنس کراچی میں کہا۔

''کراچی (17 مارچ نامہ نگار اے پی پی) حضرت امام جماعت احمدیہ نے پناہ گزینوں کو آبائی گھروں میں بسانے کے مطالبے کے بعد فرمایا۔ اگر حالات نے اجازت دی اور مشرقی پنجاب میں جانوں کی حفاظت اور سلامتی کا یقین دلانے دیا گیا تو ہم قادیان میں جو جماعت احمدیہ کا مقدس مرکز ہے واپس جائیں گے۔'' (125)

اس کے ساتھ مرزا محمود نے قادیان میں مقیم اپنے آدمیوں کے متعلق کہا۔

''ہم وہاں بیٹھے ہیں اور آٹھویں دسویں دن انڈین یونین کو لکھ دیتے ہیں کہ ہم انڈین یونین کے وفادار باشندوں کی حیثیت سے قادیان میں واپس آنا چاہتے ہیں۔'' (126)

تعزیت نامہ:

ایک معروف ہندو نیتا کے انتقال پر مرزا ندکور نے پنڈت نہرو کو ایک اندوہناک اور حسرت انگیز مکتوب ارسال کیا جس میں تعزیتی الفاظ کے بعد حلفاً لکھا۔

''ہمارے مقدس مرکز (قادیان) سے ہمیں زبردستی نکالا گیا ہے۔ ہم آپ کے اور آپ کی حکومت کے خیر خواہ ہیں۔'' (127)

سر ظفر اللہ خان نے ایک انٹرویو میں قادیانی جماعت اور اسرائیل کے روابط کو باقاعدہ تسلیم کیا مگر ساتھ ہی یہ توضیح کردی کہ

''جماعت احمدیہ کا اسرائیل میں اسرائیل کے قیام سے پہلے کا دفتر موجود ہے۔'' (128)

ایک وحشت اثر انکشاف:

راقم الحروف کو ایڈیٹر ہفت روزہ ''لولاک'' فیصل آباد نے اپنے والدِ محترم حضرت مولانا تاج محمود صاحب کے حوالے سے بتایا کہ 1974ء میں تحریکِ ختمِ نبوت کے دوران علماء کے ایک وفد نے چالاک اور معاملہ فہم وزیر اعظم مسٹر بھٹو صاحب سے ملاقات کی۔ یہ

میٹنگ بہت دلچسپ اور حوصلہ افزا تھی۔ اور اس میں انہیں قادیانیوں کی سیاسی سازشوں سے آگاہ کیا گیا۔ جب علماء کرام الوداع ہو رہے تھے تو مسٹر بھٹو (اللہ تعالیٰ انہیں اس احسانِ عظیم کا صلہ دے) نے قائد وفد کو پیچھے سے آواز دے کر بلایا اور کہا مولوی صاحب میں اس مقدس مقصد اور عظیم مطالبے کو دل و جان سے تسلیم کر چکا ہوں اور انشاء اللہ میری حکومت برسوں پرانے اس فتنے کا آئینی سدباب کر دے گی۔ مگر میں یہ حقیقت بھی جانتا ہوں کہ آپ لوگ ایک طرح سے میری گردن میں امریکہ کی پھانسی کا پھندا ڈلوا رہے ہیں۔"(129)

مندرجہ بالا خاکوں اور مجمل پس منظر سے یہ حقیقت کھل کر سامنے آجاتی ہے کہ مرزا بشیر الدین محمود کی قبر کے سرہانے کندہ عبارت اس کے سازشی ذہن کا پورا خلاصہ ہے یہی وجوہات ہیں کہ اُسے اپنی میت پر عبرت کدہ تعمیر کروانا پاکستان کی پاک سرزمین میں برداشت نہ تھا۔ ایسے ناقابلِ تردید تاریخی حوالوں کی رو سے میرا نظریہ یہ ہے کہ امت مرزائیہ وطنِ عزیز کے لئے کسی طور بھی ایک زہریلے سانپ سے کم نہیں۔

ان حالات و واقعات اور خیالات و تاثرات کی بناء پر میں نے متعدد دردمند شہریوں کو یہ کہتے سنا ہے کہ بھارت میں مسلمان خطرے میں ہیں لیکن پاکستان میں ایمان، وہاں غیر کے پنجہ ظالم میں اہل اسلام کی زندگی اجیرن، جب کہ یہاں اپنوں کے اندازِ جفا سے خود اسلام کی روح زخمی ہو چکی ہے۔ اُدھر ہندو کے بخشے ہوئے عظیم سانحوں سے مسلمان جان بلب ہیں اور ادھر ان کا دین ایک اجنبی مسافر کی طرح بھٹکتا پھر رہا ہے۔ میں پوچھنا چاہتا ہوں کہ کیا روح کے کاری زخم الفاظ کے مرہم سے کبھی مندمل ہو سکتے ہیں۔(130)

اب تو خوابوں کے مناظر سے پلٹ آتی ہے روح
ایک دن یہ بھول جائے گی بدن کا راستہ

کتابیات

1:۔ موضع ڈگیاں کا نام ربوہ کیسے؟ (پاکستان کے اندر سٹیٹ در سٹیٹ) تحریر منظور احمد شاہ آسی۔ اور قادیانیت کا سیاسی تجزیہ صفحہ 51۔

2:۔ بحوالہ "قادیانی مذہب (ایڈیشن ششم) کا مقدمہ" مؤلفہ پروفیسر محمد الیاس برنی

مطبوعہ لاہور۔

3:۔ جسٹس صمدانی رپورٹ بحوالہ ''قادیانیت کا سیاسی تجزیہ صفحہ 18'' از صاحب زادہ طارق محمود صاحب، ایڈیٹر ہفت روزہ ''لولاک'' فیصل آباد۔

4:۔ قائداعظم کی تقاریر۔

5:۔ پاکستان کی پہلی کابینہ بحوالہ ''پاکستان کیوں ٹوٹا'' صفحہ 307، از ڈاکٹر صفدر محمود۔

6:۔ بحوالہ ہفت روزہ ''ختم نبوت'' کراچی صفحہ 4، 6 تا 16 فروری 1987ء۔

7:۔ ''لیاقت علی کا قتل۔ تصویر کا دھندلا پہلو'' تحریر، میجر (ریٹائرڈ) امیر افضل، روزنامہ نوائے وقت، لاہور مورخہ یکم جنوری 1986ء

8:۔ ''لیاقت علی کا قتل۔ تصویر کا دھندلا پہلو'' تحریر، میجر (ریٹائرڈ) امیر افضل، روزنامہ نوائے وقت، لاہور مورخہ یکم جنوری 1986ء

9:۔ آوازِ دوست (مختار مسعود)۔ اقبال رحمۃ اللہ علیہ کے آخری دو سال، ڈاکٹر عاشق حسین بٹالوی۔

10:۔ تحریک ختم نبوت از قلم شورش کاشمیری، مطبوعات چٹان، لاہور صفحہ 147۔

11:۔ تحریک ختم نبوت از قلم شورش کاشمیری، مطبوعات چٹان، لاہور صفحہ 146۔

12:۔ ہفت روزہ ''چٹان'' لاہور، تحریکِ ختمِ نبوت مولفہ شورش کاشمیری صفحہ 143۔

13:۔ ہفت روزہ ''چٹان'' لاہور تحریک ختمِ نبوت مولفہ شورش کاشمیری صفحہ 143۔

14:۔ صاحب زادہ طارق محمود صاحب۔ قادیانیت کا سیاسی تجزیہ۔ صفحہ 51، 52۔

15:۔ پاکستان ٹائمز صفحہ 11۔ 8 ستمبر 1970ء

16:۔ بھٹو مرحوم کی تقریر مندرجہ اردو و انگریزی اخبارات (پاکستان) بحوالہ ''تحریکِ ختم نبوت''، صفحہ 241۔

17:۔ پاکستان کی بعض موجودہ مذہبی و سیاسی پارٹیوں کی طرف اشارہ ہے۔

18:۔ منیر انکوائری رپورٹ صفحہ 196۔

19:۔ اخبار ''الفضل'' قادیان۔ 14 فروری 1922ء

20 الف:۔ اخبار ''الفضل'' قادیانی۔ 8 جولائی 1935ء۔

20 ب:۔ بیان خلیفہ قادیان مرزا محمود مندرجہ اخبار ''الفضل''۔

21:۔ اخبار ''الفضل'' قادیان۔ 7 جون 1940۔

22:۔ اخبار ''الفضل'' قادیان۔ 3 اگست 1945ء۔

23:۔ (PARTITION OF THE PUNJAB) تقسیم پنجاب جلد 1، صفحہ 469، صفحہ 468۔

24الف:۔ "مارشل لاء سے مارشل لاء تک مولفہ سید نور احمد (ریٹائرڈ) ڈائریکٹر تعلقات عامہ)

24ب:۔ "مارشل لاء سے مارشل لاء تک صفحہ 319۔ بحوالہ حکومت مغربی پاکستان کے پانچ سوال اوران کا جواب" از فرزند توحید۔ صفحہ 19۔

25الف:۔ روزنامہ نوائے وقت لاہور، 7 جولائی 1964ء قادیانیوں کے عقائد و عزائم صفحہ 59، مرتبہ مولانا تاج محمود صاحب (مرکز اشاعت پنجاب میڈیکل کالج فیصل آباد)

25ب:۔ روزنامہ "مشرق" لاہور مورخہ 15 فروری، 1964ء

26:۔ اخبار "الفضل" 17 مئی، 1947ء۔

27:۔ قادیانی ٹریکٹ نمبر 22، بعنوان "احراری علماء کی راست گوئی کا نمونہ"

28:۔ اخبار "الفضل" ربوہ۔ 28 اکتوبر 1952ء

29:۔ مولانا محمد اسحاق مانسہرہ سے چوہدری صاحب کی گفتگو (راوی، مولانا موصوف) بحوالہ "قادیانیوں کے عقائد وعزائم" صفحہ 37۔

30:۔ "آتش فشاں" صفحہ 24۔ مئی 1981ء۔

31الف:۔ انوار خلافت صفحہ 90ء مصنفہ مرزا بشیر الدین محمود۔

31ب:۔ مرزا بشیر الدین محمود، انوار خلافت صفحہ 9 3۔ الفضل 21 اگست 1917ء/30 جولائی 1931ء۔

32الف:۔ خطبہ امیر، الفضل 16 جولائی 1949ء۔

32ب:۔ الفضل، 13 نومبر 1953ء۔

33:۔ خطبہ مرزا محمود احمد مندرجہ اخبار "الفضل" ربوہ 11 جنوری، 1954ء۔

34الف:۔ اخبار "الفضل" قادیان، 5 اپریل 1947ء

34ب:۔ خطبہ خلیفہ، مندرجہ اخبار الفضل، 13 اگست 1962ء۔

35:۔ اخبار "الفضل" قادیان، 2 اکتوبر 1939ء۔

36:۔ اخبار "الفضل" قادیان، 18 جولائی 1935ء

37:۔ اخبار "الفضل" قادیان، 5 فروری 1935ء

38:۔ بحوالہ تحریکِ ختمِ نبوت صفحہ 84، از شورش کاشمیری۔

39:۔ رسالہ ’’سکھ قوم کے نام دردمندانہ اپیل‘‘ از مرزا محمود، 3 جون 1947ء

40:۔ اخبار ’’الفضل‘‘ قادیان، 5 جولائی 1950ء۔

41:۔ اخبار ’’الفضل‘‘ قادیان، 22 جولائی 1949ء۔

42:۔ تاریخ احمدیت (مولفہ دوست محمد شاہد قادیانی) جلد 10، صفحہ 276۔

43:۔ اخبار ’’الفضل‘‘ قادیان، 29، 30 جولائی 1952ء۔

44:۔ منیر انکوائری رپورٹ (اردو) صفحہ 280۔

45:۔ اخبار ’’الفضل‘‘ ربوہ، 24 دسمبر 1962ء۔

46:۔ منیر انکوائری رپورٹ، صفحہ 76۔

47:۔ ’’عجمی اسرائیل‘‘ مرتبہ شورش کاشمیری، صفحہ 31۔

48:۔ دعوۃ الامیر مصنفہ مرزا بشیر الدین محمود ’’قادیان سے اسرائیل تک‘‘ از مدیر ماہنامہ ’’الحق‘‘ مولانا سمیع الحق صاحب۔

49الف:۔ ہفت روزہ ’’تکبیر‘‘ کراچی، مارچ 1986ء اور روزنامہ ’’جنگ‘‘ مورخہ 9 مارچ 1986ء۔

49ب:۔ قاضی احسان احمد شجاع آبادی سے روایت مندرجہ قادیانیت کا سیاسی تجزیہ صفحہ 25۔

50:۔ ’’لیاقت علی کا قتل، تصویر کا دھندلا پہلو، (میجر ریٹائرڈ) امیر افضل، روزنامہ ’’نوائے وقت‘‘ لاہور یکم جنوری 1986ء۔

51:۔ اخبار ’’الفضل‘‘ ربوہ، 3 جنوری 1952ء۔

52:۔ اخبار ’’الفضل‘‘ ربوہ، 16 جنوری 1952ء۔

53:۔ راقم، کی علامہ اقبال احمد فاروقی صاحب سے ایک معلوماتی ملاقات۔

54:۔ ایمان پرور یادیں۔ ترتیب مولانا اللہ وسایا صفحہ 53۔

55:۔ تحریک ختم نبوت صفحہ 137۔

56:۔ ایمان پرور یادیں صفحہ 56۔

57:۔ ایمان پرور یادیں صفحہ 54، 55۔

58:۔ ایک مجاہد ختم نبوت سے انٹرویو۔

59:۔ مجاہدین ''تحریک راست اقدام (1953ء) کی یادداشتیں۔

60:۔ ''ربوہ سے تل ابیب تک'' از سید محمد یوسف بنوری صفحہ 22۔

61:۔ تحریک ختم نبوت صفحہ 204، 205۔

62:۔ قادیانیت کا سیاسی تجزیہ صفحہ 32۔

63:۔ قادیانی اشتہار ''پیش گوئی مصلح موعود''

64الف:۔ عجمی اسرائیل، (ایک انڈر گراؤنڈ خطرے کا تجزیہ) از شورش کاشمیری صفحہ 32۔

64ب:۔ ہفت روزہ ''چٹان'' لاہور۔ 5 جنوری 1976ء صفحہ 18۔

65:۔ روزنامہ ''جنگ'' راولپنڈی، 4 اگست 1965ء

66:۔ اخبار ''الفضل'' ربوہ۔ 17 دسمبر 1970ء

67:۔ روزنامہ ''مساوات'' لاہور 27 دسمبر 1970ء

68:۔ بحوالہ ''ایشیا'' لاہور، 17 اگست 1962ء۔

69:۔ رسالہ ''عجمی اسرائیل'' صفحہ 23۔

70:۔ قادیانیت کا سیاسی تجزیہ صفحہ 25۔

71:۔ روزنامہ ''نوائے وقت'' 8 اگست 1973ء

72:۔ رپورٹ جسٹس صمدانی ٹریبونل مندرجہ اردو اخبارات بتاریخ، یکم اگست 1974ء

73:۔ اخباری بیانات، مولانا شاہ احمد نورانی بحوالہ تعارف علماء اہلسنت صفحہ 38، اور ماہنامہ ضیائے حرم بھیرہ (ختم نبوت نمبر صفحہ 22)

74:۔ بیان، ایسٹرن کمانڈر باقر صدیقی صاحب، بیان، راؤ فرمان علی (سابق گورنر مشرقی پاکستان) بیان ابن پروفیسر فرید احمد صاحب، مندرجہ اخبارات و رسائل بحوالہ ''تحریک ختم نبوت اور قادیانیت کا سیاسی تجزیہ''۔

75:۔ متعدد اردو رسائل و جرائد بحوالہ تحریکِ ختم نبوت صفحہ 172۔

76:۔ روزنامہ ''جنگ'' کراچی، 5 مارچ 1970ء

77:۔ موید قومی ہیرو، مسٹر ایم ایم عالم تحریکِ ختمِ نبوت صفحہ 183، 184 نوائے وقت، 8 اگست 1973ء

78:۔ مؤلف کا بورڈ کے صاحب درد مسلمان سے خفیہ انٹرویو۔ ''سروس ریکارڈ'' اہالیان

سرگودھا کے اخباری بیانات۔

79:۔ قومی پریس کورپورتاژ بحوالہ ’’قادیانیت کا سیاسی تجزیہ صفحہ 42،43۔

80:۔ دیکھئے، 1978ء کے ملکی اخبارات۔

81:۔ فتنہ آشکار ختم نبوت مصنفہ پیر محمد کرم شاہ ایم اے الازہر، صفحہ 63۔

82الف:۔ پانچویں، چھٹی جماعت کے نصاب میں رائج مطالعہ پاکستان اور جغرافیہ کی سابقہ کتب ملاحظہ کریں۔

82ب:۔ ہفت روزہ ’’زندگی‘‘ لاہور، 9 تا 15 نومبر 1979ء۔

82ج:۔ روزنامہ ’’جنگ‘‘ کراچی 8 فروری 1987ء

83:۔ مذکورہ ایام کے اخبارات میں شائع شدہ فریقین کے ذمہ دار افراد کا موقف۔

84:۔ ریکارڈ ماہنامہ ’’ترجمان الحدیث، تحریکِ ختم نبوت بعض مبصرین کے خدشات۔

85:۔ ’’گارجین‘‘ بحوالہ ’’کوثر‘‘ لاہور بتاریخ 27 دسمبر 1949ء

86:۔ منیر انکوائری رپورٹ صفحہ 28۔

87:۔ مصنف کے قائدین تحریک ختم نبوت سے انٹرویو، سندھی اہل قلم قبیلہ کی یادداشتیں۔

88:۔ روزنامہ ’’امن‘‘ کراچی ماہ جنوری 1987ء ہفت روزہ ’’ختمِ نبوت‘‘ کراچی صفحہ 4 تا 6 فروری 1987ء

89:۔ بحوالہ ہفت روزہ ختمِ نبوت کراچی 6 تا 12 فروری 1987ء اور دیگر اخبارات

90:۔ بحوالہ ہفت روزہ ختم نبوت کراچی 26 جون تا 2 جولائی 1987ء

91:۔ مندرجہ اخبار الفضل، 31 دسمبر 1949ء

92:۔ ’’ڈیوائیڈ انڈیا‘‘ (DEVIDE INDIA) صفحہ 207۔

93:۔ بیان خلیفہ محمود اخبار ’’الفضل‘‘ قادیان۔ 13 اپریل 1947ء

94:۔ اخبار ’’الفضل‘‘ قادیان، 14 اپریل 1947ء

95:۔ اخبار ’’الفضل‘‘ قادیان، 15 اپریل 1947ء

96:۔ اخبار ’’الفضل‘‘ قادیان، 26 مئی 1948ء

97:۔ ’’پاکستان میں مرزائیت‘‘ مصنفہ مرتضٰی احمد خان ایڈیٹر روزنامہ ’’مغربی پاکستان‘‘ لاہور۔

98:۔ بیان ’’مرزا محمود احمد مندرجہ اخبار ’’الفضل‘‘ قادیانی 13 نومبر 1946ء

99:۔ تقریر سر ظفر اللہ خاں مندرجہ روزنامہ ''زمیندار'' لاہور 13 اگست، 1952ء

100:۔ اخبار ''آزاد'' لاہور۔ 30 جون 1952ء

101:۔ بحوالہ ہفت روزہ ''لولاک'' فیصل آباد صفحہ 12، مورخہ 19 جون 1987ء

102:۔ روزنامہ ''آفاق'' لاہور۔ 3 اپریل، 1952ء

103:۔ روزنامہ ''زمیندار'' لاہور 8 جولائی 1952ء

104:۔ روزنامہ ''جنگ'' لاہور بحوالہ ڈان۔ پاک روس تعلقات کا تجزیہ (تیسری قسط) کالم نویس اقبال احمد صدیقی، روزنامہ ''جنگ'' لاہور۔

105 الف:۔ مندرجہ اخبار ''الفضل'' قادیان، 28 نومبر 1934ء

105 ب:۔ ہفت روزہ ''چٹان'' لاہور۔ 21 نومبر 1983ء

106:۔ اخبار ''الفضل'' ربوہ۔

107:۔ روزنامہ ''نوائے وقت'' لاہور 2 جولائی 1974ء

108:۔ اخبار ''الفضل'' ربوہ، 10 نومبر 1982ء

109:۔ ربوہ کی روداد مندجہ قادیانی اخبار الرحمت لاہور جلد 1، نمبر 1، مورخہ 21 نومبر 1949ء۔

110:۔ مندرجہ اخبار ''الفضل'' لاہور نمبر 118، جلد 12 مورخہ 26 مئی 1948ء بحوالہ قادیانی مذہب کا مقدمہ۔

111:۔ اخبار ''پیغامِ صلح'' لاہور (لاہور جماعت کا پرچہ) جلد 35، نمبر 35، مورخہ یکم ستمبر 1947ء

112:۔ جسٹس صمدانی رپورٹ ہفت روزہ ''ختمِ نبوت کراچی مطابق 30 اکتوبر تا 5 نومبر 1987ء

113:۔ ''آغاز'' کراچی۔ 26 فروری 1987ء

114:۔ روزنامہ ''امن'' کراچی۔ اپریل 1987ء

115:۔ بحوالہ قادیانی مذہب (ایڈیشن ششم) کا مقدمہ مولفہ پروفیسر محمد الیاس برنی صفحہ 127، 128۔

116:۔ قادیانی ''اشتہار'' اپنی جماعت کے لئے ضروری نصیحت'' مطبوعہ 1907ء از مرزا۔

117:۔ روزنامہ ''جنگ'' لاہور 16 اگست 1983ء

118:۔ ہفت روزہ ''چٹان'' لاہور۔ صفحہ 7، شمارہ 21 نومبر 1983ء
119:۔ اثرِ خامہ، ابنِ فیض، مندرجہ ہفت روزہ ''ختم نبوت'' کراچی (قسط اوّل) 22، 28 مئی 1987ء رسالہ) مذکور (آخری قسط) 12 جون 1985ء
120:۔ اقبال کے آخری دو سال از قلم ڈاکٹر عاشق حسین بٹالوی صفحہ 259۔
121:۔ اقبال کے آخری دو سال از قلم ڈاکٹر عاشق حسین بٹالوی صفحہ 259۔
122:۔ جی الانہ قائداعظم، صفحہ 307۔
123:۔ سر ظفر اللہ دی ہیڈ آف احمدیہ موومنٹ (لندن) صفحہ 26۔
124:۔ پاکستان ٹائمز لاہور قائداعظم نمبر 25 دسمبر 1976، ماہنامہ اردو ڈائجسٹ، لاہور۔ صفحہ 30، اپریل 1976ء۔
125:۔ مندرجہ اخبار ''الفضل'' 18 مارچ 1948ء
126:۔ اخبار ''الفضل'' صفحہ 9، کالم 4، مورخہ 19 مارچ 1948ء
127:۔ اخبار ''الفضل'' ربوہ خاص نمبر۔
128:۔ سر ظفر اللہ خاں کا انٹرویو مطبوعہ روزنامہ ''جنگ'' لاہور۔ 17 دسمبر 1983ء
129:۔ راقم کی ایڈیٹر ہفت روزہ ''لولاک'' فیصل آباد سے خصوصی ملاقات بتاریخ 8 جون 1987ء

قادیانی کی قبر کو آگ لگ گئی:

ڈیرہ غازی خان کے قصبے الہ آباد میں ایک قادیانی ماسٹر تھا، جو اِنتہائی متعصب اور گستاخ تھا، جب فرشتۂ اَجل نے اسے آدبوچا تو مسئلہ پیدا ہوا کہ اسے کہاں دبایا جائے؟ مسلم قبرستان میں اگر دباتے تو مسلمانوں میں اِشتعال کا پھیل جانا ضروری اَمر تھا، آخر اس کے عزیز و اقارب نے اسے اس کی اپنی زمین میں دبا دیا، دبانے کے ٹھیک تین دن بعد اس کے گڑھے کو آگ لگ گئی، اور یہ کیفیت تین دن تک جاری رہی، اور بالآخر وہ جگہ پھٹ گئی، اس کے بعد قادیانیوں نے اس گڑھے کو پختہ کردیا۔ اس واقعے کی تصدیق وہاں کے علمائے کرام حتیٰ کہ اس قادیانی ماسٹر کے بھتیجے نے بھی کی ہے۔

پروفیسر محمد الیاس برنی رحمۃ اللہ علیہ
(صدر شعبہ معاشیات، عثمانیہ یونیورسٹی، حیدرآباد دکن)

مصر کا معرکہ

عام طور پر ہندوستان میں مسلمانوں کو علم نہیں ہے کہ مصر میں بھی قادیانیوں کے ساتھ اور بالخصوص قادیانی جماعت لاہور کے ساتھ ہمارا خوب معرکہ رہا' اور بفضلہ تعالیٰ از ہر شریف میں ہم کو فتح مبین حاصل ہوئی۔ قصہ تو طولانی ہے' یہاں مختصر یادداشت درج کرتے ہیں۔ ممکن ہے آئندہ کبھی مفصل روداد بھی عربی میں شائع ہو۔

اسلامی ممالک میں مصر کو علم دین اور مرفۃ الحالی میں خاص امتیاز حاصل ہے' چنانچہ عالم اسلام کا تعلیمی مرکز زہر شریف تقریباً ہزار سال سے وہاں قائم ہے' اور فی الجملہ وہاں مسلمان بھی زیادہ خوش ہیں۔ الحمدللہ! اس لئے یہ کیوں کر ممکن تھا کہ قادیانی صاحبان کی للچائی نظریں مصر پر نہ پڑیں۔ چنانچہ یہ وہاں جا گھسے۔ ایسے موقع پر قادیانی جماعت لاہور اپنی منافقت سے بہت فائدہ اٹھاتی ہے۔ بلا تکلف مسلمانوں کو یقین دلا دیتی ہے کہ مرزا قادیانی صاحب نہ تو نبی تھے' نہ نبوت کے مدعی تھے۔ خادم اسلام کی حیثیت سے اپنے آپ کو مجدد کہتے تھے۔ چنانچہ ان کی ہدایت کی بناء پر ہم اسلام کی خدمت میں مشغول ہیں۔ سیدھی سی بات' کون تعرض کرے' اور کیوں تعرض کرے۔ ناواقفیت میں مسلمان کھلے دل سے مدد شروع کر دیتے ہیں' اور واقفیت ہوتے ہوتے یہ خوب اپنا مطلب پورا کر لیتے ہیں' لیکن اب اس چال کا علم ہو رہا ہے۔ پہلی سی غفلت باقی نہیں رہی۔ اس کے مقابل قادیانی جماعت قادیان اپنے مسلک میں زیادہ اخلاقی جرأت دکھاتی ہے۔ وہ مرزا قادیانی کے کثیر دعووں کے مدنظر مرزا قادیانی کو نبی اور عالیشان نبی مانتی ہے' اور ڈنکے کی چوٹ پر اس کا اعلان کرتی ہے' لاہوری جماعت کی طرح قادیانیت کے معاملہ میں دنیا کو مغالطہ نہیں دیتی۔ حق باطل دوسری بحث ہے' لیکن جماعت لاہور کے مقابل جماعت لاہور سے یہ استقامت ضرور قابل قدر ہے' اور اسی خلوص کا یہ اثر ہے کہ جماعت لاہور سے کہیں زیادہ جماعت قادیان قادیانی فرقہ میں مقبول ہے۔ جماعت لاہور زیادہ تر مسلمانوں کی خوشنودی

ڈھونڈتی ہے، لیکن مغالطہ کھل جانے پر ان کو یہ سہولت حاصل نہ رہے گی۔ چنانچہ قاضی محمد یوسف قادیانی اپنی کتاب ''کتاب الحیات'' میں سچ لکھتا ہے کہ:

''لاہور احمدیہ بلڈنگس (قادیانی جماعت لاہور کا مرکز) میں کچھ لوگ رہتے ہیں جو نہ تو حضرت احمد مسیح موعود نبی اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کو خدا تعالیٰ کا سچا نبی، اور صادق رسول، اور آنے والا عیسیٰ نبی اللہ یقین کرتے ہیں اور نہ غیر احمدی مسلمانوں میں صدق دل سے شمولیت اختیار کرتے ہیں۔'' (بلکہ قادیانی ہو کر مسلمان رہنا چاہتے ہیں۔ للمؤلف برنی)

قصہ مختصر اوّل قادیانی جماعت لاہور کے امیر نے اسی نفاق کی ترکیب سے ازہر شریف قاہرہ میں ڈورے ڈالے، اور حضرت علامہ محمد مصطفیٰ المراغی شیخ الازہر کو قادیانیت کے معاملہ میں مغالطہ دے کر اس درجہ مطمئن کر دیا کہ دو قادیانی طالب علم جو البانوی تھے، جماعت لاہور کی طرف سے ازہر شریف کے کلیہ اصول دین میں داخل ہو گئے جہاں صرف مسلمان تعلیم پا سکتے ہیں۔ گویا اس ترکیب سے قادیانیت کی موافقت میں ازہر شریف کی عملی سند حاصل کر لی تا کہ وہ آئندہ عالم اسلام پر حجت بن سکے، اور اپنی کامیابی پر اس درجہ مطمئن ہو گئے کہ غالباً ان ہی دو قادیانی طالب علموں کے نام سے دو عربی رسالے قادیانیت کے متعلق اپنی تعبیر کے مطابق خاص ازہر شریف سے شائع کئے۔ ایک رسالہ ''تعالیم الاحمدیہ'' اور دوسرا رسالہ ''الاحمدیہ کما عرفناھا'' ہر دو کا منشاء یہی کہ مغالطہ دے کر ازہر شریف میں قادیانیت کے لئے راہ ہموار کریں۔

اس سے مصر کے بعض واقف کار حلقوں میں اندر ہی اندر بے چینی پھیلی، لیکن علانیہ شیخ ازہر کے مقابل آنا بھی خلاف مصلحت تھا، چنانچہ ہمارے پاس بھی مصر سے اضطراب کے خط آئے کہ جلد کچھ نہ کچھ تدبیر کی جائے، ورنہ مصر کے بعد ترکی تمام ہے۔ چنانچہ مصر کے بعض معزز احباب اور ازہر شریف کے اکابر علماء سے اضطراب کے خط آئے مراسلت شروع کی گئی، اور ہوائی ڈاک سے دونوں طرف خطوط دوڑنے لگے۔ خود حضرت علامہ محمد مصطفیٰ المراغی شیخ الازہر کو قادیانیت کے بارے میں نہایت مفصل یادداشت لکھ کر بھیجی گئی۔ علیٰ ہذا حضرت علامہ شیخ عبدالمجید اللبان عمید کلیہ اصول دین کو حضرت علامہ شیخ ابراہیم الجبالی کو اور دیگر سر برآوردہ علماء ازہر شریف کو خطوط لکھے گئے۔ مصر کے مشہور اخبار الفتح کے مالک اور مدیر سیّد محب الدین الخطیب سے بھی ربط پیدا کیا گیا کہ ممدوح کا حوصلہ دینی امور میں معروف و مسلم تھا۔ خدا کا لاکھ لاکھ شکر کہ سعی مشکور ہوئی۔ ازہر شریف میں اچھے اچھے چونک اُٹھے کہ کیسے قادیانی دھوکا چل گیا۔ چنانچہ حضرت شیخ الازہر نے فوراً ایک تحقیقاتی کمیٹی ''لجنۃ التحقیق'' مقرر فرمائی، اور علامہ شیخ عبدالمجید اللبان اس کے صدر قرار پائے۔ شیخ ابراہیم جبالی۔ شیخ محمد فتاح الحنان۔ شیخ محمود آلسی اور شیخ محمد العدوی، یہ چار علماء رکن مقرر

ہوئے۔ان میں آخرالذکر رکن جومصری وفد کے ساتھ ہندوستان آئے تھے لاہور میں مولوی محمد علی قادیانی امیر جماعت لاہور سے مل چکے تھے اور قادیانی جماعت لاہور کے معترف اور موید مانے جاتے تھے۔

تحقیقاتی کمیٹی کی رہنمائی کے واسطے خود اپنی طرف سے 17 اور خود کمیٹی کے مطالبہ پر ہم کو یہاں سے کئی یادداشتیں بھیجنی پڑیں۔ جن میں متعلقہ امور کی بابت مرزا قادیانی کی تحریرات کے بہت سے اقتباسات کا عربی ترجمہ درج کیا گیا۔ مزید براں کافی تعداد میں قادیانی کتابیں بھیجی گئیں تاکہ یادداشتوں کے مندرجہ اقتباسات کی توثیق کرلی جائے۔ جرحی سوالوں کے جواب بھی لکھ لکھ کر بھیجے گئے تاکہ ہر طرح حق تحقیق ادا ہو جائے۔ ادھر مولوی محمد علی صاحب قادیانی امیر جماعت لاہور کی طرف سے بھی مطبوعہ اور غیر مطبوعہ رسالے اور یادداشتیں چل رہی تھیں۔ اور یہ سب کام انہی دو البانوی طالب علموں کے نام سے انجام پارہا تھا۔ چنانچہ کیفیت ملاحظہ ہو:

ہمارے البانوی بھائی بدستور خدمات دینیہ میں مصروف ہیں۔ ان کے تازہ خط سے جو حالات معلوم ہوئے وہ یہ ہیں کہ وہ تاہنوز الازہر یونیورسٹی میں تعلیم حاصل کر رہے ہیں۔ کمیٹی جو ان کے بارے میں تحقیقات کرنے کے لئے مقرر کی گئی تھی۔ اس نے ابھی تک کوئی فیصلہ نہیں کیا۔ جو مراد ضروری تھا وہ انہوں نے سارا اہم تک پہنچا دیا ہے انہوں نے اپنی طرف سے پوری طرح اتمام حجت کر دیا ہے۔ آگے فیصلہ اللہ کے ہاتھ میں ہے۔ (فیصلہ خلاف ہوا۔ اور ہر دو طالب علم جامعہ ازہر سے خارج ہو گئے للمؤلف برنی) مصر کے روزانہ اور ہفتہ وار اخباروں میں جو بیانات ان کے متعلق شائع کئے۔ ان کے تراجم قارئین کرام تک پہنچتے رہے ہیں۔ بچارے قادیانی مبلغ نے جو آج کل محمودیت کی تبلیغ عربی ممالک میں کر رہا ہے۔ بہتیرا زور لگایا کہ کسی طرح اس کو بھی ازہر تک رسائی ہو جائے تاکہ وہ خلیفہ صاحب (میاں محمود احمد) کی خدمت میں ایک لمبی چوڑی رپوٹ دینے کے قابل ہو سکے مگر یونیورسٹی مذکور نے مبلغ مذکور کو خطاب کے اہل نہ سمجھا۔ جس کی بھڑاس اس نے اپنے الفضل کے ایک تازہ پرچے میں نکالی ہے۔

اب قادیانی اس بات پر بہت تلملا رہے ہیں کہ ہمارے البانوی دوستوں نے اس جھوٹ وافترا کا پردہ چاک کر دیا ہے۔ جو آج تک یہ مصر اور دیگر عربی ممالک میں پھیلاتے رہے۔ اور جماعت لاہور کے کارناموں اور اس کے مسلک کو واضح طور پر دکھایا کہ جو کچھ خدمت اسلام کا کام ہو رہا ہے۔ وہ حقیت میں جماعت احمدیہ لاہور کر رہی ہے۔ قادیانیوں کو خدمت اسلام اور تائید دین حق سے دور کا بھی واسطہ نہیں۔ کیونکہ یہ قادیانی ہندوستان سے باہر جاتے ہیں۔ تو جماعت لاہور کے کارناموں کو اپنی طرف منسوب کرتے ہیں۔ اور لفظ احمدی کے مشترک ہونے کی وجہ سے دنیا کو یہ یقین دلانے کی کوشش کرتے ہیں کہ یہ سب کچھ ہماری مساعی کا نتیجہ۔ یہ قرآن حکیم کے ترجمہ یہ مفت اسلامی لٹریچر یہ اسلام کی تائید میں کتابیں

یہ سب کچھ حضور خلیفۃ المسیح کی دعاؤں کا نتیجہ ہے۔ حالانکہ اس جماعت کو ایک ترجمہ شائع کرنے کی بھی توفیق نہ ہوئی۔

(قادیانی جماعت لاہور کا اخبار پیغام صلح لاہور جلد (27) نمبر 69 مورخہ: 21 نومبر 1939ء)

یوں تو قادیانی جماعت لاہور کے فریب اور مغالطوں کو واضح اور زائل کرنے کے واسطے اکابر جامعہ ازہر سے ہم کو مسلسل مفصل مراسلت کرنی پڑی۔ ان کو کتابیں بھیجنی پڑیں۔ اقتباسات کے عربی تراجم بھیجنے پڑے۔ تاہم قادیانی جماعت قادیان نے بھی ان کا بھانڈا پھوڑ دیا۔ باطل کا یہی انجام ہوتا ہے۔ چنانچہ ملاحظہ ہو:۔

مصر کے اخبار میں قادیانی مبلغ کا ایک بیان چھپا ہے۔۔۔ آج تک تو قادیانی حضرات کو مصر میں بولنے کی جرأت نہ ہوئی' ہماری کامیابی کو دیکھ کر یہ کب خاموش رہ سکتے تھے۔ محض ہمارے بھائیوں کو نقصان پہنچانے کے لئے ان کا مبلغ فلسطین کے ایک کونے سے بولا ہے کہ پیغامیوں یعنی ہمارے البانوی بھائیوں نے جو کتب کمیشن کے سامنے پیش کی ہیں۔ بیشک وہ کتابیں تو حضرت مسیح موعود کی تصنیف کردہ ہیں۔ لیکن ان میں آپ نے اپنی نبوت کا انکار کیا ہے ان سے دھوکا نہ کھانا چاہئے۔ بعد کی کتب میں آپ کا اقرار موجود ہے۔ یہ ہیں قادیانی مبلغ۔ یہ ہیں ان کے عقائد۔ اور یہ ہے حضرت اقدس کی عزت ان کی آنکھوں میں۔ جب لوگ یہ پڑیں گے تو ضرور دل میں سوچیں گے کہ خدایا یہ نبی کیسا ہے کہ کبھی کچھ کہتا ہے' کبھی کچھ' لیکن قادیانیوں کو اس سے کیا۔ ان کا مقصد تو پیغامیوں کو نیچا دکھانا ہے۔ حضرت اقدس کی عزت رہے یا نہ رہے۔ بسلسلہ بدنام ہوتا ہے تو ہوتا رہے۔ (عبرت۔ للمؤلف برنی)

(اخبار پیغام صلح لاہور جلد (27) نمبر 49 مورخہ 18 اگست 1939ء)

بہر حال "لجنۃ التحقیق" نے ہر طرح خوب تحقیق کی' اور تحقیق پختہ ہو جانے پر دونوں قادیانی البانوی طلبہ کو کلیہ اصول دین سے خارج کر دیا کہ مسلمانوں کے سوا اور کوئی اس کلیہ میں تعلیم نہیں پا سکتے۔ لاہوری قادیانیوں کے پیر تلے سے زمین نکل گئی' مگر زیادہ واویلا نہیں کیا کہ اور رسوائی ہوتی۔ مغالطہ آخر کب تک چلتا۔ ع چرا کارے کند عاقل کہ باز آید پیشانی۔

لجنۃ التحقیق نے ہمارے تعاون کی بہت قدر فرمائی۔ حالانکہ ہم نے صرف اپنا دینی فرض ادا کیا۔ وہ چاہتی تھی کہ اپنی تحقیقات کا ماحصل ایک فتویٰ کی شکل میں مرتب کر کے عالم اسلام میں شائع کرے' اور اس فتوے میں بطور ضمیمہ ہماری بعض یادداشتیں بھی شریک رکھے۔ یہ 1358ھ کا واقعہ ہے اسی زمانہ میں جنگ کے آثار نمودار ہونے لگے۔ پھر جنگ جیسی چلی' معلوم ہے' اُدھر علامہ محمد مصطفیٰ المراغی شیخ الازہر کا بھی وصال ہو گیا۔ اس تجویز پر عمل کی نوبت نہ آئی۔ تاہم اس فتویٰ کے نفاذ کی مصر کے اخباروں میں

اشاعت ہوئی۔ چنانچہ مشہور عربی اخبار الفتح (قاہرہ) کے کئی پرچوں میں اس کا اعلان ہوا۔ مثلاً نمبر (653) مورخہ 21ربیع الاول 1358ھ نمبر (677) مورخہ 13رمضان 1358ھ نمبر (678) مورخہ 30رمضان 1358ھ۔

ہمارے تعلق سے بھی بعض امور قاہرہ کے اخباروں میں شائع ہوئے مثلاً ایک مفصل مکتوب جو قادیانی تحریک کے متعلق ہم نے اپنے رفیق عبدالحمید السید کے نام لکھا تھا۔ وہ ضروری تمہید کے ساتھ بہ تمام وکمال اخبار الفتح کے نمبر (671) مورخہ 30رجب 1358ھ میں اطلاع عام کے واسطے شائع کیا گیا۔ ہم نے جو قادیانی کتابیں لجنۃ التحقیق کے واسطے بطور ثبوت بھیجی تھیں۔ ان کا ذکر بھی اخبار الفتح کے نمبر (684) مورخہ 3ذی قعدہ 1358ھ میں شائع ہوا۔ اسی طرح لجنۃ التحقیق کے ساتھ ہمارے تعاون کی مختصر کیفیت اخبار الادستور (قاہرہ) مورخہ 15ذی الحجۃ 1358ھ میں شائع ہوئی' دوسرے مصری اخباروں میں بھی چرچا رہا۔

الحاصل قادیانی مغالطہ کے متعلق مصر میں بھی خاصی بیداری پھیل گئی' چنانچہ قادیانی جماعت (لاہور) کے جو رئیس القادیانیۃ مصر میں منتخب ہوئے تھے مولانا احمد حمدی اسمٰعیل' تائب ہونے کے بعد انہوں نے ایک مکتوب ہمارے پاس بھیجا اور لکھا کہ ''علاقہ مصر میں مذہب قادیانی کی کیفیت یہ ہے کہ جب سے میں اور میرے بھائی اس سے علیحدہ ہوئے ہیں' اور جب سے ظاہر ہوگئی قادیانیوں کی گمراہی' ان کی بدنیتی اور وہ تمام چیزیں جن کو وہ اپنے ناپاک قلوب میں لوگوں سے چھپائے رکھتے تھے' جب سے وہ بہت کمزور ہوگئے ہیں۔ اس کے بعد سے اب تک ان کے لئے کوئی جلسہ کرنا ممکن نہ ہوسکا۔ (شعبان 1352ھ)

امیر صاحب قادیانی جماعت لاہور کی کارگزاری تو اوپر بیان ہوئی۔ خلیفہ صاحب جماعت قادیان کی تحریک بھی اپنے طور پر چلتی رہی۔ چنانچہ اپنے ایک رفیق کا خط ماہ مئی 1939ء میں قاہرہ سے وصول ہوا تھا جس میں لکھا تھا کہ خلیفہ صاحب کے دونوں لڑکے یہاں آئے تھے' اور کچھ عرصہ تک یہاں رہنے کے بعد چلے گئے۔ اور یہاں اپنی ایک خاص جماعت بنا گئے۔ اس خط میں لکھا تھا کہ وہ لڑکے شیخ الازہر سے بھی ملے۔ یوں کوئی قادیانی جماعت کہیں بنائے' بنائے' ہر جماعت کے واسطے ہر جگہ کچھ نہ کچھ ممبر مل سکتے ہیں' اور اُس زمانہ میں تو مصر میں انگریزوں کا بھی خاصا رسوخ تھا۔ اور انگریزوں میں قادیانیوں کا خاصا رسوخ تھا۔ ہر طرح کی سہولت حاصل تھی۔ بہرحال مصر میں قادیانی جماعت بننا عجب نہیں۔ البتہ مغالطہ دے کر امیر جماعت لاہور نے ازہر شریف میں جس طرح قدم جمانا چاہا تھا وہ دیانت سے بعید تھا۔

نظر بریں ہمارے ایک دوست نے قاہرہ سے ایک خط ماہ مئی 1939ء میں ایک دوسرے دوست کو حیدرآباد بھیجا' اور لکھا کہ:۔

"آپ سے بار بار عرض کیا گیا کہ پروفیسر الیاس برنی صاحب کی کتاب "قادیانی مذہب کے عربی ترجمہ کو نشر کرنے کی نہایت سخت ضرورت ہے' لیکن افسوس کہ آپ صاحبان اس کی جانب توجہ نہیں فرماتے۔ حیف ہے کہ حیدرآباد جیسے ملک میں جہاں کے خود تاجدار نامدار اور ان کی رعایا دین کی خدمت میں ہر قسم کی قربانی کے لیے مشہور ہے۔ ایک معمولی ضخامت کی لیکن دین کی خدمت کے لحاظ سے سب سے زیادہ اہم کتاب "قادیانی مذہب" کا عربی ترجمہ چھپوانا ہے تو موقع کو غنیمت سمجھ کر اس وقت چھپوا لیجئے' ورنہ اگر جنگ شروع ہوگئی تو پھر مصر محاذ جنگ بن جائے گا' اور کتاب کا چھپوانا مشکل ہو جائے گا۔ نیز جنگ میں انگریزوں کی خدمت کی وجہ سے مصر اور دیگر قرب وجوار کے ممالک میں قادیانیوں کا پایہ زیادہ محکم ہو جائے گا۔ (یہ فتنہ تو انگریزوں کی سیاسیات میں مسلمانوں کو ہر جگہ حیران پریشان کرتا رہا ہے۔ للمؤلف برنی) اس لئے قبل اس کے کہ یہ پنپیں ان کی بیخ کنی نہایت ضروری ہے۔"

حاصل کلام یہ کہ مصر میں قادیانی جماعت بننا عجب نہیں ہے' لیکن ازہر شریف پر جو چھاپہ مارنا چاہا تھا' وہ عالم اسلامی میں ایک فتنہ کھڑا کر دیتا مسلمانوں کو سخت دھوکا ہوتا کہ گویا ازہر شریف سے قادیانیت کو اسلام کی سند مل گئی۔ اور یہ امیر قادیانی جماعت لاہور کا منشاء تھا۔ اسی سے ان کی چالوں کا اندازہ ہو سکتا ہے کہ میٹھا زہر کڑوے زہر سے بدتر ہے اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو محفوظ رکھے۔

اپنے زمانہ میں حضرت علامہ محمد مصطفیٰ المراغی الازہر رحمۃ اللہ علیہ نے اس فتنہ کا انسداد کر دیا۔ ان کے بعد شیخ الازہر حضرت علامہ شیخ مصطفیٰ عبدالرزاق رحمۃ اللہ علیہ بھی اس فتنہ سے خوب باخبر ہو گئے تھے۔ ہم پر بہت عنایت وشفقت فرماتے تھے' لیکن حضرت کا زمانہ مختصر رہا۔ اب ماشاء اللہ حضرت علامہ شیخ عبدالرحمٰن حسن شیخ الازہر کا زمانہ ہے۔ اللہ تعالیٰ کے فضل سے اُمید اور دعا ہے کہ ازہر شریف اب آئندہ بھی فتنوں سے محفوظ رہے' اور صراط مستقیم پر استقامت ہمیشہ جاری ہے' بطفیل رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم۔

ہمارے پاس حیدرآباد میں تو ایک ایسے رفیق تھے جو عربی خط وکتابت اور تراجم میں ہم کو بہت قابلیت اور سرعت سے مدد دیتے تھے۔ مولانا عبدالقدوس ہاشمی سلمہ کو اللہ تعالیٰ دونوں جہاں میں جزائے خیر دے کہ عربی تراجم میں ان کا تعاون حد کو پہنچ گیا تھا۔ یہی حال مصر میں دوسرے رفیق عبدالمجید السید مرحوم و مغفور کا تھا کہ وہ تمام کوششوں کا مرکز قاہرہ میں بنے ہوئے تھے' ان کا خلوص اور ان کی جدوجہد بھی بے نظیر

تھی۔ بلکہ سچ پوچھئے تو ان کے توسط بغیر قاہرہ میں اس پیمانہ پر کوشش اور کامیابی ہونی محال تھی۔ اللہ تعالیٰ آخرت میں خدمت دین کا اجراعلیٰ سے اعلیٰ انہیں عطا فرمائے۔ ان کے سوا بعض دیگر رفیق بھی قابل یادگار ہیں۔ خاص کر السید ابوالنصر احمد الحسینی الہندی' اور پروفیسر محمد ولی خاں مہندی سباح۔ جو مراسلت کے ذریعہ مفید مشورے اور معلومات مہیا فرماتے رہے۔

اپنے مرتبہ اور مقام کے لحاظ سے مولانا سید محب الدین الخطیب مالک مدیر اخبار الفتح نے بھی اس معرکہ میں کئی طرح بیش بہا مدد دی۔ اللہ تعالیٰ ان کے معاملات میں ان کی مدد فرمائے۔ آمین۔ قاہرہ میں اصل معرکہ تو 1358ء میں پیش آیا' لیکن آپس کی مراسلت اور مشاورت کا سلسلہ قادیانیت کے متعلق کئی سال پہلے سے جاری تھا' اور وقت پر یہی سلسلہ کام آیا۔

شام میں بھی ہمارے ایک مخلص محب تھے' مختار ادیب علامہ السید محمد علی الحوانی جو مشہور مجلہ العروبہ بیروت سے شائع کرتے تھے۔ جب وہ حیدر آباد آئے تھے تو کتاب ''قادیانی مذہب'' کے چوتھے ایڈیشن کا مکمل عربی ترجمہ ان کے حوالہ کیا گیا تھا کہ وہ اس کو بیروت میں طبع کرادیں کہ وہاں کی طباعت نفاست میں مشہور ہے۔ طباعت کے نمونے اور تخمینے بھی آئے مگر کام شروع ہونے کی نوبت نہ آئی۔ ان کی صحت خراب ہوگئی تھی۔ مدت سے کوئی خط نہیں آیا۔ خدا کرے بخیریت ہوں۔ نہ معلوم ترجمہ کا مسودہ کہاں ہوگا۔ قصد ہے کہ منتخب مقامات کا عربی ترجمہ تالیف کر کے قاہرہ میں شائع کیا جائے۔ انشاءاللہ۔

حضرت خواجہ محمد ضیاء الدین سیالویؒ:

حضرت خواجہ محمد ضیاء الدین سیالوی رحمۃ اللہ علیہ، شمس العارفین، سراج السالکین، حضرت خواجہ محمد شمس الدین سیالوی قدس سرہٗ کے پوتے اور حضرت شیخ الاسلام والمسلمین خواجہ محمد قمرالدین سیالوی مدظلہٗ کے والد گرامی تھے۔ آپؒ بیک وقت ایک شیخ طریقت، عالمِ دین، مصنف اور سیاسی لیڈر تھے۔ آپؒ نے تحریکِ خلافت میں بڑی سرگرمی سے حصہ لیا تھا، رَدِّ مرزائیت میں آپؒ نے شاندار خدمات سرانجام دیں، ایک معرکۃ الآرا کتاب ''معیار المسیح'' مطبوعہ ۱۳۲۹ھ کے نام سے لکھی جو اپنی مثال آپ ہے۔

اقتباس رئیس قادیاں

حکیم نور الدین سے مولانا اصغر علی روحی کی ایک علمی جھڑپ

مرزا قادیانی سخن سازی اور پروپیگنڈا بازی کے فن میں تو طاق تھا لیکن علمی استعداد سے ایک بڑی حد تک بے نصیب تھا۔ البتہ مولوی حکیم نور الدین اور مولوی محمد احسن امروہی مرزائیوں میں ذی علم اور صاحب استعداد ہستیاں مانی جاتی تھیں۔ اور یہی وہ دو شہیر تھے جن کے سہارے الہامی صاحب اتنا زمانہ فضائے تعلی میں پرواز کرتے رہے۔ اور پھر ان دونوں میں حکیم نور الدین صاحب کو خاص اہمیت حاصل تھی بلکہ اصل یہ ہے کہ وہی مرزائیت کی عمارت کے بانی و موسس تھے اور مرزا مردود تو محض آلہ کار اور کٹھ پتلی کا حکم رکھتا تھا۔ جب حکیم صاحب پیچھے سے ڈوری کھینچتے تو یہ پتلی حرکت میں آجاتی۔ ایک مرتبہ بانی سلسلہ حکیم نور الدین لاہور آیا اور کشمیری دروازہ میں مولوی محرم علی چشتی کے مکان میں ٹھہرا۔ مولوی محرم علی سے حکیم نور الدین کی پرانی دوستی تھی۔ ایک نہایت معمر طبیب نے جو مہاراجہ جموں کشمیر کی ملازمت میں حکیم نور الدین کے رفیق کار تھے مجھے بتایا کہ حکیم نور الدین اور مولوی محرم علی ایک ساتھ جموں سے خارج کیے گئے تھے۔

جب حکیم نور الدین لاہور آ کر مولوی محرم علی کے مکان پر ٹھہرا تو مولانا اصغر علی صاحب روحی سابق پروفیسر اسلامیہ کالج لاہور اس کو دیکھنے کے لئے گئے۔ اس وقت مولانا اصغر علی صاحب کا عنفوان شباب تھا۔ ان کے جانے سے پیشتر مولوی زین العابدین مدرس عربی اسلامیہ ہائی سکول دروازہ شیراں لاہور جو مولوی غلام رسول مرحوم ساکن قلعہ میہاں سنگھ ضلع گوجرانوالہ کے اقرباء میں سے تھے حکیم نور الدین سے گفتگو کر رہے تھے۔ مولوی زین العابدین اچھے لسان اور مقرر نہیں تھے۔ ایک سوال کے جواب میں مولوی زین العابدین نے کہا کہ اس سے تو ترجیح بلا مرجح لازم آئے گی۔ حکیم نور الدین نے کہا کہ ترجیح بلا مرجح تو محض منطقیوں کا ایک ڈھکوسلہ ہے۔ ترجیح بلا مرجح جائز ہے۔ مولوی زین العابدین نے پوچھا وہ کیسے؟ حکیم نور الدین نے دو روپے جیب سے نکال کر ہاتھ پر رکھے اور مولوی صاحب سے کہا ایک اٹھا

دعاوی باطلہ کے متعلق میں آپ سے گفتگو کرنا چاہتا ہوں۔" حکیم نورالدین نے جواب میں لکھا کہ چونکہ آپ میرے پیر کی توہین کرتے ہیں اس لئے میں آپ سے گفتگو نہیں کرنا چاہتا۔

اس کے بعد شاید 1915ء میں حکیم نورالدین لاہور آیا۔ روحی صاحب کے ایک شاگرد نے کہا کہ حکیم نورالدین آیا ہوا ہے۔ اگر آپ اس سے گفتگو کرنا چاہیں تو میں جا کر دریافت کروں؟ مولوی صاحب نے کہا ہاں جا کر پوچھو۔ وہ گیا اور قاضی ظہورالدین اکمل مرزائی متوطن موضع گولیکی سے جا کر اس خواہش کا اظہار کیا۔ قاضی ظہورالدین کہنے لگے واقعی مولوی اصغر علی مناظرہ کرنا چاہتے ہیں! شاگرد نے کہا ہاں واقعی چاہتے ہیں۔ قاضی ظہورالدین نے حکیم نورالدین سے اس کا ذکر کیا۔ اس نے کہا ہم کسی مولوی سے گفتگو کرنا نہیں چاہتے۔ اصغر علی ہو یا کوئی اور۔ اس وقت بابو عبدالحق اکاؤنٹینٹ نے جو کئی سال تک مرزائی بلکہ مرزا کے خاص حواری رہ کر تائب ہوئے تھے مرزا کے رد میں ایک رسالہ چھپوایا تھا اور وہ شہر بھر میں مفت تقسیم کر رہے تھے۔

> کفار کے لئے ہوگا کہ اس کے قد برابر آگ کے صندوق میں اسے بند کریں گے پھر اس میں آگ بھڑکائیں گے اور آگ کا قفل لگایا جائے گا پھر یہ صندوق آگ کے دوسرے صندوق میں رکھا جائے گا اور ان دونوں کے درمیان آگ جلائی جائے گی اور اس میں آگ کا قفل لگایا جائے گا پھر اسی طرح اس کو ایک اور صندوق میں رکھ کر اور آگ کا قفل لگا کر آگ میں ڈال دیا جائے گا تو اب ہر کافر یہ سمجھے گا کہ اس کے سوا اب کوئی آگ میں نہ رہا اور یہ عذاب بالائے عذاب ہے اور اب ہمیشہ اس کے لئے عذاب ہے۔ جب سب جنتی جنت میں داخل ہولیں گے اور جہنم میں صرف وہی رہ جائیں گے جن کو ہمیشہ کے لئے اس میں رہنا ہے اس وقت جنت و دوزخ کے درمیان موت کو مینڈھے کی طرح لا کر کھڑا کریں گے۔ پھر منادی جنت والوں کو پکارے گا، وہ ڈرتے ہوئے جھانکیں گے کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ یہاں سے نکلنے کا حکم ہو پھر جہنمیوں کو پکارے گا وہ خوش ہوتے ہوئے جھانکیں گے۔ کہ شاید اس مصیبت سے رہائی ہو جائے۔ پھر ان سب سے پوچھے گا کہ اسے پہچانتے ہو؟ سب کہیں گے ہاں۔ یہ موت ہے وہ ذبح کر دی جائے گی اور کہے گا اے اہل جنت! ہیشگی ہے اب مرنا نہیں اور اے اہل نار! ہیشگی ہے اب موت نہیں۔ اس وقت ان کے لئے خوشی پر خوشی ہے اور ان کے لئے غم بالائے غم (نَسْئَالُ اللّٰہَ الْعَفْوَ وَ الْعَافِیَةَ فِی الدِّیْنَ وَالدُّنْیَا وَالْاٰخِرَةِ) (بہار شریعت)

مفتی محمد عطاء اللہ نعیمی

فتنہ قادیانیت کے بارے میں
مختلف ممالک کے عدالتی فیصلے

قرار داد پاکستان کے اکابرین:

ڈاکٹر اقبال کے فرمان کے مطابق مرزائیوں کے فساد کا علاج یہ ہے کہ انہیں غیر مسلم اقلیت قرار دے دیا جائے۔

(ماہنامہ "مصلح الدین" کراچی، مجریہ ستمبر 2007، شعبان المعظم 1428ھ)

آزاد کشمیر کی قانون ساز اسمبلی کا فیصلہ:

قادیانی اسلام سے خارج ہیں: آئینی وقانونی طور پر باقاعدہ قادیانیت کو کفر قرار دینے میں پہل آزاد کشمیر اسمبلی نے کی، چنانچہ مصباح الدین لکھتے ہیں کہ

"آزاد کشمیر کے زعماء پر جب قادیانیوں کی سازشوں کا انکشاف ہوا تو الحاج میجر محمد ایوب نے 28 اپریل 1973ء کو اسمبلی میں ان کے خلاف ایک قرارداد پیش کی کہ جس میں ان کو اقلیت قرار دینے اور ریاست میں ان کی تبلیغ کو ممنوع قرار دینے وغیرہ کا ذکر تھا۔"

اور قرارداد متفقہ طور پر منظور کر لی گئی اور 24 مئی 1973ء کو جناب سردار عبدالقیوم خان صاحب صدر اسلامی جمہوریہ حکومت آزاد کشمیر نے توثیق فرمائی۔

قادیانی خلیفہ ثالث مرزا ناصر احمد قرارداد پر چراغ پا ہو گیا اور ایک کتابچہ بعنوان "امام جماعت احمدیہ کا آزاد کشمیر کی ایک قرارداد پر تبصرہ" شائع کر کے اپنا غیظ وغصہ اُتارا، آزاد کشمیر پر ہی غصہ نہیں اُترا بلکہ پاکستانیوں کو بھی دھمکیوں سے نوازا، ان میں سے ایک یہ تھی کہ

"اس قسم کے فساد (قادیانیوں کو اقلیت قرار دیا جانا) کے نتیجے میں پاکستان قائم نہیں رہے گا۔ (صفحہ 4)

نوٹ: مزید تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو "تعارف قادیانیت اور مسئلہ ختم نبوت مصنفہ مصباح الدین" صفحہ 111 تا 113۔

پاکستان کی قومی اسمبلی کا تاریخ ساز فیصلہ:

مصباح الدین لکھتے ہیں:

''ہوا یہ کہ 29 مئی 1974ء کو قادیانیوں نے ایک سوچے سمجھے منصوبے کے تحت ''ربوہ'' کے ریلوے اسٹیشن پر ''چناب ایکسپریس'' کو اس وقت تک روکے رکھا جب تک اس پر سوار نشتر میڈیکل کالج ملتان کے طلباء کو بڑی بے دردی سے دل کھول کر زدوکوب نہ کرلیا اور اس بات کا ثبوت بہم پہنچادیا کہ ''ربوہ'' قادیانی ریاست ہے۔

قادیانی ٹولہ کی یہ حرکت ایک ایسا فتیلہ تھی جس سے فساد کی ملک گیر آگ بھڑک اٹھی، حکومت نے ''صمدانی ٹربیونل'' مقرر کرکے مسلمانوں کے جوش کو ٹھنڈا کیا۔ ارباب اقتدار کو بھی احساس ہوگیا کہ قادیانی مسئلہ کا تصفیہ جس کو اب تک نظرانداز کیا جاتا رہا ہے ملک کی سلامتی کے لئے ناگزیر ہے اور عوام کی طرف سے مطالبہ کی تکمیل کے لئے ایک مجلس معرض وجود میں آئی۔ (اور) وزیراعظم ذوالفقار علی بھٹو نے اس قضیہ کے لئے ایک مناسب صورت اختیار کی کہ معاملہ قومی اسمبلی میں پیش ہوا اور وہ غوروخوض کے بعد فیصلہ دے کر قادیانی مسلمان ہیں یا غیر مسلم، اس مسئلہ کی چھان بین کے لئے ممبرانِ قومی اسمبلی پر مشتمل ایک خصوصی کمیشن کی تشکیل ہوئی۔

7 ستمبر 1974ء کو وہ مبارک شام آئی جب جناب وزیراعظم (ذوالفقار علی بھٹو) نے قومی اسمبلی اور سینیٹ کے فیصلے سنائے کہ مرزا غلام احمد کے ماننے والی دونوں جماعتیں (یعنی مرزا ناصر قادیانی کی جماعت اور لاہوری جماعت) غیر مسلم قرار دے دی گئیں۔

فیصلہ سناتے ہوئے وزیراعظم ذوالفقار علی بھٹو نے اپنی تقریر میں کہا کہ:

''منکرینِ ختم نبوت کو غیر مسلم اقلیت قرار دینے کا فیصلہ پوری قوم کی خواہشات کا آئینہ دار ہے۔ اس مسئلہ کو دبانے کے لئے 1953ء میں ظالمانہ طور پر طاقت استعمال کی گئی تھی۔''

(ملخصاً۔ ماخوذ از تعارف قادیانیت اور مسئلہ ختم نبوت، مصنفہ مصباح الدین صفحہ 115۔120)

کیا ان کو اقلیت قرار دینا درست تھا؟

یہ ایک سوال آپ نے پڑھا کہ آزاد کشمیر اسمبلی اور پاکستان اسمبلی کے فیصلے پڑھے کہ جن میں ان کے اقلیت ہونے کا ذکر ہے مگر اصول شرعیہ کی رُو سے دیکھا جائے تو ان کی سزا وہ نہیں جو انہیں دی گئی۔ اگر یہ سزا نہیں ہے تو پھر ان کی سزا کیا ہے اس کا جواب ہم آزادیٔ ہند کے ہیرو، تحریک پاکستان کے عظیم رہنما شیخ الاسلام والمسلمین حضرت خواجہ محمد قمر الدین سیالوی رحمۃ اللہ علیہ کی زبانی دیتے ہیں۔ چنانچہ آپ نے

راولپنڈی میں منعقدہ مشائخ کانفرنس کے موقع پر فرمایا۔

کہا جاتا ہے کہ قادیانیوں کو اقلیت قرار دو، اقلیت تو ذمیوں کو کہا جاتا ہے جو شخص اسلام کو چھوڑ کر دوسرا دین اختیار کرے وہ (صرف) کافر نہیں، (بلکہ) وہ مرتد ہے اور مرتد کی سزا شریعتِ (اسلامیہ) میں قتل ہے، اگر میرے ہاتھ میں حکومت ہوتی تو میں قادیانیوں کا فیصلہ شریعت کے مطابق کرتا جس کی نظیر سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے قائم کی تھی۔

(بحوالہ ضیائے حرم لاہور، مجریہ دسمبر 1974ء)

اور پہلی سالانہ عظمت تاجدارِ ختم نبوت کانفرنس کے موقع پر فرمایا:

"قادیانیت عالم اسلام کے اتحاد میں زبردست رکاوٹ ہے، اس کا قلع قمع کئے بغیر ملت اسلامیہ کا وجود خطرے میں ہے، قادیانیت اسلام دشمن طاقتوں کی گہری سازش ہے، اس بدترین ناسور کے خلاف جہاد مسلمانوں کا اہم ترین فریضہ ہے۔"

(بحوالہ قادیانیوں کو اسلام کی دعوت، صفحہ 7، ماہنامہ تحفظ کراچی، اولیا امت اور قادیانیت کا بھیانک چہرہ، مجریہ ستمبر 2007ء جلد نمبر 3، شمارہ نمبر 10، صفحہ 12)

جب یہ لوگ مرتد ہیں اور مرتد کی سزا اسلام میں قتل ہے جس کی بے شمار مثالیں تاریخ میں موجود ہیں اور اس سزا پر عالم اسلام کا اجماع بھی ہے تو صاف ظاہر ہے کہ ان مرتدین کو صرف اقلیت قرار دے دینا کافی نہیں۔ اس سے قبل مدعیان نبوت کو دیکھا جائے تو اس دور کے حکام نے ان کو مرتد سمجھ کر قتل کر دیا اور قوت طاقت ہونے کی صورت میں ان سے جہاد کیا۔ بعض کے ساتھ اسلامی لشکروں کا جہاد ایک طویل عرصے تک جاری رہا، غرض یہ کہ انہوں نے اس فتنے کو جڑ سے اکھیڑنے کی ہر ممکن کوشش کی اور اس میں بڑے بڑے نقصانات بھی برداشت کئے، بے شمار مسلم مجاہد بھی شہید کروا دیئے مگر اس فتنے کو بڑھنے نہ دیا۔

وفاقی شرعی عدالت کا فیصلہ:

حسب دستور آئین اور آرڈیننس 1984ء کی پابندی کرنے کی بجائے شرعی عدالت سے خود کو مسلمان اور (اپنے) عقیدہ کو اسلام کی توثیق کرانے کے لئے قادیانی اور لاہوری دونوں گروہوں نے الگ الگ درخواستیں داخل کیں۔ فاضل ججوں نے بحث و تمحیص کے بعد دونوں پٹیشنز خارج کرنے (ان کے) غیر مسلم ہونے پر تصدیق ثبت کر دی۔

(تعارف قادیانیت اور مسئلہ ختم نبوت صفحہ 143)

فیڈرل اسمبلی ملائیشیا کا فیصلہ:

اکتوبر 1975ء میں فیڈرل اسمبلی نے قادیانی مسئلہ کی چھان بین کرنے کے بعد فیصلہ کیا کہ قادیانی خارج از اسلام ہیں۔ (تعارف قادیانیت اور مسئلہ ختم نبوت صفحہ 143)

جلال الدین احمد نوری نے اسے ان الفاظ میں تحریر کیا:

"عدالتِ عالیہ اس نتیجہ پر پہنچی ہے کہ مدعا علیہ قادیانیوں کو مسجد میں نماز پڑھنے کا حق نہیں ہے۔ لہٰذا مسجد میں صرف مسلمان نماز پڑھیں گے۔"

(بحوالہ القادیانیہ اقلیہ غیر مسلمۃ، صفحہ 120، ماہنامہ مصلح الدین، کراچی، مجریہ ستمبر 2007ء شعبان المعظم 1428ھ صفحہ 63)

ابوظہبی کی امارت کا فیصلہ:

حکومت ابوظہبی کا فیصلہ ہے کہ اس نے قاضی القضاۃ (عدالت عالیہ) کی سفارشات کہ قادیانی غیر مسلم ہیں۔ ان کو بے نقاب کیا جائے اور ان کا داخلہ یہاں بند کیا جائے۔ وغیرہ کو قبول کر لیا ہے۔

(تعارف قادیانیت اور مسئلہ ختم نبوت صفحہ 140)

آل انڈیا مسلم پرسنل لاء بورڈ کا اعلان:

بھاگلپور عدالت 1923ء کے فیصلے بموجب قادیانی مسلمان نہیں، بورڈ میں ان کو نمائندگی حاصل نہیں، تقسیم ہند سے پہلے ہی عدالت نے اپنے فیصلے میں واضح کر دیا تھا کہ قادیانی غیر مسلم ہیں۔

(تعارف قادیانیت اور مسئلہ ختم نبوت صفحہ 142)

بھاولپور کے مقدمہ کا تاریخی فیصلہ:

فریقین کے علماء جمع ہوئے، دلائل نقلیہ وعقلیہ زیر بحث آئے، جج محمد اکبر نے قادیانیوں کے ارتداد کی توثیق فرمائی، مسماۃ غلام عائشہ (مسلمان) کا عبدالرزاق (قادیانی) سے فسخ نکاح کا فیصلہ صادر فرمایا۔ (تعارف قادیانیت اور مسئلہ ختم نبوت صفحہ 142)

فیصلہ شیخ محمد اکبر ﴿راولپنڈی﴾:

ایڈیشنل جج راولپنڈی مؤرخہ 3 جون 1955ء مسماۃ امۃ الکریم قادیہ بنام لیفٹیننٹ نذیر الدین مسلم۔ جج صاحب نے فیصلہ سُنایا کہ عدالت سماعت نے جو نتائج (قادیانیہ مسلمان نہیں) اخذ کئے ہیں وہ درست ہیں۔ مسماۃ امۃ الکریم کی اپیل میں کوئی جان نہیں۔ لہٰذا اُسے خارج کرتا ہوں۔

(تعارف قادیانیت اور مسئلہ ختم نبوت صفحہ 143)

فیصلہ عدالت جیمس آباد:

مدعیہ مسماۃ لمۃ الہادی۔ مدعا علیہ نذیر احمد برق قادیانی:

جناب شیخ محمد رفیق گریجہ جج جیمس آباد نے فیصلہ صادر فرمایا کہ

''مدعیہ ایک مسلمان عورت ہے، مدعا علیہ نے اپنا قادیانی ہونا تسلیم کیا ہے، غیر مسلم ہے لہٰذا مدعیہ اسلامی تعلیمات کے مطابق مدعا علیہ کی بیوی نہیں۔ تنسیخ نکاح کے بارے میں مدعیہ کی درخواست کا فیصلہ اس کے حق میں دیا جاتا ہے۔''

یہ فیصلہ 13 جولائی 1969ء کو جناب قیصر احمد حمیدی جانشین جناب شیخ محمد رفیق گریجہ نے کھلی عدالت میں پڑھ کر سنایا۔ (تعارف قادیانیت اور مسئلہ ختم نبوت صفحہ 143)

فیصلہ ھائی کورٹ راولپنڈی بینچ:

جناب جسٹس افضل لون (جج ہائی کورٹ، راولپنڈی بینچ) کا تاریخی فیصلہ:

حسب شریعت محمدیہ علیہ التحیہ والثناء قادیانی غیر مسلم کسی مسلمان کی میراث کا وارث نہیں ہو سکتا اور نہ مسلمان کسی غیر مسلم کا وارث بن سکتا ہے۔

(بحوالہ پاکستان ٹائمز 30 اپریل 1981ء (تعارف قادیانیت اور مسئلہ ختم نبوت صفحہ 143)

ماریشس (افریقہ) کی عدالت عالیہ کا تاریخی فیصلہ:

ماریشس سپریم کورٹ (ایک غیر جانبدار مسلم عدالت) کا مسجد روبل کے متعلق سب سے پہلا معاملہ (جو ہماری نظر سے گزرا)۔ دو سال کی طویل جرح و قدح کے بعد 19 نومبر 1920ء کو عدالت عالیہ نے یہ فیصلہ سنایا:

''مسلمان اور قادیانی ہم مذہب نہیں، مسجد مسلمانوں کی ہے۔ امامت اور نماز کا حق صرف مسلمانوں کو حاصل ہے۔'' (تعارف قادیانیت اور مسئلہ ختم نبوت صفحہ 142)

حکومتِ افغانستان کا جرأت مند فیصلہ:

امیر امان اللہ خان کے دورِ حکومت میں حکومت کو کچھ قادیانیوں کے بارے میں اطلاع ہوئی کہ وہ اپنے جھوٹے نبی کے جھوٹے دین کی تبلیغ میں مصروف عمل ہیں۔ لہٰذا ان کو پکڑا گیا اور مرتد قرار دے کر قتل کر دیا گیا۔

اور حکومتِ افغانستان کے اس فیصلے اور جرأت کو ''آل انڈیا سنی کانفرنس'' کے 16 تا 19 مارچ

1929ء/شعبان 1343ھ مراد آباد میں منعقد ہونے والے چارروزہ اجلاس میں سراہا گیا حکومت اور افغانستان کے اس راست اقدام کی بھرپور تائید کی گئی اور اس کی کچھ تفصیل ''سنی کانفرنس کا تاریخ تسلسل'' (مصنفہ مولانا نسیم احمد صدیقی صفحہ 19) میں ہے۔

قادیانیوں کے خلاف علماء اسلام کے فتاویٰ اور قراردادوں کی تفصیل علامہ فروغ احمد اعظمی مصباحی کی کتاب ''تحریک ختم نبوت اور قادیانیت'' کا مطالعہ کیجئے۔

مسلمانوں سے گذارش:

لہٰذا قارئین کرام سے گزارش ہے کہ ان لوگوں کی سرگرمیوں پر نظر رکھیں اور اگر کسی طرح سے اُن کو اسلام دشمن یا ملک دشمن سرگرمیوں میں ملوث پائیں تو حکومت یا عدالت سے رجوع کریں کیونکہ ہمارے ملک پاکستان کے آئین میں بھی انہیں غیر مسلم قرار دیا جاچکا ہے۔ اور عدالتی نظام میں بھی انہیں غیر مسلم قرار دے کر فیصلہ کیا جاتا ہے۔

....

مجاہدِ اسلام مولانا فقیر محمد جہلمی:

حضرت مولانا فقیر محمد جہلمی نے ۳ر ذی الحجہ ۱۳۰۳ھ میں جہلم سے ایک ہفتہ وار پرچہ ''سراج الاخبار'' کے نام سے جاری کیا، اس اخبار نے اپنے دور کے اعتقادی فتنوں، خاص طور پر فتنہ مرزائیت کی تردید میں بڑا کام کیا۔ مرزا قادیانی اور اُس کے حواری ''سراج الاخبار'' کے کارناموں سے سٹپٹا اُٹھے، چنانچہ اُنہوں نے ہر اِمکانی کوشش سے ''سراج الاخبار'' کو بند کرانے کے حربے استعمال کئے، آپ اور آپ کے رفیقِ کار حضرت مولانا محمد کرم دِین صاحب دبیر پر مقدمات کا دور شروع ہوا، مگر یہ عالی قدر ہستیاں ان مصائب و آلام سے کب گھبرانے والی تھیں، ابتلاء و آزمائش کی آندھیاں اُن کے پائے استقلال میں کوئی لغزش پیدا نہ کرسکیں۔ گورداسپور کی عدالت میں مقدمہ چلا جو قادیانی اور اس کے حواریوں کی شکست پر منتج ہوا، مرزا قادیانی کی خوب گت بنی، اور اللہ تعالیٰ نے مجاہدِ اسلام مولانا فقیر محمد جہلمی اور مولانا کرم دِین صاحب کو باعزت بَری فرمایا۔ آپ نے بڑی اہم کتابیں یادگار چھوڑی ہیں، جن میں ''حدائق حنفیہ'' کو خاص شہرت حاصل ہوئی۔

محمد صادق قصوری

ردِ قادیانیت پر کتب ورسائل کی فہرست

جہاں تک ردِ قادیانیت اور تردیدِ مرزائیت کے حوالے سے تقریر کا معاملہ ہے تو اس کا ریکارڈ تو نا ممکنات میں سے ہے لیکن اس مسئلہ میں تحریری ریکارڈ بڑی حد تک محفوظ ہے۔ نقطۂ نظر کے اختلاف کے باوجود ''عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت ملتان'' کے کارکنان بہر طور لائق تبریک ہیں کہ محترم اللہ وسایا صاحب نے ''قادیانیت کے خلاف قلمی جہاد کی سرگزشت'' کے نام سے بڑی جامع کتاب مرتب کر کے اس موضوع پر لکھنے پڑھنے اور مطالعہ کا شوق رکھنے والے اہل علم کے ذوق کی تسکین کا سامان کیا ہے۔ بلاشبہ اس موضوع پر اب تک ہزاروں کتب لکھی اور چھاپی گئی ہیں۔ ذیل میں قارئین کی ضیافتِ علمی کے لئے ایک مختصر فہرستِ کتب دی جا رہی ہے۔ جسے پڑھ کر اس میدان میں علماء کی خدمات کا اندازہ لگانا ایک عام قاری کے لئے آسان ہو جائے گا۔

نمبر شمار	نام کتاب	مصنف	مقام اشاعت	سن اشاعت
1	تحقیقاتِ دستگیریہ فی رد اغلوطاتِ ابراہیمیہ	مولانا غلام دستگیر قصوری		1882ء/1303ھ
2	فتح الرحمانی بدفع کید قادیانی	ایضاً		1896ء/1314ھ
3	رجم الشیاطین براغلوطاتِ ابراہین	ایضاً		1882ء/1302ھ
4	الصارم الربانی علی اسراف قادیانی	اعلیٰ حضرت امام احمد رضا رحمۃ اللہ علیہ خان بریلوی		1897ء/1315ھ
5	جزاء اللہ عدوہ باباۂ ختم نبوت	ایضاً		1899ء/1317ھ
6	شمس الھدایۃ فی اثباتِ حیات المسیح	پیر سید مہر علی شاہ گولڑوی رحمۃ اللہ علیہ		1899ء/1317ھ

7	السوء والعقاب علی المسیح الکذاب	اعلیٰ حضرت امام احمد رضا رحمۃ اللہ علیہ خان بریلوی		1902ء/1330ھ
8	قہر الدیان علی مرتد بقادیان	مولانا حسن رضا خان بریلوی رحمۃ اللہ علیہ		1905ء/1333ھ
9	اشد العذاب علی مسیلمۃ الپنجاب	مرتضیٰ حسن چاند پوری		1928ء/1341ھ
10	سیف چشتیائی	پیر مہر علی شاہ گولڑوی رحمۃ اللہ علیہ		1914ء
11	ہدیۃ المہدی	وحید الزمان حیدر آبادی		1907ء/1325ھ
12	خاتم النبیین	سید محمد علی مونگیری		
13	ختم رسالت	مولانا محمد بخش مسلم بی اے	لاہور	
14	خاتم الانبیاء	مولانا سیف الاسلام		
15	فتنہ انکارِ ختم نبوت	پیر محمد کرم شاہ بھیروی رحمۃ اللہ علیہ	لاہور	1984ء
16	المبین ختم النبیین	اعلیٰ حضرت امام احمد رضا رحمۃ اللہ علیہ خان بریلوی		1908ء/1326ھ
17	ختم نبوت	ملک محمد اکبر خاں ساقی		1968ء
18	تردید قبر مسیح در کشمیر	بابو پیر بخش		1919ء
19	اسلام کی فتح اور مرزائیت کی تازہ ترین شکست	بابو پیر بخش		1919ء
20	الاستدلال المسیح فی حیات	ایضاً		1924ء
21	لا مہدی الا عیسیٰ	ایضاً		
22	تائید اسلام ماہانہ رسالہ	ایضاً		1932ء
23	تفریق درمیان اولیائے اُمت	ایضاً		1926ء
24	حرف محرمانہ	ڈاکٹر غلام جیلانی برق		1954ء

25	قادیانی مذہب کا علمی محاسبہ	پروفیسر محمد الیاس برنی رحمۃ اللہ علیہ	لاہور	بار نہم
26	قادیانی مقدمہ	ایضاً		
27	قادیانی قول وفعل	ایضاً		
28	قادیانی موومنٹ	ایضاً		1955ء
29	قادیانیت (انگریزی)	علامہ محمد اقبال رحمۃ اللہ علیہ		
30	الکاویہ علی الغاویہ (دوجلد)	مولانا محمد عالم آسی امرتسری	امرتسر	1933ء
31	ماہنامہ ''ترجمان اہلسنت'' کراچی ختم نبوت نمبر	مفتی سید شجاعت قادری	کراچی	1972 اگست نمبر
32	قادیانی چکر چن بش ور	پروفیسر محمد الیاس برنی رحمۃ اللہ علیہ		1957ء
33	مرزائی حقیقت کا اظہار	مولانا شاہ عبدالعلیم صدیقی میرٹھی		1929ء
34	مرزائی لاریب غیر مسلم ہیں	خلیل احمد قادری		1988ء
35	کرم الٰہی بجواب انعام الٰہی	مفتی عزیز احمد		1952ء
36	تحفظِ ختم نبوت	محمد طاہر عبدالرزاق		
37	دجالِ قادیان	محمد طاہر عبدالرزاق		1999ء
38	قادیانیت کش	محمد طاہر عبدالرزاق		2006ء
39	قادیانی افسانے	محمد طاہر عبدالرزاق		1998ء
40	قادیانیت شکن	محمد طاہر عبدالرزاق		
41	مرگ مرزائیت	محمد طاہر عبدالرزاق		
42	قادیانیت اسلام اور سائنس کے کٹہرے میں	عرفان محمود برق (سابق قادیانی)		2004ء
43	ثبوت حاضر ہیں	محمد متین خالد		2004ء

نمبر	کتاب	مصنف	مقام	سن
44	السیف الکلامیہ لقطع الدعاوی الغلامیہ	محمد عبدالحفیظ القادری		1934ء
45	توہینِ رسالت کی سزا	حاجی نواب دین		1406ھ
46	مرتد کی سزا	محمد انور قریشی		
47	قصر مرزائیت پر ایک بم	سلطان احمد فاروقی		1974ء
48	قادیانی کفریات	محمد اقبال الخیری		1974ء
49	مرزا قادیانی کی کہانی	ایضاً		1974ء
50	قادیانی مسئلہ	ایضاً		1974ء
51	کرشن قادیانی کے بیانات ہزیانی	مولانا سید ابوالحسنات قادری رحمۃ اللہ علیہ	لاہور	
52	قادیانیت کے مختلف پہلو	عبدالحمید قادری		
53	ہفت روزہ ''رضوان'' لاہور، ختم نبوت نمبر	سید محمود احمد رضوی رحمۃ اللہ علیہ	لاہور	1952ء
54	عقیدہ ختم نبوت اور فتنہ قادیانیت	ڈاکٹر محمد طاہر القادری	لاہور	1995ء
55	عقیدہ ختم نبوت اور مرزا غلام احمد قادیانی	ایضاً	لاہور	1989ء
56	مرزائے قادیان کی دماغی کیفیت	ایضاً	لاہور	1989ء
57	مرزائے قادیانی اور تشریعی نبوت کا دعویٰ	ایضاً	لاہور	1989ء
58	عقیدہ ختم نبوت اور مرزائے قادیانی کا متضاد موقف	ایضاً	لاہور	1989ء
59	مفاتیح الاعلام	مولانا محمد انوار اللہ خاں		

60	خطبہ صدارت ختم نبوت کانفرنس	صاحبزادہ سید فیض الحسن رحمۃ اللہ علیہ		1951ء
61	مقیاس النبوۃ (تین جلدیں)	مولانا محمد عمر اچھروی رحمۃ اللہ علیہ	لاہور	
62	برقِ آسمانی بر خرمنِ قادیانی	مولانا ظہور احمد بگوی رحمۃ اللہ علیہ		1932ء
63	تحریک ختم نبوت 1953ء	مولانا عبدالستار خان نیازی رحمۃ اللہ علیہ	لاہور	1957ء
64	القول الفاصل بین الحق الباطل	محمد غوث سعید		1324ھ
65	گستاخی رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے دورخ مرزا قادیانی اور شیطان رشدی	احمد میاں حمادی		1988ء
66	ماہنامہ ''ضیائے حرم'' لاہور تحریک ختم نبوت نمبر	پیر محمد کرم شاہ رحمۃ اللہ علیہ	لاہور	دسمبر 1974ء
67	قادیانی کذاب	مفتی رفاقت حسین کانپوری	کانپور بھارت	1953ء
68	فتنہ قادیان	سید محمود احمد رضوی رحمۃ اللہ علیہ	لاہور	
69	الہاماتِ مرزا	مولانا ثناء اللہ امرتسری		1988ء
70	عقائد مرزا	ایضاً	امرتسر	1928ء
71	علمِ کلام مرزا	ایضاً	امرتسر	1932ء
72	عجائباتِ مرزا	ایضاً	امرتسر	1933ء
73	قادیانیت	مولانا ابوالحسن علی ندوی		1954ء
74	قادیانی حساب	پروفیسر محمد الیاس برنی رحمۃ اللہ علیہ	لاہور	
75	مطالعہ احمدیت اور دعوتِ انصاف	پروفیسر محمد الیاس اعظمی	لاہور	2006ء

76	ذات محمدی اور نبوت محمدی پر قادیانیوں کا ڈاکہ	غلام حسین کلیانوی		
77	قادیانی دھرم	مفتی عبدالواجد قادری		
78	الظفر الرحمانی فی کشف القادیانی	مفتی غلام مرتضیٰ		
79	حیاتِ عیسیٰ علیہ السلام	محمد نعیم اللہ خاں قادری		2003ء
80	ارشاد فرید الزمان متعلق مرزائے قادیان	مولانا غلام جہانیاں		
81	تازیانہ عبرت	مولانا کرم دین بھیں		
82	قادیانی سیاست	مولانا مرتضیٰ احمد خان میکش	لاہور	1951ء
83	محاسبہ	ایضاً	ایضاً	1954ء
84	مسئلہ ختم نبوت	علامہ سید محمود رضوی رحمۃ اللہ علیہ		
85	سازشوں کا دیباچہ	رائے محمد کمال	لاہور	سن ندارند
86	قادیانی امت اور پاکستان	ایضاً	لاہور	1989ء
87	مرزا طاہر کے نام کھلا خط	پروفیسر ڈاکٹر محمد طاہر القادری	لاہور	1988ء
88	تصدیق المسیح	مولانا فقیر محمد جہلمی		1902ء
89	مرزائیت کا جال	مولانا کرم الدین دبیر		1904ء
90	نیام ذوالفقار علی بر گردن خاطی مرزائی	قاضی فضل لدھیانوی		1907ء
91	ہدیہ عثمانیہ وصحیفہ انواریہ	علامہ انوار اللہ خاں دکن	حیدر آباد دکن	1914ء
92	معیار المسیح	خواجہ ضیاء الدین سیالوی		1911ء
93	فتویٰ در تردید دعاوی مرزا قادیانی	مولانا ارشاد حسین رامپوری		1896ء
94	حجۃ الجبار	سید محمد عبدالجبار		1900ء

95	الالہام الصحیح فی اثبات حیات المسیح (عربی)	علامہ غلام رسول امرتسری	امرتسر	1893ء
96	مخزنِ رحمت بر قادیانی دعوت	قاضی فضل لدھیانوی		1926ء
97	تحریک قادیان (حصہ اول)	سید حبیب احمد مدیر "سیاست"	لاہور	1933ء
98	خاتم المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم	حافظ مظہر الدین رمداسی		1937ء
99	اتمام الحجہ عن اعرض عن الحجہ	مولانا اصغر علی روحی	لاہور	
100	مرزا قادیانی کی حقیقت	مولانا اصغر علی قادری	سیالکوٹ	1975ء
101	لا نبی بعدی	سید محمد امین علی نقوی	فیصل آبادی	1988ء
102	عقیدہ ختم نبوت اور فتنہ قادیانیت	صادق علی زاہد	ملتان	1996ء
103	مسئلہ ختم نبوت	مولانا غلام علی اوکاڑوی		
104	مشاہداتِ قادیان	مولانا عنائیت اللہ چشتی	ملتان	1987ء
105	اسلام اور قادیانیت	مولانا عبد الغنی پٹیالوی	ملتان	جنوری 1988ء

پیرانِ تونسہ شریف:

حضرت خواجہ شاہ سلیمان تونسویؒ کے جانشین خواجہ اللہ بخش تونسویؒ کے زمانے میں مرزا قادیانی نے سر اُٹھایا، آپؒ نے پورے ملک کے مریدوں کو مراسلے جاری کئے، خصوصاً متحدہ پنجاب میں مرزا کی ایسی تردید کی کہ مرزا قادیانی کا گھیرا تنگ کردیا، مرزا قادیانی کی طوفانِ بدتمیزی کے سامنے آپؒ نے اپنی جرأت سے ایسا بند تعمیر کیا کہ جس سے پوری ملتِ اسلامیہ محفوظ ہوگئی۔ یہ بات قابلِ ذکر ہے کہ جب مرزا قادیانی نے دعویٰ نبوّت کیا، آپؒ بیماری کے باعث صاحبِ فراش تھے، مگر یہ منحوس خبر سن کر بسترِ مرگ سے یوں اُٹھے جیسے سویا ہوا شیر انگڑائی لیتا ہے، پھر عمر بھر اس فتنے کی تردید میں نبرد آزما رہے۔

علاماتِ ظہور مہدی رحمۃ اللہ علیہ

امروہی (قادیانی) اپنے اس قول (واشھدان محمدا خاتم النبیین لا نبی بعدہ) میں تب ہی صادق سمجھے جاویں گے جب کہ مرزا قادیانی کو نبوت کے دعوے میں کاذب سمجھیں اور مشاہرہ معینہ کے لالچ کو چھوڑ کر اللہ تعالیٰ کو مطلق رازق جانیں۔ ناظرین کو معلوم ہو کہ قادیانی صاحب نے اپنے مسیح موعود ہونے پر اس حدیث رسول اللہ ﷺ سے استدلال کیا ہے جس میں خسوف اور کسوف رمضان مبارک میں جمع ہونا نزول مسیح کی علامت فرمائی گئی ہے۔ اور کہتے ہیں کہ میرے دعویٰ کے ثبوت میں یہ دونوں باتیں جمع ہو گئیں۔ دیکھو مکتوب عربی صفحہ 177 ایسا ہی اس نبی کے مومن امروہی صاحب اپنی کتاب شمس بازغہ صفحہ 3 سطر 20 پر فرماتے ہیں۔

قولہٗ

مثلاً اجتماع سورج گرہن و چاند گرہن کا ماہ مبارک رمضان شریف میں جو نشان صدق مہدی علیہ السلام کا کتب احادیث میں مندرج تھا جب کہ 1211ھ میں واقع ہوا تو تمام دنیا میں پیشتر وقوع ہی سے اس کا شہرہ ہو گیا تھا۔ ہیئت دانوں اور منجموں نے پیشتر از وقوع سے ہی اس کو شائع کر دیا تھا اور بعد از وقوع تو کوئی بستی بھی نہ رہی ہو گی جس میں اس کا چرچا واقع نہ ہوا ہو۔ اب کس کی مجال ہے کہ اس کو مخفی کرے۔

اقول:

دار قطنی میں محمد بن علی سے مروی ہے کہ مہدی موعود کے ظہور کے لیے دو ایسی علامتیں ہیں جو ابتداء پیدائش آسمان و زمین سے کبھی واقعہ نہیں ہوئیں اور وہ یہ ہیں کہ رمضان کی پہلی رات کو چاند گرہن ہو گا اور نصف رمضان میں کسوف آفتاب ہو گا۔ ان للمھدی آیتین لم تکونا منذ خلق السموات والارض ینکسف القمر فی اول لیلۃ من رمضان وتنکسف الشمس فی نصف منہ۔ الفاظ "فی اول لیلۃ من رمضان" کا ترجمہ لڑکے بھی جانتے ہیں کہ رمضان کی پہلی رات یعنی پہلی رات رمضان میں خسوف ہو گا اور رمضان کے پندرھویں دن کو کسوف۔ انقلاب زمانہ کی وجہ سے چونکہ

ہلال کو بھی قمر کی طرح خسوف عارض ہوگا۔ تو گویا ہلال قمر ہوا۔ لہٰذا اس حدیث میں قمر کا اطلاق بھی پہلی رات کے چاند پر کیا گیا۔ چنانچہ تغیر زمانہ کی وجہ سے قریب قیامت کے ایک دن والے کو بوڑھا کہا جائے گا۔ سو یہ آج تک واقع نہیں ہوا اور نیز یہ نزول مسیح کی علامت نہیں بلکہ یہ ظہور مہدی کی علامت ہے کہ برخلاف عادت زمان اور برخلاف حساب منجمان رمضان کی پہلی تاریخ خسوف ہوگا اور اسی کی پندرھویں کو کسوف ہوگا اور جیسا کہ یہ علامت ظہور مہدی کی وقوع میں نہیں آئی۔ ایسا ہی مندرجہ ذیل باقی علامات بھی آج تک ظاہر نہیں ہوئیں۔

1۔ قریب ظہور مہدیؑ کے دریائے فرات کھل جائے گا اور اس میں ایک سونے کا پہاڑ ظاہر ہوگا۔

2۔ آسمان سے ندا ہوگی الا ان الحق فی ال محمد اے لوگو حق آل محمد ﷺ میں ہے۔

شناخت مہدی علیہ السلام کی علامات:

1۔ ان کے پاس رسول اللہ ﷺ کا کرتہ، تیغ اور علَم ہوں گے۔ یہ نشان بعد آں حضرت ﷺ کبھی نہ نکلے ہوں گے۔ ان پر لکھا ہوا ہوگا۔ البیعۃ للہ بیعت اللہ کے واسطے ہے۔

2۔ امام مہدی رضی اللہ عنہ کے سر پر ایک بادل سایہ کرے گا۔ اس میں سے ایک پکارنے والا پکارے گا۔ ھذاالمھدی خلیفة الله فاتبعوہ یہ مہدی خلیفہ خدا کا ہے اس کا اتباع کرو۔

3۔ وہ ایک سوکھی شاخ زمین میں لگائیں گے جو اسی وقت ہری ہو جائے گی اور اس میں برگ وبار آئے گا۔

4۔ وہ کعبہ کے خزانہ کو نکال کر تقسیم کر دیں گے۔

5۔ دریا ان کے لیے یوں پھٹ جائے گا جیسا کہ بنی اسرائیل کے لیے پھٹ گیا تھا۔

6۔ ان کے پاس تابوت سکینہ ہوگا۔ جسے دیکھ کر یہود ایمان لائیں گے۔ مگر چند۔

7۔ امام مہدی علیہ السلام اہل بیت نبوی ﷺ سے ہوں گے۔ عن ابن مسعود رضی اللہ عنہ قال قال رسول الله ﷺ لا تذهب الدنيا ولا تنقضي حتى يملك رجل من اهل بيتی یواطی اسمه اسمی۔ (ابوداؤد، ترمذی) دنیا ختم نہ ہوگی جب تک میری اہل بیت سے ایک شخص جس کا نام میرے نام پر محمد۔۔۔ ہوگا۔ دنیا کا مالک نہ ہو جائے۔ ابوداؤد کی دوسری روایت میں ہے یواطی اسمه اسمی واسم ابیه اسم ابی۔ اس کا نام میرے نام پر اور اس کے باپ کا نام میرے باپ کے نام پر ہوگا۔ یعنی محمد بن عبدالله المهدی من عترتی من ولد فاطمه رضی اللہ عنہا ابوداؤد۔ حاکم۔ ابن ماجہ۔ عن ام سلمہ۔ مہدی رضی اللہ عنہ میرے کنبہ

میں سے فاطمہ رضی اللہ عنہا کی اولاد سے ہوں گے۔

8۔ ان کا مولد مدینہ طیبہ ہے۔ گندم رنگ، کم گوشت، میانہ قد، کشادہ پیشانی، بلند بینی، کمان ابرو، دونوں ابرو میں فرق، بزرگ اور سیاہ چشم، سرگیں آنکھ، دانت روشن اور جدا جدا، داہنے رخسار پر تل سیاہ، چہرہ نورانی ایسا روشن جیسا کوکب دُرّی، ریش پرانبوہ، کشادہ ران، عربی رنگ، اسرائیلی بدن، زبان میں لکنت، جب بات کرنے میں دیر ہو گی تو ران چپ پر ہاتھ ماریں گے، کف دست میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی نشانی ہو گی۔

یہ سب احادیث مولفات نواب محمد صدیق حسن سے لی گئی ہیں۔ ناظرین کو معلوم ہو کہ یہ پیشین گوئی اور ایسی ہی مسیح والی اور ایسی ہی دجال شخصی کی، ان سب میں آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مفصل طور پر حلیہ کا بیان فرمایا۔ جس میں کسی قسم کا اشتباہ نہ ہو، گویا یہ پیشین گوئی در پیش گوئی ہے۔ یعنی غلام احمد قادیانی یا امثال اس کے مسیح موعود ہونے یا مہدی موعود ہونے کا دعویٰ کریں گے اور بالخصوص غلام احمد قادیانی دجال شخصی کا منکر ہو گا۔ گویا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلے ہی مفصل حلیہ بیان فرما کر ان کی تکذیب پر علامات سمجھا دیئے کیونکہ ظاہر ہے کہ اگر ان خلل اندازوں کا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو علم اور اندیشہ نہ ہوتا تو بیان میں اتنے اہتمام کی ضرورت ہی کیا ہے۔ ضرورت کی وجہ تو یہی ہے کہ یہ مدعیان اور ان کے موید ان جیسے امروہی صاحب۔

بدوز و طمع دیدۂ ہوش مند

یا یوں کہو

ازاں بہ کہ جاہل بود غم گسار

کے مصداق اور ان جیسے دوسرے حضرات جو حق بین والی آنکھ سے اور صراط مستقیم پر چلنے والے قدم سے محروم ہیں اور عزت اسلام سے سر برہنہ۔ بیت

گنجان و لنگران و کوران و شل

ہر آنجا کہ باشند در آں جا خلل

امت مرحومہ کو دھوکا نہ دے سکیں۔ فسبحان من جعلہ صلی اللہ علیہ وسلم حریص علیکم بالمومنین روف رحیم۔ آپ نے کمال خیر خواہی سے یہ بیان تفصیلی فرمایا۔

جمیل احمد نذیری

مسیح علیہ السلام اور مہدی رحمۃ اللہ علیہ، دو شخصیتیں

قادیانی عقیدہ کے مطابق ''مسیح موعود'' اور مہدیٔ معہود'' دونوں دو شخصیتیں نہیں بلکہ دونوں ایک ہی شخصیت کے دو لقب ہیں۔ یہ عقیدہ مرزا غلام احمد قادیانی کی اُن تحریروں سے وجود میں آیا جو ''حقیقۃ المہدی'' ''حقیقۃ الوحی'' ''نزول المسیح'' اعجاز احمدیہ'' ازالہ اوہام'' اور ''ضرورۃ الامام'' وغیرہ کی شکل میں موجود ہیں۔ اس کے ساتھ ہی مرزا قادیانی کا دعویٰ ہے کہ مسیح موعود اور مہدی معہود دونوں کا مصداق وہ خود ہے۔

ایھا الناس انی انا المسیح المحمدی واحمد المھدی

اے لوگو! میں ہی مسیح محمدی اور میں ہی احمد مہدی ہوں۔

(خطبات الھامیہ مطبوعہ 1902ء)

''ضرورۃ الامام'' میں لکھتا ہے۔

''اب بالآخر یہ سوال باقی رہا کہ اس زمانہ میں امام الزماں کون ہے جس کی پیروی تمام عام مسلمانوں اور زاہدوں اور خواب بینوں اور ملہموں کو کرنی خدائے تعالیٰ کی طرف سے فرض قرار دیا گیا ہے، سو میں اس وقت بے دھڑک کہتا ہوں کہ خدائے تعالیٰ کے فضل اور عنایت سے وہ امام الزماں میں ہوں، اور مجھ میں خدائے تعالیٰ نے وہ تمام علامتیں، شرطیں جمع کی ہیں''
(ص42)

چند سطروں کے بعد لکھتا ہے۔

''پس یہ تمام مختلف رائیں اور مختلف قول ایک فیصلہ کرنے والے حَکَم کو چاہتے تھے، سو وہ حکم میں ہوں، میں روحانی طور پر کسر صلیب کے لئے اور نیز اختلافات کے دور کرنے کے لئے بھیجا گیا ہوں، انہیں دونوں امروں نے تقاضا کیا کہ میں بھیجا جاؤں۔ (ص43)

مرزا قادیانی کا ایک امتی قاضی محمد نذیر لکھتا ہے۔

''پس یہ ایک حقیقت ہے کہ حضرت بانی سلسلہ احمدیہ کے ذریعہ مسیح موعود اور مہدیٔ معہود کا

بنیادی کام ہو چکا ہے۔" (امام مہدی کا ظہور ص 39)

یہی مردود ان سطور سے پہلے ص 16 پر اپنی جماعت کی تحقیق ان الفاظ میں پیش کر چکا ہے۔

"امام مہدی اور مسیح موعود ایک ہی شخص ہے۔" (کتاب مذکور ص 16)

قادیانی دعوے کا جائزہ:

لیکن مرزا غلام احمد قادیانی اور اس کی جماعت کا یہ دعویٰ صحیح نہیں' احادیث کریمہ میں مسیح موعود (حضرت عیسیٰ علیہ السلام) اور امام مہدی کے بارے میں جو تفصیلات موجود ہیں۔ان سے پتہ چلتا ہے کہ دونوں دو شخصیتیں ہیں' سب سے پہلے وہ احادیث ملاحظہ کیجئے جن میں مسیح موعود کے نزول کا تذکرہ ہے۔

عن ابی هریرة' قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم ' والذی نفسی بیده لیوشکن ان ینزل فیکم ابن مریم حکماً عدلاً فیکسر الصلیب ویقتل الخنزیر ویضع الجزیة ویفیض المال حتی لا یقبله احد حتی تکون السجدة الواحدة خیراً من الدنیا وما فیها ثم یقول ابوهریرة فاقرأو ان شئتم وان من اهل الکتاب الا لیومنن به قبل موته۔

(بخاری ج 1 ص 490' مسلم ج 1 ص 87)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے۔قریب ہے کہ تم میں ابن مریم علیہ السلام نازل ہوں' حاکم عادل کی حیثیت سے' پس وہ صلیب کو توڑ دیں گے۔خنزیر کو قتل کریں گے جزیہ کو ختم کر دیں گے' مال (پانی کی طرح) بہے گا۔لیکن اُسے کوئی لینے والا نہ ہوگا یہاں تک کہ سجدۂ واحد دُنیا ومافیا سے بہتر ہوگا۔پھر ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا

اگر تم چاہو تو یہ آیت پڑھو (کیونکہ اس میں اس زمانہ کی طرف اشارہ ہے) وان من اهل الکتاب۔ الخ بیشک اہل کتاب ضرور بالضرور ایمان لائیں گے۔حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر ان کی وفات سے پہلے۔

دوسری روایت میں ہے۔

واللہ ینزلن ابن مریم حکما عادلا (مسلم جلد 1 صفحہ 87)

خدا کی قسم! ابن مریم ضرور بالضرور نازل ہوں گے حاکم عادل بن کر۔

ابن عباس رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے۔

ينزل اخی عيسى بن مريم من اسمآء

میرے بھائی عیسیٰ ابن مریم آسمان سے اتریں گے۔

(کنز العمال جلد 7 صفحہ 268 وصفحہ 259)

نواس بن سمعان رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔

فيبعث الله المسيح بن مريم فينزل عندالمنارة البيضاء الشرقی دمشق بين مهرونقين واضعايديه على اجنحة ملكين۔

(مسلم جلد 2 صفحہ 401' ترمذی جلد 2 صفحہ 147 ابوداؤد جلد 2 صفحہ 245' ابن ماجہ صفحہ 306)

پس اللہ تعالیٰ مسیح ابن مریم علیہ السلام کو بھیجے گا' پس وہ دمشق کے مشرقی سفید منارہ کے پاس دو چادریں اوڑھے ہوئے دو فرشتوں کے بازوؤں پر اپنے دونوں ہاتھ رکھے ہوئے اتریں گے۔

مراسیل حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہود سے فرمایا تھا۔

ان عيسى لم يمت وانه راجع اليكم قبل يوم القيامة

(تفسیر ابن کثیر ج 2 ص 230)

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی وفات نہیں ہوئی' وہ تمہاری جانب قیامت سے پہلے اتریں گے۔

نجران کے عیسائی وفد سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا۔

الستم تعلمون ان ربنا حی لا يموت و ان عيسىٰ ياتى عليه الفناء

کیا تم جانتے نہیں کہ ہمارا پروردگار زندہ ہے مرے گا نہیں' اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر فنا آئیگی۔ (تفسیر کبیر جلد 2 صفحہ 388' درمنثور صفحہ 203)

ان احادیث سے صاف ظاہر ہے کہ مسیح موعود' حضرت عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام ہیں اللہ تعالیٰ نے انہیں زندہ آسمان پر اٹھالیا تھا' قیامت کے قریب انہیں دوبارہ دنیا میں بھیجا جائے گا۔ وہ آسمان سے دو فرشتوں کے سہارے دمشق کے مشرقی سفید منارہ کے پاس اتریں گے۔

ان احادیث' یا جتنی بھی حدیثیں نزول مسیح سے متعلق ہیں' کسی میں مثیل مسیح کا ذکر نہیں ہے' بلکہ صاف صاف بغیر کسی ابہام واستعارہ کے مسیح ابن مریم' عیسیٰ ابن مریم یا صرف ابن مریم کے الفاظ مذکور ہیں' دوسری قابل غور بات یہ ہے کہ تمام حدیثوں میں ''نزول'' یعنی اترنے کا تذکرہ ہے۔ جس سے صاف پتہ چلتا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کہیں سے اتریں گے' بعض میں تو آسمان کی بھی صراحت ہے۔ اور ظاہر بات ہے کہ جب آسمان پر اٹھائے گئے ہیں تو نزول بھی وہیں سے ہوگا۔

نزول کا وقت کیا ہوگا؟ اس کے متعلق یہ احادیث ملاحظہ کیجئے۔

واما مھم رجل صالح فبینما اما مھم قد تقدم یصلی بھم الصبح اذا نزل علیھم عیسیٰ بن مریم الصبح فرجع ذالك الامام ینكص مشی القھقھوی لیقدم عیسیٰ یصلی فیضع عیسیٰ یدہ بین كتفیہ ثم یقول لہ تقدیم فصل فانھا لك اقیمت فیصلی بھم امامھم۔

ان کا امام ایک صالح مرد ہوگا، پس جس درمیان کہ وہ امام انہیں نماز فجر پڑھانے کے لئے بڑھے گا۔ اچانک حضرت عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام اتر آئیں گے۔ پس وہ امام پیچھے ہٹے گا تا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو آگے بڑھائے کہ وہ نماز پڑھائیں۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اپنا ہاتھ اس کے کندھے پر رکھیں گے اور کہیں گے، آگے بڑھیے اور نماز پڑھائیے، کیونکہ آپ ہی کے لئے اقامت کہی گئی ہے۔ چنانچہ ان کا امام انہیں نماز پڑھائے گا۔

(ابن ماجہ صفحہ 308)

دوسری حدیث میں ہے۔

فینزل عیسیٰ ابن مریم فیقول امیرھم تعال صل لنا فیقول لا ان بعضکم علی بعض امراء تکرمۃ اللہ تعالیٰ لھدہ الامۃ۔

پس حضرت عیسیٰ ابن مریم اتریں گے تو ان کا امیر کہے گا! ہمیں نماز پڑھائیے۔ وہ کہیں گے نہیں، تم میں سے بعض، بعض پر امیر ہے اس بزرگی کی وجہ سے جو اللہ تعالیٰ نے اس امت کو عطاء کی ہیں۔ (مسلم جلد 1 صفحہ 87)

ایک اور حدیث میں ہے۔

کیف انتم انزل ابن مریم فیکم امامکم منکم۔

تمہارا کیا حال ہوگا؟ جب تم میں ابن مریم اتریں گے اور تمہارا امام، تمہیں میں سے ہوگا۔

(بخاری جلد 1 صفحہ 490، مسلم جلد 1 صفحہ 87)

حضرت عیسیٰ علیہ السلام دجال کو قتل کریں گے۔ حج بھی کریں گے۔ شادی بھی ہوگی۔ اولاد بھی ہوگی، وفات کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آپ کے روضہ کے اندر دفن ہوں گے۔

(دیکھئے مسلم جلد 1 صفحہ 408، جلد 2 صفحہ 401 مسند احمد جلد 2 صفحہ 29، عون المعبود شرح ابی داؤد جلد 4 صفحہ 405، مشکوۃ جلد 2 صفحہ 480 وغیرہ)

امام مہدی کا نام اور خاندان:

اب امام مہدی کے نام، خاندان اور کام کے متعلق احادیث ملاحظہ کیجئے۔

عن عبداللہ بن مسعود قال قال رسول اللہ ﷺ لاتذھب الدنیا حتی یملك العرب من اھل بیتی یواطی اسمه اسمی۔ (ترمذی، جلد 2، صفحہ 46)

عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ دنیا ختم نہیں ہوسکتی یہاں تک کہ (اس) دنیا کا مالک میرے اہل بیت میں سے ایک عرب نہ ہوجائے جس کا نام میرے ہی نام جیسا ہوگا۔

یعنی اس کا نام محمد ہوگا' دوسری حدیث سے پتہ چلتا ہے کہ امام مہدی کے باپ کا نام عبداللہ ہوگا۔

لو یبق من الدنیا الایوم قال زائدۃ لطول اللہ ذالك الیوم حتی یبعث اللہ فیه رجلا منی اومن اھل بیتی یواطئی اسمه اسمی واسم ابیه اسم ابی یملا الارض قسطاً وعدلا کما ملئت ظلما وجورا۔ (ابوداؤد جلد 2، صفحہ 247)

اگر دنیا کا ایک ہی دن رہ جائے تو بھی اللہ تعالیٰ اس کو لمبا کردے گا۔ یہاں تک کہ اس میں ایک ایسے شخص کو بھیجے گا جو مجھ سے ہوگا۔ یا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یوں فرمایا کہ میرے اہل بیت میں سے ہوگا۔ وہ زمین کو عدل وانصاف سے بھردے گا۔ جبکہ وہ ظلم وجور سے بھر چکی ہوگی۔

اس حدیث سے یہ پتہ چلا کہ امام مہدی رضی اللہ عنہ کا آنا بالکل یقینی اور شک وشبہ سے بالاتر ہے۔

ام سلمہ رضی اللہ عنہا کی روایت میں ہے۔

المھدی من عترتی من ولد فاطمة (کتاب مذکور صفحہ 248)

''مہدی میرے خاندان سے اولاد فاطمہ سے ہوگا۔''

امام مہدی کی یہ خصوصیت بکثرت احادیث میں وارد ہوئی ہے کہ وہ دنیا کو۔ جب کہ دنیا ظلم وجور سے بھر چکی۔۔۔۔ہوگی۔ عدل وانصاف سے بھردیں گے۔ بخشش وسخاوت کے دریا بہائیں گے' ان کے زمانہ میں مال ودولت کی فراوانی ہوگی' بارش بھی خوب ہوگی' پیداوار بھی خوب ہوگی' لوگ آرام وراحت اور چین وسکون سے گزر بسر کریں گے۔ (دیکھئے مشکوۃ ج 2 ص 470' باب اشراط الساعۃ)

صحیح مسلم میں اگرچہ ''مہدی'' کے لفظ کی صراحت نہیں' مگر جو خصوصیات بیان کی گئی ہیں۔ اور جو وقت بتایا گیا ہے' وہ مہدی کے علاوہ کسی پر صادق نہیں آتا۔

عن جابر بن عبداللہ قال قال رسول اللہ ﷺ یکون فی اخر امتی خلیفة

یحشی المال حثیاً ولا یعدہ عدا۔

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا میری امت کے آخری زمانہ میں ایک خلیفہ ہوگا جو مال عطا کرے گا۔ لیکن اُسے شمار نہیں کرے گا۔

(مسلم جلد 2 صفحہ 395)

عن ابی سعید الخدری قال قال رسول اللہ علیہ وسلم من خلفاء کم خلیفة یحثوا المال حیثاً ولا یعدہ عددا

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے فرمایا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تمہارے خلفاء میں سے ایک خلیفہ مال لٹائے گا مگر اُسے شمار نہیں کرے گا۔ (حوالہ مذکورہ)

ایک اور حدیث میں ہے۔

یکون فی اخر الزمان خلیفة یقسم المال ولا یعدہ

آخر زمانہ میں ایک خلیفہ ہوگا جو مال تقسیم کریگا اور اُسے شمار نہیں کریگا۔ (حوالہ مذکورہ)

امام مہدی کی یہی خصوصیت بغیر کسی ابہام و جمال کے لفظ "مہدی" کی صراحت کے ساتھ ترمذی یں یوں موجود ہے۔

قال فیجی الیه الرجل فیقول یا مهدی اعطنی اعطنی قال فحثی له فی ثوبه فلا استطاع ان یحمله

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا' ایک آدمی اس کے پاس آکر کہے گا اے مہدی! مجھے دؤ پس وہ اس کے کپڑے میں دیتا جائے گا یہاں تک کہ وہ اُسے اٹھانے کی استطاعت نہیں رکھے گا۔ (جلد 2 صفحہ 46)

حاکم نے مستدرک میں شرط شیخین پر کئی روایات نقل کی ہیں جن میں لفظ "مہدی" کی صراحت ہے۔ اور وقت اور صفات بھی وہی بیان کی گئی ہیں جو احادیث بالا میں ہیں۔

(مقدمہ ابن خلدون صفحہ 319)

ان تمام احادیث پر جو شخص انصاف کی نظر ڈالے گا' اُسے یہ فیصلہ کرنے میں ذرا بھی تردد نہ ہوگا کہ مسیح موعود اور مہدی معہود' دو الگ الگ شخصیتیں ہیں۔ ایک باحیات ہے' آسمان سے اترے گی' دوسری سول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خاندان میں پیدا ہوگی۔ ایک کا نام عیسیٰ بن مریم ہے۔ دوسرے کا نام محمد بن عبداللہ۔ س کے علاوہ اور بھی بہت سی الگ الگ خصوصیات ہیں۔

پھر اس حدیث جس کی سند کو سلسلۃ الذہب کہا جاتا ہے۔ نے بالکل ہی فیصلہ کر دیا کہ مسیح اور

مہدی، دو شخصیتیں ہیں۔

عن جعفر عن ابیه عن جده قال قال رسول الله ﷺ کیف تهلك امة اولها والهدی وسطها والمسیح اخرها ولکن بین ذالك فیج الموج لیسو امنی ولا انا منهم' رواه رزین

جعفر صادق رضی اللہ عنہ نے اپنے باپ محمد باقر رضی اللہ عنہ سے انہوں نے زین العابدین علی بن حسین بن علی رضی اللہ عنہم بن ابی طالب سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا وہ امت کیسے ہلاک ہوسکتی ہے جس کے اول میں میں ہوں۔ درمیان میں مہدی اور آخر میں مسیح لیکن درمیان میں کچھ کج رو گروہ ہونگے جو مجھ سے نہ ہوں گے۔ اور نہ میں اُن سے ہوں گا۔ (مشکوٰۃ جلد 2 صفحہ 583)

"حدیث لا مهدی الا" موضوع و منکر هے:

ابن ماجہ میں انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔

ولا المهدی الا عیسیٰ بن مریم

عیسیٰ ابن مریم ہی مہدی ہیں۔ (صفحہ 302 باب شدۃ الزمان)

حدیث کے متعلق قاضی محمد نذیر لکھتے ہیں۔

"اس حدیث نے ناطق فیصلہ دے دیا ہے کہ عیسیٰ ابن مریم ہی "المہدی" ہے اور اس کے علاوہ کوئی "المہدی" نہیں ہے۔" (امام مہدی کا ظہور صفحہ 20)

لیکن یہ حدیث "ناطق فیصلہ" تو کیا ہوتی، سرے سے لائق استناد ہی نہیں۔ وہ بھی اُن احادیث کی موجودگی میں جن میں صراحۃً عیسیٰ ابن مریم اور "مہدی" کو الگ الگ شخصیت قرار دیا گیا ہے۔

اگر قادیانی اس حدیث کا حوالہ دینے سے پہلے ابن ماجہ کا حاشیہ ہی دیکھ لیتے تو بھی انہیں پتہ چل جاتا کہ یہ حدیث سند کے اعتبار سے کیسی ہے؟ اور اس لائق ہے یا نہیں کہ اُسے مشہور و مستفیض احادیث کے مقابلے میں پیش کیا جائے۔ ابن ماجہ کے حاشیہ پر صاف لکھا ہوا ہے کہ علامہ ذہبی نے میزان الاعتدال میں لکھا ہے کہ ہذا خبر منکر (یہ حدیث منکر ہے) پھر آگے چل کر اُسے منقطع بھی کہا ہے۔ سلسلہ سند میں ایک راوی محمد بن خالد ہے جس کے متعلق حاکم کہتے ہیں کہ مجھول (وہ مجہول ہے) اسی طرح حافظ نے بھی اُسے "رجل مجھول" قرار دیا ہے۔ (ابن ماجہ 302 حاشیہ نمبر 3)

مقدمہ ابن خلدون میں ہے۔

وبالجملہ فالحدیث ضعیف مضطرب (صفحہ 322)

خلاصۂ کلام حدیث ضعیف ومضطرب ہے۔

مرقات شرح مشکوٰۃ میں ہے۔

حدیث لامھدی الا عیسیٰ بن مریم ضعیف باتفاق المحدثین کما صرح به الجزری علی انه من باب لافتیٰ الا علی

حدیث ''لامھدی الا عیسیٰ بن مریم'' باتفاقِ محدثین ضعیف ہے۔ جیسا کہ ابن جزری رحمۃ اللہ علیہ نے اس کی صراحت کی ہے کہ یہ لافتیٰ الا علی کے باب میں ہے۔

(جلد 5 صفحہ 180)

حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں۔

قال ابو الحسن الخسعی الابدی فی مناقب الشافعی تواترت الاخبار بان المھدی من ھذہ الامة وان عیسیٰ یصلی خلفه ذکرہ ذلك ردا للحدیث الذی اخرجه ابن ماجه عن انس رضی اللہ عنہ وفیه ولا مھدی الا عیسیٰ۔

ابوالحسن خسعی ابدی رحمۃ اللہ علیہ ''مناقب شافعی'' میں کہتے ہیں کہ مہدی کے اسی امت میں سے ہونے کے متعلق احادیث متواتر ہیں اور یہ کہ حضرت عیسیٰؑ مہدی کے پیچھے نماز پڑھیں گے ابوالحسن خسعی نے یہ بات اس حدیث پر رد کرتے ہوئے لکھی ہے۔ جسے ابن ماجہ نے انسؓ سے روایت کیا ہے کہ حضرت عیسیٰ ہی مہدی ہیں۔ (فتح الباری ج 6 صفحہ 493)

علامہ طیبی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ مہدی کے اولادِ فاطمہ میں سے ہونے کی احادیث میں تصریح ہے۔ لہٰذا حدیث ''لامھدی الا عیسیٰ بن مریم'' ظاہری معنی میں قبول نہیں کی جاسکتی جب کہ وہ سنداً ضعیف بھی ہے۔ (مرقات المفاتیح جلد 5 صفحہ 180)

چنانچہ بعض حضرات نے تاویلات بھی کی ہیں اور وہ بھی انہیں آراء کے دوش بدوش موجود ہیں۔ جہاں انہیں ضعیف ومنکر کہا گیا ہے۔ مگر جب اس حدیث کا باتفاق محدثین ضعیف ومنکر ہونا ثابت ہو چکا ہے۔ تو میرے خیال میں تاویلات کے نقل کرنے کی چنداں ضرورت نہیں رہ جاتی۔

ایک قابل غور بات یہ ہے کہ اس حدیث کو ابن ماجہ نے ص 302 باب شدة الزمان کے تحت نقل کیا ہے۔ جب کہ آگے چل کر، ص 309 پر خود ہی باب خروج المھدی (مہدی کے خروج کا باب) باندھا ہے۔ وہاں اس حدیث کو نہیں لائے، وہاں صرف وہ ہی حدیثیں نقل کی ہیں جو مہدی کے امت محمدیہ یا اولاد فاطمہ میں سے ہونے کے متعلق ہیں۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ ابن ماجہ خود بھی اس

حدیث کو ظاہری معنی پر محمول نہیں کرتے تھے۔ ورنہ باب خروج المهدی میں اُسے ضرور نقل کرتے۔

جہاں تک اس بات کا تعلق ہے کہ کنز العمال میں بھی یہ حدیث موجود ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ وہاں پر اس سند کے ساتھ ہے جو ابن ماجہ میں ہے' لہٰذا اس کے بھی وجوہ ضعیف وہی ہوں گے۔ جو ابنِ ماجہ کی روایت کے ہیں۔

یوشك من عاش منكم ان تلقى عيسىٰ ابن مريم اماماً مهدياً حكماً عدلاً الخ۔

قریب ہے کہ تم میں سے جو زندہ رہے وہ عیسیٰ ابن مریم سے ملاقات کرے' درآں حالانکہ وہ امام مہدی اور حاکم عادل ہوں گے۔

اس روایت کے متعلق قاضی محمد نذیر قادیانی لکھتا ہے۔

اس میں صاف الفاظ میں موعود عیسیٰ ابن مریم کو امام مہدی قرار دیا گیا ہے۔

(امام مہدی کا ظہور صفحہ 19)

مگر قاضی کو معلوم ہونا چاہئے کہ یہاں پر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو "امام مہدی" لغوی معنی میں کہا گیا ہے' نہ کہ اصطلاحی معنی میں۔ "مہدی" کے لغوی معنی ہیں "ہدایت یافتہ" ظاہر ہے پیغمبر ہدایت یافتہ نہ ہوگا تو کون ہوگا؟ اور امام کے معنی ہیں پیشوا اور مقتدی۔ ظاہر ہے کہ پیغمبر پیشوا اور مقتدی ہوتا ہی ہے۔

یہاں پر "مہدی" کو لغوی معنی پر محمول کرنے کی خاص اور بنیادی وجہ یہ ہے کہ جن جن احادیث میں "مہدی" کو اصطلاحی معنی میں استعمال کیا گیا ہے۔ وہاں مہدی کے ساتھ کوئی صفت نہیں لائی گئی۔ بلکہ مطلقاً لفظ "مہدی" لایا گیا ہے۔ (اس سلسلے میں قارئین کرام پچھلے صفات میں مہدی سے متعلق احادیث کو ایک بار پھر دیکھ لیں۔

اس کے علاوہ ان احادیث میں "مہدی" کو مسند الیہ یا متبوع کی حیثیت سے لایا گیا ہے نہ کہ بطور صفت۔ اور یہاں پر "مہدی" عیسیٰ بن مریم کی صفت واقع ہے۔ اور یہی ایک صفت نہیں ہے بلکہ اس کے علاوہ بھی اس لفظ سے پہلے امام اور بعد میں "حکم" اور "عدل" کل تین تین صفات اور بھی موجود ہیں۔

بحث اصطلاحی مہدی سے ہے نہ کہ لغوی مہدی سے۔ لغوی اعتبار سے تو مسلمانوں کے ہر امیر خلیفہ کو جو کہ صحیح راہ پر گامزن ہو "امام مہدی" کہا جا سکتا ہے' لیکن اس لغوی اطلاق سے وہ اصطلاحی مہدی نہیں بن سکتا۔

"امامکم منکم" کا مطلب

قادیانیوں نے عیسیٰ ابن مریم رضی اللہ عنہ اور امام مہدی کے ایک ہونے کو اس حدیث سے بھی ثابت کیا ہے۔

کیف انتم اذا نزل ابن مریم فیکم و امامکم منکم

تم کیسے ہو گے، جبکہ تم میں ابن مریم اتریں گے اور تمہارا امام تمہیں میں سے ہوگا۔

(بخاری جلد 1 صفحہ 490، مسلم جلد 1 صفحہ 87)

حدیث کے الفاظ "و امامکم منکم" کا ترجمہ قادیانی یوں کرتے ہیں۔ "

اور وہ تم میں سے تمہارا امام ہوگا۔ یعنی یہ امام باہر سے نہیں آئے گا، امت محمدیہ میں سے قائم ہوگا۔" (امام مہدی کا ظہور صفحہ 11)

قارئین اس بنیادی نکتہ کو یاد رکھیں کہ اس حدیث کے متعلق اصل بحث یہ ہے کہ جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام آسمان سے اتریں گے۔ تو نماز کی امامت کون کرے گا؟ حضرت عیسیٰ علیہ السلام یا امام مہدی؟ اس بات کے صاف ہونے کے بعد ہی ثابت ہو سکے گا کہ قادیانیوں کا مذکورہ ترجمہ صحیح ہے یا غلط اور ان کا مقصود اس حدیث سے ثابت ہوتا ہے یا نہیں۔

اس سلسلے میں یہ احادیث ملاحظہ کیجئے۔

فینزل عیسیٰ بن مریم فیقول امیرھم تعال صل لنا فیقول لا ان بعضکم علی بعض امراء تکرمۃ اللہ تعالیٰ لھذا الامۃ۔

پس عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام اتریں گے، مسلمانوں کا امیر کہے گا، آیئے! ہمیں نماز پڑھایئے۔ وہ فرمائیں گے۔ نہیں۔ تم میں سے بعض، بعض پر امیر ہیں، اس تعظیم کی وجہ سے جو اللہ تعالیٰ نے امت محمدیہ کو عطا فرمائی۔ (مسلم جلد 1 صفحہ 87)

ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ مسند احمد کے حوالہ سے حضرت جابرؓ کی روایت نقل کرتے ہیں۔

واذا ھم بعسیٰ فیقال تقدم یا روح اللہ فیقول لیتقدم امامکم فلیصل بکم

(فتح الباری، جلد 6، صفحہ 493)

اچانک ان کے سامنے حضرت عیسیٰ ہونگے پس کہا جائے گا۔ اے روح اللہ! آگے بڑھئے وہ کہیں گے چاہئے کہ تمہارا ہی امام آگے بڑھے۔ اور نماز پڑھائے۔

ابن ماجہ میں اس سے بھی زیادہ صراحت ہو گئی ہے کہ امام حضرت عیسیٰ علیہ السلام نہ ہوں گے بلکہ امام مہدی ہوں گے۔

و امامھم رجل صالح فبینما امامھم قد تقدم فصلی بھم الصبح اذا نزل علیھم عیسیٰ بن مریم الصبح فرجع ذالک الامام ینکص یمشی القھقری لیقدم عیسیٰ یصلی فیضع عیسیٰ یدہ بین کتفیہ ثم یقول لہ تقدم فصل

فانها لك اقیمت فیصلی بھم امامھم۔
مسلمانوں کا امام ایک مرد صالح ہوگا۔ پس جس درمیان کہ وہ امام انہیں نماز فجر پڑھانے کے لئے آگے بڑھے گا۔ اچانک حضرت عیسیٰ علیہ السلام ابن مریم اُتر آئیں گے، پس وہ امام پیچھے ہٹے گا تا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو آگے بڑھائے کہ وہ نماز پڑھائیں۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اپنے ہاتھ اس کے کندھے پر رکھیں گے۔ اور کہیں گے۔ آگے بڑھیے اور نماز پڑھایئے کیونکہ آپ ہی کے لئے اقامت کہی گئی ہے۔ چنانچہ ان کا امام انہیں نماز پڑھائے گا۔

اب شارحین کی آراء ملاحظہ کیجئے۔

فتح الباری میں ہے۔

قال ابوالحسن الخسعی الابدی فی مناقب الشافعی تواترت الاخبار بان المھدی من ھذہ الامة وان عیسیٰ یصلی خلفه۔

ابوالحسن خسعی ابدی رحمۃ اللہ علیہ مناقب شافعی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ اس معاملہ میں احادیث تواتر کو پہنچ گئی ہیں کہ مہدی اس امت کے فرد ہوں گے اور حضرت عیسیٰؑ اُن کے پیچھے نماز پڑھیں گے۔
(جلد 2 صفحہ 493)

عمدۃ القاری میں ہے۔

معناہ یصلی معکم بالجماعة والامام من ھذہ الامة

''امامکم منکم'' کا مطلب یہ ہے کہ حضرت عیسیٰ تمہارے ساتھ باجماعت نماز پڑھیں گے۔ اور امام اسی امت میں سے ہوگا۔ (جلد 16 صفحہ 40)

مرقات المفاتیح میں ہے۔

والحاصل ان امامکم واحد منکم دون عیسیٰ

حاصل یہ کہ امام تمہیں میں سے ایک شخص ہوگا نہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام۔

(جلد 5 صفحہ 222)

ان احادیث وعبارات سے صاف ظاہر ہے کہ نزول کے وقت امامت، امام مہدی ہی کریں گے۔ اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام اس وقت کی نماز امام مہدی ہی کی اقتداء میں ادا کریں گے۔ ان احادیث سے یہ بات بھی صاف طور پر معلوم ہوگئی کہ نزول مسیح کے وقت، امام مہدی پہلے سے موجود ہوں گے۔

لہٰذا ''امامکم منکم'' کا ترجمہ۔۔۔ ''درآنحالیکہ وہ ابن مریم تم میں سے تمہارا امام ہوگا''۔ صحیح

نہیں، بلکہ ترجمہ یوں ہونا چاہئے۔۔۔ "درآنحالیکہ تمہارا امام تمہیں میں سے ہوگا، یعنی وہ امام پہلے سے موجود ہوگا۔ اور حضرت عیسیٰؑ اسی امام کی اقتداء کریں گے۔

ایک اشکال اور اس کا جواب:

اس میں کوئی شبہ نہیں کہ حضرت عیسیٰ علیٰ نبینا وعلیہ السلام امام مہدی سے افضل و برتر ہوں گے۔ پھر اشکال یہ ہے کہ آخر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ہوتے ہوئے امامت، کیوں امام مہدی کریں گے۔ اور خود حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہی انہی کو آگے بڑھانے پر کیوں اصرار کریں گے۔ جبکہ افضل طریقہ یہی ہے کہ امامت افضل شخص ہی کرے۔ پھر حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور امام مہدی، افضل طریقہ چھوڑ کر غیر افضل کیوں اختیار کریں گے؟

اس اشکال کا جواب بھی شارحین حدیث نے دیا ہے۔

چنانچہ ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام امامت کے لئے آگے بڑھ جائیں گے تو یہ شبہ پیدا ہونے لگے گا کہ پتہ نہیں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا آگے بڑھنا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلیفہ اور نائب کی حیثیت سے ہے۔ یا مستقل شارع کی حیثیت سے۔ لہٰذا حضرت عیسیٰ علیہ السلام اسی شبہ کو دور کرنے کے لئے امام مہدی کے پیچھے مقتدی بن کر نماز پڑھیں گے۔ تاکہ یہ بات صاف ہوجائے کہ ان کا نزول بحیثیت شارع کے نہیں بلکہ بحیثیت شریعت مصطفویہ کے ایک متبع کے ہے یہاں تک کہ نبی ہونے کے باوجود انہوں نے امت محمدیہ کے ایک فرد کے پیچھے نماز پڑھ لی۔ اس سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس فرمان لا نبی بعدی (میرے بعد کوئی نبی نہیں مبعوث ہوسکتا) کی عملی تصدیق ہوگئی۔

(فتح الباری ج 6 صفحہ 493)

مرقات المفاتیح میں ہے۔

(فیقول لا) ای الامیر اماما لکم لئلا یتوھم بامامتی لکم نسخ دینکم

حضرت عیسیٰ علیہ السلام فرمائیں گے میں تمہارا امام نہیں بنوں گا۔ یہ اس لئے تاکہ میری امت میرے ذریعہ تمہارے دین کے نسخ کا وہم نہ پیدا کرے۔ **(جلد 5 صفحہ 222)**

لیکن امام مہدی کی ہی امامت مستقل امامت نہ ہوگی۔ بلکہ صرف اسی وقت ہوگی جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا نزول ہوگا۔ اس کے بعد جب تک حضرت عیسیٰ علیہ السلام زندہ رہیں گے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہی امامت فرمائیں گے۔ یعنی جو افضل ہوگا۔ وہی امامت کرے گا۔ البتہ پہلے دن امامت سے گریز اس لئے ہوگا تاکہ جو شبہ پیدا ہونے والا ہو۔ وہ زائل ہوجائے۔ اب جب ایک وقت (وہ بھی آتے ہی)

امام مہدی کی اقتداء میں نماز پڑھ لی' وہ احتمال رفع ہوگیا اور شریعت محمدیہ ﷺ کا استقلال ودوام ثابت ہوگیا تو بعد میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہی امامت فرمائیں گے۔ عیسیٰ علیہ السلام کی امامت سے کسی قسم کا اشکال پیدا ہونے کا سوال ہی پیدا نہ ہوگا اس لئے مستقلاً حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہی امامت فرمائیں گے۔
(دیکھئے تفصیلات کے لئے فتح الملہم جلد 2 صفحہ 303 مرقات المفاتیح جلد 5 صفحہ 222)

کوئی شبہ کرسکتا ہے کہ:

مسلم شریف کی بعض روایات میں ''وامامکم منکم'' اور ''فامکم منکم'' کے الفاظ آئے ہیں۔ جن سے ظاہر ہوتا ہے کہ امامت حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہی فرمائیں گے اور امام مہدی مقتدی ہوں گے۔ مگر ہم کہتے ہیں کہ اس سے بھی قادیانیوں کا مدعا ثابت نہیں ہوسکتا کیونکہ ہمارے مذکورہ بالا جواب سے صاف ظاہر ہے کہ امام مہدی کے مقابلے میں اصل اور واقعی امام (افضلیت کے اعتبار سے) حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہی ہوں گے اور صرف ایک وقت امام مہدی کا امامت کرنا اسی شبہ کو زائل کرنے کے لئے ہوگا۔ جو اوپر بیان کیا گیا اور اس وقت کی امامت بھی حضرت عیسیٰؑ کے ہی حکم اور مرضی سے ہوگی۔

اس کے ساتھ ہی مسلم شریف کی اس روایت نے قادیانیوں کے ایک اعتراض کا جواب بھی فراہم کردیا جو ان کے خیال میں نہایت ہی معرکۃ الاراء اعتراض ہے اور غالباً وہ سمجھتے ہیں کہ ہمارے پاس اس کا جواب نہیں ہے۔

اعتراض یہ ہے:

1۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی بعثت بنی اسرائیل کی طرف ہوئی تھی اور حضور ﷺ کی بعثت سارے عالم کی طرف' اب اگر یہ عقیدہ رکھا جائے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہی مسیح موعود بن کر آئیں گے؟ اور کیا یہ عقیدہ حضور ﷺ کی اس خصوصیت (سارے عالم کے لیے نبی ہونا) کو نہیں توڑتا؟

2۔ اگر ختم نبوت کا مطلب یہ ہے کہ حضور ﷺ کے بعد کوئی نبی نہ آئے تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا آنا کیا ختم نبوت کے منافی نہ ہوگا؟

3۔ اس اعتبار سے خاتم النبیین حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہوئے کیونکہ ان کے بعد کوئی نبی نہ آئے گا حضور ﷺ خاتم النبیین نہ ہوں گے کیوں کہ ان کے بعد حضرت عیسیٰ علیہ السلام آئیں گے۔

(دیکھئے نزول المسیح صفحہ 53 از قاضی محمد نذیر)

اس اعتراض کا بہت ہی آسان اور سیدھا سادہ جواب' ہے جو اعتراض کی تینوں شقوں کو شامل ہے' جواب یہ ہے کہ حضور ﷺ کے بعد کوئی نبی نہ آنے کا مطلب یہ ہے کہ حضور ﷺ کے بعد کوئی نبی مبعوث

نہ ہوگا۔ ظاہر ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا نزول حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی بعثت نہ ہوگی کیونکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام تو حضور ﷺ سے کئی سو سال پہلے مبعوث ہو چکے تھے۔ اور جب بعثت نہ ہوئی تو یہ سوال ہی ختم ہو جاتا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام صرف بنی اسرائیل کے لئے نبی ہوں گے یا حضور ﷺ کی طرح سارے عالم کیلئے۔ بعثت پر ہی دارومدار تھا۔ عقیدہ ختم نبوت کا بھی جب بعثت نہ ہوئی تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا نزول ختم نبوت کے منافی نہ ہوا۔ اس طرح خاتم النبیین حضور ﷺ ہی رہے نہ کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کیونکہ خاتم النبیین کا مطلب ہی یہی ہے کہ حضور ﷺ کے بعد کوئی نبی مبعوث نہ ہو اور ظاہر ہے کہ حضور ﷺ کے بعد کوئی نبی مبعوث نہ ہوگا۔

رہا یہ سوال کہ کیا ثبوت ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا نزول بحیثیت بعثت نہ ہوگا۔ اس کا جواب مسلم شریف کی اسی زیر بحث روایت میں موجود ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق ارشاد فرمایا تھا۔

"وامکم منکم"

اور وہ امامت کریں گے تمہاری، تمہیں میں سے۔

یعنی تمہاری شریعت کے مطابق نماز پڑھائیں گے (نہ کہ اپنی شریعت کے مطابق

اس روایت کے ایک راوی ابن ابی ذئب ہیں اور ان سے روایت کرنے والے ولید بن مسلم ہیں، ولید بن مسلم کہتے ہیں کہ ابن ابی ذئب نے مجھ سے کہا۔ اتدری ما امکم منکم (کیا تم جانتے ہو کہ حضرت عیسیٰ تمہاری کیا امامت کریں گے۔ تمہیں میں سے؟) ولید بن مسلم نے کہا اخبرنی (آپ ہی بتائیے) انھوں نے کہا۔ فامکم بکتاب ربکم عزوجل۔

"وسنة نبیکم صلی اللہ علیه وآله وسلم" یعنی وہ تمہاری امامت کریں گے تمہارے رب عزوجل کی کتاب (قرآن) نبی ﷺ کی سنت کے مطابق۔

(مسلم جلد 1 صفحہ 87، فتح الباری جلد 6 صفحہ 493، فتح الملہم جلد 2 صفحہ 202)

طبرانی میں عبداللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے۔

"ینزل عیسیٰ بن مریم مصدقا بمحمد علی ملته"

عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام اتریں گے محمد ﷺ کی تصدیق کرتے ہوئے ان کے مذہب پر

(فتح الباری جلد 6 صفحہ 491)

نووی میں ہے۔

"ای ینزل حاکما بھذہ الشریعة لا ینزل نبیا برسالة مستقلة وشریعة

ناسخة بل هو حاكم من حكام هذه الامة۔
حضرت عیسیٰ علیہ السلام اتریں گے، اسی شریعت کے مطابق مستقل رسالت وشریعت لے کر نہیں آئیں گے کہ وہ ادیان باقیہ کے لیے ناسخ بن جائے بلکہ وہ اسی امت کے حکام میں سے ایک حاکم ہوں گے۔ (نووی علی المسلم جلد 1 صفحہ 87)

فتح الملہم میں ہے۔
طیبی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں یومکم کا مطلب ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام تمہاری امامت کریں گے۔ ان کے ہونے کی حالت میں تمہارے دین پر۔

مرقات المفاتیح میں ہے۔
"ای یومکم عیسیٰ حال کونه من دینکم" (جلد 5 صفحہ 22)
امامت کریں گے عیسیٰ علیہ السلام ان کے ہونے کی حالت میں تمہارے دین پر۔

ایک نکتہ!

ایک قابل غور نکتہ یہ بھی ہے کہ زیر بحث حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اُمتِ محمدیہ کی خوش قسمتی اور نصیبہ وری کو بیان فرمایا ہے۔ "کیف انتم اذا نزل ابن مریم فیکم وامامکم منکم" (تم کتنے اچھے اور خوش قسمت ہو گے۔ جب تم میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام نازل ہوں گے، حال یہ کہ تمہارا امام تمہیں میں سے ہوگا۔)

اس خوش قسمتی کی دو ہی شکل ہو سکتی ہیں، تیسری نہیں۔

1۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ہوتے ہوئے امت محمدیہ کا یہ اعزاز ہو کہ امامت امت کا ہی کوئی فرد کرے۔

ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں۔

"کیف حالکم وانتم مکرمون عندالله تعالیٰ والحال ان عیسیٰ ینزل فیکم و امامکم منکم و عیسیٰ علیہ السلام یقتدی بامامکم تکرمة لدینکم ویشهدله الحدیث الاتی الخ" (مرقات المفاتیح جلد 5 صفحہ 222)

کیا حال ہوگا تمہارا (یعنی تم کتنے خوش قسمت ہو گے کہ) اللہ تعالیٰ کے نزدیک قابل اعزاز واکرام ٹھہرو گے حال یہ کہ عیسیٰ ابن مریم تم میں اتریں گے اور تمہارا امام تمہیں میں سے ہوگا اور عیسیٰ تمہارے امام کی اقتداء کریں گے۔۔۔۔۔۔ تمہارے دین کے اعزاز کو

ظاہر کرتے ہوئے اور اس کی تائید آنے والی حدیث (روایت جابر رضی اللہ عنہ) بھی کرتی ہے۔

امامت حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہی کریں، لیکن اپنی شریعت کے مطابق نہیں بلکہ امت محمدیہ کو عطا کردہ شریعت کے مطابق جیسا کہ ابن ابی ذئب کی روایت سے پتہ چلا۔

دونوں میں سے جو مفہوم بھی لیا جائے قادیانیوں کا یہ دعویٰ ثابت نہیں ہو سکتا کہ ''امامت کرنے والے عیسیٰ امت محمدیہ میں سے ہوں گے وہ عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام نہ ہوں گے۔ جن کے متعلق رفع الی السماء کا عقیدہ ہے۔

مذکورہ بالا مباحث سے صاف ظاہر ہے کہ حضرت عیسیٰ وہی حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہوں گے۔ جو زندہ آسمان پر اٹھا لیے گئے اور مہدی امت محمدیہ کے ایک فرد ہوں گے، جو نزول مسیح کے وقت موجود ہوں گے، لہٰذا دونوں ایک شخصیت نہیں، دو شخصیتیں ہیں۔

خان احمد یار خان، رئیسِ اعظم قلات:

ان سے ایک دفعہ ظفر اللہ قادیانی ملنے گیا، مرزائیت کی تبلیغ شروع کر دی، جب اس کی بات ختم ہوئی تو خان صاحب نے فرمایا: ''ظفر اللہ خاں! اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم دوبارہ اس دُنیا میں تشریف لائیں اور مجھے حکم فرمائیں کہ مرزا قادیانی سچا ہے، اسے مان لو، تو بھی سمجھوں گا کہ میرے ایمان کا امتحان لیا جا رہا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی درخواست کروں گا کہ آقا! آپ کی ختم نبوت پر میرا ایمان اتنا پختہ ہے کہ اس امتحان میں بھی میں کامیاب ہوں کہ مرزا قادیانی جھوٹا اور کذاب ہے۔'' اس پر ظفر اللہ خان نے مارے ندامت کے سر جھکا دیا۔

اس مجلس میں ظفر اللہ خاں نے والئ قلات سے کہا کہ: ''آپ کی ریاست میں ہمارا ایک قادیانی رہتا ہے، اس سے ملا دیں۔'' خان قلات نے کہا کہ: ''میری ریاست میں کوئی قادیانی نہیں!'' ظفر اللہ خان کے بتانے پر معلوم ہوا کہ کسی دُور دراز کے شہر میں ایک موچی قادیانی منشی گیری کرتا تھا، اس سے پتا چلتا ہے کہ مرزائی افسران اپنے مرزائیوں کی کس طرح امداد کرتے ہیں۔

مولانا محمد عبداللہ

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی وفات پر قادیانیوں کی دلیلیں اور اس سلسلہ میں قادیانی فریب کی پردہ داری

یہ دنیا دارالعجائب ہے اس میں ایسے عجائبات ظاہر ہوتے رہتے ہیں کہ ظہور سے قبل ان کے ظہور کی خبر کو ہر شخص جھٹلائے گا۔ اس قسم کے عجائبات کی فہرست بڑی طویل ہے ان ہی میں سے ایک عجوبہ مرزا قادیانی کا دعویٰ نبوت ہے اور پھر اس دعویٰ پر جو دلیلیں خود مرزا قادیانی اور ان کے حواریوں اور امتیوں نے پیش کی ہیں وہ خود عجیب تر ہیں۔ سیدھی بات تو یہ تھی کہ جب ایک شخص نے نبوت کا دعویٰ کیا تو ہر شخص فوراً اس کو یہ کہہ کر جھٹلا دیتا کہ ختم نبوت کے بعد نبوت کا ہر مدعی جھوٹا ہے لیکن وہاں تو ختم نبوت کے اجماعی عقیدہ ہی کو غلط رکھنے والے موجود ہو گئے اور آیت شریفہ ولکن رسول اللہ وخاتم النبیین کا ترجمہ اور اردو مطلب اپنی طرف سے تجویز کر ڈالا۔ مرزا قادیانی کے ہونے والے امتیوں سے دس برس پہلے اگر ختم نبوت کے بارے میں دریافت کیا جاتا تو ختم نبوت کے بارے میں وہی کہتے جو ہمیشہ سے پوری امت محمدیہ (علی صاحبہا الصلوٰۃ والتحیہ) کہتی چلی آئی ہیں۔ تعجب ہے کہ ایسے لوگ اس کی امت میں شامل ہوتے چلے گئے جو ہوش وحواس والے اور علوم جدیدہ میں مہارت رکھنے والے ہیں اور جو بیدار مغزی کے ساتھ اپنی سروس اور بزنس چلاتے ہیں ان لوگوں کو مخبوط الحواس اور مجنون بھی کہیں تو کس طرح کہیں جبکہ دیگر سب کام ہوش وسمجھ کے ساتھ انجام دیتے ہیں۔ معمولی گھر کا کام کاج کرنے کے لئے نوکر بھی سوچ سمجھ کر اور اس کی صلاحیت اور استعداد دیکھ کر رکھتے ہیں مگر اپنا پیغمبر بغیر ہوش وگوش کے ایک ایسے شخص کو کیسے مان لیا جو کافر گورنمنٹ کا خوشامدی تھا اور فخر کائنات حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کے متبعین کو بازاری گالیاں دیتا تھا اور جس کی ہر پیشن گوئی خداوند کریم نے جھوٹی کر دکھائی۔

مرزا قادیانی کی نبوت ثابت کرنے کے لئے قادیانیوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی وفات کو ثابت کرنے کو اپنا ایک بہت ضروری مشغلہ بنا لیا ہے۔ اور اس وفات مسیح علیہ السلام کے عقیدہ کا بانی خود مرزا

قادیانی آنجہانی ہی تھا۔ مسلمانوں نے قرآن وحدیث سے اور اجماع امت سے مرزا قادیانی کے اس غلط عقیدہ کی تردید کی مگر مرزا اور اس کے امتیوں نے حق قبول نہ کرنے کی قسم کھا رکھی ہے اس لئے آج تک اس لکیر کو پیٹتے جا رہے ہیں۔ آنے والے صفحات میں قادیانیوں کی وہ دلیلیں جمع کی گئی ہیں جو انہوں نے وفات مسیح علیہ السلام کے اثبات کے لئے پیش کی ہیں اور ساتھ ہر دلیل کا جواب بھی دیا گیا ہے گویا استدلالات اس لائق نہیں ہیں کہ ان کا جواب دیا جائے لیکن آیتوں کے غلط ترجمے کر کے قادیانی چونکہ عوام کو بہکانے کی کوشش کریں گے۔ اس لئے ادارۃ الصدیق نے ضروری سمجھا کہ قادیانیوں کے لچر استدلالات سے ناظرین کو باخبر کیا جائے' یہ استدلالات تار عنکبوت سے زیادہ وزن نہیں رکھتے ہیں لیکن قادیانی مجبور ہیں۔ ڈوبتے کو تنکے کا سہارا بہت ہوتا ہے حق کو تو بے دلیل مانا جاتا ہے باطل کو بے دلیل کیوں مانیں؟ ناظرین مضمون آئندہ سے سمجھ لیں گے کہ قادیانیوں کی دلیلوں کے مصداق وہی مثل ہے جو ہر کہ ومہ کے زبان زد ہے۔ یعنی مار وگھٹنا اور پھوٹے آنکھ' اور وہاں خود حضرت مسیح (علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام) اور نبوت مرزا میں کیا تلازم ہے؟ چونکہ حضرت مسیح علیہ السلام وفات پا گئے۔ اس لئے مرزا غلام احمد نبی۔ یہ دلیل بھی تو اسی طرح کی ہے۔ تبت کے ہجے کر کے رواں کرتے وقت بلخ کہہ دیا جائے اگر ایک شخص مدعی نبوت ہو تو اس کے اخلاق واعمال اور کردار کو بھی جانچنا چاہئے۔ مرزا کے حالات ڈھکے چھپے نہیں ہیں اس کی سوانح حیات کی سطر سطر سے اور اس کے مکر وفریب سے بھرے اشتہاروں اور مرعوب کرنے والے چیلنجوں سے اور پھر مناظرین اسلام کے سامنے حجت وبرہان سے ٹکرا کر گالیوں سے نوازش کرنے سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ مرزا خود بھی دل سے اپنے کو جھوٹا سمجھتا تھا' نبوت کا دعویٰ کر کے واپس لینے کو عار سمجھتا تھا آخر دم تک یہ اعلان نہ کر سکا کہ میں نے جھوٹا دعویٰ کیا تھا۔ قادیانی مرزا مردود کے اوصاف واخلاق کو سامنے رکھ کر اس کی نبوت کو منوانے سے چونکہ عاجز آجاتے ہیں' اس لئے بحث ومناظرہ میں ''اخلاق مرزا'' کے عنوان سے کترا کر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی وفات ثابت کرنے کی شق کو اختیار کر لیتے ہیں' ہماری رائے میں ہر مسلمان کو قادیانیوں سے ہمیشہ صرف اس نقطہ پر بحث ومناظرہ کرنا چاہئے کہ جن اخلاق واوصاف کا حامل مرزا تھا۔ اس کا حامل شریف انسان بھی نہیں ہو سکتا نبی تو کجا۔۔۔۔ مرزا قادیانی کا جھوٹا ہونا تو خود اس نے اپنی دعا سے ثابت کر دیا ہے کہ جو جھوٹا ہو گا وہ سچے کی زندگی میں مر جائے گا۔ یہ دعا مرزا نے مولانا ثناء اللہ صاحب کے مقابلہ میں کی تھی اور کہا تھا کہ اس دعا کو خدا نے قبول کر لیا ہے اور مولانا ثناء اللہ مانیں یا نہ مانیں مگر یہ ہو کر رہے گا۔ چنانچہ خدا نے مرزا کی خواہش کے مطابق کر دیا کہ مرزا اپنے دعاوی میں جھوٹا تھا اور مولانا ثناء اللہ صاحب امرتسری کی زندگی میں مرزا قادیانی لاہور جا کر ہیضہ کے مرض میں لیٹرین کے اندر مر گیا۔

بیشک قرآن شریف کا یہ دعویٰ ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام زندہ اپنے مادی جسم کے ساتھ آسمان پر اٹھائے گئے اس کی دلیل ملاحظہ کیجئے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے یہود و نصاریٰ کا یہ عقیدہ تھا کہ حضرت عیسیٰ مسیح سولی پر چڑھائے گئے اور قتل کئے گئے۔ لیکن یہود و نصاریٰ میں سے کوئی اس کا قائل نہیں تھا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اپنی طبعی موت مر گئے۔ اس لئے کہ یہودیوں کا عقیدہ تھا کہ حضرت مسیح علیہ السلام اپنی نبوت کے دعویٰ میں جھوٹے تھے۔ اور ان کے عقیدہ کے مطابق جو جھوٹا ہوتا ہے وہ یا تو سولی پر چڑھ جاتا ہے یا قتل کیا جاتا ہے اور جو سچا نبی ہوتا ہے وہ اپنی طبعی موت مرتا ہے اور عیسائیوں کو اپنے مسئلہ کفارہ کو ثابت کرنا تھا۔ اس لئے کہ اگر حضرت مسیح اپنی طبعی موت مرے ہوتے تو کفارہ کا مسئلہ نہیں ثابت ہو سکتا تھا۔ اس لئے دونوں یہود و نصاریٰ اسی کے قائل تھے۔ کہ حضرت مسیح علیہ السلام مصلوب ہوئے اور قتل کئے گئے۔ طبعی موت کا ثبوت ان دونوں میں سے کسی سے نہیں ملتا۔ قرآن شریف نے اس کا جواب اس طرح دیا ہے۔

وما قتلوه وما صلبوه ولكن شبه لهم وان الذين اختلفوا فيه لفی شك منه مالهم به من علم الا اتباع الظن وماقتلوه يقينا بل رفعه الله اليه و كان الله عزيزا حكيما۔

ترجمہ: ”حالانکہ نہ انہوں نے اس کو قتل کیا اور نہ سولی دی، لیکن وہ ان کے سامنے مشتبہ کیا گیا۔ جو لوگ اس امر میں، کہ مسیح کو قتل و سولی نہیں ہوئی قرآن کے بیان سے مخالف ہیں وہ اس واقعہ سے بے خبری میں ہیں۔ اس دعویٰ کی ان کے پاس کوئی دلیل نہیں۔ ہاں انکلوں اور خیالوں کے تابع ہیں۔ انہوں نے ہرگز اس کو قتل نہیں کیا بلکہ خدا نے اپنے پاس اٹھالیا اور خدا غالب ہے اور حکمت والا ہے۔“

وان من اهل الكتاب الا ليومنن به قبل موته ويوم القيمة يكون عليهم شهيدا۔

اور نہیں ہے کوئی اہل کتاب سے مگر البتہ ایمان لائے گا ساتھ اس کے پہلے موت اس کی سے اور دن قیامت کا ہوگا۔ اوپر ان کے گواہ۔

ہمارا دعویٰ ہے کہ حضرت مسیح علیہ السلام اپنے مادی جسم کے ساتھ آسمان پر اٹھائے گئے اور قیامت کے قریب دنیا میں پھر نزول فرمائیں گے۔ جس کی تفصیل یہ ہے یہودیوں اور عیسائیوں میں جو یہ خیال تھا کہ حضرت عیسیٰ مسیح علیہ السلام سولی دیئے گئے اور قتل کئے گئے تو ظاہر ہے کہ یہ سولی اور قتل مادی جسم کے ساتھ تھا اور اسے دنیا جانتی ہے کہ قتل اور پھانسی مادی جسم کے ساتھ ہوا کرتی ہے اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں

اس کی تردید فرمائی کہ مسیح کے مادی جسم کو نہ سولی دی گئی اور نہ قتل کیا گیا بلکہ اس مادی جسم کو اللہ تعالیٰ نے اپنی طرف اٹھالیا۔ اس آیت میں بَلْ قابل غور ہے۔ اگر مادی جسم کا آسمان پر اٹھایا جانا نہ مانا جائے تو آیت کے لفظوں کی ترتیب غلط ہوتی ہے اور سوال یہ ہوتا ہے کہ حضرت مسیح علیہ السلام کے مادی جسم کو نہ سولی دی گئی نہ قتل کیا گیا۔ تو وہ مادی جسم کا ہوا کیا اس لئے کہ طبعی موت کا کوئی ثبوت نہ یہودیوں میں ہے نہ عیسائیوں میں اور نہ قرآن شریف اور آنحضرت ﷺ سے ہے اور پھر ''و کان اللہ عزیزا حکیما''۔ کا یہاں کیا جوڑ؟ خدا غالب اور حکمت والا ہے۔ کا جملہ صاف بتلا رہا ہے کہ جس کام کو دنیا ان ہونی اور خلاف فطرت سمجھتی ہے اور حیرت و تعجب کرتی ہے اس پر بھی خدا غالب ہے اور اپنے غلبہ و حکمت سے وہ کام کرتا ہے اس سے صاف ثابت ہے کہ مسیح کے مادی جسم کو نہ سولی دی گئی اور نہ قتل کیا گیا بلکہ اس مادی جسم کو خدا نے اپنی طرف اٹھالیا۔

ہمارے دعویٰ کا دوسرا جز و یہ ہے کہ حضرت مسیح علیہ السلام زندہ اپنے مادی جسم کے ساتھ آسمان سے نزول فرمائیں گے۔ اس کے بعد ان کی طبعی موت ہوگی اس کے ثبوت میں مندرجہ بالا آیت کے دوسرے حصہ پر غور کیجئے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ حضرت مسیح علیہ السلام کی طبعی موت سے قبل تمام یہود و نصاریٰ آپ پر ایمان لے آئیں گے۔ یہ ظاہر ہے کہ یہود حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو نہیں مانتے بلکہ اسی طرح ان کے دشمن ہیں اور برا بھلا کہتے ہیں۔ جس طرح کے بقول یہودیوں کے سولی کے وقت کہتے تھے۔ اس سے یہ ثابت ہوا کہ یہودی ابھی تک حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر ایمان نہیں رکھتے۔

پہلی دلیل:

قادیانی اس سلسلہ میں آیت پیش کرتے ہیں یعنی

انی متوفیك و رافعك الی

اور کہتے ہیں کہ یہ آیت بتلاتی ہے کہ حضرت مسیح مر گئے اور ان کا درجہ بلند کیا گیا مرزائی اس میں بھی عوام کو دھوکا دیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اس میں واؤ ترتیب کا ہے جس کا مطلب یہ لیتے ہیں کہ پہلے وہ مر گئے اس کے بعد ان کا درجہ بلند کیا گیا۔ یہ بالکل غلط ہے۔ واؤ ترتیب کا ہوتا ہی نہیں ورنہ اس کے یہ معنی ہوں گے کہ خدا کے اس ارشاد اقیمو الصلوٰۃ واتو الزکوٰۃ کا مطلب یہ ہوگا کہ پہلے نماز پڑھو اس کے بعد زکوٰۃ دو۔ اگر نماز سے پہلے زکوٰۃ دی تو وہ ناجائز یا اقیمو الصلوٰۃ ولا تکونوا من المشرکین۔ یعنی پہلے نماز پڑھو اس کے بعد شرک چھوڑ دو حالانکہ یہ دونوں معنی غلط ہیں۔ پس اس آیت سے ثابت ہوا کہ واؤ ترتیب کا نہیں ہوتا۔ اگر ترتیب کا واؤ مان لیا جائے تو قادیانی یہاں کیا جواب دیں گے۔ ایک جگہ

خدا فرماتا ہے۔ برب موسیٰ وھرون دوسری جگہ فرماتا ہے برب ھرون و موسیٰ اگر واؤ ترتیب کا مانا جائے تو ان دونوں آیتوں میں ایک سچی ہوگی اور ایک جھوٹی' حالانکہ دونوں آیتیں سچی ہیں۔ پس اس سے ثابت ہوا کہ واؤ ترتیب کا ہوتا ہی نہیں۔ اب ''انی متوفیك'' کا اصل مطلب سنیئے۔

جب حضرت عیسیٰ مسیح علیہ السلام اپنے دین کی تبلیغ فرما رہے تھے۔ تو یہودیوں کی طرف سے اس کی سخت مخالفت تھی اور حضرت عیسیٰ مسیح علیہ السلام کو اپنی جان کا سخت خطرہ تھا تو اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے تسلی کے لئے فرمایا کہ انی متوفیك ورافعك الی یعنی اے عیسیٰ! تو دشمنوں سے خوف نہ کر کہ یہ تجھے نہ سولی پر چڑھا سکتے ہیں اور نہ قتل کر سکتے ہیں بلکہ میں تجھ کو طبعی موت دوں گا اور جب تو دشمنوں کے نرغے میں پھنسے گا۔ تو میں تجھ کو اپنے پاس اٹھالوں گا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام جب دشمنوں کے نرغے میں پھنسے تو اللہ نے ان کو بچایا اور مادی جسم کے ساتھ آسمان پر اٹھالیا۔

مرزا غلام احمد قادیانی نے اپنی کتاب سراج منیر ص 30 پر یہ مانا ہے کہ انی متوفیك ورافعك الی تسلی کے لئے حضرت عیسیٰ کو الہام کیا گیا تھا۔ جس طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلی کے لئے خدا نے پہلے یہ فرمایا عفا اللہ عنك اس کے بعد یہ فرمایا الم اذنت لھم پس دونوں جگہ رفع سے یہی ثابت ہوتا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اپنے مادی جسم کے ساتھ آسمان پر اٹھائے گئے ہیں۔

دوسری دلیل:

قادیانی وفات مسیح کے ثبوت نہیں لائے ہیں۔ اور عیسائی جیسا مانتے ہیں وہ ظاہر ہے پس اس سے صاف ثابت ہو گیا کہ ابھی حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے انتقال (طبعی موت) نہیں فرمایا ہے۔ بلکہ ابھی تک زندہ آسمان پر ہیں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کے مطابق ملک عرب (دمشق) میں آسمان سے اپنے مادی جسم کے ساتھ اتریں گے۔ قتل دجال فرمائیں گے۔ شادی کریں گے اولاد ہوگی۔ پھر مدینہ منورہ میں اپنی طبعی موت سے انتقال فرمائیں گے۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے روضۂ اطہر میں جو ایک جگہ خالی ہے وہاں پر دفن کیئے جائیں گے۔ بحمد للہ دونوں باتوں کا ثبوت قرآن شریف سے ہو گیا۔

قادیانی اس موقعہ پر یہ کہتے ہیں کہ رفعہ اللہ سے مراد رفع درجات ہے نہ کہ رفع جسم مادی یہ ان کا ایک قسم کا دھوکہ ہے۔ اس لئے کہ اگر رفع سے مراد رفع درجات لیا جائے تو اس سے وما قتلوہ وما صلبوہ کی تردید ہوتی ہے۔ یعنی یہ ثابت ہوتا ہے کہ مسیح کو سولی دی گئی اور قتل کیا گیا تاکہ رفع درجات ہو حالانکہ خدا سولی و قتل کی نفی کرتا ہے۔ یہ امر قابل سوال ہے کہ جب رفع درجات مراد ہے تو نفی قتل وصلب کے بعد ''بل'' کی کیا ضرورت ہے؟ حضرت ادریس علی نبینا علیہ السلام کے متعلق ایک جگہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا

ورفعناه مکانا علیا۔ اس آیت میں بل نہیں ہے اور نہ الیہ ہے پس اس آیت سے حضرت مسیح علیہ السلام کے متعلق ان کے مادی جسم کا ذکر ہے کہ ان کے مادی جسم کو نہ سولی دی گئی اور نہ قتل کیا گیا بلکہ اس مادی جسم کو خدا نے اپنی طرف اٹھالیا۔ پس رفع درجات کی تاویل محض دھوکا ہے۔ رفع درجات کے لئے وکان اللہ عزیزا حکیما۔ کا کیا تعلق اور اس کی ضرورت کیا۔ اس لئے کہ شہدا کے رفع درجات تو ہوتے ہی ہیں۔ یہ تو عام بات ہے۔ اور اللہ تعالیٰ نے اپنے غلبہ وحکمت کا ذکر فرمایا ہے۔ تو یہ اسی لئے کہ عام لوگوں کے نزدیک مادی جسم کا آسمان پر جانا اور وہاں پر اتنے دنوں تک قیام اور پھر دنیا میں نزول ایک تعجب کی اور انہونی سی بات معلوم ہوتی ہے۔ مگر اللہ اس پر غالب ہے۔ وہ اپنے غلبہ سے مادی جسم کو آسمان پر لے گیا اور اپنی حکمت سے اب تک رکھے ہوئے ہے اور وقت مقررہ پر دنیا میں پھر نزول کرائے گا۔ آیت زیر بحث ہے ہم نے حضرت مسیح کا رفع الی السماء اور نزول ثابت کیا ہے اب ہم قادیانیوں کی دلیلیں بیان کر کے شافی جواب تحریر کرتے ہیں۔

ایک آیت اور پیش کرتے ہیں فلما توفیتنی کنت انت الرقیب علیھم یعنی اور جب تو نے مجھے فوت کرلیا تو تو ہی ان پر نگہبان تھا اس کا جواب یہ ہے کہ گفتگو حضرت مسیح علیہ السلام کی اور خدا کی قیامت کے دن کی ہے اور بیشک قیامت سے قبل حضرت مسیح علیہ السلام فوت ہو چکے ہوں گے ہم مسلمان اس کے قائل ہیں کہ حضرت مسیح قرب قیامت دنیا میں تشریف لائیں گے۔ دمشق نامی شہر میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کے مطابق آسمان سے نزول فرمائیں گے۔ باب لد پر دجال کو قتل فرمائیں گے۔ شریعت محمدیہ کی تبلیغ فرمائیں گے۔ مدینہ منورہ تشریف لائیں گے۔ شادی کریں گے اولاد ہوگی اس کے بعد حسب وعدۂ خداوندی (انی متوفیک) آپ طبعی موت سے مریں گے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے روضہ اطہر میں دفن کئے جائیں گے۔ قیامت میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حضرت ابوبکرؓ وعمر فاروقؓ کے درمیان اس مزار مقدس سے اٹھیں گے تو اللہ تعالیٰ حضرت عیسیٰ سے محض یہ سوال کرے گا کہ کیا تثلیث (خدا کے ماننے) کی تعلیم آپ نے (اے عیسیٰ) دنیا میں دی تھی؟ حضرت مسیح اس کا یہ جواب دیں گے کہ اے خدا تو شرک سے پاک ہے جو بات مجھے لائق نہیں وہ میں کیوں کہتا۔ اصل سوال کا جواب ختم ہوگیا۔ مگر چونکہ حضرت مسیح کو اپنی بیزاری کے ساتھ ان کی سفارش بھی کرنی تھی۔ اس لئے استحقاق شفاعت کو برقرار رکھنے کے لئے یہ فرمایا کہ جب تک میں ان میں تھا۔ میں ان کا نگہبان تھا اور جب تو نے مجھے فوت کرلیا۔ تو تو ہی ہر چیز کا نگہبان ہے۔ جیسے وہ ہیں تو جانتا ہے۔ اس سے آگے ان کی ضمناً سفارش بھی کی ہے کہ اگر تو ان کو عذاب کرے تو تیرے بندے ہیں۔ کوئی تجھے روک نہیں سکتا اگر تو ان کو بخشے تو تو بڑا غالب بڑی حکمت والا ہے۔ پس اس آیت سے بھی یہ نتیجہ نکالنا کہ مسیح علیہ السلام اس وقت مردہ اور فوت شدہ

ہیں، کسی طرح ٹھیک نہیں۔

تیسری دلیل:

قادیانی وفات مسیح کے سلسلہ میں ایک آیت یہ بھی پیش کرتے ہیں کہ

کانا کلان الطعام

یعنی حضرت مسیح اوران کی ماں علیہم کھانا کھاتے تھے۔جس سے معلوم ہوتا ہے کہ چونکہ اب مرگئے اس لئے کھانا نہیں کھاتے۔یہ قادیانیوں کا خیال ہی خیال ہے۔اس لئے اول تو کانا کے لفظ سے زمانہ حال کی نفی نہیں ہوتی۔دوسرے کھانا نہ کھانے سے زندگی محال نہیں ہوتی۔حدیث میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے وصال صوم یعنی ایسے روزوں سے منع فرمایا ہے کہ جن میں رات میں بھی کچھ نہ کھایا جائے بلکہ پے در پے بے آب و نان گزارا ہو اس پر صحابہؓ نے دریافت کیا کہ حضرت آپ کیوں وصال کیا کرتے ہیں؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب میں فرمایا۔**انی ابیت یطعمی ربی ویسقینی**۔یعنی میں رات گزارتا ہوں میرا رب مجھے کھانا کھلاتا ہے۔پانی پلاتا ہے۔اسی طرح حضرت مسیح بھی خدا کے پاس ہیں وہ انہیں کھلاتا اور پلاتا ہے اور اصحاب کہف قرآن شریف کے فرمان کے بموجب غار میں تین سو نو برس تک سوتے رہے۔جس طرح خدا نے اپنے پاس زندہ رکھا اور زندہ رکھے گا۔اور اس میں کوئی استحالہ نہیں ہے پس یہ ثبوت بھی مرزائیوں کا محض دھوکا اور فریب ہے۔

چوتھی دلیل:

قادیانی وفات مسیح کے سلسلہ میں یہ آیت بھی پیش کرتے ہیں

وما محمد الا رسول قد خلت من قبله الرسل

اور اس کا ترجمہ یہ کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے قبل جتنے نبی تھے وہ سب فوت ہوگئے۔خلت کا ترجمہ جو مرزا اور مرزائی فوت ہو جانے اور مر جانے کا کرتے ہیں وہ بالکل غلط ہے خلت کا معنی مرنے کے نہیں آتے بلکہ گذرنے خالی ہونے وغیرہ کے ہیں۔جیسے خدا نے فرمایا: **واذا خلوا الی شیاطینهم قد خلت من قبلکم سنن فی الایام الخالیه**۔ان آیتوں میں کہیں موت کے معنی نہیں۔پس آیت کے صاف معنی یہ ہیں کہ تجھ سے پہلے کل نبی اپنے اپنے وقت میں کام کر کے چلے گئے یعنی ان کے فرائض نبوت ختم ہوگئے۔اس آیت کو بھی حضرت مسیح کی وفات سے کوئی تعلق نہیں۔

پانچویں دلیل:

قادیانی ایک آیت یہ بھی پیش کر کے مسلمانوں کو دھوکا دیتے ہیں۔

وما جعلنا البشر من قبلك الخلد

یعنی کوئی بشر ہمیشہ زندہ نہیں رہا۔ یہ آیت بھی وفات مسیح ثابت نہیں کرتی۔ اس لئے کہ ہم کب مانتے ہیں کہ حضرت مسیح ہمیشہ ہمیشہ زندہ رہیں گے ہم تو یہ مانتے ہیں کہ قیامت سے قبل حضرت مسیح دوبارہ دنیا میں نزول فرما کر اپنی طبعی موت مریں گے۔

چھٹی دلیل:

قادیانی بسلسلہ وفات مسیح علیہ السلام یہ آیت بھی پیش کرتے ہیں۔

واوصانی بالصلوٰۃ والزکوٰۃ مادمت حیا۔

مرزا نے اس آیت کو پیش کر کے محض زکوٰۃ پر ہی زور دیا ہے کہ آسمان پر زکوٰۃ کس کو ادا کرتے ہوں گے اور کیا دیتے ہوں گے اس سے معلوم ہوا کہ وہ مر گئے۔ یہ بھی ایک قسم کا دھوکا ہی ہے۔ انسان کب اور کہاں مکلف بالشرع ہوتا ہے۔ اس دنیا میں یا اس دنیا کے علاوہ اور بھی کہیں؟ حضرت آدم علیہ السلام جنت میں زندہ ہی تھے کیا وہ جنت میں بھی کسی قسم کی عبادت کرتے تھے؟ اگر کرتے تھے تو ثبوت پیش کرو۔ اگر نہیں تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام آسمان پر رہ کر کیسے مکلف ہوئے؟ نیز زکوٰۃ تو وہ دیتا ہے جو مال والا ہو۔ یہ ثابت کیجئے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام صاحب مال ہیں۔

ساتویں دلیل:

قادیانی ایک آیت یہ بھی پیش کرتے ہیں کہ حضرت مسیح نے فرمایا:

والسلام یوم ولدت ویوم اموت ویوم ابعث حیا

مرزا کہتا ہے۔ کہ حضرت مسیح نے اپنی پیدائش اور وفات اور دوبارہ بعثت کا ذکر کیا۔ مگر آسمان پر اٹھائے جانے کا ذکر نہیں کیا۔ اس لئے وہ مر گئے۔ کیا اچھا ثبوت ہے۔ عدم ذکر سے عدم شی لازم نہیں آتا۔ دوسرے ہوسکتا ہے کہ حضرت مسیح کو اپنے آسمان پر اٹھائے جانے کا اس وقت علم ہی نہ ہو۔ تو کیسے اس کا ذکر کرتے۔ پس اس آیت سے بھی وفات مسیح ثابت نہیں ہوتی۔

آٹھویں دلیل:

قادیانی یہ آیت پیش کرتے ہیں۔

اوترقی فی السماء قل سبحان ربی هل کنت الا بشرا رسولا۔

مرزا اس آیت پر یہ کہتا ہے۔ کفار مکہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے درخواست کی آپ صلی اللہ علیہ وسلم آسمان پر چڑھ جائیں۔ جواب ملا کہ یہ عادت اللہ نہیں کہ خاکی جسم آسمان پر چڑھ جائے۔ پس مسیح بجسد عنصری

آسمان پر نہیں گئے بلکہ بعد موت گئے ہیں۔

مرزا نے اس کے ترجمہ میں بہتان سے کام لیا ہے۔ عادت اللہ کس لفظ کا ترجمہ ہے یہ بالکل تحریف ہے آیت کا مطلب بالکل صاف ہے۔ کفار مکہ نے آنحضرت ﷺ سے کہا تھا کہ جب تک تم آسمان پر نہیں چڑھو گے ہم تمہاری بات نہیں مانیں گے۔ جواب ملا کہ خدا تو سب کچھ کر سکتا ہے۔ وہ ایسے کاموں سے عاجز نہیں وہ تو عاجزی سے پاک ہے ہاں میرا کام نہیں کہ میں خود بخود چڑھ جاؤں۔ میں تو صرف اس کا رسول ہوں جو مجھے ارشاد ہوگا۔ تعمیل ارشاد کو حاضر ہوں' بتلایئے یہ کس لفظ کا ترجمہ ہے کہ عادت اللہ نہیں کہ خاکی جسم آسمان پر جائے۔ مرزا نے سبحان ربی کے معنی تو خوب تراش لئے کہ ایسے خلاف عادت کام کرنے سے میرا خدا پاک ہے۔ مگر هل كنت الا بشرا رسولا کو کیا کریں گے جو عہد عبودیت کا مظہر ہے جس سے صاف سمجھ میں آتا ہے کہ میں اس سوال کا مخاطب نہیں ہو سکتا اس آیت سے بھی وفات مسیح ثابت نہیں۔

نویں دلیل:

قادیانی ایک آیت یہ بھی پیش کرتے ہیں

ومنكم من يتوفى ومنكم من يرد الى ارذل العمر لكيلا يعلم بعد علم شيا

اس آیت کو پیش کر کے یہ کہا گیا کہ آدمی اپنی عمر طبعی کو پہنچ کر مر جاتا ہے۔ پس حضرت مسیح بھی اپنی عمر طبعی کو پہنچ کر مر گئے۔

مرزا کا یہ خیال ہی خیال ہے اور اس زمانہ کے لوگوں کے عمر طبعی کا خیال کر کے مرزا نے اٹکل سے یہ بات کہی ہے' حالانکہ اس کا کوئی ثبوت نہیں ہے کہ شروع زمانہ سے لوگوں کی عمر طبعی کتنی ہوتی تھی۔ حضرت نوح علیہ السلام کو دیکھئے کہ ساڑھے نو سو برس تک تو محض تبلیغ فرمائی' نہیں معلوم کہ ان کی عمر طبعی کس قدر تھی۔ بعض نبیوں کی چودہ چودہ سو برس تک عمر ہوئی ہے۔ بقول تفسیر ابن کثیر تینتیس برس کی عمر میں آسمان پر اٹھائے گئے۔ پس اس آیت سے بھی وفات مسیح ثابت نہیں۔ بلکہ یہ ثابت ہوتا ہے کہ حضرت مسیح کی عمر طبعی کا اندازہ کوئی غیر محدود زمانہ ہے۔ جس کی مثال دنیا میں آج تک کسی فرد بشر پر نہیں آئی۔

دسویں دلیل:

قادیانی ایک آیت یہ بھی پیش کرتے ہیں

ولكم فى الارض مستقر ومتاع الى حين۔

اس آیت کو پیش کر کے یہ کہتے ہیں کہ جسم خاکی آسمان پر نہیں جا سکتا اس لئے کہ جگہ اور گذارے کی

جگہ زمین ہے۔ مگر اس آیت سے بھی وفات مسیح ثابت نہیں ہوتی اس لئے کہ حضرت مسیح رہنے وگذارہ کرنے آسمان پر نہیں گئے بلکہ عارضی طور سے ہیں ورنہ اس آیت ولکم فیھا منافع و مشارب افلا تشکرون سے محض یہی ماننا پڑے گا کہ سوائے چارپایوں کے اور کسی میں منافع نہیں اور سوائے ان کے دودھ کے اور کچھ نہیں پی سکتے۔ حالانکہ ہم تمام دنیا کی چیزوں سے نفع اٹھاتے ہیں اور پانی، شربت اور ماں کا دودھ پیتے ہیں اسی طرح ہم محمد رسول اللہ کہتے ہیں تو اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ محمد ﷺ ہی اللہ کے رسول ہیں اور موسیٰ وعیسیٰ اللہ کے رسول نہیں ہیں۔ پس اس سے ثابت ہوا کہ آسمان عارضی مستقر ہو سکتا ہے۔ چنانچہ اس وقت حضرت مسیح کے لئے آسمان عارضی مستقر ہے۔

گیارھویں دلیل:

قادیانی ایک آیت یہ بھی پیش کرتے ہیں

ومن نعمرہ ننکسہ فی الخلق

یعنی درازیٔ عمر میں حواس عقل زائل ہو جاتی ہے۔ پس مسیح کی عقل میں فرق آ گیا ہوگا۔ اس لئے وہ مر گئے ہوں گے۔

مرزا نے اپنی عمر پر مسیح کی عمر کو قیاس کیا ہے۔ حضرت نوح جو ساڑھے نو سو برس تک تبلیغ کرتے رہے تو بقول مرزا اس درازیٔ عمر میں وہ حواس و عقل کھو چکے ہوں گے اور اسی بدحواسی اور بے عقلی کی حالت میں تبلیغ کرتے ہوں گے انا للہ وانا الیہ راجعون۔ مرزا کی درازیٔ عمر کو سامنے رکھ کر حضرت نوح علیہ السلام یا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی درازیٔ عمر کو نہیں دیکھنا چاہئے۔ بہرحال اس آیت کو وفات سے دور کا بھی تعلق نہیں۔

بارھویں دلیل:

قادیانی ایک آیت یہ بھی پیش کرتے ہیں

انما مثل الحیٰوۃ الدنیا کماء انزلنا من السماء فاختلط بہ نبات الارض مما یاکل الناس والانعام۔

یعنی کھیتی کی طرح انسان بعد کمال زوال کی طرف رخ کرتا ہے۔ پس مسیح کمال سے زوال کی طرف آئے اور مر گئے۔ مگر یہ قاعدہ کلیہ نہیں ہے۔ اس لئے کہ اکثر بچے ایک سال کے ہی مر جاتے ہیں اس کے پہلے بھی اور اس کے بعد بھی بعض ایسے بھی ہوتے ہیں کہ حضرت نوحؑ کی طرح ہزار سال تک اس کمال کو نہیں پہنچتے۔ اسی طرح حضرت مسیح کو بھی ابھی وہ کمال نہیں آیا ہے جس کے بعد ان کو زوال آنا

ہے اوراس میں کیا استحالہ ہے۔ پس یہ آیت بھی مرزائیوں کے لئے مفید نہیں ہے اوران کا مدعا اس سے بھی ثابت نہیں ہوتا۔

تیرھویں دلیل:

قادیانی ایک آیت یہ بھی پیش کرتے ہیں

وما ارسلنا من قبلك من المرسلين الا انهم لياكلون الطعام ويمشون فى الاسواق۔

اس کا مفصل جواب اوپر گذر چکا ہے. جس کا مختصر یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ حضرت مسیح کو کھلاتا پلاتا ہے۔ جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے وصال صیام کے موقع پر فرمایا۔ اور زندگی کے لئے کھانا اور بازاروں میں چلنا ضروری نہیں ہے۔ بہرحال اس آیت سے بھی وفات مسیح ثابت نہیں ہے۔

چودھویں دلیل:

قادیانی ایک آیت یہ بھی پیش کرتے ہیں

والذين يدعون من دون الله لا يخلقون شيئا وهم يخلقون اموات غير احياء وما يشعرون ايان يبعثون۔

کہتے ہیں کہ اس آیت میں مصنوعی معبودوں کی موت کی خبر دی گئی ہے۔ چونکہ حضرت مسیح بھی ان کے مصنوعی معبود تھے۔ اس لئے وہ بھی مر گئے۔

اس آیت میں لفظ اموات ہے جو جمع ہے میت کی میت مردہ کو ہی کہتے ہیں اور بے جان کو بھی' آیت شریفہ میں مصنوعی معبودوں سے مورتیاں مراد ہیں' جملہ مصنوعی معبودُ بے جان اور جان دار' مراد ہونے کی کوئی دلیل نہیں ہے مورتیوں کے علاوہ دوسرے مصنوعی معبودوں کی معبودیت کے باطل ہونے کی دلیلیں دوسری آیت میں موجود ہیں۔ لوگ تو چاند ستاروں اور سورج کو بھی اپنا معبود جان کر اُن کی عبادت کرتے ہیں۔ کیا یہ سب بھی ہلاک ہو چکے ہیں؟ پس اس آیت سے ثابت نہیں ہوتا کہ حضرت مسیح مر گئے۔

پندرھویں دلیل:

قادیانی ایک آیت یہ بھی پیش کرتے ہیں

ما كان محمد ابا احد من رجالكم ولكن رسول الله وخاتم النبيين

اور کہتے ہیں کہ چونکہ آنحضرت ﷺ خاتم الانبیاء ہیں۔ اس لئے مسیح ان کے بعد نہیں آسکتے۔ پس معلوم ہوا کہ وہ فوت ہو گئے یہ بھی ایک قسم کا دھوکا بلکہ نافہمی ہے۔ بیشک آنحضرت ﷺ خاتم الانبیاء ہیں۔

آپ کے بعد کسی کو نبوت نہیں ملے گی۔ حضرت مسیح پہلے تورات کے تابع احکام تبلیغ کرتے رہے اسی طرح بعد تشریف آوری قرآن شریف کے تابع ہو کر رہیں گے اس میں کوئی حرج نہیں۔

آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا: **لو کان موسیٰ حیا لما وسعہ الا اتباعی**۔ خدا نے سب نبیوں سے عام طور پر وعدہ لیا ہے کہ جب تمہارے زمانہ میں کوئی رسول آئے تو تم اس کو مان لینا اور اس پر ایمان لانا پس اس آیت سے بھی وفات مسیح ثابت نہیں۔

سولھویں دلیل:

قادیانی ایک آیت یہ بھی پیش کرتے ہیں

فاسئلو اھل الذکر ان کنتم لا تعلمون۔

اس آیت کو پیش کر کے مرزائی کہتے ہیں کہ وفات مسیح کے متعلق اہل کتاب سے دریافت کرو۔ اہل کتاب حضرت مسیح کی طبعی موت کے متعلق کچھ نہیں کہتے ہیں اور قرآن شریف سولی اور قتل کی تردید کرتا ہے۔ پس اس آیت سے بھی وفات مسیح ثابت نہیں ہے۔

سترھویں دلیل:

قادیانی ایک آیت یہ بھی پیش کرتے ہیں

یاایتھا النفس المطمئنۃ ارجعی الی ربک راضیۃ مرضیۃ فادخلی فی عبادی وادخلی جنتی۔

مرزائی کہتے ہیں کہ اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ جب تک آدمی مرے نہیں۔ خدا کے نیک بندوں میں نہیں ملتا اور بموجب حدیث معراج حضرت مسیح نیک بندوں میں داخل ہو چکے ہیں۔ اس لئے ضرور فوت شدہ ہیں۔

یہ بھی محض غلط اور دھوکا ہے۔ اس لئے کہ موجب شہادت حدیث معراج خود آنحضرت ﷺ نیک بندوں میں داخل تھے یا نہیں؟ پھر اس کے بعد آپ دوسری زندگی سے آئے تھے۔ یا اسی زندگی سے؟ حالانکہ آیت کا مطلب بالکل صاف ہے کہ جب نیک بندے بوقت قیامت قبروں سے اٹھیں گے تو اس وقت خدا کے فرشتے ان سے کہیں گے۔ اے نفس خدا کے ذکر سے تسلی پانے والے! خدا کی طرف چل اور راضی خوشی خدا کے نیک بندوں میں داخل ہو۔

(تفسیر معالم، اس کو مسیح کے فوت ہونے سے کیا تعلق؟)

اٹھارھویں دلیل:

قادیانی یہ آیت بھی پیش کرتے ہیں

الله الذی خلقکم ثم رزقکم ثم یمیتکم ثم یحییکم
مرزا کا کہنا یہ ہے کہ اس آیت میں چار واقعات انسان کی زندگی کے ہیں۔ پیدائش پھر انسان کی تکمیل وتربیت کے لئے رزق مقسوم ملنا پھر اس پر موت وارد ہونا پس معلوم ہوا کہ مسیح فوت شدہ ہیں۔ مگر شاید مرزا کو یہ معلوم نہیں کہ تکمیل اور تربیت کی حدود مختلف ہیں۔ اور رزق مقسوم بھی ہر زندگی کے مناسب ہوتا ہے۔
پس اس آیت سے بھی وفات مسیح ثابت نہیں۔

انیسویں دلیل:

قادیانی یہ آیت بھی پیش کرتے ہیں
کل من علیها فان ویبقی وجه ربك ذوالجلال والاکرام
اس میں بھی مرزا کو دھوکا لگا ہے یا مرزا دوسروں کو دھوکا دے رہے ہیں اس آیت کا صحیح مطلب یہ ہے کہ ہر زمین والے کو فنا دامن گیر ہے۔ لفظ علیہا پر غور کیجئے اور یہ بالکل صحیح ہے کہ وہ زمین والا ایک نہ ایک دن فنا ضرور ہوگا۔ ہمارا عقیدہ ہے کہ بمطابق احادیث حضرت عیسیٰ علیہ السلام زمین پر تشریف لائیں گے اور مختلف کام کریں گے آخر میں آپ فوت ہوں گے اور روضہ رسول ﷺ میں دفن ہوں گے۔ پس اس آیت سے بھی وفات مسیح ثابت نہیں۔

بیسویں دلیل:

قادیانی یہ آیت بھی پیش کرتے ہیں
ان المتقین فی جنت ونهر فی مقعد صدق عند ملیك مقتدر۔
یعنی خدا کے پاس جا کر بندے جنت میں داخل ہو جاتے ہیں اور یہ سب کچھ موت کے بعد ہے۔
بیشک اس آیت میں جس جنت کا ذکر ہے وہ بعد موت ہی ہے مگر اس آیت سے یہ کہاں ثابت ہے کہ حضرت مسیح مر گئے اور مرنے کے بعد جس جنت میں آدمی جاتا ہے۔ اس جنت میں چلے گئے۔ پس اس آیت کو بھی وفات مسیح سے کوئی تعلق نہیں۔

اکیسویں دلیل:

قادیانی یہ آیت بھی پیش کرتے ہیں
اینما تکونوا یدرککم الموت ولو کنتم فی بروج مشیدة۔
فرماتے ہیں کہ اس آیت سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ انسان جہاں ہو موت اور لوازم موت اس پر جاری ہو جاتے ہیں۔ بیشک صحیح ہے لیکن اپنے اپنے وقت مقرر پر۔ ارشاد ہے۔ اذا جآء اجلهم لا

یستاخرون ساعة ولا یستقدمون کون کہتا ہے کہ حضرت مسیح کو موت نہیں آئے گی۔ آئے گی ضرور لیکن اپنے وقت پر۔ پس اس آیت سے بھی ثابت نہیں ہوتا کہ حضرت مسیح مر گئے۔

بائیسویں دلیل:

قادیانی یہ آیت بھی پیش کرتے ہیں

ما اتکم الرسول فخذوہ وما نھکم عنه فانتھوا۔

یعنی جو تم کو یہ رسول دیں وہ لے لو اور جس سے منع کریں اس سے ہٹ جاؤ۔ مرزا اس آیت کو پیش کر کے یہ کہتا ہے۔ کہ آنحضرت ﷺ نے ہم کو دیا ہے **أعمار أمتي مابين الستين الیٰ السبعین واقلھم من یجوز** یعنی میری امت کی عمریں ساٹھ ستر کے درمیان ہیں اور بہت کم اس سے زیادہ بڑھیں گے' نیز آنحضرت ﷺ نے انتقال کے وقت فرمایا:

مامن نفس منفوسة یاتی علیھا مائة سنة وھی حیة۔

پہلی حدیث تو بالکل صاف ہے اور مرزا کے دعویٰ وفات مسیح سے ان کا کوئی تعلق نہیں۔ اس لئے کہ اس حدیث میں عمر متجاوز ہونے کا بھی ثبوت ہے۔ اور حضرت مسیح ان ہی میں سے ہیں۔ دوسرے یہ حدیث آنحضرت ﷺ نے اپنی امت کے متعلق فرمائی ہے اور حضرت مسیح ابھی آپ ﷺ کی امت میں داخل نہیں ہوئے ہیں اور جب آسمان سے نزول فرمائیں گے اور دنیا میں دوبارہ تشریف لا کر آپ ﷺ کی امت میں داخل ہوں گے تو ساٹھ سال سے کم زندہ رہ کر فوت ہو جائیں گے۔

دوسری حدیث کا ترجمہ مرزا نے یوں کیا ہے کہ جو زمین پر پیدا ہوا اور خاک میں سے نکلا وہ کسی طرح سو برس سے زیادہ نہیں رہ سکتا۔ مرزا نے اس میں تحریف سے کام لیا ہے اس حدیث میں لفظ **علی ظھر الارض** بھی تھا جس کے معنی ہیں کہ زمین کے جاندار۔ یعنی جو جاندار زمین پر ہیں۔ آج سے سو سال تک کوئی بھی زندہ نہیں رہے گا۔ یعنی ان کی نسل رہ جائے گی۔ خود نہیں رہیں گے۔ چونکہ حضرت مسیح زمین پر تو تھے نہیں جس سے مرزا کی دلیل میں ضعف آتا تھا اس لئے حدیث پر ہاتھ صاف کرنا چاہا اور تاویل یا تحریف کر دی کہ حدیث کا مطلب یہ ہے کہ جو زمین پر پیدا ہوا اور خاک میں سے نکلا۔ حالانکہ حضرت مسیح کے متعلق آنحضرت ﷺ کے فرمان علیحدہ موجود ہیں۔ **کیف اذا انزل فیکم ابن مریم من السماء وامامکم منکم** یعنی کیسے اچھے ہو گے تم جس وقت مسیح ابن مریم آسمان سے اتریں گے اور تمہارا امام تم میں سے ہوگا۔

اب ہم اس مضمون کو ختم کرتے ہیں۔ اللہ قادیانیوں کو قبول حق کی توفیق دے اور قرآن کی کتر بیونت کے بدتر جرم سے باز رکھے۔ **واخر دعونا ان الحمد للہ رب العلمین۔**

محمد نعیم طاہر رضوی

ہم تحفظ ختم نبوت کا کام کیسے کریں؟

ستیزہ کار رہا ہے ازل سے تا امروز
چراغ مصطفوی ﷺ سے شرار بولہبی

(اقبال رحمۃ اللہ علیہ)

کفر نے اپنے ترکش سے جسد اسلام پر جتنے بھی تیر آزمائے ہیں، ان میں سے قادیانیت کا تیر مہلک ترین ہے۔ قلب مسلم سے عشق مصطفی ﷺ نکالنے کے لئے فرنگی نے ارتداد کے زہر میں بجھا ہوا یہ تیر قلب مسلم میں اتار دیا۔ جس سے پوری ملت اسلامیہ چیخ اٹھی، کمین گاہ اور افرنگ کی طرف سے یہ تیر مرتد اعظم مرزا قادیانی کی صورت میں آیا جس نے قرآن وسنت کے دامن کو تار تار کیا، ختم المرسلین ﷺ کی ذات اقدس کو زخم لگائے، جسد اسلام پر چرکے لگائے اور شریعت اسلامیہ کے وجود کو چھلنی چھلنی کر دیا۔ اسی ارتدادی تیر کے زہر ارتداد نے ہزاروں مسلمانوں کو مرتد بنا دیا اور آج بھی یہ فعل خطرناک جاری ہے۔

انگریز نے اپنے انگریزی نبی اور اس کی انگریزی نبوت کو اپنی سنگینوں کے سائے تلے پروان چڑھایا۔ جھوٹی نبوت کے چھکڑے کو چلانے کے لئے پوری حکومت کا زور لگا دیا۔ کار تبلیغ کے لئے تجوریوں کے منہ کھول دیئے گئے۔ ایمانوں کے سودے ہونے لگے۔ قادیانی ہونے والوں پر حکومت کے انعامات، موسلادھار بارش کی طرح برسنے لگے۔ گلے میں قادیانیت کا طوق پہننے والوں کے سروں پر اعلیٰ عہدوں کے تاج رکھے گئے۔ جو گروہ قادیانیت میں مل گئے، انہیں جاگیروں سے نوازا گیا۔ فاقوں کی جلن سے جن کے دل کباب تھے، ایمان فروشی کر کے نواب بن گئے۔ بس یونہی دولت اور لالچ کے زور سے قادیانی نبوت کا چھکڑا چلتا رہا۔ اس چھکڑے کا کوچوان مرزا قادیانی 1908ء میں اسہال سے مر کر جہنم واصل ہو گیا۔ جھوٹے نبی نے اپنی غلیظ طبیعت کے عین مطابق اپنی پرتعفن زندگی کا آخری سانس بھی ''ٹٹی خانہ'' میں لینا پسند کیا۔ مرزا قادیانی کے جہنم رسید ہو جانے کے بعد حکیم نورالدین، درحقیقت ''فتورالدین'' (گدھی نشین) ہوا اور اس نے خانہ ساز نبوت کا کاروبار شنیع سنبھالا۔ چھ سال تک اپنے غلیظ ہاتھوں سے منزہ و پاکیزہ منصب نبوت و رسالت سے کھیلتا رہا اور آخر 1914ء میں موت کے آہنی

ہاتھوں نے جانشین مرزا قادیانی کو آتش جہنم میں ہم نشین مرزا قادیانی بنادیا۔ فتورالدین کی فتنہ ساز زندگی کے بعد مرزا قادیانی کا بیٹا بشیرالدین محمود اپنی موروثی نبوت کی مسند فراڈ پر نمودار ہوا۔ 1947ء میں جب پاکستان معرض وجود میں آیا تو مرزا بشیرالدین رات کی تاریکی میں برقع پہن کر "شہر ارتداد" قادیاں سے فرار ہو کر لاہور آ گیا اور پاکستان کے اندر قادیانیت کا دام تلبیس بڑی مہارت سے بچھانا شروع کر دیا۔ بے شمار کلیدی عہدے، جائدادیں اور مراعات لوٹیں، ظفراللہ خان قادیانی کو اسلامی مملکت پاکستان کا وزیر خارجہ بنایا اور اسلام اور ملت اسلامیہ کا مذاق اڑایا گیا۔

جب قادیانیوں کی خرمستیاں اور چیرہ دستیاں حد سے بڑھ گئیں تو مسلمانوں کا پیمانہ صبر لبریز ہو گیا اور 1953ء میں ملت اسلامیہ پاکستان نے ایک طوفانی اور تاریخی تحریک چلائی۔ مسند حکومت پر بیٹھے ہوئے جابر حکمرانوں نے مجاہدین ختم نبوت پر ظلم وستم کے وہ پہاڑ توڑے کہ انہیں دیکھ کر ہلاکو و چنگیز کی گردنیں بھی شرم کے مارے جھک جائیں۔ لاہور میں مارشل لاء نافذ کر دیا گیا۔ درندہ صفت جنرل اعظم خان کو مارشل لاء ایڈمنسٹریٹر مقرر کیا گیا۔ اس پتھر دل مرزائی نواز جرنیل نے صرف شہر لاہور میں دس ہزار عاشقان مصطفیٰ ﷺ کو شہید کیا، اور ہزاروں علماء اور عوام کو جیلوں میں ٹھونس دیا۔

شہداء کی لاشوں کو سڑکوں پر گھسیٹا جاتا اور انہیں کارپوریشن کی کوڑا کرکٹ اٹھانے والی گاڑیوں میں بھر کے دور دراز کے علاقوں میں گڑھے کھود کر دفن کر دیا جاتا، دریائے راوی کی لہروں کے سپرد کر دیا جاتا۔ پولیس کے انتہائی ظلم وتشدد اور فوج کی گولیوں کی بوچھاڑ میں تحریک کو دبا دیا گیا لیکن دلوں کے اندر مچلنے والا طوفان اپنی زبوں حالی سے پکار پکار کر کہہ رہا تھا۔

ہری ہے شاخ تمنا ابھی جلی تو نہیں
جگر کی آگ دبی ہے مگر بجھی تو نہیں
جفا کی تیغ سے گردن وفا شعاروں کی
کٹی ہے بر سر میداں، مگر جھکی تو نہیں

لہٰذا اکیس سال بعد 1953ء کی تحریک ختم نبوت کی کوکھ سے 1974ء کی تحریک ختم نبوت نے جنم لیا۔ تحریک ایک طوفان بن کر اٹھی اور ہر طرف پھیل گئی۔ عوامی سیلاب کے سامنے قادیانی اپنے تمام تر سہاروں اور سازشیوں سمیت خس و خاشاک کی طرح بہہ گئے اور پاکستان کی قومی اسمبلی نے 7 ستمبر 1974 کو انہیں کافر قرار دے دیا۔ لیکن قادیانی اپنے منصوبوں پر عمل پیرا ہیں۔ جھوٹی نبوت کی تبلیغ وتشہیر پورے زوروں سے جاری ہے اور مسلمان نوجوانوں کو مختلف ہتھکنڈوں سے قادیانی بنایا جا رہا ہے۔ مرزا قادیانی کی خرافات چھپ رہی ہیں۔ شعائر اسلامی کو استعمال کیا جا رہا ہے۔ غرضیکہ یہ فوج ابلیس، نبوت

محمدی ﷺ کو (نعوذ باللہ) ملیامیٹ کرنے پر تلی ہوئی ہے۔

لیکن دوسری طرف امت مسلمہ کی ایک کثیر تعداد قادیانیوں کی زہرناکیوں اوران کے خبث باطن سے بالکل ناواقف ہے، جس سے قادیانی جی بھر کے فائدہ اٹھارہے ہیں اورانہوں نے اپنی ارتدادی مہم بہت تیز کررکھی ہے۔ حالات کی ان سنگینوں کو بھانپتے ہوئے راقم نے اس مضمون میں قادیانیت کوکیفر کردار تک پہنچانے کے لئے کچھ تجاویز پیش کی ہیں۔ جن پر عمل کرنے سے انشاءاللہ تعالیٰ جلد ہی آپ کو یہود ونصاریٰ کا یہ پالتو قادیانی ناگ، دم توڑتا دکھائی دے گا۔

خطیبوں اور ادیبوں سے رابطہ:

جیسا کہ آپ حضرات اس امر سے بخوبی آشنا ہیں کہ بین الاقوامی صحافت پر یہودی لابی کا قبضہ ہے۔ چونکہ قادیانی پورے عالم اسلام بالخصوص پاکستان کے خلاف یہودیوں کے ایجنٹ ہیں، اس لئے یہودی صحافت پوری دنیا میں قادیانیوں کو مظلوم، ستم رسیدہ اور مسلمان ثابت کرنے کے لئے اپنے سارے وسائل استعمال کرتی ہے۔ اس پراپیگنڈہ کے لئے خود قادیانیوں کے بھی پاکستان سے درجنوں رسالے نکلتے ہیں، جن میں بچوں، نوجوانوں، عورتوں، بوڑھوں کے لئے الگ الگ رسائل ہیں۔ علاوہ ازیں چند ضمیر فروش مسلمان صحافیوں کو بھی اپنے ساتھ ملا لیتے ہیں۔ کراچی سے شائع ہونے والا ماہنامہ ''مسرت ڈائجسٹ'' اور لاہور سے شائع ہونے والا پندرہ روزہ ''مہارت'' اس کی واضح مثال ہے۔ اور کبھی دین سے بے بہرہ کسی سیاستدان سے اپنے حق میں بیانات اور آرٹیکلز شائع کروا کر اپنی نام نہاد مظلومیت کا ڈھنڈورا پیٹتے ہیں۔ ان کے اس پراپیگنڈہ سے متاثر ہوکر سادہ لوح مسلمان انہیں مظلوم سمجھنے لگتے ہیں۔ اور بعض انہیں اب بھی مسلمانوں کا ہی ایک فرقہ سمجھتے ہیں۔ اس لئے مجاہدین ختم نبوت کا فرض ہے کہ وہ قادیانیوں کے اس خطرناک حملے کا دندان شکن جواب دیں۔ اپنے علاقہ کے خطیبوں کے پاس جائیں اوران کی توجہ ختم نبوت کے مسئلہ کی اہمیت اور نزاکت کی طرف مبذول کرائیں۔ ان کی خدمت میں گزارش کریں کہ اپنے جمعہ کے خطابات میں مسئلہ ختم نبوت بیان کریں۔ مرزا قادیانی، اس کی جھوٹی نبوت اور قادیانیوں کے عقائد وعزائم سے عوام الناس کو روشناس کرائیں۔ ادیبوں کی خدمت میں التماس کریں کہ وہ اپنے قلم کو قادیانیوں کے خلاف جہاد میں استعمال کریں۔ رسائل وجرائد اور اخبارات میں قادیانی سازشوں کو بے نقاب کریں۔ امت مسلمہ کے سامنے ان کا مکروہ ماضی رکھیں اور مستقبل میں ان کے شیطانی منصوبوں سے لوگوں کو آگاہ کریں۔ جب خطیب، بیانوں سے ان کے تاروپود بکھیریں گے اور ادیب، اپنے نوک قلم سے ان کی بھیانک سازشوں کے بخیے ادھیڑیں گے تو آپ کو قادیانیت کا لاشہ

تڑپتا ہوا دکھائی دے گا۔

پیران عظام سے رابطہ:

فتنہ قادیانیت کی بیخ کنی کے لئے برصغیر کے پیران عظام نے بڑی جلیل القدر خدمات سرانجام دی ہیں۔ خصوصاً پیر مہر علی شاہ گولڑوی رحمۃ اللہ علیہ، پیر جماعت علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ، خواجہ قمر الدین سیالوی رحمۃ اللہ علیہ، خواجہ غلام دستگیر قصوری رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ کی خدمات آب زر سے لکھنے کے قابل ہیں۔ موجودہ دور کے پیران کرام بھی اپنے اسلاف کی غیرت وحمیت کے امین ہیں۔ وہ مرزائیت سے شدید ترین نفرت رکھتے ہیں۔ مجاہدین ختم نبوت ان بزرگوں کی قیادت میں قادیانیت کے خلاف جہاد کا اعلان کریں۔ پیران عظام کے مریدان آپ کے ہم رکاب ہوں گے۔ ادھر آپ کے قافلہ ختم نبوت کی للکار فضا میں گونجے گی، ادھر قادیانیت شیطان کے کندھوں پر سوار ہو کر نو دو گیارہ ہو جائے گی۔

بڑھے جو مجاہد تو بولے نقیب
نصر من اللہ و فتح قریب

سیاستدانوں سے رابطہ:

پاسبان ختم نبوت سے درخواست ہے کہ وہ اپنے اپنے علاقہ کے ممبران یونین کونسل، چیئرمین یونین کونسل، کونسلرز، ناظمین، صوبائی اور قومی اسمبلیوں کے ممبران، سینٹرز حضرات اور وزرائے حکومت سے ملاقاتیں کریں۔ علاوہ ازیں علاقہ تھانہ کے ایس ایچ او، ڈی ایس پی، ایس ایس پی، اے سی، ڈی سی اور کمشنرز صاحبان سے رابطہ قائم کریں۔ عدالتوں میں وکلاء مجسٹریٹ اور جج صاحبان کے پاس جائیں اور انہیں فتنہ قادیانیت سے آگاہ کریں۔ ملک وملت کے خلاف قادیانیوں کی ناپاک سرگرمیوں سے انہیں مطلع کریں۔ اور نہایت سلیقہ واہتمام کے ساتھ تحفظ ختم نبوت کا لٹریچر خود جا کر ان کی خدمت میں پیش کریں تاکہ ضلعی انتظامیہ سے لے کر صوبائی اسمبلیوں اور حکومت کے ایوانوں تک ختم نبوت کی صدا بلند ہو اور قادیانیت ذلیل وخوار ہو۔

طلباء کی ذمہ داریاں:

سکولوں، کالجوں اور یونیورسٹیوں کے طلبہ کی ذمہ داری ہے کہ وہ اپنے اپنے اداروں کے قادیانی طلباء کی فہرستیں تیار کریں اور اگر قادیانی استاد بھی ادارے میں پڑھا رہے ہوں تو ان کے نام بھی نوٹ کریں اور ان کی سرگرمیوں پر نظر رکھیں۔ اداروں میں عقیدہ ختم نبوت کے تحفظ اور فتنہ قادیانیت کی سرکوبی کے موضوعات پر لیکچرز کا اہتمام کریں اور طلباء اور اساتذہ میں لٹریچر تقسیم کریں۔ ان میں دینی غیرت پیدا

کریں اور قادیانی طلبہ کا مکمل سوشل بائیکاٹ کرائیں۔ ہوسٹلوں میں ان کے کھانے کے برتن الگ کرائیں۔ مسلمان طلباء قادیانی اساتذہ سے نفرت کریں کیونکہ جو شخص حضور نبی کریم ﷺ کا باغی ہے، وہ ہمارے لئے محترم نہیں ہوسکتا۔ اگر بدقسمتی سے کوئی قادیانی استاد اسلامیات کا مضمون پڑھاتا ہو تو مسلمان طلبہ اس سے اسلامیات پڑھنے سے صاف انکار کر دیں۔ اور سربراہ ادارہ کے نوٹس میں فوراً یہ بات لائیں۔ کیونکہ کوئی کافر، مرتد اور زندیق مسلمانوں کو اسلامیات پڑھانے کا حق نہیں رکھتا۔

سادہ لوح قادیانیوں سے رابطہ:

قادیانیوں میں کچھ ایسے بھولے بھالے افراد بھی موجود ہیں جو اپنی فلاح دارین کے لئے مرزا قادیانی کو نبی اور مجدد (نعوذ باللہ) تسلیم کرتے ہیں۔ نماز پنجگانہ ادا کرتے ہیں۔ زکوٰۃ دیتے ہیں۔ قرآن مجید کی تلاوت کرتے ہیں۔ کلمہ طیبہ پڑھتے ہیں اور دیگر عبادات و ریاضات میں بھی مصروف رہتے ہیں۔ (اگرچہ یہ سب کچھ ان کے اپنے طریقہ کار اور عقائد کے مطابق ہوتا ہے) مجاہدین ختم نبوت کا فرض ہے کہ وہ ایسے سادہ لوح قادیانیوں سے رابطہ رکھیں۔ ان کے سامنے مرزا قادیانی کا کریکٹر رکھیں۔ مرز اقادیانی کی خرافات سے پردہ اٹھائیں۔ مرزا قادیانی کے نبی بننے کی کہانی سنائیں۔ ختم نبوت کا صحیح اسلامی مفہوم سمجھائیں۔ قادیانیوں کی اللہ تعالیٰ، دین اسلام، قرآن مجید اور دیگر انبیائے کرام کے بارے میں کی ہوئی بکواس دکھائیں۔ آخرت کے انجام سے ڈرائیں۔ انشاء اللہ آپ کی کوششیں کارگر ثابت ہوں گی۔ اور بہت سے لوگ قادیانیت کے اندھیرے سے نکل کر اسلام کے اجالے میں آجائیں گے۔

لیٹروں نے جنگل میں شمع جلا دی
مسافر یہ سمجھا کہ منزل یہی ہے

نو مسلموں کا تحفظ:

رب العزت کے فضل و کرم سے جب کوئی قادیانی، قادیانیت کے خارزار سے نکل کر اسلام کے گلزار میں آجاتا ہے تو قادیانی اپنے جال سے نکلے ہوئے شکار کا تعاقب کرتے ہیں۔ اسے مختلف قسم کے لالچ دیتے ہیں، ڈراتے دھمکاتے ہیں۔ لہٰذا مجاہدین ختم نبوت کا فرض ہے کہ اپنے اس نومسلم بھائی کو سینہ سے لگا کر رکھیں۔ اس کی ہر طرح سے حفاظت کریں۔ اگر وہ غریب ہے تو اس کی مالی معاونت کریں۔ اگر وہ پڑھا لکھا یا ہنر مند ہے تو کسی دفتر یا فیکٹری میں ملازمت دلوانے کا بندوبست کریں۔ انشاء اللہ رب العزت آپ کو دنیا و آخرت میں اس کار خیر کا اجر عظیم عطا کرے گا۔

میری زندگی کا مقصد تیرے دیں کی سرفرازی
میں اسی لئے مسلماں، میں اسی لئے نمازی

سرکاری ملازمین کی ذمہ داریاں:

قادیانی وطن عزیز کی بیشتر کلیدی آسامیوں پر فائز ہیں۔ کچھ تو خود کو قادیانی ظاہر کرتے ہیں اور کچھ مسلمانوں کا لبادہ اوڑھ کر معاشرہ میں گھسے ہوئے ہیں۔ اور اپنے اختیارات سے قادیانیت پال رہے ہیں۔ اپنے اپنے محکموں میں قادیانیوں کو بھرتی کر رہے ہیں، مسلمان ملازمین سے امتیازی سلوک کرتے ہیں اور قادیانی ملازموں کو ترقی کے زینوں پر چڑھا رہے ہیں۔ بیسیوں محکمے اس وقت مکمل طور پر ان کے قبضہ میں ہیں اور سینکڑوں کو لوٹ کر ان کا، دیوالیہ نکال چکے ہیں۔ سرکاری اور نیم سرکاری اداروں کے اندر قادیانی تنظیمیں قائم ہیں اور حسب ضرورت ان کے اجلاس منعقد ہوتے رہتے ہیں۔ ان کے ماتحت کام کرنے والے مسلمان ملازمین بے بسی اور بے کسی کی زندگی بسر کر رہے ہیں۔ اگر کوئی ان کے خلاف تن تنہا اٹھ کھڑا ہو تو یہ بااثر ہونے کی وجہ سے دور دراز کے علاقوں میں اس کی ٹرانسفر کروا دیتے ہیں۔ دفتری ریکارڈ خراب کروا دیتے ہیں، اس لئے ضرورت ہے کہ ملک، اسلام اور مسلمان ملازمین کے لئے سرکاری، نیم سرکاری اور پرائیویٹ اداروں میں تحفظ ختم نبوت کی تنظیمیں قائم کی جائیں۔ قادیانی افسروں کی فہرستیں مرتب کی جائیں، ان کی سرگرمیوں پر کڑی نظر رکھی جائے، جہاں کسی مسلمان ملازم کی حق تلفی ہو، وہاں اعلیٰ حکام سے فوراً رابطہ قائم کیا جائے اور اس پر احتجاج کیا جائے۔ اداروں میں تحفظ ختم نبوت کا لٹریچر تقسیم کیا جائے۔ مسلمانوں کو دینی غیرت دلا کر قادیانیوں سے ان کے تعلقات ختم کرائیں۔ ان تجاویز پر عمل کرنے سے آپ تھوڑی ہی مدت میں قادیانیت کے بت کو اوندھے منہ پڑا پائیں گے۔

یا رب دل مسلم کو وہ زندہ تمنا دے
جو قلب کو گرما دے جو روح کو تڑپا دے

گناہ عظیم:

قادیانیوں کو دستوری طور پر اقلیت قرار دیئے جانے سے پہلے بہت سے مسلمانوں نے قادیانیوں سے رشتے ناطے کر رکھے تھے۔ مسلمانوں کی بیٹیاں قادیانیوں کے گھروں میں بیاہی ہوئی تھیں۔ 1974ء میں قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دیئے جانے کے بعد کچھ مسلمانوں نے تو قادیانیوں سے اپنی بیٹیوں کی طلاقیں حاصل کر لیں اور قادیانیوں کی بیٹیوں کو طلاقیں دے کر ہمیشہ کے لئے رشتے ناطے ختم کر لئے۔ لیکن افسوس صد افسوس! آج بھی کئی عاقبت نا اندیش مسلمانوں اور قادیانیوں کی بیٹیاں

آپس میں ایک دوسرے کے ہاں بیاہی ہوئی ہیں۔ یوں خدا کی دھرتی پر ایک گناہ ہو رہا ہے۔
مجاہدین ختم نبوت ایسے مسلمانوں سے فوراً رابطہ قائم کریں اور انہیں قرآن وحدیث کی روشنی میں بتائیں کہ قادیانی کافر اور مرتد ہیں، اس لئے ان کے ساتھ مسلمانوں کے نکاح نہیں ہو سکتے۔ ساتھ امام اہلسنت اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کا فتویٰ ''مرزائی اور مرزائیت نواز دونوں کافر ہیں'' اسے کثیر تعداد میں چھپوانے کے بعد فری تقسیم کیا جائے۔ انشاء اللہ آپ کی کوششیں رنگ لائیں گی۔ اور بہت سے مسلمان اس گناہ کبیرہ اور ذلت کی دلدل سے نہ صرف باہر نکل آئیں گے بلکہ اپنی طرح پھنسے ہوئے دیگر مسلمانوں کو نکالنے کے لئے آپ کے ساتھی اور معاون ہوں گے۔

قوت عشق سے ہر پست کو بالا کر دے
دہر میں اسم محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے اجالا کر دے

مختلف زبانوں میں لٹریچر کی اشاعت:

قادیانی استعماری قوتوں کے ایجنٹ ہونے کے ناطے پوری دنیا میں وبا کی شکل میں پھیل چکے ہیں۔ دولت کی ریل پیل ہے۔ ہزاروں تربیت یافتہ مبلغین اپنے ابلیسی مذہب کا پرچار بڑے منظم انداز میں کر رہے ہیں۔ ایک مربوط پروگرام کے تحت دنیا کے مختلف ممالک میں ان کی زبانوں میں لٹریچر چھاپ کر وافر مقدار میں تقسیم کر رہے ہیں۔ جو ایک خطرناک صورت حال پیدا کر سکتا ہے۔ اس لئے ایسے تمام مسلمانوں کا فرض ہے۔ جن کے دوست یا رشتہ دار یا واقف علمائے کرام، بیرونی ممالک خصوصاً افریقہ میں موجود ہیں۔ ردِ قادیانیت سے متعلقہ لٹریچر ان کے پاس بھیجیں اور انہیں کہیں کہ وہ مقامی زبان میں اس کا ترجمہ کروا کر اپنے اپنے ملک میں تقسیم کریں تاکہ ہر جگہ پر فتنہ قادیانیت کا سدباب ہو سکے۔ اپنے عزیزوں اور دوستوں سے کہیں کہ وہ خود یہ کام سنبھالیں اور دوسروں کو بھی اس جہاد میں شامل کریں، کیونکہ

جو ختم نبوت کا طرف دار نہیں
لاریب وہ جنت کا سزاوار نہیں

قادیانی مردہ مہم:

شرعاً کوئی قادیانی مردہ مسلمانوں کے قبرستان میں دفن نہیں ہو سکتا۔ لیکن قادیانی خود کو مسلمان ظاہر کرنے کے لئے اپنے مردے اکثر مسلمانوں کے قبرستانوں میں دفن کرتے ہیں۔ جس کے نتیجہ میں بہت سے شہروں میں مسلمانوں اور قادیانیوں کے مابین لڑائی جھگڑے ہوئے اور مسلمانوں نے جوش حمیت سے قادیانی مردوں کو قبروں سے اکھاڑ باہر پھینکا۔ لہٰذا حکومت پاکستان نے مسلمانوں کے اصولی

مؤقف کو مانتے ہوئے ملک کے تمام ڈی سی حضرات کو حکم نامہ جاری کیا ہے کہ جس کی رو سے کوئی قادیانی مردہ مسلمانوں کے قبرستان میں دفن نہیں ہو سکتا۔ اگر آپ کے علاقہ میں قادیانی ایسی غلیظ حرکت کرنے کی کوشش کریں تو فوراً مقامی پولیس سے رابطہ قائم کریں اور اس قانون پر عمل درآمد کرائیں۔

قادیانی مصنوعات کا بائیکاٹ:

قادیانی مسلمانوں کے ہاتھوں اپنی مصنوعات فروخت کر کے خوب دولت کماتے ہیں۔ اور پھر مسلمانوں سے کمائی ہوئی دولت کا ایک کثیر حصہ ربوہ بھیج دیتے ہیں۔ جو حضور ﷺ کی پاکیزہ ختم نبوت کے خلاف خرچ ہوتا ہے۔ اس رقم سے قادیانی مبلغین کو تنخواہیں ملتی ہیں۔ قادیانی نبوت کا لٹریچر چھپتا ہے۔ رائل فیملی گلچھرے اڑاتی ہے۔ قادیانی ادارے پرورش پاتے ہیں۔ غرض کہ نبوت کاذبہ کا سارا کاروبار چلتا ہے۔ لیکن حقیقت سے ناآشنا مسلمان غفلت میں اس سنگین جرم میں شریک ہیں۔ اس لئے انتہائی ضروری ہے کہ مسلمانوں کی توجہ اس نازک اور اہم نقطہ کی طرف مبذول کرائی جائے اور انہیں بتایا جائے کہ جس طرح قادیانی مردوں کا بائیکاٹ ضروری ہے، اسی طرح قادیانی مصنوعات کا بائیکاٹ بھی انتہائی ضروری ہے۔ قادیانی مصنوعات میں ''شیزان'' سرفہرست ہے۔ مجاہدین ختم نبوت کا فرض ہے کہ وہ عوام الناس سے شیزان، بوتل، شربت، چٹنی، اچار، جام اور جیلی وغیرہ کا مکمل بائیکاٹ کرائیں۔ اپنے اپنے حلقہ میں مقامی علماء اور معززین کو ساتھ لے کر بازاروں کا دورہ کریں اور دوکانداروں کو دینی غیرت دلاتے ہوئے شیزان کی مصنوعات نہ رکھنے کی پرزور اپیل کریں۔ بااثر لوگوں کی مدد سے علاقہ کی شیزان کی ایجنسی منسوخ کرائیں۔ شیزان کی مصنوعات کا بند کرنا قادیانی معیشت کے گلے پر چھری چلانے کے مترادف ہے۔ کیونکہ شیزان ہی وہ شیطان ہے، جو شیطانی نبوت کو چلا رہا ہے۔

محبت ہے مجھ کو رحمان، قرآن اور صاحب قرآن سے
نفرت ہے، مجھے کو شیطان، شیزان، اور قادیان سے

شیطانی کمپنی کالجوں اور یونیورسٹیوں کی تقریبات میں شیزان کی سپلائی فری مہیا کرتی ہے۔ طلباء برادری پر یہ احسان چڑھا کر اس کے عوض کالجوں اور یونیورسٹیوں کے ہوسٹلوں اور کینٹینوں میں شیزان سپلائی کے دروازے کھولے جاتے ہیں اور مسلمانوں کو شیزان پلا پلا کر لاکھوں روپے کمائے جاتے ہیں۔ مختلف کھیلوں کے میچوں، علمی و ادبی سیمیناروں اور زندگی کے مختلف شعبوں سے تعلق رکھنے والے پروگراموں کی اشتہار بازی کر کے شیزان کمپنی زبردست شہرت حاصل کر رہی ہے اور اس شہرت کی قوت سے اپنا کاروبار چمکا رہی ہے۔ مجاہدین ختم نبوت متعلقہ اداروں سے فوری رابطہ قائم کریں اور مسلمانوں کو شیزان کمپنی کے بھیانک

منصوبوں سے آگاہ کرتے ہوئے ان اداروں میں شیزان کا داخلہ ممنوع قرار دلائیں۔

قادیانیوں کی کلمہ مہم:

مسلمانوں کے پرزور مطالبے پر صدر پاکستان جنرل محمد ضیاء الحق مرحوم نے قادیانیوں کو شعائر اسلام کے استعمال سے روکنے کے لئے 1984ء میں امتناع قادیانیت آرڈیننس جاری کیا جس کے مطابق

''قادیانی گروپ یا لاہور گروپ (جو خود کو احمدی یا کسی دوسرے نام سے موسوم کرتے ہیں) کا کوئی شخص جو بلاواسطہ یا بلواسطہ خود کو مسلمان ظاہر کرے یا اپنے مذہب کو اسلام کے طور پر موسوم کرے یا الفاظ خواہ زبانی ہوں یا تحریری یا مرئی نقوش کے ذریعے اپنے مذہب کی تبلیغ یا تشہیر کرے یا دوسروں کو اپنا مذہب قبول کرنے کی دعوت دے یا کسی بھی طریقے سے مسلمانوں کے مذہبی احساسات کو مجروح کرے، کسی ایک قسم کی سزائے قید اتنی ہی مدت کے لئے دی جائے گی جو تین سال تک ہو سکتی ہے اور وہ جرمانہ کا بھی مرتکب ہوگا۔''

لیکن قادیانی خود کو مسلمان ظاہر کرنے کے لئے اپنے مکانوں، اپنی دکانوں اور عبادت گاہوں پر کلمہ طیبہ اور دیگر آیات قرآنی لکھتے ہیں، اور اپنے ناپاک سینوں پر بھی کلمہ طیبہ کے بیج لگاتے ہیں۔ ختم نبوت کے شاہینوں سے گزارش ہے کہ ایسے قادیانی جنہوں نے اپنے پلید سینوں پر کلمہ طیبہ کے بیج لگائے ہوں، انہیں پکڑ کر حوالہ پولیس کریں۔ اور دفعہ 295-C کے مطابق مقدمہ درج کرائیں۔ جن قادیانیوں نے مکانوں، دوکانوں، اور عبادت گاہوں پر کلمہ طیبہ یا کوئی قرآنی آیت لکھ رکھی ہو، وہاں علاقہ تھانہ میں ان کے خلاف زیر دفعہ 295-C، 298-C، رپورٹ درج کرائیں اور پولیس کے ذریعے ان مقامات سے کلمہ طیبہ ہٹوائیں اور اگر پولیس بہانہ بازی کرے تو فوراً عدالت میں مقدمہ دائر کریں۔ اس طرح اگر کوئی قادیانی اپنی عبادت گاہ میں اذان دے تو اس کے خلاف بھی کاروائی کرائیں۔

حلقہ وار تنظیمیں:

قادیانی ناسوروں نے اپنے انگریزی نبی کی انگریزی نبوت چلانے کے لئے حلقہ وار تنظیمیں قائم کر رکھی ہیں۔ اور ہر حلقہ کے لئے ایک مربی مقرر ہے، مجاہدین ختم نبوت کو چاہئے کہ وہ بھی ختم نبوت کی حلقہ وار تنظیمیں قائم کریں، دفتر ختم نبوت کا قیام عمل میں لائیں۔ قادیانی مربی کا مربہ بنانے کے لئے اپنا ایک امیر مقرر کریں، دفتر ختم نبوت میں لائبریری کا قیام عمل میں لائیں، پورے علاقہ میں عقیدہ ختم نبوت کے ذیشان موضوع پر جلسے منعقد کرائیں۔ لوگوں سے قادیانیوں کا سوشل بائیکاٹ کرائیں۔ مسلمان، قادیانی

دوکانداروں سے سودا سلف نہ خریدیں اور مسلمان دوکاندار، قادیانیوں کو سودا سلف نہ دیں۔ اگر قادیانی ڈاکٹر علاقہ میں موجود ہو تو مسلمانوں کو منحوس کے پاس جانے سے روکیں۔ مسلمانوں کو قادیانیوں کی شادیوں اور دیگر تقریبات میں شامل نہ ہونے دیں۔ خیال رکھیں کہ کہیں کوئی مسلمان کسی قادیانی لعین کا نام نہاد نماز جنازہ نہ پڑھے اور نہ ہی کوئی قادیانی آپ کے علاقہ کی کسی مسجد میں نماز پڑھے۔ ایسی صورت ہو تو اس مردود کو فوراً پکڑ کر حوالہ پولیس کریں۔ اس بات کا بھی خاص خیال رکھیں کہ کہیں آپ کے علاقہ کا کوئی قادیانی خود کو مسلمان ظاہر کر کے کسی دفتر میں ملازمت تو نہیں کر رہا یا بیرون ملک ملازمت تو حاصل نہیں کر رہا یا حج وغیرہ کے لئے سعودی عرب تو نہیں جا رہا۔ ان اہم امور پر توجہ دیں۔ انشاء اللہ تھوڑی سی مدت میں قادیانیوں کو دن میں تارے اور رات کو سورج نظر آنے لگے گا اور انشاء اللہ ان میں سے کچھ تائب ہو کر مسلمان بھی ہو جائیں گے۔

قادیانی اور ملکی الیکشن:

1974ء میں قومی اسمبلی نے متفقہ طور پر قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دے دیا۔ لیکن قادیانیوں نے قومی اسمبلی کے اس تاریخ ساز فیصلے کو آج تک تسلیم نہیں کیا۔ وہ آج بھی آئین پاکستان کی کھلم کھلا بغاوت کا اعلان کر رہے ہیں۔ قادیانی خود کو غیر مسلم اقلیت تسلیم نہیں کرتے بلکہ وہ بانگ دہل مسلمانوں کو غیر مسلم کہتے ہیں۔ دیگر غیر مسلم اقلیتوں (ہندو، عیسائی، پارسی وغیرہ) کو حکومت نے ان کی آبادی کے تناسب کے لحاظ سے قومی اسمبلی اور صوبائی اسمبلی میں نشستیں دی ہیں دوسری غیر مسلم اقلیتوں کے نمائندے تو اپنی نشستوں کے لئے بڑے زور و شور سے الیکشن میں حصہ لیتے ہیں۔ لیکن قادیانیوں نے خود کو غیر مسلم اقلیت تسلیم نہ کرتے ہوئے آج تک الیکشن میں حصہ نہیں لیا۔ اور ان کی نشستیں بھی ہمیشہ خالی رہتی ہیں۔ لیکن تشویش کی بات یہ ہے کہ قادیانی ہمیشہ اپنے نام مسلم ووٹروں کی فہرست میں درج کرتے ہیں۔ یہ ان کے پاس ایک بڑا موثر اور خطرناک ہتھیار ہے۔ جس سے وہ لادین سیاست دانوں سے اپنے ووٹوں کا سودا کر کے انہیں اپنے حق میں استعمال کرتے ہیں۔ ان سے مراعات حاصل کرتے ہیں اور ضرورت پڑنے پر ان سے اپنے حق میں اخبارات میں بیانات چھپواتے رہتے ہیں۔ بعض قادیانی خود کو مسلمان ظاہر کر کے بطور امیدوار الیکشن میں حصہ لیتے ہیں۔ ماضی میں ایسی بہت سی مثالیں سامنے آ چکی ہیں۔

مجاہدین ختم نبوت کا فرض ہے کہ وہ الیکشن کے دنوں میں انتہائی مستعد رہیں۔ حالات و واقعات پر گہری نظر رکھیں۔ قادیانی نواز امیدواران کے خلاف موثر مہم چلائیں۔ عوام سے قادیانی نواز سیاسی جماعتوں کا بائیکاٹ کرائیں۔ اور جو قادیانی خود کو مسلمان ظاہر کر کے الیکشن میں حصہ لے رہا ہو اور جن

قادیانیوں نے اپنے نام مسلمان ووٹروں کی فہرست میں درج کرائے ہوں، ان کے خلاف قانونی کاروائی کریں اور قادیانیوں کے اس خطرناک حربے کا قلع قمع کردیں۔

رد قادیانیت کورس:

ملک میں فتنہ قادیانیت سے صحیح طور پر آگاہ افراد کی تعداد بہت کم ہے۔اس افرادی کمی سے قادیانی خاصا فائدہ اٹھا رہے ہیں۔لہٰذا طلباء، وکلاء، علماء، سرکاری وغیر سرکاری ملازمین غرض کہ زندگی کے ہر طبقہ سے تعلق رکھنے والے مسلمانوں کو خاتم النبیین ﷺ کی ختم نبوت کا چلتا پھرتا مبلغ بنانے کے لئے بریلوی مسلک کے ترجمان، عظیم عاشقِ رسول ﷺ سید ہدایت رسول شاہ صاحب فیصل آباد گلبرگ میں اپنے مدرسے میں ہر سال دس روزہ ردِ قادیانیت کورس کرواتے ہیں۔جس میں نامور علماء کرام قادیانیوں کی بھیانک سازشوں اور فتنہ قادیانیت کے دیگر خطرناک منصوبوں سے آگاہ کرتے ہیں اور اس فتنہ کا محاسبہ کرنے کا فن سکھاتے ہیں۔ قیام وطعام کا فری بندوست ہوتا ہے، مجاہدین ختم نبوت اپنے اپنے علاقہ سے زیادہ سے زیادہ احباب کو لے کر تشریف لائیں۔خوب تربیت حاصل کریں اور دلائل کے ہتھیاروں سے مسلح ہو کر اپنے اپنے علاقوں میں تحفظ ختم نبوت کے عظیم کام کی ڈیوٹی سنبھالیں۔

نو مسلم کے قبول اسلام کی تشہیر:

جو قادیانی بھی اسلام قبول کرے، اخبار ورسائل کی مدد سے اس کی خوب تشہیر کی جائے۔اس کے اعزاز میں پارٹیوں کا اہتمام کیا جائے۔ان پارٹیوں میں ردقادیانیت کے موضوع پر اس سے تقریریں کرائی جائیں۔اس کی پریس کانفرنس کرائی جائے جس میں وہ قادیانیت پر لعنت بھیجے اور اسلام قبول کرنے کی وجوہات بیان کرے۔اس سے قادیانیت ذلیل وخوار ہوگی اور انشاءاللہ بہت سے قادیانیوں کو یہ ہمت وحوصلہ ہوگا کہ وہ بھی مشرف بہ اسلام ہوسکیں گے۔

ایڈیٹر کی ڈاک میں خطوط لکھے جائیں:

اخبارات، ذرائع ابلاغ میں ریڑھ کی ہڈی کی حیثیت رکھتے ہیں۔لیکن اخبارات کے صفحات سیاسی لیڈروں کی تصویروں، ان کے بیانات اور پریس کانفرنسوں کے لئے مخصوص ہوتے ہیں ادارتی صفحہ بھی بڑے بڑے لوگوں کے قبضہ میں ہوتا ہے۔لیکن ''ایڈیٹر کی ڈاک'' ایک ایسا سلسلہ ہے جس میں عوام اپنے مذہبی، سماجی، سیاسی اور اقتصادی مسائل پر آواز اٹھاتے ہیں اور ایک عام آدمی کی آواز پورے ملک میں خواص وعوام تک پہنچ جاتی ہے۔مسئلہ جس وزارت سے متعلقہ ہو، اس وزارت تک پہنچ جاتا ہے۔مجاہدین ختم نبوت اس مؤثر ہتھیار کو فوراً استعمال میں لائیں اور مندرجہ بالا تجویز پڑھتے ہی ''ایڈیٹر کی

ڈاک" کے ذریعے حکومت کے سامنے قادیانیوں کے متعلق اپنے مطالبات پیش کریں۔ ملت اسلامیہ کے جذبات سے حکومت کو آگاہ کریں اور قادیانیوں کی شرانگیزیوں سے حکومت کو آشنا کریں۔ اخبارات کے علاوہ ملک کے تمام مذہبی وسیاسی رسائل وجرائد میں یہ سلسلہ "آپ کی ڈاک" آپ کے خطوط "" "آپ نے لکھا" وغیرہ وغیرہ کے عنوانوں سے قائم ہے آپ فوری طور پر ان رسائل وجرائد میں قادیانیت کے خلاف اپنے جذبات پیش کریں اور عوام وحکومت کو ان کی فتنہ سامانیوں سے ہوشیار کریں۔ آپ کے ایک روپیہ کا ڈاک ٹکٹ قادیانیت کی چولیں ہلا کر رکھ دے گا۔ انشاء اللہ۔ خود اس تحریر کو وظیفہ بنائیے اور احباب کو اس کار نیک کی دعوت دیجئے۔

چند مفید تجاویز:

عقیدہ ختم نبوت کی تبلیغ وتشہیر اور عوام کو اس عقیدہ کی اہمیت سے آگاہ کرنے کے لئے مجاہدین ختم نبوت مندرجہ ذیل تجاویز پر عمل کریں۔ انشاء اللہ بہت فائدہ ہوگا۔

1: ہر سال ختم نبوت کیلنڈر شائع کیا جائے۔

2: ہر سال ختم نبوت ڈائری شائع کی جائے۔

3: مساجد میں جہاں دیگر آیات قرآنی واحادیث مقدسہ لکھی ہوئی ہیں۔ ان کے ساتھ ساتھ ختم نبوت پر دلالت کرتی ہوئی قرآنی آیات اور احادیث مقدسہ جلی حروف میں لکھی جائیں۔

4: دینی مدارس اور سکولوں میں "انا خاتم النبیین لا نبی بعدی" کے چارٹ دیواروں پر لگائے جائیں۔

5: ختم نبوت کے موضوع پر آیات قرآنی اور احادیث رسول ﷺ کی بہترین شیلڈز بنوائی جائیں اور وہ گھروں میں لگائی جائیں۔

6: پنسلیں تیار کی جائیں جن پر لکھا ہو کہ "قادیانی اسلام اور ملک دونوں کے غدار ہیں۔"

7: سکولوں اور کالجوں کے لئے ایسے سٹیکرز تیار کئے جائیں جن میں اوپر ختم نبوت یا رد قادیانیت کے بارے میں ایک بہترین جملہ تحریر ہو اور اس کے نیچے۔
نام۔۔۔۔۔ رول نمبر۔۔۔۔۔ کلاس۔۔۔۔۔ سکول۔۔۔۔۔ کی جگہ ہو۔

صدائے حق کی جرأت سے تو زندہ کر زمانے کو
کہ تیرے ساتھ دنیا میں ہزاروں دل دھڑکتے ہیں

مسلمانو!

ختم نبوت دین کی اساس ہے۔۔۔

ختم نبوت دین کی روح ہے۔۔۔

ختم نبوت دین کی آبرو ہے۔۔۔

مسلمانو! جو شخص تحفظ ختم نبوت کا کام کرتا ہے!

- وہ کلمہ طیبہ کی حفاظت کرتا ہے۔
- وہ اللہ کی توحید کی حفاظت کرتا ہے۔
- وہ اللہ کے قرآن کی حفاظت کرتا ہے۔
- وہ ناموس رسالت کی حفاظت کرتا ہے۔
- وہ انبیائے سابقین کی صداقت کی حفاظت کرتا ہے۔
- وہ فرشتہ وحی حضرت جبریل علیہ السلام کے امین ہونے کی حفاظت کرتا ہے۔
- وہ احادیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی حفاظت کرتا ہے۔
- وہ مکہ مکرمہ کی حفاظت کرتا ہے۔
- وہ مدینہ منورہ کی عصمت کی حفاظت کرتا ہے۔
- وہ حج بیت اللہ کی عظمت کی حفاظت کرتا ہے۔
- وہ روضہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی ناموس کی حفاظت کرتا ہے۔
- وہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی عزتوں کی حفاظت کرتا ہے۔
- وہ اہل بیت کے تقدس کی حفاظت کرتا ہے۔
- وہ ملت اسلامیہ کے ایمان کا چوکیدار ہے۔
- وہ وحدت امت کا نقیب ہے۔
- وہ اسلامی فکر جہاد کا علمبردار ہے۔
- وہ پاکستان کی نظریاتی اور جغرافیائی سرحدوں کا محافظ ہے۔
- وطن عزیز کے خلاف سازشیں کرنے والے غداروں کے لئے مجاہد کبیر ہے۔
- وہ یہود و نصاریٰ کی خطرناک چالوں کو ناکام بنانے والا بیدار مغز سپاہی ہے۔
- اور جو شخص تحفظ ختم نبوت کا کام نہیں کرتا۔ وہ ان تمام اسلامی عظمتوں سے پہلوتہی کرتا ہے۔ منہ موڑتا ہے۔ بے رغبتی کا مظاہرہ کرتا ہے۔!!!

اے افراد ملت اسلامیہ! اٹھو! اللہ کے لئے۔ اللہ کے رسول کے لئے۔ اللہ کے دین کے لئے۔

جاگو۔ اور جگاؤ۔ اور قادیانیوں سے برسر پیکار ہو جاؤ۔

اے میرے مسلمان بھائیو! حضور سرور عالم ﷺ کا ایک فرمان خصوصی توجہ سے سنئے۔ ہمارے آقا ﷺ نے فرمایا۔

''جو لوگ منکر کو دیکھیں اور بدلنے کی کوشش نہ کریں تو بعید نہیں کہ اللہ تعالیٰ برائی کرنے والوں اور اس کے دیکھنے والوں کو ایک ہی عذاب میں لپیٹ لے۔''

مسلمانو! اس وقت روئے زمین پر قادیانیت سے بڑھ کر برائی کیا ہوگی۔ اور اس برائی کو دیکھ کر خاموش رہنے والے لوگوں سے بڑھ کر مجرم کون ہوں گے۔

آؤ دیکھتے ہیں کہیں میں مجرم تو نہیں۔ کہیں آپ مجرم تو نہیں۔

آؤ جلدی سے اپنی شناخت پریڈ کرتے ہیں۔

مبادا کہیں اللہ کے عذاب کی بجلیاں کڑک پڑیں۔

کہیں اللہ کے عذاب کے بادل شعلوں کی بارش برسا دیں۔

کہیں فرشتے زمین کے اس ٹکڑے کو اٹھا کر آسمان پر لے جائیں اور پھر اسے نیچے پٹخ دیں۔

جلدی کیجئے۔۔۔ جلدی کیجئے

چوکھٹے قبروں کے خالی ہیں انہیں مت بھولو
جانے کب کون سی تصویر سجا دی جائے

مرزائی مربی اور سور کے گوشت کا لوتھڑا:

ماسٹر خدا بخش، مونگیر سے ایک نکاح کے سلسلے میں اِلٰہ آباد گئے، واپسی پر بانکی پور میں قیام کیا، رات کو خواب دیکھا، ایک عورت گوشت کا لوتھرا لئے کھڑی ہے، پوچھنے پر عورت نے کہا کہ: ''یہ سوّر کے گوشت کا لوتھڑا ہے جو عبدالماجد مرزائی کے منہ پر مارنے کے لئے میں نے پکڑ رکھا ہے۔'' ان دنوں اس علاقے میں عبدالماجد مرزائی، مرزائیت کی ترویج میں مصروف کار تھا۔

علامہ غلام مصطفیٰ مجددی

حضرات شعراء کے فیصلے

یَا خَاتَمَ الرُّسُلِ الْمُبَارِكِ صِنْوَةً
صَلَّى عَلَيْكَ مُنَزِّلُ الْقُرْآن

حضرت سیدہ زہرا رضی اللہ عنہا

کہا جاتا ہے کہ "الشعراء تلامیذ الرحمٰن" شاعر حضرات رحمٰن کے شاگرد ہوتے ہیں، ہماری نظر میں شاعری بھی دراصل وہی قابل قدر ہے جس میں کوئی پیغام پوشیدہ ہے۔ محض لب ورخسار، کی باتیں تو ضیع اوقات کا باعث ہوسکتی ہیں، قوم وملت کی بیداری کا پیش خیمہ نہیں۔ جب ملت اسلامیہ مختلف ادوار میں فتنوں کا شکار ہوئی تو شاعری کی مقصدیت وافادیت سے آشنا اور اس نعمت سے مالا مال لوگوں نے اپنے حسن کلام سے مردہ تنوں میں روح پھونک دی، ان کے رقت اثر لفظوں نے صور اسرافیلی کا کام دکھایا، کیا زمانہ مولانا رومی، مولانا جامی، شیخ سعدی، حافظ شیرازی کی معجز بیانیوں کو فراموش کرسکتا ہے، کیا اقبال و ظفر کی زمزمہ پردازیاں ختم ہونے والی چیزیں ہیں، جب برصغیر پاک وہند میں انگریزوں کے سبز قدم آئے تو انہوں نے ایمانیان ہند کے جسم کو ہی نہیں روح کو بھی تسخیر کرنا شروع کردیا، ان کی خودی اور غیرت ملی کو چیلنج کرنے لگے، مسلمان بدل رہے تھے، تہذیب بدل رہی تھی، تمدن بدل رہا تھا، لباس و زبان میں تبدیلی آرہی تھی، عقیدوں میں تغیر آرہا تھا۔ انہوں نے غلامان اسلام کو اپنا غلام بنانے کے لئے کئی محاذ کھول رکھے تھے، اس وحشتناک ماحول میں چند شعرائے اسلام نے اپنے کلام، بیان سے ملت کے عروق مردہ میں جان ڈال دی، حضرت اکبرالہٰ آبادی رحمۃ اللہ علیہ، حضرت علامہ محمد اقبال رحمۃ اللہ علیہ، حضرت ظفر علی خان رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت حفیظ جالندھری رحمۃ اللہ علیہ جیسے ملی شاعروں کا نام آفتاب نیمروز کی طرح درخشاں ہے۔

آج بھی غیر مذہبی تمدن عام ہے۔ انگریز جانے کے باوجود ہمارے فکر وشعور میں پروان چڑھ رہا ہے۔ نئی نسل اس کی عادات وخصائل کی دلدادہ نظر آتی ہے۔ اس کی تہذیب کے گہرے اثرات لوگوں کی لوح دل پر نقش ہورہے ہیں۔ افسوس اسلام، اپنے چھپن اسلامی ملکوں میں ایک پردیسی کی زندگی گزار رہا

ہے۔ بڑے بڑے مذہبی گھرانوں کی اولاد بے راہروی کا شکار ہو رہی ہے، دنیاداروں کا ذکر ہی کیا؟

ان حالات سے قادیانی رہزن خوب فائدہ اٹھا رہے ہیں، کاش ٹی وی کے ہوش ربا مناظر سے جان چھڑا کر کوئی ان ملی شاعروں کے کلام وبیان سے روشنی مانگے، ہم کتنی عجیب بات لکھ رہے ہیں، قوم کے پاس تو قرآن پڑھنے کے لئے وقت نہیں ظفر واقبال کے دیوان کون پڑھے، یہ پوری قوم کے لئے لمحہ فکریہ ہے۔

اس باب میں چند شہرہ آفاق شعراء کا ایمان افروز اور شیطان سوز کلام پیش کیا جاتا ہے، شاید اچھے دلوں سے نکلنے والی کوئی آواز، کسی کے مضراب دل پہ ٹھوکر لگا کر سوئے ہوئے نغمات جاں کو بیدار کر دے اور اس میں احساس زیاں کی کسک نمودار ہو جائے۔ اس باب میں ان اشعار کا انتخاب کیا گیا ہے جن میں حضور ﷺ کی ختم نبوت کا بالخصوص ذکر پاک موجود ہے۔ چند بزرگ صوفیہ کا کلام بھی اس موضوع پر شامل تحریر ہے۔ پڑھیے اور ایمان تازہ کیجئے۔

حضرت امام زین العابدین رضی اللہ عنہ:

قرآنہ برھاننا فسخا لادیان مضت

اذ جاءنا احکامہ کل الصحف صار العدم

ان کا قرآن ہمارے لئے دلیل کا حل ہے۔ جس نے سابقہ ادیان کو منسوخ کر دیا۔ اس کے احکام آئے تو پچھلے صحائف معدوم ہو گئے۔

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان بریلوی رحمۃ اللہ علیہ:

سب سے اولیٰ و اعلیٰ ہمارا نبی — سب سے بالا و اعلیٰ ہمارا نبی

بزم آخر کا شمع فروزاں ہوا — نور اول کا جلوہ ہمارا نبی

بجھ گئیں جس کے آگے سبھی مشعلیں — شمع وہ لے کر آیا ہمارا نبی

قرنوں بدلی رسولوں کی ہوتی رہی

چاند بدلی کا نکلا ہمارا نبی

علامہ محمد اقبال:

ہو بندۂ آزاد اگر صاحب الہام — ہے اس کی نگہ فکر و عمل کے لئے مہمیز

اس کے نفس کرم کی تاثیر ہے ایسی — ہو جاتی ہے خاک چمنستان شرر آمیز

اس مرد خود آگاہ و خدامست کی صحبت — دیتی ہے گداؤں کو شکوہ جم و پرویز

محکوم کے الہام سے اللہ بچائے
غارت گر اقوام ہے وہ صورت چنگیز

مولانا ظفر علی خان:

اکملت لکم پڑھ کے زبان عربی میں — ظلی و بروزی کی نبوت کو مٹا دوں
ہے جن کو محمد کی مساوات کا دعویٰ — معوہ جہنم کی وعید ان کو سنا دوں
کچھ فرق بروز اور تناسخ میں نہیں ہے — انکار ہو جن کو انہیں اقرار کرا دوں
اسلام سے جس قوم کو ہے کچھ بھی محبت
میں اس کے لئے راہ میں آنکھوں کو بچھا دوں

اکبر الہ آبادی:

ابھرے ہیں عیب ان کے اور خوبیاں دبی ہیں
بے دین اگر نہیں ہیں تو شیخ جی غبی ہیں
اپنی ہوس کے آگے ملت کو چھوڑ بھاگے
اور کہہ دیا کہ ہم تو اس عہد کے نبی ہیں

جناب شورش کاشمیری:

طاعت رب العلی عشق محمد مصطفیٰ — رہروان دین پیغمبر کی بنیادیں ہیں دو
بیسوا کا عارض گلگوں ہے زعم سلطنت — دامن فرمان روائی خون ناحق سے نہ دھو
سید الکونین کی پھٹکار اس ملعون پر
جس کے دل میں ہے نبوت کا تصور گومگو

جناب علی اصغر چشتی:

آ تجھ کو بتاؤں کہ بہت خوار ہے مرزا — ابلیس کے پھندے میں گرفتار ہے مرزا
فرعون کو جس نفس نے دریا میں ڈبویا — اس نفس خبیثہ کا پرستار ہے مرزا
شیطاں کی غلامی میں ملی جس کو نبوت — رسوائے زمانہ وہ سیہ کار ہے مرزا
گرگٹ کی طرح رنگ بدلنا پڑا جس کو — پھر بھی رہا ناکام وہ مکار ہے مرزا
ساقی نے دیئے جام جو چشتی کو مسلسل
پی پی کے کہا اس نے کہ مردار ہے مرزا

جناب منتظر درانی:

وہ کاذب ہے اکذب ہے جھوٹا نبی ہے — وہ جھوٹا ہے مہدی وہ شیطاں جلی ہے
کبھی ہے بروزی کبھی ہے وہ ظلی — حقیقت میں انگریز کا ہے مصلی
مسیلمہ طلیحہ کا ہے وہ برادر — وہ دریائے کذب و ریا کا شناور
وہ بیگم محمدی پہ مرتا رہا ہے — سدا اس کی فرقت میں جلتا رہا ہے
فقط ٹیچی ٹیچی ہے پیغام اس کا — جہنم کے ماتھے پہ ہے نام اس کا

جناب عارف صحرائی:

پالا پڑا ہے فتنوں سے امت کو جس قدر
دیں کے خلاف برپا کیا سب ہی نے غدر
اس حد تلک نہ کوئی بھی بڑھ پایا آج تک
فتنہ ہے قادیان کا سب سے عجیب تر
برطانوی نبی تیری پرواز خوب ہے
دیں میں نقب لگائی ہے ایمان لوٹ کر
الحاد کی بنیاد کو ڈھانے کا عزم ہے — ربوہ و قادیان ہو یا ہو کوئی نگر

جناب ناشر حجازی:

ترے ہی واسطے حق نے کئے ہیں بحر و بر پیدا
ستارے اور قمر پیدا، گلستاں اور شجر پیدا
فدا ہے جان میری عظمت ختم نبوت پر
کچل دوں گا خلاف اس کے، کہیں ہو فتنہ گر پیدا
کیا انگریز نے تھا دامن ملت کو صد پارہ
خدا کے فضل سے اب ہو رہے ہیں بخیہ گر پیدا
شہیدان وفا کا خون ضائع ہو نہیں سکتا
کہ ملت کے صدف میں ہو رہے ہیں پھر گہر پیدا

جناب فیروز فتح آبادی:

نبی کی عزت و حرمت پہ مرنا عین ایماں ہے
سر مقتل بھی ان کا ذکر کرنا عین ایماں ہے
ڈراتا ہے ہمیں دار و رسن سے کیوں ارے ناداں
نبی کے عشق میں سولی پہ چڑھنا عین ایماں ہے
جو فتنہ ملت بیضا کی بنیادوں سے ٹکرائے
میرے نزدیک اس کا سر کچلنا عین ایماں ہے
چلا ہوں سوئے مقتل پھر لگائے جان کی بازی
قضا سے مسکراتے کھیل جانا عین ایماں ہے

جناب ازہر درانی:

حشر تک ماتم کریگی زمین قادیان　　کیوں لیا تو نے جنم اس پر لعین قادیاں
فتنہ دجال جس کی تو نے رکھی تھی بنا　　اس کا مدفن بن رہی ہے اب زمین قادیان
جاگ اٹھے ہیں پاسبان دین ختم المرسلین
اب مٹا کر چین لیں گے جگ سے دین قادیاں

جناب مظفر وارثی:

اظہار میں باطن کی حقیقت نہیں ہوتی
مرزائی کا دل ہوتا ہے صورت نہیں ہوتی
آئین کی رو سے مسلمان نہیں ہیں
تاویل کی محتاج شریعت نہیں ہوتی
مرعوب کسی دعوے سے ہوتا نہیں قانون
انصاف کی آواز میں لکنت نہیں ہوتی
چپ رہتا مظفر تو گنہگار ٹھہرتا　　سچ کہنے سے توہین عدالت نہیں ہوتی

مولانا نظامی گنجوی:

کعت نبیا کہ علم پیش برو　ختم نبوت بمحمد سپرد

پروفیسر محمد حسین آسی:

شاہ کونین شہنشاہ رسالت بھی ہیں
فاتح و خاتم ادوار نبوت بھی ہیں
نائب حضرت حق، مالک دین و دنیا
خازن قاسم ہر دولت و نعمت بھی ہیں
وجہ تخلیق ہیں یہ خواجہ لولاک لما
جان مخلوق بھی ہیں، شان ہدایت بھی ہیں
ان کے دربار سے کوئی نہیں خالی پھرتا
مرجع خلق بھی، مختار بھی، رحمت بھی ہیں

غلام مصطفی مجددی:

نبی اعظم، رسول آخر محمد، احمد، شفیع و حاشر
تمام جس پر ہوئی نبوت وہ خاتمیت کا کنز ظاہر
وہ آئینہ جمال مولا وہ جلوہ اختیار قادر
جو منکر ختم مرسلیں ہے جہان محشر میں ہوگا خاسر
مجھے لحد کی سزا کا غم کیا میرا نبی ہے جو میرا ناصر
اسی کی آمد کے منتظر تھے قیام ہستی کے سب مظاہر
اسی کی خوشبو سے کھل رہے ہیں زمانے بھر کے حسین مناظر
وہ جس کے نطق و بیاں سے سہمے یہودی، کاھن، مجوسی، ساحر
غلام کیوں کر بیاں کریں گے
ثنائے خواجہ ہے حد سے باہر

میاں محمد بخش جہلمی:

نور محمد روشن آہا آدم جدوں نہ ہویا اول آخر، دوہیں پاسے اوہو ل کھلویا
موسیٰ خضر نقیب انہاندے اگے بھجن راہی اوہ سلطان محمد والی مرسل ہور سپاہی

جناب ماہر القادری:

رسول مجتبیٰ کہئے محمد مصطفیٰ کہئے
خدا کے بعد بس وہ ہیں پھر اسکے بعد کیا کہئے
شریعت کا ہے یہ اصرار ختم الانبیاء کہئے
محبت کا تقاضا ہے کہ محبوب خدا کہئے
محمد کی نبوت دائرہ ہے نور وحدت کا
اسی کو ابتدا کہئے اسی کو انتہا کہئے

صوفی غلام مصطفی تبسم:

رخشندہ ترے حسن سے رخسار یقیں ہے
تابندہ ترے عشق سے ایماں کی جبیں ہے
چمکا ہے تری ذات سے انساں کا مقدر
تو خاتم دوراں کا درخشندہ نگیں ہے

جناب جلیل نقوی:

میری جانب بھی ہو اک نگاہ کرم اے شفیع الوریٰ خاتم الانبیاء
آپ نور ازل، آپ شمع حرم آپ شمس الضحیٰ خاتم الانبیاء
اے رسول خدا، خاتم الانبیاء
رہبر حق نما، خاتم الانبیاء

خواجہ غلام دستگیر قصوریؒ:

مشہور صوفی، بے مثال عالم دین، کتبِ کثیرہ کے مصنف، سینوں کے مناظرِ بے بدل، خواجہ غلام دستگیر قصوری رحمۃ اللہ علیہ سے کون واقف نہیں؟ آپؒ کی کتاب ”تقدیس الوکیل“ رہتی دُنیا تک یادگار رہے گی۔ آپؒ نے فتنۂ مرزائیت کی تردید میں بھی عربی زبان میں ایک مایۂ ناز کتاب لکھی تھی، جس کا جواب مرزائی حلقے آج تک نہیں دے سکے۔

صلاح الدین سعیدی

تحفظ ختم نبوت کی قانونی جنگ کے مجاہد اول

حضرت امام احمد سعید کاظمی رحمۃ اللہ علیہ

بابائے غلط بیانی مرزا غلام قادیانی آنجہانی کے دعوائے نبوت کے ساتھ ہی اہل اسلام نے اس کا شدید زبانی وقلمی رد شروع کر دیا تھا اور اس عمل میں تمام چھوٹے بڑے مسلم رہنما شامل تھے خاص طور پر اتر پردیش میں امام احمد رضا اور ان کے بڑے بیٹے مولانا حامد رضا، مشرقی پنجاب میں مولانا نواب الدین رمداسی مغربی پنجاب میں مولانا غلام قادری بھیروی اور شمالی پنجاب میں پیر سید مہر علی شاہ گولڑوی۔

قیام پاکستان سے قبل یہ نظریاتی جنگ مناظروں کتابوں رسائل اور اخبارات کے محاذ پر لڑی جا رہی تھی۔ حضرت امام احمد سعید کاظمی امروہہ سے پڑھ کر نئے نئے فارغ ہوئے تھے اور اسلام کے پرجوش مبلغ تھے اس دور میں آپ ایک ہندو پنڈت سے "ساتھ جنم" کے موضوع پر مناظرہ جیت کر شہرت حاصل کر چکے تھے۔ ایک روز آپ قادیان جا پہنچے اور قادیانیوں کے مبلغین سے مناظرہ کر کے انہیں ان کے گھر مین شکست سے دوچار فرمایا۔

قیام پاکستان کے بعد قانونی محاذ پر تحفظ ختم نبوت کی جنگ حضرت امام احمد سعید کاظمی نے شروع کی۔ جبکہ آپ پاکستان مسلم لیگ صوبہ پنجاب کی مجلس عاملہ کے رکن تھے۔ 1952ء کو مسلم لیگ صوبائی کونسل کے اجلاس میں آپ نے یہ مسئلہ اٹھایا اور بڑی شد و مد کیساتھ یہ قرارداد منظور کرائی کہ قادیانیوں کو کافر مرتد قرار دیا جائے اور انہیں کلیدی عہدوں سے برطرف کیا جائے۔

یہی وہ نقطہ آغاز تھا جس کی بناء پر اہل سیاست وحکومت تک یہ موثر آواز پہنچی اور بالآخر 22 سال کی جدوجہد کے بعد 1974ء میں قادیانیوں کو پاکستان کی قومی اسمبلی نے کافر اور مرتد قرار دیا۔

قومی اسمبلی میں یہ تحریک مولانا شاہ احمد نورانی صدیقی نے پیش کی اور بھاری اکثریت سے منظور کرائی۔ البتہ غلام غوث ہزاروی اور عبدالحق (جمعیت علمائے اسلام) نے اس قرارداد کی تائید وحمایت نہ

کی۔

خانیوال کے مولانا محمد حنیف اختر اپنی کتاب ''گلدستہ تقاریر'' مطبوعہ اویس بک سٹال میں لکھتے ہیں۔

''جسٹس منیر انکوئری رپورٹ صفحہ 97 میں تحریر موجود ہے کہ قیام پاکستان کے بعد قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دینے کی سب سے پہلی قرارداد مسلم کی صوبائی کونسل کے اجلاس میں حضرت علامہ سید احمد سعید کاظمی صاحب نے پیش کی تھی''۔

1952ء میں منعقد ہونے والے مسلم لیگ اجلاس میں آپ نے جو قرارداد پیش کی۔ اس قرارداد میں مسلم لیگی اکابرین سے کہا گیا تھا کہ وہ قادیانیت کے مضرات اور ان کی اسلام دشمن کاوشوں سے باخبر رہیں اور انگریز کے پیدا کئے ہوئے اس فتنے کے استحصال کے لئے تمام صلاحیتیں بروئے کار لائیں۔ اس قرارداد کا مقصد یہ تھا کہ اگر پاکستان میں اسلامی نظام نافذ کرنا ہے تو ہمیں عظمت رسول ﷺ کو ہر پہلو سے مقدم رکھنا ہوگا۔ اسلام حضور ﷺ کی ذات اقدس سے عبارت ہے اور آپ کی ختم نبوت کا مسئلہ حل کئے بغیر ملک میں نظام مصطفی ﷺ کا نفاذ ممکن نہیں ہے۔

1953ء میں سیالکوٹ کے ایک مضافاتی علاقے ''ملکے کملاں'' میں مرزائیوں کا کافی زور تھا بلکہ یہ کہنا بے جا نہ ہوگا کہ یہ علاقہ مرزائی اسٹیٹ بنا ہوا تھا اور یہاں پر مرزا قادیانی کو ''حضرت صاحب'' کے علاوہ پکارنا جرم تھا۔

حضور غزالی زماں کو اس بات کا علم ہوا تو آپ کو بڑا دکھ ہوا۔ آپ نے اس علاقہ کی ایک چھوٹی سی مسجد میں ''جلسہ ختم نبوت'' رکھوایا جس میں خطاب کرنے کے لئے آپ خود تشریف لے گئے۔ جلسہ میں مقامی علماء میں سے ایک مولانا صاحب نے تقریر شروع کی تو ایک مرزائی چودھری ریوالور اٹھائے جلسہ گاہ پہنچ گیا اور ریوالور تان کر کہا۔ مولوی صاحب جو تقریر کرنا چاہو کرلو لیکن ہمارے ''حضرت صاحب'' کے خلاف کوئی بات نہ کرنا ورنہ تمہارا سینہ گولیوں سے چھلنی کر دوں گا۔ وہ مرزائی چودھری علاقے میں ایک مشہور بدمعاش کے طور پر مانا جاتا تھا۔ اس نے جب بھرے مجمع میں یہ دھمکی دی تو تقریر کرنے والے مولانا صاحب کی قوت گویائی جواب دے گئی اور وہ ادھر ادھر کی باتوں سے مجمع کو بہلانے لگا۔

حضور غزالی زماں نے جب یہ منظر دیکھا تو برداشت نہ کر سکے اور مولانا کی تقریر بند کرا کے خود اسٹیج پر تشریف لائے اور مختصر عربی خطبہ کے بعد ارشاد فرمایا کہ

''مسلمانو! پورے ہوش وحواس کے ساتھ سنو۔ یہ میرے اور آپ کے ایمان کا مسئلہ ہے۔ میں پورے یقین کے ساتھ کہتا ہوں کہ جو شخص بھی حضور نبی کریم ﷺ کے بعد نبوت کا

دعویٰ کرے وہ کافر، مرتد اور بے ایمان ہے۔ اس لئے مرزا قادیانی بھی کافر اور مرتد ہے اور جو اس کو کافر مرتد نہ سمجھے وہ بھی کافر اور قطعی کافر ہے۔ اس عقیدے کے بیان کرنے پر چودھری مجھے گولی مارنا چاہتا ہے تو احمد سعید کاظمی کا سینہ حاضر ہے۔ یہ کہتے ہوئے آپ نے اپنی قمیض کے بٹن کھولے اور فرمایا "مار گولی" میں دیکھتا ہوں کہ تو کتنا بہادر ہے۔ تیرا گرو تو بہت بزدل تھا تو کہاں سے بہادر نکل آیا ہے۔ تیرا مرزا خبیث انگریز کا پٹھو اور اس کا ٹوڈی تھا۔ تم بھی اس کے ٹوڈی ہو۔ انگریز کے جوتے چاٹ کر دنیا بناتے اور ایمان گنواتے ہو"۔

پھر عوام سے مخاطب ہوتے ہوئے فرمایا کہ

"کیا ہم ٹوڈی اور انگریزی نبی کو مانیں؟ حاضرین بولے نہیں نہیں۔

پھر آپ نے فرمایا کہ قرآن وحدیث اور اجماع امت سے یہ بات قطعی طور پر ثابت ہے کہ ہمارے آقا و مولیٰ ﷺ، اللہ تعالیٰ جل شانہ کے آخری نبی ہیں۔ آپ کے بعد جو بھی نبوت کا دعویٰ کرے وہ جھوٹا، کذاب اور بے ایمان ہے۔ مسلمانو! اپنے ایمانوں کو بچاؤ۔

حضور امام اہلسنت کاظمی سرکار نے جس جرأت سے یہ تقریر فرمائی یہ صرف آپ ہی کی شان تھی ورنہ ایسے موقعوں پر بڑوں بڑوں کے پتے پانی ہو جاتے ہیں۔ آپ جب دلائل و براہین کے ساتھ مرزائیوں پر برسنے لگے تو اس مرزائی چودھری کے ہاتھ لٹک گئے اور لوگوں نے اسے پکڑ لیا اور اس کی ساری چودھراہٹ خاک میں ملا دی۔

حضرت امام کاظمی کے خطاب کی تاثیر سے کئی مرزائی آپ کے دست اقدس پر حلقہ اسلام میں داخل ہو گئے اور اب اس علاقے میں کوئی مرزائی نظر نہیں آتا۔

(بشکریہ، روزنامہ نوائے وقت لاہور 8 جولائی 2008ء)

پیر ظہور شاہؒ سجادہ نشیں جلال پور جٹاں:

پیر ظہور شاہ رحمۃ اللہ علیہ جلال پور جٹاں، ضلع گجرات کے سجادہ نشین تھے، آپؒ شیخِ طریقت ہونے کے ساتھ ساتھ بہترین مصنف بھی تھے، فتنہ مرزائیت کی تردید میں آپؒ نے ایک کتاب "قہرِ یزدانی بر سرِ دجالِ قادیانی"، لکھی تھی۔

محمد متین خالد

قادیانیوں کی شرعی حیثیت اور ان کا مکمل بائیکاٹ

ہمارے ہاں بہت سے لوگوں کا کہنا ہے کہ یہ درست ہے کہ قادیانی غیر مسلم اور کافر ہیں۔ لیکن دنیا میں غیر مسلم اور کافر تو اور بھی ہیں۔ مثلاً یہودی، عیسائی، سکھ، ہندو، پارسی، بہائی وغیرہ۔ لیکن صرف قادیانیوں سے مکمل بائیکاٹ کی مہم چلائی جاتی ہے۔ آخر کیوں؟

اس سوال کا جواب عرض کرنے سے پہلے یہ واضح کرنا ضروری ہے کہ کفار کی چار مشہور اقسام ہیں۔

1۔ عام کافر: ایسا شخص جو اعلانیہ کافر ہو، اسے عام کافر یا مطلق کافر کہتے ہیں۔ اس میں یہودی، عیسائی، سکھ ہندو، پارسی وغیرہ سب داخل ہیں۔ ایسے کافر کھلے عام علانیہ اپنے کفر کا اظہار کرتے ہیں۔ کفر ہر حال میں کفر ہے۔ یہ اسلام کی مکمل ضد ہے۔ دنیا کے تمام کافر اپنے کفر پر اسلام کا لیبل نہیں لگاتے۔ وہ لوگوں کے سامنے اپنے کفر کو اسلام کے نام سے پیش نہیں کرتے، بلکہ ان کے مذاہب کی اپنی الگ الگ پہچان ہے اور ان کے شعائر اور عقائد بھی علیحدہ علیحدہ ہیں۔

2۔ منافق: ایسا شخص جو زبان سے ''لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ'' کہتا ہے مگر اپنے دل کے اندر کفر کو چھپاتا ہے، ایسے شخص کو منافق کہتے ہیں۔ منافق کا کفر عام کافر سے بڑھ کر ہے کیونکہ اس نے کفر اور جھوٹ کو جمع کیا۔ منافق بہت خطرناک ہوتا ہے کیونکہ وہ کسی بھی وقت دھوکہ دے کر اسلام کو ناقابل تلافی نقصان پہنچا سکتا ہے۔ معروف منافق عبداللہ بن ابی کا کردار کسی سے پوشیدہ نہیں ہے۔

3۔ مرتد: ایسا شخص جو دین اسلام میں داخل ہو کر پھر اسے چھوڑ دے اور کفر اختیار کر لے یا کسی اور مذہب (کتابی یا غیر کتابی) میں داخل ہو جائے، اسے مرتد کہتے ہیں۔

مرتد کے بارے میں حکم ہے کہ اس پر اسلام پیش کیا جائے، اسلام کے بارے میں اس کے ذہن میں کوئی شک وشبہ یا الجھن ہو تو اسے دور کیا جائے۔ اگر وہ نہ مانے تو اسے 3 دن تک قید میں رکھا جائے

اور ہر ممکن طریقے سے اسے سمجھایا جائے۔ اس دوران میں اگر وہ واپس اسلام کی طرف لوٹ آئے تو ٹھیک، ورنہ اسے قتل کر دیا جائے۔ تمام مہذب ملکوں، حکومتوں اور قوانین میں باغی کی سزا موت ہے۔ اسلام کا باغی وہ ہے جو اسلام سے مرتد ہو جائے، اس لئے اسلام میں مرتد کی سزا موت ہے۔ لیکن اسلام نے اس میں بھی رعایت دی ہے۔ حکومتیں باغیوں کو کسی قسم کی کوئی رعایت نہیں دیتیں۔ گرفتار ہونے کے بعد اگر جرم ثابت ہو جائے تو حکومت اپنے باغی کو فوری طور پر سزائے موت دے دیتی ہیں۔ وہ ہزار معافی مانگے، توبہ کرے، قسمیں اٹھائے کہ آئندہ ایسا ارتکاب نہیں کروں گا، ساری عمر حکومت کا وفادار بن کر اچھے شہری کی طرح زندگی بسر کروں گا۔ مگر حکومت ایک نہیں سنتی اور اس کی معافی نا قابل قبول سمجھی جاتی ہے۔ مگر اسلام میں اتنی رعایت ہے کہ اسے تین دن کی مہلت دی جاتی ہے۔ اس کو تلقین کی جاتی ہے کہ توبہ کر لے، معافی مانگ لے تو سزا سے بچ جائے گا۔ افسوس ہے کہ پھر بھی اسلام میں مرتد کی سزا پر اعتراض کیا جاتا ہے۔

مرتد کے واجب القتل ہونے پر امت کا اجماع ہے۔ فقہا کے نزدیک زوجین میں سے ایک مرتد ہو جائے تو نکاح ٹوٹ جاتا ہے۔ اگر میاں بیوی علیحدگی اختیار نہ کریں اور اس دوران میں اگر کوئی اولاد پیدا ہو جائے تو وہ ولد الحرام ہو گی۔ مرتد کا ذبیحہ حلال نہیں بلکہ مردار ہے، خواہ وہ اہل کتاب کے مذہب میں داخل ہوا ہو یا کسی اور مذہب میں۔ ارتداد سے نکاح، ذبیحہ، گواہی اور وراثت وغیرہ باطل ہو جاتی ہے۔ فقہاء کے نزدیک مرتد مسلمانوں کے قبرستان میں دفن نہیں کیا جا سکتا بلکہ اس کی لاش کو گھسیٹتے ہوئے کتے کی طرح کسی گھڑے میں ڈال دیا جائے۔

4۔ زندیق: ایسا شخص جو بظاہر تو اسلام کو اختیار کیے ہوئے ہو لیکن باطن میں عقائد کفریہ رکھتا ہو اور باطل تاویلات سے انہیں عقائد اسلام قرار دیتا ہو یا اپنے کفر کو اسلام ثابت کرنے پر تلا ہوا ہو یا حضرت محمد ﷺ کی نبوت کا اعتراف کرنے کے باوجود کافرانہ عقائد رکھتا ہو یا قرآن مجید کی آیات، احادیث مبارکہ یا صحابہ کرامؓ کے ارشادات کو توڑ موڑ کر باطل تاویلات کر کے اپنے کفر کو اسلام ثابت کرنے کی کوشش کرتا ہو یا اسلام کے عقائد متواترہ میں سے کسی ایک پر بھی طعن کرتا ہو یا تبدیل کرتا ہو یا شرعی اصلاحات والفاظ تو نہ بدلے لیکن ان کے اجماعی اور متفق علیہ مفہوم کو بدل دے۔ مثلاً ختم نبوت، نزول مسیح، معراج اور جہاد کا انکار تو نہ کرے لیکن ان کے اجماعی مفہوم کو بدل کر نئے مفہوم اور مطالب بیان کرے، اسے زندیق کہتے ہیں۔

زندیق کا معاملہ مرتد سے بھی زیادہ سنگین ہے۔ زندیق کی توبہ قبول نہیں کیونکہ س کی توبہ کا اعتبار نہیں۔ اس لئے کہ اس کے باطن میں سازش پوشیدہ ہے، اس پر سزائے موت لازماً جاری کی جائے گی

خواہ ہزار بار توبہ کرے۔ جیسے زنا کی سزا توبہ سے معاف نہیں ہوتی بلکہ ہر حال میں اس پر سزا جاری کی جاتی ہے۔اسی طرح زندیق کی سزا توبہ سے معاف نہیں ہوگی،اس پر سزائے موت لازماً جاری کی جائے گی کیونکہ اس نے زندقہ کے جرم کا ارتکاب کیا ہے یعنی اپنے کفر کو اسلام ثابت کرنے کی کوشش کی ہے۔ اس مسئلہ کو ایک مثال سے واضح کیا جاتا ہے۔شریعت اسلامیہ میں شراب حرام ہے۔اس کا پینا، بنانا یا خرید وفروخت کرنا ممنوع ہے۔اب کوئی شخص شراب فروخت کرتا ہے تو وہ ایک جرم کا ارتکاب کرتا ہے۔ ایک دوسرا شخص شراب بیچتا ہے لیکن اس نے شراب کی بوتل پر آب زم زم کا لیبل لگایا ہوا ہے۔اس کا یہ جرم پہلے شخص سے ہزار گنا زیادہ نا قابل معافی ہے۔اس طرح شریعت میں خنزیر حرام اور نجس العین ہے۔ اس کا گوشت فروخت کرنا، خریدنا، کھانا قطعی حرام ہے۔اب اگر کوئی آدمی خنزیر کا گوشت فروخت کرتا ہے اور صاف صاف کہتا ہے کہ یہ خنزیر کا گوشت ہے، جس کو لینا ہے، لے لے، جو نہیں خریدنا چاہتا، وہ نہ لے۔یہ شخص خنزیر کا گوشت بیچنے کا مجرم ہے۔لیکن اگر کوئی شخص خنزیر کے گوشت کو بکرے کا گوشت کہہ کر فروخت کرتا ہے تو اس کا جرم پہلے شخص کے جرم سے کہیں زیادہ سنگین ہے۔دونوں مجرم ہیں۔لیکن دونوں کے جرم کی نوعیت میں زمین وآسمان کا فرق ہے۔ایک حرام کو بیچتا ہے حرام کے نام سے جس سے کوئی دھوکہ نہیں۔ایک حرام کو فروخت کرتا ہے حلال کے نام سے جس سے ہر شخص آسانی سے دھوکہ کھا سکتا ہے۔ بالکل یہی فرق، یہودیوں، عیسائیوں، سکھوں اور ہندوؤں کا قادیانیوں سے ہے۔ یہودی، عیسائی، سکھ اور ہندو وغیرہ اپنے کفر کو کفر کے طور پر پیش کرتے ہیں لیکن قادیانی اپنے کفر کو اسلام کہہ کر پیش کرتا ہے۔لہٰذا اس بات میں کوئی شک وشبہ نہیں کہ قادیانی زندیق ہیں کیونکہ یہ لوگ بظاہر مسلمان ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں اور مسلمانوں کو گمراہ کرنے کیلئے قرآن مجید، احادیث رسول ﷺ صحابہ کرامؓ، کلمہ، نماز، روزہ سے ظاہری وابستگی ظاہر کرتے نظر آتے ہیں۔اگر کوئی قادیانی لاکھ دعویٰ کرے کہ وہ مرزا قادیانی کو نبی نہیں مانتا بلکہ مصلح، ہادی یا امام مانتا ہے تو ایسی صورت میں بھی اسے زندیق سمجھا جائے گا کیونکہ اس نے ایک کذاب مدعی نبوت اور مفتری کو مصلح اور ہادی مانا ہے۔فقہاء کے نزدیک جو شخص نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بعد کسی مدعی نبوت کو نبی، پیغمبر، مصلح، مجدد، راہبر حتیٰ کہ مسلمان تسلیم کرے، اس کا بھی وہی حکم ہے جو خود مدعی نبوت کا ہے۔

علماء وفقہاء کے نزدیک قادیانی زندیق ہیں جو اسلام کو کفر اور کفر کو اسلام کہتے ہیں۔شریعت میں زندیق واجب القتل ہے۔زندیق، مرتد سے بھی زیادہ بدتر اور سنگین ہے۔کیونکہ مرتد توبہ کر کے دوبارہ اسلام میں داخل ہو تو اس کی توبہ قبول ہے۔لیکن زندیق کی توبہ قبول نہیں۔مرتد کی اولاد کے بارے میں فقہاء نے لکھا ہے کہ جس نے خود ارتداد اختیار کیا، وہ اصلی مرتد ہے، اس کو اسلام لانے پر مجبور کیا جائے گا

اور اگر وہ اسلام نہ لائے تو اسے قتل کر دیا جائے گا۔ مرتد والدین کی صلبی اولاد والدین کے تابع ہونے کی وجہ سے حکماً مرتد کہلاتی ہے، اس لئے ان کے بالغ ہونے کے بعد ان کو بھی اسلام لانے پر مجبور کیا جائے گا، لیکن اگر وہ اسلام قبول نہ کرے تو اس کو قتل نہیں کیا جائے گا بلکہ حبس وضرب کی سزا دی جائے گی۔ البتہ تیسری پشت میں مرتد کی اولاد پر مرتد کے احکام جاری نہیں ہوتے، بلکہ عام کافر کے احکام جاری ہوتے ہیں۔ لیکن قادیانیوں کی سونسلیں بھی بدل جائیں تو اس کا حکم زندیق اور مرتد کا رہے گا۔ سادہ کافر کا حکم نہیں ہوگا، کیونکہ ان کا جو جرم ہے، یعنی کفر کو اسلام اور اسلام کو کفر کہنا، یہ جرم ان کی آئندہ نسلوں میں پایا جاتا ہے۔

الغرض قادیانی جتنے بھی ہیں، خواہ وہ اسلام کو چھوڑ کر مرتد ہوئے ہوں، یا وہ "پیدائشی احمدی" ہوں یعنی قادیانیوں کے گھر میں پیدا ہوئے ہوں اور یہ کفر ان کو ورثے میں ملا ہو تو ان سب کا ایک ہی کفر ہے یعنی مرتد اور زندیق کا۔ کیونکہ ان کا جرم صرف یہ نہیں کہ وہ اسلام کو چھوڑ کر کافر بنے ہیں بلکہ ان کا جرم یہ ہے کہ دین اسلام کو کفر کہتے ہیں اور اپنے کفر کو اسلام کا نام دیتے ہیں اور یہ جرم ہر قادیانی میں پایا جاتا ہے، خواہ وہ اسلام کو چھوڑ کر قادیانی بنا ہو یا پیدائشی قادیانی ہو۔ اس مسئلہ کو خوب سمجھ لیجئے، بہت سے لوگوں کو قادیانیوں کی صحیح حقیقت معلوم نہیں۔

ان تمام مباحث کا خلاصہ یہ ہے کہ

- جو شخص اسلام چھوڑ کر قادیانی مذہب اختیار کر لے، وہ مرتد بھی ہے اور زندیق بھی۔
- اس کی صلبی اولاد بھی اپنے والدین کے تابع ہونے کی وجہ سے حکماً مرتد ہے اور زندیق بھی۔
- اس کی اولاد کی اولاد مرتد نہیں بلکہ خالص زندیق ہے، چاہے ہزار نسلیں ہوں۔ سب زندیق ہیں۔
- مرتد اور زندیق دونوں واجب القتل ہیں، دونوں سے ہر قسم کے معاشی و معاشرتی تعلقات رکھنا حرام ہے۔

عقیدہ ختم نبوت کے مفہوم کو اپنے ظاہر پر رکھنا لازم اور ضروری ہے۔ اس میں ہر تاویل، باطل ہو گی جو تاویل کرنے والے کو کفر سے نہیں بچا سکتی۔ قادیانی مذہب کی تمام تر بنیاد تاویلات پر ہے۔ مرزائی لٹریچر کا مطالعہ کرنے والا جانتا ہے کہ یہ گروہ باب تاویل میں باطنیہ جیسے باطل پرست فرقہ سے بھی دو قدم آگے ہے۔ قادیانیوں کے عقائد اور اس پر ان کی تاویلات سراسر زندقہ ہیں۔ فقہاء کے نزدیک اگر کوئی شخص حضور نبی کریم ﷺ کی نبوت کا اعتراف کرتے ہوئے شعائر اسلام کی پابندی بھی دکھائے لیکن ضروریات دین (مثلاً عقیدہ ختم نبوت، عقیدہ حیات ونزول حضرت عیسیٰ علیہ السلام، جہاد وغیرہ) کے

خلاف عقائد رکھتا ہو تو وہ زندیق ہے۔ یا بعض ضروریات دین کی ایسی من مان تاویل کرے جو صحابہ کرامؓ، تابعین اور اجماع امت کے سراسر خلاف ہو تو ایسا شخص شریعت میں زندیق ہے۔ مثلاً ایک شخص کہتا ہے کہ بے شک حضور نبی کریم ﷺ خاتم النبیین ہیں مگر اس کے معنی یہ ہیں کہ آپ ﷺ کے بعد ظلی یا بروزی نبی آ سکتا ہے۔

چاروں آئمہ اس بات پر متفق ہیں کہ زندیق واجب القتل ہے۔ اس لیے کہ اس کی توبہ کا پتہ لگانا دشوار ہے۔ ایک دفعہ ہارون الرشید کے سامنے ایک زندیق پیش کیا گیا۔ خلیفہ نے امام ابو یوسف کو اس سے مناظرہ کرنے کیلئے دربار مین طلب کیا اور حکم دیا کہ آپ اس سے مکالمہ و مناظرہ کریں۔ امام ابو یوسف نے خلیفہ سے کہا: "اے امیر المومنین! دیر نہ کیجئے، تلوار منگوائے اور ابھی اس کا سر قلم کیجئے۔ یہ زندیق ہے، مرتد نہیں کہ اس کو مناظرہ سے سمجھایا جائے۔ اس زندیق کا ایک لمحہ بھی زندہ رہنا اسلام کے لئے خطرناک ثابت ہو سکتا ہے"۔

(تاریخ بغداد از خطیب ابوبکر ج 14 ص 253)

امام الانبیاء، سید الکونین حضرت محمد ﷺ "فداہ ابی وامی" کی ختم نبوت پر غیر متزلزل اور پختہ یمان کسی آدمی کے مومن ہونے کیلئے لازم شرط ہے۔ امت مسلمہ کا متفقہ عقیدہ ہے کہ حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ اللہ تعالیٰ کے آخری نبی اور رسول ہیں۔ آپ ﷺ کے بعد کسی قسم کا کوئی تشریعی، غیر تشریعی، ظلی، بروزی یا نیا نبی نہیں آئے گا۔ حضور نبی کریم ﷺ پر ہر قسم کی نبوتوں کا خاتمہ ہو چکا ہے اور آپ ﷺ خاتم النبیاء بمعنی آخر الانبیاء ہیں۔ آپ ﷺ کو تمام انبیاء سابقین علیہم السلام کے بعد آخری نبی ماننا ضروریات دین اور عقائد اسلام میں سے ہے۔ آپ ﷺ کے بعد نبوت کا دعویٰ کرنا کفر و ضلالت ہے۔ آپ ﷺ کے بعد جو شخص بھی نبوت کا دعویٰ کرے، وہ کافر، مرتد، زندیق اور واجب القتل ہے۔ قرآن مجید کی ایک سو سے زائد آیات مبارکہ اور حضور نبی کریم ﷺ کی تقریباً دو سو دس احادیث مبارکہ اس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ حضور خاتم النبیین ﷺ اللہ تعالیٰ کے آخری نبی اور رسول ہیں۔ اس بات پر ایمان "عقیدۂ ختم نبوت" کہلاتا ہے۔

ختم نبوت اسلام کا متفقہ، اساسی اور اہم ترین بنیادی عقیدہ ہے۔ دین اسلام کی پوری عمارت اس عقیدہ پر کھڑی ہے۔ یہ ایک ایسا حساس عقیدہ ہے کہ اگر اس میں شکوک و شبہات کا ذرا سا بھی رخنہ پیدا ہو جائے تو ایک مسلمان نہ صرف اپنی متاع ایمان کھو بیٹھتا ہے بلکہ وہ حضرت محمد ﷺ کی امت سے بھی خارج ہو جاتا ہے۔ پوری امت مسلمہ کا اس امر پر اجماع ہے کہ سب سے اول نبی حضرت آدم علیہ السلام اور سب سے آخری حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ ہیں۔ جیسا کہ ملا علی قاری نے لکھا ہے کہ:

"دعویٰ النبوۃ بعد نبینا صلی اللہ علیہ وسلم کفر بالا جماع"

"یعنی ہمارے نبی اکرم ﷺ کے بعد نبوت کا دعویٰ باجماع امت کفر ہے"۔

منکرین ختم نبوت قادیانیوں کے تمام عقائد ونظریات زنادقہ کے زمرے میں آتے ہیں۔ صفحات کی قلت کے پیش نظر ان کے صرف چند زندیقانہ عائد درج کیے جاتے ہیں۔ اس کے مطالعہ سے آپ خود اندازہ لگالیں کہ قادیانی، دیگر کافروں سے کتنے زیادہ خطرناک اور مہلک ہیں۔

قادیانی زنادقہ نمبر 1: مرزا قادیانی محمد رسول اللہ ہے (نعوذ باللہ)

قادیانیوں کا سب سے بڑا زندیقانہ عقیدہ یہ ہے کہ جھوٹا مدعی نبوت آنجہانی مرزا قادیانی بذات خود "محمد رسول اللہ" ہے۔ (نعوذ باللہ) اس سلسلہ میں مرزا قادیانی دعویٰ کرتا ہے:

"پھر اسی کتاب میں اس مکالمہ کے قریب ہی یہ وحی اللہ ہے محمد رسول اللہ والذین معہ اشداء علی الکفار رحماء بینھم اس وحی الٰہی میں میرا نام محمد رکھا گیا اور رسول بھی"۔

(ایک غلطی کا ازالہ صفحہ 4، مندرجہ روحانی خزائن جلد 18 صفحہ 207 از مرزا قادیانی)

"میں آدمؑ ہوں میں نوحؑ ہوں، میں ابراہیمؑ ہوں، میں اسحاقؑ ہوں، میں یعقوبؑ ہوں، میں اسماعیلؑ ہوں، میں موسیٰؑ ہوں، میں داوٗدؑ ہوں، میں عیسیٰؑ ابن مریم ہوں، میں محمد ہوں"۔

(تتمہ حقیقت الوحی صفحہ 521، مندرجہ روحانی خزائن جلد 22 صفحہ 521 از مرزا قادیانی)

مرزا قادیانی کا بیٹا اپنے باپ کے دعویٰ "محمد رسول اللہ" کی تشریح ان الفاظ میں کرتا ہے:

"اور چونکہ مشابہت تامہ کی وجہ سے مسیح موعود (مرزا قادیانی) اور نبی کریم ﷺ میں کوئی دوئی (فرق) باقی نہیں کہ ان دونوں کے وجود بھی ایک وجود کا ہی حکم رکھتے ہیں جیسا کہ خود مسیح موعود نے فرمایا ہے کہ صار وجودی وجودہ (دیکھو خطبہ الہامیہ صفحہ 171) اور حدیث میں بھی آیا ہے کہ حضرت نبی کریم نے فرمایا کہ مسیح موعود (مرزا قادیانی) میری قبر میں دفن کیا جائے گا جس سے یہی مراد ہے کہ وہ میں ہی ہوں یعنی مسیح موعود (مرزا قادیانی) نبی کریم ﷺ سے الگ کوئی چیز نہیں ہے بلکہ وہی ہے جو بروزی رنگ میں دوبارہ دنیا میں آئے گا تا کہ اشاعت اسلام کا کام پورا کرے اور ھو الذی ارسل رسولہ بالھدی و دین الحق لیظھرہ علی الدین کلہ کے فرمان کے مطابق تمام ادیان باطلہ پر اتمام حجت کر کے اسلام کو دنیا کے کونوں تک پہنچا دے تو اس صورت میں کیا اس بات میں کوئی شک رہ جاتا ہے کہ قادیان میں اللہ تعالیٰ نے پھر محمد ﷺ کو اتارا تا کہ اپنے وعدہ کو پورا

کرے جو اس نے خرین منهم لما یلحقوا بهم میں فرمایا تھا"۔

(کلمۃ الفصل صفحہ 105,104، از مرا بشیر احمد ایم اے ابن مرزا قادیانی)

"ہر ایک نبی کو اپنی استعداد اور کام کے مطابق کمالات عطا ہوتے تھے کسی کو بہت، کسی کو کم۔ مگر مسیح موعودؑ کو تو تب نبوت ملی جب اس نے نبوت محمدیہ ﷺ کے تمام کمالات کو حاصل کر لیا اور اس قابل ہو گیا کہ ظلی نبی کہلائے پس ظلی نبوت نے مسیح موعودؑ کے قدم کو پیچھے نہیں ہٹایا بلکہ آگے بڑھایا اور اس قدر آگے بڑھایا کہ نبی کریم ﷺ کے پہلو بہ پہلو لا کھڑا کیا"۔

(کلمۃ الفصل صفحہ 113، از مرزا بشیر احمد ایم این اے ابن مرزا قادیانی)

"ہم کو نئے کلمہ کی ضرورت پیش نہیں آتی کیونکہ مسیح موعود (مرزا قادیانی) نبی کریم ﷺ سے کوئی الگ چیز نہیں ہے جیسا کہ وہ خود فرماتا ہے صار وجودی وجودہ نیز من فرق بیني وبین المصطفى فما عرفني وماري اور یہ اس لئے ہے کہ اللہ تعالیٰ کا وعدہ تھا کہ وہ ایک دفعہ اور خاتم النبین کو دنیا میں مبعوث کرے گا جیسا کہ آیت آخرین منهم سے ظاہر ہے، پس مسیح موعود خود محمد ﷺ رسول اللہ ہے جو اشاعت اسلام کیلئے دوبارہ دنیا میں تشریف لائے، اس لئے ہم کو کسی نئے کلمہ کی ضرورت نہیں، ہاں اگر محمد ﷺ رسول اللہ کی جگہ کوئی اور آتا تو ضرورت پیش آتی"۔

(کلمۃ الفصل صفحہ 158 از مرزا بشیر احمد این اے ابن مرزا قادیانی)

گویا "لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ" کے معانی قادیانیوں کے نزدیک "لا الہ الا اللہ مرزا رسول اللہ" ہیں۔ جیسا کہ مرزا قادیانی کے بیٹے مرزا بشیر احمد نے لکھا کہ مرزا قادیانی خود محمد رسول اللہ ہے۔ لہٰذا ہم مرزا قادیانی کو محمد رسول اللہ مان کر یہ کلمہ پڑھتے ہیں۔ اس لئے ہمیں نیا کلمہ بنانے کی ضرورت نہیں۔

مرزا قادیانی کا ایک خاص مرید قاضی ظہور الدین اکمل مرزا قادیانی کی شان میں ایک نظم لکھتے ہوئے اپنا یہ عقیدہ اس طرح واضح کرتا ہے۔

غلام احمد ہے عرش رب اکرم
مکاں اس کا ہے گویا لا مکاں میں
غلام احمد رسول اللہ ہے بر حق
شرف پایا ہے نوع انس و جاں میں
محمد پھر اتر آئے ہیں ہم میں

اور آگے سے ہیں بڑھ کر اپنی شاں میں
محمد دیکھنے ہوں جس نے اکمل
غلام احمد کو دیکھے قادیاں میں"

(اخبار بدر قادیان 25 اکتوبر 1906ء)

جب اس دلخراش قصیدہ پر اعتراض ہوا تو قادیانی قیادت نے جلتی پر تیل کی طرح جو جواب دیا، وہ نہایت افسوسناک ہے، ملاحظہ فرمائیں۔

"یہ وہ نظم ہے جو حضرت مسیح موعود کے حضور پڑھی گئی اور خوشخط لکھے ہوئے قطعے کی صورت میں پیش کی گئی اور حضور اسے اپنے ساتھ اندر لے گئے۔ پھر یہ نظم اخبار بدر 25 اکتوبر 1906ء میں چھپی اور شائع ہوئی۔ پس حضرت مسیح موعود کا شرف سماعت حاصل کرنے اور جزاکم اللہ تعالیٰ کا صلہ پانے اور اس قطعے کو اندر خود لے جانے کے بعد کسی کو حق ہی کیا پہنچتا ہے کہ اس پر اعتراض کر کے اپنی کمزوری ایماں وقلت عرفاں کا ثبوت دے"۔

(اخبار روزنامہ "الفضل" 23 اگست 1944ء ص 4)

قادیانیوں سے سوال کرنا چاہیے کہ کیا صحابہ کرامؓ، تابعین، تبع تابعین، امت مسلمہ کے مفسرین، محدثین، بزرگان دین، اکابرین بھی یہی عقیدہ رکھتے تھے کہ اللہ تعالیٰ اپنے حبیب مکرم حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو قادیان میں دوبارہ مبعوث کرے گا؟ (نعوذ باللہ)

اس زندیقانہ عقیدہ کے باوجود قادیانی خود کو مسلمان کہتے ہیں۔ اس کفریہ عقیدہ کو عین اسلام کہتے ہیں۔ اس عقیدہ کے نہ ماننے والے کو کافر اور دائرہ اسلام سے خارج سمجھتے ہیں۔ گویا اگر کوئی شخص مرزا قادیانی کو "محمد رسول اللہ" تسلیم نہ کرے یا کلمہ طیبہ میں "محمد رسول اللہ" سے مراد مرزا قادیانی نہ لے تو وہ قادیانیوں کے نزدیک مسلمان نہیں ہے۔ آپ خود فیصلہ کریں کہ اس سے بڑا بھیانک جرم اور کیا ہو سکتا ہے؟

ستم ظریفی یہ ہے کہ قادیانی اپنے اس عقیدہ کو اسلام کے نام پر پیش کرتے ہیں۔ مزید یہ کہ وہ تقریر وتحریر کے ذریعے اپنے اس زندیقانہ عقیدہ کی بھرپور تشہیر کرتے ہیں اور اگر انہیں منع کیا جائے تو وہ مظلوم بن جاتے ہیں اور پروپیگنڈا کرتے ہیں کہ انہیں اپنے مذہبی عقیدہ کے مطابق زندگی بسر کرنے سے روکا جا رہا ہے۔ یہ حقوق انسانی کی خلاف ورزی اور آزادی اظہار پر قدغن ہے۔ سوچنا چاہیے کہ یہ کیسی آزادی ہے کہ جس سے اکثریت کی دل آزاری ہوتی ہو، بلاشبہ اس عقیدہ کی بناء پر ہر قادیانی زندیق ہے کہ وہ اپنے کفر کو اسلام کہتا اور لوگوں کو اس کی تبلیغ کرتا ہے۔

قادیانی زنادقہ نمبر 2: حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین

قادیانیوں کا عقیدہ ہے: ''آنحضرت ﷺ اور آپ کے اصحاب ...... عیسائیوں کے ہاتھ کا پنیر کھا لیتے تھے حالانکہ مشہور یہ تھا کہ سور کی چربی اس میں پڑتی ہے۔'' (نعوذ باللہ)

(مرزا قادیانی کا مکتوب، اخبار الفضل قادیان 22 فروری 1924ء)

قادیانیوں کا عقیدہ ہے کہ ہر شخص ترقی کر سکتا ہے اور بڑے سے بڑا درجہ پا سکتا ہے حتیٰ کہ محمد رسول اللہ ﷺ سے بھی بڑھ سکتا ہے''۔ (نعوذ باللہ)

(مرزا بشیر الدین محمود کی ڈائری، اخبار الفضل قادیان نمبر 5، جلد 10، 17 جولائی 1922ء)

قادیانی کا عقیدہ ہے کہ مرزا قادیانی کی شخصیت تمام انبیاء کرام بشمول حضرت محمد ﷺ کا مجموعہ ہے۔ (حقیقت الوحی ص 73 مندرجہ روحانی خزائن ج 22 ص 76 از مرزا قادیانی)

قارئین کرام! آپ خود فیصلہ کریں کہ ایسے گستاخانہ اور زہریلے عقائد رکھنے والا کتنا بڑا بھیانک کافر ہوگا۔ راجپال، سلمان رشدی اور قادیانیوں میں کیا فرق باقی رہ گیا ہے؟ ظلم یہ ہے کہ وہ ایسے عقائد کو اسلام کہتے ہیں۔ خود کو مسلمان کہتے ہیں اور اگر کوئی شخص تنقید کرے کہ آپ شان رسالت ﷺ میں توہین کے مرتکب ہوئے ہیں تو قادیانی ایسے شخص کو دائرہ اسلام سے خارج سمجھتے ہیں۔ اس کو زندقہ کہتے ہیں۔

قادیانی زنادقہ نمبر 3: نبوت جاری ہے۔

قادیانی ختم نبوت کے منکر ہیں جو اسلام کا قطعی عقیدہ ہے۔ وہ مسلمانوں کے اس اہم عقیدہ کو مردہ لعنتی، شیطانی اور قابل نفرت عقیدہ کہتے ہیں۔ (نعوذ باللہ)

(ملفوظات ج 10 ص 127 از مرزا قادیانی، ضمیمہ براہین احمدیہ حصہ پنجم ص 139,138,183 مندرجہ روحانی خزائن ج 21 ص 354,306 از مرزا قادیانی)

مرزا قادیانی کہتا ہے: ''مبارک ہے وہ جس نے مجھے پہچانا۔ میں خدا کی سب راہوں میں سے آخری راہ ہوں۔ اور میں اس کے سب نوروں میں سے آخری نور ہوں۔ بدقسمت ہے وہ جو مجھے چھوڑتا ہے کیونکہ میرے بغیر سب تاریکی ہے''۔

(کشتی نوح صفحہ 56، مندرجہ روحانی خزائن جلد 19 صفحہ 61 از مرزا قادیانی)

قادیانیوں کا عقیدہ ہے کہ پاخانوں کی نجاست اٹھانے والا چوہڑا بھنگی جو چور ہو، زانی ہو، جیل میں قید بھی رہ چکا ہو۔ اس کی ماں، دادیاں اور نانیاں بھی ایسے ہی نجس کاموں میں مشغول رہی ہوں، وہ مردار کھاتے اور گوہ اٹھاتے ہوں، اگر مسلمان ہو جائیں تو وہ نبی اور رسول بن سکتے ہیں۔

(تریاق القلوب ص 152 مندرجہ روحانی خزائن ج 15 ص 279-280 از مرزا قادیانی)

قادیانی عقیدہ ختم نبوت کے سلسلے میں مختلف زندیقانہ تاویلات کرتے ہیں کہ خاتم النبیین کا معنی

نبیوں کی مہر ہے۔ یعنی پہلے اللہ تعالیٰ نبوت عطا کرتے تھے لیکن اب حضور نبی کریم ﷺ کی اطاعت سے نبوت ملے گی۔ یعنی جو شخص آپ ﷺ کی اطاعت اور اتباع کرے گا، آپ ﷺ اس پر مہر لگادیں گے اور وہ نبی بن جائے گا۔ کبھی کہتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ اپنے پہلوں کیلئے آخری ہیں، آئندہ آنے والے نبیوں کے لئے نہیں۔ کبھی کہتے ہیں: ”نبوت کسبی ہے، وہبی نہیں“۔ یعنی ہر شخص اپنی محنت و کوشش اور ریاضت و مجاہدات سے نبی بن سکتا ہے۔ کبھی کہتے ہیں کہ نبوت بھی ایک نعمت ہے، امت محمدیہ اس سے کیوں محروم ہوگئی ہے؟ اسے ہمیشہ جاری رہنا چاہیے۔

ان کفریہ عقائد کے باوجود قادیانی خود کو مسلمان کہتے ہیں اور ان عقائد کے نہ ماننے والوں کو کافر۔ اسے کہتے ہیں زنادقہ یعنی نام اسلام کا لیتے ہیں لیکن اپنے کفریہ عقائد کو اسلام کے نام پر پیش کرتے ہیں۔ کس قدر ظلم اور ناانصافی کی بات ہے کہ ساڑھے چودہ سو سال سے امت مسلمہ میں تواتر کے ساتھ رائج اس متفقہ اور غیر متزلزل عقیدہ کے ماننے والوں کو کافر کہا جارہا ہے۔

قادیانی زندقہ نمبر 4: قرآن مجید مرزا قادیانی پر نازل ہوا۔

قادیانیوں کا عقیدہ ہے کہ قرآن مجید، مرزا قادیانی پر دوبارا اترا۔ اس سلسلہ میں مرزا قادیانی کا بیٹا لکھتا ہے: ”ہم کہتے ہیں کہ قرآن کہاں موجود ہے؟ اگر قرآن موجود ہوتا تو کسی کے آنے کی کیا ضرورت تھی۔ مشکل تو یہی ہے کہ قرآن دنیا سے اٹھ گیا ہے۔ اسی لئے تو ضرورت پیش آئی کہ محمد رسول اللہ ﷺ (مرزا قادیانی) کو بروزی طور پر دوبارہ دنیا میں مبعوث کرکے آپ پر قرآن شریف اتارا جاوے“۔

(کلمۃ الفصل صفحہ 173 از صاحبزادہ مرزا بشیر احمد ایم اے ابن مرزا قادیانی)

مرزا قادیانی کا کہنا ہے: ”قرآن شریف خدا کی کتاب اور میرے منہ کی باتیں ہیں“۔

(تذکرہ مجموعہ وحی والہامات صفحہ 77 طبع چہارم از مرزا قادیانی)

وہ مزید کہتا ہے: ”مجھے اپنی وحی پر ایسا ہی ایمان ہے جیسا کہ توریت اور انجیل اور قرآن کریم پر“۔

(اربعین نمبر 4 صفحہ 19، مندرجہ روحانی خزائن جلد 17 صفحہ 454 از مرزا قادیانی)

قادیانیوں کا عقیدہ ہے کہ قرآن مجید میں تین شہروں کا نام اعزاز کے ساتھ درج ہے۔ مکہ، مدینہ، قادیان۔ (ازالہ اوہام ص 40 مندرجہ روحانی خزائن ج 3 ص 140 از مرزا قادیانی)

قادیانیوں کا عقیدہ ہے کہ قرآن مجید قادیان کے قریب نازل ہوا۔ اس سلسلہ میں مرزا قادیانی نے قرآن مجید کی آیات میں تحریف بھی کی۔ صرف ایک نمونہ ملاحظہ فرمائیں۔

”انا انزلناہ قریباً من القادیان۔ وبالحق انزلناہ و بالحق نزل صدق اللہ و

رسولہ۔
(تذکرہ مجموعہ وحی والہامات ص 59 طبع چہارم ازمرزا قادیانی)

قادیانیوں کا عقیدہ ہے کہ قرآن مجید کی مندرجہ ذیل آیات مرزا قادیانی پر نازل ہوئی ہیں۔اب ان آیات کے مصداق حضرت محمد ﷺ نہیں بلکہ مرزا قادیانی ہے۔(نعوذ باللہ)

"انا اعطینك الكوثر۔ فصل لربك وانحر۔ ان شانئك هو الابتر"۔
(تذکرہ مجموعہ وحی والہامات ص 73 طبع چہارم ازمرزا قادیانی)

"ورفعنالك ذكرك"۔
(تذکرہ مجموعہ وحی والہامات ص 74 طبع چہارم ازمرزا قادیانی)

"تبت يدا ابى لهب و تب"
(تذکرہ مجموعہ وحی والہامات ص 198 طبع چہارم ازمرزا قادیانی)

"محمد رسول الله والذين معه اشداء على الكفار رحماء بينهم"
(تذکرہ مجموعہ وحی والہامات ص 73 طبع چہارم ازمرزا قادیانی)

"يسٓ والقرآن الحكيم انك لمن المرسلين"
(تذکرہ مجموعہ وحی والہامات ص 398 طبع چہارم ازمرزا قادیانی)

"وما ارسلنك الا رحمة للعالمين"
(تذکرہ مجموعہ وحی والہامات ص 64 طبع چہارم ازمرزا قادیانی)

اسے کہتے ہیں زنادقہ۔سب جانتے ہیں کہ قرآن مجید کی مذکورہ آیات حضور نبی کریم ﷺ پر نازل ہوئی ہیں۔مگر قادیانی کہتے ہیں کہ یہ آیات مرزا قادیانی پر نازل ہوئی ہیں (نعوذ باللہ) اور دعویٰ کرتے ہیں کہ ہم مسلمان ہیں اور ہمارا مذہب اسلام ہے۔اگر کوئی شخص یہ کہے کہ قرآن مجید کی مندرجہ بالا آیات آنجہانی مرزا قادیانی پر نازل نہیں ہوئیں تو قادیانیوں کے نزدیک ایسا شخص کافر اور مرتد ہے اور یہ ہے زندقہ جس کا مرتکب ہر قادیانی ہے۔

قادیانی زنادقه نمبر 5: حضرت عیسیٰ علیه السلام کی توهین

قادیانیوں کا عقیدہ ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو گالیاں دینے، بدزبانی اور جھوٹ بولنے کی عادت تھی۔انہوں نے انجیل چرا کر لکھی۔ان کا کوئی معجزہ نہیں بلکہ معجزہ مانگنے والوں کو گندی گالیاں دیتے تھے۔آپ کے ہاتھ میں سوائے مکر و فریب کے اور کچھ نہیں تھا۔
(انجام آتھم حاشیہ ص 7,6,5 مندرجہ روحانی خزائن ج 11 ص 289 تا 291 ازمرزا قادیانی)

قادیانیوں کا عقیدہ ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام شراب پیا کرتے تھے۔
(کشتی نوح ص 73 مندرجہ روحانی خزائن ج 19 ص 71 مرزا قادیانی)

قادینوں کا عقیدہ ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی تین دادیاں اور نانیاں زنا کار اور کسبی تھیں۔ آپ کنجریوں سے محبت کرتے تھے۔
(انجام آتھم حاشیہ ص 7 مندرجہ روحانی خزائن ج 11 ص 291 از مرزا قادیانی)

قادیانیوں کا عقیدہ ہے کہ حضرت مریم نے ناجائز حمل کی وجہ سے یوسف نجار نامی ایک شخص سے نکاح کیا۔ پھر حضرت عیسیٰ علیہ السلام، اپنی والدہ حضرت مریم علیہم السلام کے نکاح کے دو ماہ بعد پیدا ہوئے۔
(کشتی نوح ص 20 مندرجہ روحانی خزائن ج 19 ص 18، چشمہ مسیحی ص 24 مندرجہ روحانی خزائن ج 20 ص 356,355 از مرزا قادیانی)

انبیاء کرام اللہ تعالیٰ کا خاص انتخاب ہوتے ہیں۔ وہ معصوم عن الخطاء ہوتے ہیں۔ ان میں سے کسی ایک کی شان اقدس میں معمولی سی بھی گستاخی ایک شخص کو دائرہ اسلام سے خارج کر دیتی ہے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام، اللہ تعالیٰ کے برگزیدہ رسولوں میں سے ہیں۔ قرآن مجید میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی شان میں کئی آیات نازل ہوئی ہیں۔ لیکن آنجہانی مرزا قادیانی نے آپ کے متعلق جو بازاری زبان استعمال کی ہے، وہ قابل صد نفرین ہے۔ افسوس! ہر قادیانی اپنے گرو مرزا قادیانی کی اتباع میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق یہی گستاخانہ عقائد رکھتا ہے، اس کی تشہیر کرتا ہے اور اس کی تبلیغ کرتا ہے۔ اس کے باوجود وہ اپنے مذہب کو اسلام اور خود کو مسلمان کہتا ہے۔ اسے کہتے ہیں زندقہ۔

قادیانی زنادقہ نمبر 6: دیگر مقدس ہستیوں و مقامات کی توہین

قادیانیوں کا عقیدہ ہے کہ مرزا قادیانی کے ساتھی صحابہ کرام ہیں۔
(سیرت المہدی ج 3 ص 128 از مرزا بشیر احمد ابن مرزا قادیانی)

قادیانیوں کا عقیدہ ہے کہ مرزا قادیانی کی بیوی ام المومنین ہے۔
(ملفوظات احمدیہ ج اول ص 555 از مرزا قادیانی)

قادیانیوں کا عقیدہ ہے کہ مرزا قادیانی کا خاندان اہل بیت ہے۔
(درثمین ص 45 از مرزا قادیانی)

قادیانیوں کا عقیدہ ہے کہ مرزا قادیانی 100 امام حسینؓ کے برابر ہے۔
(نزول المسیح ص 101 مندرجہ روحانی خزائن ج 18 ص 477 از مرزا قادیانی)

قادیانیوں کا عقیدہ ہے کہ جہاد حرام ہے۔ اب جو جہاد کرتا ہے وہ خدا کا دشمن ہے۔
(تحفہ گولڑویہ ضمیمہ ص 41 مندرجہ روحانی خزائن ج 17 ص 77،78 از مرزا قادیانی)

قادیانیوں کا عقیدہ ہے کہ قادیان (مرزا قادیانی کی جنم بھومی) جانے پر حج سے زیادہ ثواب ملتا ہے۔
(آئینہ کمالات اسلام ص 352 مندرجہ روحانی خزائن ج 5 ص 352 از مرزا قادیانی)

قادیانیوں کا عقیدہ ہے کہ اسلام کے دو حصے ہیں ایک یہ کہ خدا تعالیٰ کی اطاعت کریں اور دوسرے اس سلطنت (انگریز) کی جس نے امن قائم کیا ہوا ہے جس نے ظالموں کے ہاتھ سے اپنے سایہ میں قادیانیوں کو پناہ دی، سو وہ سلطنت برطانیہ ہے۔
(شہادت القرآن صفحہ 84، مندرجہ روحانی خزائن ج 6 ص 380 از مرزا قادیانی)

مسجد اقصیٰ امت مسلمہ کا قبلہ اول ہے۔ یہ حضور سرور کائنات ﷺ کے سفر معراج کی پہلی منزل تھی۔ یہاں تمام انبیاء کرام نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اقتداء میں نماز پڑھی۔ آپ ﷺ حضرت جبرائیل علیہ السلام کی معیت میں یہاں سے ہفت افلاک طے کر کے اللہ تعالیٰ کے حضور پہنچے۔ جبکہ آنجہانی مرزا قادیانی مسجد اقصیٰ کے بارے میں کہتا ہے:

"والمسجد الا قصے المسجد الذی بناہ المسیح الموعود فی القادیان"۔

مسجد اقصیٰ سے مراد وہ مسجد ہے جسے قادیان میں مسیح موعود (مرزا قادیانی) نے بنایا۔
(خطبہ الہامیہ ص 25 مندرجہ روحانی خزائن ج 16 ص 25 از مرزا قادیانی)

"معراج میں جو آنحضرت ﷺ مسجد الحرام سے مسجد اقصیٰ تک سیر فرما ہوئے، وہ مسجد اقصیٰ یہی ہے جو قادیان میں بجانب مشرق واقع ہے جس کا نام خدا کے کلام نے مبارک رکھا ہے"۔ (خطبہ الہامیہ ص 22 مندرجہ روحانی خزائن ج 16 ص 22 از مرزا قادیانی)

مندرجہ بالا قادیانی عقائد اس قدر گستاخانہ اور دل آزار ہیں کہ یہ ہر مسلمان کیلئے ناقابل برداشت ہیں لیکن افسوس قادیانی ان عقائد کو اسلام کے نام پر پیش کرتے ہیں۔ وہ ان عقائد کو اسلامی عقائد کا نام دیتے ہیں، اسے کہتے ہیں زندقہ۔

قادیانی اپنے کفر کو اسلام اور اسلام کو کفر کہتے ہیں۔ مرزا قادیانی کے آنے کے بعد دنیا میں موجود ایک ارب بیس کروڑ مسلمان کافر ہو گئے کیونکہ وہ مرزا قادیانی کو نبی نہیں مانتے۔ حتیٰ کہ جنہوں نے مرزا قادیانی کا نام بھی نہیں سنا، وہ بھی مسلمان نہیں رہے۔ گویا مسلمانوں کی تعداد سوا ارب سے کم ہو کر ہزاروں میں رہ گئی۔ اب قادیانیوں/مرزائیوں کے نزدیک مسلمان ہونے کیلئے مرزا قادیانی کو ماننا لازم ہے، اگر کوئی شخص حضور خاتم النبیین حضرت محمد ﷺ کی سچی اطاعت میں ساری زندگی گزار دے مگر مرزا

قادیانی کو نہ مانے تو اس کی نجات ممکن نہیں۔ اس سلسلہ میں چند حوالے ملاحظہ فرمائیں۔

"تلك كتب ينظر اليها كل مسلم بعين المحبة و المودة ينفع من معارفها و يقبلنى و يصدق دعوتى الا فرية البغايا"۔

ترجمہ: میری ان کتابوں کو ہر مسلمان محبت کی نظر سے دیکھتا ہے اور اس کے معارف سے فائدہ اٹھاتا ہے اور میری دعوت کی تصدیق کرتا ہے اور اسے قبول کرتا ہے مگر کنجریوں (بدکار عورتوں) کی اولاد نے میری تصدیق نہیں کی"۔

(آئینہ کمالات اسلام صفحہ 548,547 مندرجہ روحانی خزائن ج 5 ص 548,547 از مرزا قادیانی)

"دشمن ہمارے بیانوں کے خنزیر ہو گئے۔ اور ان کی عورتیں کتیوں سے بڑھ گئی ہیں"۔

(نجم الھدیٰ ص 53 مندرجہ روحانی خزائن ج 14 ص 53 از مرزا قادیانی)

"ہر ایک ایسا شخص جو موسیٰ کو تو مانتا ہے مگر عیسیٰ کو نہیں مانتا یا عیسیٰ کو مانتا ہے مگر محمد ﷺ کو نہیں مانتا اور یا محمد ﷺ کو مانتا ہے پر مسیح موعود (مرزا قادیانی) کو نہیں مانتا، وہ نہ صرف کافر بلکہ پکا کافر اور دائرہ اسلام سے خارج ہے"۔

(کلمۃ الفصل ص 110 از مرزا بشیر احمد ایم اے ابن مرزا قادیانی)

"خدا تعالیٰ نے میرے پر ظاہر کیا ہے کہ ہر ایک شخص جس کو میری دعوت پہنچی ہے اور اس نے مجھے قبول نہیں کیا، وہ مسلمان نہیں ہے"۔

(تزکرہ مجموعہ وحی والہامات ص 519 طبع چہارم از مرزا قادیانی)

"کل مسلمان جو حضرت مسیح موعود (مرزا قادیانی) کی بیعت میں شامل نہیں ہوئے، خواہ انہوں نے حضرت مسیح موعود (مرزا قادیانی) کا نام بھی نہیں سنا، وہ کافر اور دائرہ اسلام سے خارج ہے"۔

(آئینہ صداقت ص 35 مندرجہ انوار العلوم ج 6 ص 110 از مرا بشیر الدین محمود ابن مرزا قادیانی)

بقول مرزا قادیانی اسے الہام ہوا کہ "جو شخص تیری پیروی نہیں کرے گا اور تیری بیعت میں داخل نہیں ہوگا اور تیرا مخالف رہے گا۔ وہ خدا اور رسول کی نافرمانی کرنیوالا اور جہنمی ہے"۔

(تذکرہ مجموعہ وحی والہامات ص 280 طبع چہارم از مرزا قادیانی)

قادیانیوں کے ان زندیقانہ عقائد کی بناء پر ملک کی منتخب جمہوری حکومت نے متفقہ طور پر 7 ستمبر 1974ء کو انہیں غیر مسلم اقلیت قرار دیا اور آئین پاکستان کی شق (3)260 میں اس کا اندراج کر دیا۔ جمہوری نظام حکومت میں کوئی بھی اہم فیصلہ ہمیشہ اکثریتی رائے کی بنیاد پر کیا جاتا ہے۔ لیکن یہ دنیا کی

تاریخ کا واحد واقعہ ہے کہ حکومت نے فیصلہ کرنے سے پہلے قادیانی جماعت کے سربراہ مرزا ناصر کو پارلیمنٹ کے سامنے اپنا نکتہ نظر پیش کرنے کیلئے بلایا۔ اسمبلی میں اس کے بیان کے بعد حکومت کی طرف سے اٹارنی جنرل جناب یحییٰ بختیار نے قادیانی عقائد کے حوالے سے اس پر جرح کی جس کے جواب میں مرزا ناصر نے نہ صرف مذکورہ بالا تمام عقائد و نظریات کا برملا اعتراف کیا بلکہ باطل تاویلات کے ذریعے ان کا دفاع بھی کیا۔ لیکن افسوس کی بات یہ ہے کہ قادیانی، پارلیمنٹ کے اس متفقہ فیصلے کو تسلیم کرنے سے یکسر انکاری ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ دنیا کی کوئی حکومت، پارلیمنٹ یا کوئی اور ادارہ انہیں ان کے عقائد کی بناء پر غیر مسلم قرار نہیں دے سکتا بلکہ الٹا وہ مسلمانوں کو کافر اور خود کو مسلمان کہتے ہیں اور آئین میں دی گئی اپنی حیثیت تسلیم نہیں کرتے، اسے کہتے ہیں زندقہ۔

قادیانی پوری دنیا میں شور مچاتے ہیں کہ پاکستان میں ہم پر ظلم ہو رہا ہے۔ ہمارے حقوق غصب کئے جا رہے ہیں۔ ہمیں آزادی اظہار نہیں ہے۔ وہ کبھی اقوام متحدہ سے اپیلیں کرتے ہیں، کبھی یہودیوں اور عیسائیوں سے دباؤ ڈلواتے ہیں۔ حالانکہ ہم بڑی سادی سی جائز بات کہتے ہیں کہ تم مرزا قادیانی کو محمد رسول اللہ نہ کہو۔ کلمہ طیبہ مسلمانوں کا ہے۔ تم اس پر قبضہ نہ کرو یعنی شراب پر زم زم کا لیبل نہ لگاؤ، کتے اور خنزیر کا گوشت حلال ذبیحہ کے نام پر فروخت نہ کرو۔ اپنے کفر اور زندقہ کو اسلام نہ کہو۔ لیکن قادیانی اس سے باز نہیں آتے بلکہ اپنے کفریہ عقائد و نظریات کی بھرپور تبلیغ و تشہیر کرتے ہیں۔

قادیانی کا نبی الگ، قرآن الگ، شریعت الگ، کلمہ الگ، امت الگ ہے۔ اس سلسلہ میں قادیانی جماعت کے دوسرے خلیفہ مرزا بشیر الدین محمود کا اعترافی بیان ملاحظہ فرمائیں۔

> ''حضرت مسیح موعود (مرزا قادیانی) کے منہ سے نکلے ہوئے الفاظ میرے کانوں میں گونج رہے ہیں۔ آپ نے فرمایا یہ غلط ہے کہ دوسرے لوگوں (مسلمانوں) سے ہمارا اختلاف صرف وفات مسیح یا اور چند مسائل میں ہے آپ نے فرمایا۔ اللہ تعالیٰ کی ذات، رسول کریم ﷺ، قرآن، نماز، روزہ حج، زکوۃ، غرض کہ آپ نے تفصیل سے بتایا کہ ایک ایک چیز میں ہمیں ان (مسلمانوں) سے اختلاف ہے''۔

(خطبہ جمعہ مرزا بشیر الدین خلیفہ قادیان، مندرجہ اخبار ''الفضل'' قادیان، ج 19، نمبر 13، مورخہ 30 جولائی 1931ء)

اس کے باوجود قادیانی اپنے مذہب کو اسلام کہتے ہیں اور ہمارے دین کا نام کفر رکھتے ہیں یعنی مرزا قادیانی کا دین اسلام، حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کا دین کفر۔ کیسی عجیب بات ہے کہ مرزا قادیانی سے پہلے حضور نبی کریم ﷺ کا دین اسلام اور اس کے ماننے والے مسلمان، مرزا قادیانی کی آمد کے بعد

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا دین کفر اور اس کے ماننے والے کافر۔ (نعوذ باللہ) اس لحاظ سے مرزا قادیانی کے دو جرم ہوئے۔ ایک یہ کہ نبوت کا دعویٰ کر کے اپنا الگ مذہب بنایا اور اس کا نام اسلام رکھا۔ دوسرا یہ کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے دین اسلام کو کفر کہا۔

قادیانیوں کو شعائر اسلام کے استعمال اور اس کی توہین سے روکنے کیلئے 26 اپریل 1984ء کو حکومت پاکستان نے امتناع قادیانیت آرڈیننس جاری کیا جس کی رو سے قادیانی اپنے مذہب کے لئے اسلامی اصطلاحات استعمال نہیں کر سکتے۔ قادیانیوں نے اس پابندی کو وفاقی شرعی عدالت لاہور ہائی کورٹ، کوئٹہ ہائی کورٹ وغیرہ میں چیلنج کیا جہاں انہیں ناکامی کا منہ دیکھنا پڑا۔ بالآخر قادیانیوں نے پوری تیاری کے ساتھ سپریم کورٹ آف پاکستان میں اپیل دائر کی کہ انہیں شعائر اسلامی استعمال کرنے کی اجازت دی جائے۔ سپریم کورٹ آف پاکستان کے فل بنچ نے اس کیس کی مفصل سماعت کی۔ دونوں اطراف سے دلائل و براہین دیے گئے۔ اصل کتابوں سے متنازع ترین حوالہ جات پیش کیے گئے۔ یہ بھی یاد رہے کہ سپریم کورٹ کے یہ جج صاحبان کسی دینی مدرسہ یا اسلامی دار العلوم کے مفتی صاحبان نہیں تھے بلکہ انگریزی قانون پڑھے ہوئے تھے۔ ان کا کام آئین و قانون کے تحت انصاف مہیا کرنا ہوتا ہے۔ فاضل جج صاحبان نے جب قادیانی عقائد پر نظر دوڑائی تو وہ لرز کر رہ گئے۔ فاضل جج صاحبان کا کہنا تھا کہ قادیانی اسلام کے نام پر لوگوں کو دھوکہ دیتے ہیں جبکہ دھوکہ دینا کسی کا بنیادی حق نہیں ہے اور نہ ہی اس سے کسی کے حقوق سلب ہوتے ہیں۔ سپریم کورٹ آف پاکستان کے فل بینچ کے تاریخی فیصلہ ظہیر الدین بنام سرکار، (1993 SCMR 1718) کی رو سے کوئی قادیانی خود کو مسلمان نہیں کہلوا سکتا اور نہ ہی اپنے مذہب کی تبلیغ کر سکتا ہے۔ خلاف ورزی کی صورت میں وہ تعزیرات پاکستان کی دفعہ C-295 اور C-298 کے تحت سزائے موت کا مستوجب ہے۔ اس کے باوجود قادیانی آئین، قانون اور اعلیٰ عدالتی فیصلوں کا مذاق اڑاتے ہوئے خود کو مسلمان کہلواتے، اپنے مذہب کی تبلیغ کرتے، گستاخانہ لٹریچر تقسیم کرتے، شعائر اسلامی کا تمسخر اڑاتے اور اسلامی مقدس شخصیات و مقامات کی توہین کرتے ہیں۔ ستم ظریفی یہ ہے کہ قادیانیوں کی ان آئین شکن، خلاف قانون اور انتہائی اشتعال انگیز سرگرمیوں پر قانون نافذ کرنے والے ادارے مجرمانہ غفلت اور خاموشی اختیار کیے ہوئے ہیں جس سے بعض اوقات لاء اینڈ آرڈر کی صورتحال پیدا ہو جاتی ہے۔ خود سپریم کورٹ کے فل بنچ نے اپنے نافذ العمل فیصلہ میں لکھا:

"ہر مسلمان کیلئے جس کا ایمان پختہ ہو، لازم ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اپنے بچوں، خاندان، والدین اور دنیا کی ہر محبوب ترین شے سے بڑھ کر پیار کرے"۔ ("صحیح بخاری"، "کتاب الایمان"، "باب حب الرسول من الایمان") کیا ایسی صورت میں کوئی کسی